گکھڑوں کے مشہور مقامات کا تذکرہ:-

دانگلی (نزد ملکال) = ص ۲۲۷، ص ۲۳۳، ص ۳۴۲ تحصیل گوجرخان

پھروالہ ضلع راولپنڈی = ص ۲۱۹، ص ۲۲۷

خان پور تحصیل جہلم = ص ۲۲۷، ص ۳۴۱ تحصیل جہلم

سلطان پور ضلع راولپنڈی = ص ۲۳۰، ص ۲۳۷

رہتاس = ص ۲۳۰، ص ۲۴۱

دومیلی تحصیل جہلم = ص ۲۲۸، ص ۲۳۰

پوٹھوہار جہلم اور اٹک کے درمیان کا علاقہ = ص ۲۳۳

ص 456 باباجی صاحب لاروی

ص 510 خواجہ مخدوم ہمدانی کاشمیری ثم الپشاوری

ص 505 رئیس پشاور (میاں نظام الدین مرحوم وزیر اعظم -)

ص 501 سر محمد نام سا ۷۹

تاریخ اقوام پونچھ

مصنفہ

محمد الدین فوقؔ

پبلشرز ظفر برادرس تاجران کتب
لاہور پنجاب
سری نگر کشمیر

1936ء

قطعہ بند

(متعلق تاریخ اقوام پونچھ و مصنف تاریخ ہذا)

از مولانا گل احمد خاں صاحب سدھن تخلص رفیق زبدۃ الحکما و مولوی فاضل و منشی فاضل و فاضل ادیب سکنہ ملوٹ تحصیل باغ علاقہ پونچھ حال صدر مدرس السنہ شرقیہ اسلامیہ ہائی سکول نمبر ۱ لاہور۔

نخل بند روضۂ اقوام پونچھ[۱] — رشک جنت تیرے گلشن کی بہار
ہر روش تیری کیاری پھول کی — پھول بھی وہ جس کی خوشبو پائیدار
سج گئے چھوٹے بڑے بوٹے یہاں — ایک ہی صف میں قطار اندر قطار
تیرے احسانات اے کان کرم! — پہلے بھی ہیں ہم پہ بے حد بے شمار
یاد ہے اخبار کشمیری کا عہد — جب نہ تھا کوئی بھی اپنا غم گسار
تو نے اس پرچہ میں وہ مضمون لکھے — پونچھ والوں کا تھا جن میں حال زار
تو نے ہم سب کو جگایا خواب سے — خواب جس میں خواب نوشیں کا خمار
پونچھ کی اقوام کی تاریخ بھی! — تو نے ہی آخر لکھی اے نامدار
کیا کہوں وہ شرح شوق و آرزو — جس کو اس تاریخ کا تھا انتظار
منتشر شیرازہ کو یکجا کیا — اب گلستاں ہے وہ۔ تھا جو خارزار
یعنی مومن اخوۃ کے سب نکات — از سر نو ہو گئے پھر آشکار
پھر مساوات و رواداری کے گر! — پیدا کرنے کو ہیں باہم اعتبار

نام ہے تیرا محمد دین فوق
ذوق دے تجھ کو خدائے کردگار

۱؎ یہ تاریخی مصرعہ مفتی ضیاء الدین صاحب ضیاؔ آف پونچھ کا طبعزاد ہے۔ مولانا گل احمد خاں نے اسی مصرع کی توضیح و تشریح میں بطور تضمین یہ قطعہ لکھ کر ارسال فرمایا ہے۔

فہرست مضامین

تاریخ اقوام پونچھ معہ حالات ڈوگرہ فرمانروایان پونچھ

[1] یہ خاندان مغل ہے۔ اس جگہ غلطی سے درج ہوگیا ہے۔

فہرست تصاویر تاریخ اقوام پونچھ

جس قدر تصویر کے کاغذ کو ممکن ہے بقا
اس قدر ممکن بقا کب صاحبِ تصویر کو

محمد الدین فوق

ظفر احمد

ظفر الحق

ظفر برادرس تاجران کتب لاہور پنجاب / سرینگر کشمیر کا سلسلہ تالیفات ۲۹

باتصویر

تاریخ اقوام پونچھ

معہ حالات ڈوگرہ فرمانروایان پونچھ (کشمیر)

جس میں سابق ڈوگرہ فرمانروایان پونچھ اور موجودہ والئے پونچھ کے مفصل تذکرہ اور سابق مسلمان راجگان پونچھ کے حالات کے علاوہ پونچھ (کشمیر) کی مسلمان ہندو اور سکھ اقوام کی مختلف ذاتوں اور گوتوں کی وجہ تسمیہ۔ ان کے تاریخی اور آبائی حالات۔ ان کی آبادی۔ تمدنی اور معاشرتی کیفیت۔ ان کے کاروبار۔ رسم و رواج اور قدیم روایات اور پونچھ کے بعض خاندانوں کے تذکرہ کے علاوہ دیگر دلچسپ کوائف و معلومات بھی درج ہیں۔

مصنفہ

محمد الدین فوق

سنہ ۱۹۳۶ء تعداد جلد ایک ہزار قیمت فی جلد تین روپیہ

تاریخ اقوام پونچھ (کشمیر)

دیباچہ

تاریخ اقوام پونچھ کی تکمیل وطباعت میں تاخیر کی وجوہات

سنہ ۱۹۳۱ء میں اور اس سے قبل اعلان کیا گیا تھا کہ تاریخ اقوام کشمیر کے ساتھ اقوام پونچھ کی تاریخ بطور ضمیمہ شائع ہوگی۔ لیکن یہ ضمیمہ چند وجوہ سے تاریخ اقوام کشمیر کے ساتھ شائع نہ ہوسکا۔

۱۔ اس لئے کہ تاریخ اقوام کشمیر کا حجم معہ تصاویر اندازہ سے بہت زیادہ بڑھ گیا۔ اور چونکہ کتاب کا سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ تھا۔ اس لئے اس چھوٹے سائز میں اگر تاریخ اقوام پونچھ بھی شامل کردیجاتی تو نہ کتاب کی جلد بندی ہوسکتی اور نہ اتنے بڑے حجم کے لئے یہ چھوٹا سائز موزوں ہوتا۔

۲۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ گو پونچھ کا ذکر راج ترنگنی گلاب نامہ۔ طبقات اکبری۔ تاریخ فرشتہ وغیرہ تواریخوں کے علاوہ کشمیر کی تاریخوں اور تاریخ تذکرہ بے مثل عرف تذکرہ راجگان راجوری میں کہیں کہیں آتا ہے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے۔ کہ پونچھ کی کوئی مستند اور مستقل تاریخ اب تک نہیں چھپ سکی۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ غالباً یہ ہے۔ کہ اس قسم کے لٹریری اور تاریخی اور تحقیق بمحنت طلب کام اہل دول بلکہ حکومتوں کی سرپرستیوں کے بغیر خوش اسلوبی اور آسانی کے ساتھ سرانجام نہیں ہوسکتے۔

۳۔ اقوام پونچھ جو مختلف ممالک سے وہاں آکر آباد ہوئی ہیں۔ ان کا کثیر حصہ بوجہ کم علمی اپنے قدیم اور ابتدائی حالات سے تحقیقی طور پر ناواقف ہے۔ اس لئے یہ سمجھ کر کہ مؤلف تاریخ اقوام پونچھ۔ علاقہ پونچھ اور خاص پونچھ سے کاسے کوسوں دور ہے۔ وہ

پونچھ یا اقوام پونچھ کے معاملات سے کیا واقفیت رکھ سکتا ہے۔ جو کچھ جس کسی کے دل میں آتا تھا۔ لکھ کر بھیج دیتا تھا۔

۴۔ راقم کو اکثر اقوام اور اکثر افراد کی طرف سے اس قسم کے مصنوعی شجرے اور مبالغہ آمیز حالات ملے۔ کہ ان پر یک بیک اعتبار کر لینا بہت مشکل ہے۔ ان کی تحقیق کے لئے خود اُن اقوام اور افراد کے ساتھ اور بعض دوسری اقوام کے ساتھ طویل عرصہ تک خط کتابت کرنی اور بعض کتابوں سے مدد لینی پڑی۔

۵۔ بعض اصحاب اور بعض اقوام نے راقم کی نکتہ چینیوں کے جواب میں قطعی خاموشی اختیار کر لی۔ بعض نے بہت دیر کے بعد جواب دیا۔ اور پھر جواب الجواب میں کافی عرصہ لگ گیا۔ اس دوران میں تاریخ اقوام کشمیر کے شائقین نے تقاضوں پر تقاضے شروع کر دیئے۔ چنانچہ راقم نے تاریخ اقوام پونچھ کی تالیف کو ملتوی کر کے اقوام کشمیر کی تکمیل کی طرف اپنی ساری توجہ منعطف کر دی۔ اور کئی سال کی لگاتار محنت کے بعد راقم جون ۱۹۳۴ء کے اواخر میں تاریخ اقوام کشمیر کی طباعت وغیرہ سے فارغ ہو سکا۔

پونچھ کی بعض اقوام نے اس دوران میں تاریخ اقوام پونچھ کی تکمیل و طباعت کے لئے بڑی بے صبری اور بے چینی کا اظہار کیا۔ لیکن جب تک حتی الامکان شجروں اور حالات اقوام کی تحقیق نہ کر لی جاتی۔ اس ذمہ دارانہ کام کو ہاتھ لگانا بہت مشکل تھا۔

نسب ناموں کا لامتناہی سلسلہ اور خاندانی حالات کی افسانہ طرازیاں اور ذاتوں کی تبدیلیاں

چنانچہ نومبر ۱۹۳۴ء سے "اقوام پونچھ" کی ترتیب کا سلسلہ مستقل طور پر شروع کر دیا گیا۔ لیکن خط کتابت کے دوران میں پھر وہی افسانہ طرازیاں۔ وہی قصے کہانیاں۔ وہی نسب نامے اور شجرے شروع ہو گئے۔ جن کی تان کسی راجہ مہاراجہ یا کسی پیر پیغمبر یا کسی بہت بڑے بادشاہ تک جا کر

ٹوٹتی تھی

ہندوؤں کو عام شکایت ہے کہ مسلمان ہندوستان کو اپنا وطن نہیں سمجھتے۔ یہ شکایت بہ حیثیت مجموعی تو غالباً صحیح نہ ہو۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے۔ کہ ہندوستان کو وطن سمجھتے ہوئے بھی کئی اصحاب بلکہ کئی اقوام کی یہ خواہش ہے۔ کہ ان کی اصل عرب ہی سے ظاہر کی جائے۔ تاکہ وہ آسانی سے سید یا قریشی کہلا سکیں۔ اور اگر یہ نہیں تو ان کا سلسلہ تیمور اور ترکستان سے ضرور ملایا جائے۔ اور اگر ان کا وطن ہندوستان ہی ظاہر کرنا ہے۔ تو راجپوت حکمران خاندانوں کی ذُریات سے ان کو ظاہر کیا جائے۔

انگریز مصنفین بھی اس معاملہ میں ہندوؤں کے ہم نوا ہیں۔ چنانچہ سر لیپل گریفن اپنی مشہور کتاب "رئیسان پنجاب" کے صفحہ ۵۲۹ پر لکھتے ہیں۔ "ہر ایک خاندان مسلمانوں کا فخر سمجھتا ہے۔ کہ اپنی ابتدا کو عباس یا پیغمبر صاحب کے کسی اور قریبی رشتہ دار سے ظاہر کرے۔ بہت سے خاندان اپنا نسب نوحؑ یا آدم تک لے جاتے ہیں۔"

سر لیپل گریفن لاہور کے ایک نامور خاندان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ مہاراجہ شیر سنگھ کے زمانہ تک سرکاری تحریروں میں اس خاندان کے سب سے بڑے معتذر شخص کو غیر سید تصور کیا جاتا اور لکھا جاتا تھا۔ لیکن عروج حاصل کرنے کے بعد دفعتہً ۱۸۴۰ء میں وہ بخاری سید مشہور ہو گیا۔"

سر لیپل گریفن ایک قوم کے متعلق جو پہلے ہندو تھی۔ پھر مسلمان ہو گئی۔ لکھتے ہیں "یہ قوم اپنی اصل عرب سے ظاہر کرتی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ہم عرب سے آئے تھے۔ ہم مسلمان تھے۔ ایک ہندو جوگی نے اپنی سحر کاریوں سے ہم کو بت پرستی کی طرف مائل کر دیا۔ لیکن جب ایک مسلمان پیر نے جوگی کی سحر کاریوں کا تار پود بکھیر دیا۔ بلکہ اپنی روحانیت کے اثر سے اُس کو ہلاک کر دیا۔ تو ہم نے بُت پھینک دیئے۔ اور

مسلمان ہو گئے" اس پر سر لیپل گریفن لکھتے ہیں "یہ نادر روایت معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ایجاد کی گئی ہے۔ کہ ہماری ابتدا ہندو ثابت نہ ہو"

رسالہ "القریش" امرتسر کے مدیر مولانا محمد علی رونق ایک مرتبہ جب قومی سفر کے لئے پشاور گئے۔ تو انہوں نے اپنے سفرنامہ میں اس امر کی شکایت کی۔ کہ کئی قریشی اصحاب نے محض حصول اراضی کی خاطر اپنی ذات تبدیل کر لی ہے۔ چوہدری علی محمد خان پنشنر افسر مال اپنی کتاب راجپوت گوتیں و ذاتیں کے صفحہ ۵ پر لکھتے ہیں "پنجاب کے مغربی حصہ میں جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے۔ راجپوتوں سے پٹھان و قریشی بنتے جا رہے ہیں"۔ پھر صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے "یہ تحقیق ہے۔ کہ بہت سے راجپوت "اقوام قریشی و پٹھان" میں شامل ہو گئے ہیں" کشمیری مسلمانان پنجاب میں بھی چند گوتیں و ذاتیں ایسی ہیں جنہوں نے صرف فوجی ملازمت اور اراضی خرید کرنے کے لئے اپنے آپ کو دوسری اقوام میں شامل کر لیا ہے۔

خانصاحب مولانا عبدالمالک ریٹائرڈ ریونیو منسٹر ریاست بہاولپور نے حال ہی میں گوجروں کے متعلق ایک نہایت مبسوط تاریخ بنام شاہان گجر شائع کی ہے۔ اس میں وہ بھی ذات تبدیل کرنے والوں کی شکایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مباہات و مفاخرت کی رو میں نسب و حسب کی صحت کو لوگوں نے درایتہً و روایتہً ضائع کر دیا ہزاروں دیکھتے دیکھتے سید و قریشی بن گئے اور راجپوت بننے والوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں" (شاہان گجر صفحہ ۱۲) پھر اسی کتاب میں صفحہ ۱۲۷ پر لکھتے ہیں "تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک ہی گوت کے اشخاص ایک ضلع میں اپنا نسب کچھ بتلاتے ہیں۔ اور دوسرے ضلع میں کچھ"

کشمیر، جموں اور پونچھ میں بھی چونکہ ایکٹ انتقال اراضی جاری ہو چکا ہے۔ بلکہ زراعتی اقوام بندی کی فہرست بھی شائع ہو چکی ہے۔ اور فوجی ملازمت بھی

خاص خاص اقوام کے لئے مختص کردی گئی ہے۔ اس لئے ہر قوم کی خواہش ہے۔ کہ اس کا نام ایسی اقوام میں شامل ہو جس کو زراعتی حقوق بھی حاصل ہوں۔ اور جو فوجی ملازمت بھی آسانی سے حاصل کر سکے۔ اسی بنا پر پونچھ کی قریباً ہر قوم قریشی۔ مغل۔ افغان اور راجپوت وغیرہ بننے کی مدعی ہے۔ بلکہ تعجب اور حیرانی سے سنا جائیگا۔ کہ ایک ہی گاؤں اور ایک ہی علاقہ میں ایک قوم کا کچھ حصہ اپنے آپ کو راجپوت ظاہر کرتا ہے۔ اور باقی حصہ اپنے آپ کو غیر راجپوت بتاتا ہے

جعلی شجرے اور نقلی سادات وقریش وغیرہ

تاریخ شاہان گجر کے فاضل مصنف ابو البرکات مولانا عبدالمالک صفحہ ۲۸۲ پر لکھتے ہیں۔ "ضلع پشاور میں ایک ولی اللہ حضرت پنجو شاہ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ وہ قوم گجر کے درخشندہ گوہر تھے۔ مگر ان کے حلقۂ بیعت میں چونکہ کئی عالم فاضل اور رئیس بھی تھے۔ اس لئے انہوں نے آپ کو سید بنا دیا۔ اور ان کا شجرۂ نسب بھی مرتب کرلیا"

تحقیقات چشتی میں جو لاہور کی ایک پرانی اور ضخیم تاریخ ہے۔ صفحہ ۱۶۱ سے ۱۶۴ تک بھاگی شاہ کا ذکر ہے۔ بھاگی شاہ کا اصل نام بھاگو تھا۔ قوم کا گجر اور رہنے والا اچھرہ کا تھا۔ سکھوں کے زمانہ میں کرنیل بابو راٹے کا اردلی تھا۔ ۱۲۵۸ھ میں اس کو فقیری کا شوق ہوا۔ وہ نمانے شاہ[1] کا جو گڑھی شاہو میں رہتا تھا۔ مرید

---

[1] نمانے شاہ کا اصل نام معلوم نہیں۔ مصنف تحقیقات چشتی نے لکھا ہے کہ بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ چوری کے جرم میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے تھے۔ وہ گداگری کرکے گزارہ کرتا تھا۔ لوگوں نے اس کا نام نمانے شاہ رکھ دیا۔ بھاگی شاہ اور وہ دونوں جاہل مطلق تھے۔ اور مصنف تحقیقات چشتی کی حیات میں ہی انتقال کر گئے تھے۔

ہوگیا۔ اس نے ایک جعلی شجرہ بنایا۔ اور سلسلۂ نوشاہیہ سے ملاکر اور سادات میں شامل ہوکر صدہا جاہلوں کا مرشد بن گیا۔

سنہ ۱۹۰۳ء کا ذکر ہے۔ راقم مؤلف کے پریس پنجہ فولاد اور اخبار پنجہ فولاد کا دفتر لاہور ریلوے سٹیشن کے متصل محلہ داراشکوہ میں تھا۔ اسی مکان کے ایک حصہ میں وکیلوں کے تین چار دلال بھی رہتے تھے۔ ان میں سے ایک دلال کے ایک ہوشیار اور چالاک لڑکے نے جو کچھ عرصہ وکیلوں کا منشی بھی رہ چکا تھا۔ اپنی ہمشیرہ کی شادی ایک سید سے کردی۔ اور اپنا نام پیر سید...... شاہ رسول شاہی رکھ کر اپنا شجرہ سادات سے ملا دیا۔ حالانکہ وہ خود کسی اور قوم سے تھا۔ اور اس وقت وہ زندہ ہے۔ اور اپنے آپ کو ایک بہت بڑے تکیہ اور مزار کا سجادہ نشین لکھ رہا ہے۔ اور خوب مزہ میں ہے۔

حسب نسب اور ذاتوں کی تبدیلی کے متعلق فرمان نبوی

اپنا حسب نسب تبدیل کرنیوالوں کی بظاہر تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم میں وہ لوگ بتائے جاتے ہیں۔ جن کی ذات یا گوت تو ضرور کوئی نہ کوئی ہوتی ہے۔ مثلاً گکھڑ۔ جنجوعہ۔ کھکھہ۔ قریشی۔ مغل۔ افغان۔ شیخ وغیرہ۔ لیکن زراعت یا ملازمت کی بجائے ان کا پیشہ صنعت کاری یا حرفت ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی لوہار ہے کوئی کمہار کوئی ترکھان کوئی درزی یا دھوبی وغیرہ۔ لیکن جب وہ صنعت کاری کو ترک کرکے فوجی یا سول ملازمت یا ٹھیکہ داری وغیرہ کے کام کرتے ہیں اور عملاً حرفت کار نہیں رہتے۔ اور وہ اپنی اصل ذات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو ان پر ذات تبدیل کرنیکا الزام لگایا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی صحیح ذات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ان کے پاس اس کے کافی دلائل ہیں تو یقیناً وہ اس الزام کے مستحق نہیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو پیری مریدی کے لئے اپنی ذات تبدیل کرلیتی اور اپنا نیا شجرہ بنالیتی ہے۔ یا اس کے ارادتمند ہی "مریداں مے پرانند" کے مطابق اس کو خواہ مخواہ بھی "سیادت پناہ" بنا دیتے ہیں۔ تیسری قوم وہ ہے۔ جو حال ہی میں پیدا ہوئی ہے

یعنی جس کو حصول اراضی اور فوجی ملازمتوں کی ضرورت نے پیدا کر دیا ہے۔
لیکن حسب نسب کو تبدیل کرنے اور اپنی اصلی ذات کو چھپانے اور اپنے خون کو دوسروں کے خون میں ملا کر ناخلف بننے والوں کو کاش ارشادات نبوی کا بھی کچھ علم ہوتا جن کا کچھ خلاصہ ناظرین کی آگاہی کے لئے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ حضرت سعد کہتے ہیں۔ میں نے حضور سرور عالم صلعم سے سُنا ہے۔ کہ جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی اولاد بنے۔ اور جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے۔ تو اُس پر جنّت حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے کہ تم اپنے باپ دادوں سے نہ پھرو۔ پس جو کوئی اپنے باپ دادوں سے پھرا۔ اُس نے کفر کیا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر آپ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے۔ جو اپنے نسب کو کسی غیر شخص سے ملا دے۔

اس موقعہ پر ہم تاریخ آل ذورعین کے مصنف مولانا محمد ابراہیم محشر انبالوی کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے اپنی "تاریخ کے صفحہ ۲۵ پر علی الاعلان اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " تاریخ لکھنے سے قبل ہمارا بھی یہی گمان تھا کہ قوم راعی دراعین جو عُرف عام میں ارائیں مشہور ہے اعرب البائدہ یعنی آل عملیق اور دولت الرعاۃ کی نسل سے ہے۔ لیکن اب جدید تحقیق کے بعد ہم اپنی زبردست غلطی کا سچے دل سے اعتراف کرتے ہیں[1]"

---

[1] جدید تحقیق کے مطابق محشر صاحب لکھتے ہیں کہ رعین یا راعین عرب العاربہ یعنی قحطانی النسل خاندان بنو حمیر کے ایک اولوالعزم اور باہمت شہزادے بریم بن مسرت بن زید الجمھور کی اولاد سے ہے۔ یہ خاندان یمن میں بادشاہی کرتا تھا۔ بنو حمیر قحطان سے ساتویں پشت میں تھا۔ قحطان کے بیٹے کا نام یعرب تھا جو حضرت ابراہیم کا ہمعصر تھا۔ بریم نے جب ایک قلعہ جبل رعین پر تعمیر کیا تو اس کا نام بریم ذورعین ہو گیا۔ بریم کی پیدائش ۲۵۰۴ سال قبل مسیح بتائی جاتی ہے۔ اس کی اولاد میں سے نعمان ذورعین نے ۹ھ میں بزمانہ رسول کریم اسلام قبول کیا۔ آل ذورعین کی آمد کا زمانہ ہندوستان میں ۲۰۰ سال قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔ جبکہ آل ذورعین کے سب لوگ بت پرست تھے۔ اسی لئے کئی راعین اسوقت تک ہندو ہیں جو بت پرستی کی وجہ سے ہندوؤں میں شامل ہو گئے تھے اور کثیر تعداد نے ہندوستان میں اسلام قبول کر لیا تھا

زمانہ قدیم کے نسب خوان اور بھاٹ

اقوام پونچھ کے حالات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کے نسب ناموں کا انحصار زیادہ تر میراسیوں اور بھاٹوں کے رحم پر موقوف ہے۔ انہی کے بتائے ہوئے نسب ناموں اور شجروں کو وہ تاریخی بلکہ الہامی شجرے اور نسب نامے تصور کرتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بھاٹوں کا رواج بہت قدیم سے ہے۔ چنانچہ راجپوتانہ کے اکثر راجپوتوں کے ہاں بھاٹ ملازم ہوتے تھے۔ اور شاید اب بھی ہوں۔ جو کئی کئی پشتوں تک کے نسب نامے زبانی بیان کرتے ہیں۔ ٹاڈ صاحب نے بھی جو ٹاڈ راجستان کے مشہور مصنف اور راجپوتوں کے بڑے مداح ہیں۔ اپنی کتاب میں راجپوتانہ کے بھاٹوں اور ان کی مشہور کہانیوں اور کہاوتوں سے بڑی مدد لی ہے۔ پونچھ کے متصل ہی راجوری ایک مشہور قصبہ ہے۔ جو صوبہ جموں میں واقعہ ہے۔ یہاں کے قدیم فرمانرواؤں کے نسب خوان میراسی ملازم ہوا کرتے تھے۔ جن کو نسب خوان اور بھاٹ کہتے تھے۔ یہ لوگ شادی بیاہ اور خوشی کی دیگر تقریبوں پر دست بستہ کھڑے ہوکر نسب خوانی کیا کرتے تھے۔

کچھ شک نہیں کہ جس قوم کی اپنی تاریخ نہیں ہوتی۔ اور جو قوم اپنے بزرگوں کے کارنامے یاد نہیں رکھتی۔ اُس کو نسب ناموں اور نسب خوانوں سے بھی کچھ مدد مل سکتی ہے۔ لیکن نسب خوان اگر اُس قوم کی تاریخ سے واقف ہو۔ اور طوطے کی طرح زبانی رٹ نہ لگاتا ہو۔ تو کچھ مفید ہوسکتا ہے۔ ورنہ غلط کرسی نامہ اس روشنی کے زمانہ میں جب کہ چھاپہ خانوں نے علم کو بہت سستا کر دیا۔ اور کتابوں کو پہاڑوں کی غاروں تک پونچا دیا ہے۔ اور تقلید کی جگہ تحقیق کا دَور دورہ ہو رہا ہے۔ کبھی مستند نہیں سمجھا جاسکتا۔

بھاٹوں اور نسب خوانوں کی یادداشتیں اور سینہ بسینہ روایات خواہ وہ کتنے بڑے مُسن بزرگ سے ہی کیوں نہ سُنی جائیں۔ جب تک عقل سلیم کے مطابق نہ ہوں

اور تاریخی واقعات ان کی تصدیق نہ کرتے ہوں۔ تفریحاً تو ضرور دلچسپ ہو سکتی ہیں لیکن کوئی مؤرخ ان کو تاریخی رتبہ دینے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ تاریخ باب الاعوان میں تین مقامات پر بھاٹوں اور مصنوعی شجرہ بنانے والوں کا الفاظ ذیل میں ذکر ہے۔ صفحہ ۱۲ "اعوانوں کے قلمی شجرے اور نسب نامے پچاس عدد زیر نظر ہیں۔ لیکن نسب ناموں سے نقل بہت کم کیا گیا ہے۔ اعتبار ان کا درجہ کتب کے برابر نہیں رکھا گیا۔" صفحہ ۲۲ پر درج ہے۔ "میراسیوں کے مرتب کئے ہوئے نسب نامے جب کذب اللسانوں کے تحت میں آتے ہیں۔ تو ان کے بتلائے ہوئے کیونکر واہی تباہی نہ ہوں گے۔" پھر صفحہ ۱۹۰ پر مذکور ہے۔ "قوم میراسی کی زبان پر اعتبار نہیں کیا گیا۔ کیونکہ یہ لوگ اکثر بے علم ہوتے ہیں۔ اور سُنی سنائی بات بغیر تحقیق کے روایت کرتے ہیں۔ اور اکثر مبالغہ کر کے اصل مطلب کو غلط کر دیتے ہیں۔"

شجروں اور نسب ناموں کی مشکلات کے متعلق مصنف شاہان گجر (صفحہ ۱۲۷ پر) ارقام فرماتے ہیں۔ "قوموں کے شجرہائے نسب مکمل نہیں ہیں۔ جہاں ہمیں مکمل ملے۔ جب ان کا مقابلہ کیا گیا۔ تو بہت فرق نکلا۔ دو تین سال ہم نے اسی خبط میں بسر کئے۔ کہ کون مکمل ہے کون نامکمل۔ اور کون صحیح ہے اور کون غلط لیکن جب اس خبط اور فضول محنت کا اثر صحت پر بڑا ہونے لگا۔ تو ہم نے مکمل نامکمل سب ردی کر دیئے۔ اور تحقیقات کا دوسرا رستہ اختیار کیا۔"

بھاٹوں کی غلط بیانیوں اور مبالغہ آرائیوں اور شجروں اور نسب ناموں کے اختلافات و عجائبات کا تجربہ راقم مؤلف کو بھی پونچھ کی بعض اقوام کے شجروں سے بخوبی ہو چکا ہے۔

علم قیاس کا تعلق علم تاریخ کے ساتھ بقول مصنف تاریخ نگارستان کشمیر "علم تاریخ

کے اصولوں میں سب سے زیادہ دخل قیاس کا ہے۔ اگر قیاسات سے کام نہ لیا جائے۔ تو قدیم تاریخ معدوم ہو جاتی ہے۔ حضرت آدمؑ ہوں یا حضرت نوحؑ یا حضرت ابراہیمؑ کسی پیغمبر کے متعلق بغیر روایات صحیحہ کے کوئی امر صحت سے منسوب نہیں کیا جا سکتا"

چنانچہ اسی بنا پر راجگان کشمیر (خاندان گونرد بار دوم) کا ذکر کرتے ہوئے آپ قیاسات و ممکنات سے کام لیتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں "ترناسک والے نے جلوک کو اشوک کا پوتا لکھا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جلوک اشوک کے بیٹے کرنال کا بیٹا ہوگا۔ کیونکہ راجہ شیو پرشاد اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں" اشوک کا دوسرا پوتا جلوک کشمیر میں شیو پرست تھا۔ اشوک کے بعد اس کے بیٹے وسترتھ نے یہ ملک بھتیجے کو دیدیا ہوگا" نگارستان کشمیر صفحہ ۱۰۹"

مصنف شاہان گجر کو بھی جہاں مشکلات پیش آئی ہیں۔ انہوں نے قیاسات وروایات ہی سے کام لیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔" دلائل ہم نے کچھ تاریخوں سے کچھ کتبوں سے اور کچھ روایات متواترہ سے اخذ کئے ہیں۔ اور حالات کی تطبیق کے لئے جہاں تک ممکن ہو سکا ہے صحیح قیاس قائم کیا گیا ہے (صفحہ ۱۲۷) صفحہ ۱۵۹ پر سئہ گجروں کے باب میں آپ نے ارقام فرمایا ہے۔ کہ اس گوت کے گجر کسی زمانہ میں سندھ میں آ کر آباد ہوئے۔ غالباً" ان کا بزرگ سئہ ہوگا۔

اسی کتاب کے صفحہ ۵۱۲ پر تاریخ ہند مصنفہ وی۔ اے سمتھ کے صفحہ ۲۹ کی سطور ذیل میں خیال و قیاس سے کام لے کر لکھا گیا ہے۔" بعض تلمیحات سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہندوستان پر ایرانیوں نے تیسری صدی عیسوی میں حملہ کیا ہوگا"۔

علامہ محمد حسین خاں سابق رئیس تدریسات (وزیر تعلیمات) افغانستان اپنے ایک خط (مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۲۶ء) بنام ملک غلام اکبر خان ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس بٹالہ میں جو رسالہ افغان سگے زیئی علی گڈھ جلد ۴ نمبر ۵ بابت ماہ مئی ۱۹۲۹ء میں چھپ چکا ہے۔ لکھتے ہیں "جب کسی قوم کی تاریخ موجود نہ ہو اور اس کے شجرے بھی قابل اعتماد نہ ہوں۔ تو اس کی دیرینہ قومی روایات اور عقلی ونقلی دلائل اور قیاسات سے کچھ نہ کچھ اس کا کھوج نکل سکتا ہے۔" البتہ راقم الحروف کے نزدیک اس میں اتنی احتیاط درکار ہے۔ کہ روایات دُور از عقل نہ ہوں اور درایات خلاف فطرت نہ ہوں۔ اور قیاسات فن تاریخ کے مطابق ہوں۔ محض ڈھکوسلا نہ ہوں۔

راقم مؤلف نے بھی جہاں اس قسم کی مشکلات پیش آئی ہیں۔ اکثر مقامات پر اسی اصول سے کام لیا ہے۔

تاریخ نویسی کا مقصد اور تاریخ کا فائدہ کیا ہے؟

عربی کی ایک مشہور مثل ہے قصص الاولین موعظ الاخرین۔ فی الحقیقت یہی مقصد تاریخ نویسی کا ہونا چاہئے۔ بزرگان سلف کے کارنامے ان کی نسلوں کے لئے وعظ وعبرت کا باعث ہیں۔ اگر یہ مقصد تاریخ سے پورا نہیں ہوتا۔ اور تاریخ صرف غیر معتبر روائیتوں اور تفاخر بے جا اور لمبے لمبے بے مطلب شجروں اور نسب ناموں اور مبالغہ آمیز کہانیوں اور فوق الفطرت داستانوں ہی کا نام ہے۔ تو وہ تاریخ نہیں۔ بلکہ خرافات کا "ہفت گنج" اور لغویات کا "بحر الجہان" ہے۔ یہ مقولہ بھی بالکل صحیح ہے۔ کہ جو قوم اپنی تاریخ نہیں رکھتی۔ وہ مُردہ ہے۔ اور کبھی اُس کی باعزت زندگی کی توقع نہیں ہو سکتی۔ مصنف تاریخ نگارستان کشمیر صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں۔ "خوش قسمت ہے وہ ملک جس کی صحیح تاریخ مرتب ہو جائے۔

خوش قسمت ہے وہ تاجدار جس کے دست کرم سے یہ اہم خدمت انجام پلئے۔
غرض تاریخ کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے زرّیں کارناموں کو بھولنے نہ دے۔ اور قابل تعظیم بزرگوں کے حالات ہر وقت پیش نظر رکھے۔ اور جن کو خدا نے سعادت و ہدایت کی توفیق دی ہو۔ وہ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر دنیا میں عزت اور نیک نامی حاصل کریں۔ بلکہ اپنے طرز عمل سے اپنے بزرگوں کے اسمائے گرامی کو حیات جاوید کا خلعت پہنائیں۔
بہت کم لوگ ہیں۔ جو صحیح طور پر یہ جانتے ہیں کہ ہم کون تھے۔ کہاں سے آئے۔ کس حال میں آئے۔ اُس میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں اور ہم جو آسمان پر تھے تو اب تحت الثریٰ میں کس طرح چلے گئے۔ اور اب اس سے نکلنا چاہیں۔ تو کس طرح نکل سکتے ہیں۔ ان کو صرف یہی شوق ہے۔ کہ وہ پدرم سلطان بُود کہلائیں۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ یہ زمانہ "علم و رجال خویش" کے اصول پر کاربند ہے۔ وہ پدرم سلطان بُود کہلانے کے اسی وقت مستحق ہو سکتے ہیں۔ جب وہ شوق علم اور حسن عمل کی بدولت معراج ترقی حاصل کر سکیں۔

تاریخ اقوام پونچھ میں ذاتوں اور گوتوں کی ترتیب کا ذکر

جس ملک اور جس قوم میں ذات اور حسب نسب کا فخر علم و عمل اور اخلاق و شرافت سے بالاتر سمجھا جاتا ہو۔ وہاں اگر یہ بدعت بھی رواج پکڑ چکی ہو۔ کہ چونکہ ہمارے بزرگ راجہ یا سردار کہلاتے تھے۔ ہمارے اسلاف دہلی کے بادشاہ رہے تھے۔ ہم نے صدیوں تک ہندوستان میں حکومت کی ہے۔ ہماری پوزیشن اور ہماری ذات سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس لئے ہم کو اول نمبر پر درج کرنا چاہئے۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ چنانچہ راقم مؤلف سے اکثر افراد نے اس قسم کے استفسارات کئے۔

کچھ شک نہیں کہ پونچھ میں تعلیم و ترقی کے لحاظ سے سب سے اوّل درجہ ڈھونڈ قوم کا ہے۔ دوسرے درجہ پر فوجی خدمات اور اکثریت کے لحاظ سے سدھن قوم کا نام آنا چاہئے۔ اور تعلیم۔ تجارت۔ زراعت اور ملازمت و اکثریت کے لحاظ سے تیسرے درجہ پر ڈولی قوم کی نشست مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد ملدیال اور تھکیال اقوام کا ذکر موزوں تھا۔

اور اگر پونچھ کی اقوام کے سابقہ سیاسی عروج و اقبال کو پیش نظر رکھا جائے تو سب سے پہلے راٹھور چودھریوں کا ذکر مناسب تھا۔ جنہوں نے کئی برس تک پونچھ میں آزادانہ حکومت کی ہے۔ پھر سانگو قوم کا جو سکھوں سے پہلے پونچھ پر حکمران تھی۔ پھر تھکیال۔ ملدیال۔ ڈھونڈ اور سدھن اقوام کا جن کے رئیس "آپ راجی" زمانہ میں چند ایک دیہات پر قبضہ کر کے "راجہ" بن جایا کرتے تھے۔

لیکن راقم مؤلف نے ....

جو ترتیب قائم کی ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔ سب سے پہلے پونچھ کے موجودہ حکمران خاندان (ڈوگرہ) کے حالات درج کئے ہیں۔ اس لئے کہ پونچھ کا فرمانروا ہونے کی حیثیت سے ان کی پوزیشن سب سے الگ ہے۔ ان کے بعد سادات و قریش کے حالات کا اندراج ہے۔ اس لئے کہ میں نے اپنی کتاب تاریخ اقوام کشمیر میں بھی سب سے پہلے انہی دو گروہوں کو جگہ دی ہے۔ اور پونچھ سے بھی کئی اصحاب نے یہی لکھا تھا کہ سادات و قریش کے بعد ہمارا ہی نمبر ہونا چاہئے۔ میں نے اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ سادات و قریش کی اولیت پر کم سے کم اکثر اقوام و افراد کو اتفاق ہے۔ اس لئے میں نے حکمران خاندان کے بعد سب سے پہلے انہی کو جگہ دی۔ اور پونچھ کی باقی اقوام کا ابجد کے حساب سے ردیف وار ذکر کرنا مناسب سمجھا۔ مثلاً مغل اور راجپوت اقوام میں سب

سے پہلے ت کے لحاظ سے راجپوت اور میم چونکہ لعبے کے بعد آتی ہے۔ اس لئے اس کے بعد مُغل قوم کا ذکر ہوگا۔ اس ترتیب و ترکیب سے کسی کو شکایت کا موقعہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ایسی اقوام کا ذکر جن کے حالات بہت تاخیر سے آئے کچھ تو بطور ضمیمہ بلا ترتیب درج ہیں۔ اور بعض اقوام کے حالات حجم زیادہ ہو جانے کی وجہ سے تاریخ اقوام پونچھ کی جلد دوم میں جو انشاء اللہ بہت جلد طبع ہوگی۔ درج ہونگے۔

قلمی امداد دینے والے احباب کا شکریہ اور بعض کتابوں کے حوالے

تاریخ اقوام پونچھ کی تکمیل میں جن علمدوست احباب نے قلمی مدد دی ہے۔ راقم مؤلف ان کا از بس شکر گذار ہے۔ احباب کو بھی میرے خطوط کا جواب دینے میں ضرور قلمے۔ دمے اور قدمے تکلیف ہوئی ہے۔ لیکن دوران تصنیف میں راقم مؤلف نے بعض اقوام کے نمائندوں اور متفرق احباب اور قلمی معاونین سے جو خط کتابت کی ہے۔ اس پر علاوہ وقت کے چار سو روپیہ صرف خرچ ڈاک وغیرہ کا صرف آیا ہے۔ اور بعض خطوط تو آٹھ آٹھ دس دس اور سولہ سولہ صفحے تک کے لکھنے پڑے ہیں۔

بعض اقوام کے نمائندوں نے اپنی اقوام کے حالات سے بھی اطلاع دی۔ لیکن وہ اصحاب زیادہ تر شکریہ کے قابل ہیں۔ جنہوں نے دوسری اقوام کے حالات سے بھی اطلاع دی۔ اور بعض اقوام کے متعلق مفید اطلاعات بہم پہونچائیں۔ ان میں اصحاب ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

چوہدری محمد عباس صاحب قادری پلاں چوہدریاں تحصیل حویلی پونچھ۔ شیخ نبی بخش صاحب نظامی ہیڈ ایڈیٹر اخبار المجاہد پونچھ۔ منشی علی اکبر خان صاحب انسر چوکی پولیس منڈھی پونچھ۔ سردار فتح محمد خانصاحب ممبر اسمبلی جموں و کشمیر مقام کریلہ تھکیالہ پڑادہ۔ چوہدری دیانند صاحب کپور مدیر اخبار پربھات

سلہ افسوس ہے۔ بعض اقوام کے حالات تاخیر سے ملنے کی وجہ سے یہ ترتیب بھی قائم نہ رہ سکی۔

مولوی محمد شیر علی خاں صاحب حنفی نقشبندی نمبردار وقاضی گرد اور نکاح خواناں سکنہ دھڑا نی ڈھکیالہ پونچھ۔ مولوی محمد زین العابدین صاحب کوہی مقام سماہنی تحصیل بھمبر ریاست جموں۔ سید محمد امیر علی شاہ صاحب جعفری جاگیردار و سپلائی افسر پونچھ۔ منشی علی اکبر خاں صاحب ڈھونڈ عباسی مدرس اول ہل سرنگ علاقہ پونچھ۔ سید احمد شاہ صاحب گردیزی سکنہ ہل مرنگ۔ ان کے علاوہ حسب ذیل کتب تاریخ اقوام پونچھ کی ترتیب کے دوران میں زیر مطالعہ رہیں۔ نسب نامہ رسول مقبول صلعم۔ سلک الجواہر فی احوال البواہر۔ حیات افغانی مؤلفہ نواب محمد حیات خاں مرحوم باب الاعوان۔ نسب الاعوان۔ سوانح عمری راجہ کرن المعروف مصائب زندگی۔ تبصرۃ الاعوانیہ۔ رسالہ اردو اورنگ آباد (ایک سید حجام کے متعلق) بابت اکتوبر ۱۹۲۹ء۔ اخبارات حمایت، اسلام لاہور و تہذیب نسواں (قوم اعوان کے مضامین کے متعلق) ترجمہ تاریخ فرشتہ۔ مرآۃ السلاطین ترجمہ سیر المتاخرین۔ اویماق مغل (فارسی)، تاریخ رئیسان پنجاب ترجمہ پنجاب چیفیس تذکرہ راجگان راجور۔ تذکرہ راجگان جموں وکشمیر۔ مکمل تاریخ کشمیر جلد دوم۔ تاریخ راجپوتان پنجاب۔ فہرست دیہہ وار ریاست جموں وکشمیر ۱۹۲۱ء۔ آئینہ قریش۔ تذکرہ سادات گردیزیہ جعفریہ۔ تاریخ شاہان گجر۔ کارنامہ راجپوتان۔ تاریخ آل ذوالعلین۔ تحقیقات چشتی۔ راجپوت گوتیں۔ تاریخ گکھڑ زیٹی۔ تاریخ عجیب (متعلق تجامان) ترجمہ مضمون تاریخ چمبہ (انگریزی)، تاریخ جہلم۔ تاریخ سیالکوٹ

اپنے احباب سے تاریخی معلومات حاصل کرنے اور تاریخوں سے مدد لینے کے باوجود مجھے اپنی غلطیوں اور فروگذاشتوں کا اعتراف ہے۔ جب نکتہ چین اصحاب سے تاریخ فرشتہ اور سیر المتاخرین کے مصنف اور شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد اور علامہ شبلی نعمانی جیسے زبردست مصنف و مؤرخ نہیں بچ سکے۔ تو بیچارا فوق کہ اس کو خود ہی خاک پائے اہل ذوق ہونے کا اعتراف ہے۔

کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ بہ تقاضائے بشریت بعض اوقات کچھ غلطیاں اور فروگذاشتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ اور چونکہ علم تاریخ کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے۔ اس لئے کیا عجب ہے کہ جو بات آج صحیح یا غلط سمجھی جاتی ہے۔ کل کسی اور زبردست تاریخی حوالہ سے وہ غلط یا صحیح ثابت ہو سکے۔

لیکن اگر نکتہ چینی میں نیک نیتی شامل ہے۔ اور معترض اس کے اظہار کے لئے درشت الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ تو ہر مصنف اور مورخ کو اس قسم کی نکتہ چینی پر لبیک کہنا چاہئے۔ اور اگر وہ اعتراض یا نکتہ چینی صحیح ہے۔ تو اپنی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں اس سے استفادہ حاصل کرنا چاہئے۔

پونچھ کے بعض اصحاب کے محیر العقول مگر دلچسپ خطوط پونچھ کی بعض اقوام نے جو اپنی خاندانی روایتیں بیان کی ہیں۔ وہ حیرت انگیز بھی ہیں۔ اور دلچسپ بھی بعض اصحاب تو ایسے ہیں۔ کہ الم غلم۔ اوٹ پٹانگ جو ان کے جی میں آتا ہے۔ لکھ کر بھیج دیتے ہیں اور اس پر ستم یہ ہے۔ کہ اپنے جہل مرکب کو زبردستی منوانے پر اصرار کرتے ہیں۔

راقم نے اپنی بہت سی مشکلات تمہید میں ظاہر کر دی ہیں۔ لیکن جی چاہتا ہے کہ بعض اصحاب کے محیر العقول خطوط کا کچھ خلاصہ ناظرین کی واقفیت اور دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کر دیا جائے۔ ممکن ہے۔ ان خطوط کے ملاحظہ سے یہ معلوم ہو سکے کہ بعض اقوام کے حسب و نسب اور ان کے شجروں کی تحقیق و تصدیق کس قدر مشکل کام ہے۔

ایک مغل جوگی کا خط

۱۔ مغل خاندان بنی اسرائیل کنعانی کی اولاد ہے۔

۲۔ دہلی میں ابراہیم بادشاہ مغل خاندان کا مشہور بادشاہ گذرا ہے۔

۳۔ بہادر خان کی بادشاہت ٹوٹنے کے بعد اس کا پوتا لشکری خان اپنے ایک

برادر زادہ کو مار کر پونچھ کے ایک موضع میں چلا آیا۔ جہاں اس وقت جنگل تھا۔ وہ شہزادہ جوگیانہ بھیس میں تھا۔ اس لئے مغل جوگی کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی نے جنگل کاٹ کر یہاں زمین آباد کی۔"

بعض مؤرخین نے تو اب تک افغانوں اور کشمیریوں ہی کو بنی اسرائیلی لکھا ہے لیکن پونچھ کا ایک مغل جوگی مغلوں کو بھی بنی اسرائیل کی اولاد بتاتا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ اپنی تاریخی قابلیت کا یہ ثبوت دیتا ہے کہ ابراہیم (جو تاریخ ہند میں ابراہیم لودھی کے نام سے مشہور ہے۔ اور جو بابر سے جنگ کرتا ہوا پانی پت کے میدان میں مارا گیا تھا) مغل خاندان کا مشہور بادشاہ تھا۔ حالانکہ سکولوں کے لڑکے بھی جانتے ہیں کہ ابراہیم لودھی افغان تھا اور بابر برلاس مغل تھا۔

پھر خاندان بابری کے آخری بادشاہ ابوظفر بہادر شاہ کو بہادر خاں لکھا ہے اور خود بخود ہی اس کا ایک فرضی پوتا لشکری خان بنا دیا ہے۔ جس کو وہ پونچھ کے جنگل میں اس خیال سے جوگیانہ لباس پہنا کر لے آیا ہے۔ کہ اپنی قوم کو اس کے نام سے مغل جوگی ثابت کر سکے۔

دارا شکوہی خاندان کے ایک مدعی کا خط

"ہمارے خاندان کو دارا شکوہ کی اولاد سے ضرور ظاہر کیجئے۔ اس کے لئے اگر کچھ خرچ بھی کرنا پڑے۔ تو بندہ حاضر ہے۔ لیکن یہ ضرور لکھئے۔ کہ ہمارا جو خاندان پونچھ میں آباد ہے۔ وہ دارا شکوہ برادر اورنگ زیب کی اولاد سے ہے۔"

دارا شکوہ کے دو بیٹے تھے۔ سلیمان شکوہ اور سپہر شکوہ۔ دونوں عالمگیر کی قید میں رہے۔ ان کی لڑکیوں کا پتہ ملتا ہے۔ لیکن اولاد ذکور کا کہیں ثبوت نہیں

چند منہاس راجپوتوں کے خطوط

(۱) "راجہ جسرتھ کا بیٹا راجہ رام چندر تھا۔ اس کا بیٹا راجہ لو۔ راجہ ملدیو اسی راجہ لو

کا بیٹا تھا۔ ملدیو ہی کی اولاد منہاس کہلائی۔"

ملدیو سے بارہ پشت تک آپ نے ہندو راجگان لکھے ہیں۔ بارہویں پشت کے تین بیٹے بتائے ہیں۔ ایک کو ہندو بتایا ہے ایک کو مسلمان ایک کو ایک دم آپ پونچھ میں لے آئے ہیں۔ اور خود کو اس کی ساتویں پشت میں ظاہر کیا۔ گویا سری رامچندر جی سے شجرہ لکھنے والے موجودہ شخص تک ۱۲۱ پشتیں ہوتی ہیں۔ مشرقی و مغربی مؤرخوں نے سو سال میں زیادہ سے زیادہ تین پشت کا شمار کیا ہے۔ اس حساب سے ان ۱۲۱ پشتوں کے آج تک سات سو سال ہوتے ہیں۔ کیا کوئی عقلمند باور کر سکتا ہے۔ کہ راجہ رام چندر جی کے زمانہ کو آج تک سات سو سال کا عرصہ گذرا ہے۔ حالانکہ اسی ہندوستان میں سات آٹھ سو سال مسلمان حکومت کر چکے ہیں۔ کیا راجہ رامچندر جی ہندوستان کی اسلامی حکومت کے دوران میں پیدا ہوئے تھے؟ منہاس کی اصل وجہ تسمیہ منہاس راجپوتوں کے ذکر میں دیکھو۔

(۲) "ہم ٹوگرہ راجپوت منہاس ہیں۔ ہمارا خاندان راجہ جگدیو منہاس سے شروع ہوتا ہے۔ یہ قوم دلی سے بدامنی کے باعث جموں اور جموں سے پونچھ آگئی۔ راجہ کشوری سنگھ جو سدھنتی کے راجہ تھے۔ اسی خاندان سے تھے۔ ان کی تیسری پشت مسلمان ہو گئی۔"

راجہ جگدیو نام کا ایک راجہ جوال خاندان میں ضرور گذرا ہے۔ لیکن نہ اس نے ہل چلایا نہ اس کی اولاد نے اور نہ یہ منہاس کہلایا۔ منہاس کا لفظ راجہ برج دیو (قتل ۱۲۳۸ء ب) کے زمانہ میں اس کے فرزند رل مل دیو کی اولاد سے شروع ہوتا ہے۔ راجہ جگدیو راجہ کپور دیو کا فرزند اور راجہ سمیل دیو کا بھائی تھا۔ کشمیر و جموں کے موجودہ فرمانروا مہاراجہ سر ہری سنگھ سمیل دیو کی تیرھویں پشت میں ہیں۔ دہلی سے ان کا تعلق قطعاً غلط ہے۔

(۱۳) ”ہمارا منہاس خاندان راجہ جگپت کے زمانہ چودھویں و پندرھویں صدی بکرمی سے شروع ہوتا ہے۔ یہ راجہ۔ راجہ مالدیو کا بیٹا تھا۔ ہمارے بزرگ سمت ۱۶۶۰ء میں جموں سے براستہ کشمیر مہنڈر میں آئے۔ راجہ چنت منہاس کے بیٹے نے حکومت چھن جانے اور باپ کے قتل ہونے کے باعث جوگیانہ لباس پہن لیا۔ اور ایک مسلمان بزرگ کے ہاتھ پر وہ مسلمان ہوگیا۔ اور جوگی کہلایا۔ ہم اسی کی اولاد سے ہیں۔“

جگپت نام سے کوئی راجہ چودھویں پندرھویں بکرمی صدی میں نہیں گذرا۔ راجہ مالدیو ضرور ۱۴۵۶ء میں جموں کا ایک راجہ تھا۔ لیکن اس کے کسی فرزند کا نام جگپت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے حسب ذیل تین فرزند تھے۔ راجہ ہمیر دیو چندن دیو۔ ساگر دیو۔ جموں کا مشہور راجہ عجائب دیو یا عجب دیو جس کو صوبہ لاہور سے بچانے کے لئے سلطان حسن شاہ والئے کشمیر نے مدد دی تھی۔ اسی ہمیر دیو کا بیٹا تھا۔

چند ملدیالوں کے خطوط

(۱) ”سلطان رائے بلدیوگ کے نام سے ہماری قوم کا نام ملدیال پڑ گیا ہے۔ اس کے سات بیٹے تھے۔ پانچ کشمیر میں رہے۔ دو بیٹے پونچھ میں آگئے۔ پونچھ میں اس کے ہاں دو بیٹے ہوئے۔ ایک سلطان سنگھ دوسرا دانار سنگھ۔ ملدیال انہی کی اولاد سے ہیں۔“

سلطان رائے بلدیوگ کے نام کی ترکیب بھی عجیب ہے۔ بلدیوگ سے بلدیال ہوسکتا تھا۔ ملدیال کیسے بن گیا۔ کشمیر میں ملدیال قوم کا کوئی وجود نہیں ہے۔

(۲) ”راجہ ملدیو خان جو مغل خاندان سے تھا۔ ملدیال خاندان کا بانی ہوا ہے۔“ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہہ دیا جائے۔ راجہ رنجیت دیو خان راجہ عجب دیو خان یعنی

آدہا تیسرا آدہا بٹیر۔

(۳) "شاہزادہ شجاع بن شاہجہان ۱۶۵۸ء میں براستہ بھدرواہ وکشتواڑ جموں سے پونچھ آئے۔ شجاع کے نانا کا نام چونکہ راجہ ملدیو تھا۔ اس لئے وہ اور ان کی اولاد ملدیال کے نام سے مشہور ہو گئے۔"

شاہجہان کے چار فرزند تھے۔ دارا شکوہ۔ اورنگ زیب عالمگیر۔ شاہزادہ مُراد۔ شاہ شجاع۔ یہ چاروں شہزادے ایک ہی مسلمان بیگم ممتاز محل کے بطن سے تھے جس کے نام پر آگرہ میں روضہ ممتاز محل تاج کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیگم کا ۱۶۳۰ء میں انتقال ہوا تھا۔ ان شاہزادگان کا نانا تو وہی تھا۔ جو ممتاز محل کا باپ تھا۔ اور ممتاز محل کے باپ کا نام آصف جاہ تھا جو نور جہاں بیگم کا بھائی اور شاہجہان کا خُسر تھا۔ آصف جاہ کا نام جس کا مقبرہ لاہور میں موجود ہے۔ راجہ ملدیو رکھ دینا اور پھر ملدیو کے نام پہ ملدیال قوم کو مشہور کرنا عجیب دل و دماغ کا کام ہے۔

یہ بھی لکھا ہے۔ کہ شاہزادہ شجاع بھدرواہ وکشتواڑ کے رستے پونچھ آیا۔ جموں سے بھدرواہ وکشتواڑ کے رستے پونچھ پہنچنا یہ بھی بحث طلب ہے لیکن یہ تو امر واقعہ ہے کہ شجاع اور اس کی اولاد کو کبھی پونچھ دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ شاہ شجاع کے تین فرزند حسب ذیل تھے۔ بلند اختر۔ زین العابدین۔ زین الدین۔ شاہ شجاع بہار و بنگال کا حاکم تھا۔ اس نے عالمگیر سے تخت چھیننے کے لئے جب لڑائی شروع کی۔ تو اس کے تینوں بیٹے مختلف محاذوں پہ اس کے طرفدار تھے۔ آخر جب ان کو شکست ہوئی۔ تو شاہ شجاع معہ زن و فرزند ڈھاکہ سے آسام (اراکان) کی طرف بھاگ گیا۔ اور وہاں جو اس غریب الدیار کا حشر ہوا۔ وہ اویماق مغل صفحہ ۵۳۶ کی عبارت ذیل سے واضح ہو سکتا ہے۔ "شجاع

بہ اراکان رفت و راجہ آں دیار او را معہ عیال و اطفال بر کشتی سوار کردہ غرق کرد و فتنہ او فرو شد"

ہندوستان اور عہد مغلیہ کی دیگر تواریخیں کم و بیش اس واقعہ کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور کم سے کم شجاع اور اس کی اولاد کے لاپتہ ہو جانے اور آسام کی طرف چلے جانے میں تو تمام مورخوں کا اتفاق ہے۔

پونچھ کے ایک افغان کا خط

"۱۷۱۹ء بکرمی میں بیرم خان اکبر کا وزیر اکبر کے ہمراہ غزنی سے کشمیر اور وہاں سے براستہ اوڑی پونچھ آیا۔ پونچھ کے کئی دیہات میں بیرم خاں کی اولاد موجود ہے خصوصاً تحصیل مہنڈر۔ باغ و سدھنتی ہیں۔ وہ افغان تھا۔ اور ہم اسی کی اولاد سے ہیں"۔

پونچھ کے متذکرہ صدر افغان کا خط بھی جو علاقہ مہنڈر سے آیا ہے۔ عجائبات کا ایک نمونہ ہے۔ اول تو بیرم خاں اور اکبر کے زمانہ میں بکرمی سمت کا رواج ہی نہ تھا۔ اور پھر ۱۷۱۹ء ب جس کو آج ۱۹۹۲ء ب میں ۲۷۳ سال ہوتے ہیں کسی طرح درست ہو ہی نہیں سکتا۔ بیرم خان کے انتقال کو ۹۶۸ھ کے مطابق آج ۱۳۵۴ھ میں ۳۸۶ سال ہوتے ہیں۔ گویا ۱۷۱۹ء ب کے مصنوعی بیرم خاں سے ۹۶۸ھ کا اصلی بیرم خان ۹۰ سال پیشتر انتقال کر چکا تھا۔ اور پھر لطف یہ کہ جب تک اکبر بیرم خانی مہمات سے فارغ نہیں ہو چکا۔ نہ کشمیر آیا نہ اوڑی نہ پونچھ۔ اور نہ بیرم خاں ہی کبھی کشمیر آیا۔ اور نہ کبھی اس نے پونچھ اور اوڑی کو دیکھا۔ بیرم خاں افغان بھی نہ تھا۔ وہ ایران کے قراقوئیلو ترکمانوں میں تھا۔ اس کا باپ اور دادا غزنی کے حاکم تھے۔ باپ کی وفات کے بعد جبکہ وہ کم عمر تھا بلخ کو چلا گیا۔ جہاں اس کے خاندان کے لوگ تھے۔ پندرہ سولہ سال کی عمر میں وہ کابل آکر شہزادہ ہمایوں کی سرکار میں نوکر ہو گیا اور بابر اور ہمایوں کے ہمراہ ہندوستان آیا۔ اور اکبر کے زمانہ میں ۹۶۸ھ

میں حج کو جاتا ہوا رستہ میں شہید ہو گیا۔

ایک مغل کا دلچسپ خط

"ہمارے بزرگ مرزا کمال خاں تھے۔ جن کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کا گورنر بنا کر لاہور سے براستہ پونچھ کشمیر میں بھیجا۔ وہ جب پونچھ آئے۔ تو اس وقت پونچھ کے راجہ عبدالرزاق کے ساتھ کسی اور ملک کے راجہ کی لڑائی ہو رہی تھی۔ مرزا کمال خاں نے راجہ پونچھ کا طرفدار ہو کر غنیم کو شکست دیدی۔ اس پر راجہ عبدالرزاق نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو کہا۔ کہ مرزا کمال خان کو ہم پونچھ کی وزارت پر نامزد کرتے ہیں۔ آپ کسی اور کو کشمیر کا گورنر بنا دیں۔ چنانچہ مہاراجہ نے ایسا ہی کیا۔ ہم مرزا لوگ جو مُغل کہلاتے ہیں اسی مرزا کمال خاں کی اولاد سے ہیں۔"

یہ خط کئی پہلوؤں سے دلچسپ ہے۔ سکھوں کے ۲۷ سالہ عہد کشمیر میں صرف دو مسلمان کشمیر کے گورنر ہوئے ہیں۔ وہ بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے انتقال کے بعد ایک نواب شیخ غلام محی الدین خان دوسرے ان کے فرزند نواب شیخ امام الدین خان یہ دونوں ککے زئی افغان تھے۔ اور ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ اس خط کے راقم نے مہاراجہ رنجیت سنگھ اور راجہ عبدالرزاق والئے پونچھ کا ایک ہی زمانہ لکھا ہے۔ حالانکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۳۹ء میں انتقال کیا ہے۔ اور راجہ عبدالرزاق کا نام فرخ سئیر اور محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد میں ۱۷۳۸ء تک تاریخوں میں ملتا ہے۔ گویا پورے سو سال کا فرق ہے۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے۔ کہ راجہ عبدالرزاق کے زمانہ میں بلکہ سکھوں کے زمانہ میں بھی پونچھ کا وزیر کیا بلکہ اس کا حکمران بھی گورنر کشمیر کے زیر اثر رہا ہے۔ خواہ وہ گورنر مغل بادشاہوں کی طرف سے تھا۔ خواہ افغان بادشاہوں کی طرف سے خواہ سکھ حکومت کی طرف سے تھا گورنر کشمیر کا درجہ بہرحال وزیر پونچھ بلکہ راجہ پونچھ سے فائق تھا۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا

کہ مرزا کمال خاں پونچھ کی وزارت کو کشمیر کی گورنری پر ترجیح دیتا۔ اور پھر یہ کہ راجہ پونچھ کی اتنی جرأت کہاں تھی۔ کہ وہ رنجیت سنگھ یا کسی اور بادشاہ کی اجازت کے بغیر اس کے گورنر کو روک لیتا۔ اور وہ گورنر خود بخود لڑائی میں شامل ہو جاتا۔

ماگرے قوم مغل ہے یا کشتری النسل یعنی راجپوت ہے؟

تحصیل باغ کے چند دیہات میں ایک قوم جو دراصل ماگرے ہے۔ اپنے آپ کو ماکری یا ماگرتی مغل بتا رہی ہے۔ ماگرے کشمیر کی ایک قدیم جنگجو کشتری النسل قوم ہے جو ہندو راجگان قدیم کے زمانہ میں بھی صاحب سیف و سنان رہی ہے۔ اور جس کے ایک رئیس اعظم نے حضرت سید علی ہمدانی کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے ملک کا خطاب حاصل کیا تھا۔ اور جس کی اولاد میں اور جس کی قوم میں ایسے ایسے جوانمرد شجاع سیاستدان اور با اقتدار ماگرے گذرے ہیں کہ کشمیر کی تمام تاریخیں خواہ ان کے مصنف ہندو ہیں یا مسلمان ان کے سیاسی و ملکی کارناموں سے بھری ہوئی ہیں لیکن پونچھ کے ان دیہات کے ماگرے اپنے آپ کو بوجوہات ذیل ماکری مغل بتاتے ہیں "ہمارا نام مرأۃ السلاطین و تاریخ فرشتہ میں ماکری درج ہے ہمارے پاس شجرہ موجود ہے" "مرأۃ السلاطین و تاریخ فرشتہ" میں بیشک جہاں ماگرے قوم کا ذکر ہے۔ وہاں ماگرے کی بجائے لفظ ماکری درج ہے لیکن ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ زمانہ قدیم میں اور کہیں کہیں آج بھی تحریر میں یائے معروف و مجہول کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ مثلاً لدّے ماگرے کو لدی ماکری لدّے رینہ کو لدی رینہ۔ بولب جوئے مار کو بر لب جوئی مار۔ شاہ آمہ بی بی کو شاہ مہ بے۔ ریگی رینٹی کو ریگی رینٹے۔ داؤد اسلام آبادی کو داؤد اسلام آبادے۔ قادری کو قادرے۔ شیخ یعقوب چھچھو بلی کو چھچھو بلے لکھا جاتا ہے۔

جس طرح زمانہ قدیم میں یائے مجہول و معروف کا خیال چنداں لازمی نہ تھا۔ اسیطرح جہاں گاف آتا تھا۔ بالعموم اس کو بھی کاف ہی لکھا کرتے تھے۔ کاف فارسی اور کاف تازی کا بھی کوئی خیال نہ رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کی بھی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں تاریخ خواجہ اعظمی میں سید محمد نورستانی ریگل کار کو کل کار اور "از ماگریان احمد ماگرے" کو "ماکریان احمد ماکرے"

شیخ یعقوب صرفی گنائی کو گنائی اور اس مصرع میں فراز شیب رہ از زہروان گرم پہرس میں رہروان گرم مپہرس لکھا ہے۔ پھر سیر المتاخرین میں جس کے ترجمہ کا نام مراۃ السلاطین ہے۔ پرگند پچاگ کو پچاک۔ ویری ناگ کو ویرناک۔ نیلہ ناگ کو نیلہ ناک۔ راجہ ماترگپت کو ماتر کپت درج کیا گیا ہے۔ اسیطرح حیات افغانی میں جو اُردو زبان میں ہے یکم ۱۸۶۳ء کی تصنیف ہے۔ اسی قسم کے کئی الفاظ نظر آتے ہیں جن میں اپنے آپ کو۔ اپنی آپ امید کی جاتی ہے کو امید کے جاتے ہے۔ آزآدی کو اُزادے۔ سبکتگین کو سبکگیں۔ تیمور گورگانی کو تیور کورکانی لکھا گیا ہے۔ اسلئے صحیح نام ماگری نہیں بلکہ ماگرے ہے۔ اور پھر لطف یہ ہے۔ کہ کسی تاریخ میں بھی ماگری یا ماگرے کے لفظ کے ساتھ مُغل کا لفظ درج نہیں ہے۔ لیکن ابھی سب سے دلچسپ چیز یعنی ان کا شجرہ باقی ہے۔ ان کا شجرہ نویس ہمایوں ابن بابر تک تو ٹھیک تا پڑتا چلا آیا ہے۔ لیکن ہمایوں کے بعد عجیب ٹھوکریں کھاتا ہے۔ سکولوں کے طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ ہمایوں کے تین بھائی اور تھے۔ کامران۔ ہندال۔ عسکری۔ تینوں جب تک زندہ رہے۔ اس کو تکلیف دیتے رہے۔ آخر کامران مرزا اپنی بیوی سمیت اندھا ہو کر مکہ چلا گیا۔ اور ۱۵۵۶ء میں انتقال کر گیا۔ ہندال ۱۵۵۱ء میں قتل کر دیا گیا۔ اور مرزا عسکری بھی مکہ جا کر ۱۵۵۸ء میں مر گیا۔ لیکن ماگری قوم کا شجرہ نویس کامران مرزا کو ہمایوں کا بیٹا لکھتا ہے۔ پھر کامران کے بیٹے کا نام ناصران بتاتا اور ناصران کی چوتھی پشت میں "ابراہیم ابدال شاہ ماگری" کا نام گھسیٹر دیتا ہے۔ اس کے بیٹے کا نام حاجی ماگری شاہ اور اس کے بیٹے کا نام لوہر شاہ لکھ کر اس کو ایک دم دہلی سے پونچھ لے آتا ہے۔ کامران مرزا کے کسی بیٹے کا نام کسی مستند تاریخ میں ناصران نظر نہیں آیا۔ نہ کوئی نام ماگری شاہ ہے اور نہ ابراہیم ابدال شاہ ماگری کوئی نام ہے۔ بلکہ ابراہیم ماگرے اور ابدال ماگرے دو علیحدہ علیحدہ نام ہیں۔

دیباچہ میں بعض مسلمان اقوام کی ذہنیتوں کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اور بعض اقوام کو غلام در غلام اور غلام	پونچھ میں ایک زبردست سوشل ریفارمر اور مصلح قوم کی ضرورت

اپنی غلام کہلانے اور دردناک افلاس و تنگدستی میں مبتلا ہونے کے باوجود کسی بادشاہ یا راجہ یا کسی اور عظیم ترین شخصیت کا "صاحبزادہ" بننے کا جو شوق ہے۔ اس سے کم سے کم راقم مؤلف تو اس نتیجہ پر پہنچا ہے۔ کہ پونچھ جیسے بدنصیب ملک میں ایک زبردست سوشل ریفارمر اور مصلح قوم کی ضرورت ہے۔ جو اس قسم کے مصنوعی نسب نامے اور شجرے تیار کرانے والی اقوام کے دماغوں سے تفاخر بے جا کی تباہ کن خام خیالیوں کو دور کرے اور ان کو اسلام کی صحیح تعلیم سے آگاہ کرے اور بہ حقیقت ہے کہ آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں اسی ملک کے اندر کوئی نہ کوئی خدا کا ایسا بندہ پیدا ہوگا جو بتائیگا۔ کہ کوئی مسلمان سید۔ قریشی۔ مغل۔ راجپوت اور پٹھان ہونے ہی سے قابل عزت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ دنیا میں اس کی عزت اس کے ذاتی جوہروں کی ذاتی قابلیت اور اس کے ذاتی اعمال و اخلاق پر منحصر ہے۔ اور عاقبت میں بھی وہی شخص فضیلت و برتری حاصل کریگا جو متقی اور پرہیزگار ہوگا۔ یہ ذاتیں اور فرقے ایک دوسرے کی پہچان کیلئے ہیں۔ تفرقہ پردازی اور اونچ نیچ کے لئے نہیں ہیں۔

اسلئے جن اقوام کو خدا نے آسودہ حال اور صاحب رسوخ ہونے کا موقع دیا ہے۔ وہ خدا کی شکرگذاری کے عملی ثبوت میں اپنے گرے ہوئے اور پس افتادہ بھائیوں کی دستگیری کریں۔ اور ان کو اور ان کی دستکاریوں اور ان کے پیشوں کو نفرت و حقارت سے دیکھنے کی بجائے دست شفقت سے ان کا دل بڑھائیں اور جو اقوام درماندہ و پست حال ہیں۔ ان کا فرض ہے۔ کہ وہ ترقی یافتہ اقوام کا احترام کریں۔ اور تعلیم حاصل کر کے اپنی صنعت و حرفت اور اپنی دستکاریوں کو وہ ترقی دیں۔ کہ جن سے ان کی دماغی قابلیتوں کے جوہر کھلیں۔ ۸ر جون سنہ رواں کو ماسٹر بدرالدین بھٹی دام ترب کے فرزند مسٹر وزیرالدین بھٹی بی۔ اے یوروپ اس لئے گئے ہیں کہ انگلستان۔ فرانس۔ جرمنی۔ اٹلی اور آسٹریلیا اور

یورپ کے دیگر ممالک میں ہیر ڈریسنگ اور بالوں کی بیماریوں کے معلومات اور بجلی کے ذریعہ اس کاروبار کی ٹریننگ حاصل کریں^{لے}۔ ان کا آبائی کام حجامت کرنا ہے۔ ان کی ذات بھٹی راجپوت ہے لیکن انہوں نے راجپوت کہلا کر اپنا پیشہ اور کاروبار ترک نہیں کر دیا۔ بلکہ تعلیم حاصل کر کے اور بی۔ اے ہو کر اس فن میں جدید ترین معلومات حاصل کرنے کے لئے دور دراز ممالک کا سفر اختیار کیا ہے۔

جب دستکار اور صنعت کار اور پیشہ ور اقوام حصول علم کی طفیل اپنے کاروبار کو اس قسم کا فروغ دیں گی۔ تو نہ صرف دیگر اقوام بلکہ حکومتیں بھی ان کی عزت و توقیر کے لئے مجبور ہوں گی۔ یاد رکھو ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

۱۱ رجون ۱۹۳۶ء
لاہور　　محمد الدین فوق

اعلیٰ ارکان حکومت پونچھ

زمانہ قدیم کے مصنفوں کا دستور تھا۔ کہ جس بادشاہ یا حاکم کے عہد میں کوئی کتاب تصنیف کرتے تھے۔ تو اس بادشاہ یا حاکم وقت کا تذکرہ بھی کر دیتے تھے جس سے تصنیف اور مصنف کے ساتھ حاکم وقت کا نام بھی زندہ رہتا تھا۔ اسی اصول پر میں نے تاریخ اقوام پونچھ میں بھی راجہ صاحب بہادر پونچھ اور ان کے ماتحت اعلیٰ حکام کا تذکرہ مناسب سمجھا۔ راجہ صاحب بہادر پونچھ کے بعد سب سے بڑے حاکم وزیر صاحب ہیں۔ جن کا نام وزیر فیروز چند بی۔ اے ہے۔ وزیر صاحب نے میری التماس پر حالات اور فوٹو بھیجنے کے کئی وعدے کئے

لے از اخبار احسان لاہور مورخہ ۱۰ رجون ۱۹۳۶ء

میں لاہور میں دو مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوا۔ لیکن اپنی مصروفیتوں کی وجہ سے نہ وہ فوٹو بھجوا سکے اور نہ حالات۔ اب ان کے حالات "تاریخ اقوام قلمرو جموں" میں درج ہونگے۔ باقی حکام کے حالات ذیل میں درج ہیں۔

چوہدری نیاز احمد سیشن جج و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پونچھ

آپ کا اصل وطن ہریہ والا ضلع گجرات ہے۔ خان بہادر چوہدری خوشی محمد بی۔ اے ناظر سابق مشیر مال جموں و کشمیر آپ کے چچا اور چودھری فیض اللہ خاں بی اے وزیر وزارت اور چوہدری عطا محمد خاں اسسٹنٹ ڈی۔ ایف۔ او کشمیر آپ کے چچازاد برادران ہیں۔

گوت آپ کی جاٹ وڑائچ ہے۔ جنوری ۱۸۹۴ء میں آپ ہریہ والا میں پیدا ہوئے انٹرنس کا امتحان گجرات کے گورنمنٹ ہائی سکول سے ۱۹۱۰ء میں اور بی۔ اے کا امتحان ۱۹۱۴ء میں مشن کالج لاہور سے with honours اور ایل ایل بی کا امتحان ۱۹۱۶ء میں لاہور لا کالج سے پاس کیا۔ دسمبر ۱۹۱۷ء میں سب سے پہلے اننت ناگ میں منصف مقرر ہوئے۔ ماگھ ۱۹۷۷ب میں بندوبست کی ٹریننگ کے بعد بماہ ہاڑ ۱۹۷۷ب سرینگر میں بطور سٹی منصف اور ہاڑ ۱۹۸۱ب میں بھمبر اور اس کے کچھ عرصہ بعد ۱۹۲۴ء میں اقدمات ریشم خانہ کشمیر کے سپیشل مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ بعد ازاں آپ پھر بھمبر میں تبدیل کئے گئے یہاں اغوائے مستورات کی وجہ سے بڑی بے چینی رہتی تھی۔ آپ نے ڈیوہ وٹالہ کے بدمعاش طبقہ کی سرکوبی کی اور کئی خطرناک مفرور گرفتار کئے۔ ان خدمات کے صلہ میں کابینہ وزارت عظمی نے اعتراف خدمات کا ریزولیوشن پاس کرنیکے علاوہ ایک سو روپے کا خلعت بھی عطا کیا۔ یہاں سے آپ کو ریاسی میں گئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا۔ کہ آپ کی خدمات بطور سینیر سب جج پونچھ میں منتقل کی گئیں جہاں آپ نے جرائم متعلقہ ازدواج کا انسداد کیا۔ اور بخشی چندلال حاکم اعلی پونچھ کے مقدمہ کی سماعت کیلئے سپیشل مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔ قریباً ۱½ سال تک یہاں رہے۔

چوہدری نیاز احمد بی۔ اے ایل۔ ایل۔ بی سشن جج وڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پونچھ

"راجہ محمد سرور خان گکھڑ چیف ریونیو افسر پونچھ (کشمیر)"

واپس آکر جموں میں سٹی مجسٹریٹ مقرر ہوئے یہ وہ ایام تھے جب کشمیر و جموں کا ایجی ٹیشن پر پرزے نکال رہا تھا۔ آپ بحالئے امن کیلئے دن رات دوڑ دھوپ کرتے رہے۔

۱۷ کاتک کی رات کو آپ امن قائم کرتے ہوئے ہندو مسلم بلوائیوں کی لڑائی میں اس طرح گھیر گئے کہ بپھرے ہوئے پر جوش بلوائیوں کے درمیان سے جان سلامت لیکے نکلنا بہت مشکل تھا۔ لیکن خدا کو ابھی دیر تک انہیں زندہ رکھنا منظور تھا۔ اسلئے جان تو بچ گئی۔ مگر مضروب ہو گئے۔ آپنے اس موقع پر فساد کو روکنے کی جو کوشش اپنی جان پر کھیلتے ہوئے کی اس کا اعتراف مسٹر مڈلٹن نے کھلے الفاظ میں کیا۔ جو ان فسادات کی تحقیقات کے کمشنر تھے۔ علاوہ ازیں تمام مقامی حکام نے آپ کی ہمت و جرأت کی تعریف کی۔

اس کے بعد آپ فسادات کے تحقیقاتی بنچوں میں بطور سشن جج شامل رہے سرینگر کے مقدمات سے فارغ ہو کر آپ میرپور کے مقدمہ سکھ چین پور کے بنچ میں دس ماہ تک کام کرتے رہے۔ سر برجور دلال نے شاندار الفاظ میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا جس محنت قابلیت اور آزادانہ سپرٹ سے کام کیا گیا ہے۔ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے خوش قسمت ہے وہ ریاست جس میں اس قابلیت اور کیریکٹر کے جوڈیشل افسر ہوں۔ ایسے جوڈیشل افسر روئے زمین کے کسی ملک کے صیغہ جوڈیشل کے لئے باعث فخر ہو سکتے ہیں۔

بنچ کے کام سے فارغ ہو کر آپ میرپور ہی میں بطور سب جج تعینات ہوئے۔ ایک سال کے بعد دربار کشمیر نے پھر آپ کو پونچھ میں بحیثیت سشن جج و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مقرر کیا۔ آپ یہاں ایک سال کے لئے آئے تھے لیکن سری راجہ صاحب بہادر پونچھ نے مزید ایک سال کیلئے آپ کی خدمات دربار کشمیر سے مستعار لی ہیں۔

"راجہ" محمد سرور خاں چیف ریونیو افسر

"راجہ" محمد سرور خاں سکندرال گکھڑوں کی شاخ کے نونہال ہیں۔ آپ کے والد

"راجہ نیاز علی خاں سر والٹر لارنس کمشنر بندوبست کے زمانہ سے پیشتر ہی کشمیر میں انسپکٹر ہاپس مقرر تھے جن کے حسن انتظام سے ریاست کو لاکھوں روپیوں کی آمدنی ہوئی۔

راجہ نیاز علی خاں کے چار فرزند ہیں سب سے بڑے "راجہ" محمد سرور خاں۔ ان سے چھوٹے رسالدار میجر شاہ نواز خاں ہیں۔ تیسرے بھائی "راجہ" محمد افضل خاں جو کئی برس تک دوابگاہ کشمیر میں انسپکٹر ہاپس رہ چکے ہیں۔ اور آجکل کشمیر کے محکمہ زراعت میں انسپکٹر ہیں۔ سب سے چھوٹے کا نام غلام عباس ہے۔ جو زمینداری کاروبار میں مشغول ہیں۔ "راجہ" محمد سرور خاں میجر کے صاحب بہادر کمشنر بندوبست کشمیر کے زمانہ میں پہلے بطور امیدوار نائب تحصیلدار رہے۔ پھر ویلی کشمیر اور کمرہ گل لداخ اور سکردو میں بندوبست کی نائب تحصیلداری کے فرائض ادا کرتے رہے۔ انہی ایام میں آپ کی کارکردگی اور دیانت کا چرچا عام ہو چکا تھا۔ چنانچہ مسٹر سلو مہتمم بندوبست نے آپ کو اپنے دفتر میں بطور ریکارڈ سپرنٹنڈنٹ لے لیا۔ بعد میں کچھ عرصہ تک بارہ مولا میں تحصیلدار بندوبست بھی رہے۔ خاتمہ بندوبست کے بعد پنڈت اننت رام بی۔ اے نے جو اُس زمانہ میں راجہ سکھدیو سنگھ آنجہانی کے وزیر تھے۔ آپ کو پونچھ میں چیف ریونیو افسر کے طور پر بلوا لیا۔ آپ پونچھ میں ۲½ سال تک اس عہدہ کے فرائض ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد وزارت پہاڑ کا بندوبست شروع ہوا۔ تو آپ کو ناہ میں تحصیلدار بندوبست مقرر کر دیئے گئے۔ وہاں سے بزمانہ میجر رام پرشاد دویے منسٹر مال آپ بھمبر کے تحصیلدار ہو کر صوبہ جموں میں منتقل ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ریونیو اسسٹنٹ کا عہدہ آپ کو ملا۔ شورش کشمیر کے ایام میں آپ کو خاص طور پر کوٹلی میرپور اور نوشہرہ کے مقامات میں تعینات کیا گیا۔ جو صوبہ جموں میں شورش کا مرکز سمجھے جاتے تھے۔

اسوج ۱۹۹۰ء میں آپ کی خدمات پھر پونچھ میں منتقل کر دی گئیں۔ آپ ہاں ڈیمارکیشن افسر ہو کر گئے تھے۔ لیکن دیوان بھیم سین کے ریٹائر ہونے پر چیف ریونیو افسری کے فرائض بھی آپ ہی کے سپرد کر دیئے گئے۔ دونوں عہدوں کے فرائض آپ اب تک حسن تدبر کیساتھ انجام دے رہے ہیں

خان بہادر سردار محمد اشرف خان سابق گورنر پونچھ حال افسر لیہ لداخ کشمیر

خان بہادر سردار محمد اشرف خان ایم بی ای سابق گورنر پونچھ

اہالیان پونچھ آپ کے عدل و انصاف کے اس قدر مداح اور آپ کے حسن سلوک کے اس قدر معترف ہیں کہ کئی اصحاب نے تاریخ اقوام پونچھ میں ان کی یادگار کے طور پر ان کے حالات اور ان کا فوٹو چھاپنے کے لئے اصرار کیا۔ چنانچہ فوٹو بھی درج کیا جاتا ہے۔ اور حالات بھی جس قدر مل سکے ہیں۔ لکھے جاتے ہیں۔

آپ بی۔ اے علیگ ہیں۔ یوبل زئی افغانوں کے چشم و چراغ ہیں۔ سردار محمد حیات خاں پنشنر و رئیس و آنریری مجسٹریٹ گجرات کے صاحبزادہ ہیں۔ آپ کی ملازمت کا تقریباً تمام حصہ پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ میں گذرا ہے۔ وہیں سے پنشن حاصل کی ۱۹۷۰ب میں سر راجہ بلدیو سنگھ نے آپ کو پونچھ میں سپرنٹنڈنٹ پولیس مقرر کیا۔ ان خدمات کے ساتھ ہی دو سال کے بعد آپ پونچھ کی گورنری کے فرائض بھی ادا کرنے لگے۔ اور ۱۹۷۵ب تک آپ اس عہدہ پر رہے۔ رشوت اور رشوت خواروں کے جانی دشمن تھے۔ آپ کے عہد میں کئی ملازموں کو رشوت کے الزام میں ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑے۔

۱۹۷۲ب کے ہولناک قحط میں آپ نے ہزارہا من غلہ کشمیر سے منگوا کر پونچھ۔ ہجیرہ اور راولاکوٹ وغیرہ مقامات میں پہنچایا۔ اور بیواؤں اور یتیموں کو مفت اور سفید پوشوں اور متوسط الحال لوگوں کو قیمتاً دلایا۔ اس زمانہ میں راولاکوٹ کا رستہ ایسا خراب تھا۔ کہ پہاڑی لوگ بھی اس سفر سے جی چراتے تھے۔ آپ نے پہاڑی کے دامن سے ایک مختصر سی پگ ڈنڈی سڑک ہجیرہ سے راولاکوٹ تک بنوائی۔ چنانچہ اسی سڑک پر اب موٹر روڈ تیار ہو رہی ہے۔

عالمگیر جنگ یوروپ کے زمانہ میں آپ نے سدھن قوم کے ہزارہا نوجوان جنگ میں بھرتی کرائے۔ اس طرح ایک تو سرکار برطانیہ اور حکومت پونچھ کی خدمت کی۔ اور سدھن قوم کو بھی ایسا فائدہ پہنچایا کہ آج اس قوم کے فوجی نوجوان نہایت فارغ البالی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان میں اس وقت کئی ایک لفٹنٹ اور صوبیدار اور جمعدار ہو کر پنشن لے رہے ہیں۔ اور کئی ایک حاضر ملازمت ہیں۔ آپ کی تنخواہ کا کثیر حصہ غریبوں کی امداد میں صرف ہوتا تھا۔ کار بیگار کے شدید مخالف تھے۔ راقم مؤلف ۱۹۱۵ء میں ایک مرتبہ براستہ اوڑی پونچھ سے واپس آ رہا تھا۔ اُدھر سے آنریبل ریذیڈنٹ کشمیر دورہ پر پونچھ آ رہے تھے۔ علیاباد کے مقام پر پڑاؤ تھا۔ وہیں وزیر جوشی صاحب اور آپ استقبال کے لئے موجود تھے۔ عملہ بھی کثیر تعداد میں تھا۔ آپ نے بیگاریوں کو اپنے سامنے اُجرت تقسیم کرائی۔ اتنے میں تحصیلدار آیا اور اُس نے شکایت کی کہ فلاں فلاں زمیندار مرغیاں نہیں دیتے۔ آپ نے کہا تم قیمت نہیں دیتے ہو گے۔ اُس نے کہا۔ قیمت پر بھی نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا۔ قیمت اتنی کم دیتے ہو گے۔ جو محنت کے برابر ہو۔ غرض زمینداروں کو بلایا گیا۔ اور اپنے سامنے اُن کو ان کی منہ مانگی قیمت دلائی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ نے اپنے طرز عمل سے پونچھی لوگوں کی کایا پلٹ دی۔

۱۹۲۵ء میں آپ نے بعض حالات سے تنگ آ کر پونچھ کی ملازمت ترک کر دی۔ لیکن راجہ سکھدیو سنگھ نے ۱۹۲۸ء میں آپ کو اپنا ایڈوائیزر مقرر کر کے بلوا لیا۔ ۱۹۲۹ء میں آپ مشہد میں پولیٹکل ایجنٹ ہو کر چلے گئے۔ اس وقت لیہ لداخ کشمیر میں سپیشل افسر ہیں۔ آپ کا ایک فرزند نائب تحصیلدار اور دو فرزند افواج انگلشیہ میں لفٹنٹ ہیں۔ آپ تاریخ لداخ بھی لکھ رہے ہیں۔

باب اوّل

پونچھ کا موجودہ حکمران خاندان اور اُس کے سیاسی و تاریخی حالات

ڈوگرہ حکومت سے قبل پونچھ کی قدیم حکومتوں اور "آپ راجی" زمانہ کی کچھ کیفیت

علاقہ پونچھ ایک نہایت ہی سرسبز، شاداب، پہاڑی خطہ اور خوشنما وادی ہے۔ جو سلسلہ ہمالیہ کے عظیم الشان پہاڑ پیر پنجال کے دامن میں اپنے گوناں گون قدرتی مناظر کے باعث مشہور رہا ہے۔ یہ علاقہ کشمیر کے عین جنوبی محاذ پر واقع ہے۔ جس کا رقبہ ۱۶۰۰ مربع میل اور آبادی تین لاکھ ستاسی ہزار نفوس پر مشتمل و منقسم ہے۔ اس خطہ میں بچانوے چھیانوے فیصدی مسلمان تین یا اڑھائی فیصدی ہندو ایک یا ڈیڑھ فی صدی سکھ آبادی ہے

اس محدود خطہ پر مثل دیگر ممالک کے آج تک مختلف حکومتیں مسلط و فرمانروا رہ چکی ہیں۔ عرصہ دراز تک اولاً ہندو حکمران تھے۔ پھر جب کشمیر میں مسلمانوں کا عمل دخل ہوا۔ تو یہ ان کے زیر اقتدار آگیا۔ قریباً پانچ سو سال تک یہاں اسلامی حکومت رہی۔ راجہ رستم خاں کی وفات کے بعد سلطنت میں انحطاط و تنزل ہونا شروع ہوا۔ جب اٹھارھویں صدی کی ابتداء میں اندرونی بدنظمیوں کے باعث پونچھ کی مرکزی حکومت کا اقتدار جاتا رہا۔ تو دیہات و اضلاع میں ملدیال۔ سُدھن۔ ڈُنگی۔ تھکیال۔ فیروزال۔ راٹھور۔ گکھڑ۔ ڈھونڈ وغیرہ قوموں نے حصے بخرے کر لئے۔ علاقہ تھکیالہ

میں تھکیال اور ڈومال وغیرہ اقوام نے تھکیالہ کو مساوی حصوں میں تقسیم کر لیا۔ تحصیل مینڈھر کا زیریں علاقہ درہ شیر خان۔ سیہڑہ۔ بٹل۔ منڈہول۔ بلنوئی۔ مینکوٹ وغیرہ پر ڈومال قابض ہو گئے۔ اور شمالی حصہ میں پیروزال اور گجر اقوام دندناتی رہیں۔ سوہرن کے علاقہ پر گوجر اور علاقہ منڈی کے ۲۴ گاؤں پر کاشمیری خواجگان (شیعہ وسنی) کا اقتدار قائم ہو گیا۔ اسی طرح تحصیل سدھنوتی میں سدھن اور بدہن قوم کے مختلف قبائل متصرف ہو گئے۔ علاقہ باغ کا وہ حصہ جو حدود کشمیر کے ملحق کوہالہ وچھار کے علاقہ سے متصل ہے۔ ڈھونڈ خاندان کے سرداروں اور نمبرداروں نے بانٹ لیا۔ باقی علاقے پر تیزیال۔ ملدیال وغیرہ مقدم بن گئے۔ صدر پونچھ پر علاقہ کہوٹہ سے دیگوار تک چوہدریان سدھروں کی راجگی قائم ہو گئی۔ پونچھ کے صدر مقام اور اردگرد کے نزدیک دیہاتوں پر۔ اُن دنوں شمس خان ملدیال راجہ تھا۔ اس عجیب وغریب اور بے ترتیب حکومت کو پونچھ میں "آپ راجی" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ غرضیکہ ہر گاؤں میں متعدد راجے اور ہر گھر میں کئی خودساختہ مقدم تھے۔ لوٹ مار ان مختلف قبائل کا معمولی شغل تھا۔ خانہ جنگیوں اور فسادات میں اور باہمی آویزشوں میں ان کی بسر اوقات ہوتی تھی۔

سکھ حکومت کے زمانہ میں پونچھ کا پہلا گورنر

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سنہ ۱۸۰۰ بکرم میں جب علاقہ جموں راجہ گلاب سنگھ و راجہ دھیان سنگھ صاحبان کو تفویض کیا۔ تو راجہ گلاب سنگھ نے علاقہ کو وسیع کرنے کے لئے راجہ سلطان خان والئے بھمبر اور اگر خان وغیرہ راجوری کے مسلم راجگان کو گرفتار کر کے اس علاقہ پر دیوان ولباغ رائے کو گورنر (کاردار) اور بمشورہ دستور المعظم راجہ دھیان سنگھ جی شمس خان راجہ پونچھ کو ولباغ رائے کا مشیر مقرر کیا۔

راجہ شمس خان ملدیال کی سرکشی اور اس کا انجام

شمس خان کو پونچھ کی بجائے کاردار کے پاس رہنا

پڑتا تھا۔ راجہ گلاب سنگھ جو بعد میں مہاراجہ گلاب سنگھ کہلائے۔ شمس خاں کے مقامی اقتدار کو مٹانے کے لئے اس کی تقرری کے خلاف تھے۔ اور ان کی منشاء کے مطابق دیوان زبانغ رائے بھی اندرونی طور پر اس کے خلاف تھا۔ شمس خان نے جب تیور بدلے ہوئے دیکھے تو کسی اطلاع و اجازت کے بغیر پونچھ چلا آیا۔ اور اسی معمولی بہانے پر اس کو باغی و سرکش قرار دیا گیا۔ راجہ گلاب سنگھ نے اپنے بیٹے میاں اودہم سنگھ کو بمنظوری دربار لاہور و بصلاح راجہ دھیان سنگھ فوج جرار دے کر کوٹلی کے راستے پونچھ پر حملہ آور ہونے کو روانہ کیا۔ اور مشاورت جنگی کے لئے اس نوجوان شہزادہ کے ہمراہ میاں لعب سنگھ وزور آور سنگھ سلہریہ کو بھیجا۔ اس فوج نے دریائے جہلم کو منگلا کے مقام پر سے عبور کر کے علاقہ کو تاخت و تاراج کیا۔ اور قلعہ منگ کو بلا مزاحمت تسخیر کر لیا۔ گو شمس خاں نے اپنی بریت و واپسی کی معقول وجوہات اور وفاداری پر قائم رہنے کے لئے ایک مفصل عرضداشت دربار لاہور میں روانہ کی۔ مگر راجہ گلاب سنگھ و راجہ دھیان سنگھ کو چونکہ تسخیر پونچھ مطلوب تھی۔ اسلئے یہ عرضداشت ناقابل التفات سمجھی گئی۔ شمس خان بھاگ کر چہدریان سدہرون کے رئیس راجہ شیر باز خاں کے پاس چلا گیا۔ راجہ گلاب سنگھ خود ایک جرار لشکر سے یلغار کرتا ہوا پونچھ پر حملہ آور ہوا۔ شمس خاں تو نہ ملا مگر اُس کے دو رفیق و مشیر ملی خان و علی خان گرفتار ہو کر سولی دیئے گئے۔ اور اُن کی کھالوں میں پہلے بھس بھرا۔ پھر عبرت خلق کیلئے ان کو درختوں پر آویزاں کیا گیا۔ اور سدہرن کے رئیس کو خط لکھا گیا۔ کہ شمس خاں باغی کو ہمارے حوالے کیا جائے۔ ورنہ علاقہ سدہرن بھی برباد کیا جائیگا۔ اس پر راجہ شیر باز خاں نے اپنے مصیبت زدہ مہمانوں یعنی شمس خاں اور اُس کے بھتیجے راجولی خاں کو قتل کرا کر اور اُن کے سر نیزوں پر آویزاں کر کے راجہ گلاب سنگھ

ے: چہدریان راٹھور کا بیان اس سے مختلف ہے جو ان کے [illegible] درج ہوگا۔

کی خدمت میں روانہ کر دیئے۔

پونچھ کے ڈوگرہ خاندان کا مختصر سا شجرہ نسب

اس کے بعد کچھ عرصہ تک سکھ حکومت کا اقتدار یہاں قائم رہا۔ ڈوگرہ خاندان کی سپاہ میں نصف حصہ سکھ (خالصہ) تھے۔ نصف راجپوت۔ مگر یہ اقتدار عارضی تھا۔ کیونکہ یہ علاقہ بھی جس کی حدود جموں و کشمیر دونوں صوبوں سے ملحق تھیں۔ ڈوگرہ خاندان نے اپنے لئے ہی مخصوص کر رکھا تھا۔ قبل اس کے کہ ڈوگرہ خاندان کا اجمالی طور پر ذکر کیا جائے۔ اس کا مختصر سا شجرہ نسب تحریر کرنا ضروری ہے۔

- راجہ دھرپ دیو
  - راجہ رنجیت دیو
  - گھنسار دیو
  - سورت سنگھ
    - میاں زور آور سنگھ
      - راجہ کشور سنگھ
        - مہاراجہ گلاب سنگھ
          - میاں ادھم سنگھ
          - میاں سوہن سنگھ
          - مہاراجہ رنبیر سنگھ
            - مہاراجہ پرتاب سنگھ جی سی ایس آئی وفات ۱۹۲۵ء
            - سر راجہ رام سنگھ وفات ۱۸۹۹ء
            - سر راجہ امر سنگھ کے سی ایس آئی وفات ۱۹۰۹ء
              - سر مہاراجہ ہری سنگھ بہادر والئے جموں و کشمیر
                - مہاراجکمار کرن سنگھ
            - لچھمن سنگھ لاولد
        - راجہ راجگان راجہ دھیان سنگھ
          - راجہ ہیرا سنگھ
          - راجہ جواہر سنگھ
          - راجہ موتی سنگھ والئے پونچھ
            - راجہ بلدیو سنگھ
              - راجہ جگت دیو سنگھ جی موجودہ والئے پونچھ
                - ٹکہ شیو رتن دیو سنگھ جی
              - [illegible]
              - راجکمار چتر دیو سنگھ جی
              - راجہ سکھدیو سنگھ آنجہانی
        - راجہ سوچیت سنگھ
    - میاں موتا
    - جہلا
    - ڈلا
  - بلونت دیو

ڈوگرہ خاندان کی ابتداء ڈوگرہ مورخوں اور دیگر مؤرخین کی تحریروں کے مطابق یہ خاندان سورج بنسی راجپوت ہے۔ اور جموں میں رہنے کی وجہ سے جموال کہلاتا ہے۔ یہ خاندان راجہ جامبولوچن کی اولاد سے ہے۔ جس نے شہر جموں بسایا ہے جامبولوچن مہاراجہ رامچندرجی کے بیٹے کش کی اکیانویں (۹۱) پشت میں تھا۔ جموں کا علاقہ جو اس خاندان کی جدی وراثت تھی۔ کچھ عرصہ سے سکھ حکومت کے اقتدار میں آچکا تھا۔ جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اس زمانہ میں میاں کشور اسنگھ جموں کی گدی کے حقدار تھے۔ جن کے تین صاحبزادے میاں گلاب سنگھ[1] ۔ میاں دہیان سنگھ اور میاں سوچیت سنگھ تھے۔ جب خالصہ حکومت نے جموں کو بالکل تباہ کر دیا۔ تو گلاب سنگھ اور دہیان سنگھ دونوں بھائی تن بہ تقدیر بغرض تلاش معاش شاہ شجاع کی فوج میں بھرتی ہونے کے لئے سرحد کی جانب روانہ ہوئے مگر دریائے سندھ کی طغیانی کے باعث واپس آگئے یہ دونوں جوان بخت نوجوان دولت بھائی راجہ سلطان خاں والئے کوٹلی[2] کے پاس ملازم ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے کسی نہ کسی وجہ سے راجہ سلطان خان کی ملازمت چھوڑ کر لاہور کا رخ کیا۔ ان دنوں مہاراجہ رنجیت سنگھ شیر پنجاب کے اقبال کا ستارہ آسمان حکومت کے نصف النہار پر تھا۔ یہ دونوں بھائی چار یاری سواروں میں تین تین روپیہ روزانہ پہ بھرتی ہو گئے

---

[1] مہاراجہ گلاب سنگھ ولادت ۱۸۴۹ ب وفات ۱۸۵۷ء۔ ولادت راجہ دہیان سنگھ ۱۱ بھادوں ۱۸۵۳ ب وفات ۱۸۴۳ء۔ ولادت راجہ سوچیت سنگھ ۸ ماگھ ۱۸۵۷ ب وفات ۱۸۴۴ء اس زمانہ میں جموں کے فرمانروا راجہ اور ان کے فرزندان اور خاندان کے دیگر لوگ میاں کہلاتے تھے۔

[2] تاریخ راجگان جموں و کشمیر حصہ اول صفحہ ۵۸

ڈوگرہ برادران کی ابتدائی ملازمتیں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حضور میں

کچھ عرصہ کے بعد یہ دونوں نوجوان شورہ پشت راجپوت مہاراجہ کے روبرو پیش ہوئے۔ شاہانہ وقار ملوکانہ عظمت اور مدبرانہ سطوت ان کے چہروں سے نمایاں تھی۔ مہاراجہ نے میاں گلاب سنگھ کی تنخواہ چار روپیہ یومیہ اور میاں دھیان سنگھ کی تنخواہ پانچ روپیہ یومیہ مقرر کی۔ چند دنوں کے بعد ہی میاں دھیان سنگھ کو اپنی خاص اندرونی ڈیوڑھی کلاں پر اور اُن کے بھائی میاں گلاب سنگھ کو ڈیوڑھی خوردہ پر تعینات کر دیا۔ اور ساتھ ہی اُن کے بارہ سالہ بھائی میاں سوچیت سنگھ کو بھی ملازم رکھ لیا۔

جموں کی مستاجری

جموں میں میاں ڈیڈو سکھ حکومت کے اقتدار کو تباہ کر رہا تھا۔ اس لئے بصلاح راجہ دھیان سنگھ جی مہاراجہ پنجاب نے گلاب سنگھ فوج جرار دے کر میاں ڈیڈو کی سرکوبی پر مامور کیا

جب [illegible] میں میاں ڈیڈو مارا گیا۔ تو گلاب سنگھ نے عریضہ فتح اپنے بھائی دھیان سنگھ کی وساطت سے مہاراجہ پنجاب کو تحریر کیا۔ اور آخر یہ سارا علاقہ اس خیال سے کہ یہاں کا انتظام یہی مقتدر خاندان کر سکتا ہے۔ رنجیت سنگھ کی طرف سے ڈوگرہ برادران کو مستاجری پر دیدیا گیا۔

میاں کشور سنگھ کو راجہ کا خطاب اور جموں کی حکومت کا ارشاد

راجہ دھیان سنگھ نے اپنی دیانت دارانہ خدمات اور اپنی غیر متزلزل وفاداریوں سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اس قدر گرویدہ کر لیا تھا کہ مہاراجہ نے جموں کی مستاجری ٹھیکہ دار بنانے کی بجائے راجہ دھیان سنگھ کو جموں کا راجہ بنانا مناسب سمجھا۔ چنانچہ جب قدردان مہاراجہ نے راجہ دھیان سنگھ کو اپنے ارادہ سے آگاہ کیا۔ تو فیاض و سیر چشم اور نیک نیت و [illegible] باطن دھیان سنگھ

۱؎ ملاحظہ ہو تاریخ راجگان جموں و کشمیر صفحہ [illegible] مصنفہ ٹھاکر کاہن سنگھ صاحب

راجۂ راجگان راجہ دھیان سنگھ جی

نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے اصرار کے باوجود اپنے بوڑھے باپ اور برادر کلاں کی موجودگی میں جموں کی حکومت لینے سے انکار کر دیا۔ بلکہ ایثار نفسی کا عملی ثبوت دیکر اپنے باپ میاں کشور اسنگھ کو راجہ کا خطاب اور جموں کی حکومت کا ارشاد دلایا یہ واقعہ ماہ مگھر سمت ۱۸۷۷ب کا ہے۔

راجہ دھیان سنگھ جی کا عروج مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دھیان سنگھ کی جوانمردی خیر خواہی۔ دیانت داری کے باعث اس پر خوش ہو کر حکم جاری کر دیا کہ کوئی عریضہ راجہ دھیان سنگھ کی وساطت کے بغیر براہ راست اس کے حضور پیش نہ ہو اور فرامین شاہی میں "اوجل دیدار نرمل بدھ خیر خواہ بلا اشتباہ مختار مطلق مدار المہام خاص" کا لقب دھیان سنگھ جی کے لئے تحریر ہونے لگا۔ راجہ دھیان سنگھ نے ۱۷ ماہ ہاڑ سمت ۱۸۷۹ب کو جموں کا علاقہ راجہ گلاب سنگھ برادر کلاں کو عطا کرایا۔ اور وہ خطاب راجگی سے سرفراز کیا گیا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی راجہ سوچیت سنگھ کو بندرال (رام نگر) کا علاقہ دلا دیا۔ جیسا کہ ڈوگرہ راجپوت مورخ ٹھاکر کاہن سنگھ بالوڑیہ[1] اپنی تاریخ راجگان جموں و کشمیر حصہ اول کے صفحہ ۸۴ پر لکھتے ہیں۔ "راجہ کشور اسنگھ کی وفات (پیساکھ سمت ۱۸۷۹ب) کے بعد مہاراجہ نے راجہ دھیان سنگھ کو جموں کا راج تلک دینا چاہا۔ مگر راجہ دھیان سنگھ نے اپنے بڑے بھائی راجہ گلاب سنگھ کو راج دینے کی استدعا ظاہر کی۔ چنانچہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۷ اہاڑ سمت ۱۸۷۹ب کو اپنے ہاتھ سے جموں کا راج تلک راجہ گلاب سنگھ کی پیشانی پر لگایا۔ اور اسی دن علاقہ بندرالتہ (رام نگر) کا راج تلک راجہ سوچیت سنگھ کو ملا"

ولائی باپ کو بھی بھائیوں کو بھی جہاں بانی
جو بیٹا ہو تو ایسا ہو برادر ہو تو ایسا ہو
راجہ دھیان سنگھ سا فرزند کسی باپ کو اور راجہ دھیان سنگھ سا بھائی کسی

[1] ڈوگرہ راجپوت اقوام کا یہ مشہور مصنف افسوس ہے ۱۰ مارچ ۱۹۴۳ء کو بسوہلی (جموں) میں انتقال کر گیا

خوش نصیب ہی کو مل سکتا ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے اپنے والد کو جموں کا راج دلا کر میاں کشور اسنگھ سے راجہ کشور اسنگھ بنایا۔ پھر باپ کی وفات کے بعد اپنے بڑے بھائی راجہ گلاب سنگھ کو جموں کا مالک اور اپنے چھوٹے بھائی راجہ سوچیت سنگھ کو بندرالتہ کا علاقہ دلایا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ اپنے وفادار دستور معظم کی خدمات ہی سے خوش نہ تھا۔ بلکہ اپنے خاندان اور اپنے والد اور بھائیوں کے بارہ میں اس کی جو ہمدردی سعادت اور عقیدت کیشی تھی۔ اس نے بھی اُس کے دل پر بہت کچھ اثر کر رکھا تھا۔ چنانچہ یکم بیساکھ ۱۸۸۷ء بکرمی کو مہاراجہ نے آپ کو علاقہ بھمبر و چبھال کا راجہ بنا دیا۔ مہاراجہ کو آپ کی خاطر اس قدر منظور تھی۔ کہ جب ۱۰ ارچیت ۱۸۸۷ء کو آپ گھوڑے سے گر پڑے۔ اور حالانکہ معمولی چوٹ آئی تھی۔ مگر پھر بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ بے تاب ہو کر خود آپ کے پاس پہنچے۔ خیرات کی اور سر صدقہ اتارا۔

"فرزند خاص الخاص" راجہ ہیرا سنگھ جی کا اعزاز

راجہ دھیان سنگھ جی کے تین صاحبزادے تھے۔ راجہ ہیرا سنگھ راجہ جواہر سنگھ۔ راجہ موتی سنگھ۔ ہیرا سنگھ نہایت ہی خوبصورت۔ اور واقعی ڈوگرہ خاندان میں ہیرا تھے۔ آج تک ایسا خوبصورت نوجوان ڈوگرہ خاندان میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو جہاں راجہ دھیان سنگھ سے محبت تھی۔ وہاں وہ ان کی اولاد کا بھی پرستار تھا۔ بالخصوص ہیرا سنگھ سے مہاراجہ کو خاص اُنس تھا۔ اور اس کو "فرزند خاص الخاص" کا اعزاز دے رکھا تھا۔ ہر دربار میں وہ مہاراجہ کے روبرو کرسی نشین ہوا کرتا۔ دربار میں صرف تین کرسیاں لگائی جاتیں۔ ایک مہاراجہ کے لئے دوسری کنور نونہال سنگھ کے لئے۔ اور تیسری راجہ ہیرا سنگھ کے لئے۔ ۱۸۸۵ء بکرمی کے دربار دسہرہ کے موقعہ پر پہلے مہاراجہ پھر شہزادہ کھڑک سنگھ ولیعہد سلطنت اور اُس کے بعد

راجہ ہیراسنگھ لوگوں سے نذرانہ لیتے۔ بلکہ بدیں ۱۸۸۷ سمبت میں جب مہاراجہ امرتسر تھے۔ تو حکم دیا کہ نذرانہ نوروز راجہ ہیراسنگھ جی کے روبرو پیش کیا جائے۔ ۱۸۸۵ سمبت دسہرہ کے دربار پر ہیراسنگھ جی کو خطاب راجگی کے ساتھ ہی پونچھ و جسروٹہ کے علاقے عطا فرمائے گئے[1] ۔ راجہ ہیراسنگھ کی شادی پر تمام اخراجات خزانہ مہاراجہ سے عطا کئے گئے۔ ایک دفعہ راجہ ہیراسنگھ جی علیل ہو گئے۔ تو مہاراجہ بہادر ان کی حویلی میں خود گئے۔ اور گیارہ صد روپیہ نقد اور ۱۰۰ من غلہ خیرات کیا۔ مہاراجہ کو ہیراسنگھ کی جدائی ہرگز برداشت نہ ہو سکتی تھی۔ وہ ایک پل اپنے پاس سے جدا نہ ہونے دیتا[2]۔ ہیراسنگھ کا قیام بھی عموماً لاہور میں رہتا اور ہیرامنڈی لاہور آپ ہی کے نام سے آج تک موسوم چلی آتی ہے۔۔

راجہ ہیراسنگھ کا اقتدار اس قدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ اگر مہاراجہ شیرسنگھ اور سندھانوالیے مار دیئے جاتے اور دلیپ سنگھ کو بھی کوئی حادثہ پیش آجاتا۔ تو ممکن تھا۔ کہ پنجاب کا تخت راجہ ہیراسنگھ کے قدم چومتا۔ چنانچہ سرلیپل ایچ گریفن اپنی کتاب رئیسان پنجاب میں لکھتے ہیں۔ کہ "مہاراجہ شیرسنگھ اور سندھانوالیوں کے قتل اور دلیپ سنگھ کو ٹھکانے لگانے کے بعد غالباً راجہ دھیان سنگھ نائب السلطنت بن جاتا۔ اور اپنے فرزند راجہ ہیراسنگھ کو پنجاب کے تخت پر بٹھا دیتا"[3]۔

کاتک ۱۸۸۸ سمبت کے وہ مشہور دربار جو نواب گورنر جنرل ہند کی تشریف آوری پر منعقد کئے گئے تھے قابل ذکر ہیں۔ جن میں کرسیاں ذیل مراتب پر لگائی گئی تھیں۔ دربار میں صرف انگریز اور گورنر جنرل اور مہاراجہ بہادر معہ شاہزادگان کھڑک سنگھ و

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ جموں وکشمیر مصنفہ ٹھاکر کاہن سنگھ بلاوریہ صفحہ ۸۸ ۔ ۹۰ ۔ ۹۸ [2] صفحہ ۸۹

[3] صفحہ ۹۱

نونہال سنگھ اور راجہ ہیرا سنگھ کرسیوں پر تھے ۔ باقی تمام اہل کار اور راجے فرش[له] پر۔ ۱۱ رکاتک ۱۸۸۹ ء کو دربار میں حسب ذیل مراتب تجویز ہوئے ۔ انگریز مہمانوں اور مہاراجہ بہادر کے علاوہ سب سے پہلی کرسی کنور نونہال سنگھ ۔ کرسی نمبر ۲ سردار فتح سنگھ اہلووالیہ ۔ کرسی نمبر ۳ راجہ ہیرا سنگھ اور کرسی نمبر ۴ راجہ دہیان سنگھ جی کے لئے اور کرسی نمبر ۵ راجہ گلاب سنگھ جی ۔ نمبر ۶ کی نشست راجہ سوچیت سنگھ جی نمبر ۷ کی کرسی پر سردار ہری سنگھ نلوہ پھر بھائی رام سنگھ ۔ بھائی گوبند سنگھ ۔ راجہ سنگت سنگھ جمعدار خوشحال سنگھ ۔ سردار جوالا سنگھ ۔ سردار وساوا سنگھ ۔ وزیر کیسری سنگھ مشیر راجہ سوچیت سنگھ جی کے نمبر تھے ۔

شاید ہی کوئی دن ایسا ہوتا ہو ۔ جس روز راجہ دھیان سنگھ یا راجہ ہیرا سنگھ کو خلعت اور انعام اکرام نہ ملتا ہو ۔ ہر روز تحفہ تحائف جواہرات غرضیکہ کچھ نہ کچھ مہاراجہ بہادر عطا کرہی دیا کرتے تھے ۔ اور یہ تمام روپیہ پیسہ اور خلعت اور جواہرات یہ دونوں باپ بیٹا لاہور رکھنے کی بجائے راجہ گلاب سنگھ کے پاس جموں بھیج دیا کرتے تھے ۔

باہمی اتفاق کی بدولت ڈوگرہ خاندان کا سکھ سلطنت کے تمام مقبوضات پر سیاسی اقتدار

مورخین پنجاب بالاتفاق اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ راجہ دھیان سنگھ اور راجہ ہیرا سنگھ کا اقتدار ہی ڈوگرہ خاندان کے عروج و وقار کا باعث تھا۔ درحقیقت انہی باپ بیٹوں کے طفیل ان کی موروثی حکومت جو سکھوں نے ان سے چھین رکھی تھی ۔ ان کو واپس ملی ۔ جو انہی کی حسن تدابیر اور راجہ گلاب سنگھ کے حسن انتظام سے رفتہ رفتہ وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی ۔ تینوں ڈوگرہ بھائیوں (راجہ

[له] مفصل ملاحظہ ہو تاریخ راجگان جموں وکشمیر حصہ اول صفحہ ۹۲ ۔

گلاب سنگھ راجہ دھیان سنگھ راجہ سوچیت سنگھ) اور راجہ ہیرا سنگھ خلف راجہ دھیان سنگھ کے اتحاد اربعہ نے ایک عجیب ماحول تیار کر رکھا تھا۔ خطاب اور جاگیریں دلانے کا ذمہ وار دھیان سنگھ اور زر و جواہر اکٹھا کرنے کو راجہ ہیرا سنگھ تھے۔ اور ان تمام اشیاء کے محافظ و منتظم راجہ گلاب سنگھ مقرر ہوئے۔ راجہ دھیان سنگھ جموں کا علاقہ اپنے بڑے بھائی راجہ گلاب سنگھ کو دلا چکے تھے۔ چھبال و بھمبر کا علاقہ ان کے اپنے نام پر تھا۔ جسروٹہ اور پونچھ کا علاقہ اُن کے بلند اقبال فرزند راجہ ہیرا سنگھ کو عطا ہو چکا تھا۔ بندرال چھوٹے بھائی راجہ سوچیت سنگھ جی کے حوالے کرا دیا گیا۔ راجہ دھیان سنگھ اور راجہ ہیرا سنگھ چونکہ ایک لمحہ بھی دربار لاہور کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اس لئے ان تمام علاقوں کا انتظام راجہ گلاب سنگھ جی کے سپرد تھا۔ اس علاقے کا مالیہ و لگان اور دیگر وصول شدہ رقومات بھی راجہ گلاب سنگھ جی جمع رکھتے اور دھیان سنگھ و ہیرا سنگھ روپیہ وغیرہ جو کچھ بھی ہاتھ لگتا۔ جمع کر کے گلاب سنگھ جی کو بھیج دیتے تھے۔ اس لئے کہ اس زمانہ میں اس اتحاد اربعہ کی بدولت سب بھائی اور برادرزادے یک جان دو قالب تھے۔ اور راجہ گلاب سنگھ ہر چند کہ راجہ جموں اور اپنے بھائیوں اور راجہ ہیرا سنگھ کی جاگیرات کے منتظم ہونے کی حیثیت سے بالعموم جموں ہی میں رہتے تھے۔ لیکن وہ اپنے بھائی کے اقتدار پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مہاراجہ شیر سنگھ کے تخت نشین ہونے اور رانی چند کور کی دست برداری کے بعد جب راجہ دھیان سنگھ بدستور وزیر اعظم بنا رہا۔ تو بقول سر لیپل گریفن گلاب سنگھ اپنے اور اپنے بھائی (راجہ دھیان سنگھ) کے منصوبوں کے کامیاب ہونے سے دل ہی دل میں خوش ہوتا تھا۔ اسی موقعہ پر جب راجہ دھیان سنگھ کی مرضی کے مطابق راجہ گلاب سنگھ جموں واپس چلا گیا۔ تو بہت سا خزانہ خصوصاً جواہرات جو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قلعہ میں جمع کر رکھے تھے۔ اپنے ساتھ لے گیا۔

سر لیپل گریفن لکھتے ہیں "اس واقعہ سے پانچ سال کے بعد ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کے عہد نامہ کے مطابق راجہ گلاب سنگھ کشمیر خرید کر مہاراجہ بنا" ایسا ہی بیش قیمت خزانہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد لاہور سے لاد کر جموں لایا گیا تھا۔ پنجاب کے تمام کوہستانی اور میدانی رئیس۔ جاگیر دار اور راجے اور نواب راجہ دھیان سنگھ اور راجہ ہیرا سنگھ کی نظر عنایت کے متمنی رہتے تھے۔ اور گلاب سنگھ کے لئے یہی فخر کافی تھا۔ کہ اس کا بھائی نائب السلطنت ہے۔ اور بھتیجہ مہاراجہ کا یہاں تک منظور نظر ہے۔ کہ مہاراجہ اس کو اپنے برابر کرسی پر بٹھاتا ہے اور مہاراجہ کی طرح اس کے بھتیجے کے حضور میں بھی نذریں پیش کی جاتی ہیں۔ جس طرح مغلیہ سلطنت کے آخری سالوں میں فرخ سیئر کے عہد سے لے کر محمد شاہ کے عہد تک سادات بارہہ کے مدبر سید حسین علی اور سید عبد اللہ بادشاہ گر رہے۔ اسی طرح مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد سے لے کر یہ دونوں باپ بیٹا یکے بعد دیگرے راجہ گر رہے۔ ان کے ادنیٰ اشارہ ابرو اور ان کے قلم کی ایک جنبش سے کئی خاندان بگڑ جاتے۔ اور کئی بن جاتے تھے۔ ۱۶ ارپوہ سنہ ۱۸۹۱ ب کو راجہ دھیان سنگھ پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے مزید نوازش کی اور حلقہ چیرا ڑ حلقہ چھنی علاقہ نوشہرہ سیو ڈیلی حلقہ مکھن کل علاقہ جمعی چھیانوے ہزار کا اور عطا کیا۔

ڈوگرہ خاندان میں پہلی ناچاقی اور راجہ دھیان سنگھ کا قتل

فلک کج رفتار اس خاندان کے اتحاد و اتفاق کو زیادہ دیر تک نہ دیکھ سکا۔ راجہ گلاب سنگھ تو جاگیرات وغیرہ کے انتظام کے لئے جموں رہا کرتے تھے۔ ان کا دربار سے بہت کم تعلق تھا۔ لیکن راجہ دھیان سنگھ اور راجہ سوچیت سنگھ دونوں بھائی ہر وقت دربار میں اور مہاراجہ کی حضوری میں رہتے تھے۔ راجہ ہیرا سنگھ بھی دربار سے بہت کم غیر حاضر رہا کرتے تھے۔ کسی بات پر سنہ ۱۸۹۳ ب میں راجہ دھیان سنگھ اور ان کے بھائی

راجہ سوچیت سنگھ کے درمیان ناچاقی پیدا ہوگئی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کو خبر ہوئی۔ انہوں نے فقیر عزیز الدین کے ذریعہ دونوں میں صلح تو کرادی لیکن کشیدگی، بدگمانی کی جو گرہ دلوں میں بیٹھ گئی تھی۔ وہ نہ نکل سکی۔ اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی ناچاقی کی بنا پر راجہ سوچیت سنگھ نے اپنے برادر کلاں راجہ گلاب سنگھ کے صاحبزادے میاں رنبیر سنگھ جو بعد ازاں مہاراجہ رنبیر سنگھ کہلائے۔ اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا۔

۱۵ اساڑھ سمت ۱۸۹۶ ب کو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا انتقال ہوگیا۔ شاہزادہ کھڑک سنگھ مہاراجہ بنے۔ لیکن جب تک زندہ رہے۔ اپنے فرزند شاہزادہ نونہال سنگھ کے نظر بند رہے۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کی وفات کے بعد نونہال سنگھ بھی دوسرے ہی دن مر گئے۔ اور جس غرض کے لئے باپ کو تکلیف دیتے رہے۔ اُن کی وہ غرض ایک دن کے لئے بھی پوری نہ ہوسکی۔ یعنی وہ تخت پر بیٹھ کر مہاراجہ نونہال سنگھ نہ کہلا سکے۔ ان کے بعد مہاراجہ شیر سنگھ تخت پر بیٹھے۔ اور مہاراجہ شیر سنگھ کی موت کے دن تک پنجاب کے مسلسل نائب السلطنت اور وزیر اعظم بنے رہے۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے واقعہ قتل کے چند گھنٹوں کے بعد سرداران سندھانوالیہ نے یکم اسوج سمت ۱۹۰۰ ب کو آپ کے چند ہمراہیوں سمیت قلعہ میں آپ کو بھی قتل کر دیا۔

ڈوگرہ خاندان میں دوسری ناچاقی اور راجہ سوچیت سنگھ کا قتل

مطالعہ تواریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ راجہ دھیان سنگھ کی وزارت کی جگہ راجہ سوچیت سنگھ کو اپنی وزارت کی خواہش لاگی رہی تھی۔ حالانکہ دھیان سنگھ کے اقتدار ہی سے میاں سوچیت سنگھ بارہ چودہ سال کی عمر میں راجہ سوچیت سنگھ بنا۔ آخر جب دھیان سنگھ قتل ہوئے اور قلمدان وزارت راجہ ہیرا سنگھ جی کے سپرد ہوا۔ تو سوچیت سنگھ کی رہی سہی امید پر بھی پانی پھر گیا۔ اول تو وہ دھیان سنگھ کی وزارت سے ہی ناراض تھا۔ اس کی

موت پر وہ اپنے آپ کو راجہ دھیان سنگھ کا برادر خورد ہونے کے باعث وزارت کا مستحق جانتا تھا۔ اس ناچاقی اور قتل و غارت کا حال ہم تاریخ راجگان کشمیر و جموں حصہ اول مصنفہ ٹھاکر کاہن سنگھ بلا وریہ کے صفحہ ۱۶۰/۱۶۴ سے جو اس نے گلاب نامہ و عمدۃ التواریخ کے حوالوں سے سپرد قلم کیا ہے مختصراً تحریر کرتے ہیں۔ راجہ دھیان سنگھ جی کے قتل میں سندھانوالیہ سردار اور مصر بیلی رام وغیرہ شامل تھے۔[۱] بادشاہ اور وزیر کو قتل کرنے کے بعد سندھانوالیوں نے دلیپ سنگھ نابالغ کو مہاراجہ بنایا۔ سردار جواہر سنگھ جو بڑا فتنہ انگیز تھا۔ شہزادہ دلیپ سنگھ کا محافظ مقرر ہوا۔ اور راجہ ہیرا سنگھ نائب السلطنت قرار پائے۔ جواہر سنگھ نے راجہ سوچیت سنگھ کو ورغلایا کہ وزارت کا عہدہ آپ کا حق ہے۔ آپ ویسے بھی عمر اور تجربہ میں راجہ ہیرا سنگھ سے بڑے ہیں۔ راجہ سوچیت سنگھ کا پہلے ہی عندیہ تھا۔ باہمی رنجشیں بڑھنے لگیں۔ گو راجہ گلاب سنگھ نے راجہ سوچیت سنگھ کو سمجھایا کہ ہیرا سنگھ آپ کا برادر زادہ ہے۔ یہ مخالفت اچھی نہیں۔ مگر راجہ سوچیت سنگھ کے دل پر ان کی نصیحتوں کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اس منصوبہ کا سرغنہ وہی سردار جواہر سنگھ مہاراجہ دلیپ سنگھ کا ماموں تھا۔ اُس نے راجہ سوچیت سنگھ کو ایک اور میٹنگ میں جس کا انعقاد اس نے ۱۱ مگھر سمت ۱۹۰۱ ب کو مقرر کیا تھا۔ راجہ سوچیت سنگھ کو بلوایا۔ مگر راجہ گلاب سنگھ نے اُن کو وہاں جانے سے روک دیا۔ اس میٹنگ کی خبر جب راجہ ہیرا سنگھ کو ہوئی تو انہوں نے سردار جواہر سنگھ کو قید کر دیا۔ راجہ گلاب سنگھ نے راجہ سوچیت سنگھ اور ہیرا سنگھ کو صلح صفائی سے رہنے کی تاکید کی۔ اور خود

---

[۱] راجہ دھیان سنگھ جی کے قتل میں مصر بیلی رام۔ بھائی گورکھ سنگھ۔ سردار لہنا سنگھ و اجیت سنگھ سندھانوالیہ تھے۔

جموں واپس چلے گئے۔ راجہ ہیرا سنگھ مستعدی سے کام وزارت انجام دینے لگے۔ اُن کا وزیر و مشیر خاص مسمّی جہلا پنڈت تھا۔ جو نیز طبع آدمی تھا۔ راجہ ہیرا سنگھ بھی نوعمر تھے۔ جہلا پنڈت نے خزانہ وغیرہ کا حساب لے کر کئی لوگوں کو قید کیا۔ ان کی جاگیریں ضبط کر لیں۔ اس پر فوج کے سردار اُس کے خلاف ہو گئے۔ راجہ گلاب سنگھ نے بڑی کوشش کی کہ راجہ سوچیت سنگھ اور ہیرا سنگھ کے درمیان صفائی ہو جائے۔ مگر یہ کوششیں کارگر نہ ہوئیں۔ راجہ سوچیت سنگھ اپنے دارالحکومت رام نگر میں چلے گئے۔ اِدھر فوج میں بغاوت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ آخر راجہ ہیرا سنگھ نے مجبور ہو کر سردار جواہر سنگھ کو رہا کر دیا۔

جواہر سنگھ نے قید سے چھوٹتے ہی راجہ سوچیت سنگھ کو خط لکھا۔ کہ فوج راجہ ہیرا سنگھ کے خلاف ہے۔ یہی وقت ہے آجاؤ۔ اور وزارت کا چارج لے لو۔ گو راجہ سوچیت سنگھ کے پسر متبنیٰ میاں رنبیر سنگھ نے راجہ سوچیت سنگھ کو لاہور جانے سے روکا۔ مگر راجہ صاحب نہ رُکے۔ ۱۶ ار چیت سنہ ۱۹ ب کو وہ لاہور جا پہنچے۔ بس پھر کیا تھا۔ کچھ لوگ اِدھر سوچیت سنگھ کے مجلسی آبنے۔ کچھ راجہ ہیرا سنگھ کو ڈرانے لگے۔ ناچار درد دندان و اخراج دندان کے مقولہ پر عمل پیرا ہو کر اپنی جان بچانے کے لئے راجہ ہیرا سنگھ نے تمام فوج کو مسلح کر کے حملہ کرا دیا۔ راجہ سوچیت سنگھ جی کے ہمراہ صرف ۷۹ آدمی تھے۔ جن میں سے سات باقی بچے۔ راجہ سوچیت سنگھ نے مرتے وقت فرمایا۔ کہ راجہ ہیرا سنگھ و جہلا پنڈت میری لاش کو ہاتھ نہ لگائیں۔ کریا کرم رنبیر سنگھ جی کریں گے۔ یہ باتیں کرتے کرتے راجہ سوچیت سنگھ نے جان دیدی۔ راجہ ہیرا سنگھ جی کو

ل راجہ گلاب سنگھ صاحب اُن دنوں بغرض ماتم پرسی راجہ دھیان سنگھ جی لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔

چچا کے مرنے کی خبر ہوئی۔ خون نے جوش مارا نہ رہا گیا۔ اور روتے پیٹتے ان کی لاش پر آ گئے۔ اور ایک سوا ایک نہایت بیش قیمت کفن ان کی لاش پر ڈال کر پریڈ باد امی باغ میں چندن کی چتا پر ان کا سنسکار کیا۔ راجہ گلاب سنگھ کو اپنے بھائی راجہ سوچیت سنگھ کے مارے جانے کا از حد صدمہ ہوا۔ اور راجہ ہیرا سنگھ پر حقیقی چچا کے مروانے کے لئے ان کو سخت غصہ آیا۔ اور حکم دیا کہ تمام راجپوت فوجیں راجہ ہیرا سنگھ کے علاقہ جسروٹہ کو لوٹ کر برباد کر دیں۔

اس پر راجہ ہیرا سنگھ نے خالصہ فوج کو جموں پر چڑھائی کرنے کا حکم دیدیا مگر پہلے شیخ امام الدین کو بطور ایلچی راجہ گلاب سنگھ کی خدمت میں روانہ کیا۔ چنانچہ شیخ امام الدین اور بھائی رام سنگھ کی نرم گفتگو سے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ تو راجہ ہیرا سنگھ نے خالصہ کی ایک جرار فوج کو دریائے راوی سے عبور کر کے جموں کو برباد کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ مگر بھائی رام سنگھ۔ دیوان دینا ناتھ۔ شیخ امام الدین نے پھر صلح کی کوشش کی۔ جو کامیاب ہوئی۔ بلکہ راجہ گلاب سنگھ نے میاں سوہن سنگھ اپنے فرزند کو بغرض تکمیل صلح لاہور روانہ کیا۔ راجہ ہیرا سنگھ نے میاں سوہن سنگھ کا استقبال کرایا سلامی کی توپیں سر ہوئیں۔ میاں سوہن سنگھ نے ۱۰۱ ٹکی طلائی نذرانہ پیش کیا اور ۲۵۰ روپیہ سر وارنہ کیا۔ ہر دو بھائی باہم بغلگیر ہوئے اور آتش نفاق ٹھنڈی ہوئی۔

راجہ ہیرا سنگھ۔ پنڈت جہلا اور میاں سوہن سنگھ کا قتل

لیکن جہلا پنڈت کی تیز طبعی اور درشت مزاجی خالصہ سرداروں کو روز بروز دل برداشتہ کر رہی تھی۔ لاہور میں ان ایام میں یہ مثل مشہور تھی۔ کہ اوپر اللہ نیچے جہلا۔ سردار جواہر سنگھ بھی جلا بھنا بیٹھا تھا۔ اس نے اندر ہی اندر تمام فوج کو برگشتہ کر دیا۔ اگرچہ راجہ ہیرا سنگھ فوج کا یہ مطالبہ مان لیتا کہ پنڈت جہلا کا وہ ساتھ

چھوڑ دے ۔ اور اس کو فوج کے سپرد کر دے ۔ تو کچھ شک نہیں کہ اس کی وزارت بھی قائم رہتی ۔ اور اس کی جان بھی نہ جاتی ۔ لیکن اس نے مرنا قبول کیا ۔ اور جہلے کا ساتھ نہ چھوڑا آخر راجہ ہیرا سنگھ میاں سوہن سنگھ برادر خورد اور جہلا پنڈت معہ دیگر پنڈاں بیس ہمراہیوں کے ہاتھی پر سوار ہو کر لاہور سے جموں کی طرف روانہ ہو گئے ۔ معزز ہمراہی کچھ ہاتھیوں پر کچھ گھوڑوں پر سوار تھے ۔ اور ہاتھیوں پر جواہرات اور کچھ نقد روپیہ بھی لاد رکھا تھا ۔ فوج نے تعاقب کیا ۔ جب فوج قریب پہنچتی تو یہ روپیہ وغیرہ بکھیر دیتے اور بھوکے اد حر لعین فوجی لوٹ میں مصروف ہو جاتے ۔ اس اثنا میں یہ اور آگے نکل جاتے ۔ اسی طرح چلتے چلتے جب ملکوال کے قریب پہنچے ۔ تو ہاتھیوں پر سے خزانہ ختم ہو گیا ۔ فوج نے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا ۔ پہلے تو انہوں نے صرف پنڈت جہلا کا مطالبہ کیا ۔ مگر غیور و بہادر راجپوت راجہ ہیرا سنگھ نے جہلا پنڈت کا ساتھ چھوڑ دینا شان راجپوتی کے خلاف جان کر صاف انکار کر دیا ۔ اس جواب پر فوج نے حملہ کر کے جہلا پنڈت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ۔ اور راجہ ہیرا سنگھ معہ میاں سوہن سنگھ پسر راجہ گلاب سنگھ بہادری سے لڑتے ہوئے کام آ گئے ۔ اس لڑائی میں راجہ ہیرا سنگھ کے ہمراہ مندرجہ ذیل آدمی بھی مارے گئے ۔ میاں لعب سنگھ سنگراہن والا دیوان دلباغ رائے (سابق ناظم بھمبر) چند دیو ۔ انکار دیو ۔ سوہن سنگھ ۔ انوکھ سنگھ سوہن سنگھ پسران میاں دیوا ونو سکنائے رائے پور ۔ سید حیدر شاہ بخاری پسر سید نادعلی شاہ سکنہ چک جبو تحصیل سانبہ معتبر خاص ۔ اور راجہ رند جبر سنگھ جسروٹیہ ۔ ان میں سے صرف سید سلطان شاہ برادر سید حیدر شاہ باقی بچا ۔ کیونکہ وہ گھوڑے پر سوار تین چار میل آگے آگے جا رہا تھا ۔ یہ واقعہ ۹ ر پوہ سنہ ۱۹۰۱ ب مطابق سنہ ۱۸۴۵ء کا ہے ۔

راجہ گلاب سنگھ کے تین صاحبزادے	راجہ گلاب سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ کی اولاد

تھے۔ (۱) میاں اودھم سنگھ (جن کے نام پر اودھم پور آباد ہے) جو ۱۸۴۰ء مطابق ۲۳ ہر کاتک ۱۸۹۷ ب کو کنور نونہال سنگھ کے ہمراہ روشنائی دروازہ کے ایک پتھر گرنے سے انتقال کر گئے تھے۔ (۲) میاں سوہن سنگھ جو اپنے چچا زاد برادر راجہ ہیرا سنگھ کے ہمراہ لاہور سے جموں کو آتے ہوئے سکھ فوج کے ہاتھوں قتل ہو گئے تیسرے صاحبزادے میاں رنبیر سنگھ جی تھے۔ جو مہاراجہ گلاب سنگھ کی وفات کے بعد جموں وکشمیر کے مہاراجہ بنے۔ موجودہ فرمانروائے جموں وکشمیر سر مہاراجہ ہری سنگھ بہادر آپ کے پوتے اور سر راجہ امر سنگھ برادر مہاراجہ سر پرتاپ سنگھ آنجہانی کے باقبال فرزند ہیں۔

راجہ دھیان سنگھ کے تین صاحبزادے راجہ ہیرا سنگھ۔ راجہ جواہر سنگھ راجہ موتی سنگھ تھے۔ راجہ ہیرا سنگھ ۹ پوہ ۱۹۰۱ ب کو مارے گئے۔

راجہ ہیرا سنگھ کے واقعہ قتل کے بعد پنجاب کی حالت

راجہ ہیرا سنگھ کی موت کے بعد وہ لوگ جنہوں نے اس چندروزہ حکومت کے دوران میں جاگیرات حاصل کی تھیں۔ حالات سے متاثر اور واقعات سے مایوس و متحیر تھے نفسی نفسی پڑی ہوئی تھی۔ یہ سب لوگ اپنی اپنی ریاستوں اور جاگیروں کے بچانے میں مصروف ہو گئے۔ ان لوگوں کے تین گروہ تھے۔

(۱) وہ لوگ جو اپنے علاقہ کو بچانے کے لئے انگریزوں کی حمایت کے خواہاں تھے

حاشیہ راجہ دھیان سنگھ کی چار رانیاں تھیں۔ ایک رکوال خاندان سے۔ ایک سلہریہ خاندان سے۔ جموں میں جو رانی کا تالاب ہے۔ وہ اسی رانی کا تعمیر کردہ ہے۔ ایک راجگان سیبہ کی لڑکی تھی۔ جو تھا بیاہ انہوں نے رے تحصیل نور پور ضلع کانگڑہ کے پٹھانیہ خاندان میں کیا تھا۔

اور سکھوں سے لڑنے اور ساتھ ساتھ اپنے علاقے وسیع اور تعدی کو محفوظ کرتے تھے۔
(۲) وہ لوگ جو بالکل غیر جانب دار رہ کر خاموش تھے۔ اس امید پر کہ سکھ حکومت شاید پھر سنبھل جائے۔
(۳) تیسرے وہ تھے جو سکھوں کے ہمراہ تھے۔ اور لوٹ مار میں حصہ دار اور وہ خالصہ حکومت کی کامیابی پر یقین رکھتے تھے۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ اس وقت نابالغ تھے۔ اور اُن کی والدہ مختلف سرداروں سے خائف ہو کر اپنی جان بچا رہی تھی۔ سکھ فوج اطاعت سے باہر ہو کر یلغاریں مارتی اور لوٹ مچاتی پھرتی تھی۔ سکھوں کی فوجیں جموں پر چند بار حملہ آور ہوئیں۔ مگر ہر بار اور ہر مقام پر شکست و ناکامی اٹھا کر واپس گئیں۔

راجہ گلاب سنگھ کو جموں و کشمیر کی حکومت کا عطیہ اور "مہاراجہ" کا خطاب

راجہ گلاب سنگھ جیسا مدبر بہادر اور منتظم حکمران طوفان بے تمیزی کے اس گرد و غبار میں سکھ حکومت کا تاریک انجام اور اپنے روشن تر مستقبل کا نورانی چہرہ دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے ہر ممکن ذریعہ کو آلہ مفاد بنایا۔ اور اس عرصہ میں وہ اپنے اثر و رسوخ سے بہت سے علاقہ پر قابض ہو گئے۔ جموں میں اپنے بھائی راجہ دھیان سنگھ کی سعادتمندی و فیاضی کی بدولت وہ ذاتی طور پر حکمران تھے۔ راجہ ہیرا سنگھ اور راجہ سوچیت سنگھ لاولد انتقال کر چکے تھے۔ راجہ دھیان سنگھ بھی اب زندہ نہ تھے۔ ان سب کی دولت اور ان سب کے مقبوضات راجہ گلاب سنگھ کے پاس تھے۔ شمالی پنجاب کے ایسے زبردست رئیس سے جو برٹش گورنمنٹ کے خلاف بھی نہ تھا۔ برطانوی حکومت بگاڑ پیدا کرنا کچھ مفید نہ سمجھتی تھی۔ بلکہ ۱۸۴۶ء میں برٹش گورنمنٹ نے راجہ گلاب سنگھ کو جموں و کشمیر اور بعض ملحقات دے کر اور مہاراجہ بنا کر اور زیادہ طاقتور بنا دیا۔

فرزندان راجہ دھیان سنگھ اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے درمیان ریذیڈنٹ لاہور کے اجلاس میں مقدمہ

اب اس مقتدر ڈوگرہ خاندان میں ناز و نعم سے پلے ہوئے دو یتیم بچے رہ گئے تھے۔ جن کا نام میاں جواہر سنگھ و میاں موتی سنگھ تھا۔ اور جو راجہ ہیرا سنگھ کے چھوٹے بھائی اور راجہ دھیان سنگھ کے خورد سال فرزند تھے۔ یہ دونوں یتیم لڑکے جو شہزادوں کی طرح پلے تھے۔ اس نامور باپ کے فرزند تھے۔ جس نے اپنے باپ کو میاں کشورا سنگھ اور اپنے بڑے بھائی میاں گلاب سنگھ کو اپنا آبائی ملک جو سکھوں نے چھین رکھا تھا۔ واپس دلا کر از سر نو راجہ بنوایا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی میاں سوچیت سنگھ کو بارہ چودہ سال ہی کی عمر میں راجہ اور ایک وسیع علاقہ کا جاگیردار بنا دیا۔ اور جس کے سلام اور جس کی حضوری کے لئے پنجاب کے ہندو سکھ اور مسلمان والیان ملک اور بڑے بڑے وزراء اور رئیس دست بستہ حاضر رہتے تھے۔ فلک تفرقہ پرداز نے حالات ایسے پیدا کر دیئے۔ اور معاملات یہاں تک بگاڑ دیئے۔ کہ ان کو اپنے حقوق و مطالبات اور اپنے باپ راجہ دھیان سنگھ اور بھائی راجہ ہیرا سنگھ اور چچا راجہ سوچیت سنگھ کی جاگیرات لینے کے لئے برطانوی حکومت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ چنانچہ دونوں بھائیوں کی طرف سے ۱۷ اربساکھ ۱۹۰۵ء کو مندرجہ ذیل عنوان سے دعوئے دائر کر دیا گیا۔

میاں جواہر سنگھ و میاں موتی سنگھ پسران راجہ دھیان سنگھ مدعیان

بنام

مہاراجہ گلاب سنگھ صاحب ولد راجہ کشورا سنگھ مدعا علیہ

(۱) دعوئی جاگیر راجہ دھیان سنگھ صاحب والد خود علاقہ چھبال و بھمبر وغیرہ آمدنی تخمیناً چار لاکھ پچاس ہزار روپیہ سالانہ

(۲) جاگیر راجہ ہیرا سنگھ صاحب برادر خود جسروٹہ و پونچھ وغیرہ آمدنی پانچ لاکھ روپیہ سالانہ

(۳) و نصف جاگیر و جائیداد راجہ سوچیت سنگھ چچا خود (مدعیان) بلا تعداد نقد و جنس متعلقہ جموں آمدنی تخمیناً تین لاکھ روپیہ سالانہ۔

یہ دعوے سر فریڈرک کری بارنٹ صاحب ایجنٹ گورنر جنرل ممالک شمال و مغرب و ریذیڈنٹ لاہور و کمشنر اعلیٰ مابین دریائے جمن و بیاس کے اجلاس میں پیش ہوا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کی جانب سے دیوان جوالا سہائے مختار تھے۔ یہ مقدمہ اہم ترین تھا۔ لیکن اس کا فیصلہ پندرہ یوم کی قلیل مدت میں ۱۲ مئی ۱۸۴۸ء مطابق ۱۳ بیساکھ سمت ۱۹۰۵ب کو کچھ مصالحت کچھ دباؤ کچھ نرمی کی پالیسی کے ساتھ جس عجلت اور جس طریق سے ختم کر دیا گیا۔ وہ فیصلہ دونوں بھائیوں کے لئے ناقابل قبول تھا۔ لیکن کچھ دیوان جوالا سہائے کی ملاطفت اور شیریں کلامی اور قدر افزائی کے وعدے وعید کچھ بقول مصنف تاریخ راجگان جموں و کشمیر (صفحہ ۱۷۶) ریذیڈنٹ لاہور کا یہ حکم کہ مہاراجہ گلاب سنگھ ضرور آپ کی قدر کریں گے ان سے صلح صفائی کر لینی چاہئے۔ دونوں بھائیوں نے بہ امر مجبوری خاموشی ہی مناسب سمجھی۔ اسی دوران میں " دونوں بھائی بمقام لاہور ۶ جیٹھ سمت ۱۹۰۵ب کو مہاراجہ دلیپ سنگھ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ نذر اور سروارنہ کیا۔ سرکار لاہور سے ۱۱ ہزار روپے دو گھوڑے مع سامان زین عطا ہوئے۔ ۷ جیٹھ کو صاحبان انگریز نے بھی راجہ جواہر سنگھ و راجہ موتی سنگھ کو ایک ایک انگریزی پستول عطا کیا" آخر دیوان جوالا سہائے کے ہمراہ دونوں بھائی اپنے تایا مہاراجہ گلاب سنگھ جی کے پاس جموں آ گئے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ نے ۱۹۰۵ب میں راجہ جواہر سنگھ کو کوٹلی اور راجہ موتی سنگھ کو پونچھ کا علاقہ مع خطاب راجگی عطا کیا۔ لیکن جموں سے رخصت ہونے اور کوٹلی پونچھ پہنچنے پر دونوں بھائیوں میں کسی بات پر رنجش ہو گئی۔ دونوں بھائی یکے بعد دیگرے

واپس جموں آگئے۔ مہاراجہ صاحب نے بہت کچھ سمجھایا۔ مگر صفائی نہ ہو سکی۔ آخر گورنمنٹ برطانیہ کی دخل اندازی اور مہاراجہ گلاب سنگھ کے صلاح مشورہ سے یہ فیصلہ ہوا کہ حکومت پونچھ تو راجہ موتی سنگھ کو ملے۔ اور راجہ جواہر سنگھ کو ان کی جاگیر سے صرف ½ حصہ آمدنی ملا کرے۔ حکومت سے ان کا کوئی سروکار نہ ہوگا۔ گویا دونوں بھائیوں کی کشیدگی حکومت جموں کے لئے اور زیادہ مفید ثابت ہو گئی۔ کوٹلی اور چبال کا علاقہ تحت مہاراجہ گلاب سنگھ ضبط ہو گیا۔ اور پونچھ کے محدود خطہ کی حکومت اور کروپ۔ کہٹار اور رائے پور کے تین گاؤں (ملحقات جموں سے) راجہ موتی سنگھ جی کو ملے۔ راجہ جواہر سنگھ پہلے گجرات رہے پھر لاہور اور آخر ۱۸۶ء میں بمقام انبالہ وفات پا گئے۔ ان کی موت کے متعلق عوام زہر خورانی کا شبہ کرتے ہیں۔

سری راجہ موتی سنگھ جی کا عہد حکومت ۱۹۰۹ ب سے ۱۹۴۵ ب تک

۱۹۰۹ ب میں راجہ موتی سنگھ جی پونچھ تشریف لائے۔ اُس زمانہ میں موجودہ شہر پونچھ ایک وسیع اور گنجان جنگل تھا۔ آبادی دو حصوں پر منقسم تھی۔ پرانی پونچھ (خانقاہ) اور نئی پونچھ۔ نئی پونچھ میں تین محلے آباد تھے۔ ایک محلہ کھوڑی ناڑ۔ ایک محلہ قصاباں اور تیسرا محلہ شیعاں۔ شیعہ محلہ میں ہی پنڈت قوم کی آبادی بھی تھی۔ شیعہ قوم کی دکانیں پچاس ساٹھ کے قریب تھیں۔ جو بازار چماراں سے لے کر سورج ناتھ کی کٹیا تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اور اسی کے ساتھ ہی شیعہ قوم کا قبرستان بھی تھا۔

پونچھ کے ان تین محلوں کی آبادی دو ہزار کے قریب تھی۔ ارد گرد جنگل ہی جنگل تھا۔ لگان کم وصول ہوتا تھا۔ اس وقت یہاں پنڈت نرنارون زتشی کاردار تھے۔ سری راجہ موتی سنگھ جی کے ہمراہ بلوکمیدان المعروف سردار بلونت سنگھ چاہڑک سید مہر شاہ۔ مرزا حیدر بیگ اور جواہر جٹ

"سرگباشی" شری راجہ موتی سنگھ جی والئے پونچھ کشمیر

اہلکار آئے تھے۔ آپ نے تشریف لاتے ہی پہلے اس غیر آباد شہر کا کونہ کونہ ملاحظہ کیا۔ اور پھر اس کے جنگلی خطہ کو انسانوں کی بستی کے قابل بنانے کا عزم فرمایا۔ سری راجہ صاحب کے ہمراہ پلٹن کے دو تین سو سپاہی اور ادنٰے ملازم بھی تھے۔ راجہ صاحب روپیہ ہاتھی۔ گھوڑے۔ خچر۔ اونٹ وغیرہ کافی تعداد میں ساتھ لائے تھے۔ سردار بلونت سنگھ کو کمیدان فوج مقرر فرما کر مزید بھرتی کا حکم صادر فرمایا۔ اور مرزا حیدر بیگ کو افسر جیل خانہ مقرر کیا۔ سید مہر شاہ کو مصاحب و مشیر خاص تجویز کر کے فراشخانہ۔ توشیخانہ۔ اصطبل خانہ وغیرہ کا افسر بنایا۔ میاں گلاب سنگھ اپنے ماموں کو طلب فرما کر قلمدان وزارت اُن کے سپرد کیا۔ اور پنڈت جنار دھن زنتشی کو سر دفتر بنا کر دیوانی معاملات کے سیاہ و سفید کا مالک بنایا اور ملکی و مالی انتظام شروع کر دیا۔ اور حکم دیا۔ کہ معزز اہلکار اور باقی اہل عملہ اپنے اپنے عیال و اطفال اور اعزا و اقارب کو جلدی منگوالیں۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ اہل علم و اہل قلم حضرات کو پونچھ آنے کی تحریص و ترغیب دی جائے۔ چنانچہ اہلکاروں نے اپنے اپنے عیال و تعلیم یافتہ احباب کو بلوایا۔ ہر پیشہ و حرفت کے آدمی پونچھ میں لا کر بسائے گئے۔ جنگل صاف ہونے لگا۔ لوگوں کو تعمیرات کے لئے نہ صرف جگہ بلکہ لکڑی۔ یہانتک کہ روپیہ بھی قرض دیا گیا۔ تجارت کو فروغ ہوا۔ سردار ہاڑا سنگھ کو جو دہالی ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ اور پونچھ کے ساتھ مال در آمد کی تجارت کیا کرتے تھے۔ کسٹم کا ٹھیکہ دیا گیا۔ آج جس قدر یہاں جہلم راولپنڈی۔ پنڈ دادنخان۔ چکوال۔ دہالی وغیرہ کے کھتری آباد ہیں۔ اِن سب کے آباؤ اجداد سردار ہاڑا سنگھ کے زمانہ میں انہی کی وساطت سے یہاں آئے تھے۔ چونکہ آمد و رفت کے وسائل اور تجارت کے ذرائع اس زمانہ میں کم تھے۔ سڑکیں نہ تھیں۔ پیداوار زیادہ اور انسانی آبادی قلیل تھی۔ اس لئے غلہ ارزاں

اور روپیہ معدوم تھا۔ زمینداروں سے لگان بمشکل اور نہایت ہی سختی سے وصول ہوتا تھا۔ گو ضروریات زندگی محدود تھیں۔ مگر پھر بھی گذر اوقات اور خورد و نوش اور تن پوشی کے لئے شرح تبادلہ میں روپیہ نہ تھا۔ مجبوراً علاقہ کے دیہاتوں پر تخمیناً بلا پیمائش لگان مقرر ہو کر تمام کے تمام دیہات اہلکاروں یا معزز سرداروں اور نمبرداروں کو بطور ٹھیکہ (مستاجری) دے دیئے گئے۔ پرائیویٹ تعلیم کا سلسلہ جاری ہوا جو شخص چار کتابیں بھی پڑھ لیتا۔ فی الفور ملازم رکھ لیا جاتا۔ ڈوگرہ حروف اور فارسی دونوں دفتری تحریریں تھیں۔ خزانہ کی معموری اور رعایا کی سہولت کی خاطر بڑے بڑے اہلکاروں کو ہزاروں بلکہ لاکھوں کی رقمیں بیوپار کے لئے معمولی سود پر قرض دی گئیں۔ نمبرداروں کے تعین کے لئے نذرانہ مقرر ہوا۔ مالیہ میں نقدی کی بجائے جنس لی جاتی تھی۔ تاکہ رعایا کو تکلیف نہ ہو۔ خوش خرید کے لئے اہلکاروں کو روپیہ دیا جاتا۔ تاکہ فروختگی جنس کے سلسلہ میں رعایا کے پاس بھی کچھ روپیہ موجود ہو اور یہ فراہم شدہ غلہ ملازموں کو رسدوں کی صورت میں تنخواہ کے طور پر کچھ معمولی مقررہ نقدی کے ساتھ ماہوار دیا جاتا۔ یونانی شفاخانہ حکیم پیر نور شاہ حکیم قطب الدین اور حکیم سردار و جراح کے اہتمام سے جاری کیا گیا۔ ہر درخواست پر حکومت پونچھ کا اپنا سٹمپ تجویز ہوا۔ ۱۹۲۱ء ب میں راجہ بلدیو سنگھ پیدا ہوئے۔ ہزارہا روپے غربا کو تقسیم کئے گئے۔ اہلکاروں کو حسب مراتب انعامات اور خلعت عطا ہوئے۔ اور سید مہر شاہ۔ ٹکہ بلدیو سنگھ جی کے اتالیق بنائے گئے توشہ خانہ فراشخانہ۔ اصطبل وغیرہ آگے ہی شاہ صاحب کے ماتحت تھے۔ ان کے علاوہ کوٹھڑ اجناس۔ دفتر بیلہ۔ پرائیویٹ آفس اور مرزا حیدر بیگ کی وفات پر فیلخانہ اور شترخانہ بھی ان کے ماتحت کر دیئے گئے۔ چونکہ میاں گلاب سنگھ وزیر پونچھ عمر رسیدہ ا ضعیف البدن ہو کر بصارت سے بھی محروم ہو چکے تھے۔ اس لئے قلمدان وز

سردار ہاڑا سنگھ کے حوالے ہوا۔ انہی وزارت کے عہد میں عدالت ہائے جوڈیشل کا انتظام بھی کیا گیا۔ سردار عبداللہ خان بگیال جج مقرر ہوئے۔ انہی ایام میں میاں نظام الدین جو پہلے ایک معمولی بندوقچی سپاہی تھے۔ اپنی قابلیت سے بڑھتی دولت کی طرح ترقی کر رہے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد جب ۱۸۶۹ء میں سردار ہاڑا سنگھ انتقال کر گئے۔ تو میاں نظام الدین ان کی جگہ پونچھ کے وزیر مقرر ہوئے سردار ہاڑا سنگھ کے فرزند کلاں سردار کرتار سنگھ[1] اس وقت صرف ۱۴ سال کے تھے۔ راجہ صاحب نے از راہ قدر دانی ان کو ریونیو افسر بنا دیا۔ پنڈت جنارد ھن زتشی کے بیٹے پنڈت کشن جو کو افسر جنگلات اور ان کے دوسرے صاحبزادے پنڈت آفتاب جو کو افسر دفتر دیوانی کیا گیا۔ اہلکاروں کو جاگیرات دوامی عطا ہوئیں۔ میاں نظام الدین نے وزارت کا کام بدرجہ احسن انجام دیا۔ پونچھ میں ریاسی۔ پونی پارکھ۔ اکھنور۔ جموں وغیرہ کے جس قدر درویش و کھتری آباد ہیں۔ اور ملازمت یا دکانداری کرتے ہیں۔ بالعموم وہ سب میاں نظام الدین ہی کے پروردہ یافتہ ہیں۔ میاں نظام الدین نے سرسری اندازہ کے مطابق پونچھ کا جو مالیہ مقرر کیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب انہوں نے باقاعدہ پیمائش کرا کر پونچھ کے سالانہ لگان کا تعین کیا۔ تو ان کے سرسری اندازہ اور باقاعدہ پیمائش کے مالیہ میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا اس سے ان کی معاملہ فہمی اور ذہانت کا کچھ پتہ مل سکتا ہے۔ چونکہ ہر بلندی کا نتیجہ پستی اور ہر کمال کا انجام زوال ہے۔ اس لئے ان مصائب سے میاں نظام الدین کو بھی جن کا عروج انتہا تک پونچ چکا تھا۔ دوچار ہونا پڑا۔ میاں صاحب اپنے اقارب اور رفقاؤ انصار کے ساتھ قید کر لئے گئے۔ ان کا اثاث البیت بحق سرکار ضبط کیا گیا۔ لیکن آخر چھ ماہ کی قید شدید کے بعد اُن کو رہا کر دیا گیا۔ اور اُن کا اثاث البیت وغیرہ بھی واپس کر کے ان کو پونچھ کا گورنر بنایا

[1] سردار کرتار سنگھ آنجہانی کے بھائی سردار ہری سنگھ آف وہاں ہنوز زندہ ہیں۔

گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر میاں صاحب کو اس قید سے صدمہ اور اس ذلت سے جو رنج پہنچا۔ وہ آخر خفقان کی بیماری کی صورت میں نمودار ہو کے رہا۔

موسم سرما ۱۹۹۸ء ب بمطابق ۱۸۹۲ء میں راجہ موتی سنگھ جی اور ٹکہ بلدیو سنگھ جی حسب دستور جموں میں اقامت گزیں تھے۔ اور ان کے وزراء امراء مثلاً میاں نظام الدین۔ سید مہر شاہ اور سردار بلونت سنگھ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ کہ راجہ صاحب کو ذیابیطس کا عارضہ لاحق ہوا۔ اور ہر چند علاج معالجہ میں کوئی کسر باقی نہ رکھی گئی۔ لیکن جو مرض مرض الموت ہو کے آئے۔ اس کا علاج نہ کسی سے ہوا نہ ہو سکتا ہے۔ آخر آپ بیالیس سال حکمرانی کر کے بمقام جموں انتقال فرما گئے۔ آپ کا جوان بڑے تزک و احتشام سے اٹھایا گیا۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ اور ان کے برادران کرام راجہ رام سنگھ اور سر راجہ امر سنگھ اپنے محترم چچا کی لاش کے ساتھ تھے۔ اس ماتم میں تیرہ دن تک جموں و کشمیر و پونچھ وغیرہ علاقوں کے دفاتر بند رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد میاں نظام الدین بھی اپنے وطن مالوفہ ریاسی میں پونچھ کو وفات پا گئے۔

راجہ موتی سنگھ خوبصورت۔ گندم گوں مائل بہ سرخی و سفیدی تھے۔ میانہ قد خندہ پیشانی آواز نرم تھی۔ مگر نہایت بارعب ہر دلعزیز اور منکسر المزاج اور فقیر دوست تھے۔ آپ کو ہر وقت اپنی رعایا کی بہتری کا خیال تھا۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنا عار نہ جانتے تھے۔ اپنے معزز اہلکاروں کی بیماری میں خود بدولت بلا توقف اُن کے ہاں عیادت و بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جایا کرتے۔ آپ اپنے اہلکاروں کے ذاتی ملازموں کی تنخواہیں اور اُن کے اندرون خانہ کے لئے رسدیں اور پارچات و وظائف لگا دیتے آپ کے عہد میں اہلکاروں کے بچے پیدا ہوتے ہی سرکاری وظیفہ خوار بن جاتے تھے آپ کا معمول تھا کہ ہر سال موسم سرما کے چھ مہینے جموں میں اقامت فرماتے۔ اور

دو تین معزز اہلکار اور سینکڑوں ادنٰے ملازم اور سواری کے جانور وغیرہ ہمراہ ہوتے۔ عملہ کی تنخواہ اہلکاروں کا ماہوارہ اور اُن کے یومیہ مصارف اور انعامات اور جانوروں کا خرچ گورنمنٹ جموں وکشمیر کو ادا کرنا پڑتا۔ قیام جموں کے ششماہہ اخراجات کا کوئی بار خزانہ پونچھ پر نہ پڑتا تھا۔

راجہ موتی سنگھ کے دربار وغیرہ

راجہ موتی سنگھ جی سالگرہ کے دربار اور بسنت پنچمی کی تقریب کے درباروں کے علاوہ دسہرہ کا دربار پونچھ میں کیا کرتے۔ اور تمام علاقہ کے جاگیردار اور نمبردار اور رؤسا حاضر ہوتے۔ نذرانہ وصول ہوتا۔ عام حرفت وصنعت پیشہ لوگ اپنی اپنی دستکاری کی چیزیں بطور تحفہ یا نذرانہ لاتے۔ جو سٹور میں جمع ہو جاتیں۔ ترکھان لکڑی کی چیزیں بنا کر لاتے۔ لوہار لوہے کی صنعتیں نذر کرتے۔ موچی اور چمار جوتیاں اور چمڑے کا سامان تیار کر کے پیش کرتے۔ یہاں تک کہ زمیندار سبزی وغیرہ لے آتے۔ سرکار یہ تمام چیزیں ملازموں کو بانٹ دیتے اور جیب خاص سے اہل حرفہ اقوام کی حوصلہ افزائی کرتے۔ ان درباروں میں دسہرہ کا دربار خاص دھوم دھام سے ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ ہر روز دو مرتبہ دربار عام ہوتا۔ جس میں رعایا کی عرض حال کو سنا جاتا۔ اور ہر ایک کو باریابی کا موقعہ ملتا۔

راجہ صاحب نے قلعہ مبارک کی جو مسلمان راجگان پونچھ کے زمانہ کا تعمیر شدہ تھا۔ از سر نو مرمت کرائی۔ اور اس میں بہت کچھ اضافہ کر کے اُس پر عالیشان عمارتوں کا اضافہ کیا۔ اس میں باغات اور باغات میں فوارے احداث کرائے اور شیعہ قوم سے پریڈ کا قبرستان لے کر اور وہاں عین وسط میں سڑک نکال کر ایک طرف منڈی کی عمارت تعمیر کرائی۔ اور جس طرف زیادہ قبریں تھیں وہاں پلٹن کی چھاؤنی جیل و میگزین وغیرہ عمارتیں بنوائیں۔ باغ کی عالیشان اور بلند ڈیوڑھی بھی آپ کی

یادگار رہے۔ آپ نے پونچھ کو از سر نو آباد کیا۔ اور ہر قسم کے لوگ یہاں جمع کر کے جنگل میں منگل کا سماں دکھا دیا ہے

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

میجر سر راجہ بلدیو سنگھ بہادر عہد حکومت از ۱۹۴۵ء تا ۱۹۷۵ء ب

راجہ موتی سنگھ جی کے انتقال کے بعد بموقعہ دربار بسنت پنچمی راجہ بلدیو سنگھ جی کو بموجودگی سر راجہ رام سنگھ و سر راجہ امر سنگھ و ممبران کونسل جموں و کشمیر و اہلکاران ریاست جموں و کشمیر و پونچھ بمقام پرانی منڈی واقعہ جموں سر مہاراجہ پرتاپ سنگھ بہادر نے راج تلک[۱] دیا۔ راجہ بلدیو سنگھ جی زمانہ ولی عہدی ہی میں ریاست کے کاروبار میں حصہ لیتے رہتے تھے۔ اس لئے آپ نے پونچھ کی ترقی اور رعایا کی تعلیمی تمدنی اقتصادی اور معاشرتی بہتری کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ سب سے پہلے آپ نے ہائی سکول کا اجرا فرمایا اور سید حیدر شاہ کو ہیڈ ماسٹر مقرر کیا ملکہ وکٹوریہ آنجہانی کی گولڈن جبلی کے موقعہ پر اس سکول کا نام وکٹوریہ جوبلی سٹیٹ ہائی سکول رکھا۔ پھر شفا خانہ کی طرف توجہ فرمائی۔ دیسی ڈاکٹروں کی بجائے ڈاکٹر بہاری لال اسسٹنٹ سرجن کو بلوا کر چیف میڈیکل آفیسر مقرر کیا۔ اور رانی صاحبہ سرمور کی فوتیدگی پر اُن کی یادگار میں زنانہ شفا خانہ قائم کیا۔ بساکھ ۱۹۵۴ء ب میں سید مہر شاہ مصاحب خاص بعارضہ نمونیہ انتقال کر گئے۔ آپ اپنے پیچھے اپنے فرزند علی اصغر شاہ کو چھوڑ گئے۔ جن کو راجہ صاحب بہادر نے گیارہ صد روپیہ سالانہ کی جاگیر کی بحالی اور خاندانی وظائف کی برقراری کے علاوہ توشیخانہ کا افسر

[۱] جموال خاندان میں راج تلک ہمیشہ خاندان کا بزرگ شخص دیتا چلا آیا ہے۔ اسی لئے راجہ سر بلدیو سنگھ کو مہاراجہ سر پرتاپ سنگھ بہادر نے جو اُنکے برادر کلاں تھے راج تلک دیا۔

"سرگباشی" شری راجہ سر بلدیو سنگھ جی کے سی آئی ای والئے پونچھ کشمیر

مقرر فرمایا۔ خواجہ صمد جو بھی انہی ایام میں توشہ خانہ میں ان کے مددگار مقرر کئے گئے بابو دیوی سنگھ وکیل کو ہوشیارپور سے بلوا کر مدار المہام بنایا۔ اور بابو ہری پرشاد کو بنارس سے طلب کر کے چیف جج مقرر کیا۔ بابو دسوندھی رام وکیل کو صدر جج اور لالہ کھڑک لال بوہری وزیرآبادی کو سٹی مجسٹریٹ مقرر کیا۔ سردار بلونت سنگھ کو حاکم اعلیٰ۔ شیخ شہاب الدین سپرنٹنڈنٹ پولیس اور سردار محمد اکرم خان کو توال شہر مقرر کئے گئے۔ چونکہ اُن دنوں سرحدات کا اہم مسئلہ پیش تھا جس پر حکومت جموں وکشمیر اور حکومت پونچھ کے مابین روز کشمکش رہتی تھی۔ عرصہ کی خط وکتابت کے بعد بہ رضامندی فریقین مسٹر گوڈانیف ثالث مقرر کئے گئے۔ دونوں حکومتوں کے نمائندے سرحدات پر اُن کے ساتھ گئے۔ انہی دنوں سری راجہ صاحب نے پنڈت مادھو لعل زتشی کو اپنا میر منشی اور سردار بلونت سنگھ کے انتقال پر خواجہ حبیب جو کو حاکم اعلےٰ بنایا۔ دو سال کی متواتر محنت تکالیف اور کافی اخراجات کے بعد سرحدات کا تصفیہ ہوا تو سری راجہ صاحب بہادر نے رائج الوقت طریق پر بندوبست کرانا چاہا۔ سب سے پہلے مہتمم بندوبست مسٹر گوڈانیف مقرر ہوئے۔ اُن کے لئے دریائے بتاڑ کے کنارے میاں نظام الدین کے باغ میں ایک عالی شان بنگلہ تیار کرایا گیا۔ مگر تکمیل بنگلہ سے پہلے ہی چونکہ وہ پونچھ سے چلے گئے۔ اسلئے راجہ صاحب نے قلعہ کی سکونت ترک کر کے بنگلہ میں اقامت فرمائی۔ بندوبست کا کام وسیع پیمانہ پر شروع تھا۔ سینکڑوں پٹواری شجرہ کش منصرم گرداور اور عملہ بندوبست کے دفتر کے اہلکار براہ راست پنجاب سے بلوائے گئے تھے۔ اس زمانہ میں مسٹر ٹرنچ مہتمم بندوبست تھے۔ جن کے اسسٹنٹ پنڈت سروپ نارائن اور سپرنٹنڈنٹ بندوبست سید میر محمد فیض العسکری تھے۔ اس عملہ بندوبست سے ابھی تک پٹواری و گرداور و تحصیلدار یہاں ملازم موجود ہیں۔ مسٹر ٹرنچ کے چلے

جانے کے بعد مہتمم بندوبست مسٹر ہملٹن مقرر ہوئے۔ کئی سال تک بندوبست کا کام ہوتا رہا۔ حدود کی تعیناتی اور بندوبست کے بعد پونچھ جو پہلے ہی جداگانہ حیثیت رکھتی تھی۔ حقیقی طور پر آزاد و جداگانہ سٹیٹ متصور کی گئی۔ اور باقاعدہ برٹش گورنمنٹ پونچھ کے لئے ایک علیحدہ سپیشل اسسٹنٹ ریزیڈنٹ مقرر ہوا۔ پہلے سپیشل اسسٹنٹ ریزیڈنٹ مسٹر ہملٹن تھے۔ اس وقت خواجہ حبیب جو جو پہلے گورنر تھے۔ منجانب سرکار پونچھ معتمد بنا کر ریزیڈنٹ جموں و کشمیر کے پاس متعین کئے گئے۔ اور لالہ کیسر مل کو ان کے مددگار کے طور پر ان کے ہمراہ کیا گیا۔ دیوان محکم چند پوری جو گھرٹل کی دیوان فیملی کے ایک برگزیدہ رکن تھے۔ خواجہ حبیب جو کی جگہ حاکم اعلیٰ یا گورنر بنائے گئے۔ اسی زمانہ میں رفاہ عامہ کے لئے محکمہ پبلک ورکس قائم کیا گیا۔ سپیشل اسسٹنٹ ریزیڈنٹ پونچھ کے لئے ایک شاندار بنگلہ ریزیڈنسی ہوس کے نام سے ہزارہا روپیہ خرچ کر کے تیار ہوا۔ محکمہ پبلک ورکس کے لئے لائق ترین انگریز انجنیر اور سپر سب اور سپر نقشہ نویس وغیرہ عملہ کے کئی افراد گورنمنٹ پنجاب سے مستعار لئے گئے۔ چونکہ بابو دیوی سنگھ وزیر اور بابو ہری پرشاد چیف جج مدت ملازمت پوری کر کے جا چکے تھے۔ اس لئے میاں فیض محمد کو چیف جج اور میر محمد فیض العسکری کو صدر جج بنایا گیا۔ شیخ شہاب الدین سپرنٹنڈنٹ پولیس کے چلے جانے پر سردار محمد اکرم خان سپرنٹنڈنٹ پولیس مقرر کئے گئے۔ اور وزارت کے لئے گورنمنٹ ہند سے براہ راست خان بہادر شیخ رحیم بخش ایم۔ اے پنجاب سے منگوائے گئے۔ میاں فیض محمد کے چلے جانے پر پنڈت پیارے لال چیف جج مقرر ہوئے۔ سردار ہاڑا سنگھ کے بعد کسٹم کے ٹھیکہ دار خواجہ عبداللہ جو تھے۔ اب ٹھیکہ اڑا کر خواجہ عبداللہ جو کو سپرنٹنڈنٹ کسٹم مقرر کیا گیا۔ آمد و خرچ کے باقاعدہ حساب کے لئے اکونٹنٹ کے محکمہ کی نگرانی منشی نظام الدین

جیسے قابل اکونٹنٹ جنرل کے سپرد کی گئی۔ جو گورنمنٹ ہند کی معرفت لاہور سے منگوائے گئے تھے۔ وزارت کا دفتر اعلیٰ پیمانہ پر قائم ہوا۔ جس میں پندرہ بیس کلرک اور منشی وغیرہ اہلکاروں کے علاوہ کئی اور ملازمین بھی تھے۔ غرض راجہ بلدیو سنگھ جی نے ملکی و مالی انتظامات کے لئے درجنوں قابل اور لائق ترین افسر اور اہلکار براہ راست سرکار انگریزی سے مستعار منگوائے۔

مفصلات میں سکول کھولے گئے۔ دھرم سال مہنڈر۔ باغ۔ پلندری میں شفاخانے قائم کئے گئے۔ انسانوں کے علاج معالجہ کے لئے تو شفاخانے موجود تھے۔ مگر مویشی جب بیمار ہوتے تھے۔ تو بے علاج اور بے دوا ہی مرجاتے تھے ان کے علاج کے لئے وٹرنری ہسپتال قائم کیا گیا۔ جنگلات کے محکمہ پر بھی یکے بعد دیگرے فارسٹ آفیسر پنجاب سے بلوا کر مقرر کئے گئے۔ چونکہ راجہ صاحب بہادر کو شکار کا از حد شوق تھا اور وہ گورنمنٹ برطانیہ کے سچے خیرخواہ تھے۔ اسلئے ان کے زمانہ میں یورپین اصحاب کی آمد و رفت کثرت سے پونچھ میں رہتی تھی۔ ان کی اور دیگر معزز سیاحوں کی خاطر تواضع کے لئے محکمہ مہمان نوازی علیحدہ بنایا گیا۔ یہاں تک کہ سری راجہ صاحب بہادر کی دعوت پر وقتاً فوقتاً لارڈ کچنر کمانڈر انچیف افواج ہند موجودہ مہاراجہ صاحب پٹیالہ۔ مرحوم نواب صاحب بہاولپور اور لارڈ منٹو گورنر جنرل و وائسرائے ہند سیر و شکار اور ملاقات کی غرض سے پونچھ کے علیا باد میں تشریف لائے۔ لارڈ منٹو کے ہمراہ درجنوں معزز یورپین اہلکار و لیڈیاں تھیں۔ علیا باد میں کیمپ لگایا گیا۔ ہزارہا روپے مہمانداری پر پانی کی طرح بہا دیئے گئے۔

چونکہ ہز ہائینس سر مہاراجہ پرتاپ سنگھ بہادر جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کے ہاں کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اسلئے اُن کی اِستدعا پر بمنظوری گورنمنٹ برطانیہ راجہ

بلدیوسنگھ جی کے فرزند دوم راجکمار جگت دیوسنگھ جی جب کہ انکی عمر صرف دو سال کی تھی۔ مہاراجہ بہادر کے متبنٰی قرار دیئے گئے۔ جس کا اعلان خود گورنر جنرل ہند لارڈ منٹو نے بمقام علیا باد فرمایا۔ اور راجکمار صاحب جموں بھیج دیئے گئے۔
اس کے کچھ عرصہ کے بعد بہ سفارش گورنمنٹ ہند شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم نے آپ کو کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا معزز خطاب عطا فرمایا۔ سرراجہ صاحب کے پرائیویٹ عملہ میں بھی قابل ترین ہندو مسلم اہلکار تھے۔ آپ نے نہ صرف ریاست بلکہ پرائیویٹ جائداد کی ترقی و انتظام کے لئے ہردوار۔ راولپنڈی۔ امرتسر۔ جموں لاہور وغیرہ جہاں جہاں کوٹھیاں اور راجہ صاحب کی دکانیں اور دیگر قسم کی جائیدادیں ہیں۔ ایجنٹ مقرر فرمائے۔ اور لاہور میں مسٹر پلوڈن کی عظیم الشان کوٹھی خرید کر لاکھوں روپے اس کی مرمت و توسیع پر خرچ کئے۔ اور کئی ہزار روپیہ کا فرنیچر اور سامان آرائش منگوا کر کوٹھی کو سجایا۔ یہ کوٹھی لاہور کی تمام اعلےٰ و رفیع الشان کوٹھیوں میں اول نمبر ہے اس کا نام پونچھ ہوس رکھا گیا۔ راجہ صاحب کو تعمیر عمارات کا از حد شوق تھا۔ چنانچہ پونچھ میں اُن کی اپنی رہائشی کوٹھی۔ ریزیڈنسی ہاؤس سٹیٹ انجنیر کا بنگلہ۔ چیف فارسٹ آفیسر ہوس۔ چیف جج کا بنگلہ۔ ریسٹ ہوس۔ چیف ریونیو آفیسر کی کوٹھی وغیرہ درجنوں کوٹھیاں اور متعدد دفاتر کے بلند پایہ مکان لاکھوں روپیہ کی لاگت سے تیار ہو کر شہر کی زیب و زینت کا باعث ہوئے۔
اور رعایا میں بھی اچھے اچھے مکانات بنانے کا شوق پیدا کیا گیا۔ آج اسی شوق کے باعث پونچھ میں اچھے اچھے شاندار مکان بن چکے ہیں سنہ ۱۹۱۴ء کے جنگ عظیم یورپ میں راجہ صاحب نے نہایت ہی دلچسپی لی چونکہ وہ دلی طور پر گورنمنٹ برطانیہ کے خیر خواہ تھے۔ اس لئے آپ نے تمام رعایا کے معزز اشخاص کو گورنمنٹ کی خدمات کے لئے تیار کیا۔ اور اہلکاروں کو خاص خاص کام سپرد فرمائے۔ آپکی

عملی کوششوں ہی کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ ریاست پونچھ کی پونے چار لاکھ آبادی ہے جس میں عورتیں۔ بچے۔ بوڑھے ناقابل کار سب شامل ہیں ۱/۱۴ حصہ رعایا کا یعنی پچیس ۲۵ ہزار رنگروٹ بھرتی ہو کر گورنمنٹ انگلشیہ کی جنگی خدمات کے انصرام کو گئے۔ آپ نے علاوہ اس کے مندرجہ ذیل پیش قرار رقومات جنگ میں بطور امداد پیش کی ہیں۔

انڈین ریلیف فنڈ کے لئے	۴۹۶۲۷	روپیہ
موٹروں کی خرید کے لئے	۲۰۰۰۰	"
خرید پنجاب ایرپلین کے لئے	۲۰۰۰	"
رعایا سے امدادی روپیہ	۳۶۹۷۰	"
اپنے پاس سے قرضہ جنگ	۶۵۰۰۰۰	"
سامان جنگی کی خرید کے لئے	۴۰۰۰۰۰	"
اور ڈے فنڈ کے لئے	۲۱۰۰۰	"
انعامات جنگ کے لئے	۲۵۰۰۰	"
مختلف موقعوں پر متفرق رقومات	۲۴۰۰۰۰	"
کل میزان	۱۴۴۴۵۹۷	روپے

ان خدمات کے صلہ میں آپ کو پلٹن ۱۲۵ کا میجر مقرر کیا گیا اور ۹ ضرب توپ کی سلامی کا اعزاز ملا۔

افسوس آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ آپ کو بمقام لاہور ذیابیطس کا نامراد مرض شروع ہوا۔ آپ چونکہ قوی الجثہ اور مضبوط تھے۔ اس لئے اس عارضہ کو کچھ وقعت نہ دی گئی۔ مگر اس بے پرواہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ کے پھیپھڑوں پر اس بیماری نے نہایت ہی بُرا اثر ڈالا۔ آپ پونچھ تشریف لائے۔ ویدک یونانی۔ ڈاکٹری۔ سنیاسی ہر قسم کے علاج ہوئے۔ کرنل ہیگو ڈائرکٹر جنرل شفا خانہ جات

جموں و کشمیر اور مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں دہلوی پانچ پانچ سو روپیہ یومیہ فیس پر بلوائے گئے۔ مقامی سرکاری ڈاکٹر۔ رائے صاحب ڈاکٹر رام گوپال ماتھر چیف میڈیکل آفسر اور ڈاکٹر ٹھاکر بھگت سنگھ اسسٹنٹ سرجن امداد ساتھ رہے۔ مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آخیر ۲۶ بھادوں ۱۹۷۵ب مطابق ۹ ستمبر ۱۹۱۸ء کو بعمر ۴۵ سال آپکا انتقال ہو گیا۔ اس وقت یہاں مسٹر ایچ۔ ڈی۔ جی لا سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ موجود تھے۔ آپ کی ارتھی (بوان) شاہی کروفر سے اٹھائی گئی۔ خلائق کا اژدہام اور رعایا کے فسوردہ بین آپ کی ہر دلعزیزی پر گواہ تھے۔ چندن کی معطر چتا پر دریائے بتاڑ کے کنارے آپ کا سنسکار کیا گیا۔

میجر سر راجہ بلدیو سنگھ بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ای نے سات شادیاں کیں۔ سب سے پہلے ریاست سرمور (ناہن) سے اور دو ریاست بلاسپور سے ایک ڈڈوال کوال خاندان اور ایک کھنڈال خاندان سے آیا۔ دو شادیاں وہاں ہی ہیں کیں۔ آپ کے ہاں عرصہ تک کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی۔ ۴۰ سال کی عمر میں رانی صاحبہ دہامی زخورد م کے بطن سے راجہ سکھدیو سنگھ جی۔ راجکمار جگت دیو سنگھ جی۔ راجکمار پدم دیو سنگھ جی اور راجکمار چتر دیو سنگھ جی پیدا ہوئے۔

میجر سر راجہ بلدیو سنگھ نہایت ہی وجیہہ۔ مضبوط بدن۔ متوسط القامت تھے۔ جسمانی بناوٹ اور منتظم دماغی زنوں کے باعث آپ بے پرواہ۔ دلیر۔ شجاع بہادر صائب الرائے منتظم۔ صادق القول اور رعایا پرور اور فقیر دوست حکمران تھے آپ کے حسن تدبر کی بدولت پونچھ کا یہ جنگلی خطہ صحیح معنوں میں ریاست کہلایا۔ آپ کی وفات پر موجودہ ہز ہائی نس سر مہاراجہ ہری سنگھ بہادر ماتم پرسی کے لئے تشریف لائے۔ آپ کے عہد میں آپ ہی کی سفارش سے ایم۔ بی۔ ای کے خطاب خان بہادر منشی احمد الدین اور خان بہادر سردار محمد اشرف خان کو ملے۔ اور سردار محمد اکرم خان

خواجہ عبد اللہ جو سپرنٹنڈنٹ کسٹم۔ لالہ رام گوپال چیف میڈیکل افسر۔ لالہ کنہیا لال جج۔ مہتہ گیان چند چیف جج۔ لالہ برکت رائے تحصیلدار اور سردار جودھ سنگھ وغیرہ اصحاب کو خان صاحب ورائے صاحب کے خطابات ملے۔ آپ کے عہد ۱۹۶۳ء میں انجمن اسلامیہ کی بنیاد پڑی۔ اسلامیہ سکول قائم ہوا۔ انجمن کو ۸۰۰ روپیہ سالانہ کی امداد دیتے رہے۔ آپ ہر سال انجمن اسلامیہ کے سالانہ جلسہ میں تشریف لے جاکر بیش قرار چندہ عطا فرماتے۔ آپ کے عہد حکومت میں مندرجہ ذیل وزراء یکے بعد دیگرے گورنمنٹ ہند نے آپ کی استدعا پر یہاں مقرر کئے۔

(۱) خان بہادر شیخ رحیم بخش ایم۔ اے۔ رائے صاحب لالہ گنگا رام۔ رائے صاحب پنڈت رادھا رمن۔ پنڈت جنار دھن جوشی۔ سردار بہادر بھگت سنگھ۔ بابو برج لعل۔ سر راجہ بلدیو سنگھ جی کی موت نے ریاست کی حالت بالکل بدل دی اور پونچھ پر ایک اداسی و سراسیمگی کی تیرہ و تار گھٹا چھا گئی۔ سچ کہا گیا۔ استاد داغ نے

گئیں وہ رونقیں سب داغ کے ساتھ	وہی دم تھا غنیمت وہ نہیں ہے۔

لفٹننٹ سری راجہ سکھدیو سنگھ بہادر عہد حکومت از ۱۹۷۵ء لغایت ۱۹۸۴ء

آپ کی پیدائش ۱۹۵۸ء میں بمقام پونچھ ہوئی۔ رؤسا و جاگیرداروں اور معززہ

نوٹ: شاید ۱۹۱۵ء کا ذکر ہے کہ انجمن اسلامیہ پونچھ کے ایک جلسہ میں دوران ایام وزارت پنڈت جنار دھن جوشی راقم مؤلف بھی موجود تھا۔ سر راجہ بلدیو سنگھ اور وزیر جوشی اور دیگر معززہ اہلکار بھی شریک جلسہ تھے۔ جب قرآن شریف کی تلاوت شروع ہوئی تو سر راجہ صاحب بہادر رواہ با احترام کھڑے ہو گئے۔ .... اور تمام امراء وزراء اور حاضرین نے ان کی پیروی کی۔ اور جب تک قرآن مجید کی تلاوت ہوتی رہی۔ راجہ صاحب اور تمام حضار جلسہ کھڑے رہے۔

اہلکاروں نے اپنے اپنے ہاں اس مبارک تقریب پر دعوتیں دیں۔ سرکار نے غربا اور مستحقین کے لئے ہزارہا روپے خیرات کر دیئے۔ اہلکاروں کو انعامات اور خلعتیں تقسیم ہوئیں سید علی اصغر شاہ افسر توشہ خانہ کو علاوہ خلعت و انعام کے مبلغ سات ہزار چھ سو ساٹھ ۷۶۶۰ روپیہ معاف ہوا۔ راجکمار صاحب کی تربیت و تعلیم کے لئے لائق لیڈیاں۔ نرسیں اور قابل ٹیوٹر رکھے گئے۔ آپ کی زنار بندی کے موقعہ پر علاوہ کئی دیگر راجگان کے مہاراجہ سر پرتاپ سنگھ بہادر جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ والئے جموں وکشمیر بھی تشریف لائے۔ کئی دنوں تک یہ جشن رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کو اجمیر کالج میں بغرض حصول تعلیم بھیجا گیا۔ ابھی تعلیم کے آخری منازل طے کرنے باقی تھے۔ کہ راجہ سر بلدیو سنگھ علیل ہو گئے۔ آپ یہ المناک خبر سن کر پونچھ چلے آئے مگر سر راجہ صاحب کی وفات پر رسومات مذہبی ختم کر کے آپ پھر کالج میں واپس چلے گئے۔ اور حصول علم میں مصروف رہے۔ آپ کی نابالغی اور طالب علمی کے زمانہ میں کاروبار حکومت بمشورہ مسٹر جے۔ ایچ انڈرسن سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ پونچھ خان بہادر چوہدری محمد الدین وزیر پونچھ انجام دیتے رہے۔ بساکھ ۱۹۷۹ء میں آپ نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اور ایک بہت بڑا دربار اس تقریب سعید پر منعقد کیا۔ اور کئی دن ضیافتیں اور پارٹیاں ہوتی رہیں۔ ہزارہا روپیہ انعام و اکرام میں صرف ہوا۔ سید محمد امیر علی شاہ جعفری جاگیر دار پسر سید علی اصغر شاہ کو علاوہ سند کے مبلغ پانچ ہزار نو صد پچانوے ۵۹۹۵ روپیہ معاف کئے گئے۔ سنہ ۱۹۷۷ ب میں آپ کی شادی اٹلیا کی راجکماری سے ہوئی۔ اور ڈولا علیا باد لایا گیا کئی لاکھ روپیہ اس شادی پر صرف ہوا۔ اس شادی میں مہاراجہ سر ہری سنگھ بہادر والئے جموں وکشمیر بھی شامل تھے۔ آپ نے

شری راجہ جگت دیو سنگھ جی بہادر والئے پونچھ (کشمیر)

بلاو یوروپ کی سیر بھی کی۔ وہاں سے واپس آکر آپ نے موتی محل کی بنیاد رکھی اور ۱۹۸۳ء ب میں اپنے چھوٹے بھائی راجکمار پدم دیو سنگھ کی شادی کی۔ یہ شادی خاندان پٹھانیہ میں موضع سلیالی تحصیل نور پور ضلع کانگڑہ سے ڈولا آکر محلہ کام سر پونچھ میں ہوئی۔ برات اور شادی کے اخراجات میں تقریباً ایک لاکھ روپیہ صرف ہوگیا۔

۲۰ اسوج ۱۹۸۴ء ب کو راجہ سکھدیو سنگھ جی جبکہ آپ کو سیر لداخ و اسکردو وغیرہ سے واپس آئے ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا۔ بعارضہ نمونیہ علیل ہوئے۔ ہر چند معالجہ ہوا مگر کچھ افاقہ نہ ہو سکا۔ آخر آپ عین عالم شباب میں بعمر ۲۶ سال لاولد انتقال کر گئے۔ راجہ سکھدیو سنگھ نہایت خوبصورت خندہ رو نازک بدن اور فیاض حکمران تھے

پونچھ کے موجودہ فرمانروا سری راجہ جگت دیو سنگھ جی صاحب بہادر

آپ ۱۴ جنوری ۱۹۰۵ء کو بمقام لاہور پیدا ہوئے اس تقریب پر کئی دن تک پونچھ میں جشن رہا۔ ہزارہا روپیہ مستحقین کو دان ہوا۔ سری راجہ صاحب بہادر نے ان کے لئے ٹیوٹر اور لائق لیڈیاں ملازم رکھیں۔ مگر جب دو سال کے بعد آکر مہاراجہ سر پرتاپ سنگھ بہادر جی۔ ایس۔ آئی۔ ای) نے اپنی دلی خواہش سے بمنظوری گورنمنٹ ہند اپنا متبنیٰ بنایا۔ تو آپ کو پونچھ سے جموں لے آئے۔ مہاراجہ بہادر کو آپ کی ذات سے بڑی محبت تھی۔ اور ایک لمحہ بھی آپ کو اپنے سامنے سے علیحدہ کرنا گوارا نہ کرتے تھے۔ آپ کی غور و پرداخت مثل فرزند حقیقی کے ہوتی رہی۔ اور آپ کی تعلیم و تربیت کے

لہ راقم مؤلف کو اس وقت آپ سے بمقام کوہمری نیاز حاصل ہوا۔ جب آپ ولایت سے واپس تشریف لاکر چندروز کشمیر ہوس میں ٹھہرے تھے اور ایک وفد کو جو آپ کو خوش آمدید کہنے اور جلا وطنان پونچھ کے متعلق کچھ عرض کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں باریاب ہوا تھا۔ راقم مؤلف بھی اس ڈیپوٹیشن میں شامل تھا۔ یہ اگست ۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے۔

لئے لائق ترین اُستاد اور ٹیوٹر ملازم رکھے گئے۔ سری مہارانی صاحبہ آپ سے
از حد پیار کرتی تھیں۔ راجکمار جگت دیو سنگھ جی جو مہاراجہ بہادر کا متبنیٰ ہونے کی
وجہ سے مہاراجکمار کہلاتے تھے۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ جی کا نہایت ہی ادب احترام
کرتے۔ اور آپ کی عقیدت و محبت کے باعث مہاراجہ بہادر کے دل میں بھی آپ
کی وجاہت روز بروز زیادہ ہو رہی تھی۔ آپ کی مُوتراشی اور زنار بندی کے مراسم
یکے بعد دیگرے نہایت ہی تزک و احتشام سے ہوئے سنہ ۱۹ء میں آپ کی
شادی تلوک پور ضلع کانگڑہ کے بھڈال خاندان میں ہوئی اور ڈولا بمقام ستواری
(جموں) لایا گیا۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ جی نے لاکھوں روپیے اس مبارک تقریب
پر صرف فرمائے۔ تمام برادری اور اہلکاروں اور ممبران خاندان شاہی کے علاوہ
خود مہاراجہ بہادر بہ نفس نفیس برات کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

سنہ ۱۹۲۵ء میں بمقام سری نگر مہاراجہ بہادر وفات پا گئے۔ اور ان کی موت
کے ساتھ ہی مہاراجکمار جی کے وہ تمام ارادے جو مہاراجہ بہادر کی حقیقی
محبت کے باعث رونما ہونے والے تھے۔ یک لخت پامال ہو گئے۔ سنہ ۱۹۱۸ء
میں سری رانی صاحبہ بھڈال کے بطن سے ٹکہ شیو رتن دیو سنگھ جی پیدا ہوئے۔
چونکہ شری راجکمار جگت دیو سنگھ جی اس وقت جموں میں تھے۔ اس لئے جموں
اور پونچھ دونوں مقامات میں بڑی خوشی منائی گئی۔ یہ سب کچھ تھا۔ لیکن مہاراجہ
بہادر کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے باعث آپ ترددات و تفکرات میں مبتلا
رہتے تھے۔ یہ تفکرات ابھی کم نہ ہوئے تھے۔ کہ آپ کے برادر کلاں راجہ سکھدیو سنگھ
جی والئے پونچھ بھی آپ کو داغ مفارقت دے گئے۔ راجہ سکھدیو سنگھ کے ہاں
اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لئے حسب قاعدہ پونچھ کی حکومت اور گدی کے آپ ہی
حقدار تھے۔ چنانچہ آپ پونچھ تشریف لائے۔ اور رعایائے پونچھ نے اپنے نیک دل

شری ٹکا شیو رتن دیو سنگھ جی پونچھ (کشمیر)

جدید حکمران کا نہایت اخلاص اور محبت سے خیر مقدم کیا۔ جابجا شاندار دروازے بنائے۔ جوق در جوق لوگ استقبال کو گئے۔ رات کو شہر میں چراغاں ہوا۔ مسجدوں مندروں اور متبرک مقامات پر ان کی درازئ عمر اور صحت و سلامتی کی دعائیں مانگی گئیں۔ آپ نے آتے ہی تمام کاموں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اور آتے ہی اپنی رعایا کے ہونہار نوجوانوں مثلاً ڈاکٹر رام سنگھ کو ڈاکٹری کی اعلیٰ ڈگری۔ ملک محمد حیات خان بی۔ اے کو فارسٹ ٹریننگ، اور مہتہ دولت رام کو انجینیئری کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ولایت بھیجا اور بیش قرار وظائف عطا کیے۔ علاوہ ازیں متعدد طلباء کو وظائف کثیر دے کر ملٹری۔ جنگلات۔ پولیس۔ ایرسٹیم ڈاکٹری الکٹرک۔ کسٹم اور مال وغیرہ شعبہ جات کی آموزگی کے لئے بلاد ہندو پنجاب میں روانہ کیا۔ ۴ مارچ ۱۹۲۶ء کو سری ٹکہ شیو رتن دیو سنگھ جی کے مونڈن سنسکار نہایت دھوم دھام سے کر کے رعایا کو خرم و شاد کیا۔ اس مبارک تقریب کی یادگار میں آپ نے اپنی علم دوستی کے عملی ثبوت میں سری جگت دیو لائبریری و ریڈنگ روم کا اجرا و افتتاح فرمایا۔ یہ آپ کی علمی شفقت کا بہترین ثبوت ہے۔ موتی محل کی شاندار عمارت آٹھ نو لاکھ روپیہ کے خرچ سے مکمل ہو چکی تھی۔ تکمیل عمارت کے بعد آپ موتی محل میں تشریف لے آئے۔ آپ کے چھوٹے بھائی سری راجکمار بدم دیو سنگھ جی کی رانی صاحبہ فوت ہو چکی تھیں۔ اسلئے اُن کی دوسری شادی ریاست کوٹا (راجپوتانہ) میں قرار پائی۔ برات یہاں سے کوٹا پہنچی۔ برات کے اخراجات پر علاوہ پارچات و زیورات کے تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی بیش قرار رقم خرچ ہوئی۔ اسی سال جموں و کشمیر میں رعایا کی سیاسی بیداری سے ایک ہنگامہ پیدا ہو گیا۔ جس کا اثر دو تین سال تک رہا۔ اور گو پونچھ بھی ان ہنگاموں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا

لیکن آپ کی رعایا پروری و چشم پوشی کی محمودہ صفات نے نائرہ فساد و آتش عناد کو زیادہ مشتعل نہ ہونے دیا۔ آپ نے معزز و مقتدر مسلم رؤسا پونچھ کے وظائف مقرر فرمائے۔ اور ۴۳ شکار گاہیں جن کا رقبہ کئی ہزار ایکڑ ہے۔ رعایا کی آبادی کے لئے واگذار فرمائیں۔ انجمن اسلامیہ کی تین سو روپیہ ماہوار امداد کو پانچ سو روپیہ ماہوار تک کرایا۔ اور سکول کے لئے متعدد کمرے بنوا کر دیئے۔ انجمن کو مزید ایک ہزار روپیہ نقد دینے کا وعدہ فرمانے کے علاوہ شہتیریاں اور ۲۷ درخت امام باڑہ اور مسجد کی تعمیر کے لئے دینے کا حکم صادر فرمایا۔ غرض آپ قریباً ہر مذہب و ملت کے سالانہ جلسہ میں تشریف لے جا کر فراخ دلی سے چندہ عنایت فرماتے ہیں۔ آریہ سماج۔ سری گورو سنگھ سبھا۔ ہندو مہاسبھا وغیرہ تمام ہندو و مسلم انجمنیں آپ کی مالی امداد کے باعث ترقی کر رہی ہیں۔ سری مہاراجہ مہاراجکمار کرن سنگھ بہادر جموں و کشمیر کی تولید پر آپ نے پونچھ میں بھی کئی روز جشن کیا۔ اور مبارک باد کے لئے خود بھی جموں تشریف لے گئے۔ آپ کے زریں عہد میں پونچھ بجلی[1] کی روشنی سے بقعۂ نور بن گیا ہے۔ پچھلے سال پونچھ میں موٹر روڈ تیار کرا کر اس خطہ کی رعایا پر عظیم الشان احسان فرمایا۔ اب پونچھ میں نہ صرف کالج کھولنے کی سکیم ہی زیر غور ہے۔ بلکہ پانی کا نل لگوانے کے کاغذات بھی پیش نظر ہیں۔ اور پونچھ میں سڑکوں کا جال بچھائے جانے کی تجویزیں بھی ہو رہی ہیں۔ ایک سڑک پونچھ سے علیاباد جائیگی جو پونچھ کو اوڑی موٹر روڈ سے ملحق کریگی۔ دوسری موٹر سڑک پونچھ سے دہرم سال ہمنڈر کو بنائی جانے والی ہے۔ تیسری پونچھ سے راولاکوٹ و علاقہ باغ کو ملحق کریگی۔ چوتھی پونچھ سے منڈی تک بنائی جائیگی۔ اغلب ہے کہ اس سڑک کی دوسری شاخ سوہرن بھی جائے۔ تمام علاقہ موٹر کی

---

[1] اس محکمہ اور مشینوں پر قریباً ایک لاکھ روپیہ خرچ آیا ہے۔

سڑکوں کے باعث مسافروں کے لئے نہایت آرام کا موجب ہوگا۔
اب تک مندرجہ ذیل وزراء آپ کے عہد حکومت میں وزارت کی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ لالہ سکھدیال ساہنی۔ پنڈت رام رتن ایم۔اے۔ خان بہادر میر سید حسین شاہ۔ اور اس وقت وزیر فیروز چند صاحب بی۔اے۔ کشتواڑ کے نامور وزیر خاندان کے با اقبال نوجوان وزیر پونچھ کے عہدہ پر تعینات ہیں۔
سری رانی صاحبہ تلوک پورہ بھی ایک نیک و رعایا پرور خاتون ہیں۔ آپ نے ایک زنانہ دربار کا عظیم الشان کمرہ تعمیر کرایا ہے۔ اور زنانہ تفریح گاہ کے لئے آپ نے باغ خوبانی میں ایک زنانہ پارک بھی بنوادی ہے۔
سری راجہ جگت دیو سنگھ جی دھرم کے پابند۔ خوش اخلاق۔ ملنسار۔ سلیم الطبع فقیر دوست حکمران ہیں۔ آپ کا کیرکٹر بالکل صاف اور بے داغ ہے۔ آپ کوئی ایسی چیز استعمال نہیں کرتے۔ جو دھرم کے احکام کے منافی اور اخلاق اور طبی اصول کے خلاف ہو۔ دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کے نیک ارادوں میں آپ کا حامی و مددگار ہو۔ اور آپ حقیقی معنوں میں اپنی قریباً چار لاکھ رعایا کے شفیق باپ ثابت ہوتے رہیں۔ اور رعایا بھی آپ کے عہد میں ہمیشہ ترقی و خوشحالی کی شاہراہ پر گامزن رہے۔

سری راجکمار میجر پدم دیو سنگھ جی

آپ میجر سر راجہ بلدیو سنگھ کے۔سی۔ائی۔ای والئے پونچھ (آنجہانی) کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ ماہ بھادوں ۱۹۶۵ ب میں جنم اشٹمی کے دن پیدا ہوئے اور گیارہ سال کی عمر میں ۱۹۷۶ ب میں میو کالج اجمیر میں تعلیم کے لئے بھیجے گئے۔

ایک سال کے بعد ایک جماعت میں آپ کو زائد ترقی دی گئی۔ اجمیر سے دو سال کے بعد بوجہ خرابی صحت واپس پونچھ آ گئے۔ اور ایک سال تک پونچھ ہی میں رہے۔ بعد ازاں لاہور چیفس کالج میں داخل ہوئے۔ ابھی تعلیم کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ ۱۹۲۵ء میں بعہد راجہ سکھدیو سنگھ جی ضلع کانگڑہ کے پٹھانیہ راجپوتوں کے ایک معزز گھرانہ میں آپ کی شادی ہو گئی۔ دوسرے سال یعنی ۱۹۲۶ء میں آپ نے چیفس کالج لاہور سے ڈپلومہ کے علاوہ حساب اور سائنس کے مضامین میں ایک خاص تمغہ حاصل کیا۔

۱۹۸۳ ب میں دربار کشمیر کے حکم کے مطابق سیٹلمنٹ ٹریننگ کے لئے بمقام اوڑی (کشمیر) بھیجے گئے۔ جہاں ۵ ماہ کی ٹریننگ کے بعد سیٹلمنٹ کمشنر کی طرف سے آپ نے اعلیٰ سرٹیفیکیٹ حاصل کیا۔ ۱۹۸۴ ب تک آپ پونچھ میں رہے۔ اسی سال آپ کے برادر کلاں راجہ سکھدیو سنگھ جی والئے پونچھ دسہرہ کے روز اسوج کے مہینہ میں انتقال کر گئے۔ ان کی تمام ماتمی رسوم آپ ہی نے ادا کیں۔ اس زمانہ میں رائے بہادر جرنیل جنک سنگھ سی۔آئی۔ای دربار کشمیر کی طرف سے پونچھ میں بطور ایڈمنسٹریٹر کام کر رہے تھے۔

شری راجکمار پرم دیو سنگھ جی خلف مہاراجہ بلدیو سنگھ جی بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ حکمران والئے پونچھ کشمیر

۱۹۸۵ب میں آپ ہز ہائی نس مہاراجہ سر ہری سنگھ بہادر کے حکم سے ملٹری ٹریننگ کے لئے کھندر گو گئے، اور وہاں تقریباً ۱/۲ ۱ سال (۱۹۸۶ب) تک رہے۔ چونکہ آپ کی پہلی رانی صاحبہ کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے ۱۹۸۷ب میں جب کہ آپ سری نگر ہی میں تھے۔ آپ کی سگائی راجپوتانہ کی ریاست کوٹاہ کناری ٹھوکانہ میں ہو گئی، سگائی کی جس قدر رسوم تھیں۔ ان کے تمام اخراجات مہاراجہ سر ہری سنگھ بہادر نے جیب خاص سے عطا کئے۔ دوسرے سال یعنی ۱۹۸۸ب میں آپ کی برات نہایت دھوم دھام کے ساتھ کوٹاہ گئی۔ جس کے تمام اخراجات جو ڈیڑھ لاکھ روپیہ تک بیان کئے جاتے ہیں۔ آپ کے برادر کلاں سری راجہ جگت دیو سنگھ جی والیٔ پونچھ نے اپنی حکومت کی طرف سے ادا کئے۔

برات کی واپسی پر بمقام لاہور سری راجہ صاحب بہادر نے اپنی عالیشان کوٹھی بنام پونچھ ہوس میں رؤسا و شرفائے لاہور کو عظیم الشان دعوت دی۔ جس میں ہندو۔ مسلمان۔ سکھ اور انگریز کثیر تعداد میں شامل تھے۔

اسی سال کے ماہ اکتوبر میں آپ کو ہز ہائی نس مہاراجہ بہادر نے ادھم پور قلمرو جموں میں وزیر وزارت (ڈپٹی کمشنر) مقرر فرمایا۔ جہاں آپ دو سال تک تعینات رہے۔ ۱۹۹۰ و ۱۹۹۱ب میں آپ ریونیو ڈیپارٹمنٹ (محکمہ مالیات) کی ہائی ٹریننگ (اعلےٰ تعلیم) کے لئے سری نگر میں رہے اس کے بعد جموں میں وزیر وزارت مقرر ہوئے۔ اور اب تک وہیں ہیں اور اپنے مفوضہ فرائض کو قابلیت و تدبر کے ساتھ انجام دے رہے ہیں ۲۲ اسوج ۱۹۹۰ب کو آپ کے ہاں پہلا فرزند نرینہ پیدا ہوا۔

سری راجکمار چتر دیو سنگھ جی

آپ ۵ کاتک سنہ ۱۹۷۲ بکرمی کو پیدا ہوئے۔ نو سال کی عمر تھی کہ آپ سنہ ۱۹۲۵ء میں چیفس کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ سنہ ۱۹۳۵ء میں ڈپلومہ پاس کیا۔ اور اس کامیابی کے ساتھ۔ کہ ہندوستان کے تمام چیفس کالجوں کے طالب علموں سے پانچویں نمبر پر اور پنجاب بھر میں سب سے اول رہے۔ حال ہی میں آپ کو اس عظیم الشان کامیابی پر دو تمغے ملنے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔

دوران تعلیم میں عام طور پر ہر کلاس میں اول نمبر رہتے آئے ہیں۔ تیز فہم۔ ذہین۔ ملنسار۔ خوش خلق اور ہونہار ہیں۔

چوہدری چتر سنگھ سابق گورنر صوبہ جموں حال ممبر اسمبلی[1] گورنمنٹ جموں و کشمیر (جو مہارانی صاحبہ چاہڑک (آف مہاراجہ سر پرتاپ سنگھ آنجہانی) کے حقیقی بھائی ہیں) کی صاحبزادی سے آپ کی منگنی ہو چکی ہے۔ اور عنقریب شادی ہونیوالی ہے[2]۔

آپ کی تعلیم و تربیت اور شادی وغیرہ کا شاہانہ اہتمام آپ کے برادر بزرگ سری راجہ جگت دیو سنگھ جی حکمران پونچھ کی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ آپ بھی سری راجہ صاحب کا بے حد ادب و احترام کرتے اور ان کو اپنا شفیق بھائی اور مہربان باپ تصور فرماتے ہیں۔

آپ کے ٹیوٹر و سکرٹری سنہ ۱۹۲۹ء سے ماسٹر جگت رام بی۔ اے ہیں جنکو پونچھ کا باشندہ ہونیکی وجہ سے پونچھ کے حکمران خاندان اور آپکی ذات سے عقیدت مندی و وفاداری کا خاص تعلق ہے۔ راجکمار صاحب کی تعلیمی ترقیوں میں ان کی اپنی ذہانت و ذکاوت کے علاوہ ماسٹر صاحب کی شبانہ روز کوششوں کو بھی بڑا دخل ہے۔

[1] چوہدری چتر سنگھ مارچ سنہ ۳۶ء کے آخری ایام میں وفات پاگئے [2] تاریخ شادی ۵ جیٹھ سمت ۱۹۹۳ ب۔

[illegible] چھوٹے بھائی ہز ہائینس راجہ بلدیو سنگھ صاحب بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ والئے پونچھ

باب دوم

سادات

قرآن اور حدیث کی رو سے سید کے معنے اور سید ہندوستان میں کب آئے

سید ایک لقب ہے۔ جس کے کئی بزرگ ترین معانی ہیں۔ اور سب معانی میں سردار کا لفظ سب سے زیادہ مشہور و مقبول ہے

القریش امرتسر نے جو قریشیان ہند کا ایک مشہور رسالہ ہے۔ ستمبر ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں سیادت قریش پر ایک مضمون لکھا ہے۔ جس میں سید کے لقب کے مختلف معانی پر بحث کی گئی ہے۔ اور لسان العرب۔ صحاح ستہ فتاویٰ شامی و طبری اور قرآن و حدیث میں جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے۔ اُس کے معانی و مطالب بیان کئے ہیں۔

بارھویں سپارہ میں سورۂ یوسف میں جہاں یہ ذکر ہے۔ کہ زلیخا نے یوسفؑ کے کُرتہ کو پیچھے سے پھاڑ دیا۔ وہاں مذکور ہے "وَّ اَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ" اُس کے خاوند کو دروازہ کے نزدیک پایا۔ یہاں سید کے معنے شوہر کے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بابت ارشاد ہے۔ سَیِّدًا وَّحَصُوْرًا۔ یہاں سید کے معنے مقدم اور بزرگ کے ہیں۔ کیونکہ آپ عفت اور پرہیزگاری میں سب سے مقدم اور بزرگ تھے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ سے ایک بی بی نے خضاب کے متعلق مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کانَ سیدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکرہ۔ یہاں سید

کے معنے شوہر کے ہیں یعنی میرے شوہر رسول خدا صلعم اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔
ایک حدیث میں ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کو کسی نے سید القریش کہا۔ آپ نے فرمایا السید ھو اللہ یعنی سید اصل میں اللہ تعالےٰ جل جلالہ ہے۔ اس نے پھر عرض کیا کہ حضور اقدس چونکہ قریش میں سے افضل و اعظم ہیں۔ اس لئے سید ہیں۔ فرمایا مجھ کو رسول اللہ کہو۔ کیونکہ خدا نے مجھے یہی خطاب دیا ہے۔ اس طرح مجھے سید نہ کہو۔ جس طرح اپنے رئیسوں کو کہتے ہو۔ [۱]
ایک اور حدیث ہے۔ کہ ایک شخص نے حضور سرور عالم صلعم سے دریافت کیا۔ کہ یا رسول اللہ سید کون ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ سید حضرت یوسف بن حضرت یعقوب بن حضرت اسحاق بن حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ آپ کریم ابن کریم ابن کریم تھے۔ اُس نے پھر عرض کیا۔ کہ آپ کی امت میں سید کون ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ جس کو مال و دولت عطا فرمائے۔ اور وہ سخاوت کرے اور خدا کا شکر گذار ہو۔ وہ سید ہے۔ یہاں سید کے معنے سخی اور کریم کے ہیں۔
اسی طرح ارشاد نبوی ہے ان ثنیۃ من الضان خیر من سید من المعز۔ یعنی دو سالہ بھیڑ بوڑے بکرے سید سے بہتر ہے۔ یہاں سید کے معنے بزرگ یا بڑی عمر کے ہیں۔
آنحضرت صلعم نے حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ کو سید اشباب اہل الجنۃ الحسن و الحسین۔ حضرت عباس و حضرت علی کو سید العرب۔ حضرت خدیجہ و حضرت فاطمہؓ کو سیدۃ النساء اہل الجنۃ ارشاد فرمایا ہے۔
اسی طرح جمعہ کے متعلق ہے سید الایام یوم الجمعہ۔ سید الطعام اللحم۔ سید القوم

---

[۱] اسی رسالہ میں اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ابو منصور نے اس کی تفسیر میں سید کے معانی رب اور مالک کے بتائے ہیں۔

خادمہم۔ یہاں سید کے معانی فاضل وافضل اور سردار کے ہیں۔
لسان العرب میں سیادت وشرافت کو مترادف المعنے الفاظ لکھا ہے۔ یعنی سرداری وبزرگی۔
خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ سید کا اطلاق عربی زبان میں حسب ذیل معانی پر ہوتا ہے۔ جناب باری عزاسمہ کو سید کہتے ہیں۔ نیز مالک۔ شریف۔ فاضل۔ کریم رئیس۔ مقدم اور شوہر کو آنحضرت صلعم اور اُن کے چچا حضرت ابوطالب اور حضرت عباس بن عبدالمطلب قریش ہی کہلاتے تھے۔ سید کا لفظ اس زمانہ میں بطور قبیلہ یا قوم یا ذات اور گوت استعمال نہ ہوتا تھا۔ بلکہ صرف انہی معانی میں جن کا ذکر سطور سابقہ میں کیا جا چکا ہے۔ حضرت فاطمہ حضور سرور دو عالم کی صاحبزادی اور حضرت حسنین آپ کے نواسے تھے۔ اور یہ سب آپ کے اہل بیت۔ ذوی القربیٰ اور ذُریت کہلاتے تھے۔ اور اس لحاظ سے کہ آنحضرت صلعم سید القریش بلکہ سید الاولین والآخرین تھے۔ اور حسنین جوانان جہشت کے سردار یا سید۔ حسنینؓ کی اولاد سادات کے لقب سے ملقب ہو گئی۔ تیرہ سو سال سے بنو فاطمہ سید کہلا رہے ہیں۔ اور چونکہ ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک میں سید اب ایک قوم متصور کر لی گئی ہے۔ اس لیے جب تک یہ دنیا قائم ہے یہ اسی لقب سے ممتاز رہیں گے۔
قریش عبدمناف[1] کے بعد دو قبیلوں پر منقسم ہو گئے تھے۔ ایک بنو امیہ اور دوسرے بنی ہاشم۔ ہمارے رسول کریمؐ کے وجود مبارک نے بنی ہاشم کا پلّہ بھاری کر دیا۔

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی پانچویں پشت میں تھے۔ اس طرح آنحضرت صلعم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔

لیکن خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں جو بنی اُمیہ کی شاخ سے تھے۔ بہت سے ملکی و مالی عہدے بنی اُمیہ والوں کے پاس چلے جانے کی وجہ سے ان کی طاقت اس قدر بڑھ گئی تھی۔ کہ چوتھے خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے عہد میں امیر معاویہ کی زبردست طاقت سے ہر وقت ہاشمی اور اموی طاقتوں کے باہمی تصادم کا اندیشہ رہتا تھا۔

آخر وہ خونی واقعہ پیش آیا۔ جسے معرکہ کربلا کہتے ہیں۔ اور جس کے بعد بنو امیہ مستقل بادشاہ ہو گئے۔ اور بنو ہاشم جہاں ان کو کہیں پناہ ملی چلے گئے۔ چنانچہ گردیز۔ مشہد۔ بخارا۔ گیلان۔ سبزوار۔ اندراب۔ شیراز وغیرہ مقامات پر جو لوگ گئے۔ وہ وہیں کے ہو گئے۔ اور جب ان ممالک سے باہر نکلے۔ تو گردیز کے رہنے والے گردیزی۔ مشہد کے مشہدی۔ بخارا کے بخاری کہلائے۔ پنجاب۔ سرحد۔ یوپی۔ بنگال۔ دکن وغیرہ ہندوستانی ممالک کے علاوہ سادات کی بہت بڑی تعداد کشمیر اور پونچھ میں بھی آئی۔ کشمیر کے سادات کا حال "تاریخ اقوام کشمیر" میں لکھا جا چکا ہے۔ جو سادات پونچھ اور ملحقات پونچھ میں آباد ہیں۔ ہم اُن کے تھوڑے حالات یہاں درج کرتے ہیں۔

سادات قادریہ گیلانیہ خانقاہیہ

پونچھ میں اس خاندان کے بانی حضرت سید شاہ عبد القادر رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو اس خاندان کے شجرہ کے مطابق امیر المومنین مظہر العجائب والغرائب شہنشاہ نفترو غنا اسد اللہ الغالب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی اٹھائیسویں پشت میں تھے آپ نے عالمگیر شاہ عالم بہادر شاہ اول فرخ سیر اور محمد شاہ چار بادشاہوں کا زمانہ دیکھا ہے۔ اپنے عہد کے شیخ المشائخ تھے۔ اور ان کا وطن دہلی تھا۔

جہاں نہ صرف اُمرا و وُزرا اور شاہان وقت کی وجہ سے رونق رہتی تھی۔ بلکہ صوفیائے کرام اور علمائے عظام بھی اپنے روحانی تصرف سے مسلمانوں کے قلوب پر حکومت کر رہے تھے۔ سید شاہ عبدالقادر رح کا زہد و تقویٰ نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ غیر مسلم قوموں پر بھی اپنا نہ مٹنے والا اثر پیدا کر رہا تھا۔ لیکن طبیعت مبدائے فیض نے کچھ ایسی بنائی تھی۔ کہ آپ کو سیر و سیاحت کا زیادہ شوق تھا۔ مظہر قدرت کے انوار رنگ برنگ کے لوگوں مختلف شہروں جنگلوں، گلزاروں اور کوہستانوں میں چل پھر کر دیکھنے کے زیادہ عادی تھے۔ یہی شوق ان کو کشاں کشاں دامن کشمیر جنت نظیر کے اس کوہستانی علاقہ پونچھ میں لے آیا۔ اُس زمانہ میں محمد شاہ غازی ہندوستان کا بادشاہ تھا۔ اور کشمیر کی نظامت امیر خاں صوبہ کشمیر کے قبضہ میں تھی خطۂ پونچھ اُن ایام میں قصبہ یا پرگنہ کہلاتا تھا۔ امیر خاں کا عہد حکومت کشمیر میں سات سال چھ ماہ (۱۱۴۱ھ لغایت ۱۱۴۸ھ) تک رہا ہے۔ اور حضرت سید شاہ عبدالقادر رح بھی ان ہی ایام میں پونچھ تشریف لائے تھے۔ آپ نے اسی جگہ قیام کیا۔ جو آج کل محلہ خانقاہ کے نام سے موسوم ہے۔ آپ کے ہمراہ آپ کی والدہ مکرمہ اور اہلیہ محترمہ بھی تھیں۔ آپ کی والدہ مکرمہ جو ضعیف العمر تھیں۔ جب چند روزہ بیماری کے بعد اس سرائے فانی سے عالم بقا کو تشریف لے گئیں۔ تو آپ نے پونچھ ہی کو اپنا وطن و مسکن بنا لیا۔ آپ کی والدہ مکرمہ کے مدفن و مزار مبارک کی وجہ سے اس محلہ کا نام محلہ خانقاہ مشہور ہو گیا۔ آپ نے اپنی والدہ مکرمہ کے مزار کے ساتھ ہی ایک پختہ مسجد شریف تعمیر فرمائی۔ جو اب تک موجود ہے۔ اس محلہ کو پرانی پونچھ بھی کہتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں آبادی کا

رُخ اسی محلہ کی طرف تھا۔ محمد شاہ غازی نے آپ کو پونچھ ہی میں کچھ جاگیر بھی عطائی جسمیں دوسرے بادشاہوں کے زمانہ میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہا۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ سے تھے۔ اور اسی سلسلہ میں لوگوں سے بیعت لیتے تھے۔ آپ اپنی وفات کے بعد اپنی تعمیر کردہ مسجد شریف کے بالمقابل دفن کئے گئے۔ آپ کی وفات پر اس وقت جو ماتمی نظمیں لکھی گئیں۔ ان میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

عبدِ قادر کہ مردِ ربّانی	بُود اولادِ شاہ جیلانی
صوفی و صادق و فقیر و امیر	سالک و رہنما و ہادیٔ پیر
بر سرش تاج قادری زیبا	زین جہانِ فنا گشت جُدا

آپ کے فرزند سید شاہ محمد ابراہیم آپ کے جانشین تھے۔ جن کے نام پر جاگیر کا سب سے پہلا ارشاد ۱۱۵۲ھ میں ہوا۔ آپ کے ارادتمندوں کی وسعت پونچھ کے علاوہ اضلاع ریاسی۔ میرپور اور کشمیر وغیرہ تک پہنچ چکی تھی۔ راجہ رستم خاں جس کے سجع کا یہ مشہور شعر ؎

ہست تاج راجگی بر فرق نام سرمدی
راجہ رستم خاں شدم از نذرِ زین احمدی

اب تک زبان زد خاص و عام ہے۔ آپ کا بڑا احترام کیا کرتا تھا۔

آپ کو تبلیغ اسلام کا بڑا شوق تھا۔ مگر افسوس کہ آپ کی عمر نے زیادہ وفا نہ کی۔ آپ کے فرزند سید شاہ شمس الدین قادری آپ کے جانشین ہوئے۔ اس زمانہ (۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء) میں بھی راجہ رستم خاں ہی پونچھ کا فرمانروا تھا۔ البتہ کشمیر کی حکومت اب مغل خاندان کی بجائے افغانوں کے دُرّانی خاندان کے قبضہ میں تھی۔ اور کشمیر میں افغان حکومت

کی طرف سے نور الدّین خان بمزئی گورنر تھا۔ راجہ رستم خاں نے سید شاہ شمس الدین کی سابقہ جاگیر میں کچھ اور اضافہ بھی کیا۔ احمد شاہ ابدالی کو جس کا پرچم پنجاب و کابل اور کشمیر تک لہرا رہا تھا۔ جب آپ کے تقدس اور زہد و ورع کی اطلاع پہنچی۔ تو اس نے نہ صرف آپ کی پونچھ ہی کی جاگیرات کو بحال و برقرار رکھا۔ بلکہ سنہ ۱۱۷۹ھ میں اپنے گورنر میر نور الدین خاں بہادر بامزئی مصلح الدولہ گورنر کشمیر کی معرفت کشمیر کے پرگنہ بیرو میں ہشت ہزار دام کی جاگیر جس کی آمدنی جنس کی صورت میں اس وقت یک صد خروار شالی تھی۔ ایک موضع بنام بنگ عطا فرمایا۔

آپ کی وفات کے بعد سید شاہ تاج الدّین قادری آپ کے فرزند و جانشین کو علاوہ سابقہ جاگیرات کے سنہ ۱۱۸۷ھ و ۱۱۹۷ھ کے ارشادات کے مطابق مزید چند مواضعات کی معافیات جاگیر عطا ہوئیں۔ راجہ خان بہادر خاں خلف راجہ رستم خاں فرماں روائے پونچھ نے سنہ ۱۲۰۲ھ و سنہ ۱۲۱۶ھ کے ارشادات کے مطابق آپ کی سابقہ جاگیرات کے علاوہ کچھ اور اضافہ بھی کیا۔ راجہ خان بہادر خان کو مسند حکومت پر بیٹھے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا۔ کہ دیو اجل نے اس کی تباہی و موت کے سامان پیدا کر دیئے۔

اس زمانہ میں زمان شاہ درّانی کابل و کشمیر کا بادشاہ تھا۔ اور اس کی طرف سے عبد اللہ خاں الکوزئی کشمیر میں حکومت کر رہا تھا۔ سنہ ۱۲۱۶ھ میں عبد اللہ خاں صوبہ کشمیر نے راجہ خان بہادر خان کو کسی بہانہ سے کشمیر بلوایا۔ اور وہاں زہر دلوا کر مروا ڈالا۔ راجہ خان بہادر خاں کا یہ سجع تھا۔ ”منباۓ راجہ رستم ؛ خان بہادر۔“ خان بہادر کے وزیر کا نام روح اللہ خان تھا۔ ناظم کشمیر کی مدد سے اس کا بیٹا امیر خاں پونچھ کا راجہ تسلیم کیا گیا۔

جس نے اپنے سجع میں یہ مصرع کندہ کرایا تھا۔ ابرہم کردۂ شرمم نگہدار۔
اس نے بھی ۱۲۲۱ھ کے ارشاد کے مطابق راجگان سلف کی طرح آپ کے تمام اعزاز اور آپ کی تمام جاگیرات کو بحال و برقرار رکھا۔
اسی زمانہ میں آپ چند ماہ کے لئے کوٹلی ضلع میرپور تشریف لے گئے۔ چنانچہ ان ہی ایام سے آپ کے خاندان کے بعض ممبر کوٹلی میں مقیم ہیں۔ جن کو اہالیان کوٹلی کی طرف سے ایک مختصر سی معافی بھی ملی ہوئی ہے۔ پیر سید شاہ تاج الدین نہایت اعلیٰ خوش نویس اور بڑے عالم تھے۔ آپ کے کتب خانہ میں آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کئی کتابیں تھیں۔ آپ کا حسن اخلاق۔ حسن عملی۔ اور عمل صالح ایسے تھے۔ کہ جو لوگ بھی آپ کی خدمت میں روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے دور دراز سے آتے تھے۔ وہ آپ کی بابرکت صحبت اور آپ کی پاک تعلیم اور اسلام کے زریں اصولوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

آپ کی وفات پر پونچھ کے علاوہ اکثر مقامات پر آپ کے عقیدتمندوں میں عالمگیر ماتم منایا گیا۔ اور ماتمی نظمیں لکھی گئیں۔ جن میں سے ایک نظم کے چند اشعار درج ذیل ہیں :-

گلبن گلزار حیدر سید آں تاج دیں
فخر و فخری قادری را بود بہر بالیقیں
عالم و دین دار و حافظ قاری قرآں بود
از فنا دار البقا روز جمعہ رحلت نمود

آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند سید شاہ سراج الدین آپ کے جانشین ہوئے۔ اس زمانہ میں نہ پونچھ میں کوئی مسلمان راجہ تھا۔ نہ کشمیر میں کسی

اسلامی حکومت کا وجود تھا۔ بلکہ پونچھ اور کشمیر کی تاریخ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فتح کشمیر ۱۸۱۹ء کے ساتھ اپنا ورق الٹ چکی تھی۔ کشمیر میں سردار ہری سنگھ نلوہ سکھ گورنر اور پونچھ میں سکھ حکومت کی طرف سے دھنپت رائے اپنا سکہ بٹھا رہا تھا۔ ۱۸۷۰ء مطابق ۱۸۲۰ء میں دھنپت رائے اور ۱۸۷۹ء میں جانی حکمان سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حکم سے سید شاہ سراج الدین کو جاگیر و معافی کی سندات عطا کیں ۱۸۷۷ء میں خود مہاراجہ نے ایک ارشاد کے ذریعہ ان معافیات کی تصدیق کی۔ ۱۸۹۰ء میں راجہ راجایان راجہ دھیان سنگھ عرف راجہ کلاں نے کہ تمام سلطنت پنجاب و ملحقات کا دار و مدار ان کی واحد ذات سے وابستہ تھا۔ دیوان کشن گوپال حاکم پونچھ کے نام آپ کی جاگیر و معافی کی بحالی کا حکم لکھا۔ اس کے بعد مہاراجہ گلاب سنگھ جی نے بدستور قدیم برائے دوام بحالی جاگیر دھرم ارتھ کی نسبت ارشاد صادر فرمایا۔

۱۹۰۳ء میں دیوان کرم چند کو جو خاندان ڈوگرہ کی طرف سے پونچھ میں بطور مختار کل حکمران تھا۔ بعض لوگوں نے تکلیف دینی شروع کی۔ آپ نے دیوان مذکور کی امداد طلبی پر امن قائم کرنے میں اُسے مدد دی۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند پیر سید فقیر شاہ آپ کے جانشین ہوئے۔ اس زمانہ میں راجہ جواہر سنگھ برادر راجہ موتی سنگھ (خلف راجہ راجایان راجہ دھیان سنگھ) کا پونچھ میں دور دورہ تھا۔ ان کا صدر مقام کوٹلی تھا۔ ۱۹۰۸ء میں راجہ جواہر سنگھ نے آپ کو معافی جاگیر دھرم ارتھ کی سند عطا کی۔ اس زمانہ میں چوہدری عالم پونچھ میں ڈوگرہ خاندان کی طرف سے مختار کار تھے ۱۹۱۹ء، ۱۹۲۶ء، ۱۹۲۸ء، ۱۹۲۹ء میں راجہ موتی سنگھ نے اپنے زمانہ میں اپنے ارشادات کے ذریعہ آپ کی جاگیرات دھرم ارتھ کی معافی کی سندات عطا کیں۔

آپ کی وفات کے بعد جو راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں ہوئی۔ آپ کے فرزند پیر سید شہاب الدین جانشین ہوئے۔ راجہ موتی سنگھ نے ۱۹۳۰ء بکرمی ۱۹۰۵ بکرمی میں آپ کو معافی جاگیرات دہرم ارتھ کی سندات عطا کیں۔

اس کے بعد سر راجہ بلدیو سنگھ نے معافی جاگیر دہرم ارتھ کے کئی ایک ارشادات آپ کو عطا کئے۔ لیکن ۱۹۶۰ بکرمی کے بندوبست سے پیشتر بعض عاملان پونچھ نے سر راجہ بلدیو سنگھ کے زمانہ میں بعض ایسی جاگیرات دہرم ارتھ جبراً چھین لیں۔ جن کے لئے راجہ راجایان راجہ دھیان سنگھ مہاراجہ گلاب سنگھ اور راجہ موتی سنگھ کی صریح اور قطعی برائے دوام بحال و واگذار رہنے کے لئے سندات عطا ہو چکی تھیں۔ جن کی واگذاری و بحالی کے لئے پیر سید شہاب الدین شاہ نے خود سر راجہ بلدیو سنگھ کے پاس پونچھ ہوٹس لاہور جا کر ۱۹۶۱ بکرمی میں درخواست دی لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بھادوں ۱۹۶۲ بکرمی میں آپ انتقال فرما گئے۔

آپ کے انتقال کے بعد آپ کے فرزند پیر سید حسام الدین شاہ آپ کے جانشین قرار پائے۔ اس زمانہ میں سر راجہ بلدیو سنگھ پونچھ کے حکمران تھے۔ انہوں نے ۱۷ بھادوں ۱۹۶۲ بکرمی کو سجادہ نشینی کے خلعت کے ساتھ جاگیر دہرم ارتھ بحال و برقرار رہنے کی سند بھی عطا فرمائی۔ مسلم اکابرین پونچھ کی امداد و معاونت سے آپ نے ایک انجمن بنام انجمن اسلامیہ قائم کی۔ اور اس کے ماتحت ایک سکول بھی جاری کیا۔ جو پرائمری سے مڈل اور مڈل سے اب ہائی سکول کے درجہ تک ہے۔ اس مدرسہ کی گرانٹ حکومت نے پہلے نوے روپیہ ماہوار مقرر کی۔ اب پانچسو چالیس روپیہ ماہوار ہے۔ اور کچھ شک نہیں۔ کہ اس میں آپ کی ہمت وسعی کا بہت بڑا دخل ہے۔

پیر سید حسام الدین شاہ سجادہ نشین و اعلیٰ جاگیردار و
رئیس اعظم پونچھ (کشمیر)

حسام منزل

امان اللہ

پیر سید محمد الدین شاہ خلف پیر سید حسام الدین شاہ سجادہ نشین پونچھ (کشمیر)

۱۹۴۷ء میں پونچھ میں کچھ ایسے واقعات رونما ہو گئے تھے۔ کہ وہ ہر لحظہ اپنے خوفناک نتائج بروئے کار لانے کے لئے تیار رہتے تھے۔ اس زمانہ میں پنڈت جنار دھن جوشی وزیر اور کیپٹن سی۔ ایف میکنزی پونچھ کے سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ تھے۔ آپ نے امن قائم کرنے اور تارک الوطنان پونچھ کو واپس لانے اور معاملات کو بخوش اسلوبی سلجھانے میں حکومت کو ہر قسم کی مدد دی۔ جس پر سر راجہ بلدیو سنگھ آنجہانی نے ۲۵ ساون ۱۹۸۷ء کو آپ کے نام خوشنودیٔ مزاج کا ارشاد لکھا۔ آپ نے کشمیر ایجی ٹیشن کے زمانہ میں فسادات پونچھ کو روکنے۔ شہر پونچھ میں امن اور ہندو مسلم اتحاد کو قائم رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اس زمانہ میں آپ انجمن اسلامیہ پونچھ کے پریذیڈنٹ ہونے کے علاوہ ہندو مسلم سکھ اتحادی کمیٹی کے پریذیڈنٹ بھی تھے۔ اس گدی کے عقیدتمندوں کی تعداد پونچھ۔ کشمیر۔ راجوری۔ ریاسی۔ کشتواڑ۔ بانہال۔ کوٹلی۔ میرپور۔ پنجاب تک پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت سید شاہ عبدالغفور رح کی بزرگی و فضیلت اور ان کے اتقاء و زہد ان کی نورانیت عالی درجات پر یہ روحانی اثر ہوتا رہا ہے کہ ان کے جانشین اور جانشینوں کے جانشین سب حسن علم و عمل کا ایک زندہ مجسمہ رہے ہیں۔ اس خاندان میں قدیم سے یہ رواج چلا آتا ہے کہ سجادہ نشین کا سب سے بڑا فرزند اس کا جانشین ہوتا رہا ہے۔

پونچھ کی تمام مسلم آبادی میں زمانہ قدیم سے یہ ایک مشہور اور مقدس گدی ہے جو مسلمانوں ہی کے نزدیک متبرک نہیں۔ بلکہ حکومت اور غیر مسلم طبقہ بھی اس کی عظمت و تقدیس کا قائل ہے۔ چنانچہ اس گدی کے سجادہ نشینان کے نام سے پہلے شاہی اضافات

وسترات میں "سلالۂ دودمان مصطفوی نقاوہ خاندان مرتضوی ذوی الاحترام سیادت ونجابت مرتبت اسوۃ النجبای الکرام۔ اشرف الشرفار العظام صلاحیت وتورہ احتشام قدوۃ السادات الکرام سیادت ونجابت مرتبت" وغیرہ القاب لکھ کر احترام کیا جاتا رہا ہے۔

مسلمان شاہان کشمیر اور مسلم راجگان پونچھ کے زمانہ میں اس مشہور گدی کے ساتھ مواضعات ذیل بطور جاگیر معافی شامل تھے

پونچھ میں۔ خانقاہ۔ شہر خاص بجگی۔ موہڑیاں۔ دھڑہ۔ اجوٹ۔ قصبہ جمال موہڑہ چوہلہ۔ باغ۔ بانڈی۔ گل پور۔ تنج لگڑی۔ کنوٹیاں۔ درہ۔ سری منگت۔ بتھانی۔ بسالاں سیراں۔ جگال تھنہ۔ کوہجرہ۔ نمرا۔ جنہاڑ۔

علاقہ راجوری میں۔ علوطا موہڑہ۔ ساوجی

کشمیر۔ بنگ۔ پرگنہ بیرو۔

موجودہ زمانہ میں اس گدی کی جاگیر کے ابتدائی مواضعات مندرجہ صدر کے مالیہ کی رقم بیس ہزار سے کم نہ ہوگی۔ مگر کچھ تو پہلے ہی تبدیلی حکومت کی وجہ سے اس جاگیر معافیات میں کمی ہوگئی تھی۔ اور کچھ بعہد سر راجہ بلدیو سنگھ اور کچھ متواتر دو سال ۱۹۲۶ و ۱۹۲۷ کی طغیانیوں کی وجہ سے دریا برد ہو کر آپ کیلئے "مصیبتے تنہا نمیآید" کا مصداق ہوگئیں۔

تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے۔ کہ راجہ جگت دیو سنگھ جی نے آپ کی قابل احترام خاندانی سندات اور نقصانات دوامی جاگیر دھرم ارتھ کو مدنظر رکھ کر آپکے آئندہ گذارہ اور گدی کے اقتدار کو قائم رکھنے کی خاطر دھرم ارتھ سے آپ کیلئے سوا سو روپیہ ماہوار مستقل مقرر کیا ہے۔ ۱۹۲۶ء جناب پیر سید حسام الدین شاہ موجودہ سجادہ نشین نے اپنی پہلی اہلیہ کے انتقال پر اپنی دوسری شادی کشمیر کے سب سے بڑے ککھہ ننھیال خاندان ناڑ میں کی ہے۔ ناڑ اوڑی کی مشہور جاگیر ہے۔ جاگیر دار قدیمی راجپوت خاندان سے

ہے جس کے مفصل حالات تاریخ اقوام کشمیر میں درج ہیں۔
حسام بلڈنگ جس کا فوٹو انہی صفحات کے درمیان موجود ہے۔ آپ کی اہلیہ ثانی کی جدت طرازی طبعی فیاضی اور سیر چشمی کا نتیجہ ہے۔ یہ عمارت انہوں نے اپنے اکلوتے اور سوتیلے فرزند پیر محمد الدین کے لئے تعمیر کرائی ہے۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ اگر دونوں خاندانوں میں تربیت اعلیٰ پیمانہ پر ہو۔ اور اخلاق حسنہ بزرگوں سے وراثت میں ملے ہوں تو سوتیلے فرزند کیلئے سوتیلی ماں اور سوتیلی ماں کیلئے سوتیلا فرزند حقیقی ماں اور حقیقی فرزند سے کم نہیں رہتے۔

مسافر پروری اور مہمان نوازی اس خاندان کا قدیمی شیوہ ہے۔ مگر اس محترمہ خاتون نے اس وصف کو اور بھی جلا دیدی ہے۔ اپنی جاگیر رسالاں میں بھی انہوں نے ایک دو منزلہ عمارت کی صورت میں اپنی ایک بہترین یادگار قائم کی ہے۔
پیر محمد الدین جن کی عمر اس وقت قریباً ۲۲ سال ہے پیر حسام الدین شاہ کے اکلوتے فرزند ہیں۔ اور ان کے جانشین ہیں۔
پیر سید حسام الدین شاہ موجودہ سجادہ نشین نے مسجد بنا کردہ حضرت سید شاہ عبد القادر رح کو دو منزلہ تعمیر کرایا ہے۔ اور آپ اپنی گدی اور متبرک مقامات کی عزت و عظمت کو قائم رکھنے کے علاوہ پونچھ میں تعلیم پھیلانے باہمی اتحاد و اعتماد کو مستحکم کرنے میں اپنے وطن اور ملک کی نمایاں خدمات انجام دے رہے اور اپنے حسن اخلاق اور اپنی خاندانی وجاہت کی بدولت پونچھ کے ہر طبقہ میں اپنے بزرگوں کی طرح عزت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں راقم مؤلف کو بھی بارہا آپ سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ایک مذہبی گدی کے سجادہ نشین اور صوفیائے سادات گیلانیہ کے قائم مقام اور ہزارہا ارادتمندوں کے "پیر" اور ایک بڑے معزز جاگیردار ہو کر قومی اور ملکی معاملات میں جس سرگرمی اور ہمدردی سے آپ حصہ لیتے آ رہے ہیں۔ اس کی مثال موجودہ سجادہ نشینوں میں یقیناً کم مل سکے گی۔

پیر سید حسام الدین شاہ موجودہ سجادہ نشین کی برادری میں جو اصحاب اس وقت پونچھ میں موجود ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی جس قدر دستیاب ہو سکے ہیں ذیل میں درج ہیں۔ اور یہ سب بانئے خاندان حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی ذریات سے ہیں۔

پیر سید معظم شاہ۔ پیر سید حمید شاہ۔ پیر سید شمس الدین شاہ۔ پیر سید محمد حنیف شاہ۔ پیر سید یحییٰ شاہ۔ پیر سید کرم حسین شاہ۔ پیر سید اعظم شاہ۔ پیر سید سعید شاہ۔ پیر سید سکندر شاہ۔ پیر سید نصیر الدین شاہ۔ پیر سید فخر الدین شاہ۔ پیر سید مہتاب شاہ۔ پیر سید جعفر حسین شاہ۔ پیر سید قمر الدین شاہ۔ پیر سید فضل حسین شاہ۔ پیر سید حسین شاہ۔ پیر سید الطاف حسین شاہ۔ پیر سید محمد شفیع۔ پیر سید عزیز الدین شاہ۔ پیر سید فیروز الدین شاہ۔ پیر سید زمان شاہ۔ پیر سید محمد الدین شاہ۔ پیر سید محی الدین شاہ۔ پیر سید شرف شاہ۔ پیر سید شیر شاہ۔ پیر سید کالا شاہ۔ پیر سید تاج الدین شاہ۔ پیر سید یاسین شاہ۔ پیر سید محمد شاہ۔ پیر سید غلام الدین شاہ۔ پیر سید سعد الدین شاہ۔ پیر سید رکن الدین شاہ۔ پیر سید یحییٰ شاہ۔ پیر سید عباس علی شاہ۔ پیر سید محمد حسین شاہ۔ پیر سید نظیر حسین شاہ۔ پیر سید پیری شاہ۔ پیر سید فیروز شاہ۔ پیر سید یاسین شاہ۔ پیر سید فضل شاہ۔ پیر سید سمندر شاہ۔ پیر سید میر حسین شاہ۔ پیر سید نصیر حسین شاہ۔ پیر سید اکبر شاہ۔ پیر سید فضل شاہ۔ پیر سید قمر زمان شاہ۔ پیر سید حسن الدین شاہ۔ پیر سید زمان شاہ۔ پیر سید ذکر الدین شاہ۔ پیر سید جمال الدین شاہ۔ پیر سید اعظم شاہ۔ پیر سید یوسف شاہ۔ پیر سید عطر شاہ۔ پیر سید برکت شاہ۔ پیر سید مہتاب شاہ۔ پیر سید سرور شاہ۔

سادات جعفریہ (نقوی البخاری)

حضرت نقی[1] علیہ السلام کی چھٹی پشت میں سید جعفر ایک بزرگ گذرے ہیں جن کے تین صاحبزادے تھے۔ سید علی۔ سید قاسم۔ سید کریم۔ سید علی کی ۱۰ ویں پشت میں سید مجھلا ایک صاحب کشف و کرامت بزرگ سب سے پہلے ہندوستان آئے۔ ضلع گورداسپور میں راوی کے کنارے موضع سید مجھلا آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ اور وہاں اب تک آپ کے خاندان کے افراد موجود ہیں۔

[1] سیدنا نقی علیہ السلام دسویں امام تھے۔ اس خاندان کا شجرہ نسب آپ کے ساتھ آپکے فرزند حضرت جعفر تواب رح کے واسطے سے ملتا ہے۔

یہ زمانہ ہمایوں کی وفات افغانوں کی شورش اور اکبر کی تخت نشینی کا تھا اور اکبر اس وقت کلانور میں تھا۔ مفسدوں نے معصوم بادشاہ کو قتل کرنے کی سازش کی حضرت سید مجہلہ کو خبر ہو گئی۔ انہوں نے بادشاہ اور اس کے اتالیق بیرم خان خان خانان کو اطلاع کر دی۔ بادشاہ نے اس خدمت سے خوش ہو کر آپ کے لنگر خانہ کے لئے بائیس[1] گاؤں عطا کئے۔ جو ۱۷۹۲ء[2] تک اس خاندان کے قبضہ میں رہے۔ زوال حکومت مغلیہ کے ایام میں جب پنجاب خون خرابہ۔ مار دھاڑ اور لوٹ مار کا مرکز بنا ہوا تھا۔ لنگر خانہ کے یہ بائیس گاؤں رفتہ رفتہ اس خاندان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ آخر سید نادعلیشاہ خلف سید اصالت شاہ جو سید علی کے بھائی سید قاسم کی اولاد سے تھے۔ لاہور آ کر راجہ دھیان سنگھ کے ملازموں میں منسلک ہو گئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی دیانت و کارکردگی کی بدولت ان کے مصاحب خاص بن گئے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ سید حیدر شاہ و سید سلطان شاہ۔ دونوں بھائی راجہ ہیرا سنگھ فرزند راجہ دھیان سنگھ کی سرکار میں نوکر ہو گئے۔

سید نادعلی شاہ اور ان کے فرزندوں نے ڈوگرہ خاندان کی اس قدر بیش قیمت خدمات ادا کیں۔ کہ ان کے صلہ میں راجہ دھیان سنگھ نے ان کی بیش قرار

---

[1] سید محمد امیر علی شاہ لکھتے ہیں۔ "اس جاگیر اور ان دیہات کا ذکر تاریخ بخاری کی جلد سوم صفحہ ۱۸۱ پر درج ہے۔ یہ بڑی ضخیم اور مستند تاریخ ہے۔ اور ہمارے پاس موجود ہے۔"

[2] اس جاگیر کے سندات کے متعلق سید محمد امیر علی شاہ کا بیان ہے۔ کہ وہ سادات برادری ساکنان موضع سید مجہلہ ضلع گورداسپور کے پاس موجود ہیں۔

جاگیر کی واگذاری کا ارشاد[1] تحریر کر دیا۔ لیکن ابھی اس پر مہاراجہ شیر سنگھ کی "صحیح خاص" نہ ہوئی تھی۔ کہ مہاراجہ شیر سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ سرداران سندھانوالیہ کے ہاتھوں ایک ہی دن (یکم اسوج سمت ۱۹۰۰ب کو) قتل ہو گئے۔ بلکہ راجہ دھیان سنگھ کے ہمراہیوں کے ساتھ سید ناد علی شاہ بھی مارے گئے۔

اس خاندان کی طرف سے ایسی ہی جان نثاری کا ایک اور واقعہ اس وقت ہوا ہے۔ جب راجہ ہیرا سنگھ اور پنڈت جہلا اپنے چند خیر خواہوں سمیت سکھ فوج کے خوف سے لاہور چھوڑ کر جموں آ رہے تھے۔ اور راستے میں سکھ فوج کے ہاتھوں راجہ ہیرا سنگھ اور پنڈت جہلا اور ان کے ہمراہی قتل ہو گئے تھے۔ انہی میں سید ناد علی شاہ کے فرزند کلاں سید حیدر شاہ بھی شامل تھے۔ جن کی قبر موضع ملکوال میں جہاں یہ لڑائی ہوئی تھی۔ موجود ہے۔ یہ واقعہ ۹ ریوہ سمت ۱۹۰۱ب مطابق ۱۸۴۸ء کا ہے۔ سید حیدر شاہ کے چھوٹے بھائی سید سلطان شاہ بھی اسی قافلہ میں شامل تھے۔ لیکن بطور ہراول راجہ صاحب کے ہاتھی سے بہت دُور آگے آگے جا رہے تھے۔ اس لئے وہ بچ گئے۔

اس اثنا میں یہ خاندان سید جہلہ سے منتقل ہو کر ریاست جموں کی تحصیل سانبہ کے موضع چک جستو میں آباد ہو چکا تھا۔

راجہ ہیرا سنگھ کے واقعہ قتل کے بعد سید سلطان شاہ۔ راجہ جواہر سنگھ اور

---

[1] اس خون آلودہ ارشاد کی موجودگی جس پر راجہ دھیان سنگھ و سید ناد علی شاہ کے خون ناحق کے دھبے ہیں۔ سید جماعت علی شاہ سابق ہیڈ کانسٹیبل پولیس (خواہر زادہ سید مہر شاہ) کے پاس بمقام فتووالی ضلع سیالکوٹ بیان کی جاتی ہے۔

جعفری برادران

سید عباس علیشاہ
جعفری

ظہیر قوم سید محمد امیر علیشاہ جعفری
جاگیردار نمبردار و پبلسٹی افسر و آنریری
جنرل سکرٹری انجمن جعفریہ پونچھ

سید غضنفر علیشاہ
جعفری

شاہ صاحب کے فرزند سید مہر شاہ[۱] راجہ موتی سنگھ کے اہل کار بنے۔ جب ۱۹۰۹ ب میں راجہ موتی سنگھ سریر آرائے حکومت پونچھ ہوئے۔ تو سید سلطان شاہ بوجہ ضعیف العمری راجہ جواہر سنگھ کی ملازمت سے مستعفی ہو کر اپنے بیٹے سید مہر شاہ کے ہمراہ پونچھ آگئے۔ راجہ صاحب نے آپ کو اپنا مصاحب خاص مقرر کرنے کے علاوہ توشہ خانہ۔ فراش خانہ۔ فیل خانہ۔ اصطبل شاہی۔ باغات۔ اراضیات خود کاشت۔ ٹیکہ اور کوٹھی اجناس کا افسر اعلیٰ مقرر کیا۔ اور دس گاؤں بطور مستاجری عطا کئے۔ ان کے علاوہ تحصیل مہنڈر میں موضع چھترال سمت ۱۹۳۴ ب اور تحصیل حویلی میں مواضعات جنہار و ڈنیگلہ سنہ ۱۹۳۶ ب میں بطور جاگیر آپ کو مرحمت ہوئے۔ اور جب آپ کے فرزند سید اصغر علی شاہ کی شادی[۲] ہوئی۔ تو زیورات طلائی و پارچات کے علاوہ دس ہزار روپیہ مصارف شادی کے لئے آپ کو عطا ہوا۔

سید مہر شاہ ۱۲ اریساکھ سنہ ۱۹۵۴ ب کو انتقال کر گئے۔ سر راجہ بلدیو سنگھ نے آپ کی تجہیز و تکفین کے لئے قیمتی پارچات کے علاوہ ایک ہزار روپیہ نقد عطا کیا۔ اور

---

[۱] سید مہر شاہ کے تین بھائی حسب ذیل تھے (۱) سید برکت شاہ لاولد (۲) سید پیر شاہ ان کے فرزند سید علی امجد شاہ۔ اور ان کے فرزند سید جعفر علی شاہ موجود ہیں۔ تیسرے بھائی کا نام سید عمر شاہ تھا۔ ان کے دو فرزند سید علی حسین شاہ و سید غلام رسول شاہ موضع چک جسو تحصیل سانبہ ریاست جموں میں رہتے ہیں۔ جہاں اس خاندان کے پاس کافی اراضیات باغ اور جائداد ہے۔

[۲] برات قادیاں ضلع گورداسپور سید صابر علی شاہ رئیس کے ہاں گئی تھی جن کے فرزند سید شاہ چراغ اس وقت موجود ہیں۔ اور جن کے ہاں قادیاں میں ایک باغ کے علاوہ ۲۰۸ کنال اراضی اور موضع مندرا نوالا تحصیل نارووال میں نو ہزار کنال اراضی موجود ہے۔

ان کی قبر پر اپنے ہاتھوں سے کتبہ کا پتھر نصب فرمایا۔ جو اب تک موجود ہے۔
سید مہر شاہؒ کی وفات کے بعد ان کے فرزند سید علی اصغر شاہ افسر توشہ خانہ مقرر کئے گئے۔ اور جب ٹکہ سکھدیو سنگھ پیدا ہوئے۔ تو خلعت و انعام کے علاوہ ۷۶۰ روپے کی رقم قرضہ سر راجہ بلدیو سنگھ نے آپ کو معاف کر دی۔ اور جب سید علی اصغر شاہ بعالم شباب ۴۲ سال کی عمر میں ۹۷/۲ اسوج سمت ۱۹۶۷ ب کو انتقال کر گئے۔ تو سر راجہ بلدیو سنگھ نے پانچ سو روپیہ تجہیز و تکفین کے لئے عطا کیا پانچ لڑکے اور ایک لڑکی آپ کی یادگار رہے۔ فرزندوں کے نام حسب ذیل ہیں
(۱) سید محمد امیر علی شاہ جعفری جاگیردار ولادت ۴ رکاتک سمت ۱۹۵۱ ب آپ کا ایک لڑکا سید اصغر حمید (ولادت ۷ ستمبر ۱۹۳۴ء) موجود ہے۔ (۲) سید نذیر علی شاہ مرحوم (۳) سید وزیر علی شاہ مرحوم (۴) سید غضنفر علی شاہ۔ (۵) سید عباس علی شاہ آپ کا ایک فرزند سید نسیم حسین کے نام سے موجود ہے۔

سلہ آپ کی دو صاحبزادیاں بھی تھیں۔ بڑی صاحبزادی کی شادی علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں سید امداد علی شاہ کے ساتھ ہوئی۔ سید غلام نبی شاہ جو پونچھ میں نائب تحصیلدار تھے۔ انہی کے فرزند تھے۔ اس صاحبزادی کی ایک صاحبزادی یعنی سید مہر شاہ کی ایک نواسی حافظ پیر سید جماعت علی شاہ قبلہ ...... علی پور سیداں کے ایک برادر زادے (سید علی حسین شاہ خلف سید نجابت علی شاہ برادر بزرگ قبلہ علی پوری) سے بیاہی ہوئی تھیں۔ سید مہر شاہ کی اسی نواسی کی ایک بیٹی شاہ صاحب علی پوری کے چھوٹے صاحبزادے سید نور حسین شاہ کی زوجیت میں ہے۔ سید مہر شاہ کی دوسری صاحبزادی سید غلام علی شاہ تحصیلدار پونچھ و رئیس خانپور سیداں سے بیاہی گئی تھیں۔ اولاد نرینہ نہ ہونیکی وجہ سے سید غلام علی شاہ نے اپنے برادر زادہ سید طفیل حسین شاہ کو اپنا بیٹا بنایا ہوا ہے۔ سید مہر شاہ کی یہ صاحبزادی ابھی حیات ہیں۔

۱۹۷۹ب میں سید محمد امیر علی شاہ کی شادی پر اندرون محلات کی امداد کے علاوہ سر راجہ بلدیو سنگھ نے پانچ سو روپیہ اپنے پاس سے عطا فرمایا۔ گزشتہ عظیم جنگ یورپ میں آپ نے کئی رنگروٹ بھرتی کرائے۔ آپ کے دو حقیقی بھائی نذیر علی شاہ و وزیر علی شاہ چار سال تک جنگ میں شامل رہے۔ راجہ سکھدیو سنگھ جب گدی نشین ہوئے۔ تو انہوں نے آپ کو قحط اور ہیضہ کی خدمات کے صلہ میں ایک سنہری سند اور آپ کا خاندانی وقار قائم رکھنے کے لئے ۵۹۹۹ روپے کا قرضہ معاف کر دیا۔

آپ چونکہ مذہباً اثنا عشری ہیں۔ اس لئے ۱۹۸۰ب میں آپ نے شیعہ قوم کے حال زار کا مداوا نہ کرتے ہوئے انجمن جعفریہ کی بنیاد ڈالی۔ جس کے تحت بارہ چودہ اور انجمنیں باہر مفصلات میں کھولی گئیں۔ آج شیعہ قوم کی آبادی پونچھ کے علاقہ میں انیس بیس ہزار کے قریب ہے۔ وہ سب آپ کی خدمات کی معترف ہے۔ علمائے شیعہ لکھنؤ نے آپ کو "ظہیر قوم" کا خطاب دیا۔ اور ایک سند بھی جس پر تمام علمائے شیعہ و مجتہدین جعفریہ کے دستخط ہیں۔ یہ سند راجہ صاحب پونچھ نے ایک عام اجلاس میں آپ کو اپنے ہاتھ سے عطا کی۔ اس کے علاوہ مہاراجہ محمود آباد مرحوم۔ ہزہائی نس نواب محمد حامد علی خان مرحوم والئے رام پور۔ نواب فتح علی خان قزلباش مرحوم (لاہور) نواب محمد علی خان قزلباش مرحوم (لاہور) اور ہزہائی نس میر خیرپور سندھ اور دیگر شیعہ رؤسا نے آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے اجلاس میں ایک خاص ریزولیوشن آپ کی دینی خدمات اور آپ کے خاندانی وقار کے متعلق پاس کر کے راجہ صاحب پونچھ کی خدمت میں روانہ کیا۔

شورش ۱۹۸۳ب کے دوران میں آپ نے جس وفاداری سے خدمات سرکار انجام دیں۔ ان کا اعتراف سرکاری طور پر ایک بھرے جلسہ میں کیا گیا۔ اور اسی

ل آپ کی وفات دجنوری ۱۹۳۶ء کے بعد آپ کے ولی عہد آپ کے جانشین ہیں

صلہ میں سر راجہ جگت دیو سنگھ جی موجودہ فرمانروا نے آپ کو ۲۴۰ روپے کا وظیفہ تاحیات عطا فرمانے کے علاوہ ساٹھ کنال اراضی اور ۴۰۰ روپے کی سالانہ جاگیر دوامًا عنایت کی۔ علاوہ ازیں آپ کو ساڑھے چار سو روپیہ سالانہ تنخواہ والاؤنس کی صورت میں ملتا ہے۔ اس خاندان کے پاس چک جبو تحصیل سانبہ میں ۴۰ کنال اراضی ہے۔ اور پونچھ کے موضع جھٹیا ر میں تین چار سو کنال اراضی اس کے علاوہ ہے سید محمد امیر علی شاہ جعفری ایک زبردست اور فصیح و بلیغ مقرر ہیں۔ آپ کے پرائیویٹ کتب خانہ میں کئی قلمی (غیر مطبوعہ) کتابیں بیان کی جاتی ہیں۔ آپ نے سری جگت دیو لائبریری کو صحیح معنوں میں لائبریری بنا دیا ہے۔ پونچھ کے علاوہ اس خاندان کے افراد گورداسپور۔ سیالکوٹ اور جموں کے اضلاع میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور وہ سب پونچھ کی اس برادری کو عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

سادات علاقہ سوہرن

سادات ہمدانیہ حنفیہ۔ تین بھائی سید رسول شاہ میر سید معصوم شاہ اور سید اکبر شاہ پسران سید شاہ جی (مدفن نواح پشاور) جن کا سلسلہ ان کے بیان کے مطابق شاہ ہمدانؒ سے ملتا ہے۔ راجہ رستم خاں کے زمانہ میں کشمیر سے پونچھ آئے۔ رسول شاہ نے پونچھ میں اور معصوم شاہ نے دیگوار متصل پونچھ میں اقامت اختیار کی۔ اس خاندان کی کچھ برادری تحصیل اوڑی کشمیر کے ایک موضع وعنی سیداں واقعہ چیکار میں بھی موجود ہے۔

رسول شاہ کے تین بیٹے تھے۔ ہاشم علی شاہ۔ الف شاہ۔ شرف شاہ۔ ہاشم علی شاہ کے چار فرزندوں میں محمد شاہ صاحب حیات ہے۔ باقی تین مدت شاہ حیدر علی شاہ۔ سبحان شاہ فوت ہو چکے ہیں۔ اس شاخ میں حسب ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں۔

(۱) سید سوہنا شاہ سابق سارجنٹ پولیس ولد مدت شاہ۔ سید سوہنا شاہ کے چھ فرزند ہیں

میں یٰسین شاہ بالغ اور باقی نابالغ ہیں۔ (۲) سید اکبر شاہ اور (۳) سید گل حسین شاہ پسران سید حیدر علی شاہ۔ گل حسین شاہ کے تین فرزند نابالغ موجود ہیں (۴) سید برکت شاہ ولد سیدان شاہ۔ برکت شاہ کا ایک بھائی حسین شاہ نابالغ ہے۔ محمد شاہ ولد رسول شاہ کے تین فرزندوں میں حسام الدین شاہ بالغ ہے۔

الف شاہ کا صرف ایک بیٹا تھا۔ امان علی شاہ نام۔ اس کے فرزند اول نور حسن شاہ مرحوم کا پوتا نذیر حسین شاہ اور فرزند دوم فرزو علی شاہ اور اس کا بیٹا برکت حسین شاہ موجود ہیں۔ شرف شاہ کی اولاد سے اس کا پوتا چمن شاہ اور اس کا بیٹا حسین شاہ زندہ ہیں۔

معصوم شاہ کی اولاد ڈیگوار میں موجود ہے۔ اکبر شاہ کی اولاد سے جمال شاہ ولد حسن شاہ قابل ذکر ہیں۔ باقی لڑکے زیر تعلیم ہیں۔

سادات ہمدانیہ کی کل تعداد ایک سو نفوس تک بیان کی جاتی ہے۔

سادات مشہدی موضع پوٹھہ۔ ان کے ایک بزرگ پیر نور شاہ مشہدی پشاور سے راجہ رزاق خاں (عبدالرزاق) کے زمانہ میں پونچھ آئے۔ ان کے تین پوتوں میں صرف فرزند اول سید عالم شاہ صاحب اولاد ہوئے۔ اور پوٹھہ میں جو چند گھر مشہدی سادات کے ہیں، وہ عالم شاہ ہی کی ذریات سے ہیں۔ ان کے تین فرزند تھے (۱) روشن علی شاہ۔ اسکے دو فرزند ہیں۔ سید ونا شاہ جس کا بیٹا باقر علی شاہ موجود ہے۔ (۲) سید مٹھا شاہ جو تحصیل مہنڈر میں قریباً ۳۲ سال تک جمعدار رہا ہے۔ اور اپنی برادری میں ممتاز ہے۔ اس کے تین فرزند موجود ہیں۔ باغ حسین شاہ طفیل حسین شاہ فضل حسین شاہ۔ روشن علی شاہ کے دوسرے بھائی کا نام فقیر شاہ تھا۔ اس کی اولاد سے حسب ذیل افراد موجود ہیں۔ خادم حسین شاہ و نبی شاہ فرزندان عباس علی شاہ مرحوم محمد حسین شاہ خلف احمد شاہ مرحوم۔

روشن علی شاہ کے تیسرے بھائی مدت شاہ کا فرزند سید محمد شاہ ہنوز بقید حیات ہے۔

سادات گیلانیہ قادریہ سوہرن کوٹ۔ اس خاندان کے ایک بزرگ پیر سید ولی شاہ جن کو شاہ محمد فاضل خانیاری کی اولاد سے ساتویں پشت میں شمار کیا جاتا ہے۔ خانیار سری نگر سے ۱۹۰۷ء میں موضع سوہرن کوٹ آئے۔ اب تک زندہ ہیں۔ ان کے دو فرزند ہیں۔ شریف حسین و محمد سعید۔ پیر ولی کے بھائی سید احمد شاہ اور ان دونوں کے والد سید نور الدین کی قبریں تحصیل بڈگام کشمیر کے موضع جوگوکھاریاں میں ہیں۔ احمد شاہ مرحوم کے تین فرزند جو گوکھاریاں میں موجود ہیں۔ غلام محمد شاہ۔ حسن شاہ۔ محمد یاسین

سادات بخاری موضع سمہوٹ۔ اس خاندان کے ایک بزرگ سید میر گل احمد شاہ بخاری سب سے پہلے بعہد راجہ رستم خان پنجاب سے پونچھ آئے تحصیل حویلی کے ایک موضع بھینچھ میں سکونت اختیار کی۔ ان کے دو بیٹوں میں میر چراغ شاہ سے اولاد کا سلسلہ چلا ہے جن کا صرف ایک ہی فرزند سید لال شاہ تھا کہتے ہیں۔ کہ جب ان کا مزار شکستہ ہو جانے کی وجہ سے سات سال کے بعد اس کی مرمت کی ضرورت ہوئی۔ اور ان کی لاش باہر نکالی گئی۔ تو وہ بالکل صحیح سالم تھی۔ جنازہ از سر نو پڑھا اور کفن نیا پہنایا گیا۔ ان کے چار فرزندوں میں میر فضل شاہ و میر ولایت شاہ صاحب اولاد ہوئے ہیں۔ میر فضل شاہ کے تین فرزندوں میں میر گل حسین شاہ (جن کا بیٹا میر حسن شاہ موجود ہے) اور سید غلام حیدر شاہ (جن کا ایک نابالغ فرزند ہے) کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور سید رویل شاہ زندہ ہے۔ رویل شاہ کے پانچ فرزند ہیں اکبر شاہ۔ لعل حسین شاہ۔ عطر شاہ۔ دو ابھی نابالغ ہیں۔

میر فضل شاہ کے بھائی میر ولایت شاہ کی شادی چونکہ سادات ہمدانیہ سوہرن کے ہاں ہو گئی تھی۔ اس لئے وہ بھینچھ سے موضع سمہوٹ علاقہ سوہرن میں آ کر آباد

ہو گئے۔ ان کے دو فرزند موجود ہیں۔ سید چنن شاہ و سید باغ حسین شاہ۔ باغ حسین شاہ کا ایک لڑکا نابالغ ہشت سالہ موجود ہے۔ ہر دو بھائی دینی تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔ سائیں شیرو شاہ جن کی زیارت موضع کھیالہ میں بہت مشہور ہے۔ وہ ان کے والد میر ولایت شاہ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اس خانقاہ کے ساتھ چودہ پندرہ کنال کا عطیہ اراضی بھی بیان کیا جاتا ہے۔ اس برادری کی ایک شاخ تحصیل کوٹلی (جموں) کے موضع چھنجوڑہ میں بھی ہے۔ سادات بخاری کے کل نفوس کی تعداد ۲۸ تک بتائی جاتی ہے۔ جن میں سید رویل شاہ بن پیر فضل شاہ و اکبر شاہ بن رویل شاہ سکنائے بھینچھ تحصیل حویلی اور پسران ولایت شاہ (چنن شاہ و باغ حسین شاہ) سکنائے سمہوٹ قابل ذکر ہیں۔

سادات قادریہ قادر آبادی

قادر آبادی سادات حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ (مدفون لاہور) کے فرزند میر سید میراں کی اولاد سے ہیں۔ سید میراں کے فرزند کا نام میر سلطان علی شاہ عرف میر سلطان تھا۔ وہ مظفر آباد ہی میں اپنے والد کے پہلو میں آسودہ ہیں۔ [۱] آپ کے حالات قلمی کتابوں میں آپ کے ورثاء کے پاس موجود ہیں۔ میر سلطان کے فرزند سوم میر غلام علی شاہ

[۱] آپکے دو بھائی اور تھے۔ ایک میر شاہ احمد جن کی اولاد موضع نون بگلہ ضلع مظفر آباد میں آباد ہے۔ اور دوسرے میر شاہ عمر جو سب سے بڑے بھائی تھے۔ انکے تین فرزند تھے۔ میر قائم شاہ جنکی اولاد مواضعات دھیریاں و مراد آباد میں آباد ہے۔ دوسرے میر علاؤ الدین شاہ جنکی اولاد مظفر آباد میں ہے۔ مظفر آباد کے مشہور گیلانی سید پیر حسام الدین شاہ جو کشمیر، جموں اور پونچھ کے علاوہ پنجاب میں بھی مشہور ہیں۔ آپ ہی کی ذریات سے ہیں۔ میر علاؤ الدین شاہ کی بعض ذریات مظفر آباد کے مواضعات گگر دوارہ اور دوبنگ میں بھی آباد ہے۔ میر شاہ عمر کے تیسرے فرزند کا نام میر وہاب الدین شاہ تھا۔ انکی اولاد تحصیل باغ پونچھ کے موضع سیری میراں میں موجود ہے۔

ہی سب سے پہلے پونچھ آئے۔ جہاں اب قادر آباد آباد ہے۔ اس کا نام پہلے چھنی جنگل تھا۔ آپ نے اس کو آباد کر کے سلسلۂ عالیۂ قادریہ کی مناسبت سے قادر آباد اس کا نام رکھا۔ آپ کے تین فرزندوں میں نور علی شاہ و امام علی شاہ[1] صاحب اولاد تھے۔ ان کے مزارات قادر آباد میں اپنے والد میر غلام علی شاہ کے قبرستان میں موجود ہیں۔

سید نور علی شاہ کے فرزند حضرت سید اسمٰعیل شاہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانہ میں صاحب حیات تھے۔ بلکہ مہاراجہ کو آپ سے عقیدت خاص تھی۔ اور اس کا اظہار مہاراجہ گلاب سنگھ کی اُس عطا کردہ جاگیر سے ہوتا ہے۔ جو اب تک نسل در نسل آپ کی اولاد میں چلی آتی ہے۔ آپ "صاحبان" کے لقب سے بھی عوام میں ملقب تھے آپ کے تین فرزند تھے۔ اوّل میر احمد شاہ جن کے فرزند میر محمّد شاہ کا بیٹا عبدالواحد شاہ موجود ہے۔ دوسرے میر ایوب شاہ لاولد تیسرے میر یوسف شاہ جن کے تین فرزند حسب ذیل ہیں (۱) پیر علی اکبر شاہ جن کے فرزند کا نام پیر محمّد سعید شاہ ہے (۲) پیر محمّد اشرف۔ جن کے فرزندان محمد صدیق حسن۔ محمّد لطیف۔ محمّد خلیل الرحمان موجود ہیں۔

(۳) پیر غلام حسین شاہ جو سجادہ نشین اعلیٰ جاگیردار اور زمیندار ہونے کے علاوہ صاحب طریقت بزرگ ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں اور سکھوں میں بھی ہر دلعزیز ہیں۔ اور سرکاری حکام بھی آپ کو بنظرِ وقعت دیکھتے ہیں

جنگ یورپ کے سلسلہ میں حکومت پونچھ اور ریذیڈنٹ نے آپ کو جو اسناد دیں۔ ان کا مختصر سا ذکر کیا جاتا ہے۔

---

[1] امام علیشاہ کی اولاد ہونر ضلع راولپنڈی اور موضع خانپور ضلع ہزارہ میں آباد ہے۔

ایک سند میجر راجہ سر بلدیو سنگھ راجہ آف پونچھ نے ۶ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو دی۔ جس میں اعتراف خدمات کے بعد ایک سند اور لنگی کے عطا کئے جانے کا ذکر ہے۔
ایک سند خان بہادر چوہدری محمد الدین وزیر پونچھ کی طرف سے ہے۔ جس میں بصلہ خدمات جنگ سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ کی طرف سے دربار میں تلوار عطا کئے جانے کا ذکر ہے۔ یہ سند ۱۴ ساون ۱۹۷۴ء ب کی تحریر شدہ ہے۔

ایک سند لا صاحب بہادر سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ پونچھ اور بابو بسنج لعل وزیر آف پونچھ کی طرف سے ہے جس میں اعتراف حسن خدمات (متعلق جنگ عظیم) اور اظہار خوشنودی کے بعد ایک عدد صافہ ریشمی عطا کئے جانے کا ذکر ہے۔

سادات گردیزیہ جعفریہ

خلیفہ القادر باللہ عباسی کے زمانہ میں حضرت سید علی قسور بن سید ابی عبداللہ بغداد سے گردیز تشریف لائے۔ جو غزنی (افغانستان) کے قریب ایک قصبہ ہے۔ وہیں آپ کا روضہ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کے پوتے مخدوم شاہ یوسف گردیزی (بعمر ۳۱ سال) گردیز سے ترک وطن کر کے (بعہد سلطان ابراہیم غزنوی) ملتان پہنچے۔ یہاں آپ کے نام پر محلہ شاہ گردیز آباد ہے۔ جہاں آپ کا عالیشان روضہ بھی واقعہ ہے۔ مزار کی شرقی ڈیوڑھی سلیم شاہ بن شیر شاہ سوری کی بنائی ہوئی ہے۔ مخدوم شاہ یوسف گردیزی کو ملتان میں شاہ گردیز بھی کہتے ہیں۔ ملتان کے ضلع میں بہت سے دیہات سادات گردیزیہ کی ملکیت ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول ۵۳۱ھ کو آپ نے وفات پائی۔ اس خانقاہ کے ساتھ بہت سی جاگیریں تھیں۔ سکھوں کے عہد میں ضبط ہو گئیں۔

ملتان میں سادات گردیزی بڑے صاحب اقتدار۔ صاحب رسوخ۔ صاحب

دولت اور اہل علم گذرے ہیں۔ اور اب بھی وہاں ایسے بزرگ موجود ہیں۔ جن کو بزرگان سلف کی برکت سے دنیوی و دینی نعمتیں حاصل ہیں۔ شاہ گردیزہ کی تیسری پشت میں مخدوم یحییٰ اور سید محمدؒ دو حقیقی بھائی تھے۔ مخدوم یحییٰ کی نرینہ اولاد تو شاہ یوسف ثانی پر ختم ہوگئی (خانقاہ گردیزیہ ملتان کے سجادہ نشین آپ کے نواسہ سید محمدؒ گردیزی کی اولاد سے ہیں) اور دوسرے بھائی سید محمدؒ نے شہاب الدین غوری کے عہد میں دان گلی (پوٹھوہار) میں سکونت اختیار کی۔ شاہ مشہور معروف شاہ سچیار جن کا مزار بھارا کوہ (راولپنڈی) کے متصل ہے۔ آپ ہی کی ذریات سے تھے۔ آپ کے بارہ فرزند تھے۔ جن میں سے آپ کے فرزند شہاب الدین کی اولاد کنگوٹہ سیداں ضلع راولپنڈی تحصیل کہوٹہ میں آباد ہے۔ اور مندرجہ ذیل تین بیٹوں سید منصور شاہ سید علین الملک شاہ اور سید نظام شاہ کی اولاد اکبر کے زمانہ میں پونچھ کے علاقہ باغ و مہنڈر میں آباد ہوگئی۔ سید منصور شاہ کے پوتے سید رتن شاہ و سید سنگری شاہ تھے۔ سید رتن شاہ کی اولاد چناٹ (دھیرکوٹ تحصیل مظفر آباد) گرلی۔ بن گراں۔ ملوت ہوترہ نصف سر۔ جبڑ تمان کیاٹ۔ سرچھ۔ کوٹیڑی۔ بیدھر۔ باغ وغیرہ اور سید سنگری شاہ کی اولاد کیاٹ خورد۔ مجھ حصہ باغ۔ ڈھیری۔ کھبل۔ سوہاوا۔ چڑالہ میں آباد ہے۔ نیز چند مکانات گہل مُہرہ میں بھی ہیں۔

سید علین الملک شاہ کا مدفن بیر کیتھی متصل باغ میں ہے۔ آپ کے چار پوتوں میں سے سید خواص شاہ کی اولاد سر اور ٹائیں میں ہے۔ سید فرید شاہ کی ہاڑ بوالہ اور سید شاہ کی سوہاوہ۔ چناٹ اور باغ میں اور سید لعل شاہ کی ہل سرنگ ڈگین کوٹ میں آباد ہے۔

تحصیل پونچھ کے موضع بتیراں کے علاوہ تحصیل باغ کے مواضعات۔ ڈھنڈی کیاٹ گہل مُہرا۔ بھڈیاں۔ ملوٹ۔ داڑیالی۔ اور سرچھ وغیرہ مقامات میں سید نظام شاہ کے

پوتے سید مالک شاہ کے چھ بیٹوں کی اولاد آباد ہے۔

سادات گرویزیہ۔ گرویزہ میں اور گرویزہ سے باہر جہاں کہیں رہے ہیں آسمان علم و عمل کا ایک درخشاں ستارہ بن کے رہے ہیں۔ پونچھ کا خطہ اور بالخصوص باغ کی تحصیل جہاں سادات گرویزیہ کی آبادی کثرت سے ہے تعلیم و تہذیب سے کوسوں دور ہے۔ نہ یہاں درس گاہیں ہیں۔ نہ علمی سوسائٹی ہے۔ نہ علماء و فضلا کی کوئی مجلس ہے۔ کہ دینی و دنیوی علوم و فنون کے پیاسے کسی چشمہ فیض سے تشنہ لبی دور کر سکیں۔ لیکن پھر بھی اس خاندان نے بڑے بڑے متشرع متقی۔ زاہد۔ اہل علم بلکہ اہل اللہ بزرگ پیدا کئے ہیں۔ ہم یہاں اس خاندان کی ایک ایسی نامور ہستی کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کے گھر کی عورتیں بھی اس بے علم ویرانہ جہل خطہ میں نعمت علم بالخصوص مذہبی علوم سے بہرہ ور تھیں۔ ہماری مراد سید فیض علی شاہ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد سید علی شاہ قدس سرہ سے ہے۔ جو ۱۰ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ کو سوہاوا شریف (تحصیل باغ) میں پیدا ہوئے۔ اور جنہوں نے اپنی ابتدائی معمولی تعلیم اپنی پھوپھی سے شروع کی۔ اور کلام اللہ شریف بھی انہی سے پڑھا۔ پھر علم دین کے شوق میں تن تنہا حویلیاں (ہزارہ) میں گئے۔ اور وہاں تھوڑے ہی عرصہ میں مولانا محمد گل سے فقہ۔ اصول۔ تفسیر حدیث کی تکمیل کر کے اپنی ذہانت و قابلیت کا ثبوت دیا۔ علوم دینیہ سے فراغت بلکہ دستار فضیلت حاصل کرنے کے بعد جب آپ وطن میں واپس آئے۔ تو تا دم زیست درس تدریس کے شغل ہی میں رہے۔ آپ کے قرب و جوار میں آپ کے صدہا تلامذہ موجود ہیں۔ مسجد کے علاوہ آپ نے طلبا اور مسافروں کے لئے ایک سرائے بھی تعمیر کرا رکھی ہے۔ طلباء کو خوراک کے علاوہ کتابیں تک اپنے پاس سے دیا کرتے تھے۔ یہ نادر الوجود شخصیت عمر کی ۱۷ منزلیں طے کر کے ۱۶ شوال ۱۳۲۱ھ

کو اعلیٰ علیین میں چلی گئی۔

خان صاحب سردار محمد اکرم خان ریٹائرڈ جج و رئیس اعظم و جاگیردار چھیاٹی نے اپنی کتاب آئینہ قریش میں حضرت خواجہ صاحب کی ذات قدسی صفات کا ذکر کیا ہے۔ اور تذکرہ سادات گردیزیہ جعفریہ میں تو ان کے حالات بالتفصیل درج ہیں۔

مریدین و معتقدین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ۱۶ شوال کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ ریاست کی طرف سے خانقاہ کے نام پر کچھ جاگیر و انعام بھی مقرر ہے آپ کی سرکار دربار میں بڑی عزت تھی۔ اور مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام کے لوگ بھی آپ کا بیحد احترام کرتے تھے۔ آپ کے چھ صاحبزادے حسب ذیل ہیں۔ سید محمد مخدوم شاہ مرحوم جو بہت بڑے عالم اور فقر و قناعت کے مجسمہ تھے پیر سید محمد فیروز شاہ۔ پیر سید محمد یعقوب شاہ۔ پیر سید محمد ایوب شاہ۔ مولوی پیر سید محمد گل احمد شاہ۔ پیر سید محمد محبوب علی شاہ۔ یہ پانچوں بزرگ علوم فقہ و حدیث کے متبحر عالم ہیں اور اپنے چشمہ ہائے فیض سے سب کو مستفیض کر رہے ہیں۔

پونچھ کے گردیزیہ سادات ہی ہے جو سب کے سب علی قسور شاہ گردیزی کی ذریات سے ہیں۔ چند افراد کابل تک پونچے۔ اور وہاں بھی ان کی دینی عظمت نے ان کی شہرت بادشاہ تک پونچادی۔ جس نے ان کے احترام میں کوئی دقیقہ بفرو گذاشت نہ کیا۔

پونچھ تحصیل باغ اور تحصیل سدھنتی میں سادات گردیزی کی خانہ شماری قریباً ساڑھے پانچسو اور آبادی کم و بیش ۲½ ہزار کے قریب ہے۔ اور سب اہل سنت والجماعت ہیں۔ گردیزی سید قریباً ساڑھے تین سو سال سے اس ملک میں آباد ہیں اُنہوں نے پہاڑی نشیب و فراز کو اپنی محنت سے زراعت کے قابل بنایا۔ اسی

لئے ساوات گردیزیہ پونچھ کا سب سے پہلا کاروبار زراعت یا زمینداری ہے۔ بعض
بہ سلسلۂ ملازمت علاقہ انگریزی و پونچھ میں برسر روزگار ہیں۔ کچھ تجارت پیشہ بھی
ہیں۔ پیری مریدی کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ درس تدریس کا شغل بھی ہے۔ رشتہ
ناطہ اپنی ہی برادری میں کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی دیگر شریف و معزز اقوام سے رشتہ
لے لیتے ہیں۔ لیکن غیر سید کو رشتہ دیتے نہیں۔ چنانچہ دو تین سال کا عرصہ گذرا
کہ ایک بہاکری سیدہ عورت بنام فضل نور کا نکاح کسی طریق سے ایک غیر سید
کے ساتھ ہو گیا۔ ساوات گردیزیہ نے اس نکاح کو اپنے خاندانی رواج اور "شریعت
اسلامیہ" کے مطابق ناجائز ثابت کرنے کے لئے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ یہ
مقدمہ سینیئر جج پونچھ کی عدالت میں ۲۸ ہاڑ سمت ۱۹۸۷ب کو دائر ہوا۔ اور ۸ پوہ
۱۹۸۸ب کو وکلاء اور فریقین اور گواہان کی بحث و تمحیص اور شہادتوں کے بعد
تنسیخ نکاح کے فیصلہ پر ختم ہوا۔ اس مقدمہ میں برائے نام مدعی سید حسن شاہ سکنہ
منگ اور مدعا علیہ میر حسن اعوان ساکن ہورنہ میرہ تھے۔ لیکن دراصل مقدمہ کی پیروی
پیر سید حمید اللہ شاہ سوہاوی اور پیر سید شفیع اللہ شاہ سوہاوی نے کی۔ اور انہی
کی تگ و دو اور دوڑ دھوپ سے سید حسن شاہ مقدمہ میں کامیاب ہوا۔ ساوات
گردیزیہ کی مختلف شاخوں کا جو تحصیل باغ کے متفرق دیہات میں آباد ہیں۔
یہاں کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔

ساوات گردیزیہ سوہاوہ شریف

پیر محمد یعقوب شاہ سجادہ نشین صاحب طریقت ہونے کے علاوہ شرعی
علوم و فنون میں بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ آپ قریباً ۲۰ سال سے سجادگی کے
اہم فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ نباہ رہے ہیں۔ سالانہ عرس کے موقعہ
پر خلق خدا کا عظیم اجتماع ہوتا ہے۔ لنگر کے اخراجات کے علاوہ وقتاً فوقتاً غربا

اور یتامیٰ وغیرہ کی پرورش بھی ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ مہمانان لنگر خانہ کی شیر خوراک کے لئے یکم ہاڑ ۱۹۶۶ء ب کے ارشاد سرکاری کے مطابق دس راس گاؤ میش اور دس راس مادہ گاؤاں کی ترنی بھی سجادہ نشین سوہادہ شریف کے نام معاف ہے۔

عالیشان مسجد پر جو حضرت مرحوم کی زندہ جاوید یادگار ہے۔ آپ ہی کے زیر اہتمام ٹین کی چھت ڈالی گئی ہے۔ حضرت مرحوم کا مقبرہ نہ صرف آپ نے پختہ تعمیر کرایا۔ بلکہ اس کے چاروں طرف پختہ چار دیواری بنوائی اور احاطہ کے اندر میوہ دار درخت نصب کرائے۔

باغ خاص ساری تحصیل باغ کا مرکز اور ایک تجارتی مقام ہے۔ لیکن وہاں کوئی مسجد نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو بڑی تکلیف تھی۔ آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے اثر و رسوخ سے ایک پختہ مسجد تعمیر کرا کر اس تکلیف کو رفع کر دیا۔ سوہادہ۔ چیڑالہ اور فتح پور وغیرہ مواضعات کے مابین خشک سالی کی وجہ سے مال مویشی کے لئے پانی کی بڑی قلت رہتی تھی۔ آپ کی سعی سے ایک تالاب کھدوا گیا۔ جہاں اب بارہ مہینے بارانی پانی جمع رہتا ہے۔

مسلمانوں کے خانگی تنازعات اور شرعی امورات کے فیصلے بھی آپ کی زندگی کے خاص عنوان ہیں۔

سر راجہ بلدیو سنگھ کے عہد میں بہ ایام بندوبست پیر محمد یعقوب شاہ موجودہ سجادہ نشین کے نام کچھ مختصر جاگیر معہ انعام مقرر ہو گئی۔ انعام کا حکم پنڈت کیلاش جو تحصیلدار باغ کا ۲۴ ماگھ ۱۹۶۴ء ب کا لکھا ہوا ہے جس میں تحریر ہے۔ کہ دوران تحقیقات میں پیر محمد یعقوب شاہ سائل اور پیر مخدوم شاہ مسئول کے باہمی دستخطوں سے اس مضمون کی ایک درخواست موصول ہوئی ہے۔ کہ سجادہ نشین سوہادہ پیر محمد یعقوب شاہ سائل قرار پا چکا ہے۔ اس کی سجادگی اور گدی نشینی میں

فریق ثانی یا دیگر بھائیوں کو کوئی اعتراض نہیں۔ اس درخواست کے مطابق انعام پانچ روپیہ عطیہ سرکار پیر محمد یعقوب شاہ جو گدی نشین سوہاوہ مقرر ہو چکا ہے حاصل کرنے کا حق دار ہے۔ اور آئندہ بھی یہی حق اسی کو حاصل رہیگا" اسی طرح پیر عبداللہ شاہ سجادہ نشین بارگاہ خواجہ محمد فاضل شاہ رح نے بھی آپ کو پیر محمد سید علی شاہ مرحوم کا جانشین اور خلیفہ تسلیم کرتے ہوئے آپ کے جمیع خاندان اور معتقدین کو ۱۵ صفر ۱۳۴۲ھ کے سند نامہ کی رُو سے لکھا" فضائل پناہ سید محمد یعقوب شاہ عالم و متدین و مرد باہمت و مروت است لہٰذا مشار الیہ را جانشین آں مرحوم مقرر کردیم مے باید کہ جمیع معتقدان آں مرحوم (یعنی آپ کے والد پیر محمد سید علی شاہ مرحوم کے مرید) موصی الیہ را قائم مقام آں مرحوم یقین نمودہ حسن سلوک مرعی دارند"

آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔ مولوی محمد نذیر حسین شاہ۔ غلام حسین شاہ خلیل حسین شاہ۔ عابد حسین شاہ۔ مولوی نذیر حسین شاہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں زیر تعلیم ہیں۔ اور عنقریب فارغ التحصیل ہونے والے ہیں۔ آپ ایک خوش بیان مقرر ہیں۔ صاحب سجادہ نشین نے آپ کو اپنا جانشین نامزد فرما دیا ہے۔

پیر محمد ایوب شاہ۔ صاحب طریقت اور علم دوست ہیں۔ آپ کے سب سے بڑے فرزند پیر محمد نصیر اللہ شاہ خاندانی فیوضات سے بہرہ ور ہونے کے علاوہ حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے بھی خلیفہ ہیں۔ آپ کے ارادتمند پونچھ کے علاوہ پنجاب اور ہندوستان میں بھی ہیں۔ آپ کے باقی فرزندوں کے نام حسب ذیل ہیں: مولوی محمد کبیر شاہ ملازم محکمہ تعلیم پونچھ، محمد مظفر حسین شاہ و محمد صدیق شاہ۔ آپ دونوں دار العلوم ندوہ لکھنؤ میں زیر تعلیم ہیں۔ پانچویں ثناء اللہ شاہ چھٹے منیر اللہ

شاہ۔ یہ دونوں مقامی مدرسہ میں پڑھتے ہیں۔

پیر محمد محبوب علی شاہ - حلقہ ارادت آپ کا بڑا وسیع ہے۔ دینی تعلیم کے بڑے حامی ہیں۔ عرصہ سات سال سے آپ نے خاص سوہادہ میں ایک مدرسہ اسلامیہ محبوبیہ جاری کر رکھا ہے۔ جہاں غریب اور نادار طلباء کو کھانا مفت دیا جاتا ہے۔ انسپکٹر مدارس پونچھ نے ۱۱ ربھادوں سنہ ۱۹۹۰ ب کے معائنہ میں اس مدرسہ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ مدرسہ علاقہ بھر میں اپنی نوعیت کا واحد مدرسہ ہے اسی مدرسہ کے دو ہونہار طالب علم سید مظفر حسین و سید محمد صدیق اس وقت لکھنؤ کے دارالعلوم ندوہ میں وظائف لے کر تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ آپ کے دو فرزند سید محمد صادق حسین شاہ و سید محمد ممتاز حسین شاہ ابھی خورد سال ہیں اور عربی فارسی کی تعلیم پا رہے ہیں۔

خواجہ پیر محمد فیروز شاہ - آپ کی عمر اس وقت چھپن سال کے قریب ہے آپ نے برضائے خود اپنے برادر خورد پیر محمد یعقوب شاہ کو سجادہ نشین مقرر کر دیا تھا۔ آپ کا اکثر وقت درس تدریس اور فتاویٰ وغیرہ میں صرف ہوتا ہے۔ لنگر کے اخراجات اور دیگر رفاہ عام کاموں میں آپ سرگرمی سے حصہ لیا کرتے ہیں۔ آپ کے حسب ذیل تین فرزند ہیں (۱) سید محمد شفیع اللہ شاہ۔ جو ایک سیدہ کے فسخ نکاح از غیر سید کے معاملہ میں پیر سید حمید اللہ شاہ کے معاون تھے دینیات صرف۔ نحو۔ منطق میں عبور تامہ رکھتے ہیں۔ اور سلسلہ چشتیہ میں منسلک ہیں۔ (۲) سید محمد رؤف اللہ شاہ۔ تعلیم یافتہ نوجوان ہیں۔ اور اپنے خاندانی اوصاف سے متصف ہیں۔ (۳) سید محمد نذیر اللہ شاہ ابھی زیر تعلیم ہیں۔

پیر محمد حمید اللہ شاہ گردیزی - آپ حضرت خواجہ پیر سید علی شاہ مغفور کے فرزند حضرت پیر محمد مخدوم شاہ مرحوم کے خلف و جانشین ہیں۔ آپ کے

والد مرحوم کا عرس ہر سال یکم مگھر سے ۲۰ مگھر تک آپ ہی کے اہتمام اور آپ ہی کی سجادگی میں ہوتا ہے۔ کار بیگار راجہ موتی سنگھ کے زمانہ ہی سے سادات کو معاف تھی۔ لیکن اس پر پورا پورا عمل نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے ۱۲ ہاڑ ۱۹۶۶ بکرمی کو سر راجہ بلدیو سنگھ کی بارگاہ میں ایک طویل درخواست سرکاری اشٹامپ پر پیش کی جس پر محکمہ وزیر۔ محکمہ گورنری تحصیلداروں و نائب تحصیلداروں کے نام کار بیگار کی معافی کے تاکیدی احکام دوبارہ جاری ہوئے۔

آپ اپنے والد پیر محمدؒ مخدوم شاہ کے علاوہ اپنے چچا پیر عطاء اللہ شاہ کا عرس بھی اپنی گرہ ہی سے کرتے ہیں۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔ منور حسین شاہ عظمت اللہ شاہ۔ عبداللطیف شاہ۔ شمشاد حسین شاہ۔ پیر حمید اللہ شاہ کے چھوٹے بھائی کا نام ہدایت اللہ شاہ ہے۔ جن کا ایک فرزند ممتاز حسین شاہ موجود ہے۔

ایک سیدہ کے تنسیخ نکاح از غیر سید میں آپ اور سید شفیع اللہ شاہ نے جس دلچسپی اور سرگرمی کا اظہار کیا۔ اُسی کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ عدالت نے وہ نکاح فسخ کر دیا۔ آپ کے زیر اہتمام بھی ایک لنگر خانہ و مسافر خانہ ہے۔ جہاں مسافروں اور محتاجین کو آرام ملتا ہے۔

سید مبارک شاہ۔ آپ نمبردار ہونیکے علاوہ اپنی برادری میں سرکردہ تھے۔ آپکے چھ فرزندوں میں سید ہاشم علیشاہ درجہ اختصاص رکھتے تھے۔ ہاشم علیشاہ معافی دار اور پنجوتزہ خوار تھے۔ آپکے حسب ذیل چار فرزند ہیں۔ سید گلفام شاہ۔ سید خیر علیشاہ۔ سید امیر شاہ۔ سید احمد شاہ۔ اوّل الذکر اپنے بھائیوں میں خصوصیت سے قابل ذکر اور برادری میں معزز و سرکردہ ہیں۔

سید فیض علیشاہ۔ آپ بھی سادہ کے ایک مشہور بزرگ تھے۔ آپکے دو فرزند تھے۔ خواجہ سید علیشاہؒ اور سید محمود شاہ ثانی الذکر کے دو فرزند ہیں۔ سید میر شاہ اور حافظ سید عبدالمجید شاہ۔ ثانی الذکر علم دینیات سے بھی واقف ہیں۔ آپکے فرزند سید داؤد شاہ ایک لکھے پڑھے خوش وضع خوش خلق نوجوان ہیں۔ اور گورنمنٹ انگلشیہ کے ہاں ایم ٹی میں ملازم ہیں۔ آپکے پاس کرنل اور جرنل تک کی خوشنودیٔ مزاج کی چٹھیاں ہیں جن سے آپکی ادائیگی فرائض میں مستعدی کا ثبوت ملتا ہے۔

سادات گردیزیہ موضع سرسیداں

یہاں کے سادات گردیزیہ میں سید نور شاہ اور سید مہر شاہ اور سید عالم شاہ بہت مشہور تھے۔ آخر الذکر کے دو فرزند تھے۔ سید بہادر علی شاہ و سید حسین شاہ۔ سید بہادر علی شاہ نے ہی پہلے پہل حکومت ڈوگرہ سے نمبرداری کا عہدہ حاصل کیا۔ آپ تیر اندازی میں صاحب کمال تھے۔ آپ کے فرزند سید اسمٰعیل شاہ جن کا لڑکا بنام سید میر احمد شاہ زیر تعلیم ہے۔ اپنے علاقہ کے اعلےٰ زمیندار اور صاحب حیثیت ہیں۔

سید عالم شاہ کے دوسرے فرزند سید حسین شاہ کے دو بیٹے موجود ہیں۔ ایک کا نام سید فیروز شاہ ہے۔ جن کے اکلوتے فرزند کا نام محمدؐ انور شاہ ہے۔ سید حسین شاہ کے دوسرے بیٹے کا نام سید رحمت شاہ ہے۔ دونو بھائی علم دوست ہیں۔

سرسیداں کے سادات گردیزیہ میں سید فتح علی شاہ بھی ایک حذار سیدہ بزرگ تھے۔ آپ کے ہاں چار فرزند حسب ذیل تھے۔ جماعت علی شاہ۔ قاسم شاہ۔ جعفر شاہ مردان شاہ۔ ان میں جماعت علیشاہ نمبردار تھے۔ ان کے فرزند سید سلیمان شاہ باپ کی طرح علمدوست اور زراعت پیشہ ہیں۔ اور شکار بھی خوب کھیلتے ہیں۔

سید فتح علی شاہ کے دوسرے فرزند قاسم شاہ حافظ قرآن اور صاحب ورع و اتقا تھے۔ ان کے فرزند سید علیے شاہ جو اچھی حیثیت کے زمیندار ہیں موجود ہیں سید فتح علی شاہ کے تیسرے فرزند سید جعفر شاہ بھی اپنے باپ دادا کے قدم بقدم چلنے والے ہیں۔ آپ کے ہاں دو فرزند موجود ہیں جن کے نام شہادت شاہ و سرور شاہ ہیں۔

فتح علی شاہ کے چوتھے فرزند سید مردان شاہ حافظ قرآن ہیں۔ ان کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ سید مہر شاہ۔ سید لقمان شاہ۔ سید گل احمد شاہ۔ سید سجاد علی شاہ ان میں لقمان شاہ اپنے مذہبی علوم میں پورا ماہر ہے۔

ان کے علاوہ سید امام شاہ ان کے فرزندان سید فضل شاہ و مالک شاہ اور فضل شاہ کے صاحبزادگان جیون شاہ و دیوان شاہ اور ان کے فرزندان و عزیزان سمندر شاہ ۔ قبول شاہ ۔ جادل شاہ ۔ ولایت شاہ ۔ نور احمد شاہ (از وزیریات سید فضل شاہ) اور سید کلہ شاہ اور ان کے فرزندان علی شاہ ۔ نظام شاہ اور ولایت شاہ اس موضع میں قابل ذکر ہیں ۔

علاوہ ازیں سید کریم شاہ کے خاندان میں اشخاص ذیل قابل ذکر ہیں ۔ سید ولائیت شاہ ۔ سید امین شاہ ۔ سید یوسف شاہ ۔ سید مجید شاہ ۔ سید ملازم شاہ ۔ سید قادر شاہ ۔ سید محمد اکرم شاہ ۔

حافظ سید بلند شاہ بھی اس موضع کے ایک بزرگ اہل اللہ میں سے تھے ۔ آپ کا مدفن خاص سیر میں زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔ آپ کے حسب ذیل چار فرزند تھے (۱) مراد علیشاہ (۲) اقبال شاہ (۳) رحمت شاہ (۴) لطیف شاہ (۱) کی اولاد میں ایوب شاہ و یعقوب شاہ ہیں ۔ جن میں یعقوب شاہ فوجی پنشنر ہیں ۔ (۲) کی اولاد میں محمد رفیق شاہ ۔ حاکم علی شاہ و محمد اکرم شاہ ہیں ۔ (۳) کی اولاد میں میر حمزہ شاہ پنشنر حوالدار اور لکھے پڑھے بزرگ ہیں ۔ (۴) کی اولاد میں نور محمد شاہ ہے ۔

موضع ٹائیں تحصیل باغ کے ایک بزرگ سید فتح علی شاہ نام کچھ عرصہ ہوا ۔ سیر سیداں میں آکر آباد ہو گئے ۔ ان کے فرزند کا نام سید نور محمد شاہ ہے ۔ اس موضع میں سید ایران شاہ ملٹری ملازم بھی قابل ذکر ہیں ۔

سادات گردیزیہ موضع نڑیولہ

یہاں کے سادات گردیزیہ جعفریہ کے مورث اعلیٰ سید دلیر شاہ عرف سید رحمت شاہ تھے ۔ جن کے فرزندوں میں عبدالرحمان شاہ ۔ حاجی شاہ ۔ مصری شاہ اور کالو شاہ بہت معروف تھے ۔ سید کالو شاہ کے فرزند سید فقیر شاہ بھی اپنی بزرگی

کے لحاظ سے خاص شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ گلاب شاہ و جہانگیر شاہ۔ اول الذکر کی اولاد سے نواب شاہ۔ ہدایت شاہ۔ ولایت شاہ اور امیر شاہ موجود ہیں۔ مؤخر الذکر یعنی سید جہانگیر شاہ کے دو فرزند ہیں۔ اول سید محمد شاہ جو انجمن اسلامیہ کے ممبر اور حالات زمانہ کے نبض شناس ہیں۔ دوسرے سید رحمت شاہ جو ورنیکلر مڈل تک تعلیم یافتہ اور تحریر و تقریر میں کافی دستگاہ رکھتے ہیں۔ اور محکمہ تعلیم میں سرکاری ٹیچر ہیں۔ ہر دو برادران کے پاس کافی زرعی اراضی ہے۔

سادات گردیزیہ ہل سرنگ چمنکوٹ

سید عبداللہ شاہ جو صاحب کشف و کرامات بیان کیے جاتے ہیں۔ ہل سرنگ و چمنکوٹ کے سادات گردیزیہ کے مورث اعلیٰ تھے۔ چمنکوٹ کے سادات میں سید قلندر شاہ۔ سید امین شاہ اور سید محمد شاہ قابل ذکر ہیں۔ ہل سرنگ میں سید حبیب شاہ جو امام دیہہ بھی ہیں۔ عرصہ تک اپنے گاؤں کی پنچایت کمیٹی کے سکریٹری رہے ہیں۔ سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ پونچھ اور سر راجہ بلدیو سنگھ اور ان کے بعض وزراء نے آپ کی حسن کارکردگی وغیرہ کی بارہا تعریف کی ہے۔ اور خوشنودیٔ مزاج کے سارٹیفکٹ دیئے ہیں۔ حکومت اور پبلک میں آپ بارسوخ ہیں۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ سید محمد انور شاہ (میٹریکولیشن) محمد باقر شاہ و عباس علی شاہ۔

سید احمد شاہ جو علمی و ادبی شوق کے علاوہ سیاسیات سے بھی خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ عرصہ تک برہما میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس جیسے مقتدر تعلیمی ادارہ کے اسسٹنٹ سکریٹری رہے ہیں۔ تذکرہ سادات گردیزیہ جعفریہ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ آجکل آپ انجمن اسلامیہ پونچھ کے صیغہ نکاح خوانی کے سپرنٹنڈنٹ ہیں۔

اسی خاندان کے سید اسرائیل شاہ امام دیہہ بھی قابل ذکر ہیں۔

ماسٹر سید رحمت شاہ گردیزی جے وی ٹیچر مڈل سکول باغ

سادات گردیزیہ موضع ہولڑ

سادات گردیزیہ میں سب سے پہلے سید بھولا شاہ اس موضع میں تشریف لائے آپ کی اولاد میں سے سید جنید شاہ اور سید عارف شاہ اور سید عارف شاہ کے فرزند سید جامل شاہ بہت مشہور اور جوانمرد بزرگ گذرے ہیں۔ سید جامل شاہ ڈوگرہ حکومت کے ابتدائی زمانہ میں زندہ تھے۔ آپ کے حسب ذیل تین فرزندوں سید مہدی شاہ۔ سید کالو شاہ اور سید ابدال شاہ میں سید کالو شاہ کی اولاد کا سلسلہ ان کے فرزند سید بالا شاہ پر ختم ہو گیا۔ سید مہدی شاہ اور ان کے فرزند حسن شاہ اپنی برادری میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ سید حسن شاہ کے فرزند سید ایوب شاہ اعلیٰ پایہ کے زمیندار ہیں۔ آپ کے تین فرزند حسب ذیل ہیں۔ مولوی سید محمد حسین شاہ مولوی محمد انار شاہ۔ محمد یعقوب شاہ۔

محمد صدیق شاہ بھی اسی شاخ سے ہیں۔ اور وہ سید مہدی شاہ کے فرزند سید عظیم شاہ کے پوتے (یعنی سید لقمان شاہ کے بیٹے) ہیں۔ سید لقمان شاہ اپنے فرزند محمد صدیق شاہ کو خورد سال چھوڑ کر انتقال کر گئے تھے۔

سید ابدال شاہ جو سید جامل شاہ کے تیسرے بیٹے تھے۔ حکومت ڈوگرہ کے پنجوترہ خور اور کافی اراضیات اور جمیع اوصاف کے مالک تھے۔ آپ کے چھ فرزند حسب ذیل تھے۔ نور شاہ (لاولد)۔ مبارک شاہ۔ کمال شاہ۔ علم شاہ۔ فضل شاہ۔ نیاز علی شاہ۔ سید مبارک شاہ اپنے لاولد مرحوم بھائی سید نور شاہ کے بعد اب نمبردار ہیں۔ سید کمال شاہ زرعی معاملات میں خوب دلچسپی لے رہے ہیں۔ سرکار انگریزی کے علاقہ میں کچھ عرصہ تک ملازم بھی رہے۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ سید مولوی ستر شاہ۔ منشی رحمت اللہ شاہ۔

سید ابدال شاہ کے چوتھے فرزند سید علم شاہ صاحب حیثیت اور بڑے پایہ

کے زمیندار ہیں۔ آپ نے بھی اپنی عمر کا بہت سا حصہ علاقہ انگریزی میں بسر کیا ہے آپ کے حسب ذیل چار فرزند ہیں۔ (۱) مولوی سید رحمت شاہ جو ۱۹۰۷ء سے پونچھ کے محکمہ تعلیم میں ملازم ہیں۔ اور نارمل پاس ہیں۔ مذہبی علوم میں بھی آپ کو کافی مہارت ہے (۲) سید قطب شاہ سرکار انگریزی کے ہاں ملازم ہیں (۳) بابو سید قبول شاہ میٹرک پاس نوجوان ہیں۔ چوتھے فرزند کا نام سید یوسف شاہ ہے۔

سید ابدال شاہ کے پانچویں فرزند سید فضل شاہ۔ زمینداری کے علاوہ ملازمت بھی کرتے ہیں۔ آپ کے دو فرزند ہیں سید مولوی لطف شاہ و اختر حسین شاہ۔ سید ابدال شاہ کے چھٹے فرزند سید نیاز علی شاہ کے ہاں دو فرزند بنام اسمٰعیل شاہ و سید اکرم شاہ موجود ہیں۔

ہولاڑ کے اس خاندان کے بانی سید بھولا شاہ کے فرزند اول سید جنید شاہ کے فرزند سوم سید منور شاہ کی اولاد سے یہاں ایک اور گھرانہ ہے جس میں سید محبت شاہ کے فرزندان سید لقمان شاہ و خادم شاہ بھی اپنی برادری میں اچھا رسوخ رکھتے ہیں۔

ہولاڑ میں سید جیم شاہ بھی ایک زبردست شخصیت کے بزرگ تھے۔ ہولاڑ جیسا زرخیز موضع آپ ہی نے اپنی خداداد قابلیت و شجاعت اور خوش تدبیری سے حاصل کیا۔ آپ کے فرزندوں میں سید ناظر علی شاہ ایک صاحب اقبال بزرگ تھے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے ان سے ملاقات کر کے ان کو پچاس روپے جاگیر کا پروانہ عطا کیا۔ جو بعد ازاں آپ کے ورثاء میں پنجوترہ کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ آپ کے چار فرزندوں میں قاسم علی شاہ و محمد شاہ انتقال کر چکے ہیں۔ اور جعفر علی شاہ و رنگو شاہ بقید حیات ہیں۔

قاسم علی شاہ کے چار بیٹے ہیں۔ عبداللہ شاہ۔ مردان شاہ۔ صمد شاہ۔ کالو شاہ۔ عبداللہ شاہ کی وفات کے بعد اب سیوت شاہ نمبردار ہے جعفر علیشاہ

کے پانچ بیٹے ہیں۔ امام شاہ۔ اکبر شاہ۔ مدد شاہ۔ ایران شاہ۔ عطر شاہ۔ رنگو شاہ کے چار بیٹے ہیں۔ محمد علی اصغر شاہ۔ عنایت اللہ شاہ۔ حسن شاہ۔ عنایت علی شاہ۔
اسی خاندان میں سید مہتاب علی شاہ و عالم شاہ بھی کافی شہرت کے مالک تھے۔ اوّل الذکر کے تین بیٹے بہادر شاہ۔ غریب شاہ اور حمید اللہ شاہ اور ثانی الذکر کے جعفر شاہ۔ عنایت شاہ۔ معظم شاہ۔ گل حسین شاہ۔ رحمت شاہ پانچ بیٹے ہیں۔
اسی خاندان میں فرمان شاہ کا بیٹا سلیمان شاہ اور سید ناظر شاہ کے دو بیٹے لقمان شاہ و بیلے شاہ قابل ذکر ہیں۔
سید خیر محمد شاہ کا خاندان بھی ہولٹر میں خاص وقعت رکھتا ہے۔ ان کے دو فرزند تھے۔ نور محمد شاہ و جمیل شاہ۔ نور محمد شاہ کے فرزند جمیل شاہ کے حسب ذیل چار فرزند تھے۔

(۱) سید محبت شاہ ان کی اولاد میں محبوب شاہ ہے۔ اور وہ نڑیولہ میں ہے
(۲) سید مدد شاہ ان کے فرزند عالم شاہ و لعل شاہ علاقہ راجوری میں آباد ہیں۔
(۳) سید مراد علی شاہ ان کا فرزند قائم شاہ ہے (۴) سید محمد شاہ ان کی اولاد حسب ذیل ہے۔ امیر شاہ۔ نیاز علی شاہ۔ رحمت شاہ۔ جیون شاہ۔ یوسف شاہ۔ یہ سب زراعت کے علاوہ ملازمت بھی کرتے ہیں۔
اسی خاندان میں سید معصوم شاہ کے فرزندان محمد شاہ و امیر شاہ اور ولی شاہ کے فرزند عبد اللہ شاہ قابل ذکر ہیں۔

موضع کیانی کلاں

اس موضع میں آج سے تقریباً ساٹھ سال پیشتر سید غلام رسول شاہ خلف سید جعفر شاہ گروہ سادات میں ایک معزز بزرگ تھے۔ ابتداء میں قومی معافی کی سند پیر صاحب سوہاوی کی بابرکت شمولیت سے مرحوم ہی نے حکومت پونچھ سے

حاصل کی۔ آپ ایک مرتبہ سیر کرتے ہوئے کابل جا نکلے۔ وہیں انتقال بھی کر گئے۔ مزار بھی اُسی جگہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ والئے افغانستان نے اپنے ایک ارشاد کے مطابق آپ کے نام سہ وار خروار بتریزی غلہ "عِندَ اللّٰہ و عِندَ الرَّسُول" مقرر کر دیا تھا۔ ان کے دو بھائی اور تھے۔ ایک میر حسین شاہ جو سید غلام رسول شاہ کی وفات کے بعد کابل اور کابل سے گردیزے گئے۔ اور وہیں لاولد انتقال کر گئے۔ دوسرے فضل شاہ جن کے پوتے سید عنایت اللہ شاہ جو سید فتح شاہ کے فرزند ہیں پٹواری ہیں۔ راجہ موتی سنگھ نے بھی ۱۹۲۷ء ب میں سید غلام رسول شاہ عرف رسول شاہ کے نام معمولی سا نذر جاگیر مقرر کر رکھا تھا۔ جو ان کے پوتے یعنی سید امام شاہ کے فرزند سید معصوم شاہ لیتے رہے ہیں۔ اب سید معصوم شاہ کا فرزند سید شفیع اللہ شاہ اس موضع کا اعلیٰ نمبردار ہے۔ امام شاہ کا ایک بھائی جعفر شاہ تھا۔ اس کا فرزند رحمت اللہ شاہ موجود ہے۔ معصوم شاہ کے بھائی فقیر شاہ کے بیٹے کا نام انور شاہ ہے۔ جو پٹوار کا امتحان پاس ہے۔ اور اس وقت گاؤں کا امام اور نکاح خوان بھی ہے۔

اس گاؤں میں تین نمبردار ہیں۔ سب سے اعلیٰ شفیع اللہ شاہ ہے (۲) نور احمد شاہ ولد کرم شاہ (۳) اسماعیل شاہ ولد بہلول شاہ۔

اس موضع کے سادات گردیزیہ میں کئی اصحاب بعہدہ پٹوار ملازم ہیں۔ مثلاً منشی عنایت اللہ شاہ۔ منشی محرم شاہ۔ سید ولی شاہ۔ سید مہتاب شاہ۔ منشی محمد صدیق شاہ۔ منشی امیر شاہ۔ منشی سید عنایت علی شاہ۔ اس خاندان میں سب سے پہلے پٹواری منشی سید عالم شاہ تھے۔ منشی محمد صدیق شاہ پٹواری آپ ہی کے فرزند ہیں۔

سید نور الحسن شاہ جعفری گردیزی تحصیل باغ پونچھ

ان کے علاوہ حسب ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں۔ سید صدر شاہ ولد سید جعفر علی شاہ۔ سید مولوی عبدالحمید شاہ جو نہایت خلیق و نیک مزاج ہیں۔ اور مسلمان لڑکوں کی دینی تعلیم میں مصروف رہتے ہیں۔ حافظ سید مبارک شاہ ضعیف العمری کے باوجود قرآن کی تعلیم سے بچوں کو مستفیض کر رہے ہیں۔ سید نور الحسن شاہ جعفری گردیزی خلف حوالدار میجر سید مدد علی شاہ مرحوم بھی سادات گردیزیہ کے ایک روشن خیال نوجوان ہیں۔ جو بسلسلہ ملازمت رزمک علاقہ وزیرستان میں مقیم ہیں۔

سید کرم شاہ بھی اس موضع کے ایک مشہور بزرگ تھے۔ ان کے حسب ذیل تین فرزند تھے (۱) سید فضل شاہ (۲) سید پیر شاہ (۳) حاجی سید عالم شاہ۔ ان کی اولاد حسب ذیل ہے۔ (۱) کی اولاد میراں شاہ۔ لطیف شاہ۔ نور حسن شاہ۔ عبدالحسین شاہ۔ مصطفےٰ شاہ۔ (۲) کی اولاد سید اشراف شاہ (۳) کی اولاد جو حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ ہی میں قاصد اجل کو لبیک کہہ گئے۔ گلزار شاہ۔ منشی محرم شاہ پٹواری میر شاہ عبدالحسین شاہ۔

اس موضع میں سید دیوان شاہ بھی ایک مدبر ہستی تھے۔ آپ کی اولاد میں سید ادریس شاہ۔ مولوی ابراہیم شاہ۔ عظمت اللہ شاہ و داؤد شاہ قابل ذکر ہیں۔ خصوصاً سید ادریس شاہ اپنے بھائیوں میں اپنی علمدوستی اور ہمدردی و خلائق کی وجہ سے درجہ اختصاص رکھتے ہیں۔

موضع کہاٹ کلاں میں سید پیر شاہ پہلے بزرگ سادات گردیزیہ تھے۔ جنہوں نے نمبرداری حاصل کی۔ آپ کے تین فرزند حسب ذیل تھے۔ عالم شاہ۔ سمندر شاہ۔ فضل شاہ۔ عالم شاہ کا فرزند نادر شاہ تھا۔ ان کے فرزندان بلور شاہ و مہر شاہ ہیں۔ اول الذکر فوت ہو چکا ہے۔ جس کے چھ فرزندوں میں فیروز شاہ و جنید شاہ قابل ذکر ہیں۔

سمندر شاہ کے دو فرزند ہیں۔ کرم شاہ وبالا شاہ۔ کرم شاہ اپنی برادری میں ممتاز درجہ رکھتا تھا۔ آپ کے تین فرزندوں میں سید احمد شاہ فیاض طبع اور نمبردار ہے۔ اور اس کا لڑکا رحمت شاہ لکھا پڑھا ہے۔ نور عالم شاہ فوت ہو چکا ہے۔ اور اس کا لڑکا محمد حسین زیر تعلیم ہے۔ سید بالا شاہ کا بھی ایک فرزند بنام دیدار شاہ موجود ہے۔

سید فضل شاہ کے چھ فرزندوں میں ولی شاہ۔ محمد یعقوب شاہ۔ امیر شاہ۔ گل بہادر شاہ۔ نعمت علی شاہ قابل ذکر ہیں۔ سید محمد یعقوب شاہ نہ صرف کیاٹ کی برادری میں بلکہ تمام سادات گردیزیہ میں خاص عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ سب بھائی صاحب اولاد ہیں۔

سادات گردیزیہ موضع ڈھنڈی کیاٹ

مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانہ میں سید اکبر شاہ سادات کے ایک مشہور بزرگ تھے مہاراجہ نے ان کو خلعت بھی دیا تھا۔ آپ کے فرزندوں میں سید جلال شاہ ایک بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ نمبرداری سب سے پہلے آپ ہی نے حاصل کی۔ اب آپ کے فرزند میر عالم شاہ نمبردار ہیں۔

علاوہ ازیں دیدار شاہ (فرزند میر عالم شاہ، ملازم محکمہ فارسٹ سید دیوان شاہ۔ سید امیر شاہ۔ بہادر علی شاہ اور سید لطیف شاہ والف شاہ (نمبر گاں سید مست علی شاہ وپسران سید فضل شاہ)، سید عطر شاہ نمبردار۔ بلور شاہ وعلی شاہ (پسران سید نور شاہ) قابل ذکر ہیں۔

سید فتح علی شاہ بھی یہاں ایک بزرگ تھے۔ ان کی اولاد میں سید عظیم شاہ۔ منشی ابراہیم شاہ مدرس محکمہ تعلیم۔ علی اکبر شاہ اور محمد اکرم شاہ قابل ذکر ہیں۔

اسی موضع کے ایک گردیزی سید عبد الحمید شاہ ضلع راولپنڈی کے ایک موضع ژہن میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔

موضع ڈھنڈی میں سید مقبول شاہ کے خاندان میں اصحاب ذیل قابل ذکر ہیں۔ سید محمد شاہ۔ سید رحمان شاہ۔ سید لقمان شاہ۔ سید ہدایت شاہ۔ سید گل احمد شاہ۔ سید علی اکبر شاہ۔ سید عبیداللہ شاہ۔ کیاٹ خورد میں محمد امین شاہ بھی ایک قابل ذکر ہستی ہے۔

سادات گردیزیہ ستروپدھر

سید ستار شاہ جو موضع پدھر کے بانی تھے۔ بڑے بارعب اور بارسوخ بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کی ذریات پدھر وستر میں موجود ہے۔ مشہور افراد کے نام حسب ذیل ہیں۔ محمد نور شاہ۔ قطب شاہ۔ حاجی شاہ۔ ولی محمد شاہ۔ نور محمد شاہ۔ فیض عالم شاہ۔ میر عالم شاہ۔ قاضی بہادر شاہ۔ عثمان شاہ۔ عبداللہ شاہ۔ عنایت شاہ نور احمد شاہ۔ گل احمد شاہ۔ الف شاہ۔ امیر شاہ۔ میر عالم شاہ۔ نوبت شاہ۔ نور حسین شاہ۔ مبارک شاہ۔ محمد سرور شاہ۔ غریب شاہ۔ میر عالم شاہ۔ میر حسن شاہ علی اکبر شاہ۔ قاضی بہادر شاہ۔

سادات گردیزیہ موضع ٹائین

سید مقصود علی شاہ یہاں ایک مشہور بزرگ تھے۔ ان کے خاندان کے مشہور افراد حسب ذیل ہیں۔ محمد شاہ۔ مبارک شاہ۔ نور عالم شاہ۔ اکبر شاہ۔ فیض عالم شاہ پنشنر اور سید قاضی الف شاہ جو قومی تحریکوں میں دل کھول کر حصہ لیتے ہیں۔

سید ولایت شاہ کا گھرانہ بھی ٹائین میں خاص عزت و وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ آپ کی اولاد میں میر محمد شاہ نمبردار مرحوم۔ یعقوب شاہ ملٹری جمعدار مرحوم۔ الف شاہ۔ ابراہیم علی شاہ حوالدار۔ اسماعیل شاہ قابل ذکر ہیں۔

علاوہ ازیں یہاں کی سادات برادری میں اصحاب ذیل بھی ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔ نیاز شاہ پنشنر حوالدار۔ ابراہیم شاہ پنشنر۔ بلور شاہ۔ رحمت شاہ۔ سدادل شاہ۔ سمندر شاہ۔ قاضی احمد نور شاہ۔ محبت شاہ۔ نور عالم شاہ ولد کرامت شاہ

اور پہلوان شاہ۔

سادات گردیزیہ موضع باڈیار

یہاں سید امیر شاہ اپنے زمانہ میں برادری کے سرکردہ اور سردار تھے۔رقبہ باڈیار و بسارہ آپ ہی کا آباد کردہ ہے۔آپ کے پوتے سید علی شاہ بھی ایک مشہور بزرگ تھے۔آپ کی اولاد میں فقیر شاہ۔مبارک شاہ۔عالم شاہ پریذیڈنٹ بنک۔ویدار شاہ۔لعمان شاہ امیر شاہ۔نور محمد شاہ بی۔اے کلاس اور سید شاکر شاہ اتفاق و اتحاد کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ان میں سید عالم شاہ اسلیمر ہیں۔مندرجہ صدر برادران اسلئے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں کہ انہوں نے تن تنہا محض ملازمت کے سر پر صدہا روپے صرف کرکے اپنے چھوٹے بھائی نور محمد شاہ کو بی۔اے تک تعلیم دلائی ہے۔یہ فیملی اپنے علاقہ میں دیگر سب سادات سے زیادہ بارسوخ اور معزز ہے۔

باڈیار سنگھڑ میں سید مہر شاہ بھی ایک مشہور ہستی ہوگذرے ہیں۔ان کی موجودہ نسل میں سید عالم شاہ۔سید فقیر شاہ۔سید عطر شاہ۔سید زمان شاہ قابل ذکر ہیں۔

سید لعل شاہ بھی یہاں ایک بزرگ حکومت اور پبلک میں بڑے بارسوخ تھے حکومت کی طرف سے متعدد بار آپ کو دستار عطا ہوئی ہے۔آپ کی ذریات میں قاضی سید فقیر شاہ امام دیہہ ہیں۔آپ نے ایک پختہ مسجد بھی تعمیر کرائی ہے۔

سادات گردیزیہ موضع سرچھ

سرچھ کی پختہ عالیشان مسجد اور حضرت خواجہ رستم علی شاہ رح کے روضہ کی پختہ عمارت آپ کے فرزند سید محمد امیر شاہ ہی کی بلند ہمتی کا نتیجہ ہے۔سید محمد امیر شاہ چند سال ہوئے وفات پاچکے ہیں۔آپ کا عرس آپ کے فرزند محمد سعید شاہ کے اہتمام سے ہوتا ہے قبل از بندوبست پیر رستم علیشاہ رح کے نام پچاس روپے کی جاگیر تھی بندوبست میں جاگیر پٹہ کی صورت میں تبدیل ہوگئی۔اور اب وہ پٹہ نمبرداری آپ

سید نور احمد شاہ ولد سید امران شاہ جعفری موضع پناکھہ باغ پونچھ

کے پوتے سید حبیب اللہ شاہ (خلف فضل الٰہی شاہ) کے نام پر ہے۔

مولوی فیض عالم شاہ جو حضرت پیر رستم علی شاہ رح کے خلف ارشد ہیں۔ ایک مستند عالم ہونے کے علاوہ سلوک و تصوف کے رموز سے واقف اور حضرت پیر مہر علیشاہ گولڑوی کے خلیفہ ہیں۔ آپ اپنے والد محترم کے سجادہ نشین اور قاضی دیہہ اور مفتی ہیں۔ حضرت پیر صاحب کا عرس ہر سال ۶ رجب کو دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ جس کے اخراجات میں سجادہ نشین کے علاوہ حضرت مرحوم کی اولاد ذیل بھی حصّہ لیتی ہے طفیل حسین شاہ۔ غلام حسین شاہ۔ حبیب اللہ شاہ۔ محمد عزیز شاہ۔ نبی شاہ۔ یعقوب شاہ۔ یاسین شاہ۔ عبدالرحیم شاہ۔

اس موضع میں سید نیاز شاہ بھی ایک بزرگ گردیزی سادات سے تھے۔ ان کے فرزندان سید بیر شاہ و سید کمال شاہ کی اولاد خوب پھلی پھولی ہے۔ سید بیر شاہ کے تین فرزند تھے۔ نادر شاہ۔ امام علی شاہ۔ بہادر شاہ۔ نادر شاہ بھی تین فرزندوں کرم شاہ۔ ولایت شاہ۔ ابراہیم شاہ کے باپ تھے تینوں بھائی صاحب حیات ہیں۔ امام علی شاہ کے بھی تین فرزند حسب ذیل ہیں۔ (۱) عمران شاہ (۲) عالم شاہ۔ (۳) زبیر شاہ۔ عمران شاہ اپنی برادری میں سرکردہ سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کے مندرجہ ذیل پانچ فرزند ہیں۔ نور احمد شاہ۔ نور محمد شاہ۔ نور حسین شاہ، محمد امین شاہ۔ نور عالم شاہ۔

سید بہادر علی شاہ کے جو سید بیر شاہ کے تیسرے فرزند ہیں۔ دو صاحبزادے محرم شاہ و سمندر شاہ قابل ذکر ہیں۔

سید بیر شاہ کے بھائی سید کمال شاہ کی اولاد میں سے مولوی مظفر شاہ علوم معقول و منقول میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ان کی اولاد میں سید گل احمد شاہ و مولوی سید عتیق اللہ شاہ مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کے سند یافتہ اور پونچھ

کے صیغہ نکاح خوانی میں فارغی گرد اور ہیں۔

سادات گردیزیہ ہموہیڑہ واقعہ راولی

یہاں کے سادات گردیزیہ کے مورث سید محاسن تھے۔ جن کے دو فرزندوں میں سے سید ولی شاہ کے فرزندان احمد علی شاہ و اکبر علی شاہ کی اولاد اس موضع میں آباد ہے۔ سید احمد علی شاہ نے بزمانہ راجہ موتی سنگھ ۱۹۲۸ ب میں نمبرداری حاصل کی۔ آپ سادات راولی کے سرکردہ بزرگ تھے۔ اب آپ کے فرزند سید احمد شاہ نمبردار ہیں۔ جن کے حسب ذیل فرزندان موجود ہیں۔ دیوان شاہ۔ ابراہیم شاہ۔ اسمٰعیل شاہ۔ دیوان شاہ کے فرزند کا نام محمد یعقوب شاہ اور ابراہیم شاہ کے فرزند کا نام محمد انور شاہ ہے۔ سید اسمٰعیل شاہ اپنے بھائیوں میں درجہ اختصاص رکھتے ہیں۔ اور ایک بہت بڑی خود پیدا کردہ جائیداد کے مالک ہیں۔

احمد علی شاہ کے دوسرے بھائی اکبر علی شاہ بھی صاحب طریقت بزرگ تھے۔ آپ کے فرزندان مولوی حسین شاہ۔ مولوی فقیر شاہ۔ مولوی امیر شاہ اپنے اپنے رقبہ جات میں امام مساجد اور نکاح خوان ہیں۔ مولوی حسین شاہ کے فرزند مولوی رحمت اللہ شاہ خوش بیان واعظ ہیں۔ مولوی فقیر شاہ کے فرزند کا نام مولوی قلندر شاہ ہے۔ مولوی امیر شاہ کے فرزند مولوی محبوب عالم شاہ زیر تعلیم ہیں۔

طوائف الملوکی کے زمانہ میں سید جلیل شاہ اور ان کے فرزند سید زمان شاہ بھی سادات راولی میں نامور اور شجاع بزرگ تھے۔ سید زمان شاہ کے فرزند نے اپنے زمانہ میں نمبرداری حاصل کی۔ اب آپ کے فرزند نعمت اللہ شاہ (جن کے فرزند کا نام گل بہادر شاہ ہے) نمبردار ہیں۔

اسی خاندان میں سید متولی شاہ اور ان کے فرزند فضل شاہ مشہور ہستیاں تھیں نور عالم شاہ و محبوب عالم شاہ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔

سادات گردیزیہ گھیل واقعہ راولی

حکیم مولوی سید نورشاہ جو فن طب میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ یہاں ایک مشہور ہستی تھے۔ آپ کی موجودہ اولاد میں منشی امیرشاہ محکمہ مال میں پٹواری ہیں۔ آپ کے بھائی گل بہادر شاہ اور برادر زادہ مولوی قاضی عبدالرحیم امام دیہہ اور مستند نکاح خوان ہیں۔

اسی خاندان میں حکیم فضل شاہ بھی شہرہ آفاق بزرگ تھے۔ آپ کی ذریات میں سے منشی فقیر اللہ شاہ اور مولوی قاری غوث علی شاہ قابل ذکر ہیں۔

سادات گردیزیہ گگوٹہ تحصیل حویلی

سید نورشاہ یہاں کے دولت مند اصحاب میں تھے۔ سید چمن شاہ جو یہاں کے سرکردہ اور معتمد اشخاص میں سے ہیں۔ آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔ اور حکومت اور پبلک میں ذی عزت سمجھے جاتے ہیں۔ ۱۳ ۔ ارگھہر سمت ۱۹۸۲ ب کو راجہ سکھدیو سنگھ نے آپ کو ایک خلعت عطا کیا۔ اور ۸ ۔ رجیٹ سمت ۱۹۹۰ ب کو موجودہ والئے پونچھ راجہ جگت دیوسنگھ جی نے آپ کو ایک دستار عطا کی۔ آپ چند دیہاتی زمیندارہ بنکوں کے پریذیڈنٹ ہیں۔ اور پونچھ میں آپ کا شمار علاقہ کے اعلےٰ زمینداروں میں ہوتا ہے۔

سادات گردیزیہ لون ہوتر

سید حسن شاہ گردیزی کی اولاد میں سے یہاں حسب ذیل قابل ذکر اصحاب ہیں۔

مولوی نواب شاہ۔ امام دیہہ اور مستند نکاح خواں ہیں۔ درس تدریس کا شغل ہے۔ آپکے برادر خورد مولوی عالم شاہ واقعی ایک روشن خیال عالم اور خوش بیان مقرر تھے۔ مگر افسوس انکی عمر نے وفا نہ کی۔ محمد شاہ امیر شاہ یہ دونوں اصحاب مولوی نواب شاہ کے حقیقی اور دیوان شاہ آپ کے عمزاد بھائی ہیں۔

تحصیل باغ کے دیگر مواضعات کے سادات گردیزیہ

موضع واڑیالی۔ مولوی سید الف شاہ جو پونچھ کے محکمہ تعلیم میں ایک تجربہ کار مدرس ہیں۔
موضع چناٹ میں مولوی میر احمد شاہ۔ مولوی لقمان شاہ۔ سید رحیم شاہ۔ سید عنایت شاہ۔
تھلہ تمروٹہ۔ قاضی نور احمد شاہ۔ محمد اکرم شاہ۔ امیر شاہ و میر عالم شاہ۔ اول الذکر
دونوں امام دیہہ ہیں۔ ملوٹ میں سید میر عالم شاہ۔
کنہ موہری واقع باغ۔ سید نواب شاہ ٹائین سے ترک وطن کر کے باغ میں آگئے
ان کا بیٹا سید احمد شاہ فوجی ملازم تھا۔ سید ولایت شاہ انہی کی ذریات میں ہے۔
ان کے دو فرزند محمد اکرم شاہ و محمد رفیق شاہ زیر تعلیم ہیں۔
ڈھیری واقع راولی۔ یہاں مولوی سید امیر شاہ جو محکمہ مال میں ملازم ہیں۔ اور
علم دوست ہیں۔ قابل ذکر ہیں۔
پدھرونٹر یولہ۔ سید لعل شاہ یہاں کے ایک مشہور بزرگ تھے۔ اس وقت ان کے
حسب ذیل پوتے قابل ذکر ہیں۔ اسماعیل شاہ۔ ولی شاہ سکنائے پدھر۔ علی شاہ
نور احمد شاہ۔ عالم شاہ۔ امام شاہ۔

سادات گردیزیہ لہر کوٹ ضلع مظفر آباد

کشمیر کی وزارت پہاڑ کے موضع لہر کوٹ میں بھی سادات گردیزیہ معتدل تعداد
میں آباد ہیں۔ سید فضل شاہ یہاں کے ایک مشہور بزرگ سنہ ۱۹۶۰ب میں نمبردار بھی تھے۔
اب یہاں آپ کے فرزند مولوی عنایت اللہ شاہ اور سید عالم شاہ ولد نادر شاہ
قابل ذکر ہیں۔

اسی خاندان میں مولوی محمد ابراہیم شاہ ایک فارغ التحصیل اور مستند عالم ہیں۔ آپ
کی معاونت ہی سے سوہاوہ شریف میں پیر محبوب علی شاہ نے ایک اسلامیہ مدرسہ

جاری کر رکھا ہے۔ سید سلیمان شاہ ولد سید علی شاہ بھی لہرکوٹ کے سادات خاندان کے ایک تعلیم یافتہ اور علمدوست نوجوان ہیں۔

سادات گردیزیہ کنگوٹہ سیداں ضلع راولپنڈی

شاہ منور کی اولاد میں سے اس موضع میں بھی گردیزی سادات آباد ہیں۔ جن میں گل زمان شاہ۔ بلاول شاہ اور سجاول شاہ خاص طور پہ قابل ذکر ہیں۔

سادات ترمذی موضع کاہجری

اس برادری کے بزرگ سید گلاب شاہ خالصہ حکومت کے عہد میں سیالکوٹ کے محلہ میانہ پورہ سے تحصیل سدھنتی کے موضع کاہجری میں آئے۔ اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ عالم باعمل بیان کئے جاتے ہیں۔ آپ کی اولاد کے پاس جو خاندانی شجرہ ہے۔ اُس کے رُو سے بواسطہ امام نقی علیہ السلام آپ کے بزرگوں کا سلسلہ امام حسین تک چلا جاتا ہے۔ آپ کے حسب ذیل چار فرزند تھے۔

(۱) امیر علی شاہ (۲) کرم علی شاہ (۳) گوہر شاہ (۴) فضل شاہ۔ علے کی اولاد میں سید محمد شاہ۔ سردار شاہ اور مالک شاہ قابل ذکر ہیں۔ ان میں سید محمد شاہ دینی علوم سے واقف اور امام دیہہ ہے۔ آپ کے فرزندوں میں سید معظم شاہ قابل ذکر ہے۔ سید گلاب شاہ کے چوتھے فرزند فضل شاہ کا بیٹا سجاول شاہ بھی قابل ذکر ہے۔

سادات کا یہ خاندان جو ترمذی کہلاتا ہے۔ کافی رقبہ اراضی کا مالک ہے۔ اور یہ گردیزی سادات سے بالکل الگ قبیلہ ہے۔ اور تحصیل سدھنتی میں رہتا ہے۔

باب سوم

قریش

قریش کی وجہ تسمیہ "تواریخ اقوام کشمیر" میں تفصیل سے لکھی جا چکی ہے۔ ہم یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ لفظ سب سے پہلے کس نام کے ساتھ آیا۔

خاتم الانبیا حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ تمام مؤرخین کے نزدیک عدنان تک متفقہ طور پر درست اور صحیح ہے۔[1] آنحضرت صلعم عدنان سے اکیسویں پشت میں تھے۔ اور عدنان کا شجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تک چالیسویں پشت میں جا ملتا ہے۔

عدنان سے آٹھویں پشت میں نظر بن کنانہ اور نانویں پشت میں مالک بن نظر ہوئے ہیں۔

---

[1] رسالہ افادہ ۲۸ فروری ۱۹۱۷ء صفحہ ۸۔ بحوالہ سفینۂ بلاغت جس کی عبارت حسب ذیل ہے۔ "حضرت عدنان آخری وہ بزرگ ہیں۔ جن تک نسب نامہ نبوی بلا اختلاف ہے۔ ان کے بعد ناموں میں کہیں کہیں راویوں میں اتفاق نہیں رہا" اس اختلاف کو سر سید احمد خان نے بھی تصانیف احمدیہ حصہ اول جلد دوم صفحہ ۲۸۲ و ۲۸۳ پر تسلیم کیا ہے۔

مؤلف[1] رسالہ افادہ سفینہ" بلاغت نوشتہ عبدالرحمٰن ثریا کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مالک اصابت رائے اور شجاع و جوانمرد تھے۔ ان کی خوش تدبیری کی وجہ سے اُس زمانہ کے قبائل عرب جو کئی فرقوں میں منقسم تھے۔ متحد ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کا لقب قریش ہو گیا۔ اور آپ کی نسل قریشی کہلائی۔ مالک کے ایک فرزند فہر تھے۔ جن کی گیارھویں پشت میں ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آتا ہے۔ مدارج النبوت اور مرآت العبدیں لکھا ہے۔ کہ قریش دراصل فہر کا لقب ہے۔ اور وجہ تسمیہ لفظ قریش کی یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ قریش[2] کے معنے جمع ہونے کے ہیں۔ چونکہ حضرت فہر کی اولاد کعبۃ اللہ شریف کے گرد جمع رہتی تھی۔ اس لئے آپ کا لقب قریش ہو گیا۔

---

[1] نواب حاجی محمد اسماعیل خان داگرہ ، فیلو الہ آباد یونیورسٹی اس رسالہ کے ایڈیٹر تھے۔ یہ رسالہ چار پانچ سال تک جاری رہ کر ۱۸ئہ یا ۱۹ئہ میں بند ہو چکا ہے۔

[2] صاحب غیاث اللغات نے قریش کے معنے جیسا کہ "تاریخ اقوام کشمیر" میں بھی درج ہے یہ بتائے ہیں۔ قریش ایک بحری جانور کا نام ہے۔ جو عظیم الجثہ ہے اور تمام دریائی جانوروں پر غالب ہے۔ چونکہ یہ قبیلہ عرب کے باقی قبائل پر فوقیت رکھتا تھا۔ اس لئے یہ قریش کے نام سے موسوم ہوا۔

احمد جودت پاشا کی کتاب قصص الانبیا میں بھی یہی لکھا ہے۔ کہ حضرت فہر کی اولاد و احفاد کو قبیلۂ قریش کہتے ہیں۔ بہر حال قریش کا لقب سب سے پہلے مالک یا اُس کے فرزند فہر کے نام رائج ہوا ہے۔ ان کی اولاد عبدمناف۔ ہاشم۔ عبدالمطلب وغیرہ جو ہمارے رسول کریم کے جد امجد تھے سب قریش کہلاتے تھے۔ اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی قریش بلکہ سید القریش تھے۔

عباسی قریشی حضرت عباس عم رسولؐ اللہ کی اولاد سے ہیں۔ حضرت عباس کی ذُریات میں سب سے پہلے ابو العباس[1] نے قبیلۂ بنوامیہ کے خلیفہ مروان ثانی کو قتل کر کے عباسیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ یہ ۱۳۲ھ کا واقعہ ہے۔ سوا پانچ سو سال کے بعد خلافت عباسیہ کے آخری تاجدار معتصم باللہ کو ۶۵۶ھ میں ہلاکو خان نے شہید کر دیا۔

عباسیوں اور امویوں کی چپقلش کے دوران میں اور زوال بغداد اور تباہیٔ خلافت عباسیہ کے بعد عباسیوں اور امویوں کے کئی خاندان بغداد اور دیگر عرب ممالک سے تباہ حال ہو کر ایران اور ہندوستان[2] اور دیگر ممالک میں پھیل گئے۔

---

[1] ابو العباس بن محمدؐ بن علی بن عبداللہ بن عباس۔

[2] ہندوستان کے صوبہ یوپی میں ایک قوم عراقی کے نام سے مشہور ہے۔ اسکی تعداد بھی کئی ہزار ہے۔ اس قوم کا ایک رسالہ بھی العراقی کے نام سے گورکھپور سے شائع ہوتا ہے لیکن وہ قوم دراصل قبیلۂ قریش کی ایک شاخ ہے۔ از تاریخ گکھے دینی صفحہ ۹۸

سید نور محمد شاہ گردیزی جعفری بی۔اے کلاس آف ناولی تحصیل باغ پونچھ کشمیر

کھوکھر قطب شاہی

اعوان قوم کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عون قطب شاہ کی ایک بی بی زینب نام بھی تھی۔ یہ نومسلمہ ایک کھوکھر راجپوت رئیس جس کو کھوکھروں نے راجہ کلک[1] لکھا ہے کی لڑکی تھی۔ اس کے بطن سے چار لڑکے تھے۔ سب سے بڑا مزمل علی جو کلکان کے نام سے بھی موسوم ہے۔ اور کلکان کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ چونکہ اس کی والدہ زینب کلک کی رہنے والی تھی۔ اس لئے زمان علی اپنی والدہ کے بطن کے لحاظ سے کلکان کہلاتا تھا۔ دوسرے فرزند کا نام دُر یتیم عرف جہان شاہ ہے۔ جس طرح مزمل علی کے نام پر کلکان کھوکھر مشہور ہیں۔ اسی طرح جہان شاہ کے نام پر کھوکھروں کا ایک قبیلہ جہان شاہی کھوکھر کہلاتا ہے۔ بی بی زینب کے بطن سے قطب شاہ کے تیسرے بیٹے کا نام زمان علی تھا۔ وہ اپنی ماں کی کھوکھر گوت کی مناسبت سے زمان علی عرف کھوکھر کے نام سے موسوم تھا۔ ان سب بھائیوں کی اولاد قطب شاہی کھوکھر کہلاتی ہے۔

زمان علی عرف کھوکھر پہلے موسے اخیل میں آباد ہوا پھر کرانہ ضلع شاہ پور میں ایک رئیس کی حیثیت سے رہنے لگا۔ یہ علاقہ دوآبہ تچ میں دریائے جہلم وچناب کے درمیان واقعہ ہے۔ رئیس کرانہ کو زمان علی نے شکست دے کر اس کی لڑکی راجکماری بھرتھ سے نکاح کر لیا۔ جو اولاد اس رانی سے ہوئی وہ بھرت کھوکھر کہلائی۔

تاریخ نسب نامہ کھوکھراں حصہ دوم میں حضرت خواجہ شمس الدین سیال شریف کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے صاحب مصنف ملک سراج الدین احمد کھوکھر لفظ کھوکھر

[1] کلک نام کا کوئی گاؤں یا قصبہ آج بھی موجود ہے یا نہیں۔ یہ کہاں واقعہ تھا۔ اس کے متعلق خود کھوکھر بھی خاموش ہیں۔

کی وجہ تسمیہ میں اشعار ذیل لکھتے ہیں سے

قوم آں شمس منور ہست کھوکھر ز ابتدا
بعد از اں گشتہ سیال[1] از سال جد باصفا

لفظ کھوکھر فی الاصل خونخوار بد اندر جہاں
ہندیاں کھونکھار گفتندے بہ تخفیف زباں

پس مخفف گشت آں گردید کھوکھر مشتہر
در اصل نامش زماں شاہ است بن قطب نہر

چونکہ آں مرد بہادر بُد ہژبر و پہلواں
زاں سبب عُرفش بُدہ خونخوار مشہور زماں

مندرجہ صدر اشعار میں کھوکھر کی اصل کھونکھار اور کھونکھار کی اصل خونخوار بتائی گئی ہے۔ اس کے متعلق ایک صاحب فرماتے ہیں۔ کہ خونخوار سے کھونکھار اور کھونکھار سے کھوکھر بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ سیدھی سادھی وجہ یہ کیوں نہ لکھ دی جائے۔ کہ زمان علی بہادر اور شجاع تھے۔ اور چونکہ دشمن کا سب مال لوٹ لیتے تھے۔ اس لئے پنجابیوں نے ان کا نام کھوہ کھڑ رکھ دیا یعنی چھین لے جانے والا۔ اور کھوہ کھڑ سے کھوکھر مشہور ہو گیا۔

راقم مؤلف کے خیال میں کھوکھر کی وجہ تسمیہ جو ملک سراج الدین احمد نے اشعار بالا میں بیان کی ہے۔ اس لئے ناقابل قبول اور غیر مصدقہ ہے۔ کہ ایک طرف[2]

---

[1] صاحب سجادہ سیال شریف کی قوم کھوکھر عرف سیال ہے۔ سیال کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ زمان علی کی چھٹی پشت میں سیال نام ایک بزرگ گذرے ہیں۔ ان کی اولاد ضلع جھنگ میں سیال کے نام سے مشہور ہے۔ [2] ان اشعار کی خوبیاں بھی ملاحظہ سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

تو یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ زمان علی کی ماں قوم کھوکھر کے راجپوت رئیس کی دختر تھی۔ اور وہ ماں ہی کی ذات یا گوت کی نسبت سے کھوکھر کہلایا۔ دوسری طرف یہ لکھا جاتا ہے۔ کہ زمان علی چونکہ ہٹا کٹا پہلوان تھا۔ اسلئے لوگوں نے اس کا نام خونخوار رکھ دیا۔ جو پہلے کھونکھار بنا کیونکہ دیہاتی بے علم لوگ لفظ خونخوار کو بالعموم کھونکھار بولتے ہیں، پھر کھوکھر نام سے موسوم ہوا۔ چونکہ تمام مورخین نے زینب کو جو زمان علی کی والدہ اور راجہ کلک کی بیٹی تھی۔ کھوکھر قوم کی راجکماری ظاہر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ قوم بہت قدیم زمانہ کی ہے۔ اور غالباً راجپوت قوم سے کوئی کھوکھر نام کا شخص گذرا ہوگا۔ اسی کے نام پر اس کی والدہ کھوکھر مشہور ہو گئی ہوگی۔ زمان علی کو خونخوار بنا کر کھوکھر کی وجہ تسمیہ جو ظاہر کی گئی ہے۔ وہ مستند نہیں سمجھی جا سکتی۔

زمان علی کے دو بیٹے تھے۔ سجن اور دگھیرا۔ کھوکھر قطب شاہی یا بھرت کھوکھر سب انہی دو بھائیوں کی اولاد ہیں۔ بعض کھوکھر جکیسر بھی کہلاتے ہیں۔ وہ جکیسر ولد دگھیرا کی پشت سے ہیں۔

پونچھ سے جن کھوکھروں نے اپنے حالات بھیجے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو قطب شاہی کھوکھر بتاتے ہیں۔ ان کی آبادی پونچھ کے مواضعات ذیل میں ہے۔ بنوت پلان۔ دورہ۔ ہنچھ۔ جھانجل۔ یہ سب مقامات تحصیل حویلی میں واقع ہیں۔ ماہڑہ گلوتہ۔ گوہلہ۔ یہ مواضعات تحصیل مینڈھر میں ہیں۔ انکی رشتہ داریاں قوم اعوان اور شیوخ نومسلم قوم قریشی پٹھان گکھڑ وغیرہ سے بھی ہوتی ہیں۔ اس قوم کا گذارہ زیادہ تر زراعت پر ہے۔

ان مواضعات میں کھوکھر قطب شاہی قوم کے جو اپنے آپ کو قریشی ہاشمی بھی لکھتے ہیں۔ حسب ذیل اصحاب قابل ذکر بتائے جاتے ہیں۔ قاضی امیر علی اور ان کے فرزندان۔ قاضی غلام نبی عرائض نویس پونچھ۔ قاضی علی اکبر کھوکھر ساکن بنوت

نیقر خان نمبردار پلاں ۔ دار و غہ گل شیر خان پنچھ تحصیل حویلی۔

راقم مؤلف کو قوم "کھوکھر ہاشمی قریشی" سے جو حالات قاضی علی اکبر ولد قاضی امیر علی " کھوکھر" نے بنوت تحصیل حویلی سے اور جو حالات معہ شجرہ محمد شیر خان ولد کریم بخش خان "کھوکھر" نے گوہار تحصیل مہنڈر سے بھیجے ہیں۔ ان میں دونوں صاحبوں نے یہی لکھا ہے ۔ کہ ہمارے بزرگ پنڈ دادن خان ضلع جہلم سے یہاں آکر آباد ہوئے ہیں۔ آخرالذکر نے شجرہ میں صرف دس نام لکھے ہیں ۔ اوران میں بھی کئی نام غلط ہیں۔ لیکن کھوکھر قوم کے مورخوں اور بعض دوسرے تذکرہ نویسوں نے قطب شاہ کے گیارہ فرزند لکھے ہیں۔ یہاں تک بھی خیریت تھی۔ کیونکہ شجروں اور نسب ناموں میں ان کی قدامت کے لحاظ سے عموماً ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ لیکن تعجب اس بات پر ہے۔ کہ دونوں تذکرہ صدر صاحبوں نے قطب شاہ کی انیسویں پشت میں دادن خان کا نام لکھا ہے ۔ جو شہر پنڈ دادن خان کا بانی تھا۔

یہاں صرف یہ سوال پیدا ہوتا ہے ۔ کہ اگر یہ شجرہ قطب شاہ کی اولاد زمان علی کھوکھر کی اولاد کا ہے ۔ جو اپنے آپ کو قریشی ہاشمی کہتی ہے ۔ تو اس میں دادن خان کا ذکر کس طرح آگیا۔ دادن خان کے بزرگ ہندو راجپوت کھوکھر قوم سے تھے۔ دادن خان نے پنڈ دادن خان اور اس کے پوتے احمد خان نے احمد آباد بسایا۔ اس خاندان کے متعلق سر لیپل گریفن اپنی تصنیف رئیسان پنجاب کے صفحہ ۶۰۴ و ۶۰۵ پر لکھتے ہیں ۔"کھوکھر پنڈ دادن خان اور احمد آباد کی اونچی نسل کے راجپوت ہیں۔ بزمانہ جہانگیر دادن خان کھوکھر راجپوت نے ۱۶۲۳ء میں جنجوعوں اور جلب قوم کے راجپوتوں کو شکست دے کر نمکسر کے موقع پر ایک شہر پنڈ دادن خان کے نام سے آباد کیا ۔" اور اگر یہ صحیح ہے ۔ کہ گوہلد اور بنوت وغیرہ مقامات کے کھوکھر پنڈ دادن خان کے راجپوت کھوکھروں سے نسل اور خون کا تعلق رکھتے ہیں۔

تو وہ قطب شاہ اور اُس کے فرزند زمان علی عرف کھوکھر جو فی الواقعہ ہاشمی قریشی کھوکھر ہیں۔ کی اولاد نہیں ہو سکتے۔
یہ صحیح ہے۔ کہ قطب شاہی کھوکھر اور راجپوت کھوکھر۔ کھوکھر لفظ کی وجہ سے آپس میں بہت کچھ خلط ملط ہو گئے ہیں۔ لیکن جو شخص قطب شاہی کھوکھر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اپنے شجرہ اور اپنے بزرگوں کے حالات میں داد ن خاں مسلمان کھوکھر راجپوت کا ذکر کرتا ہے۔ وہ تو یقیناً قطب شاہی کھوکھر نہیں ہے

دھنیال علوی قریشی

کوہ مری اور راولپنڈی کی تحصیلوں میں ایک قوم دھنیال آباد ہے۔ جو اپنا سلسلہ محمد بن الحنفیہ خلف حضرت علی کے ساتھ ملاتی ہے۔ شاہ محمد حنیف سے آٹھویں پشت میں ایک بزرگ دھنی پیر کا نام لیا جاتا ہے۔ اسی کے نام پر اس کی اولاد دھنیال کے نام سے مشہور ہے۔ جو ضلع راولپنڈی کے علاوہ ضلع ہزارہ میں بھی آباد ہے۔ اور قریشی علوی کہلاتی ہے۔ تحصیل راولپنڈی میں اس قوم کے ہزارہ اور تحصیل کوہ مری میں تیرہ چودہ گاؤں ہیں۔ جن میں پچاس سے زیادہ نمبردار زمین ذیلدار اور اسی قدر انعام خوار ہیں۔ ہندوستانی افواج میں بھی اس قوم کی معقول تعداد ہے عام فوجی ملازموں کے علاوہ چالیس تو کمیشن افسر ہی بیان کیے جاتے ہیں۔
فتح خان کے جو دھنی پیر سے پانچویں پشت میں تھا۔ دو فرزند تھے نیکن خاں و جودھر خاں۔ سید خاں جس کے نام پر سیدال دھنیال قوم مشہور ہے۔ جودھر خاں کا پوتا تھا اور نیکن خاں کی پانچویں پشت میں بیگو خان ایک شخص ہوا ہے۔ چک بیگو دال جو ضلع راولپنڈی میں ہے۔ اسی کا آباد کردہ بتایا جاتا ہے۔ اس کی اولاد بیگو وال دھنیال کہلاتی ہے۔ اس کی آٹھویں پشت سے برلاس خاں ایک شخص پنڈ دنیال

بھائی بندوں کے پاس ملوٹ میں آکر آباد ہوگیا۔ اس کی اولاد سے ملوٹ میں اب پندرہ سولہ گھر موجود ہیں۔ اس شاخ میں سردار خیر محمد خاں ڈوگرہ حکومت کے اوائل عہد میں ایک نمایاں شخصیت رکھتا تھا۔ ملوٹ کی نمبرداری سب سے پہلے اسی نے حاصل کی۔ اس کے پوتے حشمت خاں نمبردار ولد میر ولی خاں کے حسب ذیل تین فرزند ہیں۔ شیر دل خاں نمبردار۔ گل احمد خاں رحمت اللہ خاں۔ گل احمد خاں لکھا پڑھا نوجوان ہے۔ زمینداری کے علاوہ تجارت بھی کرتا ہے۔ اس کے فرزندان محمد ایوب خاں و محمد آزاد خاں ہیں اول الذکر زیر تعلیم ہے۔ اس شاخ میں اور بھی کئی اصحاب ہیں مثلاً فیروزالدین فقیراللہ۔ پہلوان۔ میر احمد محمد یوسف۔ اسماعیل وغیرہ۔

اسی شاخ سے ایک گھر تحصیل حویلی کے موضع بانڈی چیچیاں (منشی لال دین خاں) اور ایک گھر موضع کنکوٹ میں (میر محمد خاں) آباد ہے۔

دھنی پیر کی آٹھویں پشت میں سید خاں نام ایک دنیال ضلع راولپنڈی کے موضع بیہم تراڑ سے تحصیل باغ کے موضع ملوٹ میں نقل مکانی اختیار کرتا ہے۔ اور اس کی اولاد اس کے نام پر سید ال دنیال مشہور ہو جاتی ہے اس شاخ میں اس وقت پندرہ بیس گھر ملوٹ میں موجود ہیں۔ جن میں سردار ناصر خاں خود بھی اور اس کا بیٹا شیر علی خاں بھی نمبردار تھا۔ اب ناصر خاں کا پوتا اقبال خاں پنجوترہ خوار اور معافی دار ہے۔ اقبال خاں کا چچا زاد بھائی شیر دل خاں بھی قابل ذکر ہے۔ سردار بہادر علی خاں اور ان کے فرزند متولی خاں بھی اپنی برادری میں وقار خاص رکھتے تھے۔ متولی خاں کے دو فرزند منشی غلام حسین خاں۔ و بالا خاں

محمد ایوب خان فرزند سردار گل احمد خاں
تحصیل باغ پونچھ

سردار گل احمد خاں ڈھنیال قریشی
موضع ملوٹ تحصیل باغ پونچھ

موجود ہیں۔

ان کے علاوہ چند اور نام بھی ہیں۔ جن کا ذکر بوجہ طوالت قلم انداز کیا جاتا ہے۔

اس قوم کے دینیال اور قریشی علوی ہونے کی تصدیق راولپنڈی کے کئی نامور دینیال انڈین افسروں نے بھی کی ہے۔ جن میں سے صرف دو نام ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ کپتان مانا خان سردار بہادر جاگیردار پراونشل دربار ی آنریری ای۔ اے۔ سی ممبر ڈسٹرکٹ سولجر بورڈ چیف آف دینیال راولپنڈی۔ کپتان ٹِکا خان سردار بہادر و تلوار بہادر اے۔ ڈی۔ سی کمانڈر انچیف انڈیا آرمی سابق اردلی افسر ملک معظم ساکن موضع کمرور تحصیل کوہمری۔ اس قوم کی آبادی پونچھ میں تو غالباً دو سو نفوس سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن ضلع راولپنڈی میں ۲۰۰۰۰ ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔

پونچھ میں بھی یہ قوم زراعت پیشہ ہے۔ اور اپنی ملکیت رکھتی ہے۔ اس کا ناطہ رشتہ گکھڑ۔ تیزیال اور ساتھن وغیرہ اقوام سے ہوتا ہے۔

قریشی صدیقی

حضرت ابوبکر صدیق اکبر خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد و ذریات قریشی صدیقی کہلاتی ہے۔ جو عرب کے علاوہ اسلامی ممالک اور ہندوستان کے ہر گوشہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ پونچھ کے بعض قریشی صدیقی خاندانوں کی آمد اور آبادی کا پتہ ۱۹۰۶ سنہ ب سے ماقبل ملتا ہے۔ قاضی محمد عزیز الدین جو جیل پولیس میں ہیڈ کانسٹیبل ہیں۔ اپنے گرامی نامہ ۱۵ میں اطلاع دیتے ہیں کہ ان کے بزرگ دہلی سے راجوری اور راجوری سے پونچھ اُس زمانہ میں

ایک دفعہ [illegible] تحصیل [illegible] کا [illegible] مشہور [illegible] راجپوت [illegible] گیا [illegible]
یہ قوم [illegible] سے [illegible] ہے [illegible]

آئے۔ جب پونچھ کا نام رستم نگر اور پونچھ کے حکمران کا نام راجہ رستم خان تھا۔
پونچھ میں اس خاندان کے افراد راجپور منڈی۔ چنڈک۔ سموٹ۔ سونکوٹ اور درابہ میں آباد ہیں۔ اور چند گھر پونچھ میں بھی ہیں۔ علاوہ ازیں تحصیل راجوری کے مواضعات تھنہ منڈی۔ بھنگائی۔ لاہ۔ ساج۔ شاہدرہ اور راجوری وغیرہ میں بھی اسی خاندان کے کئی گھر آباد ہیں۔

راجپور منڈی کی شاخ سے قاضی حبیب اللہ۔ قاضی احمد اللہ۔ قاضی رفیع اللہ قاضی ثناء اللہ۔ قاضی حمید اللہ۔ قاضی عطا اللہ۔ قاضی عبید اللہ۔ قاضی فضل دین قاضی عزیز دین۔ قاضی سراج دین۔ قاضی محمد اکرم۔ قاضی شاد محمد۔ قاضی غلام محمد قاضی حسن محمد۔ قاضی شیر محمد۔ قاضی نجیب اللہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

چنڈک والی شاخ سے قاضی بدر الدین آڈیٹر محکمہ کسٹم۔ قاضی صدر الدین سپرنٹنڈنٹ پولیس ونظم سال۔ بابو محمد دین لفٹنٹ سیکنڈ بٹری ستواری جموں قاضی نجیب اللہ۔ قاضی نظام الدین۔ قاضی محمد الدین۔ قاضی حبیب اللہ۔ قاضی نذیر اللہ۔ قاضی فیض محمد۔ قاضی قمر الدین۔ قاضی شمس الدین۔ قاضی نذیر الدین کا نام قابل ذکر اصحاب میں لیا جاتا ہے۔

سموٹ والی شاخ سے قاضی محمد عزیز الدین ہیڈ کاتب پریس جیل پونچھ ان کے فرزند ماسٹر حسام الدین و ماسٹر محمد فخر الدین۔ محمد ضیاء الدین سٹوڈنٹ ہائی سکول۔ محمد ریاض الدین اور آپ کے برادر زادگان قاضی عبد الخالق۔ قاضی عبد الحمید۔ منشی فضل دین مرحوم (ناظر محکمہ مال) منشی احمد دین واصلباقی نویس صدر تحصیل حویلی۔ قاضی قمر الدین و ظہیر الدین و عبیر الدین پسران منشی شریف الدین مرحوم کا نام خاص طور پر لیا جاتا ہے۔

سونکوٹ والی فرع میں قاضی جلال الدین مرحوم اچھی حیثیت رکھتے تھے۔

دراپہ کی شاخ میں قاضی عطا محمد۔ قاضی غلام نبی معلم دینیات۔ مولوی عبد السلام۔ مولوی فاضل عربی مدرس ہائی سکول پونچھ۔ قاضی محمد دین معلم دینیات ممتاز پوزیشن کے مالک ہیں۔

خاص پونچھ کی شاخ میں قاضی پیر بخش سابق ملازم محکمہ ری سیٹلمنٹ حال پنشنر معہ پسران قاضی عزیز الدین وغیرہ اور قاضی بدر الدین۔ قاضی احمد الدین قاضی محمد الدین وغیرہ اصحاب اپنی برادری میں درجہ اختصاص رکھتے ہیں۔

راجوری کی شاخ میں اصحاب ذیل کا نام لیا جاتا ہے۔ قاضی غلام محی الدین مرحوم۔ قاضی غلام حسین رئیس مرحوم۔ قاضی فیض اللہ۔ قاضی سعید اللہ۔ قاضی نفیر اللہ۔ قاضی بشیر اللہ۔ قاضی امان اللہ۔ قاضی امین اللہ سکنائے خاص راجوری قاضی عبد الرحمان۔ قاضی عبد اللطیف پسران قاضی غلام مصطفےٰ مرحوم سکنہ تھنہ منڈی۔ قاضی ثنا اللہ۔ قاضی عطا اللہ پسران قاضی رستم دین مرحوم سکنہ بھنگائی۔ قاضی حیات بخش وغیرہ اصحاب سکنائے لاہ مسارج۔

یہ خاندان زراعت پیشہ اور عام طور پر خواندہ ہے۔ قومی عصبیت بھی اس میں کافی ہے۔ رشتے ناطے ان کے آپس ہی میں ہوتے ہیں۔

قریشی ہاشمی

یہ خاندان جس کا حسبی و نسبی تعلق حضرت بہاء الحق ملتانی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ پونچھ کے مواضعات اچھاڑ۔ لگاہی۔ فاگلہ۔ دیگوار تیرٹرواہ وغیرہ دیہات تک پھیلا ہوا ہے۔

ان کے بزرگ ملتان سے وٹی ضلع جہلم میں آئے۔ وہاں سے پیر شمس الدین ملے علاقہ پونچھ میں سکونت اختیار کر کے موضع اچھاڑ کی پہاڑی کے دامن میں اپنا مکان بنایا

پیر علی شاہ نمبردار انہی کی اولاد سے ہیں۔ اور ایک وسیع رقبہ اراضی کے مالک ہیں۔ ان کے بڑے بھائی کا نام پیر رکن الدین عرف پیر وڈا ہے۔ اعلیٰ نسل کی گھوڑیاں رکھنے کے بڑے شوقین تھے۔ مزار آپ کا اچھاڑیں ہے۔ آپ کے برادر زادہ پیر نور شاہ درباری ہیں اور حکام اور پبلک میں وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ حال ہی میں آپ نے تبلیغی سلسلہ میں مواضعات منکوٹ۔ دبڑاج۔ بھاڑ کسں (میدان) اور گوہلد کے قریباً تین سو خاکروبوں کو مسلمان کیا ہے۔

پیر مہتاب شاہ مرحوم سکنہ گاہی اسی خاندان کے ایک معزز فرد معافی دار اور حکام رس اور بہت سی اراضیات کے مالک تھے۔ پیر حسین شاہ اور پیر غلام غوث شاہ آپ ہی کے فرزند ہیں۔ مریدوں کا سلسلہ کشمیر تک پھیلا ہوا ہے۔

فاگلہ علاقہ سورن میں پیر اعظم شاہ مرحوم کا نام جو نمبردار بھی تھے۔ بڑی عزت سے لیا جاتا ہے۔ ان کی اولاد میں پیر افضل شاہ جو بڑے صاحب مروت بزرگ ہیں، اور پیر محمد شاہ۔ پیر اللہ نور شاہ پیر محمد عظیم شاہ اور پیر محمد حسن شاہ ممتاز اصحاب ہیں۔ ان کی اراضیات بھی کافی ہیں۔ اور فاگلہ کی نمبرداری بھی انہی کے پاس ہے۔

دیگر از تیسڑواہ تحصیل حویلی میں پیر چن شاہ۔ پیر محمد شاہ اور پیر فضل شاہ قابل ذکر ہیں جن کی اراضیات بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ اور جن کے ارادت مندوں کی بھی معقول تعداد ہے۔

اس خاندان کے تمام ممبروں کو نسلاً بعد نسلاً اچھی اچھی نسل کے گھوڑے رکھنے کا شوق ہے۔

خاندان قاضی قیصر محمد شیر سپرنٹنڈنٹ پولیس

آپ کے دادا قاضی شیر علی پنجاب کے نامور علماء میں شہرت خاص رکھتے تھے۔

قاضی فقیر محمد پنشنر سپرنٹنڈنٹ پولیس پونچھ

درس تدریس ان کا شغل خاص تھا۔ لیکن طبیعت چونکہ "سیلانی" پائی تھی۔ اس لئے پونچھ کے رستے عازم کشمیر ہو گئے۔ جب حدود پونچھ میں پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ سارے کا سارا علاقہ مسلمان ہونے کے باوجود جہالت و گمراہی میں مبتلا ہے۔ مسلمانوں ہی کے گھروں میں اسلام کی یہ دردناک کیفیت دیکھ کر دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ کچھ علاقہ کے لوگوں نے خواہش ظاہر کی۔ کچھ خدمت اسلام کے جذبہ نے آگے قدم اٹھانے سے روک دیا۔ چنانچہ آپ مقام ناہی تتہ پانی میں اقامت گزین ہو گئے۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے۔ جب کہ پونچھ میں بے آئینی (آپ راجی حکومت) کا دور دورہ تھا۔ اور اکثر قومیں لوٹ مار پر گزارہ کیا کرتی تھیں۔

قاضی شیر علی نے لوگوں کو تعلیم اسلام سے واقف کرنے کے لئے درس تدریس کا کام شروع کر دیا۔ اپنے اخلاق اور علم و فضل کی وجہ سے بہت تھوڑے دنوں میں وہ دور و نزدیک مشہور ہو گئے۔ آپ نے اپنے طرز عمل سے صدہا لوگوں کی جو برائے نام مسلمان تھے۔ کایا پلٹ کر دی۔ چونکہ آپ نے آئندہ کے لئے مستقل طور پر سرزمین پونچھ ہی کو وطن بنا لیا تھا۔ اس لئے ایک فاروقی قریشی قبیلہ کے ہاں آپ کی شادی ہو گئی۔ آپ خود بھی قبیلہ قریش سے اور حضرت عباس کی ذریات سے تھے۔ اور کاغذات سرکاری میں بھی آپ کو قریشی عباسی تسلیم کیا گیا ہے۔

آپ اپنے علاقہ میں قضاء کے منصب پر بھی فائز المرام رہے۔ اور یہیں سے قاضی کا لقب آپ کے اور آپ کی اولاد کے ساتھ منسوب ہو گیا۔ آپ کے بعد آپ کے اکلوتے فرزند قاضی غلام محی الدین عرف قاضی گاماں نے نہ صرف اپنے نامور باپ کی شہرت کو قائم رکھا۔ بلکہ اپنے صوفی منش اور عالم باعمل ہونے کی وجہ سے اس شہرت میں اور بھی اضافہ کیا۔ اور اپنی زرعی اراضی کو بہت وسعت دی۔ اس زمانہ میں ڈوگرہ حکومت پونچھ پر قابض ہو چکی تھی۔ راجہ موتی سنگھ فرمانروا

تھے۔ اور میاں نظام الدین ان کے وزیر تھے۔ میاں نظام الدین نے آپ کی تعلیمی وتدریسی خدمات سے خوش ہوکر اپنی ذاتی جاگیر سے بھی ایک رقبہ آپ کو عطا کیا۔

اسی زمانہ میں پنجاب (ضلع شاہ پور) سے ایک بزرگ شیخ غلام حسن نام اس علاقہ میں آئے۔ اور آپ ہی کے ہاں انہوں نے قیام کیا۔ وہ بڑے عالم تھے۔ لیکن طبع زندانہ رکھتے تھے۔ باوجود طبائع کے اختلافات کے دونوں میں یہاں تک تعلق بڑھا۔ کہ شیخ موصوف دور دراز مسافت طے کرکے ہر سال تتہ پانی آتے۔ اور کئی کئی دن یہاں قیام رکھتے۔ راجہ موتی سنگھ فقیر دوست حکمران تھے۔ ان کو جب شیخ کے برگزیدہ وخدارسیدہ ہونے کا علم ہوا۔ تو وہ خود ان کی زیارت کے لئے تتہ پانی آئے اور بارہا آتے رہے۔ بلکہ سیہڑہ وٹاٹ میں ان کو کچھ جاگیر بھی دی اور شہر خاص (پونچھ) میں رہنے کے لئے ایک مکان عطا کیا۔

یہ قاضی غلام محی الدین ہی کی بابرکت علمی وصوفیانہ صحبتوں کی کشش تھی۔ کہ شیخ ہر سال یہاں دوڑے چلے آتے تھے ؂

کیوں وہ صیاد کسی صید پہ توسن ڈالے

خود بخود صید چلے آتے ہیں گردن ڈالے

ماگھ سمت ۱۹۷۴ء میں قاضی صاحب انتقال فرما گئے۔ قاضی فقیر محمد آپ ہی کے اکلوتے فرزند ہیں۔ آپ نے خاندانی دستور کے مطابق اپنے والد ہی سے تعلیم حاصل کی۔ لیکن ملازمت کا شوق چونکہ غالب تھا۔ اس لئے والد کی اجازت اور شیخ غلام حسن کی دعا حاصل کرکے محکمہ پولیس میں بھرتی ہوگئے۔ اور اپنی خداداد قابلیت سے تمام ابتدائی مراحل طے کرکے آخر پولیس پونچھ کی آخری منزل یعنی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ جلیلہ پر پونچ گئے۔ کچھ عرصہ سے ریٹائر ہیں۔ اور حکومت پونچھ

سے ایک سو روپیہ ماہوار پنشن لے رہے ہیں۔

آپ کے تین فرزند ہیں۔ قاضی سید احمد درد۔ جن کو اپنی علم دوستی و شاعری کی وجہ سے پونچھ کے سب لکھے پڑھے جانتے ہیں عزیز احمد اور نیاز احمد ان سے چھوٹے ہیں۔

پونچھ کے وہ معروز اصحاب جن کا آپ کے خاندان سے تعلق ہے۔ حسب ذیل ہیں۔ قاضی عنایت اللہ (خلف قاضی دین لگوڑہ والے) جو پولیس میں محرر سارجنٹ ہیں۔ اور قاضی نذیر محمد کے ماموں زاد بھائی ہیں۔ مولوی شمس الدین جو مولوی محمد حسین فاضل کے برادرزادے اور قاضی فقیر محمد کے داماد ہیں پونچھ میں فرقہ اہل حدیث کے بانی آپ ہی سمجھے جاتے ہیں۔ آپ قاضی گرہ اور بھی ہیں۔ مفتی ضیاء الدین ضیاء جن کی سیاسی و علمی شہرت پونچھ و کشمیر کے علاوہ پنجاب اور ہندوستان تک مشہور ہے۔ آپ کے قریبی رشتہ دار ہیں۔

علاوہ ازیں رکڑ۔ ہمردتہ اور بساڑی وغیرہ مقامات میں بھی آپ کے تعلقہ دار موجود ہیں۔

اس قریش خاندان میں مندرجہ ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں۔

ہمردتہ میں۔ مولوی سر عالم۔ قاضی سید حسن۔ رکڑ میں قاضی میر محمد۔ بساڑی میں قاضی بدر الدین۔ تاہی میں میاں علم دین۔

یہ قبیلہ قریش باوجود اپنے علمی مشاغل کے خالص زراعت پیشہ ہے۔ اور کافی اراضیات کا مالک ہے۔

قریشی فاروقی خاندان کلالی وپلاں چوہدریاں

اس خاندان کے ایک سرکردہ ممبر منشی محمد الدین میل اور سیر ادڑی پونچھ نے جو کاغذات ارسال کئے ہیں۔ اُن کی رُو سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے ایک بزرگ پیر ستار شاہ فاروقی۔ راجہ شیر باز خان خلف راجہ عظمت خان آف سدھنوتی کے زمانہ میں ریاست کپور تھلہ سے پونچھ آئے۔

اس خاندان کے تمام افراد زراعت پیشہ ہیں۔ جو ملازمت میں ہیں۔ وہ بھی اراضی دار ہیں۔ لکھے پڑھوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس خاندان کی موجودہ نسل پیر ستار شاہ کی چوتھی پشت میں بیان کی جاتی ہے۔

اس خاندان کے اس وقت موضع کلالی وپلاں چوہدریاں میں جو تحصیل حویلی میں واقع ہیں۔ صرف پچاس ساٹھ نفر ہیں۔ جن میں منشی محمد الدین پوسٹل میل اور سیئر۔ میاں غلام حیدر پوسٹ مین۔ میاں غلام حسین پوسٹ مین۔ میاں مہتاب الدین پوسٹ مین۔ میاں شاہ ولی پوسٹ مین۔ میاں محمد منیر پوسٹمین۔ غلام حیدر۔ غلام احمد قطب الدین۔ قادر بخش۔ عبداللطیف۔ سجاول خان۔ غلام دین۔ فتح شیر۔ غلام حیدر ثانی۔ غلام حسین ثانی قابل ذکر ہیں۔

اس خاندان کے چند ممبروں نے مسٹر ٹرنچ مہتمم بندوبست پونچھ کے زمانہ میں معافی شاخ شماری کی جو درخواست پیش کی تھی۔ اس پر مہتمم بندوبست نے ۱۴ نومبر ۱۹۰۳ء کو حسب ذیل حکم صادر کیا تھا "تجویز اسسٹنٹ مہتمم بندوبست و سپرنٹنڈنٹ بندوبست سے ہمارا اتفاق ہے۔ سائلان قوم قریشی سے ہیں۔ اس لئے ترنی سے مطابق قواعد معاف ہیں۔ کیونکہ قریشی بلحاظ قوم معاف ہیں کاغذات میں عمل درآمد کرایا جائے۔ نیز سائلان کو مطلع کیا جائے۔ شجرہ نسب

منشی محمد الدین فاروقی قریشی پوسٹل اورسیر پونچھ کشمیر

میں بھی عمل کرایا جائے۔ اور وصول شدہ رقم واپس دلائی جائے۔"

منشی محمد الدین نے راقم الحروف کو راجہ شیر باز خان کے ایک پروانہ بنام "پیر تار شاہ" کی نقل بھیجی ہے۔ جس کے چند الفاظ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

کارپردازان پرگنہ کہوٹہ دہقانان کلالی بدانند

چوں دریں وقت پیر تار شاہ صاحب قریشی ساکن کلالی از ہر ذزر کہ گاؤ میشاں و مادہ گاواں در دیہہ میباشند رقوم شاخشماری و زر چوپانی وغیرہ حسب معاف و عطا نمودہ شدہ کہ از قدیم الایام دعاگو دمعافی دارند ...... بلکہ صاحب موصوف بمنشائے خود بہ کدام جائے ڈہوک خواہند رفت ڈہو کہاتہ نگرفتہ اند ......

دیگر آنکہ مبلغ ۶ روپے نقدی زر مالیہ خریف خانگی مجرا دہند۔ و وزن غلہ یکی از بہادلی دیہہ در وجہ پیر صاحب رسانیدہ باشند۔ کہ نیاز خدا دادہ است۔

۲۰ ہر مگھر سمت ۱۹۹۳ بہ نشان مہر راجہ شیر باز خان

خاندان قاضیان کھلانہ یا کسر خاندان

کسر قوم کا اصل وطن تحصیل چکوال ضلع جہلم ہے۔ جہاں اس کی آبادی ستھرہ[1] ہزار کے قریب ہے۔ یہ تمام آبادی دیہات ہی میں پھیلی ہوئی ہے۔ دولتھہ اس کا مرکز ہے۔ اس قوم میں چھ ذیلدار اور قریباً ایک سو نمبردار ہیں۔ دولتھہ کے ذیلدار رسالدار سردار سلطان سکندر خان ہیں۔ جو نہ صرف اپنی قوم کے بلکہ اپنے علاقہ کے بہت بڑے[2] زمیندار ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ان کے صرف معاملہ سرکار کی رقم ہی تین ہزار سالانہ سے زیادہ ہے۔ آپ پانچ سو روپیہ سالانہ کے انعام خوار بھی ہیں۔

اپنے علاقہ میں اس قوم کا قومی خطاب سردار ہے۔ بندوبست میں کسر قوم مغل کسر کے نام سے درج ہے۔ یہ قوم خالص زراعت پیشہ ہے۔

[1] سنہ ۱۸۸۱ء میں اس قوم کی آبادی ۱۰۸۹۴ تھی۔

کسر قوم کی وجہ تسمیہ کے متعلق بہت کچھ دریافت کیا گیا۔ کوئی قابل اطمینان جواب نہیں ملا۔ اسی تحصیل میں بالکسر، فریہ کسر اور سر کال کسر وغیرہ کئی دیہات پائے جاتے ہیں ان ناموں سے تو صرف اتنا معلوم ہو سکتا ہے کہ فریہ اور سر کال وغیرہ کی قوم کسر تھی۔ انہوں نے دیہات آباد کئے اور انہی کے نام پر وہ دیہات مشہور ہو گئے۔ تاریخ بندوبست جہلم میں بھی کسر قوم کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر کی وفات کے بعد جب شہزادہ محمد معظم اور محمد اعظم میں لڑائی ہوئی اور گکھڑ قوم کے سردار سیدو خاں نے محمد معظم کے خلاف محمد اعظم کو مدد دی اور محمد اعظم اس جنگ میں مارا گیا۔ تو محمد معظم نے بادشاہ ہو کر اور اپنا نام بہادر شاہ رکھ کر سیدو خاں کو یہ سزا دی۔ کہ اس کے مقبوضات اس سے چھین کر ماڑہ اور کسر قوم کے سرداروں کو دیدیئے جہاں ان اقوام نے رفتہ رفتہ اپنے مقبوضات کے کل حقوق وراثت اپنے تصرف میں کر لئے۔ تاریخ جہلم کی ان سطور سے کسر قوم کا صرف عروج معلوم ہو سکتا ہے۔ کسر کی وجہ تسمیہ کا کچھ پتہ نہیں چل سکتا۔ سلطان سکندر خاں ذیلیں دولہ کے ایماء سے ان کے مختار عام ایم عباد علی خاں نے جو مزید کیفیت ارسال کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ "کسر چنگیز خان تاتاری کی نسل سے ہیں۔ اس کے حملۂ ہند کے دوران میں اس کی قوم کے بہت سے لوگ دریائے سندھ کے کنارے آباد ہو گئے اور وہ اسی زمانہ سے چلے آتے ہیں۔ بلکہ تیمور اور بابر اور ان کے جانشینوں کے زمانہ میں بھی اس قوم کے بیشمار لوگ پنجاب اور ہندوستان میں آباد ہو گئے"۔ کسر کی وجہ تسمیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ "کاغذات سرکار میں ہماری قوم کسر مغل درج ہے۔ مگر کسر کی وجہ تسمیہ بتلانے سے ہم قاصر ہیں"۔

غالب قیاس یہ ہے کہ اس قوم کے مورث اعلیٰ کا نام کسر یا اسی نام سے ملتا جلتا کوئی اور نام ہو گا۔ اس کی اولاد اس کے نام پر کسر مشہور ہو گئی ہے اور چونکہ یہ لوگ عرصہ دراز سے آباد چلے آتے ہیں۔ لہٰذا کسر نام سے مشہور ہونے کے باوجود اس نام کی اصلیت کو محفوظ نہ رکھ سکے۔

مولوی محمد فیض رسول پنشنر ٹیچر مڈل سکول باغ پونچھ

پونچھ میں بھی کسر قوم کے کچھ افراد موجود ہیں۔ وہ تحصیل چکوال سے علاقہ کھلانہ ضلع مظفرآباد میں آئے۔ وہاں سے پونچھ میں اقامت اختیار کی۔ کھلانہ کیوجہ سے یہ لوگ قاضیان کھلانہ کہلاتے ہیں۔ ان کا مورث اعلیٰ جس نے سب سے پہلے اپنے علاقہ کی سکونت پنجاب سے ترک کی۔ حافظ محمد قائم تھا۔ وہ قرآن شریف کے حافظ تھے اور درس تدریس کا شغل رکھتے تھے۔ ضلع مظفرآباد کی تحصیل اوڑی کے موضع کھلانہ میں آپنے ڈیرے ڈالدیئے۔ راجگان ہتمل نے آپ کے علم و فضل سے آگاہ ہو کر موضع کھلانہ کی آمدنی آپ کیلئے وقف کردی۔ آپکے دو فرزند تھے حافظ عبدالوالی و حافظ عبدالجلیل۔ حافظ عبدالوالی بھی اپنے والد کیطرح بزرگ عالم تھے۔ دونوں کے مزار موضع کھلانہ میں موجود ہیں۔ حافظ عبدالجلیل بھی صاحب زہد و ورع تھے۔ آپکی اولاد مواضعات چکوٹھی چناری ضلع مظفرآباد و مجوہان وطن ضلع ہزارہ میں آباد ہے۔ اور آپ کا مزار گڑھی میں ہے۔ جو جہلم ویلی روڈ کا ایک مشہور قصبہ اور پڑاؤ ہے۔ آپ کی ذریات میں سے قاضی شمس الدین کے بیٹے مولوی فیض رسول ہندوستان میں ایک عرصہ تک حصول علم میں مصروف رہے اور علامۂ دہر ہو کر اسی یا نوے سال کی عمر کے بعد ۱۹۱۰ء میں بمقام وطن وفات پا گئے۔

حافظ عبدالوالی کے فرزند قاضی محمد صلاح۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہمعصر تھے اور بدستخطی وزیر پنون ضلع مظفرآباد کے ایک حصہ کے قاضی القضاۃ تھے۔ بڑے صاحب رسوخ اور صاحب علم بزرگ تھے۔ آپ کے آٹھ فرزندوں میں حافظ بودا اولاد نرینہ کے بغیر ہی انتقال کر گئے۔ قاضی محمد کبیر کی اولاد کھلانہ میں موجود ہے جن میں قاضی شمس الدین اور مولوی محمد شریف موجودہ وقت میں قابل ذکر ہیں۔ حافظ بزرگ واقعی اسم بامسمیٰ بزرگ تھے۔ ان کی اولاد علاقہ پونچھ میں موجود ہے۔ جس کا ذکر آگے آئیگا۔ حافظ محمد عزیز ان کی اولاد چکار ضلع مظفرآباد میں ہے۔ حافظ محمد جمیل کی اولاد موضع سنیا متصل چناری میں رہتی ہے۔ اسی جگہ کی نمبرداری بھی اسی قوم کے پاس ہے۔ حافظ محمد عظیم و حافظ مولوی کی اولاد پونچھ میں ہے۔ اس کا ذکر بھی آئندہ سطور میں ملیگا۔ حافظ عبدالله کی اولاد [illegible]

لہ آپ [illegible] اسلامیہ [illegible] تحصیل [illegible] رہ چکے ہیں۔

میں آباد تھی۔ لیکن ان کی اولاد میں آخری شخص نے لاولد رہ کر سلسلہ ختم کر دیا۔
موضع کھلانہ جیسا کہ پیشتر ازیں لکھا جا چکا ہے۔ راجگان ہتمال نے حافظ قائم کو بطور گذارہ دے رکھا تھا۔ جس پر ان کی اولاد قابض چلی آتی تھی۔ لیکن ڈوگرہ راج کے آنے سے جب ان راجگان کی جاگیریں تقسیم ہوئیں۔ تو راجہ مظفر خان بنیاری کے بیٹے راجہ نواب خان اور ان کے کثیر متعلقین کے کھلانہ میں مقیم ہو جانے کی وجہ سے جب خاندان قاضیاں کو دقتوں کا سامنا کرنا پڑا تو اس نے راجہ نواب خان کے اصرار کے باوجود کھلانہ کی سکونت پر نقل مکانی کو ترجیح دی۔
علاقہ پونچھ کی تحصیل باغ کے ایک نامور ملدیال سردار بنام ناظر علی خان عرف سردار نظرو خان جو موضع رنگوٹی کے رئیس اور جاگیردار تھے۔ حافظ بزرگ کے ممتاز شاگردوں اور مریدوں میں تھے۔ اور اسی تعلق کی بنا پر جب مہاراجہ رنبیر سنگھ کے عہد میں حافظ بزرگ کی اولاد نے کھلانہ سے ہجرت کی تو یہ رنگوٹی میں آ کر مقیم ہو گئی۔
حافظ بزرگ کے دو فرزند تھے۔ قاضی نیاز محمدؐ تو کھلانہ ہی میں فوت ہو چکے تھے۔ دوسرے فرزند قاضی فیض علی اپنے دو بھتیجوں یعنی قاضی نیاز محمدؐ کے فرزندان قاضی محمد عالم و قاضی محمدؐ فاضل کے ہمراہ سردار بہادر علی خان عرف بہادر خان بن سردار نظرو خان کے پاس چلے آئے۔ قاضی محمدؐ عالم کے پانچ فرزند تھے۔ چار لاولد انتقال کر گئے۔ اول الذکر قاضی سید نجیب موجود ہیں۔ جن کا ایک فرزند محمدؐ شریف ہے۔ اور وہ بھی صاحب اولاد ہے۔ قاضی محمدؐ فاضل کے چار فرزند تھے۔ ایک لاولد گذر گیا۔ نور محمدؐ اور عبداللہ بھی وفات پا چکے ہیں۔ نور محمدؐ کا ایک فرزند محمدؐ یوسف اور عبداللہ کے دو فرزند عالم دین و ابو دین موجود ہیں۔ جمال الدین عرف جیون سب بھائیوں میں زندہ ہے۔ ان

کے تین فرزندوں میں قاضی محمد وارث اور ان کا لاولد فرزند محمد ہاشم انتقال کر چکے ہیں۔ قاضی محمد حسین دوسرے فرزند تھے۔ وہ بھی اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ قاضی امام الدین اب تک بقید حیات ہیں۔ اور ان کے سات فرزند ہیں۔ جن میں مولوی محمد فیض رسول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے سند یافتہ اور پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل ہیں۔ اور فی الحال محکمہ تعلیم پونچھ میں ایک معقول مشاہرہ پر ملازم ہیں۔ اور پبلک میں اپنے علم اور اپنی دیانت کی وجہ سے بہت بارسوخ ہیں۔ آپ کے ہاں مندرجہ ذیل پانچ فرزند ہیں۔ ضیاء الدین عبداللطیف۔ محمد بشیر۔ عبدالرشید۔ محمد سعید۔ ان میں تین اول الذکر زیر تعلیم ہیں۔ اور باقی خوردسال ہیں۔

اس خاندان کی ایک اور شاخ قاضی محمد صابر سے چلتی ہے۔ وہ کھلانہ سے ہجرت کر کے تحصیل باغ کے موضع جھنزوڑہ میں چلے آئے۔ ان کے ہاں تین فرزند تھے۔ قاضی فیض طلب۔ قاضی فیض اللہ۔ قاضی شمس الدین۔

قاضی فیض طلب کے چھ فرزند ہیں۔ ان میں محمد نور مرحوم حسب ذیل پانچ فرزندوں کے باپ تھے۔ نظام دین۔ فیروز دین۔ عالم دین۔ اکبر دین۔ غلام محی الدین
نظام الدین تحصیل باغ کے موضع کوٹھڑی نجم خاں میں آباد ہو گیا ہے۔ محمد عظیم کے ہاں بھی۔۔۔ ایک فرزند ہے۔

قاضی فیض اللہ مرحوم کے پانچ فرزندوں میں دو لاولد انتقال کر چکے ہیں۔ تین حسب ذیل موجود ہیں۔ غلام رسول۔ غلام حسین اور فیض رسول۔
غلام رسول اور غلام حسین کے ہاں ایک ایک فرزند ہے۔

حافظ مولوی بن قاضی محمد صلاح کی اولاد میں سے قاضی شرف الدین کے دو فرزند تھے۔ جن میں گل حسن لاولد وفات پا چکا ہے۔ اور نور الحسن موضع ٹوپہری

نجم خاں تحصیل باغ میں اقامت اختیار کر چکا ہے۔ اس کے چھ فرزند ہیں۔ برکت اللہ۔ رحمت اللہ۔ محمد قاسم۔ اکبر دین۔ میر عالم۔ عبدالعزیز۔ ان میں رحمت اللہ مر چکا ہے۔ برکت اللہ کے ہاں ایک فرزند ہے۔ محمد قاسم پرائمری پاس ہونہار نوجوان ہے۔

اس خاندان میں پشت ہا پشت تک حافظ قرآن اور قاضی ہوتے چلے آئے ہیں۔ بلکہ عہدہ قضا کی وجہ سے یہ خاندان ہی خاندان قاضیاں کے نام سے موسوم ہے۔ اس خاندان کے جملہ افراد علاقہ پونچھ بلکہ ریاست کشمیر کے قدیمی باشندے حق اسامی دار اور زراعت پیشہ ہیں۔ چونکہ اس خاندان میں تعلیم کا عام رواج ہے۔ اس لئے زمیندارہ کاروبار کرنے کے علاوہ اس کے اکثر افراد ملازمت پیشہ بھی ہیں۔

اس خاندان کی رشتہ داریاں مندرجہ ذیل اقوام کے خاندانوں سے جاری ہیں۔ قریشی خاندان سکنہ قدیم ایمن آباد (پنجاب) حال ساکن رنبع چھتروڑہ دگونٹھی نجم خاں۔ کھوٹ خاندان۔ کھوکھر خاندان جس کے مورث اعلیٰ محمد صوفی خان قریشی خاندان ایمن آبادی کے ہمراہ چھتروڑہ میں آئے۔ اور جن کی برادری کشمیر کے علاوہ بنیار و دچھتہ اور پونچھ کے علاقہ ہلاں کھوکھراں میں موجود ہے۔ اسی کھوکھر خاندان سے نظام دین۔ فیروز دین۔ محمد عالم۔ عبدالعزیز اور مولانا غلام رسول سیوری (ہمشیرہ اخون زادہ صاحب چیروٹی باغ) موجود ہیں۔ علاوہ ازیں گھڑ اور تالرہ خاندان (چیکار کشمیر) سے بھی ان کی رشتہ داری ہے۔ بلکہ قریبی تعلقات اور کثرت رشتہ داری کی وجہ سے یہ خاندان بھی خاندان قاضیاں کی برادری سمجھا جاتا ہے۔ اس خاندان میں بڑے بڑے دیوبندی عالم فاضل موجود ہیں۔
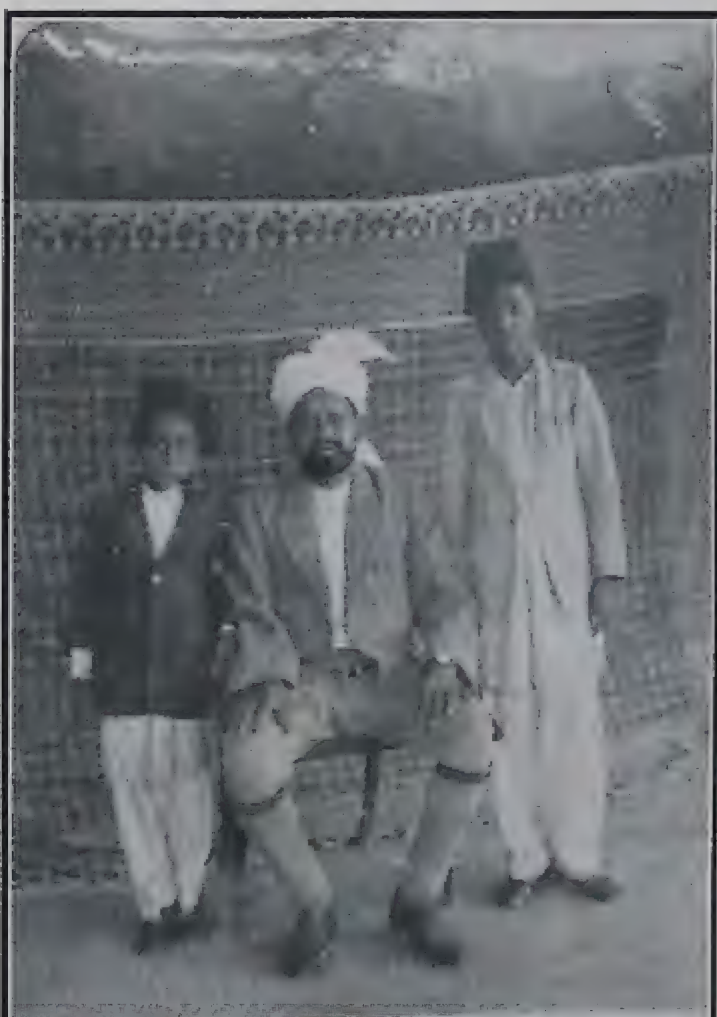
چوہدری نور محمد خاں تحصیلدار (پونچھ) معہ فرزندان

دائیں جانب مسٹر محمد اقبال بائیں جانب مسٹر محمد اسلم

قریشی ڈولال

یہ قوم راولپنڈی کی تحصیل گوجرخان کے تقریباً بیس مواضعات میں آباد ہے۔ سب لوگ زراعت کار اور ملازمت پیشہ ہیں۔ فوج میں بھی ان کی کافی تعداد ہے۔ خصوصاً تین آدمیوں نے تو بہت شہرت حاصل کی۔ ان میں دو تو اپنی فوجی خدمات کے صلہ میں آنریری مجسٹریٹ بنائے گئے۔ ایک نے کپتان ہوکر پنشن حاصل کی۔ اور پھر ریاست جے پور میں جنرل کمانڈنگ افسر مقرر ہوگیا۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ غازی محمد بن قاسم کے زمانہ میں اس قوم کے بزرگ ہندوستان میں آئے۔ اور سندھ۔ بلوچستان سے ہوتے ہوئے مختلف مقامات میں پھیل گئے۔ تحصیل گوجرخان کے علاوہ اس قوم کے چند گھر پشاور میں بھی بیان کئے جاتے ہیں۔

قریش قوم صدہا قبائل میں منقسم ہے۔ اور ہر قبیلہ اپنے کسی نہ کسی بزرگ کے نام یا اپنے کسی بزرگ کے ذاتی اوصاف پر نامزد ہے۔ منجملہ قریش میں ابوالاسود ڈولی بھی ایک مشہور قبیلہ ہے۔ جو دیل بن بکر کی اولاد سے ہے اور اسی نسبت سے ڈولی دوئیلی۔ دولی وغیرہ کئی ناموں سے موسوم ہے۔ یہ ابوالاسود بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ۸۵ برس کی عمر میں ۶۹ھ میں انتقال کر گئے۔

اسی طرح قریش قبائل میں کوئی بزرگ ڈولال یا اسی کے ساتھ ملتے جلتے کسی اور نام سے گذرے ہیں۔ ان کی اولاد ان کے نام پر ڈولال مشہور ہے۔ چنانچہ ایک تازہ تحریر سے معلوم ہوا ہے کہ طائف میں اب بھی ایک قبیلہ "قریش ڈولال" کے نام سے موجود ہے۔

چوہدری نور محمد خان جن کا وطن قدیم گوجرخان ہے۔ اسی قوم کے ایک سرگروہ ممبر ہیں۔ وہ آج سے چالیس پینتالیس سال پیشتر پونچھ کے محکمہ مال میں آ کر ملازم

ہوئے۔ آجکل پونچھ کی تحصیل مہنڈر کے تحصیلدار ہیں۔ آپ نے پونچھ ہی میں حیثیت پیدا کر لی ہے۔ رہائشی مکان بنوالیا ہے۔ اور کافی زرعی اراضی کے مالک ہیں۔ قریباً نصف صدی سے آپ پونچھ میں آباد ہیں۔ آپ نے اپنی شادی بھی یہیں کی۔ اپنے فرزند کی شادی بھی پونچھ ہی میں کی ہے۔ اس لئے اب آپ خالص پونچھی ہیں۔ اور مستقل طور پر یہیں آباد ہیں۔

باب چہارم

افغان اقوام

آفریدی ملک دین خیل

افغان قوم کا منبع ملک افغانستان ہے۔ اور قوم افاغنہ کی شاخ آفریدی کا سرچشمہ تیراہ ہے۔ کشمیر اور پونچھ میں افغان قوم کی آمد زوال حکومت مغلیہ کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اور قریباً ۶۰-۶۵ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۸۱۹ء کے اوائل میں کارخانہ قضا و قدر حکومت کشمیر کا چارج سکھ قوم کے سپرد کر دیتا ہے۔

کشمیر اور پونچھ اور ان کے مضافات میں جو افغان یا پٹھان اقوام نظر آ رہی ہیں۔ ان کا تعلق حکومت افاغنہ کے ساتھ ہی تھا۔ یوں تو ہندوستان کی ہر قوم صدہا شاخوں پر منقسم ہے۔ لیکن افغانوں میں اس قدر قبائل اور خاندان اور خیل ہیں۔ کہ ان کا شمار آسانی سے نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح آفریدی قبیلہ میں بھی کئی شاخیں ہیں۔ انہی میں ایک شاخ ملک دین خیل ہے۔ جس کو اپنے قبیلہ کی تمام شاخوں پر فوقیت

حاصل رہی ہے۔
آفریدی ملک دین خیل کی جو شاخ پونچھ منڈی کٹھارنہ میں آباد ہے۔ اس کے مورث اعلیٰ سردار محبت خان تیراہی کے فرزند سردار ہمت خان تھے۔ جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ سردار عبداللہ خان ناظم کشمیر کے ہمراہ کشمیر آئے۔ اور پھر دیوان کرم چند حاکم پونچھ کے زمانہ میں انہی کی خواہش کے مطابق پونچھ چلے گئے۔ جہاں علاقہ منڈی کے مواضعات جھلہ۔ ڈھانگری۔ ساتھڑہ باندی کمان خان وغیرہ ان کو جاگیر میں ملے۔ اس کے پانچ فرزند تھے۔ جن میں سے تین جو فوج پونچھ میں ملازم تھے۔ لاولد فوت ہو گئے۔ باقی دو فرزندوں مدت خان و شاہنواز خان سے اولاد کا سلسلہ چلا۔ جو اب تک باقی ہے۔ مدت خان کے فرزند اختر خان کی اولاد تو پونچھ ہی میں آباد ہے۔ مگر اس کے دوسرے دو فرزندوں سعادت خان و پسند خان کی اولاد پھر کشمیر چلی گئی۔ سعادت خان کے ایک فرزند کا نام محمد حسین خان تھا۔ وہ کشمیر کی تحصیل ہندواڑہ میں جاکر آباد ہو گیا۔ اس کے تین فرزند ہیں۔ ماسٹر نواب خاں۔ یاسین خان۔ گل محمد خاں۔ آخرالذکر دونوں کشمیر میں زمیندارہ کام کرتے ہیں۔ نواب خاں نے لاہور آکر اپنی مالی مشکلات کے دور کرنے کے لئے سودا سلف بیچنے کو ذریعہ معاش بنایا۔
اس ہونہار نوجوان کا وجود کشمیر اور پونچھ کے ان نوجوانوں کے لئے جو پنجاب آکر صرف محنت مزدوری کے ذریعہ پیٹ بھر کر اور کچھ کما کر اور ذلیل زندگی بسر کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔ جن پر پنجاب کی آب و ہوا پنجاب کی بیداری۔ پنجاب کے تمدن اور پنجاب کی تعلیمی اور صنعتی ترقیوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ قابل تقلید ہے۔
ماسٹر نواب خان بچپن ہی میں لاہور آ گئے۔ مزدوری بھی کی۔ دوکانداری کو بھی بُرا نہ سمجھا۔ تعلیم بھی حاصل کی اور ایک چھوٹے سے پرائیویٹ مدرسہ کی بنا ڈال کر اب

اس میں خود تعلیم دے رہے ہیں۔ لیکن اصل ترقی کا راز چونکہ وہ تجارتی کاروبار ہی کو سمجھ رہے ہیں۔ اس لیے سلسلہ درس وتدریس کے ساتھ آپ نے انگریزی و دیسی صابن بنانے کا کام سیکھا۔ اور اب اس میں خوب کامیاب ہو رہے ہیں۔ لاہور کے اخبارات نے اس نوجوان کی زندگی کو کشمیر اور پونچھ کے لوگوں کے لئے بطور نمونہ پیش کیا ہے۔

شاہنواز خان کے چھ فرزند تھے۔ بڑے کا نام محمدؐ اکبر خان تھا۔ اُس کے دو بیٹے ہیں۔ دونوں موجود ہیں۔ بڑے کا نام محمدؐ زمان خاں ہے۔ جو نمبردار بھی ہے۔ چھوٹے کا نام محمدؐ اسحاق خان ہے۔ شاہنواز خان کے دوسرے بیٹے محمدؐ امین خان کے پانچ فرزند حسب ذیل ہیں۔ شاہ زمان خان جو نمبردار ہے۔ عبدالحمید جو پولیس میں ملازم ہے۔ عبدالقیوم۔ غلام حیدر خان اور احسن اللہ خان ہنڈی کٹیانہ میں زراعتی کاروبار کرتے ہیں۔ شاہنواز خان کے تیسرے بیٹے کا نام لیٰسین خان ہے۔ اور اس کے فرزند کا نام فیض محمدؐ خان ہے۔ چوتھے اور پانچویں فرزند یوسف علی خان ومحمدؐ ایوب خان بھی موجود ہیں۔ صرف ایک فرزند یعقوب خان لاولد انتقال کر چکا ہے۔

راجہ غلام محی الدین خان سدھرون کی جاگیر کے موضع ریچی میں ایک اور ملک بن خیل خاندان آباد ہے۔ جس کا مورث اعلیٰ سردار مدگل خان۔ سردار عبدالصمد خان ناظم کشمیر کے ہمراہ کشمیر آیا۔ اس کے دو فرزند تھے عظمت خاں و دوست محمدؐ خان۔ جب باپ کی وفات کے بعد یہ پونچھ آئے۔ تو راجہ سرانداز خان نے اپنی جاگیر کے ایک موضع ریچی میں ان کو اراضی بھی عطا کی اور نمبرداری بھی دی۔ آپ کے چھ فرزند تھے۔ تین لاولد فوت ہو گئے۔ مدت خان دستان خان کی اولاد ریچی میں آباد ہے۔ فرزند دوم نواب خان کی اولاد ناڑ دوا متصل بارہ مولا کشمیر میں آباد ہے۔ مستان خان نے سو برس کی عمر میں ۱۹۸۸ء بہ میں وفات پائی۔ اس کو شاہان سلف

کے کئی واقعات یاد تھے۔ وہ اپنے علاقہ میں کشمیر اور پونچھ کی زندہ تاریخ تھے۔ ان کے چار بیٹوں میں ان کا بڑا لڑکا ولی محمد خان نصف ونڈ ریجی کا نمبردار ہے۔ عظمت خان کے بھائی دوست محمد خان کی اولاد سے اس وقت حسب ذیل اشخاص زندہ ہیں اسماعیل خان۔ عرسائیل خان۔ شیراز خان۔ زرزول خان۔ داؤد خان۔ عباس خان وغیرہ۔ شیراز خان جو دوست محمد خان کے پوتے مجید خان کا فرزند ہے۔ علاقہ کوٹلی میں محکمہ پولیس میں ملازم ہے۔ اس خاندان کے باقی تمام افراد زمیندار پیشہ ہیں۔

گگے زیئی

گگے زیئی مسلمانان ہند کی ایک مشہور و معزز قوم ہے۔ جو پنجاب و سرحد کے علاوہ ہندوستان کے ہر حصہ میں کم و بیش موجود ہے۔ سر ڈنزل ابٹسن نے جو ۱۸۸۱ء کی مردم شماری پنجاب کے کمشنر تھے۔ اور ۱۹۰۷ء یا ۱۹۰۸ء میں پنجاب کے لفٹننٹ گورنر بھی رہ چکے ہیں۔ گگے زیئی قوم کے متعلق نہایت ناشائستہ الفاظ لکھے اور کئی غلط اتہامات لگائے۔

سر ڈنزل ایبٹسن کے ان الفاظ نے اس لئے کہ وہ سرکار کی طرف سے کمشنر مردم شماری تھے۔ اور رپورٹ مردم شماری سرکاری اخراجات سے سرکاری مطبع میں چھپی تھی۔ سرکاری درجہ حاصل کر لیا۔ اور بعد کے مصنفین نے اس تحریر کو الہام اور وحی سمجھ کر سنداً پیش کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ لفٹننٹ کرنل جے ایم وکلی نے اپنی کتاب "ہینڈ بک فار دی انڈیا آرمی پنجاب مسلمانز" میں اور ۱۸۹۱ء کی مردم شماری میں مسٹر میکلگن اور ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں مسٹر روز نے گگے زیئی قوم کی تحقیق کے متعلق سر ابٹسن ہی کو اپنا رہنما سمجھا۔ اور آنکھیں بند

کر کے جو کچھ اس نے لکھا۔ اس کی تائید کی۔

اس قسم کے اتہامات نے گگے زیئی قوم کے ساتھ تازیانہ کا کام کیا۔ وہ خواب غفلت سے بیدار ہوئی۔ اس نے اپنے مختلف ماہوار رسائل جاری کئے۔ اپنی کمیٹیاں اور انجمنیں مختلف مقامات پر قائم کیں۔ ان کے ایک قابل اہل قلم مولانا ابوالمحمود۔ ملک ہدایت اللہ سوہدروی نے ایک جامع اور مکمل تاریخ اپنی قوم کی لکھی۔ اس میں چودہ دلائل سے ان کے تمام غلط اور مہمل الزامات کو مسترد کیا۔ اس قوم کی انجمنوں اور ان کے معزز افراد نے گورنمنٹ تک اپنی صحت قومیت اور سرڈونزل کے الزامات کی تردید کے لئے شور مچایا۔ جو آخر کار مؤثر ثابت ہوا۔ اور گورنمنٹ نے صاحب سپرنٹنڈنٹ مردم شماری کی معرفت (سرکلر لیٹر ع ۱۳۴۴ مورخہ ۲۷ فروری سنہ ۱۹۱۱ء کے ذریعہ) سر ڈنزل ابٹسن کی غلط تحقیقات اور اس کے غلط اتہامات سے پنجاب و افغانستان کی اس مشہور قوم کو نجات بخشی۔

رسالہ افغان گگے زیئی اور تاریخ گگے زیئی المعروف ہدایت افغانی میں مغل بادشاہوں کے بعض فرامین اور پروانے اصل عبارت (فارسی) میں درج ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم آج سے تین سو سال قبل بھی گگے زیئی کے نام سے مشہور چلی آتی ہے۔ اور سکھ حکومت کے آخری ایام میں اسی قوم کے دو نامور شخص کشمیر میں گورنر بھی رہ چکے ہیں۔

مؤرخوں نے گگے زیئوں کو افغان تسلیم کیا۔ اور ان کی اصل سرحد کا علاقہ باجوڑ تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ مصنف "فرنٹیرا اینڈ اوورسیز ایکسپی ڈیشن فرام انڈیا" نے جن افاغنہ مقیم وادیئے باجوڑ کا ذکر کیا ہے۔ ان میں گگے زیئی قوم کا ذکر ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس کا شجرہ بھی قیس عبدالرشید سے لے کر گگے زیئی بانی قوم گگے زیئی تک لکھا ہے

تاریخ افاغنہ کا مصنف (مولوی شہاب الدین ثاقب) بھی سلازیوں۔ مہند زئیوں۔ توسوزئیوں۔ اسماعیل زئیوں کے ساتھ ککازئیوں کو ترکانی یا ترکانڑی عرف ترکلانی کی ذریات تسلیم کرتا ہے۔ نواب محمد حیات خان مؤلف حیات افغانی نے بھی ککازئیوں اور دوڑ قبیلہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تعداد ایک جگہ بارہ ہزار بتائی ہے۔ مولانا عبد المجید عربک پروفیسر مشن کالج پشاور نے بھی جن کی تصانیف متعلقہ قوم افاغنہ ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ گگے زئی کو موسی یا مہمند کا بیٹا۔ اور سالا زئی کا بھائی لکھا ہے۔ اور گگے زئی کے فرزندان کے نام حسب ذیل بتائے ہیں۔ خلوزئی۔ دولت خیل۔ ہندو خیل۔ یوسف خیل۔ محمود خیل۔

جس طرح ترکانی۔ ترکلانی اور ترکانڑی تینوں نام دراصل ایک ہی قوم کے ہیں۔ اسی طرح افغانستان کے گگے زئی اور ہندوستان کے ککے زئی دراصل ایک ہی قوم سے ہیں۔ جو گگے زئی۔ ککازئی اور ککہ زئی کہلاتے ہیں

افغانوں کی آمد ہندوستان میں سبکتگین اور محمود غزنوی کے زمانہ (۳۶۵ھ تا ۴۲۱ھ) میں ہوئی ہے۔ اور چونکہ غزنوی خاندان کے آخری دو بادشاہوں نے لاہور ہی کو دار الحکومت بنالیا تھا۔ اس لئے اس زمانہ میں بھی پنجاب میں افغان کافی تعداد میں آباد ہو چکے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ افغانوں کی بہت بڑی تعداد سلطان بہلول لودھی کے زمانہ (۸۵۵ھ) میں ہندوستان آئی۔ اپنے ایک فرمان میں اس بادشاہ نے افغانوں کی ہر قوم اور ہر قوم کے ہر قبیلہ کو ہندوستان آنے کی دعوت دی۔ اور لکھا کہ تم سب میرے بھائی اور خویش ہو۔ اپنے وطن میں کیوں فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے ہو۔ یہاں آؤ اور تنگدستی سے نجات حاصل کرو۔

اس فرمان کے مطابق ہزارہا افغان افغانستان سے نکل کر پنجاب اور ہندوستان کی دیگر اطراف میں پہنچے۔ اور انہوں نے افغان بادشاہوں کے عہد

میں بڑے بڑے مرتبے حاصل کئے۔ ان میں اور افغان قبائل کی طرح ککے زیئی قوم کے افراد بھی تھے۔

مغلوں کے زمانہ میں ککے زیئی افغانوں کے نام کئی جگہ ملتے ہیں۔ تاریخ ککے زیئی تزکانی میں اکبری عہد کے ایک ککے زیئی جرنیل یا کرنیل کا اصل فارسی مکتوب شائع ہوا ہے۔ یہ مکتوب یکم صفر ۹۸۹ھ کا ہے۔ پھر قندھار کے ایک ککے زیئی گورنر کا محرم ۱۰۳۲ھ کا لکھا ہوا خط اسی تاریخ میں درج ہے۔ شاہجہان و اورنگ زیب کے زمانہ میں پسرور کے ایک ککے زیئی کا پتہ چلتا ہے جس کا نام عبدالہادی خاں تھا۔ اور جس کو امین الملک کا خطاب حاصل تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے وطن موضع داؤد میں جو چاہ تعمیر کرایا اس کے الفاظ ذیل "بانی این چاہ امین الملک عبدالہادی خان ککے زیئی ۱۰۷۶ھ" اب تک موجود ہیں۔ سکھوں کے زمانہ میں دوآبہ جالندھر کے شیخ غلام محی الدین اور ان کے فرزند نواب امام الدین خاں کشمیر کے گورنر رہ چکے ہیں۔ نواب غلام محبوب سبحانی جو راقم مصنف کے ابتدائی دور اخبار نویسی کے ایام میں خاص معاون تھے۔ اور لاہور کے نامور رؤسا میں تھے۔ نواب امام الدین خاں گورنر کشمیر ہی کے فرزند تھے۔

ککے زیئی قوم اب بھی وادیٔ باجوڑ۔ پشاور اور ضلع پشاور میں موجود ہے۔ اور پنجاب کے بھی اکثر اضلاع میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور اسی طرح اس کے کچھ افراد ریاست کشمیر میں بھی ہیں۔

اس قوم کے افراد خان۔ ملک۔ شیخ اور خواجہ کہلاتے ہیں۔ پنجاب میں اس قوم نے بڑے بڑے نامور فرزند کئے ہیں۔ صیغۂ قانون۔ ڈاکٹری سول اور فوجی ملازمت۔ اخبار نویسی اور شاعری غرض ہر شعبہ میں یہ قوم پنجاب کی اقوام میں ممتاز درجہ رکھتی ہے۔

ریاست جموں و کشمیر میں جس میں پونچھ بھی شامل ہے۔ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق گگے زیٹی افراد کی تعداد ۱۷۴ تھی۔ ۱۹۲۱ء و ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں جس طرح اور اقوام کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ اسی طرح اس قوم کی تعداد بھی چھ سات سو تک پونچ چکی ہوگی۔

جموں و کشمیر کے مقامات ذیل میں اس قوم کے افراد پائے جاتے ہیں۔ کس گمماں۔ سماہنی۔ بھمبر۔ چاہی۔ کلسیان۔ چلاہار۔ ڈڈیال۔ کوٹلی منگرالاں۔ موہڑا ملکان۔ کوٹلی نوشہرہ۔ ریاسی۔ راجوری یہ تمام مقامات ضلع میرپور قلمرو جموں میں ہیں۔ علاوہ ازیں خاص جموں اور سری نگر اور بارہ مولا میں بھی چند گھر گگے زیٹوں کے ہیں۔

یہ قوم پونچھ میں جدید زراعت پیشہ اقوام بندی کی رُو سے زراعت پیشہ قرار دی جا چکی ہے۔ اس کے اکثر افراد معزز عہدوں پہ ہیں۔ اس کے رشتے ناطے اپنی برادری میں بھی ہوتے ہیں۔ اور دوسری افغان اقوام سے بھی۔ پونچھ میں جو گگے زیٹی آباد ہیں۔ ان کی تعداد ایک سو کے قریب ہے۔ ان کا سلسلہ میرپور اور کوٹلی کے گگے زیٹی خاندانوں سے ملتا ہے۔

گگے زیٹی برادری پونچھ

خاندان سردار فتح محمد خان ریٹائرڈ تحصیلدار

۱۹۲۵ب میں گگے زیٹی قوم کے ایک معزز فرد ملک اللہ دتا خان ولد ملک امیر خان میرپور سے پونچھ آئے۔ پونچھ میں اس وقت جس قدر گگے زیٹی قوم کے افراد آباد ہیں۔ وہ سب انہی کے لواحقین سے ہیں۔ آپ کی ذریات کا سلسلہ پونچھ ہی میں ہے۔ لیکن آپ کی وفات ۱۹۴۲ب میں بمقام میرپور ہی ہوئی۔

آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔ سردار عطا محمد خاں۔ سردار سید محمد خاں۔ سردار فتح محمد خان۔ سردار عطا محمد خان پولیس پونچھ میں سب انسپکٹر تھے۔ وہ بعمر ۶۲ سال ۱۱؍اسوج سمت ۱۹۹۰ب کو رحلت فرما گئے۔ آپ کے چار فرزندوں میں ملک عبدالعزیز خان جو سب سے بڑے ہیں۔ پٹواری ہیں۔ اور ان سے چھوٹے ملک عبدالحمید خان پولیس میں ملازم ہیں۔ دو قدرت اللہ خان و غلام جیلانی خان ابھی خورد سال ہیں۔ سردار سید محمد خان محکمہ جوڈیشل پونچھ میں جنرل محافظ دفتر تھے۔ ۴۴ سال کی ملازمت کے بعد ۱۹۸۳ب میں پنشن پر آگئے۔ آپ کے سات صاحبزادے ہیں۔ سب سے بڑے ملک غلام حسین خان گورنمنٹ انگریزی میں اور ان سے چھوٹے ملک محمد حسین خاں پونچھ میں بعہدہ فارسٹر ہیں۔ تیسرے صاحبزادے ملک محمد یعقوب خان ڈنٹل سرجن ہیں۔ اور بقیہ محمد شفیع خان محمد شریف خان۔ محمد رشید خان۔ محمد رفیق خان ابھی خورد سال ہیں۔ سردار فتح محمد خان ۱۹۸۸ب میں عہدہ تحصیلداری سے پنشن پر ریٹائر ہوئے۔ مردم شماری ۱۹۳۱ء میں آپ اس محکمہ کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ بحیثیت افسر اعلیٰ اس محکمہ کی حسن خدمات کے صلہ میں ہز ہائی نس گورنمنٹ جموں و کشمیر نے آپ کو ایک سپیشل سارٹیفکٹ عطا کیا۔ آپ آجکل عدالت ہائے پونچھ کے ممتاز وکلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ اپنی برادری کے سرکردہ رکن اور شہر (پونچھ) کے نامور رئیس ہیں۔

آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں۔ سب سے بڑے ملک محمد خورشید سرکار انگلشیہ کی فوج میں ملازم ہیں۔ ان سے چھوٹے صاحبزادے ملک محمد حیات خان بی۔ اے (پنجاب) بی۔ ایس۔ سی (ویلز، انگلستان) ہیں۔ جو حکومت کی طرف سے انگلستان میں جنگلات کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آجکل پونچھ کے محکمہ جنگلات میں چیف فارسٹ افسر ہیں۔ آپ کے باقی تین صاحبزادے محمد اقبال خان محمد اسلم خان محمد اختر خان ابھی خورد سال ہیں۔ سردار محمد حیات خان کی شادی چوہدری امام الدین

ملک محمد حیات خاں صاحب بی اے (پنجاب) پی ایس سی (ویلز) چیف فاریسٹ افسر پونچھ

زیلدار و رئیس ایمن آباد (پنجاب) کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوہستان پونچھ اور وادیٔ پنجاب کی ککے زئی قوم کے جذبہ قومیت وطنیت پر دور دراز کا فاصلہ بھی غالب نہیں آسکتا۔

پونچھ کی ککے زئی برادری میں اصحاب ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ملک جمال الدین خاں انسپکٹر محکمہ کسٹم۔ ملک محمد اکبر خان ایلکٹریشن (محکمہ بجلی) ملک عبدالعزیز خان ملازم رسالہ ملک غلام محمد خان ملازم محکمہ جنگلات۔ ملک دین محمد خان ملازم محکمہ کسٹم۔ ملک خلیل احمد خان ملازم محکمہ بجلی۔ ملک محمد اقبال خان ملازم پولیس کشمیر۔ ملک فتح شیر خان محرر جوڈیشل پونچھ۔

ککے زئی برادری کوٹلی منگرالاں

قلمرو جموں کے ضلع میرپور میں ککے زئی برادری کثرت سے آباد ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ خاندان غزنی کی نواح سے اس زمانہ میں کوٹلی میں آیا ہے۔ جب مہاراجہ گلاب سنگھ جموں و کشمیر کے فرمانروا اقتدار پا چکے تھے۔ اس واقعہ کو ۱۸۴۶ء کے مطابق آج ۹۱ سال ہو گئے ہیں۔ وزیر نیاز علی خان اور ان کے والد وزیر شجاعت خان جیسا کہ لفظ وزیر سے ظاہر ہے۔ سکھوں کے زمانہ میں ممتاز عہدوں پر تھے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کی شاہانہ نوازشوں نے وزیر نیاز علی خان کو کوٹلی آنے پر مجبور کیا۔ یہاں اُنہوں نے نمبرداری اور معافی وغیرہ حاصل کی اور کوٹلی کو بارونق بنا کر ایک اچھا خاصہ قصبہ بنا دیا۔ اپنی ثروت و خاندانی شرافت کے لحاظ سے یہ خاندان اس علاقہ میں بہت ممتاز رہا ہے۔ وزیر فرمان علی خان جو وزیر نیاز علی خان کے فرزند تھے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ آنجہانی کے خاص مصاحبوں میں تھے۔ مہاراجہ ان کو بیار سے اور ان کی مستعدی اور پھرتی کی وجہ سے شتابہ کہا کرتے تھے۔ کوٹلی میں

اس قوم کی اپنی ملکیت اور نمبرداری اب تک چلی آتی ہے۔ اس وقت کوٹلی بناہ کے نمبردار ملک شان علی خان ہیں جو صاحب عزت و رسوخ ہیں۔ ان کے بڑے بھائی منشی بہادر علی خان تیس برس تک صیغہ جوڈیشل پونچھ میں ملازم رہے۔ اور وہیں پونچھ ۱۹۸۷ء بکرمی میں انتقال کر گئے۔ ڈڈیال تحصیل میرپور کی گگے زیتی برادری اسی خاندان کی ایک شاخ ہے۔

ملک فتح محمد خاں بی۔ اے۔ بی۔ ٹی جو سٹیٹ ہائی سکول پونچھ کے ہیڈ ماسٹر اور پونچھ کے چیف ایجوکیشنل افسر ہیں۔ اس خاندان کے سب سے پہلے گریجوایٹ ہیں بلکہ تحصیل کوٹلی کی وسیع مسلم آبادی میں آپ ہی سب سے پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔ آپ کے دادا ملک فتح جنگ خان مہاراجہ رنبیر سنگھ کے زمانہ میں فوج میں جمعدار تھے۔ اور گلگت کی لڑائی میں شامل تھے۔ اور اسی لڑائی میں حق نمک ادا کرتے اور داد وفاداری دیتے ہوئے مارے گئے تھے۔

ملک شان علی خان نمبردار کوٹلی کے فرزند ملک مقبول حسین جو ایف۔ اے تک تعلیم یافتہ ہیں۔ صاحب ریونیو منسٹر گورنمنٹ جموں و کشمیر کے دفتر میں ملازم ہیں۔ ملک شان علی خان۔ ملک فتح محمد خان بی اے بی ٹی کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ یہ خاندان ابتدا ہی سے امن پسندی اور وفاداری میں مشہور رہا ہے۔
اس خاندان کے چند مشہور اصحاب حسب ذیل ہیں۔ ملک محمد حسین خان جو کئی سال تک پولیس کشمیر میں بنڈہ پورہ اور علاقہ لار اور دفتر صدر میں بھی ذمہ دار عہدوں پر رہے ہیں۔ اور آجکل محکمہ انکم ٹیکس کشمیر میں اسسٹنٹ انسپکٹری کے عہدہ پر ہیں۔ ملک غلام محمد خاں۔ ملک شان علی خان نمبردار کوٹلی۔ ملک فیض عالم خان نمبردار ڈڈیال۔ ملک غلام حسین خان نمبردار موضع کھلسیاں تحصیل بھمبر

بھمبر برادری کے افراد میں ملک فتح محمد خاں بعہدہ داہ میں ڈویژنل فارسٹ

ملک فتح محمد خان بی اے بی ٹی چیف ایجوکیشنل افسر [illegible]

منشی نواب علی خان یوسف زئی احمدی پولیس پنشنر پونچھ کشمیر

افسر ہیں۔ ان کے برادران ملک غلام محمدؐ و ملک کرم داد بارہ مولا میں رہتے ہیں۔ اوران کا وطن اب بھمبر کی بجائے بارہ مولا ہے۔

یوسف زئی

یوسف زیئی افغانوں کی ایک مشہور قوم ہے۔ جو سواد و بجور اور صوبہ سرحدی کے اکثر مقامات میں آباد ہے۔ شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں ان کی شورش اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ بادشاہ کو سفر کشمیر اختیار کرنے سے پیشتر ۹۹۷ھ میں محمدؐ قاسم خان امیر البحر کابل کو کشمیر سے طلب کر کے سواد و باجور میں بھیجنا پڑا۔ جہاں بہت سی جانیں گنوانے کے بعد بادشاہی افواج نے کامیابی کا منہ دیکھا۔

افغان اوران کی مختلف اقوام مغل بادشاہوں کے زمانہ سے بھی پیشتر سے ہندوستان میں آباد ہیں۔ انہی میں یوسف زیئی قوم بھی ہے۔ جو پنجاب و ہندوستان کے مختلف اقطاع کے علاوہ پونچھ میں بھی آباد ہے۔

یوسف زیئی خاندان جو پونچھ میں آباد ہے۔ اُس کا ایک بزرگ محمدؐ رمضان خان اپنے اہل وعیال سمیت سکھوں کے زمانہ میں پنجاب آیا۔ اس خاندان کی روائتوں کے مطابق مہاراجہ رنجیت سنگھ نے محمدؐ رمضان خان کو میرپور (جموں) میں ایک معزز عہدہ عطا کیا۔ تعمیر مکانات کے لئے کچھ اراضی بھی دی۔ اور یہ خاندان جو افغانستان سے نکل کر لاہور آیا تھا۔ میرپور میں مقیم ہوگیا۔

محمدؐ رمضان خان کا ایک فرزند محمدؐ خان نام تھا۔ اس کے پانچ بیٹے حسب ذیل تھے۔ امام بخش خان۔ کریم بخش خان۔ شمس خان۔ الٰہی بخش خان۔ جیون خان۔ اوّل الذکر دونوں بھائی مہاراجہ جموں وکشمیر کی افواج میں جرنیلی اور صوبیداری تک جا پہنچے۔

راجہ موتی سنگھ جب پونچھ کے حکمران ہوئے۔ تو باہمی خانہ جنگیوں اور ملکی شورشوں اور ڈوگرہ افواج اور مقامی رئیسوں کی لڑائیوں کی وجہ سے ملک کا بہت ساحصہ اُجاڑ اور غیر آباد ہو گیا تھا۔ راجہ موتی سنگھ نے پونچھ کو از سرنو آباد کرنے اور ملکی انتظام کو بہتر طریق پر چلانے کے لئے جہاں اور کئی لوگ باہر سے بلوائے۔ وہاں اس خاندان کے بھی کئی افراد بسلسلہ ملازمت یا بہ سلسلہ تجارت پونچھ میں آباد کرائے گئے۔ ان میں کچھ راجہ صاحب کے ایماء سے آئے تھے۔ اور کچھ خود بخود چلے آئے تھے۔

امام بخش خان کے بھی پانچ فرزند ہیں۔ مولوی رستم علی خان۔ راجولی خان۔ شاہولی خان۔ منشی نواب علی خان۔ کرم علی خان۔

مولوی رستم علی خان کے حسب ذیل دو فرزند ہیں۔ محمد دین خاں و احمد دین خان ان میں منشی محمد دین کا ایک ہی بیٹا عبدالعزیز خان ہے۔ اور منشی احمد دین خان کے حسب ذیل چار فرزند ہیں۔ حکیم عبدالمالک خان طبیب حاذق۔ عبدالخالق خان عبدالرزاق خان۔ محمد حاذق خان۔ امام بخش خان کے چوتھے فرزند منشی نواب علے خان پولیس پونچھ میں ملازم تھے۔ اب پنشن پر ہیں۔ اور انجمن احمدیہ پونچھ کے سکرٹری ہیں۔ آپ کے حسب ذیل دو فرزند ہیں۔ بابو عبدالکریم خان جو آجکل گنیس (گلگت) میں سب پوسٹ ماسٹر ہیں۔ دوسرے محمد شفیع خان۔

امام بخش خان کی تمام اولاد احمدی ہے۔ اُس کے باقی چار بھائیوں کی اولاد اہل حدیث ہے۔ اس خاندان کے رشتے ناطے افغان۔ قریشی اور شیخ اقوام سے ہوتے رہے ہیں۔ حسب ذیل اصحاب یوسف زئی خاندان میں قابل ذکر گنائے جاتے ہیں۔ مولوی کرم دین خاں۔ صاحب دین خان۔ فیروز دین خان۔ گلاب دین خان۔ نور محمد خان۔ لعل دین خان۔ میاں خوشی محمد خان ولد راجولی خان۔ فیروز خان

ولد شیر محمد خان ۔ منشی نواب علی خان ۔ منشی احمد دین خاں ۔ بابو عبد الکریم خان ۔ مسٹر عبد الرزاق خان وغیرہ ۔

اس خاندان کے اکثر افراد ملازمت اور تجارت میں مصروف ہیں ۔ ان میں کئی اصحاب صاحب علم و صاحب اخلاق مثلاً امام بخش خان و مولوی رستم علی خان وغیرہ گذرے ہیں ۔ مولوی رستم علی خان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے ۔ کہ جس مکان میں وہ فوت ہوئے تھے ان کی فوتیدگی کے بعد اس مکان میں چاروں طرف خوشبو پھیل گئی تھی ۔ آپ کا مزار آپ کی وصیت کے مطابق موضع کنڑیاں کی بلند اور بر فانی پہاڑی کی چوٹی پر خام بنا ہوا موجود ہے ۔ یہ موضع دریائے پونچھ کے پار شہر پونچھ کے قریب تر واقعہ ہے ۔

باب پنجم

راجپوت اقوام

بھٹی راجپوت

بھٹی راجپوتوں کا ذکر کئی تاریخوں میں درج ہے ۔ ہندو مورخین اور بعد کے دوسرے مصنفین نے ان کو سری کرشن جی کی اولاد لکھا ہے ۔ چنانچہ تاریخ راجپوتان پنجاب میں بھٹی قوم کا مکمل شجرہ درج ہے ۔ جو سری کرشن جی سے بھی اوپر ۹۱ پشت سے شروع ہوتا ہے ۔ اور پھر سری کرشن جی سے لے کر راجہ امر پرکاش سابق والئے سر مور ناہن تک

جو بھٹی راجپوتوں کی سر مور یہ شاخ کہلاتے ہیں درج ہے۔

متذکرہ صدر شجرہ کے مطابق سری کرشن جی کی گیارہویں پشت میں مہاراجہ سالباہن اوّل کا نام آتا ہے۔ اس کے سب سے بڑے بیٹے کے سات بیٹوں میں بھٹی سب سے بڑا تھا۔ اس کی گیارہویں پشت میں راؤ جیسل ہوا ہے۔ جس نے جیسلمیر کے نام سے ایک ریاست قائم کی۔ اس کے چار فرزند تھے۔ ان میں ایک کا نام ہیم تھا۔ مصنف تاریخ راجپوتان پنجاب لکھتے ہیں۔ ہیم کی اولاد جاٹ ہو گئی۔ اور مہاراجہ پٹیالہ اسی ہیم کی اولاد سے ہیں۔

بھٹیانہ کا علاقہ جو سرسہ اور حصار میں پھیلا ہوا ہے۔ اسی بھٹی کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی اولاد رفتہ رفتہ سارے پنجاب میں پھیل گئی۔ اور چونکہ جموں و کشمیر کے علاقے جن میں پونچھ بھی شامل ہے۔ پنجاب ہی سے ملحق ہیں۔ اس لئے یہاں بھی بھٹی راجپوتوں نے سکونت اختیار کر لی۔ بلکہ کئی انگریز مصنفین کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بھٹی راجپوتوں نے اپنے عروج کے زمانہ میں کشمیر میں حکومت بھی کی ہے۔

پونچھ میں جو بھٹی راجپوت آباد ہیں۔ وہ زیادہ تر راولپنڈی و جہلم اور کشمیر و جموں کے نواحات سے آئے ہیں۔

بھٹی راجپوت چندر بنسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں کا دَور دورہ ہوا۔ اور اکثر اقوام نے اسلام کی طرف رجوع کیا۔ تو ان میں بھٹی راجپوتوں کی کثیر تعداد بھی مسلمان ہو گئی۔ گو یہ صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس زمانہ میں اور کس بادشاہ کے عہد میں کس مبلغ اسلام کے ہاتھ پر سب سے پہلے کس بھٹی خاندان نے اسلام قبول کیا۔

علاقہ پونچھ میں بھٹی راجپوتوں کی آبادی تین ہزار تک بتائی جاتی ہے۔ ان کے

ناطے رشتے راجپوت مسلمان اقوام اور دیگر زمیندار مسلمانوں کے ہاں ہوتے رہتے ہیں۔
یہ سب لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ ان میں کئی ایک نمبردار و سفید پوش بھی ہیں۔
پونچھ کے بھٹی راجپوتوں میں چوہدری گلزار خان جو تحصیل حویلی میں دفتر قانونگو ہیں اور بڑی سلجھی ہوئی طبیعت رکھتے ہیں۔ اپنی برادری میں اور مسلمانوں کی واحد اسلامیہ انجمن کا قابل اور ہمدرد رکن ہونے کی وجہ سے عام مسلمانوں میں بھی ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ سلوتری اور سیہوٹ کے مواضعات میں آپ کو حقوق ملکیت بھی حاصل ہیں۔ ان کے علاوہ سردار وزیر محمد خان آف کلانی اور سردار کالا خان آف کھنیتر بھی اپنی برادری میں ذی عزت سمجھے جاتے ہیں۔

بلینس

یہ قوم جس کے افراد کی تعداد تحصیل سدہنوتی اور تحصیل مہنڈر کے مواضعات میں تین ہزار تک بتائی جاتی ہے۔ عرصہ تک تحصیل سدہنوتی میں بدھن قوم کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے بدھن ہی مشہور رہی۔ لیکن قوم کے ذی فہم افراد نے چند سال سے صحت قوم کی طرف حکام کو توجہ دلائی۔ چنانچہ انیاری کے سالم گاؤں کے علاوہ مواضعات سہر۔ بساڑی۔ برہوٹ اور کہاڑ میں صحت قوم کی وجہ سے اس قوم کے بعض اشخاص جو بدھن قوم میں شامل سمجھے جاتے تھے۔ اب مواضعات مذکورہ کی جمعبندیوں میں بلینس لکھے جاتے ہیں[1]۔
بلینس کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ یہ قوم راجپوت ہے۔ یا کسی اور طبقہ سے اس کا

---

[1] جو لوگ اس قوم میں سے ابھی تک جمعبندیوں میں صحت قوم نہیں کرا سکے۔ وہ سرکاری کاغذات میں بدھن ہی لکھے جا رہے ہیں۔

تعلق ہے۔ راجپوت ہے تو کس کی اولاد سے ہے۔ اس کے متعلق اس قوم کا اپنا بیان یہ ہے۔ کہ ہمارے بزرگ پشت ہا پشت سے یہی کہتے آئے ہیں۔ کہ ہم راجہ مل خان کے بیٹے بیر خان کے ایک فرزند باسی خان کی اولاد سے ہیں۔ یہی روایت ہمارے شجرہ خوان بھی ہم سے بیان کرتے ہیں۔ ملکھیالہ (جہلم)، جہاں جنجوعہ قوم کا کسی زمانہ میں بڑا اقتدار رہا ہے۔ ہمارا قدیم وطن ہے۔ اور ہمارا پہلا بزرگ جو ملکھیالہ سے پونچھ میں آیا۔ باسی خاں بیان کیا جاتا ہے۔

بینس قوم کے اس بیان پر اب ہمیں تاریخی نکتہ نگاہ سے ایک چھپلتی ہوئی نظر ڈالنا ہے اس وقت ہمارے سامنے تاریخ سیالکوٹ مطبوعہ ۱۸۶۷ء ہے۔ جو اُس زمانہ کے کمشنر بندوبست مسٹر ایڈورڈ اکسٹس پرنسپ کے حکم سے منشی امین چند اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بندوبست نے ضلع سیالکوٹ کے بندوبست کے متعلق شائع کی ہے۔ اس تاریخ کے صفحہ ۱۵۰ پر جاٹ اقوام میں ایک قوم بنام وینس کا ذکر ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے۔ "یہ بھی جنجوعہ راجپوتوں میں سے شل قوم گھمن کے ہیں۔ مسمی وینس مورث ان کا ہمراہ فیروز شاہ بطور نوکری اس ملک میں آیا۔ ملک ویران تھا۔ اس کی اولاد یہاں ہی رہی منصلہ ذیل دیہات میں وینس قوم کی آبادی ہے۔ کوٹرہ۔ چک تخانا۔ ہر دو بینس دینال"

گھمن جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ چودہ پسر راجہ مل کے پوتے یعنی سنپال کے بائیس بیٹوں میں سے ایک تھا۔ اس کی اولاد اسی کے نام سے اب تک گھمن مشہور ہے تاریخ سیالکوٹ کے حوالہ سے جو سطور لکھی گئی ہیں۔ ان میں وینس قوم دراصل یہی بینس قوم ہے۔ جن اصحاب کو لفظوں کے تغیر و تبدل اور ہیر پھیر اور بمرور ایام ان کے بدل لینے اور بگڑنے کا علم ہے۔ ان کو معلوم ہوگا۔ کہ واؤ اور بے آپس میں عموماً بدل جاتے ہیں۔ مثلاً کشمیر کے ایک مشہور قصبہ کا نام بارہ مولا ہے۔ کشمیری زمیندار اور کشمیر کے عام لوگ اس کو ورہ مولا کہتے ہیں۔ باؤنا پست قد کو کہتے ہیں۔ لیکن باونا

واڈنا کے نام سے بھی مشہور ہے۔ بیاہ کو اکثر لوگ دواہ بھی کہتے ہیں۔ راجہ مل کے ایک بیٹے کا نام ویرخاں ہے۔ اس کو بعض مؤرخوں نے بیرخاں اور بعض نے ویرخاں لکھا ہے۔ ویر یا بیر کے معنے سُورما اور بہادر کے ہیں۔ دریائے بیاس کو بعض ویاس بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح کئی اور الفاظ ہیں جن کا ابتدائی لفظ بے واؤ سے بدل جاتا ہے۔ اسلئے ہم ویلنس کو بلنس اور بلنس کو ویلنس تسلیم کرنے میں حق بجانب ہیں۔ اور اس کی صحت کا ایک یہ ثبوت بھی ہے۔ کہ مصنف تاریخ سیالکوٹ نے بھی آج سے ستر سال پیشتر ویلنس یا بلنس کو جنجوعہ راجپوت تسلیم کیا ہے۔ اور پونچھ کی ببنس قوم کا بھی یہ دعویٰ ہے۔ کہ وہ راجہ مل خان کی اولاد سے ہے۔ اور جنجوعہ راجپوت ہے۔
مصنف تاریخ سیالکوٹ نے جن مواضعات میں ویلنس یا بلنس قوم آباد ہے۔ ان میں ایک موضع کا نام ہرڈو بلنس لکھا ہے۔ اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ ویلنس یا بلنس درحقیقت ایک ہی قوم کا نام ہے۔ مصنف تاریخ سیالکوٹ نے اس قوم کے مورث اعلیٰ کا نام ویلنس لکھا ہے۔ جو گڈ مکھیالہ سے فیروز شاہ بادشاہ کیساتھ سیالکوٹ آیا۔ اور پونچھ کی ببنس قوم اپنے مورث اعلیٰ کا نام باسی خاں یا ببنسیو خان بتاتی ہے۔ جس کے متعلق اس قوم کا بیان ہے کہ وہ خود مکھیالہ سے پونچھ آیا ہے۔
ہمارے خیال میں پونچھ کی ببنس قوم اپنے مورث اعلیٰ کا نام باسی خان غلط بتاتی ہے اور چونکہ پونچھ میں نہ حسب ونسب کی کوئی تاریخ موجود ہے۔ نہ پونچھ کی عام تاریخ ہی کا کہیں وجود ہے۔ اور نہ بے علمی و جہالت کی وجہ سے عوام میں علوم بالخصوص علم تاریخ کا شوق ہی ہے۔ اس لئے ببنس قوم کے بزرگوں یا شجرہ خوانوں نے بلنس کو باسی خاں تصور کر لیا ہوگا۔ حالانکہ جو قوم ببنس کہلاتی ہے۔ اگر وہ کسی مورث اعلیٰ کے نام سے موسوم ہے۔ تو اس مورث اعلیٰ کا نام باسی خاں نہیں بلکہ ببنس خاں یا ببنسو خان[1] ہی ہو سکتا ہے۔ ببنسو سے . . . . . .

[1] اس قوم نے بعد کے خطوط میں اس نام کو تسلیم کر لیا ہے۔

بینس ہو جانا بالکل معمولی بات ہے۔

مصنف تاریخ سیالکوٹ نے وینس قوم کو جنجوعہ راجپوت تو تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن اس کا حال جاٹ اقوام میں لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قدیم ہی سے زراعت کاری اس قوم کا مرغوب مشغلہ ہے۔

منشی امین چند مصنف تاریخ سیالکوٹ لکھتے ہیں۔ وینس جو وینس یا بینس قوم کا بانی ہے۔ فیروز شاہ کے ساتھ سیالکوٹ آیا۔ اور پونچھ کی بینس قوم کا خیال ہے۔ کہ ان کا مورث اعلیٰ جس کے نام پر وہ بینس مشہور ہے۔ گڈھ مکھیالہ سے پونچھ آیا۔ اس کے متعلق ہماری قطعی رائے یہ ہے۔ کہ بینس یا وینس خود پونچھ نہیں آیا۔ بلکہ اُس کی اولاد سے اُس وقت کوئی شخص پونچھ کی حدود میں آیا۔ جب اُس کے نام پر اُس کی اولاد کا نام پنجاب میں بینس مشہور ہو چکا تھا۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ پنجاب کے ضلع سیالکوٹ میں جو بینس جاٹ ہیں۔ اور جنجوعہ راجپوت کہلاتے ہیں۔ وہ پونچھ کی بینس قوم سے بہت پہلے سے آباد ہیں۔ اگر بینس خود پونچھ چلا گیا تھا۔ تو اُس کی اولاد بھی جیسا کہ پونچھ کی بینس قوم کا دعویٰ ہے۔ پونچھ ہی میں آباد ہو گئی۔ پھر ضلع سیالکوٹ کے کئی ایک دیہات میں جو بینس قوم موجود ہے۔ وہ کہاں سے آ گئی۔ اور موضع ہرزو بینس جو آباد کیا وہ کس نے کیا؟ یہ بھی کہیں سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ پونچھ سے بینس قوم کا کوئی شخص سیالکوٹ آیا ہو۔ اور اُس نے ہرزو بینس کو آباد کیا ہو۔ اور اپنی نسل کو اُس نے پنجاب کے کئی دیہات میں پھیلا دیا ہو۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بینس جو بینس قوم کا مورث اعلیٰ ہے۔ کبھی پونچھ نہیں گیا۔ البتہ اس کی موت کے بعد اس کی اولاد میں سے کوئی بینس پونچھ چلا گیا۔ اور چونکہ بینس اس وقت ایک قوم کا نام مشہور تھا۔ اسلئے وہ بھی بینس ہی کہلایا۔ اور اُس کی اولاد بھی بینس کے نام ہی سے مشہور ہو گئی۔

مصنف تاریخ سیالکوٹ کی اس تحریر سے البتہ ہمیں اختلاف ہے کہ "وبنس یا بلنس فیروز شاہ کے ساتھ اُس کانوکر ہوکر سیالکوٹ آیا" سلطان فیروز شاہ جس کے نام پر ضیائے برنی نے تاریخ فیروز شاہی لکھی ہے پچاس سال کی عمر میں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اور ۷۵۲ھ سے ۷۹۰ھ (۴۰ سال) تک ہندوستان کا بادشاہ رہا۔ اور بعمر ۹۰ سال ۷۹۰ھ میں انتقال کر گیا۔ وہ اپنے چہل سالہ عہد حکومت میں کبھی سیالکوٹ نہیں آیا۔ نہ دیپال پور اور لاہور تک کبھی آیا ہے۔ جو اُس زمانہ میں ہندوستان کے مشہور صوبے تھے۔ البتہ کانگڑہ۔ سرمور اور کلانور (گورداسپور) تک اُس کا آنا تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے۔

اس لیے بلنس کا فیروز شاہ کے ہمراہ سیالکوٹ آنا تو غلط ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ فیروز شاہ کے زمانہ میں شاہی فوج میں ملازم ہوکر سیالکوٹ آگیا ہو۔ اور غالباً ایسا ہی ہوا ہوگا۔

بلنس قوم کے داخلہ پونچھ کے زمانہ کا صحیح تعین بہت دشوار ہے۔ تاہم یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اس قوم کا مورث اعلیٰ بلنس زمانہ فیروز شاہی میں جس کو آج ۱۳۵۴ھ میں پانچ سو سے ساڑھے پانچ سو سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ موجود تھا۔ پونچھ میں جو بلنس آیا ہے۔ وہ اُس کی دوسری چوتھی پشت سے کوئی شخص ہوگا۔

راجہ مل کے پانچ فرزند بیان کئے جاتے ہیں۔ وبیر۔ جودہ۔ کہلا۔ نزلوفی۔ اور کھکھہ۔ دبیر خان جس کو بعض مورخین نے ببر خان بھی لکھا ہے۔ کھبوڑہ (متصل پنڈدادن خان) اور اس کے نواحات پر قابض تھا۔ تاریخ رئیسان پنجاب میں دبیر کے بیٹوں میں صرف احمد خان کا نام ہی درج ہے جس کی اولاد ملوٹ بادشاہ چند اور دلوال میں پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن اس کی طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دبیر خان کے ایک سے زیادہ فرزند تھے۔ ان کے نام غالباً اس وجہ سے درج نہیں ہو سکے

کہ انہوں نے یا تو ملکی سیاسیات میں حصہ نہیں لیا۔ یا وہ احمد خان کی نسبت کم اقتدار رکھتے تھے۔ یا قسمت آزمائی کے لئے ترک وطن کر گئے۔ جیساکہ بنیس جس کو پونچھ کی بنیس قوم راجہ دیرخان کا فرزند بتاتی ہے۔ اور مصنف تاریخ سیالکوٹ جس کو اس قوم کا بانی قرار دیتا ہے۔ اور جو اپنا وطن چھوڑ کر ضلع سیالکوٹ چلا آیا تھا۔ جہاں اس کے نام پر اب تک اس کی نسل موجود ہے۔

پونچھ کی بنیس قوم ایک ہی مورث اعلےٰ کی اولاد سے ہے۔ اس قوم کی تعداد علاقہ پونچھ میں تین ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔ اور تحصیل مہنڈر کی نسبت تحصیل سدھنتی میں زیادہ آباد ہے۔ اور خصوصاً تحصیل ہذا کے مواضعات انیاری۔ بریوٹ بساڑی۔ چوکیاں۔ سہر۔ نورسہ۔ نیریاں۔ کہالہ۔ گھلاگجن۔ بھگوائی بہروٹہ۔ قلعاں اور اکثر میں بنیس قوم کی کثرت ہے۔ ایک گھر اس قوم کا موضع بھنگو میں بھی ہے۔

بینس قوم بھی پونچھ کی دیگر اقوام کی طرح تعلیمی بیداری میں اب نمایاں حصہ لے رہی ہے۔ انگریزی خوان اس قوم میں بہت کم ہیں۔ اردو لکھے پڑھے کئی افراد موجود ہیں۔

زراعت اور ملازمت اس کا خاص پیشہ ہے۔ تحصیل سدھنتی میں اس قوم کے تین نمبردار بھی موجود ہیں۔ ان کے رشتے ناطے آوان اور جنجوعہ اقوام سے ہوتے رہتے ہیں۔

اس قوم میں جو مشہور آدمی ہیں۔ اُن کے نام حسب ذیل بتائے گئے ہیں۔ سردار الٰہی بخش خان نمبردار انیاری۔ سردار بہادر علی خان نمبردار پنجوترہ خور انیاری۔ سردار صدر علی خان حوالدار نن کمیشن افسر انیاری۔ منشی جمال دین خان پوسٹ مین پلندری سکنہ انیاری۔ میاں چمن دین خان واعظ و نکاح خوان انیاری رسمت (رستم) علی خان معتبر انیاری۔ منشی محمد دین اول مدرس مدرسہ بھنگو سکنہ انیاری

جہان خان سکنہ سہر۔ مختار خان معتبر سکنہ سہر۔ فیروز خان معتبر سکنہ سہر۔ محصا خان معتبر سکنہ کہالا۔ الٰہی بخش خان معتبر سکنہ بساڑی۔ بہادر خان معتبر سکنہ کہالا۔ شرف خان معتبر سکنہ بساڑی۔ حیات خاں معتبر سکنہ چوکیاں۔ سردار ستار محمد خان نمبردار سکنہ بساڑی۔ منشی شادمان خان سکنہ بساڑی۔ جمعدار لگا خان سکنہ بساڑی۔ منشی فتح محمد خان اول مدرس مدرسہ چنوچھی سکنہ نورسہ۔ فتح دین معتبر سکنہ بھنگو۔ گھرو خاں معتبر سکنہ بنیریاں۔

جنجوعہ

(جنجوعہ قوم کی ابتداء۔ پنجاب میں ان کا اصل مرکز کہاں کہاں ہے ؟)

راجپوتوں کا اصل وطن راجپوتانہ ہے جیسا کہ راجپوتانہ کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ تاریخ روسائے پنجاب میں پنجاب میں راجپوتوں کے داخلہ کے تین زمانے بتائے گئے ہیں۔

ایک وہ زمانہ جس کا تاریخی حال تحریری موجود نہیں ہے۔ لیکن یہ زمانہ حضرت عیسٰے سے ۲ ہزار سال پیشتر کا تصور کیا جاتا ہے۔ کٹوچ (کانگڑہ) چمبہ اور کوہستان جالندھر کے راجپوت جن کے بزرگ صدیوں باری اور چناب کے دوآبوں پر حکمران رہے ہیں۔ انہی کی نسل سے بتائے جاتے ہیں۔ دوسرا زمانہ ان کی پہلی آمد سے ایک ہزار سال بعد قیاس کیا جاتا ہے۔ جب اجمید (بانی ہستناپور دہلی) کا فرزند اپنے جادو راجپوتوں کو جہلم کے شمال میں لے گیا۔ اور وہ خاندان قائم کیا۔ جو راولپنڈی سے ملتان تک حکمرانی کرتا رہا۔ تیسرا زمانہ راجپوتوں کی آمد کا پنجاب میں دسویں سے پندرھویں صدی عیسوی تک کا بیان کیا جاتا ہے۔ جب مختلف نسلوں کے راجپوت پنجاب میں آتے رہے۔

جنجوعے اپنا نکاس پانڈو کی اولاد سے بتاتے ہیں۔ اور وہ جنجوعہ خاندان کا سب سے بڑا بزرگ راجہ مل کو تسلیم کرتے ہیں۔ سر لیپل گریفن نے جنجوعوں کے بیان کے مطابق راجہ مل کو راٹھور لکھا ہے۔ طامس صاحب نے بھی اپنی رپورٹ جہلم میں جنجوعوں کو جودھپور کے راٹھور راجپوت بتایا ہے۔ لیکن ٹھاکر کاہن سنگھ بلاوریہ جو راجپوت اقوام کے مشہور مورخ ہیں۔ ان کو چندر بنسی یادو شاخ سے تو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر راٹھور نہیں مانتے۔

کہا جاتا ہے۔ کہ راجہ مل سنہ ۹۸۰ء کے قریب جودھپور یا قنوج سے نقل مکان کر کے نواح جہلم میں آیا۔ اور اس نے ایک موضع راجگڈھ کے نام سے آباد کیا۔ جو اسی کے نام پر اب ملوٹ کہلاتا ہے۔ اسی راجہ کے زمانہ میں محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ راجہ مل نے جہاں تک اس کی طاقت تھی مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھانے اور اسیر ہونے کے بعد اپنی جان بچانے اور اپنے ملک کی بادشاہی دوبارہ حاصل کرنے کے لئے مسلمان ہو گیا۔

جنجوعوں کا بیان ہے۔ کہ جنجوعہ لفظ جنجو یعنی زنار سے نکلا ہے۔ جو راجہ مل اور دیگر ہندو پہنتے تھے۔ اور اب تک بھی ہندوؤں کے لئے زنار کا پہننا لازمی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب راجہ مل نے جنجو کو توڑا تو اس کی اولاد جنجوعہ کہلانے لگی۔ لیکن اس میں بعض مصنفوں کا اختلاف ہے۔ مصنف "راجپوت گوتین" لکھتا ہے۔ کہ اس کے ایک بیٹے کا نام جودھ تھا۔ اور جودھ یا جادو کوہستان نمک کا پورانا نام ہے یہی نام جودھ بگڑ کر جنجوعا ہو گیا۔ اور جودھ ہی کی اولاد جنجوعہ کہلاتی ہے۔ ایک انگریز مصنف مسٹر برانڈرتھ[1] کا بیان ہے۔ کہ راجہ مل کے بیٹے اور جودھ کے بھائی وبر کی اولاد جنجوعہ کہلاتی ہے۔

---

[1] از "راجپوت گوتین" صفحہ ۲۴۔

جنجو توڑنے پر جنجوعا یا جنجوآ نام پڑنے کا قصہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ یہ نام تو اس صورت میں موزوں اور مناسب ہوتا ہے۔ جب کسی نے جنجو کا استعمال بند کیا ہو۔ جنجو توڑنے پر تو اس قوم کا نام جنجو توڑ مشہور ہونا چاہیئے تھا۔ اس لئے راجہ جوہد یا راجہ ویر کی اولاد ہونے کی وجہ سے اس قوم کا جنجوآ کہلانا زیادہ قرین قیاس ہے۔ اور ان میں راجہ جوہد کی اولاد کا نام جنجوآ ہونا زیادہ قوی سمجھا جاتا ہے۔ جنجوعوں کے قول کے مطابق راجہ مل جب مسلمان ہوا ہے۔ اس وقت اس کے فرزند حسب ذیل موجود تھے۔ اور سب جوان تھے۔ جوہد۔ ویر۔ کالا۔ ترلوفی کھکھا۔

راجہ مل خان کے بعد راجہ ویر خان کھیوڑہ اور پنڈ دادن خان کا حکمران بنا۔ اس کے بیٹے راجہ احمد خان کی اولاد ملوٹ۔ بادشاہ پور اور ڈلوال[1] کے خاندان ہیں۔ راجہ جوہد یا جوہد خان کے حصہ میں وہ ملک آیا جہاں تگشتلا آباد تھا۔ اس گاؤں میں برہمن آباد تھے۔ راجہ جوہد خان نے اس کا نام مکھیالہ[2] رکھ دیا۔ اور ایک قلعہ اور دو تالاب تیار کرلئے۔ جو اب بھی وہاں موجود ہیں۔

کالا یا کھلا کی اولاد ضلع راولپنڈی وغیرہ میں آباد ہے۔ ترلوفی کی اولاد ضلع ہزارہ۔ ضلع راولپنڈی و اٹک وغیرہ میں موجود ہے۔

---

[1] صوبیدار راجہ محمد افضل خان آنریری مجسٹریٹ تحصیل پنڈ دادن خان ڈلوال ہی کے معزز رئیس ہیں۔

[2] سلطان ریاست علی خان آنریری مجسٹریٹ تحصیل پنڈ دادن خان مکھیالہ ہی کے ہیں۔ اور جنجوعہ خاندان کے سرگروہ رکن ہیں۔

کھکھہ[1] کی اولاد ضلع مظفر آباد اور پونچھ کی تحصیل باغ میں بیان کی جاتی ہے۔

راجہ جودہد کے چار فرزند تھے (1) رہپال یا رہنس پال یا رائے پال۔ ضلع جہلم میں باغانوالہ۔ کوٹ عمر۔ پنڈی۔ چکری۔ پیر چک۔ ننھیال۔ فرید پور۔ شیر پور بید پور وغیرہ مواضعات کے جنجوعہ خاندان اسی کی اولاد سے ہیں۔ رہپال۔ راجہ جودہد کا فرزند کلاں تھا۔ اور ملوٹ پر حکمران تھا (2) ساہنپال یا ہنس پال۔ جو چوہا سیدن شاہ۔ کوٹلی سیدن۔ کٹورا۔ سلوری۔ کلس۔ مخدوم سبین۔ وکی۔ وہالی۔ دریالہ کھاولہ وغیرہ جنجوعہ خاندانوں کا مورث اعلیٰ تھا (3) جسپال۔ مصنف تاریخ رؤسائے پنجاب اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ "جسپال کی اولاد کم ہے اور کلوال میں آباد ہے۔" (4) بجے پال۔ اس کی اولاد ڈنڈوت اور وڑند میں اب تک موجود ہے۔

رہپال یا رائے پال کے فرزند نارو کے تین بیٹے تھے۔ اجیک دیو۔ بہت خان۔ تاتار خان۔ بہت تھوڑے عرصہ میں جنجوعہ خاندان کئی شاخوں پر منقسم ہو گیا اور ہر شاخ اپنے کسی نہ کسی بزرگ کے نام سے موسوم ہوتی رہی۔ لیکن جتنی جلدی اس قوم کی تعداد بڑھی اور جس قدر زیادہ اس کی شاخیں پھیلیں۔ اسی قدر ان میں نفاق بڑھتا گیا۔ اور ان کی طاقت کمزور ہوتی گئی۔ تیمور کے حملہ ہند 1398ء میں جنجوعوں نے اس کا ساتھ دیا۔ اور بابر کے حملہ کے وقت (1526ء میں) وہ بابر کے ساتھ تھے۔ 1757ء میں زوال مغلیہ کے بعد شاہان کابل نے ان کو اور بھی کمزور کر دیا۔ گکھڑ اور اعوان ان کے ہر مخالف کے ساتھ تھے۔ اور جنجوعوں کی تباہی میں سب

---

[1] کھکھہ خاندان کا کچھ ذکر تاریخ اقوام کشمیر میں درج ہو چکا ہے۔ جو حالات زاید معلوم ہوئے ہیں۔ وہ پونچھ کے کھکھہ خاندان کے سلسلہ میں لکھے جائینگے۔ [2] راجہ مظفر خان و راجہ نوازش علی خان ڈنڈوت (پنڈدادن خان تحصیل) کے سرکردہ رئیس ہیں۔

بے پیش پیش تھے۔ سکھوں نے اپنے زمانہ حکومت میں ان کی بربادی کی تکمیل کر کے ان کی طاقت و حکومت کو بالکل مٹا دیا۔

اجیک دیو کی چھٹی پشت میں ایک مسلمان نام حبیب خان آتا ہے۔ اس کے پانچ فرزند تھے۔ جن میں تیسرے فرزند ملک درویش خان نے دارا پور آباد کیا ان کی نانویں پشت میں رائے خیر مہدی خان دارا پور کے جاگیردار تھے۔

قوم جنجوعہ کا خاندانی لقب راجہ۔ رائے اور ملک ہے۔ جو اس کی خاندانی عظمت کا مظہر ہے۔

پونچھ میں جنجوعہ قوم کہاں کہاں آباد ہے؟

پونچھ کے مندرجہ ذیل مقامات میں جنجوعہ قوم آباد ہے لسانہ۔ پٹھانا تیر۔ اڑی کلھوتہ۔ کوٹان۔ ملکوتہ نیرول۔ بنولہ۔ سلواہ۔ بھیرہ۔ کالاجن۔ میدان۔ گورسہائی ناڑ۔ علاقہ سوران وغیرہ۔

پونچھ میں جو مشہور جنجوعہ افراد ہیں۔ ان کی تفصیل منشی امیر علی خان سکنہ پٹھانا تیر نے حسب ذیل لکھی ہے۔

پٹھانا تیر تحصیل مہنڈر۔ اس موضع کی مثل حقیقت ۱۹۶۱ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پٹھانا تیر بہت قدیم زمانہ سے آباد ہے اور جنجوعہ قوم بھی جس کی یہاں نمبرداری بھی ہے۔

لہ سر لیپل گریفن نے رئیسان پنجاب میں رائے خیر مہدی خان نام لکھا ہے۔ مگر دارا پور کا جنجوعہ خاندان ان کا نام ملک شیر مہدی خان بتاتا ہے۔ خان بہادر ملک زمان مہدی خان ان کے فرزند اور آنریبل نواب میجر طالب مہدی خان او۔ بی۔ ای ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر خاندان جنجوعہ دارا پور کے سرکردہ رکن اور لیڈر ہیں۔

عرصہ دراز سے یہاں موجود ہے۔ پٹھانا تیر کے جنجوعہ خاندان کا سلسلہ غلام محی الدین خاں سے شروع ہوتا ہے۔ اس کی آٹھویں پشت میں سکندر خان ایک نامور شخص گزرا ہے اس کے چار فرزند ہیں (۱) ولی محمد خان مرحوم نمبردار (۲) ہاشم علی خان (۳) منشی امیر علی خان (۴) راجولی خان۔ آخر الذکر کا صرف ایک لڑکا صفدر علی خان ہے۔ باقی تینوں کثیر الاولاد ہیں۔ چنانچہ ولی محمد خاں مرحوم کے مندرجہ ذیل چار لڑکے ہیں اللہ دتہ خان جو نمبردار بھی ہے۔ نور محمد خان۔ بید محمد خان۔ محمد حسین خان۔ ہاشم علی خان کی اولاد حسب ذیل ہے۔ عطا محمد خان۔ میر باز خان۔ بہادر علی خان۔ فیروز خان۔ خان بہادر خان علی بہادر خان۔ منشی امیر علی خان کے فرزندوں کے نام بتفصیل ذیل ہیں۔ صلاح محمد خان غلام محمد خان۔ محمد فیروز خان۔ اللہ دتا خان۔ محمد حسین خان۔ محمد افضل خان۔ محمد فضل خان

پٹھانا تیر کے جنجوعہ خاندان میں منشی امیر علی خان سرگروہ اور اچھے لکھے پڑھے ہیں۔ عدالت سشن کے اسیسر ہیں۔ اور سرکاری درباروں میں مدعو کئے جاتے ہیں۔ ان کا برادر زادہ سردار عطا محمد خان بھی اپنی برادری میں کافی شہرت رکھتا ہے۔

موضع لسانہ۔ بوٹا خان۔ مہر بخش خان۔ احمد بخش خان۔ رحمت علی خان۔ پیر بخش خان

موضع اڑی۔ خدا بخش خان۔ لعل محمد خان۔ عطا محمد خان۔ شیر محمد خان۔

موضع کوٹان۔ سردار کالا خان۔ سردار غلام حسین خان۔ سردار الٰہی بخش خان۔ سردار خدا بخش خان۔

موضع نڑول۔ جمعہ خان۔ روڈا خان۔

موضع بنولہ۔ غلام حسین خان۔ بہادر علی خان۔

سلہ غلام محی الدین خاں کا سلسلہ دارا پور و ٹکھیالہ کے جنجوعہ خاندان سے ملایا جاتا ہے۔ جس کے رئیس اس وقت راجہ ریاست علی خان اور راجہ طالب مہدی خان ہیں۔

منشی امیر علی خان جنجوعہ راجپوت آف پٹھانا تیر سینڈر پونچھ کشمیر

موضع سلواہ ۔ امیر علی خان ۔ بہادر علی خان ۔
موضع بھیرہ (تا خان محمد نواب خان)۔
موضع میدان ۔ نجو خان ۔ باغ حسین خان ۔
موضع گورسہائی و ناڑ خاص ۔ فقیر اللہ خان ۔ فتح محمد خان ۔
گوتھل علاقہ سورن ۔ یہاں جنجوعہ خاندان کے پندرہ گھر ہیں ۔ ان سب کے سرکردہ سردار روشن علی خان نمبردار ہیں ۔ ان کے رشتے ناطے منہاس ۔ ٹھکیال اور ٹھکر وغیرہ راجپوت اقوام سے ہیں ۔ گوتھل میں سردار روشن علی خان کے علاوہ سردار بہادر علی خان بھی نمبردار ہیں ۔
دہودک و پونچھ تحصیل مہنڈر ۔ ان مواضعات میں صرف پانچ گھر ایسے ہیں جو اپنے آپ کو جنجوعہ قوم سے ظاہر کرتے ہیں ۔ یہ خاندان اپنے بزرگ کا نام جو سب سے پہلے پونچھ میں آیا ۔ اصلا خان بتاتا ہے ۔ اصلا خان کی اولاد سے علیا خان وارث خان موضع پٹھانا تیر سے دہندک اور جنگی خان کی اولاد سے نور علی خان تحصیل راجوری کے موضع کوٹلی کالابن سے پونچھ میں آ کر آباد ہو گئے ۔ دہودک اور پونچھ میں اس خاندان کے مندرجہ ذیل اشخاص قابل ذکر ہیں ۔ لگا خان ولد ہاشم خان بن نور علی خان یہ وہی نور علی خان ہے ۔ جس نے کوٹلی کالابن سے پونچھ میں نقل مکانی کر لی تھی محمد دین ولد فضلا بن اردلی خان بن نور علی خان ۔ شمس الدین ولد الہ دین جو علیا خان کی اولاد سے ہے ۔ یہ تینوں خواندہ ہیں ۔ اور زمیندارہ کاروبار کرتے ہیں ۔ لعل دین خان جو وارث خان کی اولاد سے ہے ۔ یہ بھی اپنی دیگر برادری کے اصحاب کی طرح زراعت ہی کا کام کرتا ہے ۔
تحصیل راجوری ۔ قلمرو جموں کے موضع کوٹلی کالابن میں بھی جنجوعہ قوم آباد ہے ۔ جن میں میاں علم دین خان ۔ عطا محمد خان ۔ امیر خان و شاہ ولی خان ۔ سردار عبداللہ خان

نمبردار خلف منشی شہباز خان مرحوم جو مہاراجہ رنبیر سنگھ کے زمانہ میں ایک فوجی سردار تھے۔ خواندہ اور مشہور آدمی ہیں۔

جنجوعہ قوم علاقہ پونچھ میں زراعت پیشہ اقوام میں شامل ہے۔ عام طور پر اس کا پیشہ زمینداری ہے۔ چند افراد سرکاری ملازمت میں بھی ہیں۔

جرال

راجپوت اقوام کئی شاخوں اور گوتوں اور ذاتوں پر منقسم ہیں۔ لیکن اس قوم کے مورخوں نے اس کو قدیم ہی سے دو حصوں میں منقسم کیا ہے۔ ایک سورج بنسی کہلاتے ہیں۔ جو ہندوؤں کے قول کے مطابق برہما کے پوتے بلیسوان سے چلا ہے بلیسوان کا نام سورج بھی تھا۔ اس لئے اس کی اولاد سورج بنش کہلائی۔ سری رامچندر جی اسی بنش سے تھے۔ دوسرا حصہ چندر بنش کہلاتا ہے۔ اس کا سلسلہ برہما کے دوسرے پوتے یعنی بلیسوان کے بھائی چندرمان سے جس کو سوم بھی کہتے ہیں ملتا ہے کورو اور پانڈو اسی کی نسل سے تھے۔

راجپوت اقوام کی شاخ جرال چندر بنسی خاندان اور پانڈو کی اولاد سے ہے۔ اس شاخ کے تفصیلی حالات تاریخ راجگان راجوری میں درج ہیں۔ اس لئے یہاں مختصر سے تذکرہ پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔

جرال قوم جو صدیوں تک راجوری میں آزاد حکمران کی حیثیت سے رہی ہے۔ راجہ جلیسر راؤ کی اولاد سے ہے۔ جو راجہ نکہہ[1] والئے کلانور خلف راجہ پرچھت والئے ہند کی آٹھویں پشت میں تھا۔

---

[1] راجہ پرچھت ارجن کا پوتا تھا۔ اس کے دو فرزند تھے۔ بڑا پرچھت۔ چھوٹا نکھہ۔ راجہ پرچھت نے بھائی کو کلانور کا علاقہ دے کر علیحدہ راجہ بنا دیا تھا۔

جرال قوم میں سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا۔ اس کا نام راجہ صاحب سین تھا۔ جو راجہ جیسر راؤ کی پانچویں پشت میں تھا۔ وہ ۵۷۶ھ مطابق ۱۱۷۹ء میں اپنے فرزند نیل سینہ اور دیگر متعلقین کے ہمراہ بزمانہ سلطان شہاب الدین غوری مسلمان ہوگیا۔ سلطان شہاب الدین نے راجہ کا نام شیر افگن خان اور نیل سینہ کا نام نور الدین خان رکھا۔

۱۱۹۴ء میں راجوری پر ایک پال خاندان جو راجپوت قوم کی ایک شاخ ہے حکمران تھا۔ اس کے سردار کا نام امناپال تھا۔ انہی ایام میں راجہ نور الدین خان بیرونی بادشاہوں کے آئے دن کے حملوں سے بچنے کے لئے راجوری کی طرف چلا آیا۔ یہاں قسمت نے پھر یاوری کی۔ راجہ امناپال کو اس نے کسی حکمت عملی سے گرفتار کر کے حکومت خود سنبھال لی۔ جو اس کی اولاد کے پاس پونے سات سو سال تک رہی۔ اور جس کا خاتمہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانہ میں ہوا۔ جبکہ راجوری کا حکمران راجہ رحیم اللہ خان تھا۔ راجوری کے اس قدیم خاندان جرال کی ایک شاخ رہلو ضلع کانگڑہ میں ہے۔ ایک وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں۔ کچھ آدمی راجوری میں بھی ہیں۔ اور پونچھ میں تقریباً ڈیڑھ سو افراد موجود ہیں۔

یہ خاندان راجپوت ہے۔ مگر مرزا کہلاتا ہے۔ مرزا کا خطاب اس خاندان کو کس نے دیا۔ کیوں دیا اور کب دیا۔ اس کی مختصر سی کیفیت ذیل میں درج کیجاتی ہے

۹۹۵ھ میں جب محمد قاسم میر بحر کی زیر سرکردگی اکبری افواج نے راجوری کے رستے کشمیر پر حملہ کیا۔ تو راجہ مست ولی خان والئے راجور نے جو بادشاہی افواج کے مقابلے میں اپنی حقیقت سے خوب آشنا تھا۔ محمد قاسم میر بحر کے تمام احکام کو منظور کر کے نہ صرف اس کو حملۂ کشمیر کی رہنمائی کی۔ بلکہ رسد بھی بہم پہنچائی۔ اور اپنے بیٹے کو بھی کچھ فوج دے کر اس کے ہمراہ روانہ کیا۔

محمد قاسم نے فتح کشمیر کے بعد راجہ مست ولی خان کی امداد و خدمات سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔ وہاں سے کشمیر میں پچاس ہزار کی جاگیر کے دیہات ملے۔ ۹۹۷ھ میں جب بادشاہ خود کشمیر آیا۔ اور راجہ مست ولی خان نذرانہ اور تحائف لے کر اپنی سرحد پر حاضر ہوا۔ تو بادشاہ نے خوشنودیئے مزاج کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ راجہ ہندوؤں کا خطاب ہے۔ آپ مسلمان ہیں۔ آپ کے لئے نوابی کا خطاب مناسب ہے اور آپ کے ممبران خاندان کے لئے میاں کی بجائے مرزا کا خطاب موزوں ہے۔ جو مغل شاہزادوں کا شاہی خطاب ہے۔ راجہ مست ولی خان نے جواب میں شکرگذارانہ جذبات کے ساتھ عرض کیا کہ اس ملک میں نوابی کو کوئی نہیں جانتا۔ راجگی اعلیٰ خطاب سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ہم چشموں میں راجگی کا لقب ہی موزوں رہے گا۔ البتہ اگر میرے خاندان کے ممبروں کو لقب مرزا عطا ہو جائے تو میرے امتیاز و اعزاز کا موجب ہوگا۔ آئندہ جیسا ارشاد عالی ہو۔ بادشاہ نے راجہ کی اس عرضداشت کو قبول کیا۔ چنانچہ اسی زمانہ سے اس خاندان میں مرزا کا لقب جاری ہے۔ البتہ مسند نشین کو راجہ کہتے ہیں[1]۔

خاندان مرزا جرال سوہر نکوٹ۔ راجوری کے جرال خاندان کی جو شاخ علاقہ پونچھ میں آباد ہے۔ اس کا سلسلہ نسب مرزا غریب اللہ خان برادر راجہ رحیم اللہ خاں والئے راجور سے ملتا ہے۔ مرزا غریب اللہ خاں کے پانچ فرزند تھے۔ سب سے بڑا مرزا منور خان تھا۔ جو سکھ حکومت کے آخری ایام میں اپنے چچازاد بھائی مرزا نقیر اللہ خان خلف راجہ رحیم اللہ خان اور اس کے منہ لگے شنبیر مختار علی کی سازش سے بمقام سری نگر قتل کیا گیا۔ ناظم کشمیر اس وقت نواب شیخ امام الدین خان

---

[1] از تاریخ راجگان راجور مطبوعہ ۱۹۰۷ء مصنفہ مرزا ظفر اللہ خان مرحوم۔

تھے۔ انہوں نے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ مرحوم کی نعش راجوری میں بھجوائی چنانچہ مرزا منور خان راجوری ہی میں دفن ہیں۔ ان کے تین فرزند تھے۔ مرزا عطا محمد خان لاولد۔ مرزا فتح محمد خان جن کی اولاد راجوری میں موجود ہے۔ اور مرزا ولی محمد خان جو منجھلے تھے۔ بعہد راجہ موتی سنگھ موضع سوہرن کوٹ علاقہ سوہرن میں آ کر آباد ہوئے ان کے چار فرزند حسب ذیل تھے۔ (۱) مرزا غلام محمد خان جن کے دو فرزند ہیں۔ مرزا مجیب اللہ خان ریٹائرڈ واصلباقی نویس۔ مرزا عزیز اللہ خان جو سرکل کمیٹی پونچھ کے سکریٹری اور بنک سوہرنکوٹ کے پریذیڈنٹ اور عدالت سشن کے اسیسر ہیں۔ مرزا عزیز اللہ خاں کا ایک فرزند مرزا عبدالحمید خاں موجود ہے۔ (۲) مرزا اصلاح محمد خان۔ ان کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ (۱) مرزا قدرت اللہ خان ریٹائرڈ سارجنٹ پولیس۔ ان کے بیٹے کا نام مرزا نصیب اللہ خان ہے (۲) مرزا فرمان علی خان ان کے فرزند کا نام مرزا عنایت اللہ خان ہے۔ (۳) مرزا اسد اللہ خان اسیسر عدالت سشن۔ (۴) مرزا خلیل اللہ خان۔ مرزا غلام محمد خان کے تیسرے فرزند کا نام مرزا صفدر علی خان ہے۔ ان کے مندرجہ ذیل تین فرزند ہیں۔ (۱) مرزا عطا اللہ خان ملازم پولیس۔ جن کے لڑکے کا نام محمد لطیف خان ہے (۲) مرزا نواب اللہ خان (۳) مرزا فیروز الدین خان۔

مرزا غلام محمد خان کے چوتھے فرزند کا نام مرزا نادر علی خان ہے ان کے دو فرزند ہیں (۱) مرزا کرامت اللہ خان (۲) مرزا رحمت اللہ خان۔ اول الذکر کا ایک فرزند بنام محمد نظیر خان موجود ہے۔

خاندان مرزا جرال شاخ سوکمیال دھیڑہ۔ اس شاخ کے بانی مرزا علی محمد خان خلف مرزا بہرام خان ہیں۔ جو بزمانہ مہاراجہ گلاب سنگھ زمانہ صغر سنی ہی میں باہمی خانہ جنگیوں کے باعث قلعہ نگرو اقعہ بھرٹوٹ علاقہ راجوری سے ہجرت کر کے پونچھ

چلے آئے۔ ان کے چھ بھائی اور بھی تھے۔ ان کی اولاد بداکنہ واقع بھبٹروٹ میں موجود ہے۔ جن میں مرزا شہادت علی خان وغیرہ چند افراد موجود ہیں۔

مرزا علی محمد خان نے موضع سکھپال دہڑہ واقعہ تحصیل سدھنوتی کے ایک بنجر رقبہ موسومہ لہڑی کو آباد کیا۔ یہاں یکے بعد دیگرے اپنی دو شادیاں کیں۔ ایک قوم سدھن میں جس سے دو فرزند پیدا ہوئے۔ مرزا بہادل خان و مرزا جنگی خان آخر الذکر اوائل عمر ہی میں انتقال کر گیا۔ دوسری شادی قوم ڈوگلی میں کی۔ اس سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ مرزا قاسم علی خان۔ مرزا احمد علی خان۔ مرزا منصر علیخان

مرزا بہادل خان نے جو مرزا علی محمد خان کے فرزند کلاں تھے۔ ۱۹۳۴ء ب کے قحط میں غربا کی قابل قدر امداد کی۔ ان کی شادی بھی سدھن خاندان ہی میں ہوئی جس سے مندرجہ ذیل پانچ فرزند ہوئے۔ مرزا اشرف علی خان۔ مرزا الٰہی بخش خان مرزا عیدولی خان۔ مرزا روڈا خان۔ مرزا پیدا خان۔

مرزا اشرف علی خان کے دو فرزند تھے۔ مرزا فقیر اللہ خان و مرزا حیدر خان دونوں برطانوی افواج میں ملازم تھے۔ اب دونوں وفات پا چکے ہیں۔ مرزا اشرف علی خان کا ایک نبیرہ مرزا لعل حسین خان اسلامیہ ہائی سکول پونچھ میں زیر تعلیم ہے۔

مرزا الٰہی بخش و مرزا روڈا خان کے پسران پولیس پونچھ میں ملازم ہیں۔ مرزا پیدا خان ۱۹۸۰ء ب میں لاولد انتقال کر گئے۔

مرزا عیدولی خان جو مرزا بہادل خان کے تیسرے فرزند ہیں۔ صاحب حیات ہیں۔ حصول تعلیم کے بعد وہ پونچھ کی فوج میں ملازم ہوئے۔ اور صوبیداری کے عہدے تک پونچے۔ اور اس وقت بوجہ ضعیف العمری گوشہ نشین ہیں۔ مرزا شہاب الدین خان آپ کے اکلوتے فرزند ہیں۔ جن کو آپ نے عمدہ طریق پر تعلیم دلوائی

اور جو اس وقت تحصیل سدھنتی میں جنگلات پونچھ کی رینج افسری کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔

مرزا علی محمد خان کے اُن فرزندان کی اولاد بھی جو ڈولی قوم کی شادی سے تھی اب تک موجود ہے۔ ان کے فرزند اول مرزا قاسم علی خان حسب ذیل چار فرزندوں کے باپ تھے۔ مرزا اکبر علی خان۔ مرزا بہادر علی خان۔ مرزا دیوان علی خان۔ مرزا فیض طلب خان۔ ان میں مرزا اکبر علی خان کے تین فرزند جموں و کشمیر گورنمنٹ کی فوج میں ملازم تھے۔ جن میں سے مرزا شبیر خاں اس وقت پنشن پر ہے

مرزا اکبر علی خان کی اولاد مواضعات بھڑوٹ وسراڑی میں آباد ہے۔ مرزا قاسم علی خان کا ایک پوتا مرزا رحم اللہ خان پولیس پونچھ میں کانسٹبل ہے۔

مرزا احمد علی خان۔ مرزا علی محمد خان کا دوسرا فرزند تھا۔ جو ڈولی قوم کی عورت کے بطن سے تھا۔ اس کے دو فرزند ہیں۔ مرزا فتح محمد خان و مرزا فیروز خان

مرزا منصر علی خان تیسرا فرزند تھا۔ اس کے دو لڑکے ہیں۔ مرزا فتح عالم خان جو فوت ہو چکا ہے۔ اور مرزا افضل خان جو موجود ہے۔

اس شاخ کے کل ممبروں کی تعداد زن و مرد سمیت پچاس کے قریب ہے ان میں سب سے زیادہ مشہور اور نامور مرزا عبد ولی خان اور ان کے فرزند مرزا وہاب الدین خان ہیں۔

مرزا اجرال منڈھول علاقہ مہنڈر۔ اس شاخ کا بزرگ مرزا شہادت علیخان تھا۔ جو پونی علاقہ جموں سے بعہد راجہ موتی سنگھ پونچھ میں آیا۔ ان کے ایک فرزند مرزا صفدر علی خان نے تحصیلداری کا درجہ حاصل کیا۔ ان کے فرزند کا نام مرزا حیدر علی خان تھا۔ وہ عالم شباب ہی میں انتقال کر گئے۔ مرزا فیروز دین خان

ان کے بیٹے نے باپ دادا کی جگہ حاصل کی۔ یعنی وہ بھی تحصیلدار رہے۔ مرزا لعل دین خان پٹواری مرزا فیروز دین خاں ہی کے فرزند ہیں۔

مرزا شہادت علی خان کے دوسرے فرزند کا نام مرزا فقیر اللہ خان تھا۔ وہ پولیس میں محرر سارجنٹ کے عہدہ پر تھے۔ ان کا فرزند کلاں مرزا لمران علی خان بھی سارجنٹ پولیس رہا ہے۔ اب کئی سال سے انتقال کر چکا ہے۔ فرزند دوم مرزا سیف علی خان پولیس میں مدد محرر تھا۔ اب خانہ نشین ہے۔

مرزا شہادت علی خان کے تیسرے فرزند مرزا غلام حسین خان کا فرزند مرزا گلاب دین پولیس پونچھ میں کانسٹیبل ہے۔ اس شاخ میں تعلیم کی بڑی کمی ہے۔

سوہر نکوٹ۔ سکھیال وہڑہ اور منڈھول کے علاوہ جرال قوم کی آبادی تحصیل مہنڈر کے موضع پوٹھ اور تحصیل سدھنی کے مواضعات کھائی گالہ۔ ٹراٹ۔ ہماں ناڑی۔ دھمن اور تحصیل باغ کے موضع سمری کنھی اور خاص شہر پونچھ میں بھی ہے۔

پونچھ اور اس کے مواضعات میں اس قوم کے کل نفوس کی تعداد ڈیڑھ دوصد سے زیادہ نہیں ہے۔ ان لوگوں کی وجہ معاش ملازمت اور زمینداری ہے۔ ان کے ناطے رشتے اپنی برادری کے علاوہ بعض سادات خاندانوں سے بھی ہیں اور چب اور ڈولی اور سدھن اقوام سے بھی اُن کی رشتہ داریاں ہیں۔

چب راجپوت

چب جموں کشمیر اور پونچھ کی ایک مشہور مسلمان راجپوت قوم ہے۔ اس کا کچھ ابتدائی ذکر ٹکیال وڈوال راجپوتوں کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ اور تفصیلی ذکر انشاء اللہ "تاریخ اقوام ظفر و جموں" میں ہوگا۔ اس قوم کے چھ سات گھر دھیرکوٹ تحصیل باغ

اور دو تین گھر دیگوار ملدیالاں تحصیل حویلی میں ہیں۔ دیگوار ملدیالاں میں جو شاخ ہے اس کے مورث اعلیٰ پیر بخش خان تھے۔ جو راجہ سلطان خان آف بھمبر کے برادر زادہ تھے۔

راجہ میر باز خان سانگو حکمران پونچھ نے جب چِب خاندان کی ایک معزز خاتون کو اپنے نکاح میں داخل کر لیا۔ تو پیر بخش خان چب نے جو اس کا قریبی رشتہ دار تھا۔ قصد کر لیا کہ وہ میر باز خان کو اس کی سزا دے کر ہی دم لے گا۔

راجہ شیر باز خان آف سدھروں پونچھ کو اپنی وراثت سمجھتا تھا۔ اور راجہ میر باز خان سانگو پونچھ پر اپنا حق جتاتا تھا۔ اور ان دونوں کا مقدمہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہاں لاہور میں پیش تھا۔ پیر بخش خان راجہ میر باز خان کے قیام لاہور کو غنیمت سمجھ کر بھمبر سے بسد صالاہور آیا۔ اور اس نے موقع پا کر میر باز خان کو قتل کر دیا۔ مہاراجہ کو خبر ہوئی۔ ان کے حکم سے پیر بخش خان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو تپتی ہوئی ریگ میں ڈالا گیا۔ اور وہ آخر اسی عذاب میں مر گیا۔

پیر بخش خان کے دو بیٹے تھے۔ بڑا رستم علی خان چھوٹا محمد علی خان۔ رستم علی خان کے بیٹے باغ علی خان کے پانچ فرزند تھے۔ جن میں تین لاولد رہے البتہ غلام محی الدین خان و محمد خان موجود ہیں۔ راجہ شیر باز خان آف سدھروں نے دیگوار ملدیالاں میں اس کو جاگیر دے کر اس کی پرورش کی۔ راجہ سرانداز خان کے زمانہ میں محمد علی خان پہلے مصاحبت پر اور پھر وزارت پر ممتاز ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے دونوں بیٹے احمد علی خان و نواب خان بھی راجہ سرانداز خان کے منظور نظر رہے۔ احمد علی خان کو وزارت عطا ہوئی۔ اور نواب خان مشیر اعلیٰ و مختار رہا۔ بلکہ دربار جموں میں راجہ صاحب سدھروں کی طرف سے سفارت کا کام بھی کیا کرتا رہا۔ ان دونوں بھائیوں کی دیانت و امانت

سدھروں میں مشہور ہے۔ راجہ سرانداز خان کی وفات کے بعد جب راجہ افراسیاب خان کا زمانہ آیا۔ تو نواب خان جو مختار و مشیر اعلےٰ تھے۔ حکومت سدھروں کے حقوق کی جدوجہد کے لئے شملہ تک پونچے۔ ان کی فراست لیاقت اور دیانت کے شاہد ابھی تک اس زمانہ کے کاغذات راجگان سدھروں کے پاس موجود ہیں۔ آپ بلا اولاد نرینہ فوت ہو گئے۔

احمدؐ علی خان کے تین فرزند تھے (۱) غلام حسن خان جن کے فرزند منشی محمدؐ یعقوب خان و محمدؐ حسین خان موجود ہیں۔ (۲) غلام مرتضیٰ خان جن کے پانچ فرزند حسب ذیل حیات ہیں محمدؐ اکبر خان۔ محمدؐ اعظم خان۔ قمر زمان خان۔ محمدؐ زمان خان۔ شاہ زمان خان۔ احمد علی خان کے تیسرے فرزند غلام مصطفےٰ خان لاولد انتقال کر گئے۔

اس خاندان کا پیشہ کاشت کاری اور زمینداری ہے۔ کاغذات بندوبست میں یہ قوم چیب درج ہے۔ ان میں منشی محمدؐ یعقوب خان جو محال دار کسٹم ہے۔ ایک مشہور آدمی ہے۔

چندیل راجپوت

اس خاندان کا سلسلہ قلمرو جموں میں راجہ گمبیر چند سے شروع ہوتا ہے۔ جو راجہ چیدی بانی چندیری کی ۲۸ ویں پشت میں تھا۔ یہ راجہ چندر بنسی خاندان سے تھا۔ اس نے چندر بنسی اور بقول بعض چندیل[1] ہونے کی وجہ سے مان[2] تلائی علاقہ

[1] یہ خاندان چندیل اسلئے کہلاتا ہے کہ راجہ گمبیر چند چندیری راجگان کی اولاد سے تھا۔ [2] مان تلائی بہت قدیم نام اور بہت قدیم مقام ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مان۔ مہاندیو کا مخفف ہی جس کے نام کا یہاں مندر ہے۔ تلائی چھوٹے تالاب کو کہتے ہیں اسطرح یہ مقام مان تلائی کہلایا۔

کا نام چنداہن رکھا۔ چنداہن سے چناہن بنا۔ اور چناہن بگڑتے بگڑتے اب چنہینی ہوگیا ہے۔ راجپوتوں کے خاندان انوالیہ۔ مدواَل۔ بیگو اور دوالیہ وغیرہ سب چندیل خاندان ہی کی شاخیں ہیں۔ اور جو اپنے کسی نہ کسی بزرگ کے نام سے موسوم ہیں۔

جاگیر چنہینی[1] کے موجودہ فرمانروا راجہ رام چند چندیل راجپوتوں کے سب سے بڑے رئیس ہیں۔ جو سر راجہ رام سنگھ آنجہانی برادر مہاراجہ سر پرتاپ سنگھ آنجہانی کے نواسے ہیں۔

چندیل راجپوتوں میں کئی افراد مسلمان ہو چکے ہیں۔ ان میں سے میاں کشتال میاں گساؤن۔ میاں نہالا اور میاں گتھو مسلمان ہو کر پونچھ آگئے۔ میاں بدھن و میاں روڈوا جمعدار اور تاج دین مہتاب دین فقر دین نذر دین قمرالدین اور باغ دین انہی کی اولاد سے ہیں۔ اور فوجی ملازم اور زراعت پیشہ ہیں۔ ان کے رشتے منہاس راجپوتوں کے ساتھ بھی ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد پونچھ میں صرف چند گھروں تک محدود ہے۔

---

[1] چنہینی اودھم پور کے ضلع میں ہے۔ دس ہزار کی آبادی اس جاگیر میں ہے ۱۴۰ میل لمبی اور ۱۲ میل چوڑی ہے۔ بانہال کے رستہ میں کشمیر جاتے ہوئے گدکاپڑ اسی جاگیر میں واقع ہے۔ ۲۵۔۳۰ ہزار کی جاگیر ہے۔

چوہان راجپوت

چوہان کی وجہ تسمیہ

بقول کرنل ٹاڈ مصنف ٹاڈ راجستان سولنگی۔ پرمار۔ پربھار اور چوہان جس کا اصل نام چاہامہ یا چاہمان ہے۔ اور جو بمرور ایام چوہان کے نام سے مشہور ہو گیا ہے اگنی کل راجپوتوں کی نسل سے ہیں۔

اگنی کل خاندان کی وجہ تسمیہ میں یہ دلچسپ روایت بیان کی جاتی ہے۔ کہ برہمن جب کوہ آبو (راجپوتانہ) پر عبادت میں مشغول ہوتے۔ تو مقامی باشندے ان کو بہت تنگ کرتے۔ ستاتے اور ان کی عبادت گاہوں کو خراب اور ناپاک کر دیتے برہمنوں نے ایک اگنی کنڈ تیار کر کے مہا دیو سے دعا کی۔ کہ وہ ان کو ان راکشوں کے ظلم سے نجات دلائے۔ چنانچہ قربانی کی اس آگ سے یکے بعد دیگرے چار شخص نمودار ہوئے[1]۔ تین کا نام تو سولنگی۔ پرمار۔ اور پربھار ہے۔ اور ان کی اولادیں بھی انہی کے نام سے موسوم ہیں۔ چوتھا شخص جب نمودار ہوا۔ تو اس کے چار بازو تھے۔ اسی وجہ سے اس کو چوہامہ یا چاہمان کہنے لگے۔ یہی چاہمان بعد میں چوہان کے نام سے مشہور ہو گیا۔ راجپوتوں کا چوہان طبقہ اسی چوہان کی اولاد سے ہے۔ ان چاروں نے برہمنوں کو مقامی باشندوں کی دست درازیوں سے نجات دلائی۔

[1] غسل آتشین سے یہ چاروں شخص پاک ہوئے ہونگے۔ آگ سے انسان کا پیدا ہونا تو خلاف عقل ہے۔

دہلی واجمیر کا مشہور آخری راجپوت حکمران راجہ پرتھی راج عرف رائے پتھورا چوہان ہی تھا۔ اسلامی حکومت کے زمانہ میں جس طرح ہندوؤں کی دیگر اقوام نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح چوہان طبقہ میں سے بھی کئی لوگ مسلمان ہو گئے۔
چوہان سکنہ اڑائی و سہڑی چوہانان۔ قریباً چار سو سال کا ذکر ہے۔ ایک شخص چوہدری ملوک خان نام پنجاب سے پونچھ کے اس علاقہ میں آیا۔ جس کا وسیع رقبہ انسانوں سے نہیں بلکہ گنجان درختوں سے آباد تھا۔ اس نے بڑی محنت سے درخت کاٹ کر اور کٹوا کر اس رقبہ کو انسانوں کے رہنے کے قابل بنالیا۔ اس رقبہ کا نام ابتدا میں سہڑی تھا۔ ملوک خان چونکہ چوہان قوم سے تھا۔ اور اسی نے سہڑی کو آبادی کے قابل بنایا تھا۔ اس لئے اس کا نام سہڑی چوہانان رکھا گیا۔
چوہدری ملوک خان کی اولاد اس وقت سہڑی چوہانان اور اڑائی میں آباد ہے۔ یہ دونوں مواضعات پونچھ کی تحصیل حویلی میں واقعہ ہیں۔ ان کی آبادی جو چوہانوں کے علاوہ دیگر اقوام پر بھی مشتمل ہے۔ نو سو نفوس کے قریب ہے۔ جن میں صرف سردار ذکری خان ہی کے نسل سے پندرہ گھر یک جدی آباد ہیں۔ سردار ذکری خان، چوہدری ملوک خان مورث اعلیٰ سے آٹھویں پشت میں تھا۔ سردار ذکری خان کے تین فرزند تھے۔ سردار میر باز خان، سردار فضل خان، سردار لعل دین خان۔ ان کی اولادوں میں سردار غلام محی الدین خان ولد سردار محمد علی خان اور سردار غلام محی الدین خان ولد سردار حمید خان اور سردار غلام حسین خان نمبردار ولد سردار فضل خان ذی عزت اور سرکردہ ہستیاں ہیں۔
یہ خاندان پونچھ کے کاغذات مال میں بھی راجپوت چوہان کے نام سے درج ہے۔ اور صدہا سال سے اپنے محبوب و مرغوب پیشہ زمینداری و کاشتکاری میں مصروف ہے۔ چند ایک ان میں سرکاری ملازم بھی ہیں۔

راجو چوہان کی اولاد۔ قریباً پچاس سال ہوئے۔ راجو چوہان ولد فتح محمد جس کی عمر اس وقت قریباً سو سال بیان کی جاتی ہے۔ بانڈی چوہانان ضلع مظفرآباد کشمیر سے آکر پونچھ کے موضع کرماڑہ میں آباد ہوا۔

کہا جاتا ہے کہ انکی برادری ضلع مظفرآباد میں اب بھی موجود ہے اور اپنے آبائی قدیمی پیشہ زراعت میں مصروف ہے

راجو نے کرماڑہ میں کچھ اراضی حاصل کر لی۔ جس کی کاشت ہی اس کی اور اس کے فرزندوں کا ذریعہ معاش ہے۔ لیکن راجو نے بکریاں پالنے اور ان کے فروخت کرنے میں بھی جب کچھ نفع کی صورت دیکھی۔ تو اس نے بکروالوں کا کام بھی شروع کر دیا۔ اور چونکہ اس علاقہ میں ایک پردیسی کی حیثیت سے آیا تھا۔ اس لئے جہاں اس کو اپنے فرزندوں کے رشتے ملے۔ اس نے وہیں کر لئے۔ چنانچہ اس خاندان کا رشتہ ناطہ چیچی۔ لورن۔ گیگی سود اور بارو[1] وغیرہ اقوام کے ساتھ جو گجر کہلاتی ہیں ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ مقدم راجو نے زراعت کے کاروبار کی طرح بکروالی کاروبار میں بھی بڑا نام پیدا کیا۔ اور خوب عزت حاصل کی۔ مقدم راجو کے فرزند چوہدری الہ دین نے راقم مؤلف کو چند سرکاری کاغذات کی نقول دکھائی ہیں۔ جن میں ایک پٹہ دیوان محکم چند آنجہانی گورنر پونچھ کی طرف سے راجو ولد فتاح مقدم بکروالان سکنہ کرماڑہ انکے نام ہے۔ اور ۲ اربساکھ ۱۹۶۰ سمبت کا لکھا ہوا ہے

[1] بارو خاندان نسب کے لحاظ سے کھوکھر راجپوت ہے۔ بارو نامی [illegible] انکا مورث اعلیٰ چوہڑ کانہ علاقہ بار (حال ضلع شیخوپورہ) میں مویشی چرایا کرتا تھا۔ علاقہ بار کے قدیم باشندے انکے مال مویشی چرا لیجاتے تھے۔ یہ لوگ تنگ آکر ضلع گجرات میں چلے گئے۔ ان کے مورث اعلیٰ بارو کے نام پر گجرات کے ضلع میں بارو کے نام سے ایک موضع بھی آباد ہے۔ یہیں سے یہ لوگ پونچھ گئے۔ پونچھ کی بارو قوم میں علیا میر نمبردار بکروال اچھا زمیندار ہے۔

اس میں سر دفتر دیوانی کے نام تحریر ہے۔ کہ راجو بکروال کو مقدم بکروالاں مقرر کیا گیا ہے۔ اس کے عوض ہر سال وہ دو شاخ بزغالہ نذر کیا کرے گا۔ زرِ چوپانی اس کو پہلے بھی معاف ہے۔ اور آئندہ بھی جب تک وہ مقرر ہے زرِ چوپانی سے معاف رہیگا۔ اُس وقت کے مدار المہام بابو ہری پرشاد اپنے حکم ۲۹ بیساکھ ۱۹۶۱ء بمبری ۲۰ کے ذریعہ اس حکم کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔ "نذرانہ میں بزغالہ کلاں لئے جائیں۔ اور زرِ چوپانی کی رعایت صرف ان بکریوں کے لئے ہے جو اس کی اپنی ملکیت ہیں۔ اصل دفتر دیوانی میں رہے۔ اور احکام مطابق اس کے سپرنٹنڈنٹ ترقی و محکمہ جنگلات کے نام جاری ہوں۔"

مقدم راجو کے چھ فرزند حسب ذیل ہیں۔ غلام محمدؐ۔ کالو۔ میرا۔ الہ دین۔ نور محمدؐ۔ ان میں آخر الذکر دونوں خواندہ ہیں۔

رُوپلال

راجہ سالباہن ہندوؤں کا ایک مشہور راجہ گذرا ہے۔ تاریخ راجپوتان پنجاب کی جلد اوّل میں (صفحہ ۲۴۷ پر) اس کے پندرہ بیٹے درج ہیں چھٹے بیٹے کا نام رُوپ یا رُوپا دیو تھا۔[1]

پونچھ کی رُوپلال قوم جو اکبر کے حملۂ کشمیر سے بہت پہلے پونچھ میں آباد بیان کی جاتی ہے۔ اسی راجہ کے نام پر رُوپلال مشہور چلی آتی ہے۔ راجہ روپا دیو کی بارہویں یا چودھویں پشت میں تَل نام کا ایک راجہ گذرا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس قوم میں وہی سب سے پہلے مسلمان ہوا۔ اور اس کا نام رائے جلال الدین رکھا گیا۔

"حالات خاندان رُوپلال" سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اس خاندان کا مورث اعلیٰ رائے جلال الدین خان پندرہویں صدی عیسوی کی ابتدا میں اپنے وطن موضع ٹکھیال تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم سے نکل کر پونچھ میں آیا۔ اور علاقہ سدھنوں کے مقام دہڑہ خاص میں آباد ہوا۔

اکبر کے عہد میں ایک اور معزز قوم علاقہ سدھنوں میں آباد ہو چکی تھی۔

---

[1] راقم مصنف نے تاریخ راجپوتان پنجاب کے مصنف ٹھاکر کاہن سنگھ بلاوریہ کو جموں میں رُوپلال قوم اور راجہ رُوپ دیو کے متعلق ایک خط لکھا تھا۔ اس کے جواب میں وہ جموں سے ۱۰ ماگھ ۱۹۹۱ ب کے گرامی نامہ میں لکھتے ہیں "رُوپلال قوم غالباً روپ کی اولاد ہی ہے۔ لیکن اس کے پونچھ جانے کا حال مجھے معلوم نہیں ہے۔" ٹھاکر کاہن سنگھ ۱۲ مارچ ۳۶ء کو انتقال کر گئے

اس قوم کے افراد عموماً چوہدری کہلاتے تھے ۔جب جہانگیر کشمیر آیا۔ اور چوہدریان سدھروں نے رسد رسانی اور حسن خدمات سے اس کو خوش کیا۔ تو شہنشاہ نے ان کی خدمات سے خوش اور ان کی خاندانی عظمت سے آگاہ ہو کر یہ علاقہ انہی کو بخش دیا۔ اسی زمانہ میں رُوپلال قوم کے رائے تیر خان خلف کلیم خان نے جو اپنے مورث اعلےٰ جلال الدین کی دسویں پشت میں تھا۔ دہڑہ اور اس کے گرد و نواح کو بہت رونق دی ۔ دہڑہ خاص پر اس کی اولاد اب تک قابض ہے۔

دہڑہ خاص میں رُوپلال قوم کے علاوہ جس قدر اور اقوام آباد ہیں۔ وہ سب رُوپلال قوم کے بعد ہی آباد ہوئی ہیں۔ رُوپلال قوم میں اس وقت امیر علی خان نام ایک بزرگ ہیں ۔جو منشی باغ علی خان محرر تحصیل حویلی کے تایا ہیں۔ وہ پونچھ میں غالباً سب سے زیادہ معمر ہیں۔ ان کی عمر ڈیڑھ سو سال کے قریب بتائی جاتی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا خاندان اکبر بادشاہ کے حملۂ کشمیر سے بہت پہلے سے پونچھ میں آباد ہے۔ اکبر کا حملۂ کشمیر پر ۱۵۸۶ء میں ہوا ہے۔ اگر خاندان رُوپلال کی آمد اکبری حملہ سے نصف صدی پیشتر بھی تصور کر لی جائے۔ تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس زمانہ میں کشمیر پر چک شاہی خاندان کی حکومت تھی

راجگان سدھرون گو مغلوں کے زیر اثر تھے۔ لیکن اپنے اندرونی معاملات میں بالکل آزاد و خود مختار رہتے۔ چوہدری محمد عباس خان قادری مختار عام راجہ غلام محی الدین خان[1] اعلیٰ جاگیردار سدھرون نے راجہ صاحب کی اجازت سے ایک تحریر راقم مؤلف کو ارسال کی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ منشی باغ علی خان

---

[1] دوران تصنیف کتاب ہذا میں آپ انتقال فرما گئے ہیں۔ اب آپ کے فرزند راجہ عنایت اللہ خان آپ کے جانشین ہیں۔

رُوپلال کے آباؤ اجداد میں سے سردار گل خان۔ سردار ذوالفقار خان اور سردار متولی خان وغیرہ چند اصحاب یکے بعد دیگرے اپنے اپنے وقت میں راجگان سدھروں کے جو اپنے وقتوں میں بالکل خودمختار تھے۔ وزیر اور اعلیٰ اہلکار رہ چکے ہیں۔ اور وہ راجگان سدھروں کی طرف سے جاگیردار بھی تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس خاندان نے مہاجرانہ زندگی میں بھی نامور فرزند پیدا کئے ہیں۔ اس خاندان میں راجہ شیر خان (چھوٹی و میانی بستی) جاگیردار تھے۔ اور بودیا خان موضع سٹریاں کے نمبردار رہ چکے ہیں۔

رُوپلال قوم کا ذریعہ معاش زیادہ تر زراعت اور ملازمت ہے۔ اور جو ملازم نہیں ہیں۔ ان کا گذارہ زراعت و کاشتکاری پر ہی ہے۔ مواضعات میانی بستی و چھوٹی تحصیل حویلی کی جمعبندیوں میں رُوپلال قوم کی کئی خود کاشت اسامیوں کے نام درج ہیں۔ کاغذات بندوبست میں بھی یہ قوم رُوپلال کے نام ہی سے درج ہے۔ اور زراعت پیشہ ہے۔

پنڈ خورد تحصیل و ضلع میرپور (جموں) تلھیالہ ضلع جہلم۔ دوبیرنی تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے علاوہ پونچھ کے مندرجہ ذیل مواضعات میں اس قوم کے افراد پائے جاتے ہیں۔ تحصیل حویلی کے مواضعات میانی بستی و چھوٹی۔ دیگوار ملدیالاں۔ چھاترہ۔ تحصیل سدھنوتی کے مواضعات منگ و دھنگروں۔

رُوپلال قوم میں سے مندرجہ ذیل اصحاب نامور گذر چکے ہیں۔

سرداران معظم خان۔ قندھاری خان۔ افضل خان۔ جمیل خان۔

جمیل خان کے دو فرزند تھے۔ سردار حسن خان و سردار عزت خان۔

سرداران گل خان۔ ذوالفقار خان متولی خان۔ سیدا خان۔ کالا خان جو راجگان سدھروں کے زمانہ میں ان کے وزرا و نامور اہلکار رہے۔ سردار حسن خان کی

اولاد سے ہیں۔ یہ شاخ میانی بستی تحصیل حویلی میں رہتی ہے۔
عزت خان کی اولاد سے بہادر خان۔ سیدا خان سردار کریم خان شیر خان جاگیردار۔ منگو خان۔ بودیا خان نمبردار و داروغہ بڑے ذی عزت شخص تھے یہ شاخ علاقہ سدھروں کے موضع چھوٹی میں رہتی ہے منشی فیض محمد خان معالج کسٹم جن کا تھوڑا ہی عرصہ ہوا انتقال ہوا ہے۔ اسی خاندان سے تھے۔
اس وقت اس قوم کے سرکردہ اشخاص حسب ذیل ہیں۔
میانی بستی۔ بابو باغ علی خان ولد سیدا خان سارجنٹ پولیس پونچھ۔ اکبر شیر خان ولد سیدا خان۔ زمیندار۔ فقیر محمد خان و شیر ولی خان پسران میر ولی خان پیشہ زراعت۔ غلام حسین خان ولد حشمت خان پیشہ زراعت۔
چھوٹی۔ امیر علی خان و نواب علی خان پسران بودیا خان۔ منشی باغ علیخان (ولد نواب علی خان) محرر تحصیل حویلی۔ غلام قادر خان ولد امیر علی خان پیشہ زراعت۔ محمد حسین خان ولد میر محمد خان پیشہ زراعت شمس الدین خان میر حسین خان۔ اکبر علی خان۔ بابو فیض اللہ خان برادران منشی باغ علی خان ولد نواب علی خان پیشہ زراعت۔
دیگوار ملدیالاں۔ لعل خان ولد خدا بخش خان۔ پیشہ زراعت۔
چھاترہ۔ فیروز دین خان ولد ملی خان۔ پیشہ زراعت۔
منگ دھنگروں۔ صوبیدار سردار عبدالغنی خان پلٹن 5/7 راجپوت رجمنٹ ولد امیر بخش خان پیشہ زراعت۔
پنڈ خورد ضلع میرپور جموں۔ چوہدری سید علی خان نمبردار۔
لکھیالہ ضلع جہلم۔ کرنل بوستان خان ولد پیر بخش خان جاگیردار۔

سلہریہ راجپوت

مؤلف تاریخ راجپوتان پنجاب نے سلہریہ راجپوتوں کو چندربنسی پٹھانیہ راجپوتوں کی شاخ بتا کر لکھا ہے۔ کہ ان کا سلسلہ راجہ جیپال کے ایک فرزند راجہ سیبشو سے ملتا ہے۔ جو تیرھویں و چودھویں صدی بکرمی کے درمیان گذرا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ سلہریہ خاندان چندربنسی تو ضرور ہے۔ مگر وہ پٹھانیہ راجپوتوں کی شاخ نہیں ہے۔ بلکہ سلہریہ راجپوتوں کا نام تو سکریٹری راجپوت اتہاس کمیٹی کی تحریر مندرجہ تاریخ اقوام کشمیر صفحہ ۳۰۹ کے مطابق راجہ جے پال والئے پنجاب کے زمانہ (۳۹۴ھ سے) بھی بہت پہلے چلا آتا ہے۔ جو خود بھی سلہریہ خاندان سے تھا۔ محمود غزنوی کے حملۂ ہند (۳۹۶ھ) میں پنجاب کا راجہ جے پال کا فرزند انندپال تھا۔ اس زمانہ کو آج ساڑھے نوسو سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اور راجہ سیبشو کے زمانہ کو چھ سات سو سال کا عرصہ گذرتا ہے۔

بہر حال سلہریہ راجپوتوں کی ایک معقول تعداد اضلاع گورداسپور و کانگڑہ اور ریاست جموں میں موجود ہے۔ ان میں ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی اور ان میں کئی ایک دیہاتوں کے مالک اور ذیلدار اور نمبردار ہیں۔

پونچھ کے سلہریہ قبائل۔ انہی کی ایک شاخ کشمیر سے ہوکر پونچھ میں آباد ہو چکی ہے۔ آج سے قریباً دو ڈیڑھ سو سال قبل یار محمد خاں سلہریہ جو سردار رستم خان کی چوتھی پشت سے تھا۔ اپنے خوردسال فرزند خیر محمد خان کو ہمراہ لے کر تحصیل اوڑی ضلع مظفرآباد کے ایک موضع جبلا سے پونچھ کی تحصیل باغ کے موضع جگ لڑی میں آباد ہوا۔ اور اسی سے جگ لڑی میں سلہریہ خاندان کی بنیاد پڑی۔

خیر محمد خان کے تین فرزند تھے۔ سلطان محمد خان۔ جمعہ خان۔ ملکا خان۔

۱؎ تاریخ سیالکوٹ میں بھی راجہ جے پال والئے لاہور کو سلہریہ لکھا گیا ہے۔

غلام محی الدین خان برادر شیر دل خان سفید پوش ساکن ہریسکہ جگ لالی تحصیل باغ پونچھ

ان میں سلطان محمد خان کے بھی تین ہی فرزند تھے۔ لیکن دو تو لاولد گئے۔ اور ستار محمد خان سے اولاد کا سلسلہ چلا۔ چنانچہ اس کے حسب ذیل تین فرزند ہیں۔ شیر دل خان۔ غلام محی الدین خان۔ عبدالشکور خان۔ شیر دل خان خواندہ ہے۔ اور راولپنڈی وایبٹ آباد میں اپنا کاروبار کرتا ہے۔

جمعہ خان کے دو فرزند تھے۔ محمد علی خان و محمد بخش خان۔ اوّل الذکر کے دو فرزند ہیں۔ فیروز خان و گل شیر خان اور دونوں ہی خواندہ ہیں۔ محمد بخش خان کے پانچ فرزند ہیں۔ (۱) محمد دین خان مرحوم اس کا فرزند سلیمان خان موجود ہے۔ (۲) پہلوان خان (۳) علی اکبر خان (۴) میر گل خان (۵) علی حسین خان۔ ان میں علی اکبر خان جو خواندہ ہے۔ خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔

پونچھ میں اس خاندان کی آبادی کم و بیش حسب ذیل مقامات میں پائی جاتی ہے۔ تحصیل باغ کے مواضعات کھرل گیالاں و جگ لڑی۔ آخر الذکر موضع میں صرف چار گھر ہیں۔ تحصیل مہنڈر کا موضع ٹل۔

اس خاندان کا ناطہ رشتہ کھکھہ۔ تیز بال۔ ڈھونڈ وغیرہ معزز اقوام کے ساتھ ہوتا ہے یہ زمیندار پیشہ ہیں۔ اور بہت بڑا رقبہ ان کی ملکیت میں ہے

کھوکھر راجپوت

ہندوستان میں دو قسم کے کھوکھر ہیں۔ ایک کھوکھر قطب شاہی۔ جن کی اصل عربستان سے ہے۔ دوسرے کھوکھر راجپوت جن کا اصل وطن قدیم ہی سے ہندوستان ہے قطب شاہی یا قریشی کھوکھروں کی وجہ تسمیہ تو یہ ہے۔ کہ قطب شاہ نے ہندوستان آکر ایک شادی کسی ہندو راجپوت راجہ کی لڑکی سے کی تھی جس کی ذات کھوکھر تھی۔ اس بی بی سے جو تین لڑکے پیدا ہوئے۔ اُن کی اولاد کھوکھر کہلائی۔ اس کا مفصل ذکر اعوانوں کے حالات

میں درج ہے۔

راجپوت کھوکھروں کا ذکر بالتفصیل کہیں سے معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ اس قدر پتہ چلتا ہے کہ ان کی آبادی زیادہ تر ضلع جہلم اور اس کے نواحات میں تھی۔ جہلم پنڈدادن خان احمد آباد اور پوٹھوہار کے علاقہ میں ان کا بڑا عروج رہا ہے۔ ان کے بزرگ پہلے ہندو تھے۔ بعد میں مسلمان ہو گئے۔ جہانگیر کے زمانہ میں دادن خان کھوکھر ایک نامی رئیس ہوا ہے۔ جس نے ۱۶۲۳ء میں کوہستان نمک کے دامن میں اپنے نام پر ایک شہر پنڈدادن خان آباد کیا۔ اس تحصیل میں چک شفیع۔ سلطان کوٹ۔ کوٹ صاحب خان اور احمد آباد سب انہی کھوکھروں کے آباد کردہ ہیں۔ جنجوعوں اور گجروں اور جلب قوم کے راجپوتوں سے دیر تک ان کی لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ کھوکھر صاحب حکومت تھے۔ پنڈدادن خان اور احمد آباد ان کی راجدھانیاں تھیں۔

سکھوں کے زمانہ میں ان کا عروج ڈھلنا شروع ہوا۔ پہلے ان کو سردار چڑھت سنگھ نے کمزور کیا۔ پھر اس کے پوتے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پنڈدادن خان سے نکال کر ان کے رئیس راجہ سرافراز خان کو صرف چند دیہات دے کر والئے ریاست سے ایک جاگیردار بنا دیا۔

کھوکھر راجپوتوں کی آبادی جو ضلع جہلم کے علاوہ دوسرے اضلاع میں نظر آ رہی ہے۔ جموں اور پونچھ اور کشمیر کے اقطاع میں کہیں کہیں دیکھی جاتی ہے۔ ان کا اصلی مرکز ضلع جہلم ہی ہے۔

سر لیپل گریفن اپنی تاریخ رئیسان پنجاب کے صفحہ ۵۷۶ پر ان کے متعلق لکھتے ہیں۔ "کھوکھر راجگان پنڈدادن خان و احمد آباد کے اونچے راجپوتوں کی نسل سے ہیں۔ ۱۶۲۳ء سے پیشتر ان کا صحیح حال معلوم نہیں ہو سکتا۔" ان کے

مسٹر عبد الحمید خان بی-ایس سی-آئی-ایف-ایس
ڈسٹرکٹ فارسٹ افسر (مدراس پریذیڈنسی)

رشتے ناطے گکھڑوں اور جنجوعوں سے ہوتے ہیں۔
مسٹر عبدالحمید خان بی ایس سی آئی ایف ایس آپ کے والد منشی سید احمد خان بر ایام بندوبست پونچھ آئے۔ جنہوں نے محکمہ مال میں طویل ملازمت کے بعد پونچھ ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ مسٹر عبدالحمید خان پونچھ ہی میں ۱۹۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ انٹرنس تک آپ نے پونچھ کے ہائی سکول میں تعلیم پائی ۱۹۲۶ء میں لاہور مشن کالج سے بی۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کیا۔ اور تمام پنجاب میں اول رہے۔ اس دوران میں آپ کو حکومت پونچھ دو سال تک پچیس روپے ماہوار تعلیمی وظیفہ اس شرط پر دیتی رہی۔ کہ بی۔ ایس سی۔ پاس کرنے کے بعد پونچھ کے سرکاری ہائی سکول میں بطور سائنس ماسٹر کام کرنا ہوگا۔ مگر جب آپ امتحان پاس کرنے کے بعد پونچھ آئے۔ تو آپ کو حکومت حسب وعدہ سائنس ماسٹری کی اسامی نہ دے سکی۔ انہی دنوں اسلامیہ کالج لاہور میں ڈیمانسٹریٹر کی جگہ خالی تھی۔ آپ وہاں سو روپیہ ماہوار پر ملازم ہو گئے۔ جہاں آپ نے ایک سال تک کام کر کے حکومت پونچھ کو اس کے وظیفہ کی چھ سو روپیہ کی رقم واپس کر دی۔
لاہور ہی میں آپ کو محکمہ زراعت میں ایک اچھا موقعہ مل گیا۔ جہاں آپ ایگریکلچرل اسسٹنٹ کی اسامی پر تعینات رہے۔ ۱۹۲۹ء میں آپ نے بمقام دہلی امپیریل فارسٹ سروس کے مقابلہ کا امتحان دیا۔ اس امتحان میں ہندوستان کے تمام صوبوں سے بہت سے امیدوار شامل تھے۔ لیکن ضرورت صرف تین امیدواروں کی تین اسامیوں کے لئے تھی۔ آخران اعلیٰ ترین اسامیوں کے لئے جو تین خوش نصیب امیدوار کامیاب ہو کر منتخب ہوئے۔ ان میں دو مدراسی تھے۔ اور ایک پونچھ کا عبدالحمید خان تھا جس نے پونچھ جیسے چھوٹے

سے علاقہ کا نام آل انڈیا مقابلہ میں آکر تمام ہندوستان میں مشہور کر دیا۔
صاحب سکرٹری آف سٹیٹ یعنی وزیر ہند کی منظوری سے گورمنٹ ہند نے آپ کو امپریل فارسٹ سروس کالج ڈیرہ ڈون میں سرکاری وظیفہ پر ٹریننگ کے لئے بھیجا۔ ۱۹۳۱ء میں آپ ٹریننگ سے فارغ ہو کر صوبہ مدراس میں داس وقت آسام کے سوا اور کسی صوبہ میں کوئی جگہ خالی نہ تھی۔ اور آپ نے آسام کی نسبت مدراس کو ترجیح دی) اسسٹنٹ کنسرویٹر کی اسامی پر تعینات ہو گئے۔ اس وقت آپ پونے چھ سو روپے ماہوار لے رہے ہیں۔ سالانہ ترقی پچاس روپے ماہوار ہے۔ اور ۱۲۵۰ روپے کا گریڈ ہے۔ اور جب آپ سلیکشن گریڈ میں آجائیں گے تو تنخواہ ۱۵۰۰ روپے ہو جائیگی۔ اور سو روپیہ سالانہ ترقی پاتے ہوئے ۲۷۵۰ روپے تک پہنچ جائینگے
چونکہ آپ امپیریل سروس میں ہیں۔ اس لئے ہندوستان میں گورمنٹ ہند جہاں بھی چاہے آپ کو تبدیل کر سکتی ہے۔
آپ کی عمر اس وقت ۲۹ سال ہے۔ چونکہ ...الدین اور آپ کے برادر خورد پونچھ ہی میں رہتے ہیں۔ اسلئے آپ کی آمد و رفت پونچھ میں برابر جاری ہے۔

منہاس راجپوت

(منہاس کی وجہ تسمیہ۔ یہ قوم کہاں کہاں آباد ہے؟)

یہ خاندان جموال راجپوتوں کی ایک شاخ ہے۔ یہ شاخ جموال شاخ سے کب علیحدہ ہوئی۔ کس طرح علیحدہ ہوئی۔ منہاس ایک ہی شخص کی اولاد ہیں۔ یا مختلف زمانوں میں مختلف شخصوں کی ذریات ہیں۔ ان امور پر تاریخ راجپوتان پنجاب میں مفصل بحث درج ہے۔ ہم یہاں اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں

منہاس قوم کا سلسلہ راجہ جوگ راج یا جوگ راڈ یا جوگ رائے تک پونچتا ہے۔ جوگرسی نامہ کے مطابق راجہ جامبو لوچن بانی جموں کی ۶۲ ویں اور مصنفؔ گلاب نامہ کی تحریر کے مطابق ۵۸ ویں پشت میں تھا۔ راجہ جوگ راج کے دو بیٹے تھے۔ بڑا جو ولی عہد تھا۔ ملن ہنس یا من پرکاش تھا۔ یہ باپ کی زندگی ہی میں صاحب اولاد ہو کر انتقال کر گیا۔ اس لئے حکومت اس کے چھوٹے بھائی سورج ہنس کو ملی۔ جموں وکشمیر کے موجودہ فرمانروا مہاراجہ ہری سنگھ بہادر اسی سورج ہنس کی ۵۲ ویں اور پونچھ کے حکمران سری راجہ جگت دیو سنگھ جی ۴۶ ویں پشت میں ہیں۔

راجہ جوگ راج نے ملن ہنس کو جاگیر میں جو چند گاؤں دے رکھے تھے۔ اس کی اولاد نے اُس میں قلبہ رانی شروع کر دی۔ چونکہ خاندان جموال میں ہل چلانا منع ہے۔ اس لئے ملن ہنس کی اولاد کا نام منہاس ہو گیا۔ جس میں ملن ہنس اور منع کے دونوں لفظ شامل ہیں۔

خاندان جموال کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ منہاس قوم کی اصل گو ملن ہنس ہی سے نکلی ہے۔ لیکن یہ قوم مختلف وقتوں میں زراعت اور کھیتی باڑی کا کام اختیار کرنے سے منہاس کہلاتی رہی ہے۔ یعنی راجگان جموال کی جس اولاد نے ہل چلایا۔ وہی منہاس کے نام سے نامزد ہو گئی ملن ہنس کا زمانہ ننتہ ب کا بتایا جاتا ہے۔ اس حساب سے منہاس قوم کے وجود کو آج

لہ نام دیوان کرپا رام جو مہاراجہ سر رنبیر سنگھ بہادر آنجہانی کے وزیر اعظم تھے۔ اور نہایت عالم وفاضل اور گلزار کشمیر وگلاب نامہ کے مصنف تھے۔ دیوان امرناتھ سی آئی ای آنجہانی جو کہ راجہ پرتاپ سنگھ آنجہانی کے چیف منسٹر تھے۔ انہی کے فرزند تھے۔

۱۶۹۲ب میں سولہ سو سال کے قریب گذر چکے ہیں۔ ملن ہنس کی اولاد جموں کے علاوہ چپراڑ۔ بھت۔ پرگوال وغیرہ مقامات میں آباد ہے۔

منہاس کا دوسرا خاندان جسروٹیہ جموالون سے علیحدہ ہو کر موضع مالتی تحصیل سوہل میں آباد ہے۔

تیسرا خاندان راجہ سنگرام دیو لکھن پوریہ سے علیحدہ ہوا۔ وہ کانگڑہ اور گورداسپور کے اضلاع میں آباد ہے۔

چوتھا خاندان راجہ چک دیو کے دوسرے فرزند رام دیو سے ۱۲۳۶ب کے قریب علیحدہ ہوا۔ رام دیو کے دو بیٹے تھے۔ سنگھا دیو و جگو۔ ان دونوں کی اولاد سیالکوٹ۔ گورداسپور۔ جالندھر اور ہوشیارپور کے اضلاع میں آباد ہے۔ اور بلقب مہتہ مشہور ہے۔ بابو دیوی سنگھ جو پونچھ میں بعہد سر راجہ بلدیو سنگھ وزیر بھی رہ چکے ہیں۔ ہوشیارپور کے منہاس خاندان ہی سے تھے۔ رام دیو کے بڑے بھائی کا نام برج دیو تھا۔ جو ۱۲۳۶ب میں رائے پتھورا کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تھا۔ موجودہ فرمانروائے جموں و کشمیر مہاراجہ سر ہری سنگھ بہادر اسی برج دیو کی ۲۲ ویں پشت میں ہیں۔

پانچواں خاندان راجہ برج دیو کے دوسرے بیٹے رلمل دیو سے علیحدہ ہوتا ہے جو موضع سیمیل پور میں آباد ہے۔

راجہ نرسنگھ دیو خلف اول راجہ برج دیو کے تین فرزند تھے۔ راجہ ارجن دیو توراج کا مالک بنا۔ اس کے دوسرے دو بھائی سہدو و جنگھو دیو چھٹے منہاس خاندان کے بانی ہوئے۔ ان کی اولاد مواضعات سمہ۔ توپ۔ جنڈیالہ۔ سوہانجنہ میں آباد ہے۔ اس خاندان کی بنا ۱۳۵۵ب بیان کی جاتی ہے۔

منہاس راجپوتوں کا ساتواں خاندان حکمان دیو کلیان دیو سے شروع ہوتا

ہے۔ جو راجہ مالدیو (وفات ۱۴۵۲ء) کا چھوٹا بھائی اور راجہ ارجن دیو کا پوتا تھا۔ اس کی اولاد پلاوڑہ۔ چندر کوٹ۔ عاقل پور۔ کاستی گڑھ وغیرہ میں آباد ہے۔ جموں کا مشہور راجہ عجائب دیو جو عجب دیو کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اسی راجہ مالدیو کا پوتا تھا۔

پنجاب کے مختلف اضلاع اور کشمیر اور جموں اور پونچھ میں جس قدر منہاس خاندان ہیں۔ وہ سب انہی ساتوں خاندانوں سے نکلے ہیں۔ منہاس راجپوتوں میں مسلمانوں کی بھی معقول تعداد ہے۔ اور پنجاب میں انہوں نے دوسری اقوام کی طرح زندگی کے ہر شعبہ میں بہت کچھ ترقی کر لی ہے۔ چنانچہ مولوی حاجی محبوب عالم مرحوم بانی کارخانہ پیسہ اخبار لاہور اور مولوی محمد عبداللہ منہاس سابق ایڈیٹر مسلم راجپوت امرتسر۔ مولانا حفظ الرحمان حفظ العلوم لاہور والے اور کئی اور اصحاب منہاس شاخ ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ سپرنٹنڈنٹ زنانہ مدارس بمبئی۔ محترمہ زینت خاتون صاحبہ بی۔ اے (آپ کی چھوٹی بہن) ایڈیٹر اخبار خاتون بمبئی۔ مولانا محبوب عالم مرحوم کی صاحبزادیاں ہیں۔ اور منشی عبدالکریم آپکے برادر خورد ہیں۔

پونچھ کے مسلمان منہاس۔ پونچھ کے مسلمان منہاس راجپوتوں کے ہاں اب تک دستور قدیم کے مطابق پروہتوں کا رواج ہے۔ چنانچہ برہمنوں کی ایک شاخ جو کھجو رے برہمن کہلاتی ہے۔ منہاس قوم کی پروہت ہے۔ اور منہاس مسلمان ان پروہتوں کو مانتے اور اپنے قدیم رسم ورواج کے مطابق ان کی سیوا کرتے رہتے ہیں۔ علاقہ پونچھ میں سوئن کا موضع سموٹ منہاس قوم کا مرکز ہے۔ سموٹ میں ایک بڑی پتھر کی جس پر ٹیکہ کی رسم ادا کی جاتی تھی۔ اب تک موجود ہے۔

راجپوتوں کے چند ایک خاندان علاقہ پونچھ میں گو زمانہ قدیم سے بھی آباد چلے آتے ہیں۔ لیکن جموال خاندان اور ان کی بعض شاخوں کی آمد کا پتہ سکھ حکومت

اور ٹوڈگرہ حکومت ہی کے عہد میں ملتا ہے۔ اور انہی میں منہاس خاندان بھی شامل ہے۔

علاقہ سوہرن کے مندرجہ ذیل ۶ گاؤں میں منہاس قوم آباد ہے۔ سموٹ۔ پوٹھہ۔ سوہرن کوٹ۔ پسروٹ۔ گنڈی۔ ٹوڈگریاں۔ علاوہ ازیں پونچھ کے حسب ذیل مقامات میں بھی اس قوم کے افراد پائے جاتے ہیں۔ گلہوتہ۔ اڑی۔ دھار گلہون۔ پٹھانا تیر۔ دھرم سال۔ پونچھ شہر خاص۔ بلنوئی۔ چنڈک۔ پولس چھاڑ۔ مالدرہ۔ بنی۔ باغ اور تحصیل سدہنتی میں بھی مختلف مواضعات میں اس قوم کے افراد ملتے ہیں۔

ان میں بعض خاندان ایسے ہیں۔ جو اسلام قبول کرنے کے بعد شیخ کہلائے اور اکثر ایسے ہیں۔ جو مسلمان ہونے کے بعد بھی منہاس کے لقب ہی سے ملقب رہے

دیگر مقامات کی طرح پونچھ میں بھی یہ قوم زراعت پیشہ ہے۔ اس کے بعض افراد فوج اور پولیس میں ملازم ہیں۔ بعض محکمہ مال اور محکمہ کسٹم میں سرکاری خدمات ادا کر رہے ہیں۔ اس قوم کا ناطہ رشتہ بالعموم اپنی ہی قوم میں ہوتا ہے۔ اس قوم میں دوسری اقوام کے ساتھ خونی رشتہ کا تعلق بہت کم پایا جاتا ہے۔

راقم مؤلف کے اس استفسار کے جواب میں کہ پونچھ میں منہاس جموں کے کس مقام سے آئے ہیں۔ لعل محمد خان منہاس ساکن پولس تحصیل حویلی لکھتے ہیں: "ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے۔ کہ منہاس قوم جموں کے منضلہ مقامات پھلاوڑہ یا عقل پور کے مقامات سے آئی تھی"۔ ان مقامات کا صحیح نام پلاوڑہ و عاقل پور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پونچھ میں منہاسوں کی اکثریت راجہ مالدیو کے بھائی کلیان دیو کی اولاد سے ہے۔

گلہوتہ میں وزیر محمد خان منہاس کا خاندان بہت مشہور ہے بلخشی بہادر علی خان

محرر سار جنٹ پولیس سوڑن بھی مسلمان منہاسوں میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔
فیروز خان نمبردار سورنکوٹ۔ فقیر اللہ خان نمبردار ہمبروٹ۔ کمالا خان نمبردار ہمبروٹ۔ جلال الدین خان نمبردار گنڈی۔ کریم خان واسماعیل خان نمبردار ڈوگریاں منہاس برادری کے ممتاز افراد ہیں۔
موضع پولس میں صوبہ خان۔ قاضی نواب خان۔ غلام الدین خان۔ لعل دین خان اس وقت اس قوم کے سرکردہ ممبر ہیں۔ ان سب کے جد اعلیٰ میاں مانجی صاحب ساکن جندرولہ تھے۔ یہ موضع تحصیل حویلی میں واقعہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ مانجی صاحب اپنے وقت میں صاحب اقتدار رئیس تھے۔ قاضی نواب خان وصوبہ خان ان کی تیسری پشت میں ہیں۔ قاضی نواب خان دو گاؤں میں امامت بھی رکھتے ہیں۔ لعل دین خان مانجی صاحب کی چوتھی پشت میں ہے
موضع چھاتڑ میں حوالدار میجر منشی عطا محمد خان کے علاوہ میاں سائیں خان شیرہ خان ملازم پلٹن پونچھ اور فتحو خان بھی منہاس برادری میں ہیں۔
بنی۔ عالدرہ۔ چھتر تحصیل باغ میں دوربازخان۔ عمراج خان اور شیر علی خان اپنی قوم کے معتمد تصور کئے جاتے ہیں۔ چوکیاں نیریاں تحصیل سہنتی میں سردار برخوردار خان صاحب رسوخ وصاحب جائیداد ہیں۔ ان کے والد مرحوم ڈپٹی انسپکٹر پولیس تھے۔ علاوہ ازیں منہاس برادری میں اصحاب ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ غلام علی خان۔ مصاحب علی خان۔ سید علی خان ملازمان پولیس لعل دین خان۔ ابراہیم خان ملازمان فوج جموں وکشمیر۔ منشی غلام محمد خان اول مدرس مدرسہ تاہی محمد بخش خان وغلام حیدر خان پسران سردار فتح شیر خان جمعدار کسٹم پونچھ۔
پونچھ میں منہاس راجپوتوں کی آبادی ایک ہزار نفوس سے زیادہ بتائی جاتی

ہے۔ اس قوم میں بارہ تیرہ نمبردار موجود ہیں۔ پرائمری پاس تو کئی طلباء ہیں۔ مڈل پاس بھی ہیں۔ اور اب انٹرنس میں بھی چند ایک پڑھ رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ منہاس راجپوتوں میں تعلیمی بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ چند منہاس خاندانوں کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

خاندان سائیں غلام مرتضیٰ منہاس۔ اس خاندان کے حالات مرسولہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے ایک بزرگ جو مغل بادشاہوں کے زمانہ عروج میں مسلمان ہوئے تھے۔ دہلی۔ سیالکوٹ۔ جموں۔ راجوری وغیرہ مقامات سے ہوتے ہوئے قلمرو جموں کے موضع لگنی (تحصیل کوٹلی) میں آئے۔ کوٹلی۔ پونچھ اور بعض اور مقامات میں ان کی اولاد پھیلی ہوئی ہے۔ ان کے فرزند میاں خواجیال کے تین بیٹے تھے۔ میاں دولت۔ میاں پیروز۔ میاں جانو۔ پیروز و جانو کی اولاد موضع چھاوڑا تحصیل سدہنتی (پونچھ) میں آباد ہے۔ میاں دولت کے فرزند کا نام ملک سجن خان ہے۔ یہیں سے ملک کا لفظ اس خاندان کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اس خاندان کا بیان ہے کہ خاندان گکھڑ کے کسی رئیس نے بطور خوشنودیٔ مزاج میاں سجن خان کو ملک کا خطاب عطا کیا تھا۔ اسی سجن خان کی اولاد تحصیل کوٹلی کے مواضعات لگنی دکلھار اور تحصیل خاص پونچھ کے مواضعات مدارپور اور تحصیل مہنڈر کے موضع تاہی اور تحصیل سدہنتی کے موضع دوارانڈی اور کئی اور مواضعات میں پھیلی ہوئی ہے۔

یہ خاندان اپنے شجرے کے رو سے منہاس[1] راجپوتوں سے ملتا ہے۔ اور

---

[1] سنہ ۱۹۶۱ بکرمی کی ایک کھتونی اراضی معافی بلہ چیز نمبر کھیوٹ ۶۲ کی ایک نقل راجہ بلدیو سنگھ کے زمانہ کی راقم نے بھی دیکھی ہے۔ جسمیں سائیں روڈا ولد سائیں جنگی قوم منہاس درج ہے۔ اور لکھا ہے یہ اراضی بنام سائیں روڈا منہاس ساکن دوارانڈی تا دوام واگذار ہے۔

سائیں غلام مرتضیٰ جو مدار پور، دوارانڈی کے نمبردار اور سجادہ نشین بھی ہیں۔ اپنے نومسلم بزرگ کی پندرھویں پشت میں ہیں۔ ملک سجن خان کی دسویں پشت میں بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ ملک حیدر خان اس خاندان میں ایک نامور شخص ہوا ہے۔ جو مہاراجہ کی فوج میں ملازم تھے۔ ان کے متعلق اس خاندان میں بروایت مشہور چلی آتی ہے۔ کہ وہ کسی باطنی اشارہ سے فوجی ملازمت ترک کر کے سلطان مست سجادہ نشین گدی پیر محمدؒ سچیار رح کے پاس ضلع گجرات پنجاب کے مقام نوشہرہ میں جو کڑیانوالہ کے متصل ہے آ گئے۔ پیر محمدؒ سچیار نوشاہی قادری سلسلہ کے بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ اس زمانہ میں ملک حیدر خان جو سلطان مست سے بیعت حاصل کر کے اب سائیں حیدر شاہ ہو گئے تھے تحصیل کوٹلی کے موضع ککرہار میں رہا کرتے تھے۔ اب مرشد کے حکم سے وہ تحصیل سدھنتی کے موضع دوارانڈی واقعہ بھگوائی میں چلے آئے۔ یہاں بصلہ خدمات ٹانڈہ رقبہ بھگوائی میں آپ کو کاردار پونچھ نے ایک سند ۲۸ اسوج سنہ ۱۸۹۶ب کے رُو سے کچھ رقبہ عطا کیا۔ جس کی تعداد سائیں غلام مرتضیٰ کی تحریر کے بموجب ۴۰ کنال ۱۲ مرلہ ہے۔

آپ کے فرزند سائیں صندل شاہ کے ساتھ راجہ موتی سنگھ اور ان کے بعد راجہ بلدیو سنگھ نے بھی مراعات خسروانہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ چنانچہ موضع دوارانڈی (تحصیل سدھنتی) کا ایک طویل رقبہ اور موضع مدار پور تحصیل حویلی کی معافی جو بالمقطع سوا سو روپیہ کی ہے۔ انہی کے زمانہ کے عطایات ہیں۔ بلکہ دوارانڈی میں دو بیگہ زمین کا عطیہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ سے ہے۔ جیسا کہ سند کی تاریخ ۱۰ ارجیت سنہ ۱۸۹۶ب سے ظاہر ہوتا ہے۔ جبکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ ابھی زندہ تھے۔

مدار پور کی گدی دراصل خاندان مدار پیر صاحب قادری سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ معافی راجہ رستم خان کے زمانہ سے بدستور چلی آتی ہے۔ ان کے جانشین

اس معافی کو بحال و برقرار رکھتے آئے ہیں۔ یہ مزار جو سائیں قمر علی شاہ کا بیان کیا جاتا ہے۔ ملک سجن ہی کی اولاد کی ایک شاخ کے قبضہ میں تھا۔ ۱۹۵۶ءب اور ۱۹۶۲ءب میں بزمانہ راجہ بلدیو سنگھ یہ معافی سائیں روڑا ولد سائیں جنگی کے نام پر تھی۔ جو ملک سجن کی بارھویں پشت میں تھا۔ راجہ سکھدیو سنگھ کے زمانہ میں راجہ صاحب کے ارشاد ۹ پھاگن ۱۹۸۱ءب کے مطابق یہ معافی سائیں نواب علی شاہ کی بجائے سائیں غلام مرتضیٰ[1] کے نام پر منظور ہوئی۔ اس سالم گاؤں کی رقم معافی سوا سو روپیہ ہے۔ جس میں چھتیس روپے بالمقطع نذرانہ دینا پڑتا ہے۔

سائیں صندل شاہ کے چار صاحبزادے ہیں (۱) غلام مرتضیٰ جو سجادہ نشین بھی ہیں اور نمبردار بھی (۲) سائیں غلام محی الدین (۳) سائیں حیدر علی (۴) سائیں عزیز الدین۔

ملک سجن خاں۔ میاں ہیرو۔ میاں جانو کی اولاد و ذریات کثرت سے ہے۔ اس برادری کے چند گھر موضع چک لالہ تحصیل راولپنڈی میں بھی بیان کیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے رشتے ناطے آپس ہی میں ہوتے ہیں۔ ان کا عام پیشہ زمینداری ہے۔ کچھ ملازمت میں بھی ہیں۔ ان میں درس تدریس کا بھی کچھ نہ کچھ چرچا ہے۔

منشی غلام محمد خان منہاس سکنہ تاہی - اسی خاندان میں جس کے مورث اعلیٰ پونچھ میں سائیں حیدر شاہ گذرے ہیں۔ غریب خاں نام ایک بزرگ بھی تھے۔ غریب خاں کے ایک فرزند کا نام فتح شیر خاں تھا۔ اس کے چار فرزند ہیں۔ محمد خاں

[1] آپ کے دو فرزند ہیں (۱) سائیں نور حسین (۲) سائیں غلام حسین۔

منشی حیدر خاں۔ غلام محمد خاں۔ اور سید محمد خاں۔ اوّل الذکر کے دو فرزند فیروز دین خاں و فیض محمد خاں ہیں۔ فیروز دین خاں خواندہ ہے۔ اور فیض محمد خاں زیر تعلیم ہے منشی حیدر خاں کے بھی دو فرزند ہیں۔ منشی علی محمد خاں جو محکمہ مال میں پٹواری ہے اور یعقوب خاں جو ابھی خورد سال ہے۔ منشی غلام محمد خاں جن کی عمر اس وقت ۴۳ سال ہے ۱۹۴۷ء سے محکمہ تعلیم میں ملازم ہیں۔ اور اچھے منشی ہیں۔ تاہتی کے سکول میں مدرس ہیں۔ اور لوگ آپ کے اخلاق سے بہت خوش ہیں۔ آپ کے فرزند کا نام عطا حسین خاں ہے۔ اور وہ چھٹی جماعت میں زیر تعلیم ہے۔ منشی سید محمد خاں ۱۹۶۹ء سے محکمہ کسٹم میں ملازم ہیں۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ محمد شفیع خاں۔ جو زیر تعلیم ہے۔ اور منظور احمد خاں جو ابھی خورد سال ہے۔

اس خاندان میں جو قابل ذکر افراد ہیں۔ ان کے نام حسب ذیل بتائے گئے ہیں۔

(۱) علاقہ پونچھ۔ ملک فیروز حسن خان نمبردار تیتری نوٹ۔ ملک بگا خان نمبردار تیتری نوٹ ڈنڈ چوہا ناڑ۔ ملک فرمان علی خان ماسٹر تیتری نوٹ۔ ملک بقا محمد خان سکنہ تیتری نوٹ فوجی کلرک علاقہ انگریزی۔ ملک رحمت درستم علی خان سربراہ نمبردار تیتری نوٹ ونڈ چوہا ناڑ۔ ملک فقیر خان نمبردار موضع بنپت۔ ملک جن علیخان نمبردار بنپت۔ سائیں نور حسین موضع دوارا ندی۔ سائیں غلام محی الدین دوارا ندی برادر حقیقی سائیں غلام مرتضیٰ سجادہ نشین۔ ملک فدا محمد خان نمبردار موضع کنکوٹ تحصیل حویلی۔ ملک فیروز خاں نمبردار موضع کینی تحصیل مہنڈر۔ ملک ولی محمد خان داروغہ سکنہ تیتری نوٹ۔ حوالدار حبیبا خان سکنہ خاص پونچھ۔ ماسٹر بیندا خان موضع گگلیور تحصیل حویلی۔ . . . . ملک بہادر خان جمعدار سکنہ سلوتری تحصیل حویلی۔ ملک سید محمد خان حوالدار سکنہ تاہی۔

میاں نواب خان سکنہ پولس گگوٹنہ حویلی۔ کمالا خان وصوبہ خان ساکنان پولس۔ ملک فیض طلب خان وملک شان محمدؐ خان ساکنان چھاوڑ۔ ملک غلام حسین سکنہ گنڈی علاقہ سہرن۔ ملک عطا محمدؐ خان نمبردار موضع تاہی۔ ملک شاہ ولی خان سکنہ سہر گگوٹنہ۔ ملک اللہ دتا خان سکنہ دوارانڈی۔ ملک حیدر علیخان چوہانار واقعہ تیتری نوٹ۔ ملک فتح محمدؐ خان سکنہ سہر گگوٹہ۔ بیر محمدؐ خان سکنہ بلنوئی تحصیل مہنڈر۔

(۲) تحصیل کوٹلی جموں۔ ملک پیندا خان نمبردار سکنہ کلہار۔ ملک پھولا خان نمبردار سکنہ لکنی۔ ملک فیروز خان نمبردار لکنی۔ ملک اللہ دتا خان نمبردار موضع ٹینڈا۔ ملک علی اکبر خان نمبردار ڈھیری۔ ملک حیدر علی خان نمبردار شکیالی۔ ملک پیندا خان نمبردار ریل۔ ملک خان محمدؐ خان نمبردار کھوڑا۔ ملک متہ خان نمبردار فگورائی۔ ملک حیدر علی خان نمبردار و مشہور سفید پوش موضع فگورائی۔ ملک بہادر علی خان سفید پوش ٹینڈا۔ ملک پہلوان خان پٹواری سکنہ ڈھیری ملک بہادر علی خان سفید پوش سکنہ ڈھیری۔ ملک قاسم خان سکنہ اشکیالی۔ ملک فقیر خان نمبردار موضع پلگ۔

خاندان سردار غلام حسین خان منہاس۔ آپ سموٹ کے نمبردار ہیں اور بہت بڑی حیثیت کے مالک ہیں ۱۹۳۲ء میں کشمیر وجموں کی شورش کا اثر حدود پونچھ میں بھی جا پہنچا تھا۔ آپ نے شورش وفساد کو مٹانے میں نمایاں حصہ لیا۔ حکومت نے خوشنودیئے مزاج کی سندات دے کر آپ کی خدمات کا اعتراف کیا۔ آپ کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ محمدؐ اشرف خان محمدؐ سرور خان۔ طالبعلم ہائی سکول۔ نذیر احمد خان۔ محمدؐ حفیظ خان۔

خاندان سردار شہادا خان منہاس۔ اس خاندان کا بزرگ میاں پٹھا بیان

منشی فیروز الدین منہاس راجپوت آف اڑی بھینڈ (پونچھ کشمیر)

کہا جاتا ہے۔ جس نے اپنی شاخ میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا۔ سردار شہادا خان جو موضع اڑی تحصیل مہنڈر کے سرکردہ، صاحب رسوخ اور متمول راجپوت منہاس ہیں۔ میاں چیتا کی چھٹی پشت میں ہیں۔ اس خاندان کی آمد پونچھ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ (حکومت کشمیر ۱۸۱۹ء) سے شروع ہوتی ہے۔ میاں چیتا کے بیٹے کا نام میاں منٹھا تھا۔ میاں منٹھا کے دو فرزند تھے۔ گل محمد خان و بلند خان۔ گل محمد خان کی اولاد مواضعات سورنکوٹ۔ سیہوٹ۔ پھروٹ۔ ڈوگرے میں آباد ہے۔ بلند خان موضع ڈھنڈک تحصیل مہنڈر میں جا کر آباد ہو گیا۔ پھر ان دونوں کی اولاد در اولاد مختلف دیہات میں پھیلی۔ سردار شہادا خان کے والد گاموں خان چار بھائی تھے۔ سیف علیخان و علی بخش لاولد رہے حسن علی خان کا فرزند بیرو خان اور اس کا باغ علی خان موجود ہے سردار شہادا خان کے تین فرزند ہیں منشی فیروز الدین خان جو تحصیل مہنڈر میں پٹواری ہے۔ کالا خان کاروبار زراعت میں مصروف ہے۔ سب سے چھوٹا محمد خان پونچھ کے اسلامیہ ہائی سکول کی جماعت دہم میں تعلیم پا رہا ہے۔

منہاس خاندان کلالی۔ جموں کی تحصیل سامبہ کے ایک موضع شیخو پورہ وڑ میں منہاس راجپوتوں کے ایک خاندان کا سرکردہ میاں مکند سنگھ تھا۔ اس کے پوتے میاں جریا نے بزمانہ مہاراجہ گلاب سنگھ اسلام قبول کر لیا۔ اور جب راجہ موتی سنگھ بزمانہ ناگے پونچھ ہو کر پونچھ آئے۔ تو میاں جریا بھی پلاوڑہ سے پونچھ چلا آیا۔ اس کے تین فرزند ہیں اور اس وقت تینوں زندہ ہیں۔ نام حسب ذیل ہیں۔ میاں نواب۔ میاں غلام دین میاں لعل محمد۔ سب صاحب اولاد ہیں۔ میاں غلام دین کے فرزندوں کے نام عبدالکریم و عبدالرحیم ہیں۔

میاں جریا راجہ موتی سنگھ کی ملازمت کے بعد راجہ سربلدیو سنگھ کی ملازمت میں رہا۔ اور ایک قطعہ زمین اور کچھ انعام لیکر ملازمت سے ریٹائر ہو گیا۔ رسالہ سید سلیمان اللہ شاہ شیرازی میں موضع کلالی پونچھ

ملک منہاس

اس قوم کے لوگ تحصیل کوٹلی (جموں) اور پونچھ کی تحصیل مہنڈر کے مواضعات ڈبسی۔ پٹھانا تنیر۔ اڑی۔ گنڈی علاقہ سوہرن۔ بھگواڑی۔ لکنی۔ دھنماں۔ لنگالی گوئی۔ لیٹری۔ چوئی ناڑ۔ چکڑالی۔ چار کوٹ وغیرہ میں کثیر تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اس قوم کے افراد کا بیان ہے کہ وہ راجپوت منہاس ہیں۔ ان کا ایک بزرگ زمانہ قدیم میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اسی کی اولاد جو ملک منہاس کے نام سے موسوم ہے۔ مندرجہ صدر مواضعات میں آباد ہے۔

"تاریخ اقوام کشمیر" میں ملک قوم اور ملک لفظ کی بحث پر کئی صفحات لکھے جا چکے ہیں۔ اور ان میں بہ دلائل قاطع ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ ملک ایک معزز خطاب ہے۔ کسی خاص قوم کا نام نہیں جس شخص کو خواہ وہ راجپوت تھا یا افغان ہندو تھا۔ یا مسلمان۔ جب ملک کا خطاب ملا۔ تو اس کی اولاد بھی ملک ہی کہلانے لگی۔ چنانچہ ہندوؤں میں بھی ملک موجود ہیں۔ اور مسلمانوں میں بھی بندوبست کے کاغذات میں یہ قوم ملک ہی کے نام سے درج ہے۔

یہ قوم خالص زراعت پیشہ ہے۔ کوٹلی کے مواضعات دھنماں و بھگواڑی میں اس کی نمبرداری بھی ملک قوم کے نام سے چلی آتی ہے۔ ان کے رشتے ناطے اپنی برادری ہی میں ہوتے ہیں۔ اس قوم کی تعلیمی حالت بہت ناقص اور ردّی ہے۔ قریباً سب لوگ ناخواندہ محض ہیں۔ ایک شخص الٰہی بخش پرائمری پاس ہے۔ سید محمد ملک پلٹن سرکار انگلشیہ سے پنشن پا رہا ہے۔

اس قوم میں افرادِ ذیل قابل ذکر بتائے جاتے ہیں۔ بہادل۔ فضل۔ بیرولی۔ فرزندان قادربخش۔ فیروز۔ سیدا۔ باغ علی۔ دہاب دین۔ غلام محمد۔ نواب و راجولی عرف راجو چوکیدار۔ راجولی عرف راجو چوکیدار کے متعلق ایک واقف کار نے مندرجہ ذیل چند سطور ارسال کی ہیں۔ جو دلچسپ سمجھ کر درج کی جاتی ہیں" یہ شخص چوکیدار دیہہ ہونے کے باوجود سورت مزمل کا عامل۔ جڑی بوٹی کا ماہر۔ صوم وصلوٰت کا پابند۔ شب بیدار اور تہجد گزار ہے۔ بیمار بچوں کو گھٹی دیتا ہے اللہ شفا بخشتا ہے۔ درد شقیقہ۔ تپ چوتھا اور باری کے بخار کو چھو منتر سے کافور کرتا ہے۔ انتظامی قابلیت کا یہ عالم ہے کہ مہتمم بندوبست تک کے کیمپ کا تن تنہا انتظام کرتا ہے۔" اللہ دتا اور محمد شبیر اس کے دو فرزند ہیں۔ اس کا ایک بھتیجہ نواب علی ولد علی بخش تجارت کا کام کرتا ہے۔

ڈبسی میں ملک منہاسوں سے ۳۰-۳۲ گھر ہیں۔ اور یہ سب لکھو خان کی اولاد سے ہیں۔ لکھو خان۔ جیا خان۔ کمال خان تین بھائی تھے۔ جو اس خاندان کے سب سے پہلے نومسلم کی دسویں پشت میں بیان کئے جاتے ہیں۔ سب بھائیوں کی اولاد مختلف دیہات میں آباد مگر تعلیم کی نعمت سے محروم ہے۔

منیال راجپوت

سنہ عیسوی (۱۹۴۷ء) کے مطابق قریباً ساڑھے سات سو اور سنہ ہجری (۱۳۶۶ھ) کے مطابق پونے آٹھ سو سال کا عرصہ گزرا ہے۔ کہ راجوری کے تخت پر ایک ہندو راجپوت راجہ امناپال نام امن وامان سے حکومت کررہا تھا۔ اس کی قوم اس کے نام کے دوسرے لفظ کا جزو تھی۔ یعنی اس کی قوم پال تھی۔ جو راجپوت اقوام کی ایک شاخ ہے۔ امناپال کا خاندان چند پشتوں

سے راجوری کا حکمران تھا۔ اور یہ اس خاندان کا آخری راجہ تھا۔

اسی زمانہ میں راجہ جیسر راؤ بانیٔ قوم جرال کی اولاد سے راجہ نورالدین خان خلف راجہ شیر افگن خان نومسلم عرف راجہ صاحب سینہ افغان حملہ آوروں کی متواتر یورشوں کے خوف سے اپنا مال و ملک چھوڑ کر اپنے اہل و عیال اور ایک مختصر سی جماعت کو لے کر کوہستان راجور میں آیا۔

راجہ اناپال نے شاہانہ طریق پر اس کی خاطر تواضع کی۔ راجہ نورالدین خان نے اس کے ملک اور اہل ملک سے واقفیت اور راجہ سے دوستانہ میل ملاقات پیدا کر کے راجور کے تخت کے لئے قسمت آزمائی شروع کی۔ اور آخر ایک دن موقع پا کر رات کو جبکہ راجہ اس کے حملہ سے بے خبر اور لاعلم تھا۔ بلکہ اس کو نورالدین خان سے اس بات کی توقع ہی نہ تھی۔ اس نے راجہ پر حملہ کیا۔ اور اس کو گرفتار کر کے خود راجور کا راجہ بن گیا۔ اناپال کے خاندان کے ممبر اور اس کے ہمراہی کچھ بھاگ گئے۔ کچھ تباہ ہو گئے۔ کچھ تلوار کے گھاٹ اتر گئے۔ اور کچھ مطیع ہو گئے۔ یہ واقعہ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ سنہ ۱۱۹۴ء مطابق سنہ ۵۹۰ھ کا ہے۔[1]

علاقہ بودھل تحصیل راجوری کا سردار ٹھکر نامدار خان جو آج سے قریباً سوا سو سال پیشتر زندہ تھا۔ اور جس کا ذکر تاریخوں میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی جنگ کشمیر کے سلسلہ میں آتا ہے۔ اناپال ہی کی اولاد میں تھا۔

راجہ اناپال کے عزیز اور رشتہ دار اس افراتفری کے زمانہ میں علاقہ راجوری کے مختلف مقامات ہٹی دھڑہ۔ بودھل اور تحصیل کوٹلی کے موضع مجھوال اور پونچھ کے علاقہ تھکیالہ وغیرہ تک جان چھپاتے پھرے۔

[1] تاریخ راجگان راجور مصنفہ ۵ ص ۱۵ مطبوعہ سنہ ۱۸۱۹ء

منہال قوم کی تحریر کے مطابق علاقہ راجوری کے ایک بزرگ حضرت دودھ حقانی کی بدولت جہاں اور کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ وہاں امناپال کی ساتویں پشت کا ایک شخص بھی مسلمان ہو گیا۔ اور نام اُس کا دین محمدؐ رکھا گیا۔ اسی دین محمدؐ کا بیٹا فتح محمدؐ اُس زمانہ میں جب علاقہ تھکیالہ پڑاوہ میں تھکیال راجپوتوں کا بڑا زور اور اقتدار تھا۔ موہڑہ میں آکر مقیم ہو گیا۔ چونکہ وہ اپنے آپ کو امناپال کی اولاد سے بتاتا تھا۔ اس لئے عوام میں وہ فتح محمدؐ منہال کے نام سے مشہور رہا۔ اور اسی نام سے اس کی اولاد بھی مشہور ہو گئی۔

موہڑہ میں اس برادری کے صرف چھ ہی گھر ہیں۔ اور اپنے علاقہ میں وہ ملک کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ملک کا لفظ ان کے نام کا جزو کیوں ہوا اور کب ہوا؟ شاید یہ لفظ منہال سے نکلا ہو۔ آگرہ (ہندوستان) کے نزدیک ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ملکانے راجپوت آباد ہیں۔ ان میں ہندو بھی ہیں مسلمان بھی۔ ان ملکانوں کی اصلیت بھی دراصل ملک ہی بتائی جاتی ہے۔ اسی طرح الفاظ ایک دوسرے سے نکلتے اور مختلف شکلیں اختیار کرتے رہتے ہیں۔ لفظوں کی سرگذشت بھی ایک عجیب دلچسپ مضمون ہے۔ ممکن ہے کسی نے احترام کے طور پر ان کے کسی بزرگ کو ملک کہہ دیا ہو۔ اور پھر سلسلہ چل پڑا ہو۔ جیسا کہ چند سال ہوئے کشمیر میں ایک صاحب جو کواپریٹو سوسائٹیز میں ایک معزز عہدہ پر ملازم تھے۔ آغا صاحب کہلاتے تھے۔ حالانکہ "آغائی" سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا۔ اب انہی کے نام پر ان کی اولاد بھی آغا صاحب کہلاتی ہے یہ قوم بندوبست میں بھی ملک کے نام ہی سے درج ہے۔ اور سب زراعت پیشہ ہے۔ ان کی زمینیں زرخیز بیان کی جاتی ہیں۔ تھکیال۔ گگھڑ۔ منہاس اور کلوترہ خاندانوں سے جو سب کے سب راجپوت ہیں۔ ان کی رشتہ داریاں ہیں۔

سوہڑہ کے منہیالوں میں کرماں خان ۔ دیوان خان ۔ عباس خان ۔ میٹھو خان ۔ فرماناخان ۔ کلا خان کا نام بھی لیا جاتا ہے ۔

اسی برادری میں سائیں بہادر علی سلسلہ نقشبندیہ کا ایک صوفی درویش خاص طور پر مشہور ہے ۔ نوشاہی فقیروں کی طرح وہ گیسو دراز ہے ۔ اُس کے تعویذ اپنے علاقہ میں خوب چلتے ہیں ۔ تھکیالہ کی سرکردہ اقوام تھکیالوں اور ڈومالوں میں بھی وہ ایک بزرگ ہستی سمجھا جاتا ہے ۔ سائیں بہادر علی کی اراضیات علاقہ سوہڑن کے موضع گونتھل میں بھی ہیں ۔ سائیں بہادر علی کے تین فرزند ہیں ۔ ایک موضع گونتھل کی اراضیات پر رہتا ہے ۔ نام اس کا سید محمدؐ ہے ۔ ایک ریلوے سٹیشن فریدکوٹ پر ریلوے ملازم ہے ۔ نام اس کا شاہ محمدؐ ہے ۔ ایک کا نام دوست محمدؐ ہے ۔ وہ ریلوے جنرل اسٹور لاہور میں ملازم ہے ۔

سائیں بہادر علی کے دو چچا زاد بھائی فقیر محمدؐ و سخی محمدؐ بھی ریلوے کارخانہ لاہور میں ملازم ہیں ۔

گکھڑ قوم اور اس کی شاخیں

گکھڑ قوم کے تاریخی حالات

گکھڑوں کا کچھ حال "تاریخ اقوام کشمیر" میں کشمیر کی مسلمان راجپوت اقوام کے سلسلہ میں لکھا جا چکا ہے ۔ اس کتاب کی تصنیف کے بعد سر لیپل گریفن کی مشہور کتاب پنجاب چیفس نظر سے گذری ۔ جس میں گکھڑوں کا اپنی قوم کے متعلق اپنا بیان درج ہے ۔ گکھڑ کہتے ہیں ۔ "ہم سلطان گوہر کی اولاد سے ہیں ۔ جو اصفہان واقع ایران میں تھا ۔ اس کے ایک بیٹے کی نسل سات پشت تک تخت پر حکمران رہی ۔

سلطان کیقباد جو گوہر سے نانویں پشت میں تھا۔ منور خاں بادشاہ کشمیر کو لے گیا اور اپنے بیٹے فرخ کی شادی اُس کی لڑکی سے کر دی۔ تیرہ پشت تک گکھڑ کشمیر پر قابض رہے۔ آخری فرمانروا سلطان رستم گکھڑ کے زمانہ میں کشمیریوں نے سرکش ہوکر رستم کو قتل کر دیا۔ اور اس کا بیٹا سلطان قابل خان سبکتگین کے پاس غزنی میں بھاگ گیا۔"

گکھڑوں کے اس خود ساختہ بیان کے بعد سر لیپل گریفن خود ہی اس کی تردید کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ "گکھڑوں کی ابتدا کا حال جیسا انہوں نے بیان کیا۔ لکھ دیا گیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بالکل جھوٹ ہے" سر لیپل گریفن یہ بھی لکھتے ہیں یہ "اس بات کا ثبوت کہ گکھڑ تبت اور کشمیر پر قابض رہے بہت مشکل ہے البتہ یہ بات صحیح ہے۔ کہ انہوں نے کشمیر پر بہت اوائل زمانہ میں تاخت کی تھی۔ اور ان کے نشانات اب بھی اس ملک کے شمال مغرب میں پائے جاتے ہیں۔ البتہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ گکھڑوں نے وہاں جم کر کبھی حکومت کی ہے"۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ گکھڑوں کی تاخت کشمیر بھی تصریح طلب ہے۔ سلطان سکندر بت شکن بادشاہ کے دونوں فرزند سلطان علی شاہ اور شہزادہ شاہی خان جو بعد میں سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ کے نام سے کشمیر کا ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ شاہی خان نے پنجاب آکر جسرت گکھڑ سے مدد مانگی چنانچہ

سلہ گکھڑوں کے بیان کے مطابق کشمیر پر مندرجہ ذیل گکھڑ بادشاہوں نے یکے بعد دیگرے حکومت کی ہے۔ فرخ امیر۔ میرداد۔ خیر الدین۔ گوہر گنج۔ نور الدین۔ مراد بختیار۔ عالم۔ ہمند۔ محراب۔ رستم۔ رستم کا زمانہ ۹۸۷ء کا بتایا جاتا ہے۔ لیکن نہ یہ نام صحیح ہیں۔ اور نہ گکھڑوں نے کبھی مستقل طور پر اور اس قدر طویل زمانہ تک کشمیر میں حکومت کی ہے۔

ایک خونریز لڑائی کے بعد شاہی خان اپنے بھائی علی خان کو گرفتار کر کے کشمیر کا بادشاہ ہو گیا۔ اسی موقعہ پر جسرتؒ اپنی قوم کے ہمراہ سب سے پہلی مرتبہ کشمیر میں داخل ہوا

گکھڑوں نے کشمیر کے گکھڑ بادشاہوں کے جو نام بتائے ہیں۔ ان میں بعض نام خالص اسلامی ہیں۔ مثلاً خیر الدین۔ نور الدین۔ یہ سب نام سبکتگین کے زمانہ کے اور اس سے پیشتر کے ہیں۔ حالانکہ تاریخ فرشتہ اور طبقات اکبری وغیرہ تمام تاریخیں لکھتی ہیں۔ کہ گکھڑ سلطان سبکتگین کے فرزند سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں بھی بت پرست تھے۔ بلکہ جب محمود نے راجہ جیپال پر حملہ کیا ہے تو گکھڑ اس کے مددگاروں میں تھے۔ یہ ۱۰۰۸ء کا ذکر ہے۔ گکھڑ غزنوی خاندان کے خاتمہ کے بعد سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں مسلمان ہوئے ہیں۔ اور اس کا مفصل ذکر تاریخ فرشتہ اور تاریخ اقوام کشمیر میں موجود ہے۔

گکھڑوں نے منور خان کو بادشاہ کشمیر بتایا ہے۔ اور گکھڑ بادشاہ سلطان کعب کے فرزند فرخ امیر کی شادی منور خان کی لڑکی سے بتائی ہے مورخین ماسبق کی تحقیقات اور راقم مؤلف کی تاریخی چھان بین سے جس طرح کشمیر میں کوئی گکھڑ بادشاہ نہیں ہوا اور نہ کسی سلطان کعب گکھڑ نے کشمیر کو فتح کیا ہے۔ اسی طرح کشمیر میں کوئی بادشاہ منور خان کے نام سے نہیں ہوا۔ اور نہ اس کی کسی لڑکی سے کسی فرخ امیر کی شادی ہوئی ہے۔ بلکہ گکھڑ جس زمانہ میں سلطان کعب اور اس کے فرزند فرخ امیر کا خیالی وجود بتاتے ہیں۔ اس

ؒ شیخا اور جسرت دو بھائی تھے۔ شیخا کو تو تیمور نے قتل کر دیا تھا۔ اور جسرت کا نام ۱۴۴۲ء تک فرشتہ اور طبقات اکبری اور دوسری تاریخوں میں زندہ نظر آتا ہے۔

زمانہ میں کشمیر میں راجگان ہنود کی حکومت تھی۔ اور اس کے بہت عرصہ کے بعد ۱۳۲۵ء میں کشمیر میں اسلام کا نام نظر آتا ہے۔

گکھڑ فی الواقعہ ایک بہادر۔ شجاع۔ جوانمرد۔ مدبر اور زمانہ شخص قوم رہی ہے۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے وہ اپنی ہمعصر اقوام آوآن۔ گوجر۔ جنجوعہ وغیرہ پر ہمیشہ کامیاب رہی۔ اور ہر چند کہ گکھڑ رئیسوں میں رقابت اور چشمک بلکہ باقاعدہ جنگ رہتی تھی۔ لیکن بیرونی دشمن کے مقابلہ میں یہ قوم ہمیشہ کسی ملبر اور شجاع رئیس کو اپنا سر کردہ بنالیا کرتی تھی۔ اور یہ تدبیر اور اتفاق ان کی باعزت بقا کا باعث تھا۔ گکھڑوں میں سلطان گکھڑ خان کے علاوہ جس کے نام پر یہ قوم مشہور ہے۔ سلطان جسرت۔ شیخ گکھڑ۔ تاتار خان۔ سلطان آدم خان۔ سلطان سارنگ خان بڑے نامور رئیس اور آزاد حکمران گذرے ہیں۔

گکھڑوں کا آخری آزاد رئیس سلطان مقرب خان تھا جس کی حکومت گجرات بھمبر سے لے کر اٹک تک پھیلی ہوئی تھی۔ ۱۷۶۵ء میں احمد شاہ ابدالی کے لاہور سے جانے کے بعد سردار گوجر سنگھ بھنگی نے جو لاہور کا احد الحاکم تھا۔ مقرب خان کو ایک خونریز جنگ میں شکست دی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ گکھڑوں کے حکمران خاندان کی یہ حالت ہو گئی کہ ۱۸۲۶ء میں وہ ایک معمولی زمیندار خاندان تصور کیا جاتا تھا۔ پنجاب کے اضلاع جہلم۔ راولپنڈی ہزارہ میں اب بھی گکھڑ نامور خاندان موجود ہیں۔ سر لیپل گریفن لکھتے ہیں۔ بہت سے مصائب اور بہت سے انقلابات دیکھنے کے باوجود گکھڑ اب بھی ویسے ہی بہادر اور معزز ہیں۔ جیسے اپنی حکمرانی کے وقت تھے

گکھڑ قوم کی اب بہت سی شاخیں ہیں۔ اور پھر ہر ایک شاخ اپنا سلسلہ شاخ در شاخ رکھتی ہے۔ سدگیال شاخ گکھڑوں کے پوتے سیوگی کے نام

سے موسوم ہے ۔ اسی شاخ سے شاہوری خان کے نام پر سنواّل ۔ لوہر خان سے لوری سارنگ خان سے سارنگیال فیروز خان سے فیروزال اور سن سے سنال قوم نکلی ہے ۔ بوجا خان گکھڑ جو رہتاس کا خود مختار رئیس تھا ۔ بگیال شاخ کا بانی ہوا ہے ۔ یہ شاخ رہتاس اور دومیلی کے علاقہ میں آباد ہے ۔

مقرب خان کی شکست کے بعد اس خاندان کے اکثر افراد اپنے مستقر اور اپنی قیام گاہوں سے منتشر ہو کر جہلم اور راولپنڈی کے متصلہ پہاڑوں میں چلے گئے ۔ چنانچہ پونچھ کے اکثر گکھڑ انہی اضلاع کو اپنا قدیم وطن بتاتے ہیں ۔ پونچھ کا کوئی گکھڑ صحیح طور پر یہ نہیں بتا سکتا ۔ کہ اس کے بزرگ کس زمانہ میں اور کن حالات میں پونچھ میں داخل ہوئے تھے ۔ البتہ قیاساً یہ کہا جا سکتا ہے کہ زوال مغلیہ یعنی وفات عالمگیر کے بعد اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں کے دوران میں اور اس کے بعد جب سکھوں نے پنجاب میں طاقت حاصل کر لی اور دیگر اقوام کی طرح سکھوں نے گکھڑوں کا زور بھی کم کر دیا ۔ تو گکھڑ حکمرانی اور نبرد آزمائی کو خیرباد کہہ کر جہاں جس کے سینگ سمائے چلے گئے ۔

اسی زمانہ میں گکھڑ پونچھ اور نواح پونچھ میں داخل ہوئے ۔ پونچھ کے گکھڑوں میں ہتیال ۔ بگیال ۔ سارنگیال اور ادمال اور فیروزال مشہور خاندان ہیں ۔ گکھڑ قوم اور اس کی شاخیں عہد قدیم میں سلطان ۔ ملک اور راجہ کے القاب سے مشہور رہی ہیں ۔ اور اب بھی صاحب ثروت گکھڑ راجہ اور سردار اور ملک کہلاتے ہیں ۔

سلطان گکھڑ خان کے حالات جس کے نام پر یہ قوم مشہور چلی آتی ہے ۔ ہم یہاں ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں ۔

گکھڑ قوم کی ابتدا اور اس کے قبول اسلام کے متعلق "تاریخ اقوام کشمیر"

میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ گکھڑ خان سلطان قابل خان کا دوسرا بیٹا تھا۔ محمود غزنوی کے زمانہ میں اس نے اپنی قوم کو جو بہت کثرت سے تھی۔ دریائے جہلم کے کنارے آباد کرنے کی اجازت حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ جہاں یہ قوم پہلے پہل آباد ہوئی۔ اس کا نام اب رام کوٹ ہے۔ گکھڑ نے تھوڑے ہی دنوں میں ایک وسیع علاقہ کو جس کا نام پوٹھوہار ہے۔ اور جو جہلم و اٹک کے مابین ہے۔ فتح کر لیا۔ اس کا بیٹا باج خان گکھڑ خان کی وفات کے وقت نابالغ تھا۔ اس لئے باج خان کی نابالغی کے ایام میں گکھڑ کی عورت چند سال تک اپنے وسیع علاقہ پر حکمران رہی۔ اور حسن لیاقت کے ساتھ داد حکومت دیتی رہی۔ بیبوگی جو سوگیال قوم کا بانی ہوا ہے۔ اسی باج خان کا بیٹا تھا۔

اب گکھڑ قوم کی چند مشہور شاخوں کا علیحدہ علیحدہ ردیف وار ذکر کیا جاتا ہے۔

ادمال گکھڑ۔ گکھڑوں کی اس مشہور اور نامور شاخ کے اس وقت میرے سامنے پانچ قلمی شجرے ہیں۔ جو پونچھ کے مختلف ادمال گکھڑوں نے ارسال کئے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ ہر شجرہ دوسرے شجرہ سے ناموں کے اختلاف یا پشتوں کی کمی بیشی میں مختلف حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے دو مطبوعہ شجرے بھی موجود ہیں جن میں ادمال شاخ کا ذکر ہے۔

راقم الحروف پونچھ کے ادمال خاندانوں یا ادمال گکھڑوں کے مشہور افراد کا ذکر کرنے سے پیشتر ان شجروں پر ایک جھلتی ہوئی نظر ڈالنا مناسب سمجھتا ہے۔ ایک شجرہ[1] میں منشی طالع محمد خان پوسٹل جمعدار پلندری سے صاحب خان

---

[1] منشی طالع محمد خان کے نزدیک یہ شجرہ درست ہے۔ طالع محمد خان بن شیر خان بن منگل خان بن جمعدار خان بن مرنا خان بن اصالت خان بن گوجر خان بن دوداخان بن منصور خان بن صاحب خان۔

تک نولپشت شمار کی گئی ہے۔ لیکن ایک عجیب وغریب تاریخ ہیں جس کا نام ہفت گنج ہے۔ طالع محمد خان سے صاحب خان تک دس پشتیں شمار کی گئی ہیں۔ اور پھر درمیان میں بعض نام دوسرے شجروں سے بالکل مختلف ہیں سلطان قابل خاں سے لے کر سلطان آدم خان تک تاریخ رئیسان پنجاب نے ۱۲ پشتیں بتائی ہیں۔ ہفت گنج والے نے ۱۶ پشتیں شمار کی ہیں۔ اور قلمی شجروں میں دو نے ۱۶ اور ایک نے پندرہ اور ایک نے دس پشتوں ہی میں قابل خاں سے آدم خاں کو ملا دیا ہے۔ پھر ان میں اسماء کے جو فرق ہیں وہ اور بھی دلچسپ ہیں۔ ملک گل محمد خان کے دادے کو تاریخ رئیسان پنجاب نے ملک لکن خان ہفت گنج نے بکن خان قلمی شجروں میں ایک نے لیکن خان ایک نے لکن خان کسی نے لہر خان لکھا ہے۔ اور پھر کسی شجرہ میں ملک مکن خان کو گل محمد خان کے پڑدادے کا باپ کہیں دادا اور کسی میں پڑدادا لکھا گیا ہے۔ لکن۔ بکن۔ لکھن۔ یہ لفظ جو آپس میں مشابہت رکھتے ہیں۔ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اسی وزن پر انہی حروف میں یا ایسا ہی کوئی نام اس بزرگ کا ہوگا

راقم مؤلف نے ملک لکن خان کے نام کو زیادہ قابل اعتبار سمجھا ہے جو سر لیپل گریفن کی کتاب میں درج ہے۔ اور جس میں فی الواقعہ بعض اقوام کے متعلق حتی الامکان بڑی تحقیق سے کام لیا گیا ہے۔

ایک شجرہ میں سلطان آدم خان کے چھ بیٹے۔ ایک میں صرف ایک بیٹا دو میں ۱۲ بیٹے۔ تاریخ رئیسان پنجاب میں صرف دو فرزند لکھے گئے ہیں۔

تاریخ رئیسان پنجاب نے جو فی الحقیقت ایک مستند کتاب ہے۔ صرف انہی شاخوں کا ذکر کیا ہے۔ جو پنجاب میں آباد ہیں۔ یا جو بڑی شاخ سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا جنہوں نے ملک کی سیاسیات میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ اور مقامی اقوام

سے لڑائیاں کی ہیں۔ اس لئے یہ بات قرین قیاس ہے۔ کہ آدم خاں کے اُن دو بیٹوں کے علاوہ جو پنجاب کے ملکی اقتدار میں حصہ لیتے رہے ہیں چند اور بیٹے بھی تھے جو خود یا جن کی نسل اپنے اصلی مرکز سے پنجاب یا ملحقہ کوہستانی علاقہ کے مختلف مقامات میں جن میں پونچھ بھی شامل ہے پھیل گئی۔ اور جو انقلاب روزگار یا دیگر وجوہات کے باعث ملک کی سیاست میں دخل نہیں دے سکے۔ وہ ۶ تھے یا ۱۲ تھے۔ اس کے متعلق کوئی صحیح رائے بلکہ قیاس قائم کرنا بھی مشکل نظر آتا ہے۔

بہر حال جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے سلطان آدم خان کے ایک بیٹے لکھن خاں کا ایک فرزند منگ خان[1] پھڑالہ ضلع راولپنڈی سے علاقہ پونچھ کی تحصیل سدھنتی کے موضع گل کوٹ میں آیا۔ اور وہاں اُس نے اپنے نام پر ایک موضع منگ آباد کیا۔ وہ موضع تو صدہا سال گذرنے کے باوجود اب تک موجود ہے۔ لیکن منگ خان کا بیٹا امیر علی خان[2] باپ کی وفات کے بعد اسی تحصیل کے موضع رہاڑہ میں آکر سکونت پذیر ہو گیا۔

اس کے تین بیٹے تھے۔ بھونار خان[3]۔ آدمار خان۔ یوسف خان۔ باپ کے بعد ان تینوں بھائیوں نے رہاڑہ سے نقل مکانی اختیار کر کے سلسلہ وار (۱) بھاگیانہ داخلہ پاچھیوٹ (۲) چھپڑا بن علاقہ ہورنہ میرہ (۳) جو کی کالابن میں سکونت اختیار کر لی۔

---

[1] ان کا مزار موضع گل کوٹ میں موجود ہے۔
[2] ان کا مزار رہاڑہ میں موجود ہے
[3] اس کو بعض نے بوجار خان بھی لکھا ہے۔

راجہ بھوتار خان کے پانچ فرزند تھے۔ جیندا خان۔ گنج خان۔ مصری خان رتن خان۔ لشکری خان۔ ان پانچوں کی اولاد مواضعات نکر۔ ہموموہڑہ۔ چیروٹی۔ بھاگیانہ۔ بھناکھ۔ پنیالی اور باغ میں آباد ہے۔

راجہ آدھار خان کے فرزند راجہ سنگر خان کی اولاد مواضعات ذیل میں آباد ہے۔ بھناکھ۔ نکر۔ پوٹھ۔ باغ پنیالی وغیرہ۔ راجہ یوسف خان کے دو فرزند تھے۔ شبیرو خان و بھاگ خان۔ ان کی اولاد مواضعات بھناکھ۔ نکر اور وہاں [illegible] تحصیل کوٹلی [illegible] میرپور اور نلہ تحصیل کہوٹہ علاقہ انگریزی میں آباد ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ راجہ امیر علی خان کے تینوں فرزند اور ان کی اولادیں آٹھ دس پشت تک ان مواضعات میں ایک فاتح اور حکمران کی حیثیت سے رہی ہیں۔ جب ڈوگرہ حکومت کا دور آیا۔ تو ان میں سے کئی ادمالوں نے جو رئیس اور با اقتدار تھے۔ پٹے۔ جاگیریں خطابات اور نمبرداریاں حاصل کر کے مواضعات ذیل میں اپنی مستقل سکونت اختیار کر لی۔ بھناکھ۔ نکر۔ ہموموہڑہ۔ راولی چیروٹی بھاگیانہ۔ پنیالی و باغ۔

ادمال گکھڑوں میں کئی مشہور اہل اللہ ہو گذرے ہیں۔ جن کے مزار مواضعات ریاڑہ۔ گل کوٹ۔ بھاگیانہ۔ دریک۔ بھناکھ۔ نکر۔ ہموموہڑہ۔ چھ کی بھاگیانہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہیں۔

اس قوم نے یورپ کی جنگ عظیم میں نہایت دلیرانہ حصہ لیا ہے۔ عام سپاہیوں کے علاوہ کئی کمیشن افسر اور کئی حوالدار اور نائک وغیرہ اس وقت پنشن لے رہے ہیں۔

باوجود تجارت و ملازمت کے اس کا قوم کا بہت بڑا انحصار زراعتی کاروبار پر ہے۔ تعلیم میں بھی یہ قوم خاصی ترقی کر رہی ہے۔ اس وقت کئی

لڑکے انٹرنس پاس ہیں۔ کئی ایف۔ اے تک پڑھے ہوئے ہیں۔ چند ایک بی۔ اے کلاس میں پڑھ رہے ہیں۔

ادمالوں بلکہ گکھڑ قوم کی تمام شاخوں کا یہ امتیاز خاص نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے۔ کہ وہ اگر کسی غیر قوم کو رشتہ دیتی بھی ہے۔ تو سادات کے سوا کسی قوم کو نہیں دیتی۔ البتہ دیگر معزز اقوام سے رشتہ لے لینا معیوب نہیں سمجھتی۔ لیکن اصل بات جو قابل تعریف ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ شادی کے موقعہ پر رم کی رسم جس نے پونچھ کو بدنام کر رکھا ہے۔ اس قوم میں مطلق نہیں ہے۔ رُم وہ رسم ہے۔ جس میں لڑکی والا لڑکے والے سے بیشتر ہی کوئی رقم مقرر کر لیتا ہے۔ بلکہ نکاح سے پہلے لے بھی لیتا ہے۔ شادی غمی کی نامشروع رسومات کی روک تھام کے ساتھ اس قوم میں اسلامی تعلیم اور اخلاق حسنہ کی ترویج کی کوشش بھی جاری ہے۔

ادمال شاخ میں جو افراد قابل ذکر ہیں۔ ان میں چند ایک کے نام معہ ان کے مواضعات سکونتی کے ذیل میں درج ہیں۔

ہموہوہڑہ۔ جمعدار طالع محمد خان میل اور سیئر پلندری اور ان کے صاحبزادہ بابو محمد افضل خان جو انٹرنس پاس کرنے کے بعد محکمہ تعلیم میں ملازم رہے۔ اب وہاں سے محکمہ مال میں منتقل ہو کر حلقہ بنگوئین تحصیل باغ میں پٹواری ہیں۔ جمعدار صاحب کے دو اور فرزند حسب ذیل ہیں۔ جواہر خان متعلم جماعت ہفتم۔ علی اکبر خان پرائمری میں پڑھ رہے ہیں۔

راولی۔ سرداران سیدل خان و یوسف خان نمبرداران سرزان جنگی شیر خان و دوست محمد خان و صوبہ خان سفید پوش معافی داران۔ سردار شیر احمد خان ملازم فرم ٹی ایم کمپنی ہزارہ۔ سردار گل شیر خان فوجی پنشنر۔ منشی محمد عالم خان و محمد سعید خان

احمد دین خان دیہاتی ٹیچر رسانان علاقہ باغ۔ محمد ایوب خان دوکاندار۔ بھناکھہ۔ جمعدار منشی محبت خان میل اور سیٹر لائن باغ۔ منشی محمد امیر خان عرائض نویس باغ۔ سردار سلطان خان نمبردار۔ سردار ولایت خان نمبردار ولد سردار دوست محمد خان جاگیردار۔ سردار محمد زمان خان نمبردار۔ منشی محمد امیر خان برانچ پوسٹ ماسٹر تراڑکھل۔

بھناکھہ کے ادمال گکھڑوں میں سردار حاجی نور خان بڑے عابد اور خدا پرست گذرے ہیں۔ منشی حشمت علی خان محالدار کسٹم جو اپنی کارکردگی اور فرائض منصبی کو بخوش اسلوبی ادا کرنے کی وجہ سے کئی مرتبہ قائم مقام انسپکٹر کسٹم بھی رہ چکے ہیں۔ آپ ہی کے فرزند ہیں۔ منشی حشمت علی خان[1] نے اپنے فرزند مسٹر محمد اکبر خان کو (پونچھ ہائی سکول میں) انٹرنس تک تعلیم دلائی۔ محمد اکبر خان بھی ایسے ذہین اور ہونہار نکلے کہ امتحان میٹرک میں پوزیشن لے کر گورنمنٹ پونچھ سے عہ روپے ماہوار کا وظیفہ حاصل کیا۔ اب وہ سری پرتاپ کالج سری نگر میں تعلیم پا رہے ہیں۔ تعلیمی قابلیت کے علاوہ ورزش اور کھیلوں میں آپ کا نام بہت مشہور ہے۔ اور کئی دفعہ انعام بھی حاصل کیا ہے۔

بھاگیانہ۔ سردار شیر زمان خان پنشنر جمعدار پلٹن۔

کھنتیاڑہ۔ سردار سید محمد خان محالدار کسٹم ہجیرہ۔ مسٹر سلطان محمد خان انسپکٹر زمینداره جنگ۔

نکر۔ سردار بلور خان کھیوٹ دار سفید پوش۔ سردار محمد حسین خان محالدار کسٹم چھکی چھپہ گلی۔ سردار سور خان دکاندار۔ سردار حسین خان سکول ماسٹر۔ سردار بشیر محمد خان فوجی پنشنر۔ سردار مختار خان نمبردار۔ سردار محمد نور خان دوکاندار۔ بابو محمد یوسف خان انٹرنس پاس۔ سردار غلام حسین خان کھیوٹ دار۔ سردار محمد امیر خان ملازم

[1] منشی حشمت علی خان اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے اپنے علاقہ میں نہایت ہر دلعزیز ہیں۔

محلہ کسٹم۔ مسٹر خان محمد خان ٹیچر مڈل سکول باغ۔ کرمداد خان سکنہ کنہ موہری باغ۔ اولاد راجہ شیرو خان بن راجہ یوسف خان۔
موٹاریں تحصیل سدھنتی۔ یہاں ادمال گکھڑوں کے صرف دو گھر ہیں۔ جن میں بہلول خان مرحوم کی اولاد خاص طور پر قابل تذکرہ ہے۔ آپ کے چار فرزند ہیں محصو خان۔ محبت خان۔ رسمت خان۔ منشی فیروزالدین خان۔ آخرالذکر پندرہ سولہ سال سے پٹواری ہیں۔ آپ کے بھائی محصو خان کا ایک لڑکا امام الدین خان نامی امریکہ میں اپنا تجارتی کاروبار کرتا ہے۔ اور وہیں عیال و اطفال سمیت رہتا ہے۔ وہیں اُس نے شادی بھی کر لی ہے۔ سردار طالع محمد خان جمعدار اور سپیشل سروس۔ منشی فیروزالدین خان پٹواری کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ اس شاخ کے کچھ لوگ پلاں تحصیل حویلی میں بھی آباد ہیں۔ رشتہ ناطہ عموماً اپنی برادری ہی میں کرتے ہیں۔ اگر کسی اور مشہور قوم سے رشتہ کرنا مطلوب ہو تو لے لیتے ہیں دیتے نہیں ہیں۔
موٹاریں کی یہ ادمال شاخ بھی کاغذات مال میں گکھڑ درج ہے۔ یہ سب لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ اور چند ایک ان میں سے ملازمت بھی کرتے ہیں۔
قوم گکھڑ کا بگیال خاندان۔ بگیال خاندان کا بانی پوجا خان گذرا ہے۔ جس کے حالات تاریخ رئیسان پنجاب میں گکھڑ قوم کے سلسلہ میں تفصیل سے درج ہیں ہم یہاں خلاصۃً درج کرتے ہیں۔
سلطان شہاب الدین محمد غوری نے اپنے جنرل قطب الدین خان ایبک کو جو بعد میں سلطان قطب الدین خان ایبک کے نام سے ہندوستان کا سب سے پہلا مستقل مسلمان بادشاہ ہوا ہے۔ گکھڑ قوم کی تنبیہ کے لئے مامور کیا۔ جو لاہور کی فصیل تک غارت گری کر جایا کرتے تھے۔ قطب الدین خان نے گکھڑوں

کو صرف شکست ہی نہیں دی۔ بلکہ ہزارہا گکھڑوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ملک ننگ خان گکھڑ نے جو سلطان گکھڑ خان کی چھٹی پشت میں تھا۔ اس قتل عام کا اس وقت بدلہ لیا۔ جب شہاب الدین غوری ہندوستان سے واپس جانے کے لئے دریائے اٹک کے کنارے خیمہ زن تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ رات[1] کو بادشاہ کے خیمہ کی قناتیں اٹھا دی گئی تھیں۔ گکھڑوں کی ایک عظیم جماعت ملک ننگ خان کی سرکردگی میں شبخون مارنے کے لئے آئی۔ اور پہرہ داروں کو قتل کرتی ہوئی بادشاہ کی خوابگاہ تک جا پہنچی۔ شوروغل کی وجہ سے اگرچہ قاتلوں کی کثیر تعداد گرفتار ہو کر کیفر کردار کو پہنچی۔ جن میں ملک ننگ خان بھی تھا لیکن بادشاہ جس کو تلوار کے ۲۲ زخم لگ چکے تھے۔ جانبر نہ ہو سکا ننگ خان کے بعد گوہر خان اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ لیکن ننگ خان کا ایک پوتا بنام بوجا خان جو گوہر خان کا بھتیجا تھا۔ اپنے چچا سے علیحدہ ہو کر علاقہ رہتاس کا خود سر رئیس ہو گیا۔ گکھڑ قوم کی بگیال شاخ کا یہی بوجا خان بانی ہے۔ بگیال قوم اب تک رہتاس اور دومیلی کے درمیان آباد ہے۔ بوجا خان کی خودسری کا واقعہ غالباً ۱۲۴۷ء یا اس کے چند سال بعد کا ہے۔

بگیال شاخ کے جو بزرگ دومیلی[2] ضلع جہلم سے علاقہ پونچھ میں آئے ہیں۔ سردار کمال خان کے نام سے مشہور ہیں

---

[2] جہلم کی خاص تحصیل میں بگیال گکھڑوں کا اب بھی بہت زور ہے۔ اس تحصیل کے مندرجہ ذیل مواضعات میں اس قوم کی نمبرداریاں موجود ہیں۔

موضع گکھڑ۔ پنڈ ڈواہی۔ منگھوٹی ملو۔ بدلوٹ۔ خان پور۔ دومیلی۔ ریہڑ بھیٹ

[1] یہ خونی رات ۱۴ مارچ ۱۲۰۶ء کی رات تھی۔

سردار کمان خان کے متعلق پونچھ میں یہ دلچسپ روایت مشہور ہے۔ کہ ایک دفعہ دشمن کی فوج خاص پونچھ میں آگئی۔ راجہ عبدالرزاق خان یا راجہ رستم خان کا زمانہ تھا۔ ان کے حکم سے سردار کمان خان کی فوج نے تلوار و تفنگ کی بجائے دشمن کو جوتیاں مار کر ہی فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ پونچھ میں وہ مقام جہاں یہ جنگ ہوئی تھی۔ اب تک "ترتیڑ موہڑہ" مشہور ہے پہاڑی زبان میں ترتیڑ جوتی کو کہتے ہیں اور موہڑہ قطعہ زمین کو۔ راجہ رستم خان نے برسر حکومت ہو کر سردار کمان خان کو کئی دیہات جاگیر میں دیئے۔ اور ان میں کئی گاؤں اور مقام بگیال اور کماں خان کے نام سے منسوب ہیں۔ مثلاً محلہ کمان خان۔ باہنڈی کمان خان۔ بگیال درہ وغیرہ۔

ترتیڑ موہڑہ کے مقام پر اب حکومت پونچھ نے عدالت ہائے جوڈیشل بنا رکھی ہیں۔ اور اس جگہ کا نام احاطہ منڈی ہے۔

سردار کمان خان کی ذریات میں سے سردار شمس خان کی اولاد و احفاد حسب ذیل ہے۔ خاص پونچھ میں۔ (۱) سردار فتح بہادر خان۔ جو رسالہ پونچھ میں گزٹڈ افسر کی حیثیت سے خدمات سرکار سرانجام دے رہے ہیں (۲) سردار سید احمد خان (۳) خان بہادر خان (۴) غلام حسین خان (۵) دیوان علی خان موضع کوسلیاں میں۔ فتح دین خان۔ فیض محمد خان۔ بانکا خان۔ خان محمد خان صفدر علی خان۔ فیروزہ خان۔

سہر لگوڑہ میں۔ علی اکبر خان۔ فقیر خان۔ غلام محمد خان۔ فقیر حسین خان۔ علاوہ ازیں سردار نادر علی خان تحصیلدار۔ سردار ناصر خان تھانیدار و سردار حیات الدین خان ڈپٹی انسپکٹر پولیس بھی سردار شمس خان ہی کی ذریات سے ہیں۔

سردار کمان خان کی ذریات سے سردار ہاشم خان کے نام لیوا حسب ذیل اصحاب ہیں۔ (۱) سردار فقیر اللہ خان جو راجہ جگت دیو سنگھ جی کے ایڈیکانگ یعنی مصاحب ہیں۔ کاغذات مال میں درہ بگیال و ڈھوکڑی کے دونوں گاؤں کی جاگیر سردار فقیر اللہ خاں کے نام درج ہے۔ خاندانی سندات بھی انہی کے پاس محفوظ ہیں۔ آپ کے والد کا نام سردار عبداللہ خان تھا۔ پونچھ میں یہ خاندان اپنے اقتدار اور اپنی قدامت کی وجہ سے خاص شہرت رکھتا ہے۔ اس خاندان کی رشتہ داریاں آپس ہی میں ہوتی ہیں۔ یہ خاندان ملازمت اور زراعت پیشہ ہے۔

سدھال گکھڑ۔ اس قوم کے شجرے کے قابل ذکر نام ملک تاتار خان سے شروع ہوتے ہیں۔ جو سلطان گکھڑ خان بن سلطان قابل خان کی بارھویں پشت میں تھا۔ تاتار خاں کے دادا کا نام گل محمد خان تھا۔ اور وہ امیر تیمور کے حملۂ ہند کے وقت زندہ تھا۔ اس کی وفات ۱۴۰۳ء میں ہوئی ہے۔

سدھال قوم کے شجرہ میں سلطان آدم خان کے سات فرزند دکھائے گئے ہیں۔ حالانکہ تاریخ[1] میں صرف مندرجہ ذیل تین فرزندوں[2] ہی کا ذکر ہے۔ اول لشکری خاں فرزند کلاں جو اپنے چچا زاد بھائی علاول خاں خلف سلطان سارنگ خان کا قاتل تھا۔ دوم سلطان علی محمد خاں جس کی ذریات ضلع راولپنڈی میں موجود ہے۔ تیسرے فرزند کا نام شیخ گنجا ہے۔

---

[1] تاریخ رئیسان پنجاب مؤلفہ سر لیپل گریفن صاحب
[2] گکھڑ قوم کے بعض شجروں میں آدم خاں کے بارہ فرزندوں کا ذکر ہے۔

اکبر کے زمانہ میں اس خاندان میں خانہ جنگی اور ملکی بدنظمی شروع ہو گئی تھی چنانچہ بادشاہ نے اپنے حکم سے اس خاندان کے مقبوضات کی جو تقسیم کی۔ وہ اس طرح تھی۔ سلطان جلال الدین خان خلف سلطان علی محمد خان کو دانگلی اور ۵۹۴ دیہات ملے۔ مبارک خان خلف کمال خان[1] ابن سلطان سارنگ خان کے حصہ میں پھیروالہ اور ۲۳۲ دیہات آئے۔ شیخ گنجا کو جو آدم خان کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ اکبر آباد اور اس کے ملحقہ ۲۴۲ دیہات ملے۔ اور سید خان کو جو سلطان سارنگ خان کا تیسرا بیٹا تھا راولپنڈی اور اس کا کچھ علاقہ ملا۔

سدھال قوم کے شجرہ کے سات ناموں میں صرف لشکری خان ایک نام درست اور صحیح ہے۔ دوسرا نام مہدخان درج ہے۔ غالباً یہ صحیح نام محرر خان ہوگا۔ محرر خان لشکری خان کا بھائی نہیں۔ بلکہ بیٹا تھا۔ اسی مہدخان یا محرر خان کا ایک بیٹا سیدا خان لکھ کر یہ بتایا گیا ہے۔ کہ اسی کے نام پر سدھال قوم مشہور ہے۔ اور یہی سیدا خان سب سے پہلے پونچھ میں آیا۔

تاریخ رئیسان پنجاب میں محرر خان کی اولاد کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لیکن سرسری قیاس کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ چونکہ اس کے باپ لشکری خان نے سلطان سارنگ خان کے بیٹے یعنی چچازاد بھائی علاول خان کو مار ڈالا تھا۔ اور خاندانی تنازعات بھی ایک دوسرے کی جان لینے کے درپے رہتے تھے۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں۔ اگر محرر خان یا اس کی اولاد غالب فریق کے خوف سے پونچھ کے پہاڑوں میں پناہ گزین ہو گئی ہو۔

لیکن جب ہمیں اس قوم کے شجرہ اور اس کی غلطیوں کو نظر انداز کر کے

---

[1] کمال خان نے اپنے تایا سلطان آدم خان کو پھانسی دلوا دی تھی۔

کچھ تاریخی ثبوت مل سکتا ہے۔ تو فیا سا کوئی سلسلہ قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ کتاب ہذا کی تصنیف کے دوران میں تاریخ جہلم راقم مؤلف کی نظر سے گذری ہے۔ جس میں سیدو خان ایک با اقتدار گکھڑ رئیس کا ذکر ہے اس تاریخ کے صفحہ ۲۴۵ پر اس کے متعلق لکھا ہے۔

"عالمگیر کے زمانہ میں گکھڑوں کے ایک سرکردہ رئیس سیدو خان نے قلعہ سیدپور کو جو اس کے دارالحکومت چوہا کے نزدیک تھا۔ آباد کیا۔ عالمگیر کے بعد جب اس کے فرزندوں میں تخت و تاج کے لئے لڑائی ہوئی۔ تو سیدو خان نے محمد معظم کے مقابلہ میں جو بعد میں بہادر شاہ اول کے نام سے ہندوستان کا بادشاہ بنا۔ اس کے بھائی محمد اعظم کو مدد دی۔ محمد معظم نے بادشاہ ہو کر سیدو خان کو یہ سزا دی۔ کہ اس کے ملک و حق کا بہت سا حصہ مایئر اور کسر اقوام کے سرداروں کو بانٹ دیا۔"

اب ہمیں گکھڑوں کے خاندان میں تین سیدخان یا سیدا خان یا سیدو خان ملتے ہیں۔ جو تھوڑے سے فرق کے ساتھ ایک ہی نام کا مفہوم ظاہر کرتے ہیں سب سے پہلا سید خان سلطان سارنگ خاں کا بیٹا ہے۔ جو اکبر کے زمانہ میں ہوا ہے۔ اور جس کا ذکر مصنف تاریخ رئیسان پنجاب نے کیا ہے۔ دوسرا سیدا خان محرر خان یا مہدخان کا بیٹا بتایا گیا ہے۔ جس کا نام سدھال قوم نے اپنے شجرہ میں لکھا ہے۔ اور جو غالباً جہانگیر ابن اکبر کے زمانہ میں ہوا ہے۔ تیسرے کا نام سیدو خان ہے۔ جو عالمگیر کے زمانہ میں ہوا ہے۔ اور جس کا ذکر گکھڑوں کے سلسلہ میں مصنف تاریخ جہلم نے کیا ہے۔

ان تینوں میں سے سدھال قوم کس سید خان یا سیدا خان یا سیدو خان کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا فیصلہ چنداں دشوار نہیں ہے۔ جو سید خاں اکبر کے

زمانہ میں موجود تھا۔ وہ راولپنڈی اور اس کے ملحقات پر قابض تھا۔ اس کو پونچھ جانے کی کیا ضرورت تھی۔ اور اگر سدھال قوم اس کی اولاد سے ہوتی۔ تو راولپنڈی اور ملحقات میں بھی یہ قوم ضرور پائی جاتی۔

جس سیدا خان خلف محرر خان یا مہد خان کا ذکر قوم سدھال نے اپنے شجرہ میں کیا ہے۔ اُس کا تاریخی ثبوت ملنا ذرا دشوار ہے۔

جو سیدو خان عالمگیر کے زمانہ میں ہوا ہے۔ اس کو چونکہ بہادر شاہ اول خلف عالمگیر نے اپنی مخالفت کی وجہ سے بالکل بے دست و پا کر دیا تھا۔ اور اس کو ذلیل کرنے کے لئے دوسری اقوام کے سرداروں کو اُس کا ملک دے دیا تھا۔ اس لئے یہ بالکل ممکن ہے۔ کہ وہ شرم و ندامت کی وجہ سے ترک وطن کر کے پونچھ کی حدود میں سر چھپانے کے لئے چلا آیا ہو۔ راقم الحروف کے نزدیک یہی سیدو خان سدھال گکھڑوں کا مورث اعلیٰ ہے۔

سدھال قوم نے اپنے شجرے میں سیدو خان کے چار فرزند لکھے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ بکھو خان۔ سکھو خان۔ حیدر خان۔ جیون خان۔ ان میں ہر ایک کے نام پر سدھال قوم کی کوئی نہ کوئی شاخ موجود ہے۔ جیسے بکھو خان سے بکھوال سکھو خان سے سکھوال۔ حیدر خان سے حیدریال۔

یہ قوم موضع چھاڑ تحصیل حویلی میں آباد ہے۔ قریباً اسی گھر ہیں۔ جن کے نفوس زن و مرد چار سو سے زیادہ اور پانچ سو سے کم ہیں۔ اس قوم کے مالیہ کی رقم ۸۰۰ روپیہ تک بتائی جاتی ہے۔ تعلیم کا رواج اس قوم میں بہت کم ہے۔ کاروبار زمینداری ہے۔ یورپ کی عالمگیر جنگ میں اس قوم کے کئی آدمی برطانوی افواج پلٹن ۱/۱۱ میں ملازم رہے۔ اور اب بھی چند ایک موجود ہیں۔ بعض لوگوں نے زراعت کے ساتھ اور کاروبار بھی اختیار کر رکھے ہیں۔

اس قوم میں دو نمبردار بھی ہیں ۔ اور دونوں چھاڑی میں موجود ہیں ۔ ایک کا نام احمد علی خان ولد شاہولی خان ۔ دوسرے کا نام غلام محمد خان ولد چمن علی خان ہے ۔ اس قوم میں ان دو نمبرداروں کے علاوہ سید محمد خان ۔ میاں شیر محمد خان ناظر علی خان ولد شاہولی خان ۔ الہ دین خان ۔ سیدا خان ولد ناظر خان ۔ نبیرز خان ۔ فقیر محمد خان ۔ جمعہ خان ۔ فقیر خان ۔ فجو خان ۔ علی شیر خان ۔ فیروز خان ولد سبدا خان ۔ غلام محمد خان ولد کمون ۔ فتح محمد خان ۔ فجو خان ولد گلا خان ۔ نفیر خان ولد جمال خان ۔ فقیر محمد خان ولد گاموں قابل ذکر نام ہیں ۔

سکندرال گکھڑ ۔ گکھڑوں کا اصلی وطن جیسا کہ لکھا جا چکا ہے ۔ ضلع راولپنڈی ہے ۔ سلطان پور سے جو اسی ضلع میں واقعہ ہے ۔ اس کی چار بڑی بڑی نسلیں مختلف ناموں سے مختلف مقامات پر پھیل گئیں ۔ ان کے نام یہ ہیں ۔ سکندرال بگیال ۔ فیروزال ۔ آدمال ۔ گکھڑوں کی باقی تمام شاخیں انہی شاخوں سے نکلی ہیں ۔ بگیال شاخ رہتاس یا دو میلی ۔ پدری ۔ سنگھوٹی اور بلوٹ وغیرہ کئی دیہات میں پھیل گئی ۔ ان کی ایک شاخ جو تولا خان سے نکلی ہے ۔ تلیال کہلاتی ہے ۔[1] راجگان رہتاس بگیال ہی تھے ۔ بلکہ سلطان مقرب خان کے بعد جو گجرات سے اٹک تک کا حکمران تھا ۔ رہتاس کا بگیال راجہ گکھڑوں کا سب سے بڑا سردار تھا ۔

فیروزال جہلم اور نوگران کی طرف چلے گئے ۔ آدمال شاخ سلطان آدم خان سے چلی ۔ وہ بھی جہلم اور راولپنڈی کے اضلاع میں پھیل گئی ۔

سکندرال شاخ جس کو بعض سکندریال بھی کہتے ہیں ۔ لہڑی اور بگڑالہ کی طرف چلی گئی ۔ سرداران لہڑی سب اسی شاخ سے تھے ۔ یہیں سے یہ شاخ انقلاب زمانہ

[1] تحصیل جہلم کے مواضعات دولیال و پنڈر جوال میں تلیال گکھڑوں کی نمبرداریاں موجود ہیں ۔

کے باعث بعض دوسرے مقامات میں جاکر آباد ہوگئی۔ تحصیل جہلم کے مواضعات لہڑی۔ بڑل۔ بکڑالہ۔ گورسیاں اور رگنہ ایک میں سکندرال گکھڑ قدیم سے نمبردار چلے آتے ہیں۔ پونچھ کے موضع سہڑی چوہان میں اس شاخ کے ایک بزرگ حافظ خلیل خان نام خان پور ضلع ہزارہ سے آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ یا ان کی اولاد سے کوئی بزرگ وہاں سے موضع اڑائی میں منتقل ہوگئے۔

پونچھ میں چوہدری غلام حسین چوہان نمبردار سکنہ اڑائی کے بزرگوں اور حافظ خلیل خان سکندرال گکھڑ کی آمد کا ایک ہی زمانہ بتایا جاتا ہے۔ حافظ خلیل خان کی اولاد تین پشت تک قرآن شریف کی حافظ رہی ہے۔ مثلاً خود حافظ خلیل خان۔ ان کا بیٹا حافظ سلطان حسین خان۔ ان کا بیٹا حافظ سلطان گل محمد خان۔

حافظ سلطان گل محمد خان کے تین حسب ذیل فرزند صاحب اولاد تھے (۱) میاں غلام رسول خان (۲) میاں قدرت اللہ خان (۳) میاں عبداللہ خان میاں احمداللہ خان و میاں عبدالکریم خان و میاں عبدالرحیم خان۔ میاں غلام رسول ہی کے پوتے اور ان کے فرزند سلطان خان کی اولاد سے ہیں۔ ان میں اس وقت صرف میاں عبدالکریم خان موجود ہیں۔ میاں علم دین[1] خان فرزند میاں احمداللہ خان امامت کا کام بھی کرتا ہے۔ اور رجسٹر نکاح خوانی بھی اس کے پاس رہتا ہے

حافظ سلطان محمد کے دوسرے فرزند میاں قدرت اللہ کا ایک ہی بیٹا محمد علی خان ہے۔ جس کا فرزند میاں نور عالم خان موجود ہے۔

---

[1] کتاب ہذا کی تصنیف کے دوران میں بماہ دسمبر ۱۹۳۹ء میاں علم دین کا انتقال ہوگیا۔

حافظ سلطان محمد کے تیسرے فرزند عبداللہ خان کے تین فرزند تھے۔ (۱) مہنداخان جس کی حسب ذیل اولاد ہے۔ میاں لعل دین و میاں رحیم بخش (۲) میاں فقیر خاں اس کے فرزند کا نام عطا محمد خان ہے۔ (۳) میاں قادر بخش خان۔ اس کے بیٹے کا نام میاں جلال دین خاں ہے۔

شاخ شماری ان کو معاف ہے۔ ان کے رشتے ناطے اپنی برادری ہی میں ہوتے ہیں۔ ان کی لڑکیاں سادات کے ہاں بھی بیاہی جاتی ہیں۔ بندوبست پونچھ کے کاغذات میں یہ لوگ گکھڑ قوم کے نام ہی سے درج ہیں۔ ساڑائی میں ان کے صرف تین چار گھر ہیں۔ اور ان کے نفوس کی تعداد دس بارہ سے زیادہ نہیں ہے ان کا عام کاروبار زراعت اور زمینداری ہے۔ چند ایک امام دیہہ اور مدرس بھی ہیں۔

سلطان گکھڑ خان کی دسویں پشت میں ملک گل محمد خان ایک مشہور گکھڑ رئیس گذرا ہے۔ اس کے چار فرزندوں میں ایک، ملک سکندر خان تھا۔ اس کی اولاد اُس کے نام سے سکندرال گکھڑ کہلاتی ہے۔ اور پونچھ کے سکندرال گکھڑ بھی اسی کی اولاد واحفاد سے ہیں۔

سکندرال گکھڑوں کی ایک شاخ کوٹلی ضلع میرپور میں موجود ہے۔ اس شاخ میں جو موضع ڈھنگروٹ میں آباد ہے۔ لگا خاں نمبردار ایک بارسوخ آدمی گذرا ہے۔ اس کے دو بیٹے موجود ہیں جمن محمد خان نمبردار ہے۔ اور گل محمد خان کوٹلی میں محرر مال رہے۔ اس شاخ کے وہاں تین گھر آباد ہیں۔ اسی شاخ میں سے سیفو خان ایک شخص راجو خان سکھال گکھڑ کے پاس بلنوئی چلا آیا۔ اُس نے اس کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی بھی کر دی۔ اور مکان اور آبی و خشکی اراضی کا ایک وسیع رقبہ بھی دیا۔ سیفو خان کے تین فرزند موجود ہیں۔ بشیر خان۔ علی اکبر خان۔

میر محمدؐ خان ۔ شیر خاں کے دو فرزند محمد خان و پنوں خان ہیں ۔ میر محمد خان تحصیل مہنڈر میں چیڑ اسی ہے ۔ اس کا ایک ہمشیرہ زادہ جلال خان تحصیل کوٹلی کے موضع ڈھنگروٹ میں رہتا ہے ۔ سکندرال گکھڑوں کی ایک اور شاخ ان کی قدیم راجدھانی لہڑی سے آکر تحصیل حویلی میں آباد ہے ۔ اس شاخ کے بانی اور سرکردہ رسالدار فیروز خان ریٹائرڈ سنگر کمپنی کی ملازمت کے سلسلہ میں پونچھ آئے ۔ اور ایسے آئے کہ تحصیل حویلی میں مستقل سکونت اختیار کر کے یہیں کے ہو گئے ۔

سکھال گکھڑ ۔ جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے ۔ گکھڑوں کی قوم جو پنجاب اور ہندوستان کے اکثر اقطاع میں پھیلی ہوئی ہے ۔ آج سے قریباً ساڑھے نو سو سال پیشتر پنجاب کے علاقہ پوٹھوار پر جو جہلم اور اٹک کے درمیان ہے قابض تھی ۔ اس کا پہلا حکمران جس نے اس علاقہ میں اپنی قوم کو آباد کیا ۔ سلطان گکھڑ خان تھا جس کو گکھڑ شاہ بھی کہتے ہیں ۔ اس قوم نے شہاب الدین محمد غوری کے زمانہ میں اسلام قبول کیا ہے ۔

گکھڑ خان کی چوتھی پشت میں ملک رنجبر خان جس نے ڈنگلی آباد کیا ہے ۔ اور جو برسوں تک اس قوم کا صدر مقام رہا ہے بڑا طاقتور حکمران گذرا ہے ۔ تاریخ رئیسان پنجاب کے باب گکھڑاں میں اس کا نام رنجبر خان ہی ہے ۔ لیکن گکھڑ قوم کی شاخ سکھال کے شجرہ نسب میں اس کا نام رنجبر خان کی بجائے راجن خان درج ہے ۔ سنہ ۱۱۶۰ء میں اس کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بیٹا ملک سپہر خان اس کا جانشین تسلیم کیا گیا ۔ اس کے دوسرے فرزند کا نام اسحاق خان بتایا جاتا ہے ۔ خانپور ضلع ہزارہ کے گکھڑ جو اس وقت پنجاب میں نامور اور سربراوردہ ہیں ۔ اور جن میں راجہ جہانداد خان سی ۔ آئی ۔ ای مرحوم چیف آف دی[1] گکھڑ کے نام سے موسوم

[1] اس وقت خانپور میں لفٹننٹ راجہ حیدر زمان خان چیف آف گکھڑ ہیں ۔

رہے ہیں۔ ملک سپہر خان کی اولاد سے ہیں۔

دوسرے فرزند اسحاق خان کی اولاد موا ضعات کتھاڑ وانبہ ضلع میرپور قلمرو جموں میں آباد ہے۔ یہیں سے ایک شاخ جس کا بانی تاسہ خاں سکھال تھا۔ پونچھ میں آئی ہے۔ اسحاق خاں کی اولاد اس کے نام پر سکال یا سکھال کہلائی۔

کتھاڑ میں اب بھی سکھال گکھڑ مرفع الحال ہیں۔ راقم الحروف کے پاس ایک کاغذ ۲۸ ماگھ ۱۹۶۴ب کا آیا ہے جس پر کتھاڑ کے حسب ذیل سکھال گکھڑوں کی مہریں ثبت ہیں۔ نجیب علی خان ولد سردار الف خان نمبردار۔ کرم داد خان ولد سردار سلطان علی خان جاگیردار و نمبردار۔ فضل داد خان ولد برہم خان جاگیردار سیدا خان ولد اکبر خان جاگیردار۔ امیر علی خان جاگیردار۔ یہ نام ظاہر کرتے ہیں کہ کتھاڑ میں سکھال گکھڑ کسی اور قوم سے کم حیثیت نہیں رکھتے۔ مگر ان متذکرہ صدر جاگیرداروں اور نمبرداروں کی مہروں کے ثبت ہونے اور دستخط نہ ہونے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ ان میں تعلیم کی نہایت افسوسناک کمی ہے بیان کردہ کاغذات کی تحریر کو چونکہ چوتھائی صدی سے زیادہ مدت گذر چکی ہے۔ اسلئے ممکن ہے۔ اس قوم نے حصول علم میں اب کچھ حرکت پیدا کرلی ہو۔ البتہ کتھاڑ کے سکھال گکھڑوں میں فوجی سپرٹ کافی ہے۔ راجہ رنگ خان مرحوم مہاراجہ بہادر کی پلٹن میں کرنیلی سے پنشن پر آئے اور راجہ الف خان ان کے فرزند جن سے راقم کو بھی ملاقات ہے۔ مہاراجہ بہادر کی فوج میں کرنیل تھے۔ آجکل پنشن پر ہیں۔ ان کے علاوہ اس قوم کے اندر بھی کئی افراد افواج میں ملازم ہیں۔

گکھڑوں کے جس قدر خاندان ہیں۔ مثلاً بگیال۔ ادمال۔ سارنگیال۔ بسوگیال سکندرال۔ فیروزال۔ سکھال وغیرہ۔ ان سب کا مورث اعلیٰ گکھڑ خان ہی ہے

پونچھ کے دو مواضعات میں سکھال گکھڑ آباد ہیں۔ ایک موضع بلنوئی جو تحصیل مہنڈر میں ہے۔ دوسرے موضع سلوتری جو تحصیل حویلی میں ہے۔ دونوں تحصیلوں میں قریباً اسی گھر اس قوم کے پائے جاتے ہیں۔

سب سے پہلے تار۔ خان خلف اکبر خان سکھال موضع کٹھار سے بلنوئی میں آیا۔ اس کے تین فرزند تھے۔ محمد یار خان۔ ستار خان۔ بلو خان۔ ان تینوں بھائیوں کی اولاد نے تعداد میں خوب ترقی کی ہے۔ بلنوئی میں قریباً چالیس گھر سکھال گکھڑوں کے ہیں۔ اور وہ سب انہی تینوں کی اولاد سے ہیں۔ لیکن یہ تمام آبادی تعلیم نہ حاصل کرنے کی وجہ سے جہالت کے گڑھے میں پڑی ہوئی ہے۔ یہ لوگ زمینداری کرتے ہیں۔ مال مویشی پالتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ قدرت نے ہم کو اسی کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ نہ ان کو علم کا چنداں شوق ہے۔ اور نہ علم کی دولت سے مالا مال ہونے کی ان کے پاس کوئی سبیل ہے۔ ایک پہاڑی کی چوٹی پر یہ لوگ آباد ہیں جہاں نہ کسی قسم کا کوئی کاروبار ہے نہ ترقی کر سکنے کا کوئی رستہ ہے۔ اور نہ آبی اراضی ہے۔ مگر اس غریبی و افلاس میں بھی قومی غیرت سے دل کا خزانہ معمور ہے۔

ایام بندوبست میں دیہاتیوں اور زمینداروں پر شجرہ کشوں اور منصرموں کی قلمی حکومت تھی۔ ان کو کاغذات بندوبست میں ان کی چیخ پکار کے باوجود سکھال گکھڑ کی بجائے صرف سکھال لکھ دیا گیا۔ ۱۹۶۰ء بب میں اس قوم کے ایک فرد جعفر خان سکنہ بلنوئی نے صحت قوم کے لئے کمر ہمت باندھی۔ اور آخر وہ خانپور گکھڑاں ضلع ہزارہ سے اپنی قوم کے گکھڑ ہونے کی تصدیق کرا کر لایا۔ جس پر سر راجہ بلدیو سنگھ آنجہانی والئے پونچھ کے حکم سے کاغذات مال میں سکھال قوم کو سکھال گکھڑ لکھا گیا۔

جعفر خان۔ تاسہ خان سکھال کی ساتویں[1] پشت میں ہے۔ اور فتح علی خان کا بیٹا ہے۔ اس کے چار اور بھائی حسب ذیل ہیں۔ منشی فیروز خان۔ کالا خان۔ بہادر خان۔ شاہ ولی خان۔ منشی فیروز خان محکمہ کسٹم پونچھ میں محالدار ہے جعفر خان اور منشی فیروز خان کی مدد سے گاؤں میں ایک سکول بھی جاری ہے۔

موضع ملیوٹی کے سکھال گکھڑوں میں مندرجہ ذیل اصحاب قابل ذکر بتائے گئے ہیں۔ خانولی خان و شیر محمد خان ہر دو برادران۔ شبیر خان۔ فیروز دین خان۔ شیر ول خان۔ سید علی خان۔ جبیر علی خان۔ لعل خان پسران فضل خان۔ رنگ خان۔ شیر باز خان۔ سخی زیب خان پسران جھلا خان (ان میں شیر باز خان فارسٹ گارڈ ہے) فضل خان بانڈی والا۔ جو سر راجہ بلدیو سنگھ کا "نیند وقیا" بھی رہا ہے۔ حبیب اللہ خان ولد دیوان علی خان۔ چوہڑ خان۔ فقیر خان ولد کالو خان فیروز خان و فقیر خان ولد بہادر خان۔ شیر دل خان ولد سر مست خان۔ خان دلی و فیروز پسران ناصر خان۔ کالا ولد روشن خان و فتاح ولد نجو خان۔ فقیر خان ولد بادشاہ خان۔ و فتح خان۔ جہانداد خان ولد فتح خان کوئٹہ میں موٹر ڈرائیور ہے۔ غلام حسن خان عنایت خان و رنگ خان پسران ڈوڈا خان۔ خان بہادر ملازم پلٹن انگریزی۔ فیروز دین و فتح شیر و کالا ولد ناصر علی خان و شیر محمد خان ولد جیفا خان نیاز علی خان۔ شیر احمد خان ولد فتح خان۔ سبز علی خان و کالا پسران خنک خان محمد شیر خان و ملک شیر پسران فتح شیر خان۔ مہندی خان ولد جنگ خان۔ کاکا خان محمد شیر خان ولد پہلوان خان۔

موضع سلوتری تحصیل حویلی کے سکھال گکھڑوں میں حسب ذیل افراد قابل ذکر

---

[1] جعفر خان ولد فتح علی خان ولد محمد بخش خان ولد پیرا خان ولد غلام محمد خان ولد بلو خان ولد تاسہ خان

بیان کئے گئے ہیں ۔ دوست محمد خان ۔ صفدر خان ۔ گلاب خان ۔ فقیر خان ۔ رحمت خان ۔ غلام قادر خان ۔ جھلا خان ۔ کالا خان ۔ فقیرا خان ۔ شبیر خان ۔ عنایت اللہ خاں ۔ علی اکبر خان ۔

اس قوم کا بیان ہے ۔ کہ اس کے رشتے ناطے سکھال گکھڑوں یا گکھڑوں کی دوسری شاخوں ہی میں ہوتے ہیں ۔ بعض دوسری اقوام سے لڑکیاں لے لیتے ہیں ۔ لیکن اپنی لڑکیاں ان کو نہیں دیتے ۔

فیروزال گکھڑ ۔ یہ شاخ گکھڑوں کی مشہور چار شاخوں میں ہے ۔ جو دوسری تین شاخوں کے ساتھ سلطان پور سے دیگر مقامات میں پھیل گئی تھی تحصیل جہلم کے موضع دان پور میں فیروزال گکھڑوں ہی کی نمبرداری ہے ۔

پونچھ کے چھ سات گاؤں ہیں جن کے نام کلر موہڑہ ۔ کلونہ ۔ پسروٹ ۔ ڈھوریاں ناڑ فیروزال وغیرہ ہیں یہ قوم آباد ہے ۔

پونچھ کے فیروزال گکھڑوں کا بیان ہے ۔ کہ وہ قریباً پانچ سو سال سے وہاں آباد ہیں ۔ سب زراعت پیشہ ہیں ۔ اور ان میں مندرجہ ذیل اصحاب مشہور اور نمبردار ہیں ۔ سردار عبداللہ خان نمبردار ناڑ فیروزال سردار گوہر خاں نمبردار ڈھوریاں ۔ سردار حیدر خان نمبردار سکنہ چھپاڑی ۔ سردار شیر محمد خاں نمبردار کلر موہڑہ ۔ سردار ناظر علی خان نمبردار سکنہ مختاڑی ۔ سید محمد خان نمبردار سنگھوٹ ۔ بہادر خان ۔ نمبردار سنگھوٹ ۔ فقیر اللہ خان نمبردار سنگھوٹ ۔ سردار عطا محمد خان خلف سردار گوہر خان نمبردار ڈھوریاں ۔ سردار میدا خان نمبردار از اولاد سردار صلاح محمد خان سردار نادر علی خان نمبردار ولد سردار امیر علی خان ۔

پونچھ کے فیروزال گکھڑوں نے اپنا جو شجرہ بھیجا ہے ۔ وہ سلطان گل محمد خان سے جو تاریخوں میں ملک گل محمد خان کے نام سے درج ہے شروع ہوتا ہے ۔

گکھڑوں کا یہ نامور سردار امیر تیمور کے حملۂ ہند کے ایام میں زندہ تھا۔ ۱۴۰۳ء میں جس کو آج ۱۹۳۵ء کے مطابق پانچ سو تیس سال کا عرصہ گذرا ہے۔ یہ انتقال کر گیا۔

ملک گل محمد خان کے بیٹے کسی شجرہ نویس نے تین بتائے ہیں۔ کسی نے ۶ لکھے ہیں۔ اور پھر ناموں میں اختلاف ہے۔ مثلاً فیروزال قوم نے اپنے شجرہ میں گل محمد خاں کے حسب ذیل تین بیٹے لکھے ہیں۔ سارنگ خان۔ فیروز خان۔ لگا خان۔ تحصیل باغ کی گکھڑ قوم کی طرف سے ایک شجرہ آیا ہے۔ اس میں گل محمد خان کے فرزند تو تین ہی لکھے گئے ہیں۔ لیکن نام حسب ذیل بتائے گئے ہیں۔ سکندر خان۔ فرخ خان۔ لگا خان۔ جو قلمی شجرہ خانپور والوں کے پاس موجود ہے۔ اور جس کی ایک نقل راقم کے پاس بھی ہے۔ اس میں گل محمد خان کے مندرجہ ذیل ۶ فرزند درج ہیں۔ پیر خان یا بیر خان۔ سکندر خان۔ لگا خان۔ فیروز خان ہاتھی خان۔ عیسٰے خان۔ حالانکہ ہاتھی خان ملک پیر خان کا پوتا اور بیلو خان (برادر تاتار خان) کا بیٹا ہے۔

نسب نامہ میں عموماً قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر بادشاہوں اور والیان ملک اور بڑے آدمیوں کا ذکر ہو۔ تو شاخ کلاں کو لے لیا جاتا ہے۔ اور باقی شاخوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے ملک پیر خان کا ذکر جس کی اولاد سے ہاتھی خان۔ آدم خان اور سارنگ خان تھے۔ قریباً سب تاریخوں اور معتبر شجروں میں موجود ہے۔ گل محمد خان کے باقی بیٹوں کا کسی تواریخ میں ذکر نہیں ہے۔ راقم کے خیال میں گکھڑوں کے اور شجروں کی نسبت خانپور والوں کا شجرہ زیادہ قابل اعتماد ہے۔ گو غلطیوں سے وہ بھی خالی نہیں ہے۔ لگا خان کا نام قریباً سب شجروں میں درج ہے۔ ایک شجرہ میں فرخ خان نام درج

ہے۔ فیروز خان غالباً صحیح نام ہوگا۔ اس لحاظ سے سکندر خان و فیروز خان و لنگا خان اور ملک پیر خان یہ چار نام صحیح سمجھنے چاہئیں۔ سکندر خان سے سکندرال اور فیروز خان سے فیروزال شاخ نکلی۔ فیروزال کو پروزال بھی کہتے ہیں۔ جیسے فیروز پور کو پروز پور اور فیروز والہ کو پروز والہ

تاریخ جہلم (مطبوعہ سنہ ۱۸۸۰ء) کے صفحہ ۲۵۴ پر لکھا ہے۔ کہ "گکھڑ اپنے آپ کو کیانی نسل سے ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن قابل اعتبار یہ امر ہے۔ کہ ابتدا میں وہ ہندو تھے" اور اس کا ثبوت یہ دیا گیا ہے۔ کہ دختر کشی ان میں جاری تھی قبل از اسلام ایک ایک عورت کے کئی کئی خاوند ہوتے تھے۔ بیوہ کی شادی نہیں کرتے تھے۔ سلطان محمود غزنوی کے مقابلہ میں وہ راجہ لاہور کے ساتھ ہو کر میدان پشاور میں لڑے۔ اب تک ان کی رسوم شادی و غمی ہندوؤں سے ملتی ہیں۔ برہمن[1] اب تک کئی گکھڑ سرداروں کے ہاں رسومات ادا کرتے ہیں جو راجہ ان میں گدی نشین ہوتا ہے۔ وہ صندل یا زعفران کا قشقہ یعنی ٹیکہ ہندو راجاؤں کی طرح اپنی پیشانی پر لگاتا ہے۔

ان کے ہندو یا کم سے کم بت پرست اور غیر مسلم ہونے کا ایک بدیہی ثبوت یہ ہے۔ کہ جب سنہ [illegible]ء مطابق سنہ ۳۹۲ھ میں راجہ جے پال والئے لاہور کے فرزند راجہ ننگ پال یا نند پال نے محمود غزنوی کے ساتھ لڑائی کی۔ تو تیس ہزار گکھڑوں نے جو سب کے سب بت پرست تھے۔ راجہ کی حمایت میں تین چار ہزار مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا۔ لیکن یہی گکھڑ یو نے دو سو سال کے بعد سلطان شہاب الدین غوری کے عہد میں اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے جان نثار بن گئے۔

[1] اب مسلمان گکھڑوں کے ہاں برہمنوں کا دخل نہیں ہے۔ اور غالباً زعفرانی ٹیکہ بھی نہیں لگایا جاتا

علاقہ مہنڈر میں فیروزال گکھڑوں کے گھر ایک سو سے زائد بیان کئے جاتے ہیں۔ کسی زمانہ میں اس علاقہ میں ان کا بڑا اقتدار رہا ہے۔ بندوبست نے ان کو قومی معافی دار بھی قرار دیا ہے۔ یہ قوم گو خاندانی اور تاریخی حیثیت رکھتی ہے مگر افسوس ہے بہ حیثیت مجموعی بے علمی و جہالت میں گھری ہوئی ہے۔

فیروزال قوم ضلع جہلم کے مواضعات ذیل میں آباد ہے۔ برسال۔ سکھو نوکماں۔ سنگا۔ جہلم۔ دان پور۔ علاوہ ازیں چند گھر سانبہ اور جبروٹہ (جموں) میں بھی بیان کئے جاتے ہیں۔

منگیال گکھڑ۔ سلطان گکھڑ خان کی پانچویں پشت میں ملک سپہر خان گکھڑ اپنے نامور اسلاف کا ایک با اقبال خلف تھا۔ اس کے بیٹے کا نام تاریخ رئیسان پنجاب میں ملک ننگ خان درج ہے۔ لیکن اقوام گکھڑ کے قلمی نسب نامہ[1] میں جو خانپور ضلع ہزارہ کے گکھڑوں کے پاس ہے ننگ خان کا نام منگ خان لکھا ہوا ہے۔ اور گکھڑوں کے بعض اور شجروں میں بھی جو راقم کے پاس اس دوران میں آئے ہیں۔ منگ خاں نام ہی درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ صحیح نام منگ خان ہی ہوگا۔ یہ وہی منگ خان ہے۔ جس نے سلطان محمد غوری کو جبکہ وہ ۱۲۰۶ء میں ہندوستان سے غزنی کو واپس جا رہا تھا۔ گکھڑوں کی ایک جمعیت کے ساتھ دریائے اٹک کے کنارے قتل کرا دیا تھا۔

منگیال قوم پونچھ میں تو نہیں ہے لیکن جہلم کے ضلع میں بکثرت موجود ہے۔

---

[1] اس نسب نامہ پر لکھا ہے۔ "از تواریخ قدیمانہ مرزبان کنیٹی از دفتر راٹزادہ رتن چند گلیانہ والا کہ قدیم قانو نگوئے قوم گکھڑاں بود۔ اس نسب نامہ کی ایک نقل راقم کے پاس بھی ہے۔

اسی کی اولاد سے ہے۔ شہنشاہ جہانگیر نے اپنی توزک میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور سفر کابل (۱۶۰۵ء) کے دوران میں لکھا ہے۔ ”یکم محرم سنہ ۲ جلوس کو منزل رہتاس میں ہوئی۔ ۶ محرم کو قصبہ سمبا پر مقام ہوا۔ جو ہاتھی گکھڑ کا آباد کیا ہوا ہے۔ رہتاس سے اٹھیہ تک کا علاقہ مکیالوں کا ہے۔ جو گکھڑوں کے خویش اور یک جدی ہیں“۔

جہلم کی تحصیل میں اس وقت بھی مندرجہ ذیل دیہات میں مکیال گکھڑ نمبردار ہیں۔ خانپور۔ بودکہ۔ رام دیال۔ اورانہ۔ سلطان۔ رسیلہ کلاں۔ کریک۔ بڑا گورہ سلطان۔

گکھڑوں کی ہتیال شاخ۔ سلطان گکھڑ خان خلف سلطان نابل خان کی ۱۱ ویں پشت میں تین نامور فرزند پیدا ہوئے (۱) ملک تاتار خان (۲) جستر خان (۳) پیلو خان۔ سلطان آدم خان جو گکھڑوں کا ایک مشہور رئیس گذرا ہے۔ اور اس کا بھائی سلطان سارنگ خان یہ دونوں ملک تاتار خان کے بیٹے تھے جستر خان لاولد تھا۔ پیلو خان کے بیٹے کا نام ہاتی خان تھا۔ ہاتی خان بابر کے زمانہ میں گکھڑوں کا رئیس تھا۔ بابر سے اس نے لڑائی کی ہے۔ اور خود بابر نے اپنی توزک میں اس جنگ کا ذکر کیا ہے۔ سلطان سارنگ خان نے جو اس کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس کو زہر دے کر مروا ڈالا۔ اور خود ۱۵۲۵ء میں بابر کی اطاعت کرکے اپنی قوم کا رئیس بن گیا۔

گکھڑوں کی ہتیال قوم اسی ہاتی خان کے نام سے مشہور ہے۔

گکھڑوں کی سوگیال شاخ۔ سیوگی سلطان گکھڑ خان کا پوتا تھا۔ تحصیل گوجر خان

ا؎ تاریخی کتب میں اس کی اولاد کا ذکر نہیں ہے۔ نہ کوئی گکھڑ جستر خان تک اپنا شجرہ نسب لے گیا ہے۔

کے سوگیال گکھڑوں کا یہی مورث تھا۔ دیہہ دلگلی جو اس شاخ کا صدر مقام رہا ہے۔ سیوگی کے برادر زادے اجر خان (وفات ۱۱۶۰ء) کا آباد کردہ ہے۔ جہلم کے ضلع میں سوگیال گکھڑوں کی کئی دیہات میں اب تک نمبرداریاں موجود ہیں۔ مثلاً بنگی۔ لوٹہار و رڑیالہ جبگو وغیرہ جو تحصیل جہلم میں واقعہ ہیں۔

گکھڑوں کی سارنگیال شاخ۔ سلطان سارنگ خان سلطان آدم خان کا بھائی اور ملک تاتار خاں کا بیٹا تھا۔ سارنگ خان نے ۱۵۲۵ء میں ہاتی خان کو زہر سے مروا کر اپنی ریاست قائم کر لی۔ اور اپنے بھائی آدم خاں کے ساتھ بابر کے اطاعت گذاروں میں شامل ہو کر مغلیہ حملوں سے بے خوف ہو گیا بلکہ آدم خان گکھڑوں کی ایک جمعیت لے کر اظہار اطاعت کے لئے خود دہلی گیا۔ جس پر بابر نے گکھڑوں کی تالیف قلوب کے لئے آدم خاں کو پوٹھوہار کا وسیع علاقہ عطا کر دیا۔

ہمایوں اور شیر شاہ کی لڑائیوں میں سارنگ خان ہمایوں کا ساتھ دیتا رہا اسی جرم وفاداری کی پاداش میں شیر شاہ کے بیٹے سلیم شاہ نے سلطان سارنگ خان پر حملہ کر دیا اور اس کو شکست دے کر اس کے امان مانگنے کے باوجود انتقام نہ چھوڑا اور اس کو اس کے ۱۶ نامور رشتہ داروں سمیت قتل کرا دیا۔ گکھڑوں کی شاخ سارنگیال اسی سارنگ خاں سے نکلی ہے۔

کھکھہ راجپوت

کھکھہ۔ ہتمال اور تیزیال خاندانوں کی روایات کے مطابق ان کا مورث اعلیٰ ایک ہی شخص راجہ مل خان گذرا ہے۔ جس کا ذکر کچھ تاریخ اقوام کشمیر میں بھی درج ہے اور اس سے زیادہ اسی کتاب میں جنجوعہ قوم کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔

ککھہ قوم کے افراد کا بیان ہے۔ کہ سب سے پہلے راجہ سری پت راٹھور جو راجہ مل کا دادا تھا۔ قنوج سے پنجاب آیا۔ سر لیپل گریفن جنجوعہ قوم کی روایتوں کے مطابق لکھتے ہیں۔ کہ خود راجہ مل جو راٹھور تھا۔ اور پانڈو کی اولاد سے تھا۔ جودھپور یا قنوج سے ۹۸۰ء میں آیا۔ مصنف "راجپوت گوتیں" بھی قنوج یا جودھپور سے راجہ مل ہی کا پنجاب میں آنا بیان کرتا ہے۔ راقم الحروف کے خیال میں راجہ مل غزنویوں کے زوال اور غوریوں کے عروج کے زمانہ میں گذرا ہے۔ غزنویوں کا زوال بہرام شاہ کی وفات ۵۴۷ھ سے شروع ہو کر خسرو شاہ (۵۵۵ھ) اور خسرو ملک (۵۹۰ھ) تک رہتا ہے۔ غوریوں کا عروج ۵۹۰ھ سے شروع ہو کر شہاب الدین غوری کے واقعہ قتل ۶۰۲ھ تک ہے۔ یہ سارا زمانہ ساٹھ سال کے قریب ہوتا ہے۔

اس زمانہ کا تعین اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ غزنوی خاندان کے آخری تین بادشاہوں کی طاقت غوری خاندان کے اقبال و عروج کی وجہ سے جہاں افغانستان اور غزنی میں نابود ہو چکی تھی۔ وہاں پنجاب میں بھی چھوٹی چھوٹی خود مختار حکومتیں از سرِ نو قائم ہو رہی تھیں۔

اسی زمانہ میں راجہ مل راٹھور قنوج یا متھرا کے ہم قوم راجہ سے کسی کشیدگی کے باعث اپنی ایک مختصر سی جماعت لے کر جہلم کے شمالی پہاڑوں میں آکر مقیم ہو گیا اور بقول سر لیپل گریفن اس خیال نے اُسے زیادہ تقویت دی کہ ایک بار پانڈواں نے بھی انہی پہاڑوں میں پناہ لی تھی۔ غزنویوں کے زوال کی وجہ سے طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ راجہ مل نے رفتہ رفتہ وہاں طاقت پیدا کر لی۔ یہاں تک کہ جب شہاب الدین محمد غوری نے غزنوی خاندان کے آخری بادشاہ خسرو ملک کو جس کا دار الحکومت اس وقت لاہور تھا۔ تباہ کرنا چاہا۔ تو سب سے پہلے جہلم کے نواح میں راجہ مل سے اس کی مٹ بھیڑ ہوئی۔ لیکن کہاں شہاب الدین

غوری اور کہاں راجہ مل۔ آخر وہ شکست کھا کر اسیر ہو گیا۔

جنجوعوں اور کھکھہ اور ہتمال اور نیز پال خاندانوں میں راجہ مل کے مسلمان ہونے کے متعلق جو روایتیں مشہور ہیں۔ ان میں ایک تو یہ ہے۔ کہ راجہ مل کسی مسلمان بزرگ کی کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ ایک یہ ہے۔ کہ جس مسلمان درویش[1] نے اُس کے باپ دھرو پت کو کہا تھا۔ کہ تمہارے ہاں بیٹا تو ضرور پیدا ہوگا۔ لیکن وہ مسلمان ہو جائے گا۔ ان الفاظ کی روحانی کشش نے اس کو مسلمان کر دیا۔ آخری روایت جس کو راقم مؤلف نے بھی انہی اقوام کے قول کے مطابق تاریخ اقوام کشمیر کے صفحہ ۴۰۲ پر نقل کیا ہے۔ یہ ہے۔ کہ راجہ مل ایک مرتبہ ایک مکتب کے پاس گذرا تو دیکھا۔ کہ اُستاد اپنے شاگردوں کو ذیل کے اشعار پڑھا رہا ہے ؎

بتے چوں برآرد مہمات کس | کہ نتو انداز خود براند مگس
نہ نبردے دستش نہ اُفتد زپا | اگر بفگند بر نہ خیزد زجا

راجہ نے مکتب کے مُلا سے جب ان اشعار کے معنے و مطالب سُنے۔ تو اُس پر بڑا اثر ہوا۔ اور وہ بت پرست سے توحید پرست بن کر مسلمان ہو گیا۔

ان روایتوں کے علاوہ سر لیپل گریفن نے راجہ مل کے قبول اسلام کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ راجہ مل نے اپنی جان بچانے اور اپنی کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اسلام قبول کر لیا تھا۔

لیکن جس قدر اقوام راجہ مل کی ذریات سے ہیں۔ اور جس قدر خاندان اپنا تعلق

---

[1] راجہ دھرو پت فرزند نرینہ پیدا نہ ہونے کی وجہ سے دلگیر رہتا تھا۔ اس کی استدعا پر ایک مسلمان درویش نے اس کو فرزند پیدا ہونے کی بشارت دی تھی۔

راجہ مل سے ظاہر کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی اس خیال کے ساتھ جو سر لیپل گریفن نے ظاہر کیا ہے۔ اتفاق نہیں کرتا۔ ان کا بیان ہے۔ کہ راجہ مل کے قبول اسلام کے ساتھ مندرجہ صدر تینوں روایتوں میں سے کسی ایک کا تعلق ہے۔

تاریخ راجپوتان پنجاب۔ راجپوت گوتین اور تاریخ رئیسان پنجاب کے مصنفوں اور اقوام جنجوعہ گکھڑ وغیرہ کے شجروں نے راجہ مل خان کے پانچ بیٹے بتائے ہیں۔ راجہ نر نولی خاں۔ راجہ بیر خاں۔ راجہ جودھ خان۔ راجہ کالا خان راجہ کھکھہ خان۔

اپنے بزرگ راجہ کھکھہ خان کے متعلق کھکھہ قوم کے ایک بزرگ ارقام فرماتے ہیں۔ "وہ ایک معمولی سی فوج لے کر کشمیر کے پہاڑوں میں چلے آئے۔ اس زمانہ میں جگہ جگہ حکومتیں تھیں۔ دو چار گاؤں کا مالک بھی راجہ کہلاتا تھا۔ اور اپنے حریف سے لڑنے کے لئے تیار رہتا تھا۔ جب کھکھہ خاں ضلع مظفر آباد کے مقام چھتر کلاس پر جو جہلم دہلی روڈ کے قدیم پڑاؤ دلائی کے متصل ہے پونچا۔ تو وہاں کے حاکم سے اُس کی لڑائی ہوئی۔ مگر حاکم چھتر کلاس نے شکست کھا کر اطاعت قبول کی یہاں سے فارغ ہو کر راجہ کھکھہ خان نے علاقہ سہو نر ڈنہ پچیلی کو فتح کیا۔ پھر کوٹ وہریالا دغیرہ کو قبضہ میں لاکر متصلہ علاقہ پر اپنا سکہ بٹھایا۔ اور اپنا دارالحکومت ناگنی ڈھیری کو جو پڑاؤ دلائی کے متصل ہے۔ قرار دیا۔

اس کے فرزندان راجہ سنگی خان اور راجہ منگی خان تو یہیں رہے۔ مگر خود راجہ کھکھہ خاں اپنے چھوٹے فرزند علیا خان کو ہمراہ لیکر تبت کی طرف چلا گیا۔ اور وہیں فوت ہو گیا۔ اس کے فرزند علیا خان کو بھی واپس آنا نصیب نہ ہوا۔ وہ بھی وہیں پیوند خاک ہو گیا۔ اس کی اولاد اب تک وہاں موجود ہے"

[1] تبت کے علاقہ میں بدھ مذہب کی کثرت ہے۔ تبت خورد میں البتہ مسلمان ہیں معلوم نہیں علیا خان کی اولاد اگر وہاں ہے۔ تو وہ کس نام سے مشہور ہے۔ خود پونچھ میں ایک فرقہ اپنے آپ کو علیا خاں کی اولاد بتاتا ہے۔

راجہ کھکھہ خان کے ایک فرزند راجہ سنگی خان کی اولاد سے ہنتمال[1] قوم پیدا ہوئی ایک فرزند تبت کے علاقہ ہی میں رہ گیا۔ منجھلے فرزند راجہ منگی خان کی اولاد بہت کثرت سے پھیلی۔ ضلع راولپنڈی۔ پونچھ اور کشمیر کی تحصیل اوڑی و مظفرآباد میں جو قوم کھکھہ کے نام سے مشہور ہے۔ سب منگی خان بن راجہ کھکھہ خان کی ذریات سے بتائی جاتی ہے۔

راجہ منگی خاں کے بیٹے کا نام علی شیر خاں اور پوتے کا نام پنجہ خاں تھا۔ پنجہ خاں کے دو فرزند تھے۔ راجہ تیج خاں و راجہ پیروز خان۔ آخر الذکر یعنی راجہ پیروز خاں کے بھی دو بیٹے تھے۔ راجہ گوند خاں و راجہ ڈھوڈا خان عرف تیز خان۔ جو کھکھہ قوم تحصیل مظفرآباد و تحصیل اوڑی ملک کشمیر میں آباد ہے۔ جس میں کئی جاگیردار بھی ہیں۔ اور جن کا ذکر تاریخ اقوام کشمیر کے صفحات ۲۴۶ تا ۲۴۹ میں درج ہے یہ تمام قوم اور اس کے تمام افراد راجہ گوند خاں کی اولاد سے ہیں۔

ڈھوڈا خان عرف تیز خاں کی اولاد علاقہ پونچھ کے مواضعات ذیل میں آباد ہے۔ کوٹلی۔ ڈھیر کوٹ۔ سنڑول۔ بھاگسر۔ مکھیالہ۔ ناول۔ ارجہ۔ چوڑ۔ پیل بلوٹے ڈھک۔ بھیدر۔ رنگلہ۔ رنگولی۔ سیکوٹ۔

راجہ تیج خاں برادر راجہ پیروز خاں کی اولاد مندرجہ ذیل تین مواضعات

---

[1] راجہ سنگی خاں کے بیٹے کا نام ہاتم خاں تھا۔ ہنتمال راجے اور جاگیردار جو کشمیر کی تحصیل اوڑی کے متفرق دیہات میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اسی ہاتم خاں کی اولاد سے ہیں۔ اور اسی کے نام پر ہنتمال مشہور ہیں۔ ہاتم خاں اور کھکھہ خاں کو کسی نے بھائی بھائی بنایا ہے۔ ایسا ہی ذکر راقم نے بھی تاریخ اقوام کشمیر میں کیا ہے۔ بہرحال وہ بھائی تھے یا چچا بھتیجا تھے یا انکا باہم کوئی اور رشتہ تھا۔ یہ صحیح ہے کہ وہ ایک ہی خاندان سے تھے۔ سر والٹر لارنس مصنف ویلی آف کشمیر نے بھی ان دونوں کو ایک ہی قوم سے ظاہر کیا ہے۔

چھپڑیاں۔ گھمڑی گیر اور نابل میں ہے۔ علاوہ ازیں بھڑاٹ رنگوڑ بن منگ گوہرہ ہجیرہ اور ٹاٹ میں بھی قریباً پچاس گھر کھکھہ قوم کے آباد ہیں۔

۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق کھکھہ خاندان کی کل آبادی ریاست کشمیر میں جس میں پونچھ بھی شامل ہے ۱۲۶۰۸ نفوس کی ہے۔ ان میں مرد ۶۴۰۹ اور عورتیں ۶۱۹۹ ہیں۔ کہتے ہیں کھکھہ خاندانوں کو ہر مستقل کاشت کار سے بطور مالکانہ فی روپیہ ۴ ملتا ہے۔ دیگر اقوام کے جو لوگ ان کے دیہاتوں میں آباد ہیں۔ نمبردار دیہہ بوقت شادی ان سے پانچ روپیہ گھوڑے کی رسم کے طور پر لیتا ہے۔

اس قوم کے رشتے ناطے اپنی قوم کے علاوہ سدھن اور ڈھونڈ اقوام کے خاندانوں سے ہوتے ہیں۔

گلگت کی لڑائی میں کھکھہ قوم کے نوجوان بھی مہاراجہ بہادر کی افواج کے ساتھ دوش بدوش اپنی وفاداریوں کا ثبوت دیتے رہے ہیں۔ یورپ کی جنگ عظیم میں بھی اس قوم نے سرکار انگریزی کو بڑی مدد دی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت بھی سوا چھ سو نفری کے قریب کھکھہ لوگ فوجوں میں ملازم ہیں۔

ہملٹن صاحب مہتمم بندوبست پونچھ نے بھی اپنی رپورٹ میں تیزیالوں کے ساتھ کھکھہ قوم کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔

"تیزیال ۱۰ گاؤں میں آباد ہیں۔ لیکن وہ اپنی امن پسندانہ صفات اور اپنے حقوق اور اپنی اس عظمت کا جو دوسری اقوام پر ان کو حاصل ہے۔ کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس قوم کی اصل کھکھہ راجپوتوں سے ملتی ہے۔ ان میں شجاعانہ اور مدافعانہ طاقت و قوت موجود ہے۔ اور اپنے رعب داب اور اپنے مضبوط کیریکٹر کی وجہ سے دوسری قوموں پر ان کو امتیاز خاص حاصل ہے۔"

یہ قوم دراصل کشمیر کے پہاڑی علاقہ کی رہنے والی ہے تحصیل اوڑی اور مظفرآباد سے ہوتی ہوئی پونچھ کی تحصیل باغ تک پھیلی ہوئی تھی جب راجہ موتی سنگھ کو پونچھ کا علیحدہ فرمانروا بنایا گیا۔ تو تقسیم حدود کے لئے دہار بنہ قائم کیا گیا۔ اس تقسیم کے مطابق جو لوگ حدود کشمیر میں رہ گئے ان کا مالیہ تحصیل مظفرآباد والے وصول کرتے رہے۔ اور جو دیہات پونچھ کی تحصیل باغ میں آ گئے۔ ان کا مالیہ تحصیل باغ والوں نے وصول کرنا شروع کر دیا۔

کھکھہ قوم کے بعض ایسے دیہات بھی ہیں جن کا حق ملکیت پونچھ میں بھی ہے اور کشمیر میں بھی۔ مثلاً کوٹلی۔ رنگولی۔ راجپوتھی۔ ان دیہات کے کچھ رقبہ جات پونچھ میں ہیں اور کچھ کشمیر میں۔ اور ان کے مالکان اراضیات دونوں جگہ مالیہ ادا کرتے ہیں۔

اب کھکھہ قوم کے چند مشاہیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو مختلف دیہات میں آباد ہیں

کوٹلی۔ یہاں سردار محمد یعقوب خان نمبردار رئیس ایک مشہور ہستی ہیں۔ دربار پونچھ کی طرف سے آپ کو خطاب سرداری بھی حاصل ہے۔ آپ عدالت سشن کے اسیسر۔ سنٹرل کواپریٹو بنک تحصیل باغ کے ڈائرکٹر۔ انجمن اصلاح المسلمین اقوام کھکھہ راجپوت کے پریذیڈنٹ، اور نامور ٹھیکہ دار ہیں۔ صاحب جائداد، ذی وقار اور صاحب رسوخ ہیں ۱۹۹۳ء ب اور ۸۹ء و ۹۰ء ب کے ایام قحط میں آپ نے اپنی برادری کے لوگوں کو جو نقد امداد دی حکومت پونچھ نے اپنے سرٹیفکٹوں کے ذریعہ اس کا اعتراف کیا۔ ایام شورش ۸۳ء ب میں آپ نے بحالیٔ امن کے لئے جو کوشش کی۔ افسران محکمہ مال اور صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس پونچھ نے اس کے اعتراف میں سندات عطا کیں۔ پونچھ کے علاوہ تحصیل مظفرآباد میں بھی آپ کی معقول جائداد ہے۔ بلکہ پونچھ کے علاوہ وہاں بھی نمبرداری ہے۔ آپ کے دادا سردار سرفراز خاں جاگیردار و نمبردار تھے۔ جاگیر تو بندوبست کے قوانین کے مطابق

سردار محمد یعقوب خاں رئیس کوٹلی تحصیل باغ پونچھ کشمیر
معہ فرزندان سردار محمد لطیف خاں سردار محمد یوسف خاں و سردار محمد یاسین خاں

جاتی رہی۔ لیکن نمبرداری موجود ہے۔ آپ کے تین فرزند حسب ذیل ہیں۔ "سردار" محمد لطیف خان۔ "سردار" محمد یوسف خان۔ "سردار" محمد یاسین خان۔ تینوں ہائی سکول میں زیر تعلیم ہیں۔ ان کے علاوہ اصحاب ذیل اس موضع میں ممتاز اور قابل تذکرہ ہیں۔ سردار شاہنواز خان نمبردار جو سردار محمد یعقوب خان کے تایا ہیں۔ سوات خان و دوسرے خان نمبرداران۔ جواہر خان۔ فضل خان ولد شاہ ولی خان۔ زبردست خان ولد بہادر خان۔ پیندا خان۔ نجابت علی خان۔ مہدی خان۔ شمس خان۔ کمال خان سردار پہلوان خان۔ نصرا خان ولد بھاگ خان۔ منشی گل احمد خان۔ منشی منیر اللہ خان۔ منشی کالا خان اور منشی فضل خان جو اپنی قومی انجمن کے سکرٹری ہیں۔

اصحاب ذیل اس موضع میں پنشنر ہیں۔ جماعت خان۔ حیات محمد خان۔ شبیر احمد خان۔ گل احمد خان۔

نڑول۔ محمد یوسف خان نمبردار۔ نواب علی خان۔ نیلہ خان۔ حبیب خان ٹھیکیدار گل احمد خان جو سفید پوش ہے۔

بھاگسر۔ سیدل خان و سکندر خان نمبرداران۔ علی اکبر خان۔ سفید پوش و صاحب حیثیت۔ سلطان محمد خان۔

مکھیالہ نادل۔ سردار جواہر خان ڈپٹی انسپکٹر پولیس پنشنر و جاگیردار رئیس و نمبردار۔ آپ کو حکومت کی طرف سے سرداری کا خطاب بھی حاصل ہے۔ "سردار" رحمت اللہ خان نمبردار و جاگیردار۔ "سردار" محمد شریف خان سارجنٹ پولیس "سردار" شیر افضل خان پریذیڈنٹ و اسیسر۔ سلطان محمد خان جاگیردار۔

پیل۔ "سردار" محمد زمان خان نمبردار و جاگیردار و پریذیڈنٹ کمیٹی۔ "سردار" غلام نبی خان جاگیردار و نمبردار۔ سکندر خان سفید پوش و بڑی عزت ہے۔

ٹوبک بہلدر۔ سیدل خان نمبردار۔ فیروز خان انڈین افسر۔ عطاء اللہ خان۔ محمد یوسف

خان۔ محمدؐ اکبر خان۔ بشیر احمد خان پنشنر۔ محمدؐ افضل خاں ملازم پولیس۔

بہدرہ۔ محمدؐ علی خاں۔ عمر خان۔ منگی خان نمبردار۔ زنگی خاں انڈین افسر سمندر خاں گل احمد خاں گورمنٹ پنشنر

چوڑ۔ پنیدا خاں نمبردار۔ میر احمد خاں۔ بشیر احمد خاں۔ میر عالم خاں سکول ماسٹر "سردار" پہلوان خان۔

ارجہ۔ لگا خاں نمبردار انعام خور۔ صوبیدار میجر ملوک خان بہادر۔ موجو خان بہادر

زانگلہ۔ بشیر احمد خان۔ لگا خاں۔ بشیر احمد خان ثانی نمبردار۔

سبکوٹ۔ جواہر خاں نمبردار۔

رنگولی۔ خان شمس خاں و اکبر خاں نمبردار شمس خاں کا باپ شہباز خان جاگیردار و نمبردار تھا۔ اس کی فوتیدگی کے بعد جاگیر بند ہوگئی۔ دوست محمدؐ خاں و رحمت اللہ خاں سفید پوش صاحب عزت۔ علی اکبر خان و بشیر احمد خان پنشنر۔

چھپڑیاں۔ فتح نور خان نمبردار۔

گھوڑی بیر۔ علی بہادر و یعقوب خاں نمبردار

تاہل۔ تبدل خاں نمبردار۔

کھکھہ برادری سکنہ جگلڑی تحصیل باغ

اولاد بیر خاں۔ آج سے قریباً تین چار سو سال پیشتر علاقہ چکار (کشمیر) کے موضع گھیلی سے جنگہ خاں نام ایک شخص تحصیل باغ میں آکر وارد ہوا موضع جگلڑی اسی کے نام پر آباد ہے۔ جگ جنگ کا بگڑا ہوا لفظ ہے۔ اور لڑی مکان کو کہتے ہیں۔ چھ نمبردار اسی ایک خاندان کے ہیں۔ ان کے ناطے رشتے بالعموم

منشی علی گوہر خان گکھڑ راجپوت سکنہ جنگلڑی تحصیل باغ | سلیمان خان گکھڑ راجپوت سکنہ جنگلڑی تحصیل باغ

سدھن ۔ تیز بال اور ڈہونڈ وغیرہ اقوام سے ہوتے ہیں ۔ جنگ خاں کی تمام اولاد زراعت پیشہ ہے ۔ جنگ عظیم یورپ میں بھی اس قوم نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں ۔ جنگ خاں کی دسویں پشت میں بیرہ خاں ڈوگرہ حکومت کے تسلط کے وقت ایک نامور حیثیت رکھتا تھا ۔ دیہہ ہذا کی نمبرداری بھی سب سے پہلے اسی نے کی ۔ اس موضع میں جس قدر کھکھہ برادری ہے ۔ وہ اس کے مندرجہ ذیل چار فرزندوں کی اولاد سے ہے ۔ روشن علی خاں ۔ شیر علی خاں نذر علی خاں ۔ محمد علی خاں ۔

روشن علی خاں کی اولاد حسب ذیل ہے ۔ ہاشم علی خاں اس کا فرزند محمد زمان خان ۔ جمعدار خاں مرحوم اس کے دو فرزند فیروز خاں و شیر محمد خاں ۔

شیر علی خاں کی اولاد ۔ اس کے تین فرزند بالا خاں ۔ عطا محمد خاں ۔ دوست محمد خان ۔ بالا خاں کے تین فرزند حیات خاں پہلوان خان ۔ محمد یوسف خاں ۔ ان میں حیات خاں کے جو نمبردار ہے ۔ دو فرزند ہیں ۔ میر احمد خاں ۔ جواہر خاں عطا محمد خاں کا جو اپنی برادری میں سرکردہ اور سفید پوش ہے ۔ ایک فرزند منشی گوہر علی خاں ہے ۔ جو ایبٹ آباد میں اپنا کاروبار کرتا ہے[1] ۔ دوست محمد خاں کے تین فرزند منشی گل محمد خاں ۔ انزاسیاب خاں و عبدالروف خاں ہیں ۔

نذر علی خاں کا ایک فرزند گلاب خاں ہے ۔ جس کے دو فرزند شیر احمد خاں و محمد یعقوب خاں موجود ہیں ۔ بیرخاں کے چوتھے فرزند محمد خاں کے دو بیٹے محمد باز خاں و عالم شیر خاں ہیں ۔ اول الذکر کے بھی دو فرزند ہیں ۔ محمد اشرف خاں و گل شیر خاں اور ثانی الذکر کے حسب ذیل پانچ فرزند ہیں ۔ علی اکبر خاں ۔ مولوی عبدالرحمان خاں ۔ غلام حسین خاں ۔ نور حسین خاں ۔ اکبر حسین خاں

اولاد کریم اللہ خاں عرف کرملہ ۔ اس کے تین بیٹوں میں سے کمالا خاں کی

[1] منشی علی گوہر خاں ایک اچھا اہل قلم ہے ۔ ان کا بھائی سلیمان خاں سوڈا فیکٹری کا مالک ہے ۔

اولاد میں حسب ذیل افراد قابل ذکر ہیں ۔ فتح نور خاں ۔ محمد نور خاں ۔ محمد الدین خاں ولد میر باز خاں خلف سیساخان بن کالا خاں وشہاب الدین خاں بن شاہ محمد خاں بن سیساخاں ۔ نواب خاں ٹھیکہ دار و عبداللہ خاں بن سوہنا خاں بن کالا خان ۔

اولاد ہنسو خاں بن بلو خاں ۔ بلو خاں کا باپ لطیف اللہ خان "آپ راجی" کے زمانہ میں اپنی برادری کا سرگروہ تھا ۔ ہنسو خاں کے جو اس کا پوتا ہے ۔ دو فرزند ہیں ۔ فقیر خاں و فیروز خان ۔ اول الذکر کے چار فرزند غلام حیدر خاں ۔ علی اصغر خاں اشرف خاں ۔ دہوشناک خاں موجود ہیں ۔ فیروز خاں کے بیٹے کا نام محمد اکبر خاں ہے ۔

اولاد معظم خاں ۔ یہ شخص ڈوگرہ حکومت سے قبل گذرا ہے ۔ اپنے علاقہ میں کافی مشہور تھا ۔ اس کا بیٹا پنہ خان اور پوتا ستارا خاں اور ستارا خاں کا بیٹا میر ولی خاں بھی قابل ذکر گذرے ہیں ۔ میر ولی خاں کے حسب ذیل چار فرزند تھے ۔ میرا خاں ۔ بھولا خاں ۔ فقیر خاں ۔ شاہ ولی خاں ۔ میرا خاں کی اولاد اس کے تین فرزندوں نواب علی خاں ۔ محمد بخش خاں ۔ میر محمد خاں پر مشتمل ہے ۔ نواب علی خاں کا فرزند فتح محمد خاں لکھا پڑھا ہے ۔ اور ٹھیکہ داری کا کام کرتا ہے ۔ محمد بخش خاں کے فرزند کا نام پہلوان خاں ہے

بھولا خاں کے پانچ فرزند تھے متولی خاں ۔ اکبر خان ۔ دوست محمد خاں رنگی خاں ۔ نواب خان ۔ پہلے تینوں فوت ہو چکے ہیں ۔ ان کے فرزندان علی الترتیب محمد فیاض خاں ۔ شیر دل خاں ۔ محمد اسحاق خاں زیر تعلیم ہیں ۔ رنگی خان اپنے بھائیوں میں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ۔ اس کے دو ہونہار فرزند محمد صغیر و عبدالمجید زیر تعلیم ہیں ۔

میراخاں کا تیسرا بھائی فقیر خاں فوت ہو چکا ہے۔ مگر اس کا فرزند کرڑکو خاں اور اس کا پوتا شبیر زمان خاں حیات ہیں۔ ان کا چوتھا بھائی شاہولی خاں زندہ ہے۔ اس کا فرزند احمد علی خاں اور پوتا فیض عالم جو لکھا پڑھا ہے۔ قابل ذکر ہے۔

اولاد مستر و خاں کھکھہ۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ بھولا خاں و بہادر و خاں بھولا خاں نے نمبرداری حاصل کی۔ اب اُس کا بیٹا گل مہدی خاں نمبردار ہے۔ اس کے دو بیٹے ہیں۔ علی حسین خاں و احمد خاں۔ دونوں خواندہ ہیں۔ احمد خاں برہما میں اپنا کاروبار کرتا ہے۔ گل مہدی خاں کے بھائی کا نام گل حسن خاں ہے بہادر و خاں کے پانچ فرزند ہیں۔ فقیر خاں۔ نواب علی خاں۔ ذکا خاں۔ ناظر علی خاں دوست محمد خاں۔ فقیر خاں اپنے بھائیوں میں مشہور اور اس کے فرزند سلیمان خاں و منشی محمد زمان خاں اور اس کا بھتیجہ شبیر احمد خاں خلف نواب علی خان قابل ذکر ہیں۔

اولاد ہلنسو خاں۔ ہنسو خاں۔ شیر محمد خان کے پوتے عالی خاں کی ذریات سے تھا۔ ہنسو خاں عالی خاں کا پوتا یعنی اس کے فرزند میرولی خاں کا بیٹا تھا۔ عالی خاں ہی نے اس خاندان میں بعہد حکومت ڈوگرہ نمبرداری حاصل کی تھی ہنسو خاں کے تین فرزند ہیں فضل خاں جو نمبردار ہے۔ گلاب خاں اور بھولا خاں آخر الذکر دونوں فوت ہو چکے ہیں۔ ان میں گلاب خاں کے دو فرزند علی شیر خاں و شبیر زمان خاں اور بھولا خاں کا فرزند نور احمد خاں موجود ہے۔ فضل خاں کا بچا محمد علی خاں اور اس کا فرزند دوست محمد خاں بھی اس برادری میں قابل ذکر ہیں۔

اولاد غیرت خاں۔ اس کے تین فرزندوں میں دولہہ خاں کا ذکر کسی اور جگہ آ

چکا ہے۔ دوسرے بیٹے گل بیگ خاں کی چوتھی پشت میں محمدؐ فضل خاں (بن ناصر خاں) کے دو فرزند محمدؐ فیروز خاں وعبد الحلیم موجود ہیں۔ تیسرے فرزند سال بیگ خاں کے پوتے کالا خاں کے حسب ذیل دو فرزند تھے۔ اول بوڑا خان جس کے بیٹے ڈہوڑا خاں کے تین فرزندوں گوہر علی خاں۔ زمان علی خاں۔ اکبر علی خاں سے علی الترتیب حسب ذیل فرزند موجود ہیں۔ ہوشناک خاں۔ علی شبر خاں محمدؐ افضل خاں۔ کالا خاں کے دوسرے بیٹے کا نام شیر ولی خاں تھا۔ اس کے بیٹے زمان خاں کے فرزندوں کا نام محمدؐ کریم خاں و بلشی فیروز الدین خاں ہے۔

اولاد پنول خاں گکھڑ۔ اس کے دو فرزند تھے۔ اول ستارا خاں جس کی اولاد سے میر عالم خاں خلف فضلدین خاں بن جو ولی خاں (صحیح نام زور ولی خاں ہوگا) بن ستارا خاں اور مغل خاں سفید پوش و معافی دار بن زور ولی خان اور مغل خان کے دو فرزند اسمٰعیل خاں و میر احمد خاں قابل ذکر ہیں۔ پنول خاں کے دوسرے فرزند کا نام کالا خاں تھا۔ اس کے پوتے محمدؐ علی خاں بن نور ولی خاں کے حسب ذیل پانچ فرزند موجود ہیں۔ محمدؐ گلاب خاں۔ قاسم خاں۔ گل احمد خاں نور احمد خاں۔ سلیمان خان

اولاد جلو خاں گکھڑ۔ اس کے دو فرزند تھے۔ ایک ہنسو خاں۔ جس کے دو بیٹے ہیں۔ دلیل خاں و دلاور خاں۔ دلاور خاں سفید پوش و سرکردہ ہے۔ اور اس کے پانچ بیٹوں میں علی حیدر خاں۔ علی اکبر خاں اور یعقوب خاں قابل ذکر ہیں۔ جلو خاں کے دوسرے فرزند کا نام شیر باز خاں تھا۔ اس کا فرزند محمدؐ بخش خاں موجود ہے۔ اسی خاندان میں نصر علی خاں اور اس کے فرزند فیروز خاں۔ فضل دین خاں اور پہلوان خان قابل ذکر ہیں۔

اولاد مقصود خاں۔ یہ شخص بہت قدیم زمانہ میں گذرا ہے۔ اس کے

دو فرزند تھے۔ ضیاء الدین عرف جابو خاں و شکر دین خاں۔ جابو خاں کے دو پوتے تھے۔ ایک عبداللہ خاں اس کی اولاد سے گلا خاں حیات محمد خاں و عقل جنگ خاں جو جھپو خاں کے فرزند ہیں۔ اور شیر زادہ خاں۔ میر داد خان و شیر دل خاں جو جھپو خاں کے بھائی بگو خاں کے فرزند ہیں عبداللہ خاں کے دوسرے بھائی فقیر خاں کی ذریات حسب ذیل ہے۔ علی بہادر خاں۔ اقبال خاں۔ میر احمد خان۔ گل احمد خاں۔ بگا خاں۔ علی اکبر خان۔

جابو خاں کے بھائی شکر دین خاں کے فرزند غیرت خاں کے دو بیٹے تھے۔ عارف خاں و نور محمد خاں۔ اول الذکر کی اولاد حسب ذیل موجود ہے محمد افضل خاں۔ حاجی عبداللہ خاں۔ محمد ایوب خاں محمد یعقوب خاں یہ چاروں بھائی سردار منگی خاں نمبردار کے فرزند ہیں۔ جو عارف خاں کی پانچویں پشت میں تھا۔ محمد افضل خاں نمبردار ہیں۔ اور محمد ایوب خاں محکمہ ڈاک میں ملازم ہے۔

عارف خاں کے بھائی نور محمد خاں کی شاخ سے میر احمد خاں حیات اللہ خاں جواہر خاں اور محمد زمان خاں قابل ذکر ہیں

اولاد فضل خاں کھکھہ۔ اس کا فرزند کلاں گلاب خاں نمبردار ہے۔ جس کے دو فرزند شیر ولی خاں و عبدالحسین خاں ہیں۔ دوسرے فرزند کا نام کرکو خاں ہے۔ جس کے تین فرزند منشی سلیمان خاں۔ طوطا خان و سجاول خاں ہیں۔

اولاد شیر باز خاں۔ اس کے دو فرزند تھے۔ ایک نصر دین خاں۔ اس کے دو فرزند ہیں جمشید خاں و گل حسین خاں۔ دوسرا امنا خاں جس کے بیٹے کا نام محمد شریف خاں ہے۔

خاندان ککھہ کوٹیڑی تغلو خان - آمبو خاں "آپ راجی" کے زمانہ میں موضع برفابیرا تحصیل باغ سے آکر کوٹیڑی تغلو میں آباد ہوئے - ان کے حسب ذیل چار فرزند تھے - فیض بخش خاں - کرم بخش خاں - بلور خاں - محمد بخش خاں - آخر الذکر دونوں لاولد رہے - فیض بخش خاں کی اولاد سے میر زمان خاں (ولد فیروز خاں) موجود ہے - کرم بخش خاں کے ہاں تین فرزند ہوئے - شیر احمد خاں عطا محمد خاں - کریم حیدر خاں - ان میں شیر احمد خاں کی اولاد حسب ذیل ہے - [۱] مستری میر احمد خاں جو صوبہ سرحد لنڈی کوتل میں ملازم ہے - [۲] میر محمد خاں - [۳] گل حسین خاں - [۴] غلام حسین خان - [۵] محمد حسین خاں -

عطا محمد خاں کے دو فرزند کالو خاں و عبد العزیز خاں موجود ہیں - برفابیرا میں نصرو خاں کے دو فرزند ہیں - ایک مولوی محمد فضل خاں جو کئی زبانیں جانتے ہیں - اور بمبئی میں ملازم ہیں - دوسرا محمد سید خاں جو ڈاکخانہ بلندری میں ملازم ہے - یہ سب لوگ زراعت پیشہ ہیں - بعض ان میں ملازم بھی ہیں - جنگلڑی کی ککھہ برادری سے اس برادری کا بہت قریبی تعلق ہے - اور سب آپس میں رشتہ دار ہیں -

تیزیال راجپوت

ککھہ قوم کے سلسلہ میں تیزیالوں کا ذکر ہو چکا ہے - تیزیالوں اور ککھوں کے بیان کے مطابق ککھہ خاں کی ساتویں پشت میں دو بھائی تھے - راجہ گوندخاں و راجہ ڈھوڈا خاں عرف تیز خاں - تیز خاں کی اولاد جس کا کثیر حصہ علاقہ پونچھ کی تحصیل باغ میں آباد ہے - تیزیال کہلاتی ہے - بہ الفاظ دیگر ککھہ اور تیزیال ایک ہی خاندان اور ایک ہی نسل اور ایک ہی خون سے تعلق رکھتے ہیں - [۱]

[۱] اور اسی بنا پر بعض تیزیالوں کے کام ککھہ برادری میں ہی کھرے ہو گئے ہیں -

میر احمد خان ولد شیر احمد خان قوم کھکھہ راجپوت موضع کوٹیڑی تقلو خان تحصیل باغ پونچھ

اس قوم کا ذکر خانصاحب سردار محمد اکرم خاں ریٹائرڈ جج پونچھ نے اپنی کتاب آئینہ قریش کے صفحہ ۳۲ پر کیا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں "قوم تبزیال صرف تحصیل باغ کے علاقہ ارجہ میں آباد ہے۔ یہ قوم راجپوت ہے۔ اس کا سلسلہ نسب قوم کھکھہ سے ملتا ہے"۔

ہملٹن صاحب مہتمم بندوبست پونچھ نے بھی اپنی رپورٹ میں تبزیال اور کھکھہ قوم کا یکجا ذکر کر کے ان کو راجپوت تسلیم کیا ہے۔ اور اس قوم کی شجاعت مردانگی اور اس کے مضبوط کیر کٹر اور اس کی امن پسندی کا اعتراف ذیل کے الفاظ میں کرتے ہیں۔" تبزیال ۱۶ گاؤں میں آباد ہیں۔ لیکن وہ اپنی امن پسندانہ صفات اور اپنے حقوق اور اپنی اُس عظمت کا جو دوسری اقوام پر ان کو حاصل ہے۔ کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اس قوم کی اصل کھکھہ راجپوتوں سے ملتی ہے۔ ان میں شجاعانہ اور مدافعانہ طاقت و قوت موجود ہے۔ اور اپنے رعب داب اور اپنے مضبوط کیر کٹر کی وجہ سے دوسری قوموں سے ان کو امتیاز خاص حاصل ہے"۔

سر والٹر لارنس اور راج ترنگنی کے مترجم مسٹر سٹین صاحب نے کھکھہ قوم کو جس سے تبزیال قوم نکلی ہے۔ کشمیر و پونچھ کا قدیم حکمران قبیلہ کھش تسلیم کیا ہے۔ بہر حال کھکھہ اور تبزیال اپنے شجروں کے مطابق بھی "راجپوت" ہیں۔ اور اگر وہ بقول لارنس صاحب وسٹین صاحب قبیلہ کھش سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ تو بھی وہ راجپوت ہیں۔

تبزیال قوم میں متعدد نمبردار۔ جاگیردار۔ معافی دار اور فوجی کمیشن افسر ہیں۔ چند مشہور افراد کے نام حسب ذیل ہیں۔

صوبیدار محمد خاں او۔ بی۔ ای۔ آپ ۱۹۱۵ء میں برٹش گورنمنٹ کی افواج میں بھرتی ہوئے۔ حوالداری اور جمعداری کی منازل طے کرتے ہوئے ستمبر

۱۹۲۹ء میں آپ نے صوبیداری کا اعزاز حاصل کیا۔ جون ۱۹۳۲ء میں لفٹنٹی کے امتحان سے بھی فارغ ہو گئے۔ نیز آرڈر آف برٹش ایمپائر یعنی او۔بی ای کا تمغہ بھی آپ حاصل کر چکے ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں آپ ہز مجسٹی ملک معظم شہنشاہ ہندستان و بادشاہ انگلستان کے اردلی انڈین افسر مقرر ہونے والے تھے۔

وطن دھیر کوٹ ہے۔ بڑے خلیق۔ لکھے پڑھے۔ بارسوخ اور وجیہہ نوجوان ہیں تعلیمی معاملات سے آپ کو خاص دلچسپی ہے۔ دھیر کوٹ کے مڈل سکول کا وجود آپ کی مخلصانہ کوششوں کا مرہون منت ہے۔ آپ کے ایک بھائی سردار سلیمان خان کو حکومت پونچھ کی جانب سے سرداری کا خطاب حاصل ہے۔ آپ کے تیسرے بھائی میر زمان خاں دھیر کوٹ میں چودھری بازار ہیں۔ انکے علاوہ دھیر کوٹ میں سردار جواہر خاں نمبردار و ٹھیکہ دار اور سید الہ خاں۔ نادر خاں سفید پوش اور جمعدار محمد خاں ثانی اور کئی اور اصحاب اپنی برادری میں اچھی پوزیشن رکھتے ہیں۔

نیز یال قوم بھی اپنے ہم جدی کھکھہ بھائیوں کی طرح زراعت پیشہ ہے تعلیم کی طرف اس قوم کی توجہ بہت کم ہے۔ حالانکہ زمانہ بہ بانگ دہل پکار پکار کر کہہ رہا ہے ؎

زمانہ نام ہے میرا تو میں تم کو بتا دونگا
کہ جو تعلیم سے بھاگیں گے نام انکا مٹا دونگا

صوبیدار محمد خاں کھکھہ نیریال او۔بی۔ای۔ وھیرکوٹ تحصیل باغ علاقہ پونچھ کشمیر

باب ششم

شیوخ قبائل

لفظ "شیخ" کے متعلق "تاریخ اقوام کشمیر" کے باب دوم کی فصل ہفتم میں بحث کی جا چکی ہے۔ یہ اس قدر مقدس اور محترم لفظ ہے کہ جس نام کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ اس کی عزت دوقعت دہ چند ہو جاتی ہے۔ اس چھوٹے سے لفظ میں ہر وہ قوم اور ہر وہ ذات اور ہر وہ ہستی سما جاتی ہے۔ جو یا تو اپنے اعمال و افعال کی وجہ سے بزرگ تریں ہو یا جس نے اپنا قدیم مذہب ترک کر کے اسلام قبول کر لیا ہو۔ پونچھ میں بھی یہ لفظ دیگر ممالک کی طرح صرف انہی اقوام و افراد کے لئے مخصوص ہے جو خود یا جن کے بزرگ کبھی غیر مسلم تھے۔ اور بعد میں وہ مسلمان ہو گئے۔ اس قوم کے لوگ عیسائی ہوں یا یہودی۔ ہندو ہوں یا سکھ یا ان کے کسی فرقے اور ان کی کسی گوت سے ان کا تعلق ہو۔ وہ سب شیخ ہی کہلائیں گے۔
پونچھ میں بھی کئی خاندان ایسے ہیں۔ جن کے اجداد نو مسلم ہو کر شیخ کہلائے۔ ان میں کھتری بھی ہیں۔ منہاس بھی ہیں۔ چوہان بھی ہیں۔ برہمن بھی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی اقوام ہیں۔ ایسے خاندان بھی ہیں۔ جو قریشی کہلاتے ہیں۔ اور بزرگوں کے احترام کی وجہ سے شیخ مشہور ہیں۔
تحصیل حویلی میں پلس ایک موضع ہے۔ وہاں پندرہ بیس گھر شیخ برادری کے ہیں۔ ان میں آٹھ دس گھروں کا اصل مذہب ابتدا میں رہتن برہمن تھا۔ اور

باقی گھروں کا بیان ہے۔ کہ ان کے بزرگ منہاس راجپوت تھے۔
موضع گگڑی کہلہ میں دس مکان ایسے نومسلم برہمنوں کے ہیں۔ جن کے کسی بزرگ نے زمانہ قدیم میں اسلام قبول کر لیا تھا۔
موضع بٹول میں پانچ اور موضع کلالی میں تین گھر اس برادری کے ہیں۔ جو اپنے آپ کو منہاس راجپوت ظاہر کرتے ہیں۔ اور شیخ کہلاتے ہیں۔
دھرم سال مینڈھر کے موضع سلواہ میں بھی کئی گھر شیخ برادری کے ہیں۔ جو اپنے آپ کو منہاس راجپوت بتاتے ہیں۔
ان میں شیخ محمد دین خاں۔ شیخ شکر دین خاں۔ شیخ فیروز خاں اور شیخ نعمان بہادر خان مشہور اشخاص ہیں۔
تحصیل مینڈھر کے مواضعات کھنڈہار۔ چھجلہ۔ ڈھرانہ۔ سنکوٹ وغیرہ میں ایک خاندان ہے۔ جو قریباً ڈیڑھ سو نفوس پر مشتمل ہے۔ وہ اپنے آپ کو منہاس جوگی ظاہر کرتا ہے۔ اس خاندان کے کسی بزرگ نے جوگیانہ طریقہ اختیار کر لیا۔ اسی کے نام پر اس کی اولاد منہاس جوگی کے نام سے موسوم ہو گئی۔
اس خاندان میں اس وقت اصحاب ذیل سرکردہ بیان کئے جاتے ہیں۔ (۱) منشی فضلدین مدرس مدرسہ کھنڈہار (۲) میاں صوبہ خاں سکنہ موضع ڈھرانہ جو اپنے علاقہ میں بہت بڑا شکاری مشہور ہے (۳) کالو خاں سکنہ موضع چھجلہ (۴) شیرباز سکنہ موضع سنکوٹ (۵) نصیب علی سکنہ موضع ڈھرانہ۔ منشی فضلدین علم کے علاوہ عـ۵ دھـ۵ بھی خواندہ ہیں۔ علاوہ ازیں علم دین۔ محمد دین برادران منشی فضل دین۔ سائیں اور نور حسن وغیرہ کئی اصحاب قابل ذکر بتائے گئے ہیں۔
ان کے علاوہ پونچھ کے اور کئی دیہات میں شیخ برادریاں موجود ہیں۔ اب

شیخ نبی بخش نظامی منیجر سنٹرل کواپریٹو بنک پونچھ کشمیر

چند ایک شیوخ خاندانوں کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔

مولانا چراغ حسن حسرت ایڈیٹر روزنامہ احسان لاہور اور خان بہادر شیخ محمد عبداللہ بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ الہ آباد۔ ایم ایل اے وغیرہ چند اصحاب کے حالات ابھی موصول نہیں ہوئے۔ حالات مل گئے تو آخر کتاب میں بطور ضمیمہ درج ہونگے۔

شیخ نبی بخش نظامی۔ آپ کے والد شیخ پیر بخش کا اصل وطن رائے پور میانوالہ ہے۔ جو تحصیل جموں میں واقعہ ہے۔ اور جہاں آپ کی یک جدی برادری برہمن اب تک موجود ہے۔ شیخ پیر بخش کے چچا کا نام منشی شیخ محمد صالح تھا۔ وہ کشمیر میں ایک معزز عہدہ پر ملازم رہ چکے تھے۔ اس خاندان کا تعلق میاں نظام الدین مرحوم وزیر اعظم پونچھ کے خاندان سے بھی ہے۔ شیخ محمد صالح کی ہمشیرہ میاں نظام الدین اور میاں نظام الدین کی ہمشیرہ شیخ محمد صالح سے بیاہی ہوئی تھیں۔ اور اسی رشتہ کے باعث آپ کے خاندان نے بعہد وزارت میاں نظام الدین پونچھ میں نقل مکانی اختیار کی۔

شیخ محمد صالح عرصہ دراز تک پونچھ میں رہے۔ تحصیل مہنڈر کا موضع بھیرہ انہی کی اجارہ داری میں تھا۔ آپ کے فرزند امام شاہ رشتہ میں شیخ نبی بخش کے چچا ہیں۔ اور افواج ہند میں عہدہ صوبیداری سے پنشنر پر ریٹائرڈ ہوئے ہیں۔

شیخ پیر بخش ابتداء میں ملٹری پونچھ میں ملازم ہوئے۔ لیکن بعد میں ملازمت پر تجارت کو ترجیح دی۔ اور اپنے کاروبار میں اپنے وقت کے کامیاب تاجر ثابت ہوئے۔ ۱۲ اپوہ سمت ۱۹۷۶ ب کو پونچھ میں انتقال کر گئے۔ ان کے فرزند شیخ نبی بخش جو پونچھ کے نوجوان اہل قلم ہیں۔ دس سال تک برٹش میکینیکل ٹرانسپورٹ

میں بلازم رہے۔ پھر پونچھ کے سنٹرل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ کے مینجر کی حیثیت سے کچھ عرصہ پونچھ میں کام کرتے رہے۔ لیکن آخر بندگی بے چارگی سے دل اکتا گیا۔ اب ۱۹۳۵ء کے وسط سے پونچھ کے واحد اسلامی اخبار "المجاہد" کے ڈائرکٹر آف پالیسی یعنی نگران پالیسی اور ۱۹۳۶ء سے چیف ایڈیٹر ہیں۔

پونچھ میں انجمن اسلامیہ مسلمانوں کی واحد اسلامی انجمن ہے۔ شورش پونچھ کے نازک ایام میں جب حکومت پونچھ اور مسلمانان پونچھ کے تعلقات کی کشیدگی امن پسند رعایا کے لیے سوہان روح بنی ہوئی تھی۔ کوئی شخص انجمن کے عہدہ سکرٹری شپ کو اعزاز و فخر سمجھنے کے باوجود اس کا بار عظیم اٹھانے کے لیے تیار نہ تھا۔ آخر کثرت رائے کے ذریعہ آپ اس انجمن کے سکرٹری قرار پائے۔ اور جس خوبی اور تدبر سے آپ نے اس عہدہ کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے اعتراف اور آپ کی قومی خدمات کا غلغلہ پونچھ اور مضافات کے در و دیوار سے بلند ہو رہا ہے۔

آپ کا ایک صاحبزادہ بنام خالد محمود ہے۔ جس کی عمر ابھی صرف ایک ہی سال کی ہے۔

میاں عمر الٰہی اکھنوریہ۔ ابتدا میں گلیریہ راجپوت تھے۔ تحصیل اکھنور ضلع جموں ان کا قدیم وطن ہے۔ ان کے فرزند میاں فضل دین راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں پونچھ آئے اور سرکاری توشہ خانہ اور خزانہ ریاست میں کسی اچھی اسامی کے انچارج رہے۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ میاں شہاب الدین۔ میاں لعل دین۔ میاں چراغ دین۔ ان میں صرف میاں لعل دین زندہ ہیں۔ اور ان کے فرزند کا نام محمد رشید ہے۔ میاں شہاب الدین کا ایک لڑکا عبدالرشید موجود ہے۔ میاں فضلدین شیخ محمد صالح کے داماد تھے۔ جو شیخ نبی بخش نظامی کے دادا تھے۔

اس لحاظ سے اس خاندان کا تعلق شیخ نبی بخش کے خاندان کے ساتھ بھی ہے۔

شیخ برادری موضع گنڈی تحصیل مہنڈر۔ شیخ عطا محمد خاں نمبردار جو موضع گنڈی کی شیخ برادری کے معزز فرد ہیں کے بزرگ ایک معزز کشمیری پنڈت خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ پونچھ میں یہ خاندان چار پشت سے آباد ہے۔ غلام محمد خاں۔ شیر محمد خاں شیخ میر محمد خاں۔ شیخ رستم خاں۔ شیخ راجو خاں۔ شیخ باغ علی خاں۔ شیخ کالو خاں یہ سب ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ شیخ عطا محمد خاں کے تایا یا چچا زاد بھائی ہیں یہ خاندان زراعت پیشہ ہے

شیخ فیروز دین بانڈی چیچیاں۔ ان کے دادا کشمیری پنڈت تھے۔ مسلمان ہوکر "اعظم شیخ" کہلائے۔ اور کشمیر سے پونچھ آگئے۔ ان کے اکلوتے لڑکے کا نام صمد شیخ تھا۔ صمد شیخ کا بھی ایک ہی لڑکا جس کا نام شیخ فیروز دین ہے جو زندہ اور موجود ہے۔ ان کے دو لڑکے غلام حسین و میر حسین ہیں۔ اور دونوں دکانداری کرتے ہیں۔

پونچھ کے گورکھا شیخ خاندان۔ راجہ موتی سنگھ اور راجہ سر بلدیو سنگھ کے زمانہ میں گورکھا لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد پونچھ کی فوج میں ملازم تھی۔ یہ لوگ بلوچھ کے مشہور چشمہ ڈنگس کے عقب میں رہتے تھے۔ وہ مقام عرصہ تک گورکھا چھاؤنی کے نام سے مشہور رہا ہے۔ ان کی اولاد سے اس وقت ایک صاحب بدھو نامی پلٹن پونچھ میں حوالدار ہیں۔ ایک گورکھا نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کا ہندوانہ نام موتی گورکھا اور اسلامی نام عبداللہ تھا۔ شیخ شمس الدین سکول ماسٹر پونچھ انہی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے بھی دو فرزند ہیں۔ جن کے نام منیر حسین و محمد صادق ہیں۔ پونچھ کے ایک اور گورکھا خاندان سے رام داس نام ایک لڑکا جہلم جاکر مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کا نام اب شیخ عبداللہ ہے۔ اور وہ سرکار انگریزی کی فوج میں بعہدہ نائک ملازم ہے۔

شیخ عبدالعزیز جموال - جموال راجپوت جموں و کشمیر و پونچھ کا حکمران خاندان ہے اس کے مفصل حالات "تاریخ اقوام قلمرو جموں" میں تحریر ہو گئے - قریباً نصف صدی کا عرصہ گذرا ہے - کہ ادوہم پور ریاست جموں کا ایک جموال گوانشو نام مسلمان ہو گیا - اس کے دو لڑکے تھے عمر بخش و جیون - دونوں پونچھ آ گئے - اور یہاں آ کر ٹھیکہ داری کا کام کرتے رہے - جیون لاولد فوت ہو گیا عمر بخش کا صرف ایک ہی لڑکا ہے جس کا نام شیخ عبدالعزیز ہے - پونچھ میں اس کا اپنا مکان اور اپنی اراضی ہے - اور دکانداری کا کام کرتا ہے -

باب ہفتم

مُغل اور چوغطے

یوروپ - ہندوستان اور دیگر ممالک کے مورخین نے مغول خاں بادشاہ مغولستان کو مُغل اقوام کا جد اعظم اور بانی لکھا ہے - چنگیز خاں جس کے نام سے ہندوستان - یوروپ - افریقہ - ایران اور چین و جاپان اب تک لرز جاتے ہیں - مغول خاں کی بیسویں پشت میں تھا -

چنگیز خاں بعمر ۷۳ سال ۲۵ سال کی حکمرانی کے بعد ماہ رمضان .... میں حسب ذیل چار فرزند چھوڑ کر انتقال کر گیا - (۱) جوجی خاں (۲) اوکتائے قاآن جو ولی عہد تھا - اور باپ کے بعد قاآن یعنی شہنشاہ کہلایا (۳) چغتائی خاں (۴) تولی خاں چنگیز خاں نے اپنی زندگی ہی میں اوکتائی خاں کو قاآن یعنی شہنشاہ نامزد کر دیا تھا -

اور باقی تین فرزندوں کو بڑے بڑے وسیع ملک دے کر بادشاہ بنا دیا تھا۔ از انجملہ بقول صاحب اویماق[1] مغل " دیار الیغور۔ کاشغر۔ بدخشاں۔ بلخ و بعضے از بلاد خوارزم نیز چغتائی خان عنایت فرمود و اولاد اُو تا مدت مدید بر آں دیار حکمرانی نمود۔"[2]

چغطہ یا چغتائی قوم اسی چغتائی خاں کی اولاد اور اولاد در اولاد کا نام ہے۔ چغتائی کو جغتائی بھی مؤرخین نے لکھا ہے۔ چنانچہ صاحب اویماق مغل لکھتے ہیں۔ "چغتائی را بجیم عربی وجیم فارسی ہر دو مے نویسند"[3]

چغتائی خاں کی افواج میں جو اس کی وسیع سلطنت میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ہر قبیلہ اور ہر قوم کے مغل شامل تھے۔ لیکن جس طرح اس کے بھائی جوجی خاں کی افواج کے تمام مغلوں کو الوس جوجی کہتے تھے۔ اسی طرح چغتائی خاں کے تابعین خواہ وہ مغلوں کے کسی ایک قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ چغتائی کہلاتے تھے۔ جیسا کہ صاحب اویماق مغل نے بھی (صفحہ ۲۷ پر) لکھا ہے۔ " در لشکر او مغلاں ہر قوم بود جمیع مغلاں را کہ در ملک و فوج چغتائی بودہ اند از قوم چغتائی پندارند" لیکن دراصل چغتائی وہی ہیں۔ جو چغتائی خاں کی اولاد سے ہیں۔

چغتائی خاں کے خاندان میں نامور شہزادے تو بہت گذرے ہیں لیکن جن خوش نصیبوں کو یکے بعد دیگرے اپنے آبائی ملکوں کی بادشاہی ملی ہے۔ وہ صرف پندرہ ہی تھے۔ پندرھویں بادشاہ کا نام سلطان عبدالکریم خاں تھا۔ وہ چغتائی خاں بن چنگیز خاں کی پندرھویں اور مغول خاں کی اٹھارہویں پشت میں تھا۔ عبدالکریم خاں کے قبضے میں صرف دیار الیغور۔ کاشغر اور ختن وغیرہ چند ممالک تھے۔ جو اس

[1] اویماق مغل میرزا محمد عبدالقادر خاں عرف میرزا محمد آغا خاں کی تصنیف ہے۔ جو ۱۹۰۲ء کی مطبوعہ ہے [2] صفحہ ۲۷ اویماق مغل۔ [3] صفحہ ۲۷ اویماق مغل۔

کے بعد تھوڑے عرصہ تک اس کی کمزور اولاد کے قبضے میں رہے۔ اور آخر یہ سلطنت مغلوں کے برلاس خاندان میں منتقل ہوگئی۔ اور ان کے کئی ممالک ازبکوں کے ہاتھ آگئے۔ ازبک قوم ازبک خاں کی اولاد سے تھی۔ اور ازبک خاں۔ چنگیز خاں کے فرزند جوجی خاں کی پانچویں پشت میں تھا۔

تیمور اور بابر کے حملوں کے وقت بہت سے چغتائی امراء اُن کی افواج میں شامل تھے۔ بابر کی ماں قتلق نگار خانم جو شاہزادہ یونس خاں چغتائی کی دختر تھی۔ اسی قبیلہ سے تھی۔ اور بابر کی بہن گلبدن بیگم کے خاوند کا نام امیرالامرا خضر خواجہ خاں چغتائی تھا۔ جو عہد اکبری میں کچھ عرصہ لاہور کا گورنر بھی رہا ہے۔ امیرالامرا خضر خواجہ خاں چغتائی خاں کے فرزند موا تومان چغتائی کی چھٹی نسل میں تھا مطلب ان سطور سے یہ ہے۔ کہ مغلوں کے یہ دونوں نامور قبیلے یعنی تیموری اور چغتائی جہاں ایک ہی نسل اور ایک ہی خون سے تھے۔ وہاں رشتہ داری کے لحاظ سے بھی قرابت قریبہ رکھتے تھے۔

صاحب اویماق مُغل لکھتے ہیں " امرائے بسیار دریں قوم شریف دُودمان نجیب گذشتہ اند و قومیت بہ شرافت حسب و نسب مشہور و معروف "

ہندوستان گو کچھ اوپر آٹھ سو سال تک مسلمانوں کے زیر فرمان رہا۔ لیکن ۱۵۲۶ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک مغلوں نے جس نمونہ پر یہاں حکومت کی ہے۔ اُس کے جاہ و جلال کی داستانیں اب تک تاریخوں کے صفحات اور صفحات سے گذر کر زبانوں پر جاری ہیں۔ ہندوستان اور پنجاب میں جو جو غلطے ہیں۔ وہ سب تیمور اور بابر کے زمانہ ہی میں اس ملک میں آئے تھے۔ کشمیر و پونچھ میں جس قدر مغل و چغطہ اقوام ہیں۔ ان کا کچھ حصہ مُغلوں سے پہلے آیا ہے۔ اور زیادہ تعداد مغلوں کے زمانہ میں آئی ہے۔

کشمیر میں تو مغلوں کی بہت بڑی تعداد ہے۔ اور وہ کئی قبائل مثلاً میر وغیرہ گوتوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔ لیکن پونچھ میں بھی ان کی تعداد کچھ کم نہیں ہے۔ ان میں بعض قبائل تو ایسے ہیں۔ جو ابھی تک میرزا۔ مغل یا چوغطہ کے نام سے موسوم ہیں۔ لیکن ایسے قبائل بھی ہیں۔ جو اپنے کسی بزرگ کے نام سے مشہور ہو کر اب ایک علیحدہ گوت یا ذات تصور کئے جاتے ہیں۔ جیسے ڈلی۔ ملدیال جنہال وغیرہ۔ ہم اس باب میں صرف اُن مغلوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جو اپنے مشہور عرف عام میرزا۔ مغل یا چوغطہ کے نام ہی سے مغل یا چوغطہ سمجھے جاتے ہیں۔ دوسرے مغل قبائل کا حال کسی آئندہ باب میں دیگر مشہور متفرق اقوام کے ساتھ درج ہوگا پونچھ میں وہ قبائل جن کا مغل یا چوغطہ ہونا اپنے کسی بزرگ کے عرف عام کی کوتاہ دامنی کی وجہ سے اُس میں سما نہیں سکا۔ خاص پونچھ کے علاوہ تحصیل مہنڈر کے مقامات بیٹھا ناتیر۔ گوہلد۔ گنڈی۔ اڑائی وغیرہ اور تحصیل کوٹلی (جموں) کے علاقہ راج محل میں پائے جاتے ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا ذکر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر حاجی نواب علی خاں چوغطہ صوبہ سرحد۔ آپ کا اصل وطن اسلام آباد نزد پونچھ ہے۔ سکھوں کی یورش کشمیر کے ایام میں آپ کے جد امجد "کموں خاں چوغطہ" کو مقابلہ کرنے کے جرم میں جب سکھوں نے زندہ گاڑ دیا۔ تو خاندان کے بچے کھچے لوگ گنڈی علاقہ سورن میں چلے آئے۔ جہاں قاسم ملک ان کا ایک رشتہ دار رہتا تھا۔ آپ کے والد کا نام عمر بخش چوغطہ تھا۔ وہ بالائی گنڈی میں اور آپ کے چچا صوبہ خاں وسط گنڈی میں اور زیریں حصہ میں آپ کے نانا گلاب خاں ککھہ رہتے تھے۔

اب پونچھ میں آپ کا قریبی رشتہ دار تو کوئی نہیں۔ آپ کے مکانات وغیرہ پر دیگر اقوام کے لوگ قابض ہیں۔ البتہ دور کے رشتہ داروں میں غلام محمد نو جو ملک

اور سرزو از نجیب اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔

بعہد راجہ موتی سنگھ ۱۹۳۴ سمت میں پونچھ میں جو قحط پڑا وہ پانچ چھ سال تک رہا۔ یہ زمانہ ۷۸-۱۸۷۹ء کا تھا۔ بہت لوگ وطن سے بے وطن ہو گئے۔ آپ کے والد کا سب غلہ اور اثاثہ میاں امرتا ٹھیکہ دار "ترنی اور سُود" کے بہانے لے گیا۔ میاں امرتا کے بیٹے میاں رام سنگھ و میاں چیکو اب بھی موجود ہیں۔ جب عمر بخش چو مخلہ نے وطن کو خیر باد کہی۔ جاڑے کا موسم تھا۔ سخت برفباری ہو رہی تھی۔ قریباً دو ماہ کی صعوبتوں کے بعد یہ لٹا ہوا قافلہ راولپنڈی پونچا۔ عمر بخش کو سردی کی وجہ سے نمونیہ ہو گیا۔ اور وہ ہسپتال میں انتقال کر گئے۔

آپ کی عمر اس وقت چھ سات سال کی تھی۔ والد کی موت سے قطعی بے خبر اور موت کے ہیبت ناک نام سے بالکل لاعلم تھے۔ یہ معصوم عمر اور پردیس کا عالم۔ ایک باپ تھا اُس کا بھی کوئی پتہ نہیں۔ آخر آپ کوہ مری کے رستے واپس پونچھ آئے رستے میں کہیں جنگل کے درندوں کا خوف۔ کہیں دریائے بتیاڑ کا سیلاب۔ اس پر تنہائی اور بچپن کا عالم۔ ان سب مرحلوں کو طے کرانے میں قدرت مدد دیتی رہی۔ آخر ایک شام کو آپ پونچھ پونچ گئے۔ اور رات آپ نے میاں نظام الدین کی مسجد میں بسر کی۔

اب یہاں یہ انتظار تھا۔ کہ اپنے علاقہ کا کوئی واقف کار مل جائے۔ تو اُس کے ساتھ اپنے گھر چلے جائیں۔ رستہ بہت دشوار تھا۔ پہاڑوں کی اترائی چڑھائی کے علاوہ رستے میں بار بار دریا اور ندی نالے آتے تھے۔ اسی راہ میں دریائے کنز و بڑا تیز و تند تھا۔ جب آپ کے والد پونچھ سے راولپنڈی روانہ ہوتے تھے۔ اسی دریا میں ایک واقعہ آپ کو پیش آیا تھا۔ جو آپ ہی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے "والد صاحب نے مجھے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ جب وہ دریا

حاجی ڈاکٹر نواب علی خان چوغطہ آف پونچھ
ریٹائرڈ سب اسسٹنٹ سرجن مردان صوبہ سرحد

کے درمیان پونچے۔ تو پانی کی اچھل کود اس کی تیزی و تندی اور اس کا جوش و خروش دیکھ کر مجھے ایسا چکر آیا۔ کہ میں ان کے کناروں سے دریا میں گر پڑا۔ لیکن محافظ حقیقی کو چونکہ میری جان کی سلامتی منظور تھی۔ اس لئے فوراً ہی پانی کی ایک زبردست لہر نے جو اس وقت کنارے کی طرف اُٹھ رہی تھی مجھے زور سے ساحل پر پھینک دیا۔ پل کے پار ریاست کے سپاہی تھے۔ انہوں نے مجھے ہاتھوں ہاتھ اٹھا لیا۔"

غرض ایسی ہی تکالیف سفر کے بعد آپ گھر پونچے۔ والدہ نے سینے سے لگا لیا اور جب ان کو اپنے خاوند کی مفقود الخبری اور پھر ان کی موت کا یقین ہو گیا۔ تو وہ کلیجہ پکڑ کے رہ گئیں۔ مگر سوائے صبر کے کیا ہو سکتا تھا۔

قحط سالی اور اُس کے ساتھ ہی اس زمانہ میں بیگار کا بڑا زور تھا۔ آپ کے چچازاد بھائی کو میاں امرتا کی پالکی اٹھا کر پیر پنجال اور بہرام گلہ کے رستے سرینگر جانا پڑا۔ واپسی پر سردی سے سکڑ کر وہ پیر پنجال پر انتقال کر گیا۔ اس قسم کے مصائب سے تنگ آکر آپ کے نانا گلاب خاں کھکھہ آپ کو اور آپ کی والدہ وغیرہ کو پنجاب لے آئے۔ جہاں تحصیل بٹالہ کے موضع چک فیض اللہ میں ان کی تعلق داری تھی۔

تمتہ۔ بھروٹ اور راجوری کے رستے یہ قافلہ نوشہرہ پونچا۔ اس زمانہ میں نوشہرہ کی جو حالت قحط کی وجہ سے تھی۔ اس کا کچھ اندازہ الفاظ ذیل سے ہو سکیگا۔ "قحط کی وجہ سے لوگ یا تو مر چکے تھے۔ یا ہجرت کر گئے تھے۔ ہر جگہ کتے۔ بھیڑیے بکری۔ اور کہیں کہیں انسانوں کی لاشیں بھی نظر آتی تھیں"۔ آپ اپنے حالات میں لکھتے ہیں "جب ہم کھاریاں سے ہو کر گجرات پونچے۔ تو ہمارا خرچ ختم ہو چکا تھا۔ اور تن کے کپڑے بیچنے پر نوبت آ چکی تھی"۔

آپ کی بڑی ہمشیرہ جوان تھی۔ آپ کے نانا نے گجرات کے ایک صالح غرضی نویس کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ نکاح سے فارغ ہو کر آپ کے نانا اس قافلہ کو فیض اللہ چک میں لے گئے۔ وہاں آپ کچھ عرصہ تک مال مویشی چراتے رہے۔ پھر اپنے بھنوئی کے پاس گجرات آ گئے۔ اس نے آپ کو ایک درزی کی دکان پر کام سیکھنے کے لئے بٹھا دیا۔ لیکن آپ کا اس کام میں دل نہ لگا۔ اور آپ پرائیویٹ طور پر گھر میں کریما اور نام حق وغیرہ کتابیں پڑھتے رہے۔ درزیوں کی دکان پر ایکدن مشن سکول کا ہیڈ ماسٹر آیا۔ اُس نے آپ کا تعلیمی شوق دیکھ کر فیس معاف کر دی اور سکول میں داخل کر لیا۔ ۱۸۹۲ء میں مڈل اور ۱۸۹۵ء میں آپ نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا اس زمانہ میں انٹرنس پاس بلکہ مڈل پاس طلبا بھی میڈیکل کالج لاہور میں داخل ہو جایا کرتے تھے۔ یہ زمانہ رائے بہادر ڈاکٹر بیلی رام۔ خان بہادر ڈاکٹر رحیم خاں اور براؤن صاحب پرنسپل کا تھا۔ آپ کالج میں داخل ہو گئے۔ اور ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ایام طالب علمی ہی میں ۲۳ اپریل ۱۸۹۸ء کو ڈاکٹر شیخ محمد سلیمان (میانمیر) کی دختر سے آپ کی شادی ہو گئی۔ ۱۹۰۰ء میں آپ نے ڈاکٹری کا آخری امتحان پاس کر لیا۔ پہلے پشاور اور پھر شب قدر میں آپ کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ آپ کی ساری ملازمت صوبہ سرحد ہی میں گزری ہے۔ کوہاٹ۔ دانوں۔ نوشہرہ۔ رستم۔ جمرود۔ مردان سب جگہ آپ نے کام کیا۔ اور ہر جگہ ہر دلعزیزی حاصل کی۔ ایک مرتبہ آپ کو سرحدی مقدمات کے تصفیہ کے لئے افسران بالا کے ہمراہ کابل کی سرحد پر جانا پڑا۔ وہاں آپ نے امیر کابل کے چند افسروں کا اپریشن اس کامیابی اور صفائی کے ساتھ کیا کہ امیر حبیب اللہ خاں کے ماموں سردار گل محمد خاں نے آپ کو ایک رقم بطور انعام بھیجی۔ لیکن آپ کے افسر کرنل نارمن نے شکریہ کے ساتھ واپس کر دی۔ دانو میں آپ ایک مرتبہ ۶ ماہ

کے لئے سول سرجن بھی مقرر ہو گئے تھے۔ یہیں آپ کے ۱۷ سالہ بھانجہ بسم اللہ کا انتقال ہو گیا۔ جس کی انگریزی تحریر ایسی اچھی ہوتی تھی کہ صوبہ سرحد کے چیف کمشنر نے دانو میں اس کی تحریر دیکھ کر اس کو اسی روپے بطور انعام عطا کئے تھے۔

جب یورپ کی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی تو آپ کو خیبر رائفل میں تبدیل کر دیا گیا جہاں آپ نے جمرود کے سول و ملٹری ہسپتالوں میں ایسا اچھا کام کیا کہ جنگ کے اختتام پر آپ کو حسن خدمات کے صلہ میں تمغہ ملا۔

دسمبر ۱۹۳۱ء میں طویل ملازمت کے بعد جبکہ آپ سینئر گریڈ فسٹ کلاس ڈاکٹر تھے۔ ریٹائر ہو گئے۔ اس وقت آپ مردان میں تھے۔ جہاں آپ نے اپنا ذاتی مکان نواب منزل کے نام سے تعمیر کرا لیا تھا۔ مردان میں اب پرائیویٹ طور پر پریکٹس کرتے ہیں۔

آپ بچپن ہی میں پونچھ سے نکل آئے تھے۔ لیکن حب وطن کا تقاضا آپ کو پونچھ کی یاد کبھی فراموش نہ ہونے دیتا تھا۔ اور آپ کی ہمشیرہ کلاں کا نو جس نے آپ کی پرورش کی تھی۔ یہ عالم تھا کہ جب کبھی وطن کا کوئی آدمی دیکھتی یا وطن کا کوئی ان کے سامنے نام لیتا یا وطن کا کوئی میوہ ہی ان کی نظر سے گذرتا۔ تو جذبہ اشتیاق وطن سے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آتے۔

غرض آپ پچاس سال کے بعد اپنے وطن گئے اور دو تین مرتبہ گئے وہاں اپنے مکانات دیکھے۔ دور و نزدیک کے رشتہ داروں سے ملاقاتیں کیں۔ پرانے کاغذات برآمد کرائے۔ چونکہ آپ کی اراضیات جن پر اور لوگوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ قانونی چارہ جوئی کے بغیر واپس ملنی محال تھیں۔ اس لئے حکومت پونچھ کے ساتھ بہت سی خط و کتابت کرنے کے بعد آپ پونچھ کے باشندے تصور کئے گئے۔ اور قریباً چالیس کنال اراضی حاصل کی۔ راجہ سکھدیو سنگھ سے آپ مردان میں

اور موجودہ والئے پونچھ راجہ جگت دیو سنگھ جی سے آپ لاہور میں مل چکے ہیں۔

آپ کے سب بزرگ بڑے قدآور جوان اور غیور تھے۔ آپ کے چچا صوبہ خاں کو ریاست کے ایک حاکم نے ایک مرتبہ صوبہ کہہ کر پکارا۔ تو اُس سے صرف اس بات پر جھگڑا ہو گیا۔ کہ اس نے اس کو "صوبہ خاں چوغطہ" کیوں نہیں کہا۔ آپ کے پڑدادا بڑے شہ زور تھے۔ جب وہ بازو دکھڑا کر دیتے۔ تو کوئی آدمی مل کر اس کو نیچا نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے والد عمر بخش چوغطہ ایک مرتبہ سید حلیم غازی سے گو نتھل کے مقام پر سودا سلف خرید کرنے کے لئے گئے۔ جنگل میں شام ہو گئی۔ ریچھ نے حملہ کر دیا۔ آپ اس سے دیر تک لڑتے رہے۔ اور گو زخمی ہو گئے لیکن آخر اس کو بھگا دیا۔ آپ کا نانا گلاب خاں بڑا خوبصورت جوان تھا۔ سیر و سیاحت کا بڑا شوقین اور نہایت سخت مزاج تھا۔ آپ کی اولاد حسب ذیل ہے

۱۔ مسٹر اصغر علی ہیڈ کلرک دفتر ملٹری اسسٹنٹ لاہور (پیدائش ۹ ستمبر ۱۸۹۸ء)

۲۔ ڈاکٹر عبدالصمد اسسٹنٹ سرجن (پیدائش ۱۹۰۱ء وفات ۱۹۳۳ء) مرحوم صوابی سول ہسپتال کے انچارج تھے۔ افسر کی ذرا سی بات سننے سے دماغ کو سخت صدمہ پہنچا اور تین دن کے اندر ہی فوت ہو گئے۔ نہایت غیور، نیک اور دیندار تھے۔

۳۔ مسٹر سلطان محمد نعیم ۱۹۳۳ء میں آپ نے ایڈنبرا اسکاٹ لینڈ سے بی۔ ایس۔ سی انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔ اس وقت ملٹری انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ میں بمقام نوشہرہ تعینات ہیں (پیدائش ۱۹۰۸ء)

۴۔ ڈاکٹر مرجان علی ایم بی بی ایس جنہوں نے اس سال اکتوبر ۱۹۳۵ء میں ڈاکٹری کا فائنل امتحان پاس کیا ہے۔

۵۔ مسٹر انور علی۔ ایف۔ اے تک تعلیم پاکر اپنے والد کے کاروبار میں ممد و معاون ہیں۔

۶۔ مسٹر اکبر علی۔ عمر ۲۴ سال۔ بی۔ ایس۔ سی پاس ہیں۔ امسال ایل ایل بی کے امتحان میں تمام پنجاب اور صوبہ سرحد میں اول رہے ہیں۔

۷۔ عبدالجلیل انٹرنس میں پڑھ رہا ہے

علاوہ ازیں پانچ آپ کی صاجزادیاں ہیں۔ عقائد کے لحاظ سے آپ بہت پرانے احمدی ہیں ۱۸۷۹ء میں پونچھ کے ایک موضع کا جو غریب و یتیم لڑکا افلاس اور تنگدستی کے عالم میں وطن سے باہر قسمت آزمائی کے لئے نکلا تھا۔ اور جس کے اعزہ و اقارب کو بیگار میں پکڑ کر کالے کوسوں لے جانا اور ان سے پالکیاں اٹھوانا حکام کے لئے ایک معمولی بات تھی۔ آج وہ یتیم لڑکا اپنی محنت وقابلیت اور ہمت و استقلال کی بدولت ڈاکٹر نواب علی کہلا رہا اور مال کی فراوانی و فارغ البالی اور اولاد کی سعادت مندی و اقبال مندی کی بدولت اس وقت قابل رشک زندگی بسر کر رہا ہے۔

پٹھانا تیر کے چوغطے خاندان سبدل خاں و سہاول بعہد راجہ رستم خاں سب سے پہلے پٹھانا تیر میں آئے۔ ان کی اولاد میں سردار محمد اسماعیل خاں اور ان کا پوتا فقیر بخش خاں بڑے نامور گذرے ہیں۔ سردار فقیر بخش خاں نمبردار بھی تھے۔ لیکن جب قانونی بندوبست شروع ہوا۔ تو فقیر بخش خاں اپنی کبر سنی اور ضعیفی کی وجہ سے اپنے حقوق کی نگہداشت نہ کر سکے۔ ان کے فرزند خورد سال تھے۔ اس لئے پٹھانا تیر کی نمبرداری قوم جنجوعہ میں منتقل ہو گئی۔ اور سردار فقیر بخش خاں اور اس کی اولاد کو بہ تخفیف نمبرداری ترقی و بیگار سے معاف کر دیا گیا۔ سردار فقیر بخش خاں ۱۹۷۰ء میں انتقال کر گئے۔

سردار صلاح محمد خاں جو ان کے بڑے فرزند ہیں۔ آسودہ حال ہیں۔ اور

اپنے آبائی کاروبار زراعت وکاشت کاری میں مشغول ہیں۔

سردار صلاح محمد خاں کے حسب ذیل تین فرزند ہیں۔ خان محمد خاں۔ محمد افضل خاں قدرت اللہ۔ تینوں خواندہ ہیں۔ اور قدرت اللہ خاں ابھی زیر تعلیم ہے۔ دوران تصنیف کتاب میں افسوس ہے۔ محمد افضل خاں بعمر ۱۸ سال ۲۲ ماگھ سمبت ۱۹۹۱ء کو انتقال کر گیا۔

صلاح محمد خاں کے برادر خورد سردار دوست محمد خاں عالمگیر جنگ یوروپ دسمبر ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کے دوران میں فوج میں بھرتی ہو کر بانس بریلی اور دہلی وغیرہ مقامات کی چھاؤنیوں میں رہے۔ اور کوٹ دفعداری تک پہنچے تھے۔ کہ بعض وجوہات سے ۱۹۲۳ء میں ترک ملازمت کر کے واپس آ گئے۔ ۱۹۲۵ء سے وہ فرم ایم موہنی اینڈ سنز لاہور میں معقول تنخواہ پر ملازم ہیں۔ ان کے حسب ذیل چار فرزند ہیں۔ محمد اکبر خاں۔ محمد اعظم خاں۔ محمد اصغر خاں۔ بشیر احمد خاں۔

سردار فقیر بخش خاں کے دو اور فرزند ہیں۔ سید محمد خاں لاولد ہیں۔ سردار منگا خاں امام دیہہ ہیں۔ ان کا فرزند امیر محمد خاں ہے۔ اس کے حسب ذیل دو فرزند ہیں۔ محمد زمان خاں۔ محمد حسین خاں۔

علاوہ ازیں اس موضع کے مندرجہ ذیل جوغطہ صاحبان بھی اپنی قوم میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ شاہ ولی خاں۔ عطا محمد خاں۔ صلاح محمد خاں ہرسہ برادران پسران نثیر محمد خاں۔ صلاح محمد خاں دوران جنگ میں بصرہ و بغداد میں بھی رہا ہے۔ اب پنشن پر ہے۔ فتح محمد خاں جو زراعتی کاروبار کرتا ہے۔ راجولی خاں جو پونچھ کے سکھدیو ہسپتال میں ملازم ہے۔ منگا خاں ملازم ہسپتال راولپنڈی۔

متفرق دیہات کے جوغطہ مشاہیر۔ موضع اڑی۔ غلام محمد خاں ولد فتح محمد خاں۔ لعل محمد خاں۔ نواب علی خاں ولد حیات بخش خاں۔ فیروز خاں۔ امیر علی خاں ولد قاسم خاں

سردار دوست محمد خاں چوغطہ
آف پٹھانا تیر ہینڈر پونچھ کشمیر

سردار صلاح محمد خاں چوغطہ
آف پٹھانا تیر ہینڈر پونچھ کشمیر

موضع بھیرہ ۔ دتہ خاں ولد راجولی خاں ۔ دیوان خاں ولد حقیقت خاں ۔ شیر محمد خاں ولد فتح عالم خاں ۔

موضع کلر موہڑہ ۔ شیر محمد خاں سابق سب انسپکٹر محکمہ ٹیلی گراف بصرہ بغداد

موضع بنولہ ۔ پیر بخش ۔

گورساہی ۔ فقیر خاں ۔ روڈا خاں ولد گنجا خاں ۔ غلام محمد خاں ولد غریب خاں ۔

موضع گریالہ (علاقہ راج محل تحصیل کوٹلی ضلع میرپور) عطا محمد خاں وگلاب خاں ۔ گلاب خاں جانکی داس اینڈ کمپنی نیلہ گنبد لاہور میں ملازم ہے ۔

موضع گریالہ کے سوا متذکرہ صدر سب مواضعات پونچھ کی تحصیل مہنڈر میں ہیں ۔ چوغطہ قوم زراعت پیشہ ہے ۔ صرف تحصیل مہنڈر ہی میں اس کی آبادی اندازاً پانچ سو نفوس تک ہے ۔ اس کی رشتہ داریاں اپنی قوم کے علاوہ سادات ۔ پٹھان اور منہاس اقوام سے ہیں ۔ اس خاندان کے کچھ افراد موضع گریالہ تحصیل کوٹلی ریاست جموں میں بھی آباد ہیں ۔

خاندان میرزا مغل گوہلد ۔ دھرم سال تحصیل مہنڈر کے متصل موضع گوہلد واقع ہے یہاں ایک خاندان میرزا سلطان علی خاں کی ذریات سے ہے ۔ جو مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانہ میں زندہ تھے ۔ ان کے پرانے کاغذات سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ میرزا سلطان علی اور اُن سے اوپر چند پشتیں جاگیردار رہی ہیں ۔ لیکن ڈوگرہ حکومت کے ابتدائی ایام میں یہ موضع دیوانان جموں کو دے دیا گیا ۔ دیوانوں کے اہلکار اور میرزا سلطان علی میں دیر تک جھگڑے ہوتے رہے ۔ اور آخر انہی جھگڑوں میں مرزا سلطان علی قتل ہوگئے ۔

اس کے بعد نمبرداری اس موضع کی ناصر خاں ٹھکیال کو مل گئی ۔ میرزا سلطان علی کے لڑکے میرزا امیر علی نمبرداری واپس لینے کی جدوجہد ہی کے دوران میں سنہ ۱۹۳۰

میں انتقال کر گئے۔ ان کے فرزند میرزا فقیر نے باپ کے بعد مقدمہ کی پیروی کی۔ اور وہ بیس سال کے بعد ۱۹۵۰ء میں تاحیات صرف سولہ روپے پنجوترہ کا حق حاصل کر سکے۔

میرزا فقیر کے چار بیٹے ہیں۔ سب سے بڑا مرزا دیوان علی جس کو معمولی ترنی معاف ہے۔ (۲) میرزا حیدر جو دیہاتی ہوٹی رسال ہے (۳) میرزا فرمان علی جو زراعتی کاروبار کرتا ہے (۴) مرزا علی اکبر جو دھرمسال میں سکول ماسٹر ہیں۔ ان کا فرزند مرزا حبیب اللہ انٹرنس پاس ہے۔ اور پونچھ کے محکمہ پولیس میں ملازم ہے۔

اس خاندان کے چند اور ممبران حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مرزا دیوان بیگ۔ اچھے آسودہ حال زمیندار ہیں۔

۲۔ مرزا عبداللہ۔ زمینداری اور زراعت کا کام کرتے ہیں۔

۳۔ مرزا حیدر بیگ۔ زمینداری اور زراعت کا کام کرتے ہیں۔

۴۔ مرزا جعفر بیگ المعروف مرزا جعفر علی۔ دھرمسال میں پوسٹ مین ہے۔

۵۔ مرزا فیروز بیگ۔ خرید و فروخت (بیوپار) کرتا ہے۔

۶۔ مرزا فتح محمد کاروبار زمینداری میں مشغول رہتا ہے۔

اس خاندان کے کل گھروں کی تعداد چودہ پندرہ تک ہے۔ اور وہ سب گوہلد ہی میں ہیں۔ مرزا سکندر بیگ (والد مرزا سلطان علی) کی اولاد و احفاد کے پاس مزروعہ و غیر مزروعہ اراضی بارہ سو کنال تک بیان کی جاتی ہے۔ کاغذات بندوبست میں بھی یہ خاندان مغل ہی کے نام سے درج ہے۔

مرزا علی اکبر مدرس دھرمسال مہنڈر نے جمعبندی چار سالہ موضع گوہلد میں سے جمعبندی[۴۹] اور نمبر کھتونی ۱۰۳۱ کی نقل پٹواری دبہہ سے لکھوا کر ارسال کی ہے۔ اس میں اسامی دیوان ولد محمد علی سکنہ گوہلد کو مغل ہی لکھا گیا ہے۔ نیز آپ نے جو اصل پٹہ جات جاگیر وغیرہ

مرزا حبیب اللہ خاں چغتائی مغل محکمہ پولیس پونچھ (کشمیر)

راقشم مؤلف کے اطمینان کے لئے ارسال کئے تھے۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ان کا خاندان زمانہ قدیم میں ایک باوقعت خاندان تھا۔

پونچھ خاص کے مغل خاندان - (۱) مرزا فضل بیگ راجہ دھیان سنگھ کے عہد میں بہ سلسلہ ملازمت جموں آئے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزندان مرزا حیدر بیگ و مرزا عطر بیگ نے پونچھ میں نقل مکانی اختیار کر لی۔ مرزا حیدر بیگ پہلے جمعدار فیل باناں مقرر ہوئے۔ پھر راجہ موتی سنگھ کے پرائیویٹ وزیر ہوگئے۔ اور پونچھ ہی میں وفات پا گئے۔ ان کی اولاد آجکل جموں میں اقامت گزین ہے۔ ان کے دوسرے بھائی مرزا عطر بیگ کی اولاد سے مرزا حاتم بیگ و مرزا محمد بیگ پونچھ میں موجود ہیں۔ شیخ نثار علی سب انسپکٹر پولیس مرزا عطر بیگ کے داماد ہیں۔

(۲) ۱۹۱۵ء ب میں غلام خاں نامی ایک شخص پشاور سے آکر یہاں آباد ہوا۔ غلام خاں کے لڑکے کا نام کریم خاں تھا۔ وہ راجہ موتی سنگھ کے عہد میں بندوقچیوں میں ملازم تھا۔ اس کی وفات کے بعد ان کے فرزند شیر محمد خاں پولیس اور ملٹن وغیرہ میں مدت تک ملازم رہے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد زراعت کو ملازمت پر ترجیح دی۔ اور زمینداری کاروبار شروع کر دیا۔ آج آپ پونچھ میں بڑے پایہ کے زمیندار ہیں۔ اور بہت متمول اور مشہور آدمی ہیں۔ ان کے دو فرزند ہیں۔ ایک کا نام محمود خاں ہے۔ دوسرے کا منظور خاں ہے۔

باب ہشتم

پونچھ کی متفرق اقوام

اس باب میں ان متفرق مگر مشہور اقوام کا ذکر ہے۔ جو اپنے عرف عام کی وجہ سے یعنی عوام میں جن ناموں سے مشہور ہیں۔ نہ سید معلوم ہو سکتی ہیں نہ قریش نہ مغل نہ افغان مثلاً "ڈلی" پونچھ کی ایک مشہور اور معزز قوم ہے۔ وہ مغل ہے۔ لیکن ڈلی نام سے وہ مغل معلوم نہیں ہو سکتی۔ ڈھونڈ پونچھ کی ایک باوقعت قوم ہے۔ وہ عباسی قریشیوں سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن صرف ڈھونڈ کا لفظ ان کو قریشی ظاہر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اعوان بھی ایک برگزیدہ قوم ہے۔ اور پنجاب میں بھی اس کی کثرت ہے۔ لیکن صرف لفظ اعوان اس قوم کو عوام میں قریشی ظاہر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح چند ایک اور اقوام ہیں جن کی گوتیں اور ذاتیں ان کے تفصیلی حالات سے معلوم ہو سکتی ہیں اور جن کی اصلیت اور جن کی حقیقی تاریخ پر ان کے کسی مشہور بزرگ کے نام نے اپنی مقبول عام شہرت کی بدولت پردہ ڈال رکھا ہے۔

اس باب میں دس قوموں کا ردیف وار تذکرہ لکھا جاتا ہے۔ اور حالات چونکہ ہر قوم کے بہت تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ اس لئے ہر قوم کے نام پر ایک ایک فصل قائم کر کے اس باب کی دس فصلیں مقرر کی گئی ہیں۔ اور ردیف کا سلسلہ اسلئے قائم کیا گیا ہے۔ کہ کسی قوم کو اپنے حالات کے مقدم و مؤخر درج ہونے کی شکایت نہ رہے۔ قومیں جن کا تذکرہ اس باب میں ہے مندرجہ ذیل ہیں۔ اعوان۔ ٹھکیال گجر

افسوس ہے۔ بعض اقوام کے حالات اس قدر تاخیر سے ملے کہ ردیف وار سلسلہ بھی قائم نہ رہ سکا۔

جنہال ۔ ڈگی ۔ ڈومال ۔ ڈہونڈ ۔ سُدھن ۔ ملدیال ۔ نارمہ ہوتیل ۔ ان اقوام سے ابھی سدھن و نارمہ اقوام کے حالات نہیں مل سکے ۔ اگر وہ وقت پر آ گئے ۔ تو ردیف کے حساب سے درج ہو جائیں گے ۔ ورنہ ضمیمہ میں درج ہونگے ۔

دھنیال وغیرہ چند ایک ایسی اقوام بھی تھیں جن کا تعلق اسی باب کے ساتھ تھا ۔ لیکن وہ کاتب کی غلطی کی وجہ سے سابقہ سطور میں درج ہو چکی ہیں ۔ لیکن اتنا غنیمت ہے کہ وہ وہیں درج ہوئی ہیں ۔ جہاں ان کا محل اور موقعہ تھا ۔ ردیف کے حساب سے چونکہ سب سے پہلے اعوان قوم کا نام آتا ہے ۔ اس لئے پہلے اس کا ذکر کیا جاتا ہے ۔ جن اعوان اقوام کے حالات بعد میں آتے ہیں ۔ وہ بعد میں درج کئے گئے ہیں ۔

فصل اوّل

اعوان

اس قوم کے حسب نسب کے حالات میں مصر اور ہندوستان وغیرہ ممالک میں اب تک انگریزی ۔ اُردو ۔ عربی اور فارسی میں کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں ۔ اور ہر ایک میں کچھ نہ کچھ اختلاف پایا جاتا ہے ۔ مثلاً سر لیپل گریفن اپنی کتاب پنجاب چیفس میں اعوان خاندانوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ "کبھی اعوانوں کی ابتدا ہندوؤں میں سے ظاہر کی گئی ہے ۔ کبھی یہ خیال کیا گیا ہے ۔ کہ وہ ابتدا میں افغان تھے ۔ اور بعض ان کو بخنتر کے یونانی تصور کرتے ہیں[1] ۔" اسی طرح اور انگریز مصنفین

[1] رئیسان پنجاب ترجمہ پنجاب چیفس صفحہ ۵۸۴ و ۵۸۵

نے اس قوم کو کبھی افغان و ترک لکھا ہے۔ کہیں یونانی اور ہندو جاٹ ظاہر کیا ہے[1]۔"
اور جنہوں نے ان کو قبائل قریش عرب تسلیم کیا ہے۔ ان میں بھی کوئی ان کو عباسی قبیلہ
کوئی محمد حنفی کوئی عمری گروہ سے ظاہر کرتا ہے[2]۔"

جو مصنف ان کو قریش عرب لکھتے ہیں۔ ان میں کوئی ان کے ورود ہند کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کا عہد بتاتا ہے۔ کوئی اس کی تردید کرتا ہے۔ غرض مختلف النوع مصنفین نے نسب الاعوان کا مسئلہ ایسا پیچیدہ اور گومگو بنا دیا ہے۔ کہ بظاہر ان اختلافات نے ان کے نسب کو بے ثبوت قرار دے دیا ہے[3]۔

راقم مؤلف کے خیال میں تاریخ باب الاعوان جو مولانا محمد نور الدین سلیمانی نقشبندی کی تصنیف ہے۔ اعوانوں کے حالات میں نسبتاً بہتر کتاب ہے۔ قابل مصنف نے کئی انگریزی و فارسی و عربی کتابوں کے مطالعہ کے بعد اعوانوں کے حسب و نسب کی تحقیق میں یہ کتاب لکھی ہے۔ راقم الحروف کے زیر مطالعہ اس کتاب کے علاوہ حسب ذیل کتب و تحریریں بھی ہیں۔

۱۔ زاد الاعوان اردو۔ ۲ باب الاعوان اردو۔ ۳ نسب الاعوان اردو۔ ۴ نسب نامہ کھوکھراں حصہ اول و دوم۔ ۵ کتاب رئیسان پنجاب ترجمہ پنجاب چیفس ۶۔ اخبار تہذیب نسواں لاہور (۲۳ ستمبر ۱۹۳۳ء) اخبار حمایت اسلام لاہور (۱۹ اپریل ۱۹۳۴ء)

اعوانوں اور ان کی اکثر[4] نسب شناخوں اور اعوان مصنفوں کو اس بات پر قطعی اتفاق ہے۔ کہ وہ حضرت علی کے فرزند حضرت عباس علمدار کی اولاد سے ہیں جو معرکہ کربلا

---

[1] و [2] باب الاعوان صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶

[3] از باب الاعوان صفحہ ۲۰۶ [4] سنگوڑ (پونچھ)، پکھلی ہزارہ اور کشمیر میں بعض اعوان اپنا سلسلہ محمد بن حنفیہ تک لے جاتے ہیں۔

ہیں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے فرزند عبداللہ یا عبیداللہ[1] کی ناویں پشت میں عون بن قاسم لعلی سے اعوان قوم کا شجرہ ملتا ہے۔ اور چونکہ اعوانوں کا نسب حضرت عباس علمدار تک جاتا ہے۔ اس لئے یہ عباسی بھی ہیں اور حضرت عباس علمدار چونکہ حضرت علی کے فرزند تھے۔ اس لئے یہ علوی بھی ہیں۔ علوی اس کو کہتے ہیں۔ جو باپ کی طرف سے علی مرتضیٰ تک جائے۔ اور جس کا مادری سلسلہ حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول کریم صلعم کے سوا حضرت علی کی کسی اور زوجہ تک پہنچتا ہو۔ جیسا کہ حضرت فاطمہ کے فرزند حسنؓ و حسینؓ اور محسنؓ تھے۔ جس گروہ اور قبیلہ کا نام سادات ہے۔ وہ حسنؓ اور حسینؓ کی اولاد سے ہیں۔ اور جو گروہ علوی کہلاتا ہے۔ وہ حضرت علی کی دوسری بیویوں کے بطن سے ہے۔ حضرت عباس علمدار اور ان کے باقی تین بھائیوں جعفر۔ عبداللہ۔ عثمان کی والدہ ام البنین بنت حرام وحیدیہ تھیں۔ اس لئے ان کی اولاد سادات کی بجائے علوی کہلاتی ہے۔ اور اسی طرح حضرت علی کے دوسرے فرزندوں محمد بن حنفیہ وغیرہ کی اولاد جن کی مائیں قریش کے دوسرے قبیلوں سے تھیں علوی قریشی مشہور ہے۔

مصنف باب الاعوان صفحہ ۱۲۶ پر میزان قطبی و میزان ہاشمی کے حوالہ سے لکھتا ہے۔ قاسم لعلی کا اصل نام لعلی تھا۔ لقب قاسم۔ وطن بغداد۔ مذہب شیعہ۔ ولادت کا سال ۳۸۵ھ اور وفات کا سال ۴۷۳ھ تھا۔ ۸۸ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ پھر صفحہ ۱۲۷ و ۱۲۸ پر لکھا ہے۔

ان کے فرزند کا نام عون تھا۔ اور لقب قطب شاہ۔ ان کی پیدائش ۴۱۹ھ میں بغداد میں ہوئی۔ اپنے آباؤ اجداد کی طرح یہ بھی شیعہ تھے۔ حضرت شیخ

---

[1] وفات ۱۲۰ھ بعہد خلیفہ ہشام بن عبدالملک اموی مدفن مدینہ۔

عبدالقادر جیلانی کی خالہ بی بی عائشہ ان کے گھر تھیں۔ اس قرابت قریبہ کی وجہ سے حضرت شیخ کے ہاں اکثر جایا کرتے تھے۔ مذہب شیعہ انہی کی تبلیغ و تحریک سے ترک کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور صاحب الشریعت والطریقت اور منصب خلافت سے مشرف ہو کر ہندوستان آئے۔ ہزارہا لوگ آپ کے موعظہ حسنہ اور اخلاق فاضلہ سے مسلمان ہو گئے۔ ان فیوض و برکات کی وجہ سے قطب شاہ کے نام سے موسوم ہوئے۔ چونکہ اصل نام عون تھا۔ اسلئے ان کی اولاد عون قطب شاہی یا اعوان قطب شاہی کہلائی۔ عمر کے آخری حصہ میں بغداد واپس گئے۔ اور وہیں ۵۵۲ھ میں بعمر ۱۳۳ سال وفات پا گئے۔ اور بغداد کے مقبرہ قریش میں دفن ہوئے۔

عون عرف قطب شاہ کی پیدائش کا سال اعوان مصنفین ۴۱۹ھ بتاتے ہیں۔ اور اعوان قوم کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت عون محمود غزنوی کے زمانہ میں آئے یہ خیال تہذیب نسواں[1] کے مضمون "قوم آوان" کے راقم بنام "مورخ" نے ظاہر کیا ہے۔ بلکہ وہ لکھتا ہے۔ کہ اصل نام قطب شاہ تھا۔ ہرات کے بادشاہ تھے۔ اور ملک (فارسی یعنے بادشاہ) کہلاتے تھے۔ حضرت علی کی اولاد سے تھے۔ محمود غزنوی کے ہمراہ جہاد کے خیال سے اپنی فوج لے کر ہندوستان آئے۔ محمود نے ان کی حمایت دینی سے خوش ہو کر ان کو اعوان (مددگار) کا لقب عطا کیا۔ اسی نام سے ان کی تمام قوم مشہور ہو گئی۔ صاحب میزان قطبی بھی ہمراہی محمود غزنوی کی روایت کے مؤید ہیں۔ مگر صاحب میزان ہاشمی و صاحب تاریخ باب الاعوان کو ان روایات سے اختلاف ہے۔ اور حقیقت میں جیسا کہ اعوان مصنفین کا خیال

[1] اخبار تہذیب نسواں لاہور ۲۳ ستمبر ۱۹۳۳ء

ہے۔ اگر حضرت عون کی پیدائش کا سال سنہ ۴۱۹ھ تسلیم کر لیا جائے۔ تو ان کا سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ ہندوستان آنا تاریخی نکتہ نگاہ سے قطعاً غلط ثابت ہوتا ہے۔ سلطان محمود ۳۵۷ھ میں پیدا ہوا۔ سنہ ۴۲۱ھ میں بعمر ۶۳ سال انتقال کر گیا۔ اس حساب سے محمود کی وفات سنہ ۴۲۱ھ کے وقت حضرت عون بمشکل صرف تین سال کی عمر کے تھے۔

"مضمون "قوم آوان" کے راقم نام مورخ نے حضرت عون کا اصل نام قطب شاہ بتایا ہے۔ اور ان کو ہرات کا بادشاہ لکھا ہے۔ اور اعوان ان کا خطاب ظاہر کیا ہے۔ معلوم نہیں۔ ان کے ان معلومات کا ماخذ کیا ہے۔ لیکن تاریخ باب الاعوان میں صفحہ ۱۳۱ پر میزان ہاشمی۔ میزان قطبی۔ خلاصۃ الانساب وغیرہ عربی و فارسی مطبوعات کے حوالہ سے درج ہے۔ کہ عون بن یعلی کی اولاد اعوان کہلاتی ہے۔ بلکہ میزان ہاشمی کی اصل عبارت بھی درج کی ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔ "اسم مبارک عون است و ایشاں از اولاد عباس بن علی اند و زوجۂ ایشاں بی بی عائشہ خواہر حقیقی حضرت فاطمہ والدہ ماجدہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی است۔ عون چند سال در ہندوستان اقامت فرمود۔ مردم را بیعت نمود۔ در آں دربار ہند ملقب بہ قطب شاہ شد۔ اولاد او در ہند موجود است" ایک اور جگہ "مردم را بیعت مے نمود" کے بعد لکھا ہے۔ "ازیں جہت او را بہ اتباع محبوب سبحانی بہ قطب ملقب کردہ مے خوانند و لفظ شاہ ہندیاں مے افزودند۔"

مندرجہ صدر حوالہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اصل نام عون ہی تھا۔ قطب لقب تھا۔ اہل ہند نے قطب کا قطب شاہ بنا دیا۔ آپ ہندوستان میں جہاد و جنگ کی غرض سے نہیں بلکہ تبلیغ کے لئے آئے تھے۔ اور کسی ملک کی ملوکیت سے آپ کا کوئی تعلق نہ تھا۔ البتہ میزان ہاشمی کے ان الفاظ سے کہ "چند سال در ہندوستان اقامت فرمود" سے راقم مؤلف کو قدرے اختلاف ہے۔ اور اس کی وجوہ حسب ذیل ہیں۔ اعوانوں کے حالات و نسب میں جو کتابیں ہیں۔ ان سب میں بالاتفاق یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ

ان کی چار بیبیاں تھیں۔ ایک عائشہ جو سادات بغداد سے تھیں۔ اور بغداد ہی میں ان سے دو صاحبزادے محمدؐ و عبداللہ پیدا ہوئے تھے۔ تین نکاح آپ نے ہندوستان میں کئے۔ جن سے گیارہ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ آپ کی پہلی بیوی کا انتقال بغداد ہی میں ۴۷۵ھ یا ۴۷۶ھ میں ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۶ سال کی تھی۔ آپ جب ہندوستان تشریف لائے۔ تو آتے ہی نکاح کا انتظام تو نہیں کیا ہوگا۔ تبلیغ و اشاعت اسلام میں ضرور چند سال صرف کئے ہونگے۔ اور پھر تین نکاح پے در پے بھی نہیں ہوتے ہونگے۔ ان میں بھی ضرور پانچ پانچ دس دس سال بلکہ زیادہ مدت کا وقفہ ہوگا۔ نکاحوں کے بعد اولادیں بھی ہوئیں۔ ان کے لئے بھی کچھ عرصہ درکار ہے۔ اس لحاظ سے آپ کا قیام ہندوستان میں چند سال نہیں۔ بلکہ کئی سال تک رہا ہوگا۔ اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے۔ کہ حالانکہ آپ اپنی عمر کے آخری ایام میں بغداد واپس چلے گئے تھے۔ لیکن آپ کی جو اولاد ہندوستانی بیویوں کے بطن سے تھی۔ طویل عرصہ کی اقامت کی وجہ سے اس کے تعلقات یہاں اس قدر محکم و مضبوط ہو گئے تھے۔ کہ اُس نے ہندوستان ہی کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔

بی بی عائشہ کے بطن سے دو فرزند تھے۔ بڑے کا نام عبداللہ تھا۔ اسی کو گوہر علی و گوررڑا و گوہر شاہ بھی کہتے ہیں۔ گوررڑا کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ وہ بہت گورے تھے۔ راولپنڈی کے متصل گولڑہ جو ایک ریلوے سٹیشن ہے۔ انہی کے نام پر ہے۔ اصل نام گوررڑا تھا۔ بمرور ایام گولڑہ ہو گیا۔ یہاں گوررڑا اعوانوں کی کثرت ہے۔ عبداللہ اپنے باپ عونؒ اور اپنے چھوٹے بھائی محمدؐ کے ہمراہ ہرات سے ہوتے ہوئے پنجاب آئے۔ یہیں انہوں نے چند سال کے بعد ایک رئیس کی دختر سے شادی کر لی۔

عونؒ کے دوسرے فرزند کا نام جو بی بی عائشہ کے بطن سے تھے۔ محمدؐ تھا۔ انہی

کا نام محمد کندلان ہے۔ کندلان نام کی وجہ ایک یہ بھی بتائی جاتی ہے۔ کہ وہ طویل القامت تھے۔ اور شیخ جیلانی رح کے دروازہ پر دربانی کیا کرتے تھے۔ ان کی دربانی سے ترکوں کو خصوصیت سے تکلیف ہوتی تھی۔ انہوں نے ان کا نام کندلال رکھ دیا۔ کندلان کے معنے ترکوں کی زبان میں وہ خیمہ کلاں ہے۔ جو اُمرا کے دروازہ کے سامنے نصب کیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں جب اپنے بڑے بھائی عبداللہ اور اپنے باپ عون کے ہمراہ آئے۔ تو اسی نام سے موسوم رہے۔ ان کی اولاد اعوان کندلانی کہلاتی ہے۔ ہندوستان کی آب وہوا میں جس طرح اعوان آوان ہو گیا۔ اسی طرح کندلان کنڈان بن گیا۔ سلسلہ کوہستان نمک پنجاب میں یہ قوم بہت آباد ہے۔ بلکہ ایک موضع بھی چک کنڈان کے نام سے موجود ہے۔

عون عرف قطب شاہ کی دوسری بی بی کسی ہندو راجہ کی جو کھوکھر قوم سے تھا لڑکی تھی۔ اس کا ہندوانہ نام تو کسی نے نہیں لکھا۔ البتہ اسلامی نام زینب سب مورخوں نے تسلیم کیا ہے۔ اس بی بی سے آپ کے تین فرزند تھے۔ مزمل علی عرف کلگان۔ دُر یتیم عرف جہان شاہ۔ زمان علی عرف کھوکھر۔ چونکہ ان تینوں بھائیوں کی ماں کھوکھر قوم سے تھی۔ اس لئے ان سب بھائیوں کی اولاد کھوکھر قطب شاہی کہلاتی ہے۔ کلگان کی وجہ تسمیہ میں مورخوں نے لکھا ہے۔ کہ چونکہ اہل فارس کے ساتھ مزمل علی اکثر جہاد کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ان کا نام کلکان بالفتح بمعنے نامبارک رکھ دیا۔ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ پنجاب میں کلک کوئی موضع یا علاقہ تھا۔ ان کی والدہ چونکہ رئیس کلک کی بیٹی تھی۔ اس لئے یہ کلکان کہلائے۔ باب الاعوان کے صفحہ ۱۶۹ پر یہ بھی مرقوم ہے۔ کہ کلگان۔ کلکان۔ کلخان۔ گلغان اور گلغن ایک ہی شخص کا نام ہے۔

دُر یتیم عرف جہان شاہ مزمل علی سے چھوٹا تھا۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ سلطان

غیاث الدین شاہ بلبن کے زمانہ میں وہ زندہ تھا۔ صاحب تاریخ باب الاعوان تاریخ میزان مصنفہ شیر صاحب اُوچی کے حوالہ سے لکھتے ہیں "درِ یتیم المعروف جہان شاہ ابن عون قطب شاہ از اولاد عباس ابن علی است۔ جہاں شاہ را سہ پسر بودند۔ محمود علی کلاں بُود۔ اُورا مہول بُدھو گویند۔ و محمد محسن علی اوسط بود و محمد نور علی از ہمہ کہتر۔ اکثر علاقہ سلسلہ نمک وغیرہ از ایشاں آباد است"

زمان علی جو عون قطب شاہ کا پانچواں فرزند ہے۔ پہلے موسیٰ خیل میں جاکر آباد ہو گیا۔ پھر مقام کرانہ یا کڑانہ جو شاہ پور میں واقعہ ہے چلا گیا۔ وہاں کے ہندو رئیس کو شکست دی۔ اور اس کی دختر راجکماری بھر تھہ کو مسلمان کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ بھرت کھوکھر جو زمان علی کی اولاد سے ہیں۔ ابھی رانی کے نام سے موسوم ہیں۔

عون قطب شاہ کی تیسری بی بی کا اسلامی نام خدیجہ تھا۔ وہ چوہان خاندان کے کسی ہندو رئیس کی بیٹی تھی۔ اس سے حسب ذیل فرزند تھے۔ نجف علی عرف محمد گیلی۔ تذکرہ باب الاعوان میں نسب نامہ ہاشمی علوی اعوان کے حوالہ سے درج ہے کہ اس کی اولاد ہندوستان میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ رُوس میں آباد ہے خدیجہ کا دوسرا فرزند فتح علی عرف کلدان تھا۔ اعوان کلدانی یا کلتاری اسی کی طرف منسوب ہیں۔ باب الاعوان میں کلدان کے معنے بازو پھاڑنا بتائے گئے ہیں۔ جو شجاعت و جوانمردی کی علامت ہے۔ ان کی اولاد کا کثیر حصہ ہندوستان سے باہر تبایا جاتا ہے۔ خدیجہ کے تیسرے فرزند کا نام محمد علی عرف چوہان تھا۔ اعوان چوہان اسی کی طرف منسوب ہیں جس طرح اعوانی کھوکھروں اور راجپوتی کھوکھروں میں بہت کچھ اختلاط ہو گیا ہے۔ اسی طرح اعوان چوہانوں اور راجپوت چوہانوں میں بظاہر تمیز کرنا بہت مشکل ہے۔ اعوان چوہان پنجاب کے علاوہ سندھ

میں بھی پائے جاتے ہیں۔

عون قطب شاہ کی چوتھی بی بی کا اسلامی نام ام کلثوم تھا۔ مورخوں نے لکھا ہے۔ کہ وہ راجپوت نسل سے تھی ۔اور راجہ طلح کی بیٹی تھی۔ طلح سے مراد غالباً تلہ ہوگی جو کوہستان نمک ہی کے پاس واقعہ ہے۔ اور تلہ گنگ کے نام سے مشہور ہے۔ اکبر کے زمانہ میں اس کا نام اعوان محل تھا۔ اعوان اب بھی وہاں موجود ہیں۔ اور زمانہ قدیم میں بھی وہاں موجود تھے۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں اگر طلح کا صحیح تلفظ تلہ ہی ہو۔ اور ام کلثوم (اسلامی نام) اسی راجہ تلہ گنگ کی بیٹی ہو۔ اس بی بی کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ نادر علی۔ بہادر علی۔ کرم علی۔ ان تینوں بھائیوں کی اولاد پنجاب اور ہندوستان میں شاذ و نادر ہی بیان کی جاتی ہے۔

پنجاب اور سرحد کے اضلاع ہوشیارپور۔ جالندھر۔ ملتان۔ لاہور۔ گجرات گوجرانوالہ۔ شاہ پور۔ جہلم۔ راولپنڈی۔ میانوالی۔ بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خاں وغیرہ میں اعوانوں کی کثرت ہے۔ اور سب جگہ اقوام زراعت پیشہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان میں ضلع میانوالی کے اعوان قبائل بڑے ممتاز اور بارسوخ ہیں خصوصاً نواب صاحب کالاباغ ملک محمد امیر خاں جو اعوانوں کے صدفال خاندان کے سرگروہ ہیں۔ مقتدر ہیں۔ ان کا خاندان جو بہت پرانا ہے۔ کسی زمانہ میں ہندوستان بھر کے اعوانوں کا رئیس مانا جاتا تھا۔ اس وقت بھی وہ ہزارہا ایکڑ اراضیات کے مالک اور لاکھوں روپے سالانہ کی آمدنی رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ ضلع میانوالی میں اعوانوں کے مندرجہ ذیل خاندان معزز ترین سمجھے جاتے ہیں عظمتال لدھیال۔ شلیال۔ جبدرال۔ سگھال۔ تنگوال۔ اچھرال۔ میانہ۔ یہ سب خاندان قطب شاہی اعوان کہلاتے ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد تیس ہزار کے قریب ہے۔ ان کا کثیر حصہ کوہستان نمک کی مشرقی طرف علاقہ آدانکاری اور اس کے متصلہ

شمال مغربی علاقہ کے دیہات میں آباد ہے۔

پونچھ کے گوشہ جنوب و مغرب میں جو اعوان ہیں۔ وہ عبداللہ گولڑا اور مزمل علی کلکان پسران عون قطب شاہ کی اولاد سے ہیں۔ اس قوم کے لوگ پونچھ اور اس کی تحصیلات حویلی۔ مہنڈر۔ سدہنتی اور باغ میں کس زمانہ میں آئے۔ اس کا کچھ صحیح پتہ نہیں مل سکا۔

اعوانان پونچھ میں کئی برگزیدہ اصحاب گذر چکے ہیں۔ چند ایک کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ صوبیدار موسم خاں مرحوم جن کے دو فرزند محمد سرفراز خاں نمبردار تالاواڑی اور امیر محمد خاں اس وقت موجود ہیں۔

۲۔ سائیں بخش دین مرحوم سکنہ نیریاں (دبان) تحصیل سدہنتی۔

۳۔ سائیں خیر اللہ مرحوم سکنہ نالیاں تحصیل سدہنتی۔ ان دونوں بزرگوں کے مزارات موجود ہیں۔ اور خلق اللہ وہاں آتی رہتی ہے۔

۴۔ مولانا نجم الدین مرحوم سکنہ انہاری تحصیل سدہنتی۔ جن کے فرزند مولوی قمر الدین اپنے محترم والد کی طرح اعوانوں کے لئے باعث فخر ہیں۔

۵۔ حضرت سادو مرحوم تحصیل باغ کی ایک بزرگ ہستی تھے۔ اعوانوں کا فرقہ سادو وال انہی کے نام پر اور انہی کی اولاد سے ہے۔

۶۔ قاضی حشمت علی مرحوم سکنہ سہر تحصیل سدہنتی۔ جو شرافت و علمیت کا ایک مجسمہ تھے

علاوہ ازیں اس وقت بھی پونچھ میں اعوانوں کے کئی اصحاب اپنی شرافت و نجابت اور سرکاری ملازمت کی وجہ سے خاص پوزیشن رکھتے ہیں۔ چند ایک کے نام ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ رسالدار سوہتاں خاں کمپنی عک اے ٹی چھاؤنی جہلم۔

رسالدار موہتا خان آوان سکنہ علاقہ پونچھہ ڈی۔ اے۔ ایس بی۔ جہلم

۲۔ سائیں علم دین سکنہ کھمباہ و سائیں گلاب خاں سکنہ سہر تحصیل سدھنتی۔ دونوں اصحاب دربار موہڑہ شریف کے خلفاء ہیں۔

۴۔ دتا خاں نمبردار۔ ۵۔ شہادت خاں۔ سربراہ نمبردار نالیاں۔ ۶۔ محمد سرفراز خاں نمبردار تالاواڑی۔ ۷۔ مولوی فیروز دین سکنہ رام تپن تحصیل سدھنتی۔

۸۔ میاں بہاء الدین۔ ان کا کچھ تذکرہ نسب الاعوان میں درج ہے۔ قومی خدمات میں بالعموم منہمک رہتے ہیں۔ شریعت کے پابند ہیں۔ خادم الفقراء ہیں۔ لکھنا نہیں جانتے۔ پڑھ سکتے ہیں۔ ان کے تین فرزند ہیں۔ محمد حسین حزب اللہ خان ہند میں بمقام لاہور پڑھتے ہیں۔ سخی محمد زمیندارہ کام کرتے ہیں۔ تیسرے کا نام محمد اسماعیل تھا۔ وہ بھی لاہور میں زیر تعلیم تھا۔ لیکن گذشتہ سال بیمار ہو کر گھر آیا۔ اور فوت ہو گیا۔

۹۔ منشی اللہ دتا خاں سکنہ بساڑی۔ ۱۰۔ منشی نیک محمد خاں سکنہ چوکیاں۔ ۱۱۔ منشی علی اصغر سکنہ موضع دھمنی سکول ماسٹر ہیں۔ ۱۲۔ منشی غلام حسین کلرک دفتر منصف صاحب پونچھ۔ ۱۳۔ مردان علی خاں ریٹائرڈ حوالدار سکنہ نالیاں تحصیل سدھنتی۔ ۱۴۔ سائیں سیف علی خلیفہ دربار چورہ شریف سکنہ چوکیاں۔ ۱۵۔ مولوی علی بہادر سکنہ بارل۔ ۱۶۔ منشی دین محمد پٹواری سکنہ چوکیاں۔ ۱۷۔ مولوی محمد اسماعیل سکنہ بارل موقی عنش امام دہیس۔ ۱۸۔ عطا محمد خاں پنشنر سکرٹری انجمن اعوان چوکیاں۔ ۱۹۔ ملک حسام الدین خاں اعوان سکول ماسٹر۔ آپ کا نسب ۲۶ واسطوں سے میرزا علی کلگان بن عون قطب شاہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد کا نام علی مردان خاں تھا۔ جو ۲۱ رجب ۱۹۷۵ء کو پنجشنبہ کے دن فوت ہو گئے۔ کلگانی اعوانوں میں اپنی قوم کے آپ روشن خیال اور زمانہ شناس بزرگ ہیں۔ نسب الاعوان کے نام سے اعوانان پونچھ کے حالات میں جو کتاب ہے وہ آپ ہی کی تصنیف سے ہے

سلہ:۔ آپ کے خاندانی حالات اولاد حاجی اللہ یار خاں کے سلسلہ میں صفحہ ۲۹۲ پر درج ہیں۔

آپ نے اپنی سوئی ہوئی قوم کو از سرِ نو جگایا بلکہ زندہ کیا ہے۔ آپ پرائمری سکول بسولی کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ گذشتہ سال آپ کی کوشش سے چوکیاں تحصیل سدھنتی میں ایک انجمن بنام انجمن اعوان قائم ہوئی ہے۔ جس کی اس وقت پانچ شاخیں مختلف دیہات میں قائم ہو چکی ہیں۔ آپ اس انجمن کے پریذیڈنٹ ہیں۔ انجمن اسلامیہ پونچھ نے انجمن اعوان کا الحاق منظور کر لیا ہے۔ آپ حضرت صاحب دربار موہڑہ شریف کے خادم ہیں۔ آپ کے دو بھائی بھی ہیں۔ ستار محمد خاں و نواب خاں نام۔ آپ کی عمر و ا بیساکھ سنہ ۱۹۵۰ب کی پیدائش کے مطابق اس وقت بیالیس سال کی ہے۔

۲۰۔ قاضی محمد خلیل ہیڈ ماسٹر۔ آپ کے جد امجد قاضی مولانا صاحب ددلیال ضلع جہلم سے اس علاقہ میں آئے۔ ان کی چوتھی پشت میں بعہد بادشاہ فرخ سیر و محمد شاہ قاضی عبدالشکور بڑے پایہ کے بزرگ گذرے ہیں۔ ان کی غیر مطبوعہ تصنیفات اور اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتب اب تک اس خاندان میں موجود ہیں۔ ان کے فرزند قاضی رحمت اللہ بھی اپنے باپ کی طرح اہل علم و فضل بزرگ تھے۔ وہ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں رنگلہ میں موجود تھے۔ قاضی رحمت اللہ کی چھٹی پشت میں قاضی محمد اسماعیل ہیں۔ جن کے کتب خانہ میں ان کے آباؤ اجداد کی کتابیں محفوظ ہیں۔ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق یکم ماگھ سنہ ۱۹۹۱ب میں آپ انتقال فرما گئے۔ آپ اپنے علاقہ کے مشہور قاضی اور شاہی انعام یافتہ تھے۔

دینیات کا علم آپ نے ہندوستان میں حاصل کیا۔ خواجہ محمد اکرم شاہ چشتی سجادہ نشین کی خدمت میں کچھ عرصہ رہ کر علم تصوف سے بھی فیض یاب ہوئے۔ علم کی اشاعت میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ اپنے گاؤں رنگلہ میں بڑی جدوجہد کے بعد سنہ ۱۹۷۶ب میں ایک پرائمری مدرسہ جاری کرایا۔ جو آج تک قائم ہے۔ سرکل کمیٹی پنچایت جس کو سو روپیہ تک دیوانی مقدمات کی سماعت اور فوجی مقدمات فوجداری

ملک حسام الدین اعوان ہیڈ ماسٹر سکول بساڑی پونچھ کشمیر

قاضی محمد خلیل آوان ہیڈ ماسٹر اینگلو ورنیکلر مڈل سکول دھیر کوٹ تحصیل باغ پونچھ

کے اختیارات بھی لکھر بڑی تھے۔ اپنے فرائض منصبی کو آپ نے اس خوبی سے انجام دیا کہ آنریبل ریذیڈنٹ بہادر نے ایک سنہری سند اور چاندی کی ایک گھڑی عنایت فرمائی۔ جس پر President. Qazi. Mohd Ismail for valuable service Poonch. کے الفاظ کندہ تھے۔

سرکار پونچھ نے بھی احسن خدمات کے عوض سند عطا کی۔ اور فوجی خدمات کے صلہ میں سرکار نے آپ کو ۳ کنال ۱۷ مرلہ زمین نوتوڑ کی اجازت عطا فرمائی۔

غرض آپ اپنے علاقہ کے مشہور قاضی اور شاہی انعام یافتہ بزرگ تھے۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ قاضی محمد خلیل۔ مولوی عبد المجید۔ منشی محمد اسحاق تینوں محکمہ تعلیم میں ملازم ہیں۔ جن میں قاضی محمد خلیل۔ جو ۱۶/۱۸ ستمبر ۱۹۲۲ء کی پیدائش کے مطابق اس وقت ۲۷ سال کے نوجوان ہیں۔ اینگلو ورنیکلر مڈل سکول دھیر کوٹ کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔ ماسٹر محمد عالم و ماسٹر محمد حیات مدرس چوہڑ کا بھی اسی اہل علم خاندان سے تعلق ہے۔ اس خاندان میں نوے فیصدی لکھے پڑھے موجود ہیں۔

پونچھ میں اعوان قوم کی آبادی پندرہ ہزار بلکہ اگر بدھن قوم کو بھی شامل کر لیا جائے۔ تو آبادی ۱۹۔ ۲۰ ہزار تک ہوگی۔ اپنی قوم کے علاوہ سدھن وغیرہ اقوام سے ان کے رشتے ناطے ہوتے ہیں۔ قوم بلیس کے ساتھ بھی اس کی رشتہ داری دیر تک رہی ہے۔ یہ قوم زراعت پیشہ ہے۔ اس میں تحصیل باغ سمیت دس بارہ نمبردار بھی ہیں۔

پونچھ میں کم علمی بلکہ لاعلمی عام تھی۔ ہر تحصیل اور تحصیل کے ہر موضع میں جہالت و ظلمت کا دور دورہ رہا ہے۔ اور اب بھی ہے۔ اس لئے اس علاقہ میں مسلمانوں کی تمام اقوام کی طرح اعوانوں میں بھی تعلیمی و تمدنی احساس کا فقدان پایا جاتا ہے۔ البتہ

چند سال سے ماسٹر حسام الدین - قاضی محمد خلیل اور دیگر دردمند اعوان اصحاب کی ناصحانہ کوششوں نے اس قوم کو نیک و بد سوچنے اور سمجھنے کی کچھ تمیز عطا کر دی ہے
ایک بات اس قوم میں بہ نسبت دیگر اقوام کے قابل تعریف پائی گئی ہے - یعنی ہر چند کہ یہ قوم پنجاب اور کوہستان نمک میں ایک طاقت ور قوم شمار ہوتی رہی ہے - اور اب بھی میانوالی اور بھکر اور علیسٰی خیل میں اس کے نامور خاندان نیم آزادانہ حکومت کر رہے ہیں - لیکن اس قوم نے صرف " پدرم سلطان بود" ہی کو اپنا وظیفہ نہیں بنایا - بلکہ زمیندار پیشیہ ہوتے ہوئے دستکاری اور صنعت و حرفت کے کاموں میں بھی بڑی دلچسپی لی ہے - چنانچہ اس قوم میں اس وقت جہاں کئی معزز اہل قلم ہیں ، صاحب رسوخ ہیں - صاحب دولت ہیں - اعلیٰ زمیندار ہیں - وہاں کئی آرہ کش - ترکھان - پٹو باف - درزی اور معمار اور مستری بھی پائے جاتے ہیں - جو قوم اپنے اسلاف پر فخر تو کرتی ہے - لیکن ان کے ارشادات و اقوال پر عمل نہیں کرتی - اور جو قوم ملک کی سب سے بڑی ضرورت صنعت و حرفت اور تجارت و دستکاری سے غافل ہے - اور وہ اپنی جہالت و نافہمی کی وجہ سے ان کو برا سمجھتی ہے - خوب یاد رکھو وہ قوم آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں ڈوب کر بلکہ نابود ہو کر رہے گی -

اولاد حاجی الہ یار خان - علاقہ دھمنی تحصیل سرنیتی میں جو اعوان آباد ہیں - ان کے بزرگ حاجی الہ یار خاں تھے - جو عون قطب شاہ کے فرزند مزمل علی کلگان کی اولاد سے تھے - ان کا دطن پنجاب میں اعوان کاری تھا - وہ اپنی بی بی سمیت حج کو گئے اور سات سال مکہ اور مدینہ ہی میں رہے - وہاں دو فرزند پیدا ہوئے تھے - وہ وہیں انتقال کر گئے - واپسی پر جب وطن آئے - تو ایک اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمد شفیع رکھا گیا -
چونکہ سات سال تک وطن سے باہر رہنے کی وجہ سے طبیعت سیلانی ہو چکی تھی -

اس لئے ایک جگہ قیام نہ کر سکے۔ آخر وطن سے ہجرت کی۔ اور حاجن صاحبہ کے ہمراہ مظفر آباد کے علاقہ میں آگئے۔ جہاں ان کو کالو خاں نام ایک گکھڑ بزرگ سکنہ لواسی نے اپنے ہاں جگہ دی۔

حاجی الہ یار خاں اور ان کی بیوی حاجن صاحبہ نے لواسی ہی میں انتقال کیا۔ اُس وقت ان کا فرزند محمد شفیع خاں جوان ہو چکا تھا۔ کالو خاں کو بھی اس سے یک گونہ محبت ہو چکی تھی۔ اس نے اس کی دل بستگی کے لئے اپنی لڑکی کی اُس سے شادی کر دی۔ جس سے دو لڑکے سلطان محمد خاں و محمد عظیم خاں پیدا ہوئے۔ اور ان دونوں بھائیوں کی شادیاں بھی اسی موضع ہی میں ہو گئیں۔

محمد عظیم خاں کا صرف ایک فرزند محمد زمان خاں تھا۔ جو صوفی صاحب کے نام سے زیادہ مشہور تھا۔ سلطان محمد خاں کے چھ فرزند حسب ذیل تھے۔ دین محمد خاں فتح محمد خاں۔ فقیر محمد خاں۔ نیاز محمد خاں۔ گل محمد خاں۔ فیض طلب خاں۔

دونوں بھائی یعنی سلطان محمد خاں اور محمد عظیم خاں اپنے اہل و عیال سمیت لواسی سے ترک وطن کر کے پونچھ کی تحصیل باغ کے علاقہ میں چلے آئے۔ اور مقامات ذیل میں انہوں نے سکونت اختیار کی۔

دین محمد خاں تو بھوٹھ بھائیاں کے موضع میں آباد ہو گیا۔ اس کا ایک ہی فرزند وزیر خاں تھا۔ اور اس کی لاولدی نے دین محمد خاں کی اولاد کا خاتمہ کر دیا۔

فتح محمد خاں۔ گل محمد خاں اور محمد زمان خاں تحصیل سدھنوتی کے علاقہ بیلی کے مواضعات چہڑ واقعہ دھمنی تراڑ۔ کھائیگالہ اور پڑکوٹ میں آباد ہو گئے۔ فتح محمد خاں کے تین فرزند تھے۔ محمد موسلے خاں۔ بیر محمد خاں۔ فضل دین خاں۔ محمد موسے خاں کے چار فرزند ہیں اور چاروں حیات اور صاحب اولاد ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ بہادر علی خاں۔ دلاور خاں۔ شہاب الدین خاں۔ فیروز الدین خاں۔

سلطان محمد خاں کے باقی فرزندوں میں نیاز محمد خاں موضع ڈھل میں آباد ہو گیا۔ کالا خاں جو کشمیر پولیس میں ملازم ہے۔ اسی کی اولاد سے ہے۔ سلطان محمد خاں کا چھوٹا فرزند فیض طلب خاں مہاراجہ جموں وکشمیر کی فوج میں ملازم تھا۔ لیکن وہ ملازم ہو کر پھر وطن میں واپس نہیں آیا۔ اور نہ اس کی برادری والوں کو اس کے جینے مرنے کا کوئی علم ہے۔

محمد موسےٰ خاں کے فرزندوں میں بہادر علی خاں لائق اور مدبر اور برادری میں سرکردہ ہیں۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔ علی اکبر خاں۔ علی اصغر خاں۔ محمد رفیق خاں۔ ان میں ماسٹر علی اصغر خاں جو میٹریکولیشن تک تعلیم یافتہ ہیں۔ اے وی مڈل سکول راولاکوٹ میں ٹیچر ہیں۔ دلاور خاں کے سات فرزندوں میں گل شیر خاں ایم۔ ٹی کمپنی ۱۲ بنگلور میں درجہ اول کا موٹر ڈرائیور ہے۔

محمد شفیع خاں کے فرزند محمد عظیم خاں کی اولاد سے ماسٹر الف دین خاں فن خیاطی میں ماہر سمجھا جاتا ہے۔

حاجی الہ یار خاں کی اولاد و ذریات کے پاس کافی اراضیات لطور حق اسامی موجود ہیں۔ پیشہ ان کا زراعت ہے۔ چند ایک خیاطی کا کام کرتے ہیں۔ چند ایک برطانوی افواج میں ملازم ہیں۔

اس برادری میں سلطان محمد خاں کے فرزند فتح محمد خاں کی اولاد کو کار بیگار معاف ہے۔ چنانچہ حاکم اعلیٰ صاحب پونچھ کے محکمہ کی جو سند اس بارہ میں ان لوگوں کے پاس ہے۔ اس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

از محکمہ حاکم اعلیٰ صاحب پونچھ

درخواست فیروز الدین وغیرہ پسران موسےٰ خاں قوم آدان سکنہ دھمنی تحقیل سدھنوتی۔

۱۳۸۱ ء بمراد معافی کار بیگار

مہر محکمہ حاکم اعلیٰ صاحب
دستخط نصیر الدین گورنر پونچھ۔

فیروز الدین اعوان سکنہ دھمنی

تم کو بشمول برادران بہادر علی ولد درویش شہاب الدین کار بیگار بخشائے حکم جناب وزیر صاحب بہادر پونچھ مورخہ ۱۳ ار مگھر ۱۹۶۳ بکرمی نمبری ۲۲۴ ۵ معاف کی گئی ہے۔ لہٰذا پروانہ ہذا تم کو بطور سند کے دیا جاتا ہے۔ تحصیل دار صاحب کو علیحدہ لکھا گیا ہے۔ تحریر ۱۴ ار مگھر ۱۹۶۳ ب۔

بندوبست پونچھ میں یہ برادری اعوان کے نام سے کاغذات مال میں درج ہو چکی ہے۔ اور پونچھ کی موجودہ اقوام بندی کے مطابق یہ برادری زراعت پیشہ اقوام میں شمار ہوتی ہے۔

اس برادری کے افراد کی تعداد قریباً ایک سو تک ہے۔ جو سب حاجی الہیار خاں کی اولاد سے ہیں۔

فصل دوم

تھکیال راجپوت

علاقہ تھکیالہ پڑادہ

اس کی سیاسی پوزیشن آبادی اور آمدنی۔ اسکے مشہور مقامات اور متفرق حالات

پڑاوہ تھکیالہ کا علاقہ جس کا سالانہ لگان کاہچرائی اور کسٹم وغیرہ کی آمدنی کے علاوہ ۲۱۲۷۶ روپیہ ہے۔ مہاراجہ بہادر جموں وکشمیر کی طرف سے دس ہزار

روپیہ سالانہ مستاجری کے عوض راجہ صاحب پونچھ کے ماتحت ہے۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس علاقہ کی آبادی ۴۴۹۳۲ نفوس پر مشتمل ہے۔ جن میں ۲۳۷۴۴ مرد اور ۲۱۱۸۰ عورتیں ہیں۔ اس علاقہ میں حسب ذیل ۲۴ دیہات ہیں۔ ڈبسی۔ لنجوٹ۔ بالاکوٹ۔ سنار کوٹ۔ بسوفی۔ دھروتی۔ موہڑا۔ باڑہ مہرا۔ جنڈ بروٹ۔ بکیال۔ کھنڈہار۔ مجھان۔ پلائی۔ پنجی۔ سوتھہ۔ دھرائی۔ رٹھوتہ سلسوتہ۔ بہروتی۔ وتوٹ۔ ترکنڈی۔ متھرائی۔ منڈھیتر۔ گیارہ مواضعات میں ڈھیال قوم اور ۹ میں ٹھکیال قوم اور ایک گاؤں میں بگیال قوم آباد ہے۔ جونگ خاں ٹھکیال کی اولاد سے ہے۔ ڈڈیال۔ ٹھکیال اور بگیال اقوام کے علاوہ ان دیہات میں گوجر ملک اور جولاہا وغیرہ اقوام بھی بحیثیت مزارعہ آباد ہیں۔ باقی تین دیہات میں ہندو قوم بگھیال کی اکثریت ہے۔ بلکہ نمبرداری بھی اسی قوم کے پاس ہے۔

پولیس سٹیشن دھروتی سے ۱½ میل کے فاصلہ پر علاقہ زیریں میں موضع موہڑہ واقعہ ہے۔ یہاں سائیں کملا صاحب کا مقبرہ ہے۔ یہ مقبرہ پہلے بمقام دہڑہ واقعہ میرا میں تھا۔ جو کھنڈیل پہاڑی کے متصل ہے۔ آج سے چوتھائی صدی (۲۵ سال) پیشتر کا ذکر ہے۔ ان کی صاحبزادی جو نہایت عابدہ و زاہدہ تھی اور جس نے تمام عمر شادی نہیں کی عدالت کا حکم لے کر سائیں صاحب کے غیبی اشارہ کے مطابق اس کی نعش موہڑہ میں لے آئی۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ۲۵ سال کے بعد بھی نعش ہر قسم کی آلائش سے پاک تھی۔ بلکہ ۲۵ سال کے بعد ان کا جنازہ دوبارہ پڑھا گیا ہے

امانت کی طرح رکھا زمیں نے روز محشر تک   نہ اک تار کفن ٹوٹا نہ اک موئے بدن بگڑا

ان کی صاحبزادی کی قبر بھی ان کے پہلو ہی میں ہے۔ اس مزار کے سجادہ نشین و مہتمم اس وقت صاحبزادہ محمد سعید نوشاہی اور میاں قاسم و دتا دکالا ہیں۔

آخرالذکر ہر سہ اصحاب سائیں کملا کی اولاد سے ہیں۔ سائیں کملا صاحب کی ایک بالکی مائی طوطی کے نام سے تھی۔ وہ ۱۹۸۸ء بکرمی کے ایام شورش میں انتقال کر گئی۔ اس کا مقبرہ پختہ بنوایا گیا ہے۔ جو موضع بنڈلی تحصیل کوٹلی ضلع میرپور میں متصل موٹر روڈ واقعہ ہے۔

موضع ٹنگل جوگیاں داخلی کھنڈار میں سائیں فتو صاحب سائیں کملا صاحب کے ہمعصر گذرے ہیں۔ وہ موضع بنتکہ پنجگرائیں راجوری کے علاقہ سے آئے۔ اور کھنڈار کے سرسبز و شاداب خطہ نے ان کو واپس نہ جانے دیا۔ دونوں بزرگوں میں اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ سائیں فتو صاحب کھڈ گوجران تحصیل کوٹلی میں دفن ہیں۔ اور خوش اعتقاد لوگ ان کے مزار پر اکثر آتے رہتے ہیں۔ اس مزار کی سجادگی پر سائیں کالو صاحب کی اولاد قابض ہے۔ جن میں سے سائیں سید محمد قابل ذکر ہستی ہیں۔

کھنڈار اور کریلہ کی پہاڑی جس کا نام کھنڈیل ہے۔ چیڑ کے سرسبز درختوں سے لدی ہوئی ہے۔ اس پہاڑی کا سلسلہ پونچھ کے قدرتی ہسپتال تتہ پانی سے شروع ہوتا ہے۔ اور سردار فتح محمد خاں ممبر اسمبلی جموں و کشمیر ساکن کریلہ کے گھر کے پاس ختم ہو جاتا ہے۔ یہ پہاڑی تقریباً سات میل لمبی ہے۔ اس کی چوٹیاں مینیاروں کی طرح دور دور سے نظر آتی ہیں۔ پیر کسور۔ خاکی پیر۔ اور ماتا رنجیتی کے استھان اسی پہاڑی پر ہیں۔ جن کا ہندو لوگ بڑا ادب کرتے ہیں۔ خاکی پیر کی نشست گاہ کے پاس ایک تالاب بھی ہے۔ اس مقام پر دو قسم کی گھاس ہوتی ہے۔ ایک مال مویشی کے لئے۔ دوسری گھاس کا نام ببرط ہے۔ اس کی رسیاں بنائی جاتی ہیں۔ جو چارپائیاں بننے کے کام آتی ہیں۔ اس پہاڑی میں ہرن جن کو ران کہتے ہیں بکریوں کے ریوڑ کی طرح پھرتے رہتے ہیں۔ چونکہ یہ جگہ بہت سرد ہے۔ اس لئے موسم گرما میں ڈھوکوں کا کام بھی اس سے لیا جاتا ہے۔ کھوئی رٹہ موٹر روڈ اس پہاڑی سے

صرف دس میل کے فاصلہ پر ہے۔

موضع کھنڈار و کریلہ میں جا بجا زمین کی رنگت سیاہی مائل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس علاقہ میں پھٹکڑی۔ گندھک۔ سُرمہ۔ لوہا۔ تانبا کی کان موجود ہے۔ بلکہ کسی زمانہ میں کھنڈاری لوہا مشہور تھا۔ لیکن جب سستا لوہا باہر سے آنے لگا۔ تو اس لوہے کا رواج جس پر زیادہ محنت و لاگت آتی تھی۔ جاتا رہا۔

اس علاقہ کے باشندے مضبوط۔ تندرست اور توانا ہیں۔ جس طرح یہاں غربت و افلاس کی کثرت ہے۔ اسی شدت سے حسن خداداد بھی یہاں بکثرت ہے۔ مفلسی اور سادگی میں یہاں گُل حسن کی وہ بہار ہے۔ اور اس قدر بسیار ہے کہ دامان نگاہ اس کو سمیٹنے سے عاجز ہے۔

علاقہ تھکیالہ و بڑادہ میں تھکیالوں اور دوالوں کے علاوہ جن کی باہمی رشتہ داریوں نے ان دونوں قوموں کو متحد کر رکھا ہے۔ مسلمانوں کی چند اور اقوام بھی آباد ہیں۔ لیکن ان کی حیثیت بالعموم مزارعہ سے زیادہ نہیں۔ برہمن وغیرہ ہندو اقوام بھی موجود ہیں۔ جو زمیندارہ اور ساہوکارہ دونوں کام کرتی ہیں۔

تھکیال

"تھکیال راجپوتوں کے حالات" سے جو علاقہ تھکیالہ بڑادہ سے دستیاب ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے بزرگوں کا خاندانی تعلق راجگان اجودھیا سے تھا۔ اسی خاندان میں ایک راجہ تھکیال کے نام سے گزرا ہے۔ راجپوتوں کی یہ شاخ جو سورج بنسی سلسلہ سے تعلق رکھتی تھی۔ اسی راجہ کے نام پر تھکیال کہلائی۔ اور آج بھی جبکہ اس زمانہ کو ہزارہا سال گذر چکے ہیں۔ یہ قوم تھکیال ہی کے نام سے موسوم ہے۔

راجہ ٹھکیال کی اولاد سے کئی پشتوں کے بعد ایک راجکمار جو نظر سنگھ ٹھکیال کے نام سے مشہور تھا۔ انقلاب زمانہ اور گردش فلکی کی وجہ سے ترک وطن پر مجبور ہو جاتا ہے۔ وہ ایک مہاجر کی حیثیت سے وطن کے در و دیوار پر حسرت سے نظر ڈال کر ایک طویل مسافت اور بے پایاں تکالیف کے بعد دہلی پنجاب اور کوہستان جموں سے ہوتا ہوا اس سرزمین میں داخل ہوتا ہے۔ جو آج بھمبر کے نام سے صوبہ جموں کے ضلع میرپور کی ایک مشہور تحصیل ہے۔

جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں ہندوستان کی وسیع مملکت مسلمان بادشاہوں کے زیر نگین تھی۔ یا کم سے کم ہندوستان کے بہت بڑے حصہ پر ان کا اقتدار قائم تھا۔ اس زمانہ میں بھمبر اپنی ہمسایہ ریاستوں راجوری وغیرہ کی طرح ایک خود مختار ریاست تھی۔ اور اس وقت یہاں ٹھکیال قوم کے ہندو راجپوت راجے صاحب تاج و تخت تھے۔ اور ٹھکیالوں کا آخری راجہ سری پت اپنے وسیع علاقہ میں عدل و انصاف اور دبدبہ و شوکت کے ساتھ داد حکمرانی دے رہا تھا۔

اسی زمانہ میں راجگان کانگڑہ کا ایک راجکمار کانگڑہ کے دشوار گذار پہاڑوں کو طے کرتا ہوا جموں کی سنگلاخ زمین میں داخل ہوا۔ مصنف تاریخ چبال لکھتا ہے۔ کہ "وہ ملک گیری کی خاطر اس علاقہ میں داخل ہوا۔ جس کو اب بھمبر کہتے ہیں" لیکن مصنف مذکور اس کی جمعیت صرف اس کے بیٹے اور چند نوکر بتاتا ہے

تاریخ راجپوتان پنجاب کے مصنف نے بھی جلد اول کے صفحہ ۴۹۴ پر لکھا ہے کہ وہ ملک گیری کی نیت سے اپنے وطن سے نکلا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد نواح جہلم میں اس نے کئی دیہات پر قبضہ کر لیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ ملک گیری کیلئے نہیں بلکہ انقلاب روزگار کے ہاتھوں تنگ آکر سر چھپانے کے لئے کوئی جائے پناہ

تلاش کر رہا تھا۔ جیسا کہ آئندہ کی چند سطور سے واضح ہوگا۔

تاریخ چبال کا مصنف اس راجکمار کا نام نراین چند بتاتا ہے۔ اور اس کے بیٹوں کی تفصیل حسب ذیل لکھتا ہے (۱) جیب چند (۲) دھرو چند (۳) امبو چند (۴) اجے چند۔ مصنف تاریخ راجپوتان پنجاب اس راجکمار کا نام پرتاپ چند اور اس کے فرزندوں کا نام جیب چند و کھڑک چند لکھتا ہے۔ اور پرتاپ چند کے باپ کا نام راجہ میگھ چند بتاتا ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر وہ نراین چند کو میگھ چند کی نسل میں شمار ہی نہیں کرتا۔

مغلورہ بھمبر سے چار میل مشرق کی طرف ایک قدیم موضع ہے۔ مصنف تاریخ چبال لکھتا ہے۔ کہ "نراین چند نے وہاں مسافروں کی طرح ڈیرا جمایا۔ اور اپنے ایک نوکر کو ایک قیمتی زیور اس غرض سے دیا کہ وہ اس کو بیچ کر کچھ تو خورد نوش کا سامان لائے۔ اور بقیہ نقد روپئے ہمراہ لیتا آئے۔ زیور چونکہ بہت قیمتی تھا اس لئے کسی دوکاندار کو اس کے خریدنے کی ہمت نہ پڑی اور سب نے یہی کہا کہ راجاؤں کا زیور راجاؤں ہی کے لائق ہوتا ہے۔ آخر اس واقعہ کی خبر راجہ سری پت تک بھی پہونچی۔ اُس نے زیور بیچنے والے آدمی کو بلوایا۔ زیور کی قیمت نقد ادا کر دی۔ اور اس خیال سے کہ زیور فروخت کرنے والا ضرور کوئی امیر اور خاندانی آدمی ہوگا۔ نراین چند کو اپنے ہاں مدعو کر کے سرکاری مہمان بنا لیا۔"

تاریخ چبال کے مصنف نے جو کچھ لکھا ہے۔ اسی قسم کے خیالات ٹھکیالہ بڑاوہ اور دیگر مقامات کے ٹھکیالوں میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اس قدر سوچنے کی کسی نے تکلیف گوارا نہیں کی۔ کہ جب یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ راجہ اپنے وطن سے ملک گیری کے ارادہ سے نکلا اور اس نے نواح جہلم میں کچھ فتوحات بھی حاصل کر لیں۔ تو آخر اس کی فوج دفعتاً کہاں غائب ہوگئی۔ کہ بھمبر کی سرزمین

میں داخل ہوتے ہی وہ عام مسافروں کی طرح روپیہ پیسہ سے تہی دست ہو کر زیور بیچنے پر مجبور ہو گیا۔ بھمبر سے چار میل کے فاصلہ پر غیر ملک کا ایک راجہ جو فتوحات کا سیلاب بہاتا چلا آتا ہے مقیم ہوتا ہے۔ اور بھمبر کا راجہ اپنے ایک ہمعصر فاتح راجہ کی آمد سے قطعاً بے خبر رہتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟

ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ راجہ پرتاپ چند ملک گیری کے ارادہ سے نہیں بلکہ سیاسی انقلاب کی بدولت اپنے وطن سے باہر نکلا تھا۔ چنانچہ اس کا ثبوت "تاریخ مسلم راجپوتان پنجاب[1] و ہند" کے مسودہ سے بھی ملتا ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ "چبون کا مورث اعلیٰ جیب[2] چند اپنے بھائی اودے چند سے لڑ کر اور ترک وطن کر کے بھمبر ریاست جموں میں آ کر آباد ہو گیا"

نیز مشرقی اخلاق اس بات کو بھی تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ ایک مقامی راجہ ایک غریب الوطن راجہ کا زیور خرید کر اس کو اپنا مہمان بنائے۔ البتہ یہ ممکن ہے۔ کہ جب راجہ سری پت نے زیور بیچنے والے سے زیور اور راجہ پرتاپ چند کے قیام مسافرانہ کی کیفیت سُنی ہو۔ تو زیور واپس کر کے اس کو اپنا مہمان بنا لیا ہو۔

غرض جب راجہ سری پت کو پرتاپ چند کی خاندانی وجاہت و شرافت کا یقین ہو گیا۔ اور اس کے بڑے فرزند جیب چند میں اُس نے نجابت و شجاعت اور

---

[1] یہ تاریخ سلسلہ وار اخبار مسلم راجپوت امرتسر میں شائع ہو رہی ہے۔ اس کے مصنف محمد افضل خاں صاحب مدیر مسلم راجپوت ہیں۔ مندرجہ بالا سطور ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء کے مسلم راجپوت میں درج ہیں۔

[2] چبون کا مورث اعلیٰ بے شک جیب چند ہی ہے۔ لیکن یہ اپنے باپ کے ہمراہ اپنے بھائیوں سمیت بھمبر آیا تھا۔

اقبال مندی کے آثار بھی دیکھے تو کچھ عرصہ کے بعد جیب چند کے ساتھ اس نے اپنی اکلوتی بیٹی کی (راجہ سری پت اولاد نرینہ سے محروم تھا) شادی کر دی۔ راجہ سری پت کی موجودگی ہی میں جیب چند نے اپنے طرز عمل اور اپنے حسن تدبر سے بہت کچھ ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی۔ سری پت کی وفات کے بعد جب کوئی نرینہ جانشین نہ رہا۔ تو راجہ کے ورثاء نے ملک کی حکومت پر قبضہ جمانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر جیب چند کی ہر دلعزیزی کے سامنے ٹھکیالوں کی کوئی پیش نہ گئی۔ آخر جیب چند جو راجہ سری پت کی راجدھانی میں اپنے باپ کے ہمراہ پہلے ایک مسافر اور پھر ایک مہمان کی حیثیت سے آیا تھا۔ تمام علاقہ کا راجہ تسلیم کر لیا گیا۔ جیب راجپوت اسی جیب چند کی اولاد سے ہیں ؎

خدا کے دین کا موسٰے سے پوچھئے احوال ۔۔۔ کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

ٹھکیالوں کے ہاتھ سے ان کا ملک جس پر وہ صدیوں سے حکمران تھے۔ اس طرح ایک غیر قوم میں چلا جائے اور وہ خاموش بیٹھے رہیں۔ یہ ناممکن سی بات تھی۔ اس لئے گو ٹھکیال بظاہر دب گئے تھے۔ لیکن راجہ جیب چند سے ان کی مخالفت و عداوت بدستور قائم تھی۔ اور اس کے عملی اظہار میں کہیں کہیں شورش و بدامنی بھی ہو جایا کرتی تھی۔

راجہ جیب چند کے لئے جب تک ٹھکیالوں کا قلع قمع نہ ہو جائے۔ آرام سے حکومت کرنا محال تھا۔ اس نے ان کے سرکردہ لیڈروں کو ٹھکانے لگانے کے لئے شاہی پیمانہ پر ایک دعوت کا انتظام کیا۔ وہ بے خبر دوڑے چلے آئے۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے۔ تو راجہ نے ان کے قتل عام کا حکم دے دیا۔ اور ایک قول کے مطابق زہر آلود کھانا کھلا کر سب کا خاتمہ کر دیا۔

سردار کی موت یا شکست کے بعد فوج کے پاؤں کہاں قائم رہ سکتے ہیں۔

چنانچہ اپنے سرکردہ رہنماؤں کے واقعہ قتل کے بعد بہت سے ٹھکیالوں نے معافیاں مانگ کر اپنی جان بچائی۔ اور کئی ٹھکیال جان اور آبرو بچا کر اُس علاقہ میں چلے گئے۔ جس کو اب ٹھکیالہ کہتے ہیں۔ اور جو انہی کے نام پر مشہور اور آباد ہے۔ چپ چند کی اولاد سے کچھ رہے تو ہندو ہی رہے۔ ساتویں راجہ کا نام راجہ دھرم چند تھا۔ اس زمانہ میں ہندوستان پر لودہی افغانوں کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اور ابراہیم لودی بادشاہ تھا۔ اسی بادشاہ کو بابر نے ۹۳۱ھ میں جس کو آج قریباً سوا چار سو سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ شکست دے کر ہندوستان میں مغلوں کی حکومت قائم کر دی تھی۔

اس راجہ کے زمانہ تک ٹھکیالوں کی کچھ نہ کچھ اہمیت قائم تھی۔ چنانچہ دھرم چند نے ان سے رابطۂ اتحاد بڑھانے کے لئے اپنی ایک شادی ٹھکیال راجپوتوں کے ہاں بھی کی تھی۔ اور یہ رانی۔ رانی ٹھکیال کے نام سے موسوم تھی۔ بھمبر کے جنوب میں تین میل کے فاصلہ پر رانی کا کنواں کے نام سے جو کنواں مشہور ہے۔ وہ اسی ٹھکیال رانی ہی کا بنوایا ہوا ہے۔

فتوحات بابر شاہی سے کچھ عرصہ قبل راجہ دھرم چند جبکہ وہ ابراہیم لودہی کی دعوت پر اس کے معالج کی حیثیت سے دہلی میں مقیم تھا۔ اسلام[1] قبول کر چکا تھا۔

[1] انکے قبول اسلام پر مصنف تاریخ جبال نے بادشاہ دہلی (ابراہیم لودہی) پر بہت لے دے کی ہے۔ مصنف تاریخ راجپوتان پنجاب لکھتے ہیں کہ چپ راجگان اکبر کے زمانہ میں اور اس کے بعد مسلمان ہوئے۔ صرف علاقہ لوشہرہ و دیوا وٹالہ میں چند گھر ہندو چبوں کے موجود ہیں۔ ٹھکیالوں میں بھی راجہ دھرم چند کے قبول اسلام پر حیرت انگیز داستانیں مشہور ہیں۔ اور مصنف تاریخ جبال نے بھی ان محیر العقول داستانوں کو دہرایا ہے "تاریخ اقوام ظفروجموں" میں جب ہم چپ اقوام کا ذکر کرینگے تو ان دلچسپ داستانوں کی تنقید ذوق تاریخ رکھنے والوں کو بہت لطف دیگی۔

اور اس کا نام دھرم چند کی بجائے شاداب خاں تھا۔ جو غلط العام ہو کر شادی خاں کے نام سے مشہور رہا۔

راجہ شاداب خاں دہلی سے واپس آرہا تھا۔ کہ بھمبر کے نزدیک ہی اس کے ایک دشمن ہیبت قندہاری سے جو اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس کا مقابلہ ہو گیا۔ اور دونوں باہمی لڑائی میں مجروح ہو کر مر گئے۔ ہیبت قندہاری کی قبر پیر قندہاری کے نام سے فتح پور میں ہے اور شاداب خاں عرف شادی خاں کی قبر باوا شادی شہید کے نام سے آدھی ڈہک پر ہے۔ اور دونوں قبریں مرجع خلائق ہیں۔ رانی تھکیال نے اسلام قبول نہیں کیا۔ لیکن اس علاقہ کے ہندو اور مسلمان اس واقعہ کو بالکل صحیح تصور کرتے ہیں۔ کہ رانی نے راجہ کی قبر کے پاس جا کر التجا کی کہ اگر میں ستی برتا ہوں تو اپنے پاس مجھے بھی جگہ دیجئے۔ چنانچہ قبر اسی وقت پھٹ گئی۔ اور رانی اس میں سما گئی سے

یوں دفن میرے ساتھ دل بیقرار ہو چھوٹا سا اک مزار کے اندر مزار ہو

تھکیال اور چب راجاؤں کے محلات و مکانات اسی پہاڑی (آدھی ڈہک) پر تھے۔ رعایا جھنگڑ نام کے ایک قصبہ میں رہتی تھی۔ جو مزار باوا شادی شہید سے شمال کی جانب دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر تھا۔ لیکن اب جہاں صرف چند کھنڈر ہی اس کی موجودگی کا پتہ دے رہے ہیں۔

علاقہ بھمبر کے مہاجر و جلاوطن تھکیالوں میں جو چب چند کے خوف سے راجوری سے ہوتے ہوئے تھکیالہ کے علاقہ میں چلے گئے تھے۔ راجہ رستم دیو تھکیال جوان سب کا سرکردہ تھا۔ ایک نامور ہستی گذرا ہے۔ "تھکیال راجپوتوں کے حالات" سے واضح ہوتا ہے۔ کہ یہ جماعت تیرھویں صدی عیسوی میں بھمبر سے نکلتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی جب تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے۔ کہ چب چند کی ساتویں پشت میں دھرم چند بزمانہ سلطان ابراہیم لودھی (۹۳۱ھ) مسلمان ہوتا ہے۔ تو بھمبر سے تھکیالوں کی

جلادولتی اور تھکیالہ میں ان کے قیام کا زمانہ جس کو آج ۲۵۴ء یا ۱۹۳۶ء میں ساڑھے چھ سو سال کا عرصہ گذرتا ہے۔ درست معلوم ہوتا ہے۔

راجہ رسم دیو کے متعلق تھکیال راجپوتوں میں فوق العادت کہانیاں مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس نے ایک راکشک (دیو) کو جو بڑا موذی تھا۔ اور ایک بڑھیا کے چھ فرزندوں کو ہلاک کرنے کے بعد اب ساتویں کی ہلاکت کے درپے تھا۔ ایک لڑائی میں واصل بجہنم کیا۔ چنانچہ جس مقام پر راجہ اور راکشک میں لڑائی کا امکان بتایا جاتا ہے۔ وہ جگہ راکشک پنڈی کے نام سے اب تک موجود ہے۔

دھیروٹی میں "ٹھاکر ہٹی" کے نام سے ایک جگہ مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راجہ رسم دیو نے اپنے مکانات یہیں تعمیر کئے تھے۔ چنانچہ ان مکانات کے کھنڈر ابھی تک پکار رہے ہیں سہ

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ رسم دیو پیر پنجال سے گزر کر سیاحت کشمیر میں قسمت آزمائی کا ارادہ بھی رکھتا تھا۔ لیکن درہ پر آسے ایک ولی کامل نے واپس جانے اور علاقہ تھکیالہ کی حکومت کا مژدہ سنایا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ تمہارے مقدر میں حکومت کے ساتھ اسلام کی دولت بھی لکھی ہے۔ راجہ رسم دیو فقیر کے ارشاد پر واپس آگیا۔ کچھ عرصہ تک مقامی قوم جبیڑہ سے چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی۔ چونکہ خود جمعیت کثیر رکھتا تھا۔ اور وہ جمعیت درحقیقت ایک بے قاعدہ فوج تھی۔ اسلئے جلد تر ملحقہ علاقہ مہنڈر پر قابض ہو گیا۔ اور ولی کامل کی ایک پیشگوئی پوری ہونے کے بعد دوسری پیشگوئی اس نے خود ہی اسلام قبول کر کے اور مسلمان ہو کر پوری کر دی۔ اسلامی نام اس نے خود ہی رسم دیو سے رسم خاں یا رسمی خاں رکھا۔ راجہ رسمی خاں کی قبر اب تک دھیروٹی

ہیں موجود ہے۔ اور جس طرح ھمبر کی چب قوم اپنے بزرگ باوا شادی شہید کی قبر پر جاتی اور وہاں کئی رسومات ادا کرتی ہے۔ اسی طرح تھکیال قوم کے افراد اپنے بزرگ راجہ رسمی خاں کی قبر پر چڑھاوا چڑھاتے اور بچوں کی موئے تراشی کے مراسم ادا کرتے ہیں۔

راجہ رسمی خاں کے چار بیٹے تھے۔ جن میں سے سینگی خاں کی اولاد حسب ذیل مقامات پر آباد ہے۔ ۱۔ ضلع مظفر آباد کشمیر۔ ۲۔ موضع تھوب تحصیل باغ علاقہ پونچھ ۳۔ بھاراکھوہ ضلع راولپنڈی۔ ۴۔ موضع ڈھنڈ سہتیاں تحصیل کوہ مری ضلع راولپنڈی ۵۔ موضع بانڈی دوتارہ تحصیل ایبٹ آباد ضلع ہزارہ۔ ۶۔ گلیانہ تحصیل گوجر خان۔

راجہ رسمی خاں کے ایک اور بیٹے کھنگی خاں کی اولاد تھکیالہ کے علاوہ مہنڈر میں بھی ہے۔ سینگی خاں اور کھنگی خاں دونوں کی اولاد و احفاد تھکیال کہلاتی ہے۔

دوسرے دو فرزندوں کی اولاد بھی تھکیال ہی ہے۔ لیکن ان میں کچھ نہ کچھ بزرگوں کا نام بھی شامل ہے۔ مثلاً بگ خاں کی اولاد بگیال[2] تھکیال کہلاتی ہے۔ راجہ رسمی خاں کے سب سے چھوٹے لڑکے کا نام کالو خاں تھا۔ اس کی اولاد بھی علاقہ مہنڈر کے بعض دیہات میں آباد ہے۔

تھکیال راجپوت انگریزی اضلاع اور علاقہ پونچھ کے علاوہ صوبہ جموں کے علاقہ جبال (موضع سرہوٹہ تحصیل کوٹلی) اور تحصیل رام پور راجوری میں بھی پائے جاتے ہیں۔ علاقہ تھکیالہ میں ۱۲ ایسے دیہات ہیں جن میں تھکیال راجپوت آباد ہیں۔ ان کی آبادی ان مواضعات میں چار ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ اور یہ سب مالکان اراضی ہیں۔ دوسری اقوام بطور مزارعہ آباد ہیں۔ علاقہ مہنڈر اور سوہرن میں اس قوم کے پانچ دیہات آباد ہیں۔ اور نمبردار بھی سب اسی قوم کے ہیں۔

یہ قوم خالص زراعت پیشہ ہے۔ چند افراد ملازم بھی ہیں۔ کئی ایک پنجاب وغیرہ ممالک میں جا کر محنت مزدوری پر بھی گذر اوقات کرتے ہیں۔ چند سر کردگان قوم

[2] ضلع مظفر آباد کے تھکیالوں اور بگیال تھکیالوں کے حالات تتمہ میں درج ہونگے۔

سردار محمد شیر خاں ککھیال آف دہروتی جاگیردار
وانعام خوار (پونچھ کشمیر)

کی سعی سے تجارت کا کچھ شوق بھی اس قوم میں پیدا ہو رہا ہے۔

چونکہ اس علاقہ میں مدارس کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے تعلیمی حالت اس قوم کی کمزور ہے۔ گنتی کے چند ایک آدمی میٹرک تک تعلیمیافتہ ہیں۔ اس قوم کے رشتے ناطے راجہ چب چند کی اولاد سے سالہاسال سے ہو رہے ہیں! ور رشتہ داریوں اور شادیوں اور لڑکوں اور لڑکیوں کا داد و ستد فیمابین تاحال جاری ہے۔

ہندو ٹھکیالوں کی آبادی بہت کم ہے۔ چند ٹھکیال معززین کے خطوط سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ضلع ہزارہ اور صوبہ جموں کی تحصیل راجوری میں ہندو ٹھکیال کہیں کہیں موجود ہیں۔

تمام علاقہ پونچھ میں اس قوم کی آبادی دس بارہ ہزار کے قریب تبائی جاتی ہے۔

مشاہیر قوم ٹھکیال راجپوت
(تحصیل مہنڈر کے دیہات میں)

ٹھکیالہ دھروتی۔ (۱) اس موضع میں سردار دیوان خاں نہایت ذی عزت ہستی تھے۔ حکومت نے ان کو جاگیر اور انعامات دے کر نوازا۔ سردار محمد شیر خاں انہی کے فرزند ہیں۔ جو علاقہ ہذا میں صاحب اقتدار۔ بارسوخ اور مشہور مہمان نواز ہیں۔ عرصہ تک سرکل کمیٹی کے صدر رہے ہے۔ حکومت برطانیہ سے بعلاحسن خدمات سنہری کرسی حاصل کی سیشن میں اسیسری کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہے۔

(۲) مولوی نور محمد خاں صرف عالم ہی نہیں بلکہ عالم باعمل بیان کئے جاتے ہیں۔

(۳) سردار شاہ ولی خاں (۴) سردار نور محمد خاں نمبرداران (۵) سیٹھ شیر محمد خاں تاجر (۶) امیر محمد خاں پنشنر۔ ایسے ہی بااثر اصحاب کے دم سے اس علاقہ میں ٹھکیال راجپوتوں کا نام روشن ہے۔

موہڑہ۔ (۱) سردار اللہ دتا خاں نمبردار بھی ہیں اور تجارت بھی۔ ان کی سرگرمیاں عوام کے لئے خضر راہ ثابت ہو رہی ہیں۔ پنچایت کمیٹی کے سکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔
(۲) منشی سیف علی خاں مستعد نوجوان ہیں۔ محکمہ ریلوے لاہور میں معقول تنخواہ پر ملازم ہیں۔ قومی کاموں اور اخبارات سے خاصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کے والد کا نام سردار بھادوں خاں تھا۔ اپنے حلقہ میں ذی عزت اور ہر دلعزیز تھے۔
(۳) نائک دوست محمد خاں ولد فضل خاں بمقام راولپنڈی افواج انگلشیہ میں ملازم ہیں۔ اور نہایت ملنسار ہیں۔
(۴) سردار امیر خاں۔ صاحب جائداد اور خیر خواہ خلق اللہ ہیں۔ منشی حسین علی خاں جو نوجوان تعلیم یافتہ ہے۔ انہی کا فرزند ہے۔

موضع نہالہ۔ (۱) سردار شاہ ولی خاں (۲) سیف علی خاں نمبرداران۔

موضع میرہ۔ اس گاؤں میں سردار محمد اکبر خاں ولد سردار احمد علی خاں نامور بزرگ ٹھکیال قوم کے ہوئے ہیں۔ ان کے کارنامے ٹھکیال ہسٹری میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ حکومت سے انہوں نے اپنے وقت میں جاگیر اور انعام حاصل کیا۔ ان کے پوتے سردار محمد حسین خاں اور ان کے برادرزادے اللہ دتا خاں اس موضع میں نمبردار ہیں۔

جنہ روٹ۔ (۱) سردار فقیر بخش خاں نہایت شریف اور خدا دوست ہستی تھے۔ ان کی اولاد سے اس وقت سردار علی اکبر خاں بعہدہ نمبرداری موجود ہے۔ جو لکھا پڑھا بھی ہے۔ آپ شورش ۱۹۳۱ء میں محبوس زندان ہو کر باعزت بری ہوئے۔ قومی احساس رکھتے ہیں۔
(۲) مولوی محمد خاں جن کی علم دوستی اس علاقہ میں مشہور ہے۔ عالم باعمل ہیں۔ اور اپنے قیمتی وقت کو قومی کاموں میں صرف کرتے ہیں۔

ڈلیسی۔ (۱) اس موضع میں سردار غلام حسین خاں بڑے زندہ دل اور شاہانہ طمطراق کے مالک تھے۔ اپنی سواری کے لئے اعلیٰ اور قیمتی گھوڑے رکھتے تھے۔ باز اور دوسرے شکاری جانوروں کا بھی شوق تھا۔ نمبردار بھی تھے۔ جاگیردار بھی تھے۔ معزز چیب راجپوت خاندانوں سے ان کی رشتہ داریاں تھیں۔ ان کی اولاد سے سردار فرمان علی خاں نوجوان تعلیم یافتہ نمبردار موجود ہے۔

(۲) سردار غلام محمد خاں باوقار ہستی تھے۔ سردار مختار خاں انہی کی ذریات سے ہیں۔ جو پیر مرد۔ خلیق اور ملنسار ہیں۔

(۳) سردار عطا محمد خاں بھی ایک باوقار ہستی ہیں۔ ان کا فرزند دوئم پولیس میں ملازم ہے۔

منجوٹ۔ (۱) سردار ناظر خاں (۲) سردار احمد علی خاں (۳) سردار فقیر اللہ خاں (۴) اور سردار بشیر احمد خاں۔ اپنے اپنے زمانہ میں صاحب اثر بزرگ تھے۔ ان کی اولاد واحفاد بھی باعزت زندگی بسر کر رہی ہے۔ ان میں قابل ذکر حسب ذیل ہیں۔ سردار موہتا خاں و عنایت علی خاں تاجران۔ سردار منصور خاں۔ منشی محمد یعقوب خاں و منشی غلام اعظم خاں جو قلمرو جموں میں پٹواری ہیں۔ غلام حیدر خاں۔ فتح شیر خاں۔ عطا اللہ خاں نمبرداریں۔ محمد حسین خاں۔ لعل محمد خاں۔ لعل محمد خاں دوم۔ سخی محمد خاں۔ فتح علی خاں۔ محمد شیر خاں۔ بہادر علی خاں افواج انگلشیہ میں ملازم ہیں۔

بالاکوٹ۔ اس موضع میں حسب ذیل قابل ذکر اصحاب ہیں۔ سردار ہاشم خاں سردار شیر محمد خاں۔ خان محمد خاں۔ منشی محمد شیر خاں۔ شیر احمد خاں نمبرداران مسٹر اللہ دتا خاں تاجر۔ مولوی فیروز خاں۔ صلاح محمد خاں پنشنر افواج انگلشیہ۔

سندوٹ۔ سردار دیوان علی خاں۔ سردار کالا خاں نمبرداران دیہہ۔ منشی فتح عالم خاں

ولی بشیر خان محمدؐ بشیر خاں۔

بسونی۔ سردار صلاح محمد خاں وعطا محمدؐ خاں نمبرداران دیہہ۔ عطا اللہ خاں جو مستعد نوجوان اور قومی رضا کار ہے۔

کوٹان۔ سردار صلاح محمدؐ خاں نمبردار۔

گلہوتہ۔ سردار عطا محمدؐ خاں اعلیٰ زمیندار و نمبردار اور ان کے بھائی مولوی اللہ داخاں جو صوفی منش ہونے کے باوجود تجارتی کاروبار میں منہمک ہیں۔ یہ دونوں بھائی سردار راجولی خاں مرحوم نمبردار کے خلف الرشید ہیں۔

گوہلدہ۔ (۱) سردار ناصر خاں آف گوہلد ساری تحصیل مہنڈر میں اپنی قابلیت اور فیاضی کی وجہ سے مشہور تھے۔ ان کا دستر خوان اس علاقہ میں شاہی باورچی خانہ کی طرح وسیع رہتا تھا۔ بڑے مہمان نواز تھے۔ دور دراز کے اعلیٰ گھرانوں سے رشتہ داری کا داد دستد جاری تھا۔ حکومت سے جاگیر اور انعامات حاصل کئے۔ میاں نظام الدین وزیر اعظم پونچھ جن کو مؤرخین "نظام الدین اعظم" لکھا کرتے ہیں۔ جب کبھی ان کے ہاں آیا کرتے تھے۔ توان کے حسن انتظام کی تعریف کیا کرتے تھے۔ (۱) مرحوم کی اولاد سے سردار نور محمدؐ خاں بعہدہ نمبرداری موجود ہیں۔ ڈسٹرکٹ سولجرس بورڈ اور اتحادی بورڈ کے ممبر ہیں۔ اپنی برادری میں عزت و وقعت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔

(۲) سردار ناصر خاں کی شاخ دوم سے بابو محمدؐ ممتاز خاں مستعد نوجوان ایف اے تک تعلیم یافتہ ہیں۔ جامعہ مسجد کی تعمیر کے لئے آپ نے مہنڈر میں ایک وسیع قطعہ اراضی مفت دیا ہے۔ جس کے لئے ہر طرف سے آپ پر احسنت و مرحبا کے پھول نچھاور ہو رہے ہیں۔ آپ راجہ فقیر اللہ خاں بگیال (گکھڑ) اعلیٰ جاگیردار ورئیس دواے نڈی۔ سی سری راجہ صاحب بہادر پونچھ کے داماد ہیں۔

(۴) سردار نور محمد خاں کے بھائی (۵) سردار فتح محمد خاں تاجر (۶) منشی قدرت اللہ خاں ملازم پولیس (۷) سردار فتح عالم خاں داماد سردار ناصر خاں آف گوہلد۔ تاجر ہیں۔ قوم اور ملک کا درد ان کے دل میں ہے۔ اور عوام میں قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ نمبردار بھی ہیں۔ (۸) سردار منصور خاں (۹) سردار فیروز خاں۔ (۱۰) منشی غلام حیدر خاں نمبرداران۔

دہار رگلہوں۔ اس موضع میں (۱) سردار زبردست خاں اسم بامسمیٰ تھے۔ سردار علی اکبر خاں ان کا نبیرہ نمبردار تھا۔ سال گذشتہ میں انتقال کر چکا ہے۔ اسی دیہہ میں (۲) فتح شیر خاں بڑے ذی رتبہ اور خلیق بزرگ تھے۔ حکومت اور پبلک میں ممتاز تھے۔ (۳) محمد اکبر خاں۔ موجودہ نمبردار انہی کا پوتا ہے (۴) منشی محمد شیر خاں۔ اس موضع میں ایک ملنسار نوجوان ہے جس کے والد دیوان بخش عرصہ تک سرکاری ملازمت میں رہے ہیں۔

اڑی۔ سردار بہاول خاں سرکردہ اور با اثر آدمی ہیں۔

پونٹھ سوہران (۱) سردار پیندا خاں جو کو یلڈی پونچھ میں ملازم تھے۔ (۲) ان کا بھتیجا امیر علی خاں جان باز شکاری ہے۔

گلوتہ۔ سردار عطا محمد خاں نمبردار گلوتہ کے فرزندان سردار سید محمد خاں سربراہ نمبردار ماسٹر محمد شیر خاں مدرس اور سردار محمد اکبر خاں اپنی برادری میں ممتاز ہیں۔ سردار محمد حسن خاں فرزند مولوی اللہ دتہ خاں۔ جعفر خاں ولد شاہ ولی خاں۔ عباس خاں ولد سلطان خان۔ سخی ولایت خاں ولد بوڑھا خاں۔ سخی ولایت خاں، ولد پیر بخش خان اور پیرو خاں بھی اس موضع میں قابل ذکر ہستیاں ہیں۔

(تحصیل باغ کے دیہات میں)

تھب۔ اس گاؤں میں ٹھکیال راجپوت ہی آباد ہیں۔ منشی راجولی خاں۔ منشی

محمد زمان خاں نمبردار۔ جان محمد خاں۔ مولوی فقیر الدین خاں۔ مولوی غلام ربانی خاں۔ منشی حبیب اللہ خاں پٹواری۔ اس گاؤں کے تھکیال راجپوتوں میں علمدوست سمجھدار اور قابل ذکر ہستیاں ہیں۔ منشی محمد زمان خاں نمبردار کے والد سردار غلام محمد خاں ایک برگزیدہ ہستی تھے۔ سیٹھ شیر دل خاں ایک بڑا متمول شخص ہے۔ اس کا پسر شیر احمد خاں بھی ملنسار ہے۔ اکبر خاں سابق ملازم پولیس کشمیر تجارتی کاروبار کرتا ہے۔ منشی راجولی خاں جو ستر سال کے بزرگ ہیں۔ اور جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ حضرت میاں فقیر اللہ صاحب مرحوم کے مرید ہیں۔ حُقہ اور نسوار کے آپ صرف مخالف ہی نہیں۔ بلکہ اس کی روک تھام کے لئے تبلیغ بھی کرتے رہتے ہیں۔

(پنجاب و سرحد کے دیہات میں)

ڈھنڈ ستنیاں (ضلع راولپنڈی) بابو الٰہی بخش خاں۔ سردار مولا بخش خان۔ بابو نبی بخش خاں تعلیم یافتہ اور بارسوخ ہیں۔ اور محکمہ ریلوے میں ملازم ہیں۔

گملیانہ گوجر خاں۔ (ضلع راولپنڈی) سردار سیف علی خاں پنشنر فقیر دوست صوفی منش ہیں۔ ان کا لڑکا فوج برطانیہ میں ملازم رہا ہے۔

بانڈی دوتارہ لدبٹ آباد (ضلع ہزارہ) سردار شیر علی خاں اعلیٰ زمیندار ہیں۔

(ملک چین میں تھکیال راجپوت)

تھکیال راجپوتوں کے کئی افراد اپنے وطن (پونچھ وکشمیر کے دیہات) سے ہجرت کر کے غیر ممالک میں مقیم ہیں۔ ان میں کئی ایک جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے پنجاب و سرحد میں مقیم ہیں۔ اور چند ایک ہندوستان کے وسیع براعظم کو طے کر کے چین کے ملک میں جا پہنچے ہیں۔ چنانچہ علاقہ چیکار سے بابو محمد یعقوب خاں و بابو محمد عظیم خاں اس وقت چین میں موجود ہیں۔ اور تعلیم حاصل کرنے کے باوجود وہیں

زمینداری کا کاروبار کرتے ہیں اور مستقل طور پر وہیں سکونت رکھتے ہیں۔
علاوہ ازیں جو ٹھکیال راجپوت مظفر آباد کے علاقہ چکار وغیرہ میں آباد ہیں ان کے حالات اگر مل گئے۔ تو وہ ضمیمہ میں درج کیے جائیں گے۔ ان میں سے چند ایک مثلاً سردار منگی خاں ٹھیکہ دار اور مسٹر بالا خاں فارسٹر کے فوٹو آ گئے ہیں۔ لیکن تفصیلی حالات کا انتظار ہے۔

فصل سوم

جنہال مغل برلاس

برلاس قوم کا نسب ایروجی برلاس تک پہنچتا ہے۔ جو بوزنجر خاں کی ساتویں اور مغول خاں بانی اقوام مغول کی اکیسویں پشت میں تھا۔ امیر تیمور گورگان اقوام برلاس و اقوام قاچار شاہان ایران، سب ایروجی برلاس کے باپ، امیر قاچولی بہادر کی اولاد سے ہیں۔ قاچولی بہادر کے ایک خواب کا ذکر اکثر تواریخوں میں درج ہے" اویماق مغل" میں صفحہ ۳۰ پر اس خواب کی تعبیر قاچولی بہادر کے باپ تومنہ خاں نے جو بتائی ہے۔ آئندہ کے واقعات نے اس کو بالکل صحیح ثابت کیا

تومنہ خاں نے بیٹے کا خواب سن کر تعبیر یہ کی۔ کہ اے فرزند قاچولی بہادر تمہارے بڑے بھائی قبل خاں کی نسل سے بادشاہ پیدا ہونگے۔" و در پشت چہارم بادشاہے بزرگ پیدا شود کہ اکثر ربع سکوں را بہ قبضہ در آورد و مدتے در اولادش بادشاہی برقرار ماند"۔ اور اسی طرح تمہاری نسل سے آٹھویں پشت میں وہ عظیم الشان شہنشاہ پیدا ہوگا۔" کہ تمام عالم از نور عدالت و عظمت وے منور گردد و بعد از اولاد و دراکثر

جہان شمع حکومت افروزند و لوائے سلطنت افرازند"

اس تعبیر کے مطابق قبل خاں کی چوتھی پشت میں چنگیز خاں پیدا ہوا۔ اور قاچولی بہادر کی آٹھویں نسل میں امیر تیمور گورگان نے جنم لیا۔ ان دونوں شہنشاہوں کے خطبے اور سکے کئی ملکوں اور ولایتوں میں جاری ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے فرزند قاچولی بہادر کے خواب کی تعبیر کرنے کے بعد دونوں بھائیوں کو اتفاق و اتحاد سے رہنے کی قسم دلائی۔ قبل خاں کو بادشاہ اور قاچولی بہادر کو سپہ سالار افواج بنانے کا عہد لکھا۔ دونوں بھائیوں نے بخط الغوری اس پر دستخط کئے۔ اور وہ عہد نامہ خزانچی کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ قاچولی کے بعد ایردمجی برلاس سپہ سالار اور قبل خاں کے بعد برنان بہادر بادشاہ بنا۔ اور کئی نسلوں تک اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔

زبان مغلئی میں برلاس شجاع اور جوان مرد کو کہتے ہیں۔ اور ایردمجی چونکہ غیر معمولی بہادر تھا۔ اور کئی لڑکیوں کے علاوہ ۲۶ فرزندوں کا باپ تھا۔ اس لئے برلاس کہلایا۔ ورنہ قاچولی بہادر تک سب بوزنجری ہی کہلاتے تھے۔ صاحب "اویماق مغل" بھی (صفحہ ۳۵ پر) اس کے متعلق لکھتے ہیں "چوں اولاد ایردمجی بسیار بود ہمہ را برلاس مے گفتند و برلاس قومے جداگانہ از بوزنجری قیات پیدا شد"

طبقہ برلاس میں بڑے بڑے امیر الامرا اور نامی شہزادے پیدا ہوئے ہیں۔ جو چنگیز خاں۔ ہلاکو خاں اور امیر تیمور کے مخالفوں کے ساتھ ان کی حمایت وار دل میں لڑتے رہے ہیں۔ بلکہ برلاس خاندان میں امیر قراچار بن امیر سوغنچن بن ایردمجی برلاس تو ایسا طاقت ور شہزادہ تھا۔ کہ چنگیز خاں نے ہندوستان کو روانہ ہونے سے پیشتر اپنے فرزند چغتائی خاں والئے ماوراء النہر کو اس کے سپرد کیا تھا۔ اور چغتائی خاں نے اپنی بیٹی کی شادی امیر قراچار سے کر دی تھی۔ چنانچہ صاحب اویماق مغل صفحہ ۳۱ پر لکھتے ہیں۔ "چنگیز خاں امیر قراچار را بکمال اعزاز

امیر الامرائے لشکر چغتائی کردہ فرستادو چغتائی را فرمودہ تا قراچار را بجائے او دانستہ باشد و ہیچ گاہ از امر وے تجاوز نکند و امیر قاچار در ماوراء النہر آمدہ و چغتائی خاں دختر خود را بعقد وے در آوردہ بنیاد یگانگت را استحکام داد"

مغولستان کے علاوہ خوارزم۔ عراق و عجم۔ ایران۔ یلدرم۔ کابل اور دیگر ممالک میں برلاس شہزادگان نے ہمیشہ چنگیز خاں۔ تیمور اور ان کی اولاد کا ساتھ دیا ہے۔ ان کی تفصیل اویماق مغل میں درج ہے۔ چنگیز خاں اور امیر تیمور کے زمانہ میں ان کی افواج کے ساتھ برلاس ہندوستان میں بھی آئے ہیں۔ اور وہ یہیں کے ہو گئے ہیں۔ لیکن مغل شاہان ہند کے عہد میں جو شجاعان برلاس کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔ ان میں سے چند نام حسب ذیل ہیں۔

سلطان جنید برلاس۔ جو بابر بادشاہ کے ساتھ ہندوستان آیا۔ ابراہیم لودھی اور رانا سانگا سسودیہ کے حملوں میں بابر کے ہمراہ تھا۔ بابر نے اس کو جونپور کا قطعہ جاگیر میں دیا۔ امیر دولت خواجہ برلاس۔ شاہ منصور برلاس۔ شاہ حسین برلاس۔ یہ ہر سہ امرا بھی بابر کے حملوں میں اس کے دست راست تھے۔

امیر دولت خواجہ برلاس ہمایوں کے زمانہ میں سلطان بہادر گجراتی کے محاصرہ میں بھی شامل تھا۔ محمد قلی خاں برلاس امرائے اکبری میں ممتاز ہستی تھا۔ سکندر خاں اوزبک کے بعد اکبر نے اس کو اودھ کی جاگیر عطا کی۔ فریدوں خاں برلاس اس کے فرزند نے جہانگیر کے عہد میں درجہ اختصاص حاصل کیا۔ مہر علی برلاس اس کا بیٹا تھا۔ فریدوں خاں کے انتقال کے بعد جہانگیر نے اس کو اس کے باپ کا اعزاز عطا کیا۔ صاحب اویماق مغل لکھتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں "امرائے ایں قوم بسیار گذشتہ اند" چنانچہ ان لوگوں کی ذریات ہندوستان کے ہر حصہ میں کم و بیش موجود ہے۔ مراد آباد میں برلاس ایک نامی مؤرخ ہے۔

تحصیل کہوٹہ میں ڈاکٹر مرزا شیر علی بیگ برلاس ایک مشہور شخص ہیں۔ جن کا دل ذوقِ تاریخ سے مالا مال ہے۔ تحصیل کہوٹہ اور راولپنڈی کے دیگر حصص اور پونچھ میں بھی برلاس طبقہ کی ایک معقول تعداد آباد ہے۔ جو مختلف عرفوں اور مختلف ناموں سے اپنے اپنے مقامات پر مشہور ہے۔

ہم مغل جنہال خاندان کا یہاں ذکر کرتے ہیں۔ جو ضلع راولپنڈی اور پونچھ کے اکثر مقامات میں پھیلا ہوا ہے۔ اور مقتدر حیثیت رکھتا ہے۔ اور جس کا شجرہ ایرومجی برلاس اور منغول خاں تک پونچتا ہے۔ اس خاندان کا شجرہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تیمور سے اوپر بہت سے نام غلط لکھے گئے ہیں۔ مثلاً تیمور کے باپ کا نام امیر طراغائی ہے۔ شجرہ میں امیر تزغائی درج ہے۔ ایرومجی برلاس کے بڑے بیٹے کا نام جس کی نسل سے تیمور تھا سوغنچن لوہان ہے۔ لیکن شجرہ میں سوچین خاں درج ہے۔ امیر ایلنگر نوباں کا نام نوجان خاں درج ہے۔ قاچولی بہادر کا نام قاچوس بہادر لکھا ہے۔ دومین خاں کا نام دومتے خاں۔ بوتا خاں کا نام یوقان خاں۔ اسی طرح اور کئی نام غلط ہیں۔ لیکن اصل ناموں سے کچھ نہ کچھ ملتے جلتے ہیں۔ اور یہ تغیر بھی صرف مرورِ ایام اور انقلاب زمانہ اور صوت اللسان اور اختلاف اللسان کی وجہ سے ہے۔

امیر تیمور (وفات ۱۴۰۴ء) گورگان برلاس یوزنجری کے چار فرزندوں میں اس کا تیسرا فرزند امیرزادہ عمر شیخ گورگان تھا۔ عمر شیخ کے چھ فرزند تھے۔ تیمور کے دوسرے فرزند مرزا بالقیرا کے بیٹے غیاث الدین منصور مرزا۔ اور منصور مرزا کے فرزند سلطان حسین مرزا تک تحصیل کہوٹہ و پونچھ کے جنہال خاندان اپنا شجرہ ملاتے ہیں۔ حسین مرزا کے تیرہ فرزند اور اس کے بھائی سلطان اویس کے چھ فرزند تھے۔ اور پھر یہ سب کثیر الاولاد تھے۔ ان دونوں بھائیوں کے فرزندوں

اور بابر بادشاہ کا نسلی تعلق امیر تیمور کی چھٹی پشت سے جا ملتا ہے۔ حسین مرزا امیر تیمور کے فرزند عمر شیخ اور بابر امیر تیمور کے فرزند جلال الدین میراں شاہ کی اولاد سے تھا۔

جیسا کہ صاحب اویماق مغل کے حوالہ سے ذکر کیا جا چکا ہے۔ حملہ ہند کے وقت امرائے بابری میں اکثر برلاس شہزادے بھی تھے۔ انہی میں مغل جنہال خاندان نے اپنے ایک بزرگ کا نام مرزا بھکر خاں لکھا ہے۔ جو سلطان حسین مرزا کی پانچویں پشت میں اور مرزا طواہر خاں کے تین بیٹوں میں سب سے بڑا تھا۔ مرزا بھکر خاں کے فرزند کا نام مرزا جہان خاں یا جیون خاں تھا۔ یہ خاندان جو اب تک برلاس مغل ہونے کی وجہ سے مرزا کہلاتا تھا۔ جہان خاں کے نام پر جنہال مشہور ہو گیا۔ اور اس نام نے اس قدر شہرت حاصل کی کہ اس خاندان کی میرزائیت اس کے سامنے ماند پڑ گئی۔ چنانچہ اب تک یہ خاندان جنہال کے عرف عام ہی سے مشہور ہے۔ اور دراصل مغل ہے۔

متذکرہ صدر حالات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس خاندان کے بزرگ بابر کے ہمراہ ۱۵۲۶ء میں ہندوستان آئے تھے۔ اور چونکہ بابر نے ہندوستان میں طرح اقامت اختیار کر لی تھی۔ اس لئے اس کے ہمراہی بھی جو اس کے یگدی اور رشتہ دار ہی تھے۔ ہندوستان ہی کو اپنا وطن بنانے پر مجبور ہو گئے۔

مرزا جہان خاں بانئے خاندان جنہال کی چوتھی پشت میں دو بھائی گذرے ہیں۔ مرزا بھگا خاں و مرزا کینے خاں۔ مرزا کینے خاں کی اولاد اب تک اپنے وطن قدیم تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں آباد ہے۔ چونکہ مرزا کینے خاں کی اولاد و احفاد کے حالات بھی جو جنہالان پونچھ کے ہم جدی ہیں۔ پونچھ کے جنہالوں کی طرح اب تک

سلہ مرزا طواہر خاں کے فرزند دوم کا نام مرزا مولود خاں یا مولو بیگ تھا جس کا نام پر بلدیال قوم آباد ہے۔

تاریکی ہی میں ہیں۔ اس لئے ہم ان کے حالات اور ان کے مشاہیر کا کچھ ذکر ریاستی اور برطانوی علاقہ کے جنہالوں کی آگاہی کے لئے درج کرتے ہیں۔ اس کے بعد جنہالان پونچھ کے حالات درج کریں گے۔

(تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے مغل جنہال برلاس)

اس تحصیل میں مغل جنہال قوم کی آبادی ڈیڑھ ہزار نفوس کے قریب ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء کی برطانوی خدمات کے صلہ میں اس قوم کو کئی گاؤں کی معافیاں ملیں اور پندرہ میں نمبرداری اور ذیلداری بھی اسی قوم کی ملکیت ہے۔ ان مواضعات میں انعام خوار اور جاگیردار بھی مغل جنہال ہی ہیں۔ رقبہ اراضی پر بھی انہی کا موروثی قبضہ ہے۔ باقی اقوام ان کی مزارع ہیں۔ اور ان کو مالکانہ دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں ایک وسیع جنگل اور کئی رکھ اسی قوم کی ملکیت میں ہیں۔ جن کی گھاہ چرائی اور قیمت درختاں کی وصولی اسی قوم کا حق ہے۔

اس تحصیل میں اس قوم کے نمبردار ۱۹ ہیں۔ جاگیردار تین۔ انعام خوار تین معافی دار دو۔ ذیلدار ایک اور پندرہ گاؤں جن میں اس قوم کی اپنی ملکیت ہے۔ حسب ذیل ہیں۔ (۱) جیوڑا (۲) بلٹریا (۳) دیوان گڑھ (۴) گوڑہ (۵) کرٹوٹ (۶) لس (۷) کنانند (۸) کھلول (۹) سیری (۱۰) بھٹل (۱۱) برہم پورہ (۱۲) بلاہ (۱۳) سایل سوپڑی (۱۴) جینور (۱۵) بیور۔

بلٹریا میں جسکم و ڈھونڈ۔ دیوان گڑھ میں سدھن۔ کرٹوٹ و گوڑہ میں گھگھروال برہم پورہ میں برہمن۔ جینور میں ستی جیوڑا میں سدھن و ادھوال اقوام جنہالوں کے مزارع کی حیثیت سے آباد ہیں۔

اس علاقہ کے مغل جنہال کئی پشتوں سے برسراقتدار چلے آتے ہیں۔ کسی زمانہ میں ان کے رؤسا بلکہ عوام بھی شکار کے بڑے شوقین تھے۔ اور کبھی کئی ماہ شکار

سردار منشی عبداللہ خاں آف
کلہ جہالاان محکمہ مال پونچھ کشمیر

فخر قوم ایم خان محمد خاں آف سہر محکمہ تعلیم پونچھ کشمیر

راجہ فرزند علی خاں آف بہور۔ رئیس جاگیردار انعام خوار
ذیلدار تحصیل کہوٹہ۔ ضلع راولپنڈی

ہی میں مصروف رہتے تھے۔ شکاری جانوروں میں شاہین اور باز سے ان کو بڑی رغبت تھی۔ گھوڑ دوڑ تو ان کا قریباً" روزانہ اور بالکل معمولی مشغلہ تھا۔ ان کی فارغ البالی آج بھی ان کے ریاستی ہم جد جنہالوں اور کئی دوسری مسلمان اقوام کے لئے قابل رشک ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس قوم نے پدرم سلطان بود کا راگ الاپتے ہوئے برطانوی عہد میں نہ تعلیم کی طرف توجہ کی اور نہ سول اور فوجی ملازمتوں کو اپنی شان کے مطابق تصور کیا۔ جب " یاران تیز گام نے محمل کو جالیا۔" تو "محو نالۂ جرس کارواں" کی بھی آنکھیں کھلیں۔ چنانچہ اب ہمسایہ قوم کی تقلید میں ان کو بھی تعلیم و ملازمت کا شوق ہو رہا ہے۔

اس قوم کے عالیشان مکانات اس کی امارت کی بین دلیل ہیں۔ ان کی تعمیر کردہ مسجدیں اور سرائیں ان کی شان و شوکت کی مظہر ہیں۔ اس قوم کے رشتے ناطے اپنی قوم کے علاوہ اقوام ستی۔ گکھروال اور گکھڑ سے ہوتے ہیں۔

اس قوم کے چند مشہور خاندانوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

خاندان بیور۔ موضع بیور کا مغل جنہال خاندان اپنے طبقہ میں ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔ غدر ۱۸۵۷ء کی خدمات کے صلہ میں اسی خاندان کو بیور۔ کتانند اور لس کے مواضعات معافی میں ملے تھے۔ جن کی سالانہ آمدنی ۲ ہزار روپیہ سے زائد ہے۔ بیور کے خاندان سے جو مالیہ سرکار کو دیا جاتا ہے۔ وہ بھی سالانہ ۶۵۰ روپیہ کے قریب ہے۔ بیور خاندان کے افراد ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

راجہ فرزند علی خاں ذیلدار۔ آپ کو اعلیٰ کارکردگی کے صلہ میں گورنمنٹ نے ضلع منٹگمری میں پانچ مربعہ زمین عطا کر رکھی ہے۔ جس کی سالانہ آمدنی قریباً پانچ ہزار روپیہ ہے۔ آپ نہایت مہمان نواز۔ ہر دلعزیز اور بارسوخ رئیس ہیں آپ کا اکلوتا فرزند مسٹر محمد افضل خاں اس وقت دسویں جماعت میں تعلیم پا رہا ہے

راجہ نتھو خاں۔ آپ انعام خوار اور نمبردار ہیں۔ صاحب حیثیت اور با اقتدار بزرگ ہیں۔ آپ کا فرزند مبارک علی خاں چھٹی جماعت میں پڑھ رہا ہے۔

راجہ پیر محمد خاں انعام خوار۔ آپ براہ راست نائب تحصیلدار نامزد کیے گئے تین چار سال تک ملازمت کی۔ اسی اثنا میں ان کے بھائی سردار مدا خاں رئیس اعظم فوت ہو گئے۔ ان کا فرزند راجہ خوشحال خاں نابالغ تھا۔ اس لئے اپنے پرائیویٹ انتظامات اور مقامی سرکاری فرائض کی ادائگی کے لئے آپ نے ملازمت چھوڑ دی۔ آپ کے برادرزادہ کو ذیلدار اور آپ کو انعام خوار بنایا گیا۔ ماہ جون ۱۹۲۹ء میں آپ دو فرزند شاہسوار خاں و غلام مصطفےٰ خاں اپنی یادگار چھوڑ کر بعارضہ بخار رحلت فرما گئے۔ راجہ شاہسوار خاں جو محکمہ مال میں ملازم تھے۔ والد کی ضعیف العمری کے باعث ترک ملازمت کر کے سربراہ انعام خوار مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں فوت ہو گئے۔ ان کا فرزند جمشید خاں جماعت نہم میں زیر تعلیم ہے۔ راجہ غلام مصطفےٰ خاں رسالہ میں دفعدار تھے۔ دوران ملازمت ہی میں ان کا انتقال ہو گیا۔

راجہ شیر جنگ خاں مرحوم۔ بیور کے خاندان میں نامور نوجوان تھے۔ بڑے کم دوست اور بارسوخ معافی دار بھی تھے۔ عرصہ تک پولیس میں سب انسپکٹر رہے۔ اور باوجود اس محکمہ میں ایک افسر کی حیثیت رکھنے کے اسلامی شعائر کے بڑے پابند تھے۔

جمعدار بوڑا خاں۔ آپ انگریزی فوج میں جمعداری کے رینک سے پنشن پر آئے۔ آپ کا فرزند راجہ محمد سرور خاں فوج میں حوالداری تک پہنچا تھا کہ دست اجل نے گریبان حیات چاک کر دیا۔ اب راجہ محمد سرور خاں کا لڑکا فوج میں ملازم ہے۔

راجہ لال خاں (کھنتل) آپ اس قوم کے ایک سرکردہ رکن، وظیفہ دار اور دلیر نوجوان ہیں۔ آپ کے صاحبزادے راجہ غلام مرتضیٰ خاں اسلامیہ کالج لاہور کی ایف اے کلاس میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اور یہ اس علاقہ کے پہلے نوجوان ہیں جنہوں نے کالج کے اندر قدم رکھا ہے۔ محمد افسر خاں حوالدار پنشنر۔ نمبردار ہیں اور کافی اراضی کے مالک۔ فتح خان نمبردار ہیں اور صاحب حیثیت۔

راجہ امیر علی خاں (کھلول) نمبردار ہیں۔ اور صاحب استطاعت بزرگ۔ نہایت سادہ مزاج اور شریف۔ سائل لوپری میں آپ معافی دار بھی ہیں۔

راجہ نتھو خاں حوالدار جو آجکل پنشن پر ہیں۔

راجہ علی اکبر خاں۔ پلانہ اور برہم پورہ کے نمبردار ہیں اور صاحب حیثیت!

(ذکر اقوام مغل جنہال برلاس واقعہ خطۂ پونچھ (کشمیر)

مغل جنہالان تحصیل کہوٹہ کے سلسلہ حالات میں مرزا بھگا خاں و مرزا کنے خاں کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ علاقہ کہوٹہ کے جنہال جیسا کہ سابقہ سطور سے معلوم ہو چکا ہوگا۔ مرزا کنے خاں کی اولاد سے ہیں۔ مرزا بھگا خاں کی ذریات میں چوتھی پشت مرزا حسین خاں کا نام بتاتی ہے۔ اس کے حالات میں مغل جنہالان پونچھ کا بیان ہے کہ یہ شخص باہمی خانہ جنگی کے باعث اپنا وطن سیری تحصیل کہوٹہ ترک کر کے دریائے جہلم کے پار پہاڑی علاقہ میں آیا۔ اور تحصیل سدھنوتی واقعہ پونچھ کے موضع نیریاں (رقبہ ددبن) میں آکر قیام پذیر ہوا۔ اس موضع میں مسلمانوں کا ایک ذی حیثیت خاندان رائے زادگان کہلاتا ہے۔ اس خاندان میں مرزا حسین خاں نے شادی کر لی۔ اس شادی سے ایک بیٹا ہمو خاں پیدا ہوا۔ جو اپنے ننہال کے لقب "رائے" کی وجہ سے ہمو رائے کہلایا۔ اس کے بعد اُس کے بیٹے نور خاں نے ایک ویران جنگل کی کانٹ چھانٹ کر کے ایک موضع نورسہ کے نام سے آباد کیا۔ نورسہ میں

اب تک نورسہ کی بیٹھک جو دیوان خانہ کہلاتی ہے۔ موجود بتائی جاتی ہے۔
نور خاں کی اولاد اس وقت پونچھ کی تحصیلات سدھنتی۔ مہنڈر کے علاوہ صوبہ جموں کی تحصیل کوٹلی میں بھی پائی جاتی ہے۔ مواضعات جن میں مغل جنہال آباد ہیں۔ حسب ذیل ہیں۔

تحصیل سدھنتی۔ سہر۔ جھنڈا لگلہ۔ کولالہ۔ کلہ۔ کھرالٹہ۔ نورسہ۔ بگلہ جنہال چوکیاں۔ بکھوناڑ۔ خواص۔ گگام کوٹلی۔ چنبہ گلی۔ پلنگی۔ بلوچٹی۔ چھپریاں

تحصیل مہنڈر۔ ناہی۔ تتہ پانی۔ منڈھول۔

تحصیل کوٹلی۔ (جموں) پورل۔ بنڈہور۔ لگاہ۔ بیگٹی۔ نوٹی۔

ان میں حسب ذیل مواضعات میں مغل جنہال قوم کی نمبرداری بھی موجود ہے۔ نورسہ میں دو نمبردار۔ گگام کوٹلی میں ایک۔ خواص میں ایک۔ ناہی تتہ پانی میں چھ۔ منڈھول میں ایک۔ بنڈہور میں ایک۔

نور خاں کی چھٹی پشت میں مرزا دہانگ خاں گذرا ہے۔ اس کے چار فرزند تھے (۱) فتو خاں (۲) سوچا خاں (۳) مصری خاں (۴) کبدو خاں۔ آخر الذکر لاولد تھا۔ پونچھ اور اس کی مختلف تحصیلوں میں جس قدر مغل جنہال قوم آباد ہے۔ وہ سب انہی تین بھائیوں کی اولاد ہے۔

اس قوم کی رشتہ داری اور ناطہ بیاہ کا تعلق اقوام ستی (تحصیل کہوٹہ راولپنڈی) اور سدھن (سدھنتی پونچھ) اور راولپنڈی کے ضلع میں اپنی ہم جد قوم مغل جنہال سے چلا آتا ہے۔ اپنی ہمعصر اقوام کی طرح یہ قوم بھی زراعت پیشہ ہے۔ لیکن حکومت پونچھ کے مختلف محکمہ جات اور برطانوی پولیس و فوج میں بھی اس کے کئی نوجوان ملازم ہیں۔

ماسٹر خان محمد خاں مغل جنہال سے قبل اس قوم میں تعلیم کا بہت کم شوق تھا۔

آپ کی وجہ سے مغل جنہالوں میں بھی دیگر مسلمانوں کی طرح اب کافی بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اس لحاظ سے آپ اپنی قوم کے سرسید تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔ یہ آپ ہی کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ کہ اب اس قوم کے کئی فرزند مال۔ کسٹم۔ پولیس اور تعلیم کے محکموں میں پونچھ میں ملازم ہیں۔ آپ نے کئی ایک ہونہار بچوں کو اپنے خرچ پر تعلیم دی۔ آپ اس وقت پلندری کی انجمن تعلیم القرآن کے وائس پریذیڈنٹ ہیں۔ اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیم کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔

(پونچھ کی مغل جنہال قوم کے بعض مشاہیر)

خاندان مرزا قیاس خاں مرحوم۔ مرزا فتو خاں کی پانچویں پشت میں قیاس خاں ایک نامی بزرگ گذرے ہیں۔ ان کا اثر اپنے علاقہ میں بہت وسیع تھا۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ سردار بہرام دین خاں و سردار سموخاں۔ ان دونوں بھائیوں نے اپنے والد کی شاندار روایات کو برابر قائم رکھا۔ گلہ جنہال (دچھ کیاں) اور تتہ پانی میں جو مغل جنہال آباد ہیں۔ انہی دونوں بھائیوں کی ذریات سے ہیں۔

سردار بہرام دین خاں کے فرزند کلاں نادر بخش خاں بھی اپنے باپ کی مانند مہمان نواز اور صاحب مروت و احسان تھے۔ اور ان کی شجاعت و جوانمردی اور تیر اندازی نے ان کو دور دور تک مشہور کر رکھا تھا۔ نادر بخش خاں کے پانچ فرزند حسب ذیل تھے۔ مست خاں۔ بارو خاں۔ نواب خاں۔ بہادر علی خاں۔ شادمان خاں۔ ان پانچوں بھائیوں کی اولاد نے اپنے خاندان کا نام خوب روشن کیا ہے۔ ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔ ماسٹر خان محمد خاں غالباً پونچھ کی سرزمین میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے پونچھ سے باہر جا کر تحصیل کہوٹہ کے ایک مدرسہ میں باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ جب پونچھ میں محکمہ تعلیم کا اجرا ہوا۔ تو آپ وہاں ملازم ہو گئے۔ چنانچہ چوتھائی صدی سے آپ اب تک تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

یہ آپ ہی کے تعلیمی احساس کا اثر ہے۔ کہ آپ کے خاندان میں شائد ہی کوئی
بدنصیب ان پڑھ رہا ہو۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ مسٹر فقیر محمد خاں۔ نور محمد خاں
گلزار محمد خاں۔ آخرالذکر دونوں لڑکے علی الترتیب آٹھویں اور چھٹی جماعت
میں تعلیم پا رہے ہیں۔ مسٹر فقیر محمد خاں اس قوم میں پہلا فرد ہے جس نے نہ
صرف انٹرنس پاس کیا۔ بلکہ کالج میں داخل ہو کر بھی اپنی قابلیت کا سکہ بٹھایا
آپ نے پرائمری میں وظیفہ حاصل کیا۔ مڈل میں اپنے سکول میں اول رہے۔
جب پونچھ جا کر ہائی سکول میں داخل ہوئے اور انٹرنس کا سالانہ امتحان دیا
تو وہاں بھی اول رہے۔ خطۂ پونچھ کے نامور فرزند اور مادر وطن کے باعث ناز سپوت
خان بہادر سردار عطا محمد خاں نائب کمانڈنگ افسر پونچھ ملٹری پولیس نے آپ
کو وظیفہ عطا کیا۔ حکومت نے بھی آپ کی حوصلہ افزائی کی۔ چنانچہ آپ پشاور کے
اسلامیہ کالج میں داخل ہو گئے۔ جہاں ۱۹۳۲ء میں آپ ایف۔ ایس۔ سی کے
میڈیکل گروپ میں اعلیٰ نمبروں پر پاس ہوئے۔ آپ کی ذکاوت و ذہانت دیکھ کر
حکومت پونچھ نے آپ کو بی۔ ایس۔ سی کے لئے وظیفہ دیا۔ اور اسی تعلیم کے دوران
میں میڈیکل لائن کے لئے پچاس روپے ماہوار کا وظیفہ عطا کیا۔ اب آپ کنگ
ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور کی ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کلاس کے چوتھے سال میں تعلیم
حاصل کر رہے ہیں۔ آپ صرف تعلیم ہی میں دلچسپی نہیں لیتے۔ بلکہ بہت اچھے کھلاڑی
بھی رہے ہیں۔ ۱۹۳۳ء میں فرنٹیر ڈیبیٹنگ سوسائٹی (اسلامیہ کالج پشاور)
کے سیکرٹری تھے۔ لاہور میں آکر بھی اس قسم کے مشاغل میں شریک رہے۔ چنانچہ
لاہور میں مسلمان طلبا کی ایک سرگرم انجمن جو "انٹرکالجیٹ مسلم برادرہڈ" کے نام
سے قائم ہے۔ ۱۹۳۴ء میں آپ اس کے سیکرٹری تھے۔ آپ کو اہالیان پونچھ کی
تعلیمی پستی کا بڑا احساس ہے۔ علاوہ ازیں راولپنڈی یا پونچھ میں جہاں

قوم مغل جنہال کا مایۂ ناز فرزند

مسٹر فقیر محمد خان متعلم میڈیکل کالج لاہور

و منشی دوست محمد خاں سکول ماسٹر ہیں۔ اور آپ کا پوتا امیر حسین انٹرنس پاس ہے۔ آپ بھی اپنے علاقہ میں کافی اراضی کے مالک ہیں۔ سردار کالو خاں نمبردار "مولوی" عدان خاں۔ اکرم خاں و بلور خاں بھی قابل ذکر ہیں۔

موضع سہر ۔ راجولی خاں۔ سردار دین محمد خان۔ گل محمد خاں۔ دین محمد خاں آف ادڑہ۔ غلام محمد خاں۔ شہید خاں مرحوم۔ سردار پیندا خاں ہیڈ کانسٹیبل پولیس ریٹائرڈ۔ حسینی خاں مرحوم فوجی ملازم۔ فیروز خاں آف رہتان

موضع کھڑا ناڑ ۔ نانک مصری خاں۔ دلیل خاں۔ برہان خاں۔ شیر خاں۔

موضع کوٹلہ و جھنڈا بگلہ ۔ جمعدار فیروز خاں جو حال ہی میں ریٹائر ہوئے ہیں۔ غلام خاں۔ مدو خاں۔ بہادر علی خاں۔ محمد شیر خاں، برہانو خاں آف کلر۔ غلام محمد خاں ملازم فوج۔ جن کا ایک لڑکا فوج میں ملازم ہے۔ اور ایک ہائی سکول پلندری میں زیر تعلیم ہے۔ سردار علی خاں ورنیکلر مڈل پاس ہیں۔ مگر قابلیت بہت اچھی ہے۔ محمد شیر خاں جو ایام شباب میں ایک نامی پہلوان تھا۔

موضع چھنبہ گلی ۔ سردار فتا خاں کے صاحبزادوں میں سردار سیدا خاں فوج میں حوالدار میجر تھے۔ بیماری کی وجہ سے پنشن پر آگئے۔

موضع بگام کوٹلی ۔ سردار خان محمد خاں حوالدار فوج ریٹائرڈ۔

موضع خواص ۔ فیروزہ خاں آپ کا ایک فرزند فوج ہی میں ملازم ہے۔

موضع پچھو ناڑ ۔ خان ولی خاں۔

تحصیل مہنڈر کے مغل جنہال۔ موضع تتہ پانی۔ سردار پنیدا خاں یہاں کے مشہور نمبردار اور بہت بڑے رقبہ آبی و خشکی کے مالک ہیں۔ فقیر خاں حوالدار محکمہ کسٹم۔ سردار اکا خان و غلام محمد خاں نمبرداران۔ حوالدار ستار محمد خاں فوجی ملازم۔ خان ولی خاں۔ فیروز خاں۔ سلطان بخش خاں۔ سید احمد خاں و برادرش ملازمان پولیس پونچھ

موضع منڈول۔ سردار علی اکبر خاں نمبردار۔

تحصیل مہنڈر کے اور مواضعات میں بھی جنہال قوم آباد ہے۔ اور کافی اراضی کی مالک ہے۔ اور فارغ البال ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ بہ حیثیت مجموعی علم کی نعمت سے یہ سب لوگ محروم ہیں۔

تحصیل کوٹلی علاقہ جموں کے مغل جنہال۔ اس تحصیل کے مواضعات بنڈھور۔ تہلار پورل۔ بگاہ۔ ایروٹہ۔ بگی۔ لہڑی میں یہ قوم آباد ہے اور اس کی تعداد تین ہزار سے زائد ہے۔ ضلع راولپنڈی کی جنہال قوم کی طرح کاغذات بندوبست میں یہاں بھی یہ مالکان اراضی کی حیثیت سے درج ہیں۔ ان کے مزارعہ ان کو مالکانہ ادا کرتے ہیں۔ ان کی زمینیں نہری ہیں۔ پیداوار بھی کافی ہے۔ اور زمینیں بھی بکثرت ہیں۔ لیکن تعلیمی حالت یہاں بھی صفر کے برابر ہے۔ چند لوگ جموں وکشمیر کی فوج میں ملازم ہیں۔ ان کے چند اصحاب کا مختصر سا ذکر کیا جاتا ہے۔

موضع بنڈھور۔ سردار فیروز خاں نمبردار اور ان کے برادران اکرم خاں و نوازش علی خاں۔ سردار عنایت خاں و پنیدا خاں مرحوم۔ پنیدا خاں مرحوم نے پونچھ کے علاقہ منڈھول میں بھی نمبرداری

رکھی مغل جنہال قوم کے فرزند موجود ہیں۔ آپ نے ان کو خاص طور پر تعلیم کا شوق دلا کر سکولوں میں داخل کرایا ہے۔ اسی شاخ میں ماسٹر خان محمد خان کے برادر زادگان منشی دوست محمد خان ملازم محکمہ تعلیم اور لال خان، بلور خان، علا زمان فوج پسران فتح محمد خان، شکر محمد خان خلف منصبدار خانؒ

موضع گلہ جنہالاں۔ اس قوم میں صرف جنہال ہی آباد ہیں۔ یہاں جنہالوں کے مورث سردار قادر بخش خان ایک نامی بزرگ تھے۔ ان کا دیوان اب تک موجود ہے۔ یہاں کے جنہال "آپ راجی" زمانہ میں تیر کمان اور توڑے دار بندوقوں اور تلواروں کے دھنی تھے۔

سردار بہرام دین خان کے دوسرے بھائی سردار سمون خان کے دو بیٹے تھے۔ ایک پیر بخش خان۔ ایک جنگ خان۔ جن میں جنگ خان بندوق اور تلوار کے طبعی جوہر رکھنے اور اپنی بسالت و دلیری کی وجہ سے واقعی اسم بامسمیٰ تھا۔ اس کا فرزند قاسم علی خان اپنے تموّل اپنی فیاضی اور اپنی صلح کل پالیسی کی وجہ سے اس علاقہ کا ایک با رسوخ رئیس تھا۔ اس کے چار فرزند تھے۔ مہدی خان۔ سید محمد خان۔ حیدر علی خان۔ نبو خان۔ سید محمد خان جو فرزند دوم تھا۔ اپنے دادا جنگ خان کی طرح نامور نکلا۔ لیکن اس کو موت نے مہلت نہ دی۔ وہ برطانوی پلٹن ۵۳ میں چھ سال تک ملازم رہا۔ اور ۱۹۱۸ء میں عین لڑائی کے وقت بدوران جنگ وزیرستان جاں بحق ہو گیا۔ اس کی پنشن آج تک اس کے وارثوں کو مل رہی ہے۔

سردار منشی عبد اللہ خان ریٹائرڈ محکمہ مال یہاں کے ایک صاحب ثروت۔ علم دوست اور اعلےٰ زمیندار ہستی ہیں۔

آپ نے پنشن لینے کے بعد قرآن کریم کا درس کھول رکھا ہے۔ جہاں صبح شام لڑکے اور لڑکیاں درس حاصل کیا کرتے ہیں۔ آپ کے حسب ذیل تین فرزند ہیں۔ منشی الف دین خاں۔ منشی وزیر محمد خاں پٹواری۔ مسٹر سخی محمد خاں زیر تعلیم انٹرنس

منشی محمد شیر خاں پٹواری اپنے اخلاق کی وجہ سے احباب کا حلقہ وسیع رکھتے ہیں۔ آپ کا بھائی شاہ محمد خاں انگریزی فوج میں ملازم ہے۔ اور ہاکی اور دوڑ میں کئی انعامات حاصل کر چکا ہے۔

کوارٹر ماسٹر حوالدار نور محمد خاں حال ہی میں ۱/۴ جاٹ رجمنٹ سے ریٹائر ہو کر آئے ہیں۔ آپ کے برادر بزرگ حوالدار میجر ستار محمد خاں مرحوم جنگ عظیم میں بھی شامل تھے۔

مسٹر منگو خاں نائک۔ مسٹر جہان خاں جن کو فوجی خدمات کے صلہ میں پنشن کے علاوہ ایک مربع اراضی بھی برٹش گورمنٹ نے دی ہے۔ علاوہ ازیں اس موضع میں شیر و خاں۔ وتا خاں۔ عطا محمد خاں۔ پیندا خاں۔ شبیر خاں۔ خان محمد خاں۔ مولوی برہان علی خاں۔ باقا خاں۔ نگایاں خاں۔ فتا خاں وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

موضع نور سہ۔ یہاں سردار فقیر خاں نمبردار ہیں۔ جن کے والد کو زمانہ قدیم کے رواج کے مطابق رسم دستار بندی کے ذریعہ علاقہ دھمن سنگھر اند تھاڑ کی قوم سدھن اور دوسری اقوام نے اپنا سردار تسلیم کیا۔ اس لحاظ سے آپ پشتینی نمبردار ہیں۔ آپ کے فرزند مسٹر فیض محمد خاں ایک خواندہ اور ہوشیار نوجوان ہیں۔ علی بہادر خاں کے فرزندوں میں سے منشی فتح خاں

حاصل کر لی تھی۔ سردار علی اکبر خاں وہاں کا موجودہ نمبردار انہی کی اولاد سے ہے۔ بنڈھور میں بھی وہی نمبردار تھے۔ لیکن ان کے دوسرے فرزند اس کے اہل ثابت نہ ہو سکے۔

موضع لگاہ۔ سردار خدایار خاں، یہاں ایک نامی گرامی بزرگ تھے۔ آپ کے متعلق مشہور ہے۔ کہ آپ نے اپنی زندگی میں یک صد شیر مارے تھے۔ اس بہادری کی بدولت آپ کو مہاراجہ نے شیر مار کا خطاب دیا تھا۔ جو کاغذات میں موجود ہے۔ اسی بہادری کی بدولت ان کو نمبرداری بھی ملی تھی۔ لیکن آپ کی اولاد آپ کی روایات کو برقرار نہ رکھ سکی۔ اور نمبرداری جاتی رہی۔ البتہ ان کی اولاد سے سردار ستار محمد خاں فن کشتی میں ایک بے مثل پہلوان ہے۔ اس نے جموں، پونچھ، کشمیر اور پنجاب کے کئی پہلوانوں کو پچھاڑا ہے۔ اس کا برادر خورد سردار گلاب خاں انگریزی فوج میں جمعداری کے رینک میں رہا ہے۔

فصل چہارم

ڈُلّی

پونچھ میں مسلمانوں کی ایک معزز قوم ڈُلّی کے نام سے آباد ہے۔ اس کی تعداد پونچھ کی مختلف تحصیلوں میں آٹھ دس ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔ اس قوم کے افراد بالعموم شائستہ اور مشہور ہیں۔ ان کے قومی سرداروں کے مکانات قلعہ اور کوٹ کی

صورت میں ہوا کرتے تھے۔ اور بالعموم بلند مقامات پر واقع تھے۔ اور اس زمانہ میں بھی اس قوم کے بعض سرداروں کے مکانات اسی قسم کے بیان کئے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم زمانہ سابق میں ضرور بر سر اقتدار رہی ہے اور اب بھی اس میں کئی ذی عزت اور مقتدر ہستیاں موجود ہیں۔

تاریخ ہذا کی تصنیف کے دوران میں ایک دوست نے مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی مرحوم کی تصنیف "صد پارۂ دل" کا حوالہ دے کر لکھا۔ کہ اس میں بصرہ کے ایک نامور بزرگ ابوالاسود دُولی کا ذکر ہے۔ اور یہ قوم جو دُولی ہی کے نام سے موسوم ہے۔ اُسی بزرگ کی ذُریات سے ہے۔ اور اس لحاظ سے یہ قوم قریشی ہے مغل نہیں ہے۔ راقم مؤلف نے وہ کتاب منگوائی۔ ابوالاسود دُولی کے حالات پڑھے۔ جن کا خلاصہ چند الفاظ میں یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(خلاصہ تحریر صد پارۂ دل)

" ابوالاسود دُولی عربی صرف و نحو کے موجد تھے۔ ابوالاسود کُنیت ہے۔ اصل نام ظالم بن عمر بن سفیان ہے۔ سلسلہ نسب ۱۱ ویں پشت میں کنانہ بن خزیمہ سے جا ملتا ہے۔ جو حضرت سرور کائنات کے اجداد میں ہیں۔ ابوالاسود دیل بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی نسل سے ہیں۔ اسی نسبت سے ان کا قبیلا دُلی کہلاتا ہے۔ قریشیوں کے یک جدی تھے۔ وطن اصلی بصرہ تھا۔ تابعین صحابہ میں سے حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ تینوں نے ان کو بعض ملکوں کا والی اور حاکم مقرر کیا۔ حضرت علی کے طرفداروں میں تھے۔ فقیہ تھے۔ محدث تھے۔ شہسوار تھے امیر اور دولت مند تھے۔ اور بخیل تھے۔ بعمر ۸۵ سال ۶۹ھ میں انتقال کر گئے"

ابوالاسود کے حالات پڑھ کر اگر ہم یہ تسلیم کر لیں۔ کہ پونچھ کے دُولی ابوالاسود دُولی کی اولاد سے ہیں۔ حالانکہ صاحب صد پارہ دل نے ابوالاسود کی اولاد کا

کوئی ذکر نہیں کیا۔ اور نہ ان کے یا اُن کے خاندان سے کسی متنفس کے وارد ہند ہونے ہی کا ذکر کیا ہے۔ اور جن کے انتقال کو آج قریباً تیرہ صدیاں گذر چکی ہیں تو ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا ہوگا۔ کہ کیا آج سے تیرہ سو سال قبل دہلی یا کشمیر یا پونچھ بلکہ ہندوستان ہی میں اسلام موجود تھا۔ اور اگر نہیں تھا اور یقیناً نہیں تھا تو ابو الاسود دُولی کی اولاد پونچھ میں کہاں سے آگئی۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ دُولی لفظ کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ اور اس کا مُغلوں کے کس قبیلہ سے تعلق ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے ہمیں "اویماق مُغل" کی ورق گردانی کی ضرورت ہے۔ جو مُغل قبائل اور مغلوں کے حسب نسب کے متعلق ایک معتبر و مستند کتاب ہے۔ اس کتاب میں مغلوں کی اصل حضرت نوح علیہ السلام کے تیسرے فرزند یافث سے بتائی گئی ہے۔ جس کی اولاد بلاد چین، خطا، ختن، ترکستان وغیرہ میں پھیلی۔ یافث کے فرزند کلاں اور ولی عہد کا نام تُرک تھا۔ اور بقول صاحب "اویماق مُغل" "جمیع اتراک از نسل او اند وہمیں وجہ مغلاں را نیز تُرک گویند۔ و مغول و تاتار از قوم تُرک برآمدند"

تُرک کی چوتھی پشت میں دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام مغول خان تھا۔ دوسرے کا تاتار خان "تاتار خان بملک ترکستان نامزد شدہ پشت در پشت حکمرانی نمود"۔ ملک چین میں بھی اس کی اولاد حکمران رہی ہے

مغول خاں کے متعلق صاحب اویماق مُغل لکھتے ہیں۔ "مغول خاں بر تخت پدر کہ بحصہ اُو رسیدہ بود نشست و جمیع اولاد ویرا مغول گفتند و ملک ہائے کہ بوے تعلق داشتند ویرا مغولستان نامیدند و اولاد اُو بکثرت شد ہمہ را مغول

ا؎ مصنفہ میرزا محمد عبد القادر خان سنہ تالیف سنہ ۱۹۰۲ء

ناامیدند۔ وبعد از مرور زمان داؤ را حذف نمودہ مغل گفتند وخاندان ہائے بسیار درمغلاں پیدا شدہ“

مغل اقوام کے اس قدر قبائل اور ان قبائل کی اس قدر شاخیں ہیں۔ کہ مصنف ”اویماق مغل“ اپنی ضخیم کتاب میں صرف سوا سو کے قریب متعدد قبائل کا ذکر کر سکا ہے۔ اور آخر میں لکھتا ہے۔ ”ناظرین گماں نہ برند کہ درمغولاں ہمہ فرقہ ہا ہستند کہ دریں کتاب نوشتہ بلکہ دریں قوم قومہائے بسیار اند وخاندان ہائے بیشمار۔ عاجز بہ عجز خود معترف است کہ بسیار ازاں بیس احوال اقوام باشند کہ دست من بہ نقاب آنہا نرسید“

انہی قبیلوں میں ایک قبیلہ دولدائے بھی ہے۔ جس کے متعلق صاحب ”اویماق مغل“ صفحہ ۹۳ پر لکھتے ہیں۔ ”امرائے ایں قوم درزمانہ سلاطین مغول بسیار بودہ“ ان امرا کی تفصیلات میں حسب ذیل متعدد شہزادوں اور سرداروں کا ذکر بھی ہے سلطان ابوسعید بہادر خان بوزنجری ایران وخراسان کے بادشاہ تھے۔ ان کے دربار میں امیر بہرام شاہ اور ان کے فرزند امیر محمد دولدائے کا بڑا مرتبہ تھا۔ سلطان حسین میرزا بالقیرا کے اعظم امرا میں امیر ابراہیم دولدائے کا نام لکھا ہے امیر سلطان محمد کا فنغری اور ان کا فرزند حافظ محمد بیگ۔ عمر شیخ میرزا ابن سلطان ابوسعید گورگان اور جانی بیگ دولدائے اور اس کا بھائی سلطان ملک سلطان ابوسعید گورگان کے دوسرے فرزند سلطان احمد میرزا کے امرائے نامداریں تھے امیر حافظ دولدائے اور حافظ محمد اور طاہر دولدائے بابر کے مصاحبوں میں تھے۔ جو اوزبکوں کی جنگ میں بابر کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اور اسی لڑائی میں قتل ہو گئے تھے۔ بابر کے زمانہ میں ایک اور دولدائے امیر سلطان محمود کا ذکر ہے۔ جس کے متعلق لکھا ہے۔ ”منجملہ امرائے بابر بادشاہ بود“

جب بابر نے ابراہیم لودہی پر ۹۳۲ھ میں حملہ کیا ہے۔ تو یہ سلطان محمود دوسرے مغل سرداروں کے ہمراہ شہزادہ ہمایوں کے ہاتحت داد شجاعت دے رہا تھا۔ تاریخ فرشتہ کے صفحہ ۲۰۴ پر اس جنگ کی تفصیلات کا ذکر ہے۔ اور وہاں اس کا عرف دولدائے کی بجائے دولدی درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان ایام میں دولد آئے نے دولدی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ہندوستان میں ہزارہا ایسے قبائل ہیں۔ جن کے ابتدائی نام کچھ اور تھے۔ لیکن عوام نے ان کو ثقیل اور گراں سمجھ کر بگاڑ دیا۔ یا ان کو مختصر کر کے ایسا آسان بنا لیا۔ کہ زبانیں ان کو قبول کرنے کے لئے تیار رہتی تھیں۔ ہمارے سامنے مغل قوم ہی کے چند ایسے الفاظ موجود ہیں۔ جن کو ہم بطور نظیر پیش کر سکتے ہیں۔ مثلاً اصل لفظ امیر زادہ تھا۔ وہ زبانوں پر آسانی سے نہ چڑھ سکتا تھا۔ امیرزادہ سے میرزا اور میرزا سے مرزا بنا دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک مغل قبیلہ کا نام دوغلات ہے۔ میرزا حیدر کاشغری جو ہمایوں کا خالہ زاد بھائی تھا۔ اور کشمیر میں کئی سال تک بہ لباس وزارت بادشاہی کرتا رہا ہے۔ اسی قبیلہ سے تھا۔ دوغلات سے دوغلت بنا اور اب دوغلت سے دغلت ہے۔ جو بہ نسبت دوغلات کے زبانوں پر آسانی سے چڑھ سکتا ہے۔ مُغل لفظ کی اصل بھی مغول ہے۔ بادشاہ کا نام مغول خاں تھا۔ مغل خاں نہ تھا۔ ابتدا میں اسی کے نام پر قوم کا نام بھی مغول ہی مشہور رہا۔ لیکن یہ لفظ چونکہ زبان پر ذرا تکلف سے آتا تھا۔ اس لئے مغول کو مغل بنا دیا گیا۔ اسی طرح عوام نے جب دولدائے کے نام میں دقت محسوس کی۔ تو اس کو دولدی بنا دیا۔

علم الصوت اور علم اللسان بلکہ علم تبدیل الحروف نے دولدائے کو صرف دولدی ہی نہیں بنایا۔ بلکہ قریباً ہون صدی کے بعد جب ہم بزمانہ اکبر کشمیر میں

دولدی قوم کے کسی نامور سردار کا نام تاریخ میں دیکھتے ہیں۔ تو وہاں ہمیں وہ دولدی نہیں بلکہ ڈُتی کے نام سے نظر آتا ہے۔ کشمیر میں ناموں کے بگڑنے اور تبدیل ہونے کا ہندوستان کے تمام ملکوں سے زیادہ رواج ہے۔ اور اس کی تفصیل "تاریخ اقوام کشمیر" کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

اسی زمانہ میں ایک اور دولدی سردار سلطان اسمٰعیل گزرا ہے۔ جو دہلی یا آگرہ میں تھا۔ اس کے متعلق لکھا ہے "از کبار امرائے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ گورگان شہنشاہ ہند بود۔ در اکثر محاربات مردانگیہا از وظاہر فشاند" ان الفاظ سے یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے۔ کہ اس قوم کے جو لوگ ہندوستان میں تھے۔ وہ اس وقت تک دولدی ہی کہلاتے تھے۔ اور جو کشمیر میں منتقل ہو گئے تھے۔ وہ دولدی سے ڈُتی بن چکے تھے۔ کشمیر یا نواح کشمیر میں یہ قبیلہ کس طرح چلا گیا۔ اس کی کچھ کیفیت سطور ذیل سے معلوم ہو سکیگی۔

بابر اپنی پانچ سالہ حکومت (۹۳۲ھ تا ۹۳۷ھ) کے دوران میں افغان حریفوں اور راجپوت راجاؤں ہی سے لڑتا رہا ہے۔ اس کی قوم اور اس کی فوج کے لوگ جن میں دولدی قبیلہ کے افراد بھی تھے۔ بدامنی اور افراتفری کے ایام میں کہیں مستقل سکونت اختیار نہ کر سکے۔ بابر کے بعد ہمایوں تخت پر بیٹھا۔ تو اس کو پہلے بھائیوں نے تنگ کیا۔ پھر گردش فلک نے ہمایوں کو مفتوح اور شیر خاں سوری کو شیر شاہ بنا کر طرفۃ العین میں فاتح بنا دیا۔ مغل اور افغان آپس میں جانی دشمن تھے۔ اور چونکہ افغان مغلوں کو شکست دے کر ہندوستان پر قابض ہو چکے تھے۔ اس لئے افغانوں کو جہاں کہیں کوئی مغل ملتا۔ وہ حتی الامکان اُسے زندہ نہ چھوڑتے تھے۔ بہت لوگوں نے قومیت تبدیل کر کے اور مختلف بھیس بدل کر اپنی جان بچائی۔ اس فوری اور غیر متوقع انقلاب نے مغلوں کو

ایسا پریشان کیا۔ کہ جہاں جس کے سینگ سمائے چلا گیا۔

ہمایوں بادشاہ سولہ سال کے بعد ایران سے واپس آگیا۔ اور شیر شاہ سوری کی اولاد کو شکست دے کر ہندوستان کا شہنشاہ تو بن گیا۔ لیکن بعض مغل قبائل ان ایام میں ہندوستان کے مختلف ممالک میں سکونت پذیر ہو چکے تھے۔ اور دُولی قبائل کشمیر اور پونچھ کو ایک محفوظ پناہ گاہ تصور کر کے وہاں رہائش اختیار کر چکے تھے۔ اس لئے ہمایوں کے شہنشاہ ہو جانے کے باوجود کئی مغل قبائل جن میں دُولی قبیلہ بھی تھا۔ جہاں تھے وہیں رہ گئے۔

پٹنہ عظیم آباد میں دُولی گھاٹ[1] ایک محلہ کا نام ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ زمانہ بے اطمینانی میں دولی قوم کا کوئی قبیلہ وہاں بھی جا پونچا تھا۔

کشمیر کے آخری چک بادشاہ یعقوب شاہ کے زمانہ ۹۹۴ھ میں شمس دولی ایک نامور رئیس اور فوجی نبرد آزما گذرا ہے۔ اس کا ذکر کشمیر کی مختلف تاریخوں اور تاریخ فرشتہ وغیرہ میں موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] راقم نے پٹنہ میں اپنے ایک کرم فرما سید ارتضیٰ حسین سکنہ محلہ دولی گھاٹ کو دولی گھاٹ کی وجہ تسمیہ دریافت کرنے کی تکلیف دی تھی۔ وہ اپنے ۱۴ دسمبر ۱۹۳۹ء کے گرامی نامہ میں لکھتے ہیں "غدر ۱۸۵۷ء کے قبل اس محلہ کو محلہ مخلص خاں کہتے تھے۔ نہ معلوم مخلص خاں سے دولی گھاٹ کیونکر ہو گیا۔ یہاں کوئی دولی قوم نہیں ہے۔ بلکہ مخلص خاں کی اصلیت سے بھی عوام ناواقف ہیں" راقم کے خیال میں دولی قوم یہاں ضرور موجود ہو گی۔ جو ممکن ہے۔ اقلیت کی وجہ سے کسی اور قوم میں مخلوط ہو گئی ہو۔ یا گردش روزگار نے اسکو ہجرت پر مجبور کر دیا ہو۔ مخلص خاں کی شخصیت بھی عدم پتہ ہے اور دُولی قوم کا اب پٹنہ میں نام نظر نہیں آتا۔ لیکن دولی گھاٹ جو دولیوں کی موجودگی پر دلالت کرتا ہے۔ موجود ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں۔ کہ مخلص خاں بھی دُولی ہی ہو۔

شمس ڈولی ایسے بزرگ ہمایوں کی بے اطمینانی کے ایام میں افغانوں کے خوف سے کشمیر کے دور دراز ملک میں چلے گئے۔ اور چونکہ ہمایوں کی جلاوطنی اور قیام ایران کے ایام میں سلطان نازک شاہ کے نام پر میرزا حیدر کاشغری جو بابر کا خالہ زاد تھا کشمیر میں داد حکومت دے رہا تھا۔ اس لئے اس قوم کو اپنے ہم قوم حکمران کی بدولت کشمیر میں ہر قسم کا آرام مل رہا تھا۔ جو اُن کے قیام کشمیر کا بہت بڑا باعث تھا

جب یعقوب شاہ کے باپ یوسف شاہ فرمانروائے کشمیر نے اکبر کا جاہ و جلال دیکھ کر اس کی اطاعت قبول کر لی اور خود اس کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ تو اس وقت بابا خلیل۔ بابا مہدی اور شمس[۱] ڈولی تین با اقتدار سرداروں نے متفق ہو کر یوسف شاہ سے کہا۔ کہ اگر تم نے ملک اکبر کے حوالے کر دیا۔ یا اُس کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ تو ہم تم کو قتل کر کے تمہارے بیٹے یعقوب کو تخت پر بٹھا دیں گے۔ اُن ایام میں اکبر کے ایلچی کشمیر آئے ہوئے تھے۔ لیکن یوسف شاہ نے ان تین سرداروں کے خوف سے کوئی بہانہ بنا کر ایلچیوں کو رخصت کر دیا۔ اس کے بعد کشمیر کی خانہ جنگیوں میں ایک طرف علی ڈار وزیر اعظم کشمیر اور علم شیر ماگرے اور شمس چک اور میر حسین چاڈورہ کا نام آتا ہے۔ اور ان کے مقابلہ میں دوسری طرف کشمیر کی تاریخیں ہمیں یعقوب شاہ۔ سید حسین خاں اور شمس[۲] ڈولی کا نام بتاتی ہیں۔

متذکرہ صدر واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ڈولی قبیلہ کے لوگ کشمیر میں شہرت و عزت کی زندگی بسر کرتے رہے۔ اب بھی ڈولیوں کے کچھ گھر کشمیر کی تحصیل اوڑی اور تحصیل کرناہ وغیرہ کے علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔

---

[۱] تاریخ فرشتہ جلد دوم صفحہ ۴۸۶ [۲] مکمل تاریخ کشمیر جلد دوم صفحہ ۱۵۶

مغلوں کا یہ قبیلہ جو دولدائے سے ڈولدی اور ڈولدی سے ڈلی بنا۔ خراسان میں رہا۔ تو بھی حکومت و سیاست میں برسر اقتدار رہا۔ ایران پونچا۔ تو بھی وزیر و ندیم شاہی کہلایا۔ سلطان حسین میرزا کے دربار میں پونچا۔ تو تیموری فوجوں کا دست و بازو رہا۔ مغل سلاطین ہند کے جد اعظم عمر شیخ مرزا نے اس قوم کو ہمیشہ اپنا دست راست پایا۔

بابر نے جو لڑائیاں سمرقند میں اوزبکوں سے کی ہیں۔ ان میں ہم کئی ڈولدائیوں کے نام تاریخ کے صفحات پر خون سے لکھے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ اور پھر جب وہ ہندوستان آیا ہے۔ تو ہم یہاں بھی اس قوم کے افراد کو تلوار کا دھنی دیکھتے ہیں۔ اور جب اکبر کے زمانہ میں اس کے کسی نامور فرد کا کشمیر کی تاریخوں میں ذکر پڑھا تو اس کے سیاسی رعب کے آگے کشمیر کے بادشاہ تک کو خوفزدہ پایا۔

اس کے بعد جب انقلاب زمانہ کی بدولت یہ قوم پونچھ کے سنگلاخ خطہ میں نظر آئی۔ تو وہاں بھی اس کی سیاست و حکمرانی اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ موجود تھی۔ چنانچہ پونچھ کے زمانہ بے اعتدالی (یعنی آپ راجی عہد) میں ڈلی قوم کے کئی افراد چھوٹے چھوٹے سردار رہ چکے ہیں۔ جن کی یادگاریں اب تک ان کی پُرشوکت زندگی کا دھندلا سا نشان دے رہی ہیں۔

ڈلی قوم نے ڈوگرہ حکومت کی خدمات پونچھ ہی میں ادا نہیں کیں۔ بلکہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے زمانہ میں اس قوم کے اکثر نشانچی اور توپچی اور فوجی جوان گلگت کی لڑائی میں شامل رہے ہیں۔ اور ان میں کئی ایک ایسے تھے۔ جو جنگ کے میدان ہی میں سہ

آں نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من — ایں منم کاندر میان خاک و خوں بینی سرے

کہنے ہوئے گولیوں کا نشانہ ہو گئے تھے۔ گلگت کے در و دیوار آج بھی ان کے خون

سے رنگین نظر آتے ہیں۔

ڈوگرہ حکومت کے زمانہ میں جہاں پونچھ کے اوڈ، آپ راجی" سردار اپنی آزادی کھو بیٹھے۔ وہاں ڈُلی قوم نے بھی اطاعت اختیار کرلی۔ لیکن اُس محکومی کی حالت میں بھی ان کی سیاسی اور فوجی پوزیشن برسر اقتدار نظر آرہی ہے راجہ موتی سنگھ اور ان کے فرزند راجہ سر بلدیو سنگھ کے زمانہ میں چند ڈُلی سردار حکمرانان پونچھ کے باڈی گارڈ تھے۔ سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ یوروپ میں اس قوم نے فرضہ جنگ میں مدد دینے کے علاوہ رنگروٹوں کی بھرتی میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ سنہ ۱۹۳۱ء کی شورش پونچھ میں جہاں جہاں ڈُلی سردار تھے۔ اور جہاں جہاں ان کا اثر ورسوخ تھا۔ انہوں نے حکومت کو کافی مدد دی۔

اس بات کا صحیح پتہ لگانا کہ پونچھ میں جو ڈُلی قوم آباد ہے۔ وہ کشمیر سے گئی ہے۔ یا پنجاب سے۔ ایک حل طلب مسئلہ ہے۔ لیکن یہ قوم پونچھ میں خواہ پنجاب سے گئی ہے۔ یا کشمیر سے۔ بہر حال وہ ایک مُغل قوم ہے۔ اور پونچھ کے قانونی بندوبست میں بھی مغل قوم ہی درج ہے۔ اور کاشتکاری اس کا سب سے زیادہ مرغوب پیشہ ہے۔

بہت قدیم زمانہ میں ڈولی قوم میں مرزا بالا نامی ایک شجاع رئیس گذرا ہے علاقہ کوٹلی کے متصل موضع گوئی بالاکوٹ کے نام سے ایک خام قلعہ اس کا تعمیر کردہ بتایا جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اب تک اس قلعہ کے کھنڈر وہاں موجود ہیں۔ مرزا بالا نے سیہڑہ اور بلنوئی میں بھی ایک ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ ان کی زیادہ تر رہائش سیہڑہ میں تھی۔

تحصیل مہنڈر کے مواضعات سیہڑہ۔ بنڈہول۔ ٹل۔ درہ شیرخان۔ کنیہ۔ بلنوئی۔ ساگرہ۔ دبڑاج۔ گاہنی۔ منکوٹ۔ چھجلہ۔ میدان۔ بھاٹہ کس۔

سردار محمد ایوب خان ولی آف چنڈک پونچھ (کشمیر)

سردار یار محمد خان ڈولی آف چینڈک (پونچھ) متعلم بی۔اے

ڈھرانہ اور علاقہ سوہرن اور تحصیل باغ کے چند مواضعات اور تحصیل کوٹلی قلمرو جموں کے مواضعات جھنجوڑہ و خنڈپوٹ میں بھی یہ قوم آباد ہے۔

تحصیل حویلی کے مواضعات ذیل میڈلہ۔ سلونڈی۔ تبھتری۔ چنڈک پلیرہ بانیلہ۔ ساؤجیاں اور تحصیل سدھنتی کے موضع سراڑی میں بھی یہ قوم موجود ہے۔

ان چوبیس مواضعات میں جہاں یہ قوم آباد ہے۔ قریباً سب نمبردار ڈولی قوم سے ہیں۔ اس قوم میں کئی جاگیردار۔ انعام خوار۔ معافی دار اور سفید پوش بھی ہیں۔ ڈوگرہ حکومت سے قبل ان مواضعات پر ڈولی قوم ایک قسم کی حکمران قوم رہی ہے۔

ڈولی قوم کے چند مشہور خاندان

چنڈک کا نامور ڈولی خاندان۔ سکھوں کے زمانہ میں ہر قوم یا علاقہ اپنا سردار آپ تجویز کرتا تھا۔ اور اس وقت سردار اکبر علی خاں اپنی قوم کے سردار تھے۔ سردار سرمست خاں اس کا فرزند کلاں بے علم ہونے کے باوجود علم دوست اور علما فضلا کا قدردان تھا۔ اس نے درہ دولیاں سے لے کر موضع چنڈک تک جو پونچھ کا بہترین زرخیز رقبہ ہے۔ راجہ موتی سنگھ آنجہانی سے ایک ہزار روپیہ نذرانہ دیکر حاصل کیا تھا۔ چنانچہ جو ارشاد اس موضع کے مالکانہ حقوق کے متعلق سرمست خاں کو ملا۔ اس کی نقل ذیل میں درج ہے۔

از پیشگاہ سری سرکار والاعدار والئے پونچھ

بنام دفتریان دفتر دیوانی

مہر سرکار والا مدار راجہ موتی سنگھ صاحب

چوں موضع کلاٹی تحصیل حویلی از ابتدائے بطور ولائت سپرد کسے نبود۔ دنہ برائے

تحقیقات کدام وارث موضع مذکور دریافت وتحقیق گردید۔ تاحال بطور مسلسل بطریق اجارہ در تصرف چند مردمان ماندہ۔ الحال سمت ۱۹۳۸ موضع مذکور بطور ملکیت بہ اخذ مبلغ یک ہزار روپیہ ڈبل نذرانہ سپرد عزت آثار سرمست خاں دولی فرمودہ شد۔ مطابق ارشاد ہذا جملہ حقوق مالکانہ را مذکورہ مستحق خواہد شد لہذا بنام ایشاں ارشاد نافذ است کہ بشرح دیگر وارثاں تمام حقوق مالکانہ بحق مذکورہ واگذار و مجرائی دارند حسب المسطور تعمیل آرند۔ مورخہ ۱۸ جیٹھ سمت ۱۹۳۷

اس ارشاد کے رُو سے سرمست خاں کے قبضہ میں ہزار ہا بیگہ زمین آ گئی۔ اور اُس نے اپنی اقامت بھی درہ دولیاں کی بجائے چینڈک میں اختیار کر لی۔ راجہ موتی سنگھ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے "عزت آثار" کا لقب عطا کیا۔ پھر جاگیر بھی عطا کی۔ سرکاری کوٹھی میں جس قدر غلہ کی ضرورت ہوتی۔ وہ سب سردار سرمست خاں کی کوٹھی سے منگوایا جاتا۔

۵ ار پھاگن سمت ۱۹۴۲ کے ارشاد کے مطابق جس پر راجہ موتی سنگھ کی صحیح خاص اور میاں نظام الدین مرحوم وزیر کے دستخط تھے۔ آپ کو سرکار پونچھ نے آپ کی وفادارانہ خدمات کے صلہ میں "سردار" کا خطاب عطا کیا۔

سردار فتاح خاں چینڈک آپ کا بڑا بیٹا تھا جنہوں نے علم پروری۔ سخاوت اور رسوخ و ہردلعزیزی میں باپ سے بھی زیادہ عزت و شہرت حاصل کی۔ سر راجہ بلدیو سنگھ کے دربار میں ان کی بڑی وقعت تھی۔ انہوں نے اپنی اراضیات میں اور بھی بہت سا اضافہ کیا۔ اور باوجود اس تمول اور اعلیٰ زمینداری کے مسلمانوں کو تجارت کی طرف مائل کرنے کے لئے خود تجارتی کاروبار شروع کیا اور اس میں بڑی کامیابی حاصل کی۔

علاقہ کے علاوہ آپ نے شہر پونچھ میں بھی بہت سی جائداد پیدا کی اور سر راجہ

بلدیو سنگھ نے بھی آپ کو شہر خاص میں کچھ اراضی عطا کی۔ سردار فتاح خاں نے ۱۹۰۲ء کے بندوبست پونچھ میں جو مدد سرکار کو دی۔ اس کا اعتراف آر ایچ لفٹنٹ ٹرینچ صاحب مہتمم بندوبست نے اپنی ۲۹ اپریل ۱۹۰۲ء کی چٹھی میں کیا ہے۔ اس چٹھی میں اس نقد انعام کا بھی ذکر ہے۔ جو آپ کو ریاست کی وفادارانہ خدمات کے عوض دیا گیا تھا۔

سردار فتاح خاں چار یا پانچ مواضعات کا نمبردار تھا۔ اور شہر خاص کے علاوہ ٹیتل۔ درہ دولیاں۔ ڈھنگہ۔ کلاڑی۔ کرمہی۔ سوآہن اور لوآن کے مواضعات میں وہ ہزار ہا بیگہ زرعی اراضی کا مالک تھا۔

کہا جاتا ہے۔ کہ اس کے پرائیویٹ ملازموں کی تعداد ستر اسی نفوس سے کم نہ تھی۔ دو سو بھینس۔ ایک سو خچر اور گھوڑا اور کاشت کے لئے دو سو بیل اور ہزارہا بکریاں اس کی ملکیت میں تھیں۔ شہر خاص میں کئی ہندو گماشتے اس کے کاروبار کو انجام دیا کرتے تھے۔ غرض وہ اپنے وقت کا رئیس الرؤسا اور ملک التجار تھا۔

سردار فقیر اللہ خاں اس کے بیٹے نے اپنا آبائی طرز عمل تبدیل کر کے ملازموں میں تخفیف کر دی۔ مال مویشی ضرورت کے مطابق رکھ لیا۔ اور باقی فروخت کر دیا سر راجہ بلدیو سنگھ نے ان کی خاندانی اور ذاتی خدمات کے لحاظ سے ان کو بھی سرداری و کرسی نشینی کا اعزاز عطا کیا۔ آپ کے فرزندوں میں دو لڑکے اچھے ہونہار اور تعلیم یافتہ ہیں سردار محمد ایوب خاں ایف۔ اے تک پڑھا ہوا ہے۔ اور سردار یار محمد خاں بی۔ اے میں پڑھتا ہے۔ اور ولایت کی تیاری کر رہا ہے۔ اور جو امیدیں قوم کو اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اگر وہ پوری ہو گئیں تو وہ ضرور کسی دن قوم اور ملک کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

سردار محمد داد خاں ۔ کرم داد خان ۔ عطا اللہ خاں ۔ غلام اکبر خاں ان کے چچیرے بھائی ہیں ۔ اور محمد شیر خاں ۔ کریم داد خاں برادر زادے ہیں ۔ اور سب مرفہ الحال ہیں ۔ ان کی اراضیات تحصیل حویلی کے علاوہ تحصیل مہنڈر میں بھی ہیں ۔ چنڈک پونچھ سے چھ میل شرقی جانب واقع ہے ۔ کریم داد خاں کو مطالعہ کتب تواریخ و حدیث کا بہت شوق ہے ۔ مسٹر محمد اشرف خاں بھی اسی شاخ کا ایک میٹرک پاس نوجوان ہے ۔

خاندان سردار شیر خاں ڈولی ۔ " وردہ شیر خاں " انہی کے نام پر آباد ہے ۔ آپ سردار فتاح خان کے چچیرے بھائی تھے ۔ نہایت عقلمند اور کنبہ پرور تھے ۔ راج دربار میں بھی ان کی عزت تھی ۔ نہایت وجیہہ اور شجاع اور سیر و شکار کے بڑے شوقین تھے ۔ ان کے پانچ بیٹوں میں دو بڑے سردار الٰہی بخش خاں اور علی اکبر خاں نمبردار ہیں ۔ حیدر علی خاں فوت ہو چکا ہے ۔ علی بہادر خاں زراعتی کاروبار میں مصروف ہے ۔ سب سے چھوٹے کا نام غلام سرور خاں ہے ۔ جو بہت اچھے اہل قلم اور شعر و سخن سے خاصی دلچسپی رکھتے ہیں ۔ خادم تخلص ہے ۔ علم تاریخ سے خاص ذوق ہے ۔ آپ نے اپنے نامور چچا سردار فتاح خاں چنڈک کی تقلید میں تجارت کی طرف توجہ کی ۔ جس کی طرف سے مسلمان ہمیشہ غافل رہے ہیں ۔ آپ وسیع اراضیات کے مالک ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے تاجر بھی ہیں ۔ بیس سال سے آپ تجارت کا کام کر رہے ہیں ۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی صرف چند ایک گنتی کی دوکانیں تھیں ۔ آج آپ کی تجارتی تحریک کی بدولت علاقہ مہنڈر میں قریباً اسی مسلمان دوکاندار ہیں ۔ جن کی جمیع امداد کا ذریعہ آپ ہی کی دوکان ہے ۔

خود اہل علم ہیں ۔ اور اہل علم کی ہمیشہ قدر افزائی کرتے ہیں ۔ اور اپنی قوم کو

سردار فیروز خاں آف بٹل علاقہ پونچھ کشمیر

سیٹھ غلام سرور خان خادم
مرچنٹ سہرہ پونچھ کشمیر

سردار فیض احمد خاں جاگیردار و نمبردار سہڑہ
پریذیڈنٹ انجمن اسلامیہ پونچھ (کشمیر)

سردار صاحب خاں دولی سب انسپکٹر
پولیس پونچھ (کشمیر)

تعلیم تجارت اور تنظیم اور اقتدار کے لحاظ سے بام عروج پر دیکھنا آپ کی انتہائی آرزو ہے۔ سردار علی اکبر خان کا فرزند آغا محمد خان کشمیر کے ایس پی کالج میں تعلیم پا رہا ہے۔ علی بہادر خاں کا فرزند محمد عالم خاں میٹرک پاس ہے۔

علاوہ ازیں درہ شیر خاں میں حسب ذیل اصحاب اس برادری میں مشہور ہیں۔ منشی خان محمد خاں سارجنٹ پولیس۔ منشی فقیر خاں محرر پولیس۔ محبت علی خاں۔ اکا خاں۔ میاں فیروز الدین احمدی۔ نواب علی خان بیوپاری فضل خاں۔ کرم داد خاں۔ اشرف خاں۔ اللہ دتہ خاں ولد حشمت خاں۔

خاندان سرداران سیہڑہ وبلنوئی۔ سکھوں کے بعد جب پونچھ میں حکومت ڈوگرہ نے اپنا تسلط جمایا۔ اس وقت بخشی شیر سنگھ ڈوگروں کا نمائندہ تھا۔ اور جس کو چاہتا تھا باغی بنا کر پھانسی پر لٹکوا دیتا تھا۔ اسی سلسلہ میں اس نے ڈولی قوم کے سردار خدا داد خاں و ناصر خاں بھی بے گناہ مروا دیئے۔ امن و امان قائم ہونے کے بعد جب حکومت ڈوگرہ کو یہ علم ہوا کہ ڈولی قوم کے دونوں سردار بے گناہ تلوار کے گھاٹ اتارے گئے ہیں۔ تو اس نے تلافی مافات کے طور پر سردار فتاح خان کو خاندانی سردار ہونے کے لحاظ سے جاگیر عطا کی۔ سردار بہرام الدین خاں آف سیہڑہ اسی سردار کا چھوٹا بیٹا تھا۔ ہر جگہ عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس کے چار فرزند اس وقت اس کا نام روشن کر رہے ہیں۔ بڑا سردار فیض احمد خاں جو جاگیردار و نمبردار و انعام خوار بھی ہے۔ سردار فیض احمد خان کو مسلمانان پونچھ نے انجمن اسلامیہ پونچھ کا پریذیڈنٹ بھی مقرر کر دیا ہے۔ اور دوسرا سردار صاحب خان جو ڈپٹی انسپکٹر پولیس ہے تیسرا سردار فیض اکبر خان سارجنٹ پولیس ہے۔ سردار فیض اکبر خان نہایت خوش باش اور خوش مذاق ہیں۔ چوتھے کا نام عزیز احمد خاں ہے۔ وہ گھر میں

ہے۔ اور نو عمر ہے

سردار ناصر خاں کے دو فرزند تھے۔ سردار شیر دل خاں و سردار بہادر خاں
شیر دل خاں کی شوقین مزاجی اور امیر الطبعی کا سارے علاقہ میں چرچا ہے۔ ان
کے بڑے بیٹے کا نام منشی علی اکبر خاں ہے۔ جو پولیس میں محرر سارجنٹ اور اپنے
گاؤں کے نمبردار ہیں۔ آپ نوجوان اور ایک قابل منشی ہیں اور قوم اور ملک کی
ترقی کے دل سے خواہشمند ہیں۔

تاریخ اقوام پونچھ کی تکمیل و ترتیب کے سلسلہ میں آپ نے "درمے دسخنے"
جو امداد فرمائی ہے۔ اس کے لئے راقم مؤلف ہمیشہ آپ کا شکر گزار رہے گا۔ اس
تاریخ کی تدوین میں وعدے تو کئی احباب نے کئے۔ لیکن عمل کے لحاظ سے آپ
ہی سب پر فوقیت لے گئے سے رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو وہ لہو کیا ہے؟

آپ کا بڑا لڑکا نور احمد خاں بی۔ اے لا کالج لاہور میں پڑھ رہا ہے۔
خیال ہے کہ قوم کا یہ ہونہار فرزند فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے علمی و عملی
کارناموں سے اپنے ملک اور قوم کے لئے فخر کا باعث ہوگا۔

مسٹر نور احمد خاں ڈولی قوم سے بلکہ اپنی تحصیل مہنڈر کے تمام مسلمانوں میں
پہلے گریجوایٹ ہیں۔ سردار شیر دل خاں کے دوسرے فرزندوں کے نام حسب
ذیل ہیں۔ سخی ولایت خاں۔ محمد یعقوب خاں (جو ماہر شکاری ہے) اور زمان علیخان۔
منشی نادر علی خاں آفس قانونگوئے پونچھ بھی اسی خاندان سے ہیں۔ عالم ہیں
اور اصلاح رسومات قبیحہ کے حامی ہیں۔ ان کے والد سردار حیدر خاں بھی
نیک بزرگ تھے۔ انکے علاوہ میہتر ذیل اصحاب بھی قابل تذکرہ ہیں۔ منشی میر محمد خاں ابہدار پٹوار۔
شیر احمد خاں۔ خدا محمد خاں۔ علی اکبر خاں۔ جعفر خاں۔

مسٹر مرزا فتح علی اکبر خان دودل سارجنٹ پولیس پٹیالہ ۱۹۰۵ء
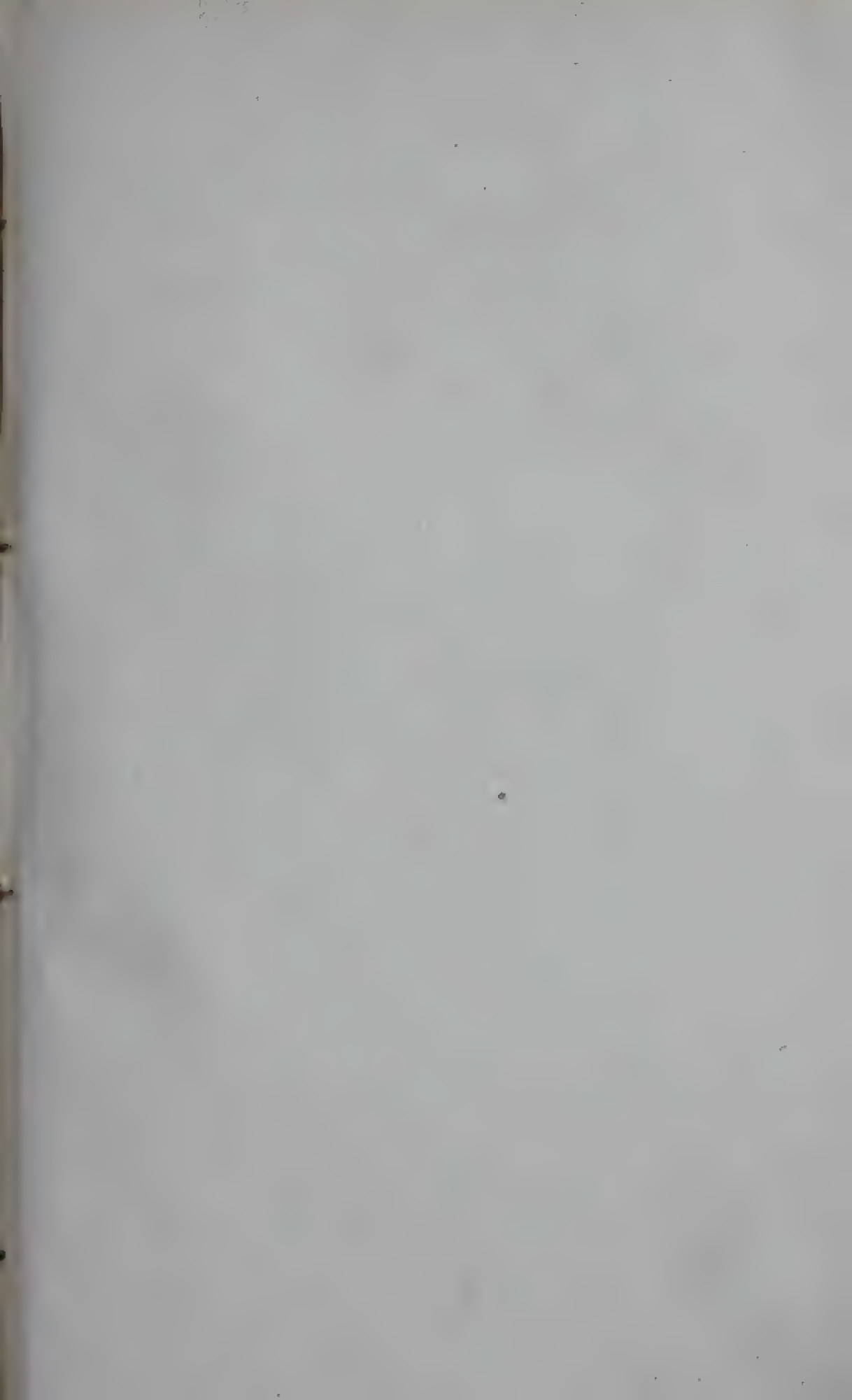
تحصیل میہنڈر و حویلی کے زمیندار طبقہ اور قوم ڈُولی مُغل کا پہلا گریجویٹ

مسٹر نور احمد خان بی۔اے متعلّم ایل ایل بی

سردار شیر دل خاں کے دوسرے بھائی سردار بہادر خان کے دو فرزند تھے۔ غلام حیدر خاں و غلام محمد خان دونوں فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے فرزندان حسب ذیل موجود ہیں۔ ذاکر خاں نمبردار و کرم داد خاں فرزندان غلام حیدر خاں۔ غلام محمد خاں کا ایک ہی فرزند نادر خاں نام ہے۔ جمعہ خاں بھی اسی شاخ میں قابل ذکر ہستی ہے۔ جو غربا کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتا ہے۔ علاوہ ازیں کاکا خاں ولد ولی محمد خاں۔ بگا خاں۔ محمد فضل خاں۔ فتاح خاں۔ فیروز خاں۔ بانکا خاں۔ غلام محمد خاں۔ فرمان علی خاں۔ بلند خاں۔ محمد خاں پسران منان خاں۔ شبیر احمد خاں فوجی پسر رحم علی خاں۔ فتاح خاں۔ میر محمد خاں۔ تقبیر خاں۔ فیروز خاں مشہور خاں بھی قابل ذکر ہیں۔

اس شاخ میں جو بلنوئی میں رہتی ہے۔ منان خاں بڑا مہمان نواز اور خلیق انسان تھا۔ اس کے فرزندوں میں غلام محمد خاں فوجی ریٹائرڈ ہے۔ اور مہربان علی خاں جمعدار ریلوے۔

پلیرا و ساوجیاں کے ڈولی قبائل۔ ان مواضعات کے ڈولی خاندانوں کا مورث اعلیٰ سردار لال خاں ایک نامی رئیس گذرا ہے۔ اس کا اصل وطن منکوٹ تحصیل سہنڈر تھا۔ علاقہ سنڈی میں اس کی ڈھوک تھی۔ جہاں وہ ایام گرما بسر کیا کرتا تھا۔ اس کی آمد و رفت کی وجہ سے موضع اعظم آباد کے متصل مغل بیلہ کے نام سے ایک رقبہ اب تک مشہور چلا آتا ہے۔

اعظم آباد سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر ساوجیاں کے نام سے ایک گاؤں ہے۔ وہاں اُس نے شادی کر لی۔ وہیں مکانات قلعہ نما بنوا لئے۔ اور اپنے مکان تک جو رستہ بنوایا۔ اُس کا نام اب بھی پوڑیاں لال خاں ہے۔ اُس کے ساتھ ہی ایک رقبہ ہے جو پوڑی لال خاں کے نام سے مشہور ہے۔

یہ اس زمانہ کا ذکر ہے۔ جب پونچھ کے باہر گھر گھر حکومت تھی۔ اور جسے آپ راجی کا زمانہ کہتے ہیں۔ اسی زمانہ میں لال خاں نے منڈی کے علاقہ تک اپنا قبضہ و اقتدار وسیع کر لیا۔ اس کی اولاد میں اس کے پوتے جبدل خاں و عالم خاں جو اس کے فرزند کمال خاں کے بیٹے تھے۔ بہت مشہور گذرے ہیں ان دونوں بھائیوں کو اس زمانے کے حکمران راجہ اسلام خاں کشتواری نے ان کی خدمات کے عوض ساؤ کا خطاب دیا تھا۔ کہتے ہیں۔ ان کی مستورات آج تک "سوانیاں"[1] اسی نسبت سے کہلاتی جاتی ہیں۔

راجہ رستم خاں کے زمانہ تک، اس علاقہ میں لال خاں کی اولاد حکومت کرتی رہی ہے۔ اسی راجہ کے عہد میں اس علاقہ کا کاردار ایک شخص نامدار خاں عرف مداری خاں مقرر ہو جاتا ہے

جب کارپردازان قضا و قدر باشندگان پونچھ کی باگ ڈور ڈوگرہ خاندان کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں۔ تو ڈولی قوم کے اکثر افراد اپنی خاندانی روایات کے مطابق فوجی خدمات سرانجام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ بلیرا و سائجیاں کے ڈولی افراد جو مہاراجہ رنبیر سنگھ کی فوج میں ملازم رہے حسب ذیل معلوم ہوتے ہیں۔ جمعدار دیوان علی خاں۔ صفدر علی خاں۔ احمد علی خاں۔ جنگ باز خاں۔ مستور علی خاں۔ سربلند خاں نشانچی۔ امجد علی خاں ثانی۔ محمد علی خاں۔ دوست محمد خاں۔ سید علی خاں۔ دیدار بخش خاں۔ عطا محمد خاں مظفر خاں۔ سیف علی خاں۔ منشی خاں۔ غلام علی خاں۔ راجولی خاں۔ موج خاں وغیرہ۔ یہ لوگ لداخ کی لڑائیوں میں شامل تھے۔ اور وزیر زورآور کے ہمراہ تھے

[1] سوانیاں عام طور پر پنجاب میں بھی عورتوں ہی کو کہا جاتا ہے۔

بابو شیر محمد خاں ووٹی آف ساؤجیاں
سب انسپکٹر پولیس پونچھ (کشمیر)

اور جب وہ میدان جنگ میں مارا گیا تھا۔ تو اُس کے ساتھ کئی ڈُوڈی بھی کام آ گئے تھے۔ ان میں دیوان علی خاں جمعدار اور سیف علی خاں چابین چلے گئے تھے۔ دیوان علیخان بارانشد میں فوت ہو گیا تھا۔ راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں کئی ڈوڈی اصحاب نے اپنی خدمات کے عوض نمبرداریاں حاصل کیں۔

کمال خاں کی اولاد سے موضع پلیرا میں اچھی خاصی آبادی ہے۔ اسی خاندان سے ایک بزرگ سردار سید محمد خاں تھے۔ جنہوں نے اس زمانہ میں جبکہ ڈوڈی قوم کو علم کے نام سے عناد اور نفرت تھی۔ اپنے فرزند بابو شبیر محمد خاں کو ہائی سکول پونچھ میں تعلیم دلوائی۔ جہاں سے اُس نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ بابو شبیر محمد خاں آجکل اسی تعلیم کی بدولت پونچھ کے محکمہ پولیس میں ڈپٹی انسپکٹر ہیں۔ اور باعزت زندگی بسر کرنے کے علاوہ قوم کی مشکلات کو آسان کرنے میں بھی ہمدردی و دلچسپی سے کام لیتے رہے ہیں۔

ساؤجیاں میں اصحاب ذیل اس خاندان میں ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔ علی محمد خاں نمبردار۔ غلام مرتضیٰ خاں نمبردار۔ بابو شبیر محمد خاں ڈپٹی انسپکٹر پولیس۔ ماسٹر محمد جلال الدین خاں۔ دین محمد خاں ٹھیکیدار۔ محمد اعظم خاں ٹھیکہ دار۔ نواب خاں عطا محمد خاں۔ شیر دین خاں ملازم پولیس محمد اکبر خاں۔ محمد حیات خاں شاہ ولی خاں منولی خاں سرفراز خاں علی محمد خاں ارشد علی خاں حسام الدین خاں شاہ محمد خاں۔

پلیرا میں ڈوڈی قوم کے اصحاب ذیل قابل ذکر بتائے گئے ہیں۔ محمد اکبر خاں نمبردار میر باز خاں نمبردار۔ نواب خاں سوداگر۔ سردار کالا خاں مشہور تاجر۔ منشی منصور خاں ناظر خاں۔ جنگ باز خاں ٹھیکہ دار۔ محمد علیخاں ولد صحبت علیخاں۔ منشی میر باز خاں ولد زبردست خاں۔ منشی محمد علی خاں۔ ناظر خاں ولد لعل خاں مرحوم۔ اکبر علی خاں۔ بشیر علی خاں فضل خاں۔ گلاب خاں۔ عطا محمد خاں گارڈ۔ منیر احمد خاں۔ نواب خاں عرف بابو خاں اکبر خاں ولد شیر دست خاں۔ ہوشناک خاں ولد گلزار خاں۔ بہار خاں۔ میر باز خاں ولد اکبر علیخان گلاب خاں۔ میر احمد خاں۔ صوفی گلاب خاں ثانی نقشبندی۔

موضع ساہوجہاں سے ڈُولی قوم کے کچھ لوگ فیروزپور علاقہ گلمرگ کشمیر میں جا کر آباد ہو گئے۔ ان میں حسب ذیل اصحاب کا نام برادری کے مشہور آدمیوں میں بتایا جاتا ہے۔ دیوان علی خاں۔ دوست محمد خان۔ دوست محمد خان ثانی ٹھیکیدار سید محمد خاں۔ عطا محمد خاں۔ شیر محمد خاں ہیڈ کانسٹیبل پولیس پشاور۔ بابو محمد خان نائیک پلٹن جموں۔ ولی محمد خاں پنشنر سپاہی پلٹن

سلوتری ودرہ ڈُولیاں۔ ڈوگرہ حکومت میں سلوتری کا موضع وزیر سندر سنگھ کی جاگیر میں آکر اس قوم کے ہاتھ سے نکل گیا۔ یہاں فیروز خاں موروثی سربراہ نمبردار ہے اس کا چھوٹا بھائی محمد خاں اچھا زمیندار اور مہمان نواز ہے۔

درہ ڈُولیاں کا نام ہی بتاتا ہے۔ کہ وہ ڈُولی قوم کے نام سے موسوم ہے۔ پونچھ سے یہ مقام چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس درہ کے سرداران ڈُولی کے سہ منزلہ پختہ مکانات اب کھنڈروں کی صورت میں نظر آ رہے ہیں۔ یہاں کے مشہور ڈُولی حسب ذیل ہیں۔ منشی غلام حسین خاں کمپونڈر ڈسپنسری اسسٹنٹ سرجن شیر محمد خاں۔ شیر علی خاں۔ سخی محمد خاں کنسٹیبل پولیس۔ بہرام الدین خاں حوالدار پولیس۔ حشمت خاں مجاہد۔ خان ولی خاں کنسٹیبل۔ فیروز خاں کنسٹیبل۔ محمد اکبر خاں کنسٹیبل۔ مولوی خان محمد خاں صوفی کنسٹیبل۔ غلام حسن خاں۔ حیدر خاں فیلبان۔ حیات اللہ خاں۔ صلاح محمد خاں۔ دوست محمد خاں۔ عبد اللہ خاں۔ شیر دل خاں شیر باز خاں۔ لنگا خاں۔ فتح محمد خاں۔ خان محمد خاں حوالدار پلٹن۔ علی حیدر خاں۔ بارغ حسین خاں۔ محبوب علی خاں۔ مولوی شیر باز خاں۔ فیروز علی خاں اور کالا خاں وغیرہ یہاں کے زمیندار ہیں۔ اور خوشحال ہیں۔

ڈھراٹہ وبجبالہ کسبہ وبیدان۔ کہتے ہیں کہ ڈھراٹہ کا ڈولی خاندان راجہ کے لقب سے مشہور رہا۔ ان کا قدیم موضع کا قلعہ ایک اونچی چٹان پر اب بھی موجود

محمد خاں سٹوڈنٹ فرزند غلام حسن خاں ڈوڈلی تاجر گوہلد مینڈر پونچھ

ہا ہے۔ اس خاندان سے سردار محمد خاں اب ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ نظر آرہا ہے۔ سلطان علی خاں ڈولی ڈھرانہ کا نمبردار ہے۔ اور چیتو ا خواں بعداللہ کس رہا ہے۔ متعلی خاں جو موضع گوہلہ میں رہتے ہیں۔ اسی خاندان کی نسل سے ہیں۔ وہ اپنی تجارت اور زمینداری کی وجہ سے کافی امانیانہ کے مالک ہیں۔ منشی حمید خاں جو سکول دھرم سال تحصیل مینڈھر میں اول مدرس ہیں انہی کے فرزند ہیں۔ محمد خاں متعلم منشی صاحب کا برادرزادہ اور غلام حسن خاں بیوپاری کا فرزند ہے۔ دھرم سال میں ایک معافی جو بچائیوں کو ملی ہوئی ہے۔ اور کئی گھماؤں پر مشتمل ہے۔ راجہ ڈھرانہ ہی کی عطا کردہ ہے۔ ڈوگرہ راج میں بھائیوں نے اس معافی کی موجودہ حکومت پونچھ سے تجدید کرالی ہے۔

سردار رحمت خاں ذہیح نام رستم خاں نے پچھلے سال چند قومی سرداروں کے کہنے پر اپنا ایک قیمتی رقبہ جامع مسجد کے لئے مفت دے دیا ہے۔ جس کی قیمت سینکڑوں روپیہ تک تھی۔

خاندان سرداران منڈلہ۔ منڈلہ کے ڈولی بڑے جنگ جو مشہور ہیں۔ راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں سردار دوست محمد خاں اس قوم میں ایک نامور تندرست اور حکیم گزرا ہے۔ ڈولیان منڈلہ کا بیان ہے۔ کہ راجہ موتی سنگھ کے وزیر اعظم میاں نظام الدین نے سردار دوست محمد خاں سے اُس کی ہمشیرہ کا رشتہ طلب کیا تھا۔ اور ہرچند کہ ان کے اقبال کے سامنے دوست محمد خاں کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہمارے خاندان میں غیر کفو میں رشتہ دینے کا دستور نہیں ہے۔ ان کا ایک جوان بیٹا محمد اکبر خاں بحالت لاولدی انتقال کر گیا۔ اب باقر علی خاں نام ایک فرزند موجود ہے۔

سردار سید احمد خاں منڈلہ اور سیہڑہ میں نمبردار اور آخرالذکر میں جاگیردار

بھی ہیں۔ خلیق اور ملنسار اور علم نواز ہیں۔ علاوہ ازیں اس موضع میں مندرجہ ذیل اصحاب بھی اس قوم کے قابل ذکر ہیں۔ محمد خاں۔ فتح عالم خاں۔ خان بہادر خاں اول۔ خان بہادر خاں ثانی۔ علی اکبر خاں۔ نواب علی خاں۔ ابراہیم خاں اسمٰعیل خاں۔ محبوب خاں۔ غلام حیدر خاں۔ شیر خاں

منڈلہ کے ڈوملیوں میں ایک نوجوان سید احمد خاں نام ہے۔ جو یو۔ پی اودھ کے ضلع بھڑائچ میں گورنمنٹ فارسٹ و ریلوے کنٹرکٹر ہے۔ اپنی قوم کا یہ واحد باہمت نوجوان ہے۔ جس نے اپنے وطن سے دور دراز علاقہ میں جا کر غیر معمولی شہرت و عزت حاصل کی ہے۔ اپنی قوم کو دوسری ترقی یافتہ قوموں کے دوش بدوش دیکھنے کا خواہشمند ہے۔ اس کے بڑے بھائی کا نام خان بہادر خان ہے وہ بھی اپنی برادری کا برگزیدہ ممبر ہے۔ سید احمد خاں پانچ سال فوج میں بھی رہے ہیں۔ بنگال جبل پور۔ ناگ پور۔ کامٹی اور بوشہر ایران تک ہو آئے ہیں۔ فوج کی ملازمت ہی میں تجارت کا شوق پیدا ہوا۔ اور اس میں خوب نام پیدا کیا۔ عمر ۳۵۔ ۳۶ سال کے قریب ہے۔

خاندان سردار کالا خاں ڈوملی آف منکوٹ۔ سردار کالا خاں بڑے ذی عزت اور با اقبال ڈوملی تھے۔ سنا ہے۔ پانچ پانچ سو روپیہ قیمت کی گھوڑیاں ان کے اصطبل میں رہا کرتی تھیں۔ سردار لعل خاں بھی یہاں اسی پایہ کے ایک ڈوملی بزرگ تھے۔ سردار کالا خاں کا فرزند کلاں منشی دولو خاں بڑا خوشنویس محاسب اور منتظم تھا۔ راجہ بلدیو سنگھ نے اس کی خدمات کے عوض اس کو چار سو کنال اراضی عطا کی تھی۔ اس کا بھائی سردار فضل داد خاں موجود ہے۔ ان کا فرزند خورد محمد شیر خاں ایک پسر ولی داد خاں چھوڑ کر انتقال کر چکا ہے۔ فرزند کلاں سردار محمد افضل خاں تعلیم یافتہ۔ علمدوست اور سوجھ بوجھ

مسٹر سید احمد خاں خلف الف خاں مُغل جنرل ریلوے کنٹرکٹر یو پی

کاسکرٹری ہے۔ سردار غلام سرور خاں خادم رئیس سیہڑہ کا شاگرد ہونے کی وجہ سے تجارت میں بھی خاص دلچسپی لیتا ہے۔ شکار کھیلنے کا بھی بہت شوق ہے۔ اور اپنے برادر زادہ ولی داد خاں نمبردار کا سربراہ ہے۔

منکوٹ کی ڈولی برادری میں اصحاب ذیل بھی قابل تذکرہ ہیں۔ سردار فضل داد خاں سابق محرر بندوبست۔ عطا محمد خاں۔ مقیبر خاں۔ علی اکبر خاں۔ حیدر خاں منشی بہادر خاں۔ بالا خاں۔ غلام حسین خاں۔ سائیں محمد خاں۔

موضع سراڑی تحصیل سدھنوتی کا ڈولی قبیلہ۔ یہ سارا گاؤں ڈولی قوم سے آباد ہے۔ یہ شاخ منکوٹ تحصیل مہنڈر سے یہاں آئی ہے۔ اس قوم کی خانہ شماری سوا دو سو گھر کے قریب بتائی جاتی ہے۔ یہاں مگھیان اور ملدیال اور گوجر اقوام کے بھی چند ایک گھر ہیں۔ اس گاؤں کے نمبردار پنچ ایں۔ اور وہ سب کے سب ڈولی خاندان سے ہیں۔ اور وہی اپنی برادری کے سرکردہ ہیں۔ ان میں سردار بہاول بخش خاں نہایت فہمیدہ بزرگ ہیں۔ ان کے فرزندان چھبو خاں و نوازش علی خاں موجود ہیں۔ باقی نام حسب ذیل ہیں۔ غلام محمد خاں سلطان محمد خاں۔ سبز علی خاں۔ غلام حیدر خاں۔ امیر علی خاں۔ مولوی محمد دین خاں آپ نے مدرسۃ العلوم دیوبند میں تعلیم پائی ہے۔ اور اچھے عالم اور علم تاریخ کے خاص شوقین ہیں۔

خاندان سردار اقبال خاں ڈلی آف ہٹل۔ سردار اقبال خاں نے راجہ موتی سنگھ اور ان کے فرزند سر راجہ بلدیو سنگھ دونوں کا عہد دیکھا ہے اپنے زمانہ میں وہ علاقہ مہنڈر کے کاردار تھے۔ اس خاندان میں محمد قاسم خاں تخلص ناکام اپنی شاعرانہ شہرت کی وجہ سے خاص عزت رکھتا ہے۔ محمد قاسم خاں کے والد سائیں لقا محمد خاں نہایت عابد و زاہد تھے مفتوح الغیب

کا ترجمہ انہوں نے پنجابی نظم میں کیا ہے۔ جو اب تک اس خاندان میں قلمی
موجود ہے۔ سردار شیر احمد خاں بھی سردار اقبال خاں کے ہمعصر تھے۔ ان کی
اولاد سے بگا خاں جو نمبردار بھی ہے۔ اور پولیس پشاور میں ہیڈ کانسٹبل ہے
اور محمد یعقوب خاں سارجنٹ پولیس پونچھ اور فیروز خاں موجود ہیں۔ سید محمد خاں
دیوا اور سائیں بقا محمد خاں ہیں کے فرزند کا نام جلال خاں ہے۔ جو موجود ہے۔

ان کے علاوہ ذیل میں اصحاب ذیل بھی قابل تذکرہ ہیں۔ شاہ ولی خاں
پنشنر فوج۔ سردار سید اللہ خاں اور ان کے ہر سہ فرزندان سردار محمد اشرف خاں
نمبردار۔ محمد اکبر خاں پنشنر فوج اور علی اکبر خاں۔ حوالدار پنشنر خان بہادر خاں۔
آپ کو شورش ۱۹۴۷ء کی خدمات کے صلہ میں راجہ جگت دیو سنگھ جی نے
ایک سو روپیہ نقد انعام دیا ہے۔ اللہ داد خاں۔ کالا خاں ریٹائرڈ۔ فضل داد خاں
ملازم فوجی۔ اکبر علی خاں نمبردار۔ سائیں زمان علی خاں۔ شاکر علی خاں۔ فجو خاں
علی اکبر خاں ولد شیر باز خاں۔ کرم داد خاں۔ دوست محمد خاں۔ نیک محمد خاں ماسٹر
نمبردار۔ علی اکبر خاں ولد بہادر خاں۔ فیض طلب خاں۔ دوسو خاں اور فقیر خاں۔

علاقہ کشمیر کے ڈولی ۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ کشمیر کے چک بادشاہوں
کے آخری ایام میں یعنی اکبر کی فتح کشمیر سے پیشتر خاص سری نگر میں ڈولی قوم
کا وجود پایا جاتا تھا۔ اور ان میں شمس ڈولی ایک ایسا نامور شخص گذرا ہے جس
سے بادشاہ کشمیر بھی خوف کھاتا تھا۔ اب سری نگر اور کشمیر ویلی میں بظاہر
تو کوئی ڈولی خاندان نظر نہیں آتا۔ ممکن ہے۔ وہ دیگر اقوام کے ساتھ رشتہ داریاں
کرکے اپنی اقلیت کی وجہ سے انہی میں خلط ملط ہو گیا ہو۔ البتہ کشمیر کی تحصیل
اوڑی اور تحصیل کرناہ میں ڈولی قوم کے چند گھر موجود ہیں۔ چنانچہ تحصیل اوڑی
کے موضع کھاہامہ میں اس قوم کے پندرہ گھر آباد ہیں۔ تحصیل کرناہ کے مواضعات

باڑہ و بہادر کوٹ میں بھی ڈوڈیوں کی مختصری آبادی کا پتہ ملتا ہے۔ باڑہ میں چار گھر ہیں۔ جن میں سمندر خان۔ فقیر محمد خان۔ ناصر علی خان اور موضع بہادر کوٹ کے دس گھروں میں ہاشم، وزیر محمد خان۔ منشی عزیز محمد خان اور سردار ولی محمد خان نمبردار گیرا اپنی برادریوں کے ممتاز افراد ہیں۔

ڈوڈی قوم کے متفرق مشاہیر

تیتری نوٹ۔ سردار (۱) شیر محمد خان مرحوم۔ جن کے تین قابل فرزندوں میں ایک سارجنٹ پولیس تھا۔ ایک پٹواری اور وہ دونوں لاولد انتقال کر گئے ہیں۔ اب مرحوم کا فرزند فاتح (۲) خان فوجی پنشنر نمبردار ہے۔ فقیر (۳) محمد خان۔ کالا خان (۴)۔ (۵) فیض طلب خان۔

موضع منڈھول۔ مرزا مغل اس گاؤں کے بانی ہوئے ہیں۔ لیکن ڈوڈی قوم کے یہاں اب جتنے مغل ہیں تعلیم سے بے بہرہ اور کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں۔ اس موضع میں کئی نمبرداریاں ہیں۔ ایک سردار بھگوان سنگھ جاگیردار و انعام خوار بھی ہیں۔ دوسرے دیوان گیان چند پوری گھڑتلی۔ تیسرے و چوتھے فتح بہادر خان و رحیم اللہ خان خان ڈوڈی۔ شیر محمد خان ولد فیروز خان۔ فقیر محمد خان۔ شیر خان ہاشم علی خان بانروار۔ ستار محمد خان۔ اس موضع کے ڈوڈی شاہین پرندوں کے بڑے شوقین ہیں۔

موضع کتہ۔ بہت مدت تک سرداران سہیڑہ کے قبضہ میں رہا۔ اب یہاں غلام حسن خان ڈوڈی نمبردار ہے۔ میر محمد خان و محمد ولی خان ہمسائے ہیں۔ شان خان و حیدر خان۔ رحمت خان۔ نور خان و الٰہ دتہ۔ لنگا خان جمعدار پی ڈبلیو ڈی۔

موضع دبڑاج۔ سردار صاحب خان نمبردار۔ اکبر خان۔ روڈا خان۔ کاکا خان۔

موضع ساغرہ۔ سردار غلام حسن خاں موضع ساغرہ کے علاوہ گاہنی کے بھی نمبردار ہیں اس شاخ میں منشی محمد فیروزالدین خاں حکمت و علوم عربیہ سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں۔ باغ حسن خاں۔ شہادت خاں۔ صحبت علی خاں۔ فضل داد خاں۔ فیض طلب خاں دیوان بخش خاں۔ علی اکبر خاں۔ حشمت خاں پنشنر کانسٹبل۔ کریداد خاں پنشنر۔ امیر علی خاں سنیاسی یہاں کے مشہور دولیوں میں ہیں۔

موضع چھجلہ۔ غلام حیدر خاں نمبردار۔ پہندا خاں

موضع باٹیلہ منڈی۔ چنڈک کے ایک سردار موجدین خاں عرصہ ہوا۔ یہاں موسم گرما بسر کرنے کیلئے آئے۔ لیکن یہاں کی خوشگوار آب وہوا اور سبزہ زاروں اور قدرتی آبشاروں کے مناظر نے پھر جیتے جی انہیں چنڈک واپس نہ جانے دیا۔ انہی کی ذریات سے ہاشم علی خاں یہاں ان کی چھٹی پشت میں ہے۔ اس کے فرزندان سید محمد خاں۔ امیر خاں۔ عطا محمد خاں۔ وزیر محمد خاں اور اس کا برادرزادہ یوسف خاں خلف نواب خاں موجود ہیں سب زراعتی کاروبار کرتے ہیں۔

اعظم آباد علاقہ منڈی۔ یہاں دولی قوم کے اصحاب ذیل قابل ذکر ہیں۔ شیر محمد خاں۔ مسطور علی خاں نمبردار۔ شاہ ولی خاں۔ محمد علی خاں۔ فقیر محمد خاں شیر محمد خاں۔ امیر علی خاں۔ ولی محمد خاں۔ فقیر محمد خاں ثانی۔

بیدار بلبنانی علاقہ منڈی۔ فقیر محمد خاں۔ وزیر محمد خاں۔ فتح محمد خاں۔ سردار محمد خاں ناظر علی خاں۔ عبدالعزیز خاں اول۔ شاہ محمد خاں۔ عبداللہ خاں۔ ابراہیم خاں جلال الدین خاں۔ سید محمد خاں۔ عمر بخش خاں۔ عبدالعزیز خاں ثانی۔ اکبر علی خاں۔ جمال الدین خاں

موضع کھنڈبوٹ تحصیل کوٹلی۔ یہ لوگ اپنے آپ کو دولی قوم کے ایک مقتدر رئیس مرزا اسفندیار کی اولاد سے بتاتے ہیں۔ سردار ناصر خاں اور سردار موہنا خاں یہاں کے نمبردار ہیں۔ مختار خاں بھی یہاں

کے دو لیوں میں سر برآوردہ ہے۔ دوسرے مقامات کی طرح یہاں کے ڈولی بھی علم سے عموماً بے بہرہ ہیں۔

موضع جھنجوڑہ تحصیل کوٹلی۔ یہاں بہادر خاں۔ سردار دیوان علی خاں۔ سردار ناصر خاں و ولی محمد خاں قابل ذکر ہیں۔

فصل پنجم

ڈوہال

ٹھکیال راجپوتوں کے سلسلہ میں راجہ دھرم چند عرف راجہ شاداب خاں کا ذکر ہو چکا ہے۔ جو راجہ چب چند بانئے قوم چب والئے بھمبر کی ساتویں پشت میں تھا۔ ڈوہال عرف دوہیال قوم کی روایات کے مطابق جب راجہ دھرم چند کے دہلی میں مسلمان ہو جانے اور ایک بادشاہی امیر کے ہاں شادی کر لینے کی خبر بھمبر پہونچی۔ تو اُس کی قوم اور برادری اور دیگر معززین نے اُس کے دوسرے بھائی[1] کو اپنا راجہ بنایا۔ اُس کے بھائی نے جس کا نام ڈوہیال قوم راجہ پرب چند بتاتی ہے۔ اس خیال سے کہ راجہ دھرم چند اب ہندو نہیں رہا۔ اس کی رانی کو اپنے عقد میں لانا چاہا۔ لیکن رانی نے اپنے خاوند کے مسلمان ہو جانے کے بعد بھی کسی اور کے حبالۂ نکاح میں آنا منظور نہ کیا۔ بلکہ ایک سارنگی نواز کو جو راجہ

[1] ڈوہالوں کی قدیم روایات کے مطابق راجہ دھرم چند عرف راجہ شاداب خاں کے چند اور بھائی بھی تھے اور ان میں شاداب خاں سے چھوٹا راجہ پرب چند عرف دوام خاں تھا۔

دھرم چند کا منظور نظر تھا۔ ایک دردناک خط دے کر اپنے خاوند کے پاس دہلی روانہ کیا۔ اور راجہ کے دہلی جانے کے بعد بھمبر میں جو سیاسی انقلاب پیدا ہوا۔ اور راجہ کے بھائی نے راجہ بھمبر بن کر بھائی کی بیوی سے جو سلوک کرنا چاہا۔ اُس کی تمام کیفیت اس کو لکھ دی۔ اور اُسے بھمبر واپس آنے کی دعوت دی۔

ڈومال راجپوتوں کی ہسٹری بتاتی ہے۔ کہ ہر چند راجہ دھرم چند عرف راجہ شاداب خاں نے دہلی میں شادی بھی کر لی تھی۔ اور اُس سے اولاد بھی موجود تھی۔ تاہم خط دیکھتے ہی حب الوطنی کی لہر بجلی کی طرح اس کے دل میں سرایت کر گئی۔ اور وہ شکار کے بہانے دہلی سے باہر نکلا۔ اور باد رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر ہوا ہو گیا۔ جیسا کہ ٹھکیال راجپوتوں کے حالات میں مختصر طور پر بتایا گیا ہے ہیبت قندھاری نے ایک جمعیت کے ساتھ اُس کا تعاقب کیا۔ اور بھمبر کے قریب جب دونوں آمنے سامنے ہوئے۔ تو ایک دوسرے کے زخموں سے دونوں ہی ہلاک ہو گئے۔

راجہ شاداب خاں کے انتقال کے بعد راجہ پرب چند عرف راجہ دوئم خاں اپنے بھائی کے خدشہ سے بالکل آزاد ہو گیا۔ اُس نے پھر ایک دفعہ شاداب خاں کی بیوہ رانی کو اپنے محل میں لانا چاہا۔ بہت سے وکیل بھی درمیان ڈالے۔ نشیب و فراز بھی سمجھائے۔ لیکن اس ثابت قدم عورت پر کسی قسم کا کوئی جادو نہ چل سکا۔

راجہ دھرم چند عرف شاداب خاں کے فرزند بھی موجود تھے۔ ان کی موجودگی اور رانی کا انکار یہ دونوں باتیں راجہ پرب چند کو خار کی طرح کھٹک رہی تھیں۔ حکمران خاندان اور دیگر اُمراء وزراء نے جب دیکھا کہ راجہ اپنی حکومت کے استقلال کے لیے اپنے معصوم بھتیجوں کو سدِ راہ سمجھ رہا ہے۔ اور ان کے متعلق اس

کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ تو سب لوگ اس کے خلاف ہو گئے
اسی دوران میں کسی پیر مرد خضر صورت مسلمان بزرگ نے اس پر اسلام کی خوبیاں ظاہر کیں۔ اور وہ اپنے چند خیر خواہوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ چونکہ وہ شاداب خاں کا چھوٹا بھائی تھا۔ اور اس سے دوسرے درجہ پر تھا۔ اس لئے وہ ڈڈیال راجپوتوں کے قول کے مطابق راجہ دوئم کہلایا۔ اور مسلمان ہونے کے بعد اُس نے اپنا اسلامی نام دوئم خاں رکھا۔ یہ واقعہ آج (۱۹۳۶ء) سے قریباً سوا چار سو سال پیشتر کا بیان کیا جاتا ہے۔
راجہ دوئم خاں بھمبر بلکہ بھمبر کی حکومت سے بیزار و مایوس ہو کر عیال و اطفال اور اپنے چند جان نثاروں کے ہمراہ راجوری کی حدود میں داخل ہوئے اُس زمانہ میں راجوری پر راجہ بہادر خاں عرف بہادر سینہ کی حکومت تھی۔ یہ راجہ ۹۱۹ھ سے ۹۷۰ھ تک راجوری کا حکمران رہا ہے۔ راجہ راجوری نے راجہ دوئم خاں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس کے متعلق ڈڈیال قوم کی ہسٹری خاموش ہے۔ البتہ ڈڈیالوں میں یہ مشہور ہے۔ کہ راجوری کی مملکت میں دریڈہ اور جہڑہ نام سے جو دو قومیں تھیں۔ وہ اپنی غارتگریوں اور سرکشیوں کی وجہ سے راجہ راجوری اور رعایائے راجوری کے لئے وبال جان تھیں۔ راجہ دوئم خاں نے رفتہ رفتہ پہلے ان کے جابرانہ اقتدار کو خاک میں ملایا۔ اور پھر دریڈوں کا قتل عام کر کے ان کی لاشوں کو گہرے پانی میں پھینکوا دیا۔ وہ ڈاب یعنی پانی کی وہ گہری جگہ اب تک دریڈوں والی ڈاب کے نام سے مشہور ہے۔ یہ نالہ جہاں یہ ڈاب ہے۔ تحصیل راجوری کے موضع دہری[1] دہرہ

---

[1] آبادی ۳۲۲ نفوس۔ سوائے ۱۰ ہندوؤں کے باقی سب مسلمان۔

میں واقعہ ہے۔

راجہ دو دیم خاں نے جس مقام پر اپنے محلات تعمیر کئے۔ اس کا نام راجدھانی رکھا۔ چنانچہ تحصیل راجوری میں اب تک اس نام کے دو گاؤں موجود ہیں۔ ایک راجدھانی میں ۱۰۷۶ نفوس کی آبادی ہے۔ اور وہ سب مسلمان ہیں۔ دوسرے موضع راجدھانی میں ۵۶۰ نفوس آباد ہیں۔ اور وہ بھی سب مسلمان ہیں۔ چونکہ ریاست جموں و کشمیر کی فہرست دیہہ وار مرتبہ ۱۹۲۱ء میں دہری دہرہ جس کے متصل دریڈوں والی ڈاب واقعہ ہے۔ ۱۰۷۶ نفوس والی راجدھانی کے قرب میں درج ہے۔ اس لئے خیال ہے۔ کہ وہی موضع راجہ دودم خاں کی راجدھانی تھا۔

راجوری کے علاقہ رام گڑھ اور تھکیالہ پونچھ کے علاقہ پڑاوہ کے درمیان ایک پہاڑی حائل ہے۔ جس کو کوہ پیر سید فاضل شاہؒ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان علاقوں کے اندر ڈویمال قوم ہی آباد ہے۔ جس کا بانی راجہ دودم خاں ہوا ہے۔ اس قطعۂ زمین کے عین بالمقابل بھمبر والی گلی واقعہ ہے اور اس سلسلہ میں یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ راجہ دودیم خاں یہیں تک آیا تھا۔ اور چونکہ وہ بھمبر سے آیا تھا۔ اس لئے اس جگہ کا نام بھمبر والی گلی مشہور ہو گیا۔ شجرہ نسب جس قوم یا جس خاندان کا لکھا جاتا ہے۔ اس میں عموماً شاخ

سلہ سٹاہلی چیڑ واقعہ تھکیالہ پڑاوہ کے ساتھ جو اونچی پہاڑی علاقہ مہنڈر کے عین اُدپر واقعہ ہے۔ وہی پیر سید فاضل کہلاتی ہے۔ یہ جگہ نہایت سرد مقام ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ پیر سید فاضل کوئی بزرگ تھے۔ کچھ عرصہ تک ان کی یہاں نشست گاہ رہی ہے۔ لیکن خوش اعتقاد لوگ اب تک یہاں چڑھاوا چڑھاتے رہتے ہیں۔

کلاں کا ہی ذکر کیا جاتا ہے۔ یا جس شاخ کے جس شخص کا شجرہ مطلوب ہو۔ وہ اپنی شاخ کو اپنی کسی بڑے بزرگ سے ملا دیتا ہے۔ اسی طرح تاریخ راجپوتان پنجاب اور تاریخ چبال میں عموماً بڑی شاخوں ہی کا ذکر ہے۔ تاریخ چبال چونکہ چب قوم کے اس طبقہ ہی کے متعلق ہے۔ جو تحصیل بھمبر یا اس کے ملحقات میں آباد ہے۔ اس لئے اس نے راجہ دھرم چند عرف راجہ شاداب خاں کے سوا جو فرزند کلاں تھا۔ اس کے کسی اور بھائی کا یا اُن کی اولاد کا ذکر تک نہیں کیا جس طرح سینہ بسینہ روایات سے بعض اور اقوام نے اپنے شجرے محفوظ رکھے ہیں۔ اسی طرح ڈوہمال قوم کو بھی اپنے شجرہ پر کامل اعتماد و اتفاق ہے۔ البتہ راجہ پرب چند کا نام پہلے راجہ دویٹم اور پھر قبول اسلام کے بعد دویٹم خاں ہونا ذرا تصریح طلب ہے

ددمال قوم جو راجہ دویٹم خاں یا دوم خاں کی اولاد سے ہے۔ دوم یا دویٹم نام کی وجہ تسمیہ یہ بتاتی ہے۔ کہ پرب چند چونکہ اپنے باپ کا دوسرا بیٹا تھا۔ جب وہ اپنے بڑے بھائی کے مسلمان ہونے کے بعد مسند نشین ہوا۔ تو راجہ دوم کہلایا اور مسلمان ہونے کے بعد دوم سے دوم خاں ہو جانا چنداں تعجب انگیز نہیں ہے۔ بقول مولانا سید سلیمانؒ ندوی تاریخ سے اس قسم کے بزرگوں کی

لہ علامہ مولانا سید سلیمان ندوی دارالمصنفین اعظم گڑھ کے صدر اعلیٰ ہندوستان کے مشہور علمی و ادبی رسالہ معارف کے چیف ایڈیٹر۔ مولانا شبلی مرحوم کے شاگرد رشید اور عہد حاضرہ کے مؤرخ اعظم ہیں۔ وہ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں نادر شاہ شہید بادشاہ افغانستان کی دعوت پر ڈاکٹر سر محمد اقبال اور نواب مسعود جنگ سید راس مسعود بہادر کے ہمراہ افغانستان گئے تھے۔ واپسی پر آپ نے سفر افغانستان کے عنوان سے اپنے سفر کے حالات و تجربات ہیں

بقیہ دیکھو صفحہ ۳۵۶

شخصیت کا ثبوت بہم پہنچانا گو بظاہر دشوار ہے لیکن شہرت عام کی قطعی تکذیب اس سے بھی مشکل ہے۔

اس لیے راجہ پرب چند کا نام راجہ دوم ہو یا دوم خاں۔ بہر حال وہ چپ چند کی اولاد سے تھا۔ اور دومال نام کی اصل بنیاد کا تعلق ضرور دوم یا دوئیم یا دوین کے لفظ سے ہے۔ جموں اور پونچھ میں مسلمان اور ہندو راجپوتوں کی بیشتر ذاتیں ایسی ہیں۔ جو اپنے کسی نہ کسی بزرگ کے نام سے موسوم ہیں۔ مثلاً بہتر دیو سے بندرال۔ بہتر دیو کے فرزند مکند دیو کی اولاد موضع رانگ میں رہنے سے رنگال کہلاتی ہے۔ راجگان منڈی جو چندر بنسی ہیں منڈی میں رہنے کی وجہ سے منڈیال۔ کلو والے راجگان کلوال۔ راجہ فتیل برمار (۲۲ ب) کی اولاد چھپہ (موجودہ نام چمبہ) میں رہنے سے چمبیال۔ راجہ بیر چند کی اولاد بنی میں رہنے سے بنیال کہلائی۔ غرض اسی طرح تھنیال۔ سندرال۔ اودکال۔ ٹھنڈال جمال وغیرہ کئی راجپوت ذاتیں جموں اور کانگڑہ کے ملحقات میں موجود ہیں۔ خود پونچھ ایسی ذاتوں اور گوتوں سے بھرا ہوا ہے۔ جن کے بعد الف لام آتا ہے۔ جیسے بگھیال۔ تھکیال۔ سدھال۔ رُوپلال وغیرہ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۵۵۔ جو طویل سلسلۂ مضامین لکھا۔ اس میں مارچ ۱۹۳۴ء کے معارف میں بالا حصار میں "دو صحابیوں کے مزار" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ افغانوں میں ان کے نام حضرت تمیم اور حضرت جبیر مشہور ہیں۔ اسی سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں کہ تاریخ سے ان صحابیوں کے یہاں آنے کا ثبوت دشوار ہے۔ لیکن شہرت عام جو صدہا سال سے چلی آتی ہے۔ اس کی تکذیب بھی مشکل ہے۔ اسی بنا پر نادر شاہ بادشاہ افغانستان نے ان دونوں بزرگوں کی قبروں کی مرمت کرائی ہے۔ اور آخر میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ اسی عقیدت عام کی بنا پر میں دعائے مسنون پڑھ کر یہاں سے واپس آیا۔

اس لئے ایک ایسے نام دوتم یا اس کے نام پر دوتال قوم کی تکذیب جس کا ذکر سوا چار سو سال سے سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے۔ فی الواقعہ امر محال ہے۔ بلکہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ دوتال قوم اپنے بزرگ دوم یا دوئیم یا دوہیں کے نام ہی سے عرف عام کے طور پر مشہور رہی ہے[1]۔ پھر دوتال قوم کی تاریخ اس بات کا بھی ثبوت دیتی ہے۔ کہ جس طرح راجہ شاداب خاں کی قبر اُدھی، ڈھکی پر بھمبر کے مقام پر موجود ہے۔ اور وہاں جب قوم اس کا کمال احترام کرتی ہے۔ اسی طرح راجہ شاداب خاں کے بھائی راجہ دوم خاں کا مزار موضع ناڑہ دفی داخلی راجدھانی میں جو راجوری کی تحصیل میں واقعہ ہے۔ اب تک موجود ہے۔ اور چار صدیوں سے اس مزار پر دوتیال قوم سالانہ فاتحہ خوانی کرتی ہے۔ بلکہ سالہا سال تک دوتیال قوم کی رسم موتراشی بھی اسی مزار پر ادا ہوتی رہی ہے۔

راجہ دوئیم خان کے حسب ذیل تین فرزند تھے۔ سردار گماں خاں عرف گمان خاں۔ سردار بیرولی خاں۔ سردار مولاداد خاں۔ ان میں سے بطن[2]

---

[1] مغل خاندان میں بھی اس قسم کے نام پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ اویماق مغل میں دوتیں خاں ابن بوتا خاں بوزنجری کا نام موجود ہے۔ دوتیں خاں کے متعلق اویماق مغل میں (صفحہ ۲۶۰) پر اندرج ہے۔ "دوتیں خاں ابن بوتا خاں بوزنجری والئے تخت مغولستان بعد از پدر بر سریر سلطنت جائے گرفت"۔ دوتیں خاں کی چوتھی پشت میں تومنہ خاں ابن بالسنیقر خاں مغولستان کا بادشاہ گذرا ہے۔ اس کے دو فرزند تھے۔ سب سے بڑے کا نام اس کی اولیت کے لحاظ سے قبل خاں تھا اور دوسرے کا قاچولی بہادر۔ قبل خاں کی چوتھی پشت میں چنگیز خاں اور قاچولی برادر کی آٹھویں پشت میں امیر تیمور ہوا ہے۔ اسلئے اگر قبل خاں نام ہو سکتا ہے۔ تو دوم خاں نام بھی غیر ممکنات میں سے نہیں ہے۔

کی اولاد راجوری ریاست جموں کے مواضعات ذیل میں آباد ہے۔ راجدھانی پنجگرائیں۔ لگوڑہ۔ رگ کلالی۔ نیلی۔ بنی کوٹ۔ حیات پورہ۔ سروله۔ دہری دھڑہ منگل نار۔ دبر طورٹ۔ پنزاڑہ۔ گلہوتی (جو سردار گمان خاں کے نام پر آباد ہے)

گلہوتہ والی شاخ موضع منگل نار تحصیل راجپورہ راجوری سے آئی ہے۔ اس شاخ کے بزرگان ذیل:۔ سردار بھولا خاں۔ سردار ہاشم علی خاں۔ سردار ناظر خاں۔ سردار نیک محمد خاں۔ سردار شیر خاں گلہوتہ آباد ہوئے۔ جن کی اولاد موجود ہے۔

فرزند سیوم سردار مولاداد خاں ملحقہ علاقہ پڑادہ کے موضع مجھان میں آباد ہوا جس کی پانچویں پشت میں سردار سورج خاں کے پانچ فرزندوں نے اپنے خاندان کو بہت وسعت دی۔ سورج خاں کے فرزندوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ سردار روپال خاں۔ گگھڑ خاں۔ ماکو خاں۔ پوہرو خاں۔ گوہر خاں۔

۱۔ سردار روپال خاں کی اولاد مواضعات مجھان۔ کھنڈہار۔ پلانی۔ دنوٹ میں آباد ہے۔

۲۔ گگھڑ خاں کی اولاد نصف موضع دھڑونٹی اور نصف موضع سلسوتہ میں ہے۔

۳۔ ماکو خاں کی اولاد آدھی دھڑانی اور آدھی رملوتہ میں ہے۔

۴۔ پوہرو خاں کی اولاد مواضعات ذیل میں آباد ہے۔ بھروتی۔ پنجنی۔ سوہالہ۔ کنڈی۔ علاقہ پڑادہ جہاں دوڈیال قوم آباد ہے۔ اسی پوہرو خاں کے نام پر آباد ہے۔ موضع بھروتی بھی اسی کا آباد کردہ ہے۔ پوہرو خاں کو عوام بھورو خان بھی کہتے تھے۔

لہ ان تیرہ دیہات میں دوڈیال قوم کو بھی بمثل افراد راجگان چبال وغیرہ حقوق ملکیت حاصل ہیں بلکہ چبوں اور دوڈیالوں کے حقوق میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔

دوڈیال قوم کے اکثر افراد وقتاً فوقتاً علاقہ پڑادہ سے نکل کر تحصیل مہنڈر، تحصیل سدھنتی اور قلمرو جموں کی تحصیل کوٹلی کے مواضعات میں آباد ہوتے رہے۔ ان مواضعات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تحصیل مہنڈر (پونچھ) گھونہ۔ تکہ منجھاڑی۔ بجاڑ وہوڑیاں۔ دنار گلہوں گوعلد۔ اڑلی۔ بھیرہ۔

تحصیل سدھنتی (پونچھ) بارل۔ دھمن۔ پکھوناڑہ۔

تحصیل کوٹلی (جموں)۔ کرٹی۔ کھنڈ گجراں۔ برموچ۔ چڑکی۔ ٹائیں۔ بنڈلی۔ بہادر جوٹ۔ جگال بار۔ لڑدکا۔ لام۔ پکھرنی۔

ان مواضعات میں جو دوڈیال زمانہ قدیم سے آباد ہیں۔ انہی کی اولاد نمبرداری وغیرہ کی اعزاز یافتہ ہے۔ جو لوگ ان کے بعد گئے۔ وہ عام زمینداروں کی طرح گذر اوقات کر رہے ہیں۔

اس قوم کا اصل نام دوڈیال ہے۔ لیکن لفظوں اور ناموں کی سرگزشتوں میں مرور ایام کی بدولت جو انقلاب آیا کرتا ہے۔ اس سے یہ قوم بھی نہیں بچ سکی اب یہ قوم ڈومال کہلاتی ہے۔ جیسے باغ داد سے بغداد۔ لہاور سے لاہور۔ پرشرور سے پشرور۔ پُرشور سے پشاور۔ اور پراتہ سے پڑادہ بن گیا۔ اور کشمیر کی ایک ڈار قوم سے دار قبیلہ علٰحدہ نکل آیا۔ اسی طرح دوڈیال نے ڈومال کی شکل تبدیل کرلی۔ اب یہی غلط العام فصیح ہو رہا ہے۔

کاغذات بندوبست میں دوڈیال راجپوتان علاقہ پڑادہ کو مالک اراضی اور رعایائے ریاست جموں لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے۔ کہ ٹھیکیدار پڑادہ کے مستاجری میں آجانے کی وجہ سے ابھی تک اس علاقہ کے لوگ ان حقوق زرعی سے عملاً محروم ہیں۔ جو ان کے ہم جدیوں کو علاقہ رام گڑھ راجوری اور علاقہ چہال میں

ملے ہوئے ہیں۔

دوتھیال راجپوتوں میں پھر کئی گروہ بندیاں ہیں۔ اور ہر گروہ کسی نہ کسی بزرگ کے نام سے موسوم ہے۔ مثلاً سردار بھوج خاں دوتھیال کی اولاد بھوتجال دوتھیال۔ سردار پوہر وخاں کی اولاد بھروال۔ سردار مرزا خاں کی اولاد مرزیال۔ سردار لگ خاں کی اولاد گلنہال اور اسی طرح اس قوم کا ایک اور طبقہ اپنے کسی بزرگ کے نام پر سسوال دوتھیال کہلاتا ہے۔

دوتھیال راجپوتوں کی باہمی رشتہ داریوں کے علاوہ راجپوتان ڈبل ٹھکیال منہاس۔ منگرال۔ منہال۔ چب۔ فیروزال۔ کلوترہ۔ جرال۔ ٹھکر۔ کھکھڑیل۔ سے بھی شادی غمی اور سلسلۂ مناکحت کے تعلقات قائم ہیں۔

مشاہیر قوم دومال راجپوت

دھرائی علاقہ پڑادہ۔ سائیں بہادر علی خاں یہاں ایک جید عالم گذرے ہیں۔ جنہوں نے اپنے ذاتی شوق سے سینکڑوں روپے خرچ کرکے ایک کتب خانہ بھی قائم کیا تھا۔ جو اب تک موجود ہے۔ طریقۂ قادریہ نوشاہیہ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ اور ہزارہا ارادتمندوں کے پیر تھے۔ حکومت نے بھی ہمیشہ ان کی قدر کی ہے۔ ۲۸ ماگھ ۱۹۸۳ب کو چہار شنبہ کے دن نماز ظہر کا سجدہ ادا کرتے ہوئے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ ہر سال ۶ شعبان کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

چھ فرزند آپ سے یادگار ہیں۔ فرزند اکبر مولوی سردار بشیر علی خاں ہیں۔ جو نمبردار ہونے کے علاوہ تمام علاقہ ٹھکیالہ بڑادہ کے قاضی گیردار نکاح خوانان ہیں۔ قومی اصلاحات کے حامی ہیں۔ اسلامی مجالس میں ان کے موعظہ حسنہ نہایت موثر ہوتے ہیں۔ منشی امیر محمد خاں آپ کے برادر خورد پونچھ کے محکمہ تعلیم میں ملازم ہیں۔ جن کی زندگی کا بہترین حصہ علاقہ ہذا کے بچوں کی علمی ترقی پر صرف

ہو رہا ہے۔ باقی بھائیوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ اسمٰعیل خاں۔ غلام حسین خاں
شاہ محمد خاں۔ علی اکبر خاں۔ سائیں بہادر علی خاں۔ راجہ پوہر خاں بانیٔ پیڑا کے
کے بھائی لگھر خاں کی اولاد سے ہیں۔

اسی موضع میں سردار سمت خاں و سردار سرمست خاں نمبردار ہیں۔ سردار
سرمست خاں کا بیٹا منشی محمد حسین خاں ایک فہمیدہ نوجوان ہے۔

دھراٹی ہی میں سردار قاسم خاں ایک فرزانہ دومال تھا۔ جو مہاراجہ
بہادر جموں و کشمیر کی فوج میں ملازم تھا۔ اس نے پنشن پر آکر اپنی زمینداری کو
بہت وسعت دی۔ منشی علی اکبر خاں۔ جو علاقہ رام گڑھ راجوری میں پٹواری ہے
آپ ہی کا فرزند ہے۔

حوالدار میجر بابو بیندا خاں حاضر ملازمت اور حوالدار بیر محمد خاں ریٹائرڈ بھی
اس موضع میں قابل ذکر ہیں۔

کریلہ داخلی مجھان۔ اس موضع میں سردار اللہ دتا خاں[1] ایک مشہور و معروف بزرگ
گزرے ہیں۔ راجہ موتی سنگھ فرمانروائے پونچھ نے ایک موقعہ پر آپ کے حسن
انتظام سے خوش ہو کر ۲۴ر کاتک ۱۹۴۶ب کے ایک ارشاد کے ذریعہ آپ
کی عزت افزائی کی۔ سر راجہ بلدیو سنگھ والئے پونچھ کے زمانہ میں آپ کی
اس سے بھی زیادہ قدر افزائی ہوئی۔ سب سے پہلے بابو دیوی سنگھ مدار المہام نے

[1] آپ کے والد کا نام سردار رستم خاں تھا۔ جو مہاراجہ رنبیر سنگھ کے زمانہ میں علاقہ جموں میں ایک معزز عہدہ پر تعینات تھے۔ راجہ موتی سنگھ کی دعوت پر آپ اپنے وطن ریاست پونچھ میں آگئے۔ سردار رستم خاں۔ سردار منور خاں بن سردار مرزا خاں کی اولاد سے تھے۔ جو ایک لحاظ سے دومالان کریلہ کا باوا آدم گذرا ہے۔ کیونکہ سب اسی کی ذریات سے ہیں۔ سردار مرزا خاں کے خاندان کو مرزیال دومال کہتے ہیں۔

۲۳ہاڑ ۱۹۵۸ب کو ایک سارٹیفکیٹ حکومت کی خیرخواہی و وفاداری کا عطا کیا۔ پھر خود راجہ بلدیو سنگھ آنجہانی نے ۵ اہاڑ ۱۹۶۶ب کے مطابق خیر خواہی و خیر اندیشی سرکار کے صلہ میں سردار کا خطاب مرحمت فرمایا۔ علاقہ پڑادہ تھکیالہ کے تنازعہ پر سردار اللہ دتا خاں نے حکومت پونچھ کو جو مدد دی۔ اس کے صلہ میں سر راجہ بلدیو سنگھ نے خوش ہو کر اپنے ارشاد ۳۰ جلیٹھ سمت ۱۹۶۸ب کے مطابق ماہوار ۲۵ روپیہ سالانہ کی آپ کو جاگیر عطا کی۔ اور ہمیشہ آپ کو اپنا دست راست تصور کیا۔ سردار صاحب جب کبھی پونچھ آیا کرتے۔ تو شاہی مہمان تصور کئے جاتے تھے۔

اپنی قوم اور اپنے علاقہ کی جہالت و بے علمی کا انہیں بہت احساس تھا اسی احساس ملیڈ کی بدولت آپ نے اپنا ایک مکان سکول کے لئے وقف کر دیا ٹیکس کسٹم جو اس علاقہ کے لوگوں پر ایک ناگوار بوجھ تھا۔ کی تخفیف کے لئے حکومت سے ہمیشہ مطالبہ کرتے رہے۔ علم حکمت سے بھی اچھے واقف تھے اور ہمیشہ علاج معالجہ عنداللہ کرتے رہے۔ سلسلۂ قادریہ نوشاہیہ میں منسلک تھے۔ آپ ۸ ۲ اسوج ۱۹۷۵ب کو وفات پا گئے ع خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔ آپ کے چار صاحبزادے بفضلہ بقید حیات موجود ہیں۔ فرزند اکبر سردار فیروز خاں گذشتہ شورش کے ایام میں قید ہو گئے۔ لیکن جب حکومت پر حق و باطل کا اظہار ہوا۔ تو آپ کو باعزت بری کر دیا گیا۔ سرکاری مدرسہ آپ ہی کے ایک مکان میں واقعہ ہے۔ جو حکومت کو محض تعلیم و تدریس کے لئے آپ نے مفت دے رکھا ہے۔ کریلہ منڈھیتر کی سرحد پر ایک تالاب جو رفاہ عام کے لئے ہے۔ آپ ہی نے اپنی جیب خاص سے پانچ سو روپیہ خرچ کر کے تعمیر کرایا ہے۔

سردار فتح محمد خاں رئیس کریلہ تھکیالہ پڑادہ پونچھ
ممبر لیجسلیٹو اسمبلی گورنمنٹ جموں و کشمیر

آپ کے برادر کوچک سردار نوازش علی خاں نقشبندی نے جو ہمدوست اور صوفی منش بزرگ ہیں۔ بڑادہ تھکیالہ کے ٹیکس کے خلاف عدالت میں دلیرانہ بیان دیا ہے۔ اس علاقہ میں اس کا عام چرچا ہے۔ ان کا فرزند بعمر ایک سال۔ محمد صادق نام ہے۔

سردار فتح محمد خاں نے جو سردار فیروز خاں کے فرزند ہیں۔ اپنے خاندان کا نام اپنے بزرگوں سے بھی زیادہ روشن کر رکھا ہے۔ آپ محکمہ پولیس پونچھ میں بعہدہ سارجنٹ ملازم تھے۔ پولیس ٹریننگ سکول پھلور (پنجاب) کے ٹرینڈ ہیں۔ لیکن بعض وجوہات سے ملازمت ترک کر دی۔ اور خانہ نشین ہو گئے انہی ایام میں جموں و کشمیر ایجی ٹیشن کا سلسلہ منازل و مراحل طے کرتا ہوا میرپور سے کوٹلی اور کوٹلی سے تھکیالہ پڑادہ آ پونچا۔ آپ پر اور الزامات کے علاوہ قتل کے تین جرم عائد کئے گئے۔ لیکن آخر ایک عرصہ کی چھان بین اور تحقیقات کے بعد آپ بالکل بے لوث ثابت ہوئے۔ آپ انجمن تحفظ زمینداران پونچھ کے صدر اور علاقہ تھکیالہ پڑادہ کے قومی نمائندہ بلکہ رہنما ہیں۔ آپ ہی کی مساعی جمیلہ سے حکومت پونچھ نے ۲ سالہ چوکیات کسٹم مابین تھکیالہ پڑادہ و راجوری و کوٹلی ۸ ار چیت ۱۹۸۹ء کو اٹھا لیں۔ اور غریب رعایا نے آرام کا سانس لیا۔

جموں و کشمیر اسمبلی کے لئے دربار کشمیر نے علاقہ پونچھ کو بھی تین ممبروں کا حق دیا ہوا ہے۔ جن میں دو مسلمان ہیں۔ مسلمانوں کی آبادی پونچھ میں ساڑھے تین لاکھ سے زیادہ ہے۔ اور چار تحصیلیں ہیں۔ تحصیل حویلی یعنی تحصیل خاص اور تحصیل مہنڈر کے مسلمانوں نے اسمبلی کے لئے آپ کو اپنا نمائندہ اور ترجمان منتخب کیا۔ چنانچہ وہ فتح محمد خاں جس نے اپنے مستقبل سے مایوس ہو کر اپنی ملازمت

ترک کردی تھی۔ اور ایک معمولی سارجنٹ تھا۔ اب جموں وکشمیر اسمبلی کا ممبر اور قریباً ۱½ لاکھ مسلمانوں کا لیڈر رہے۔ اور اعزاز کے لحاظ سے گزیٹڈ افسروں کے برابر اور مہاراجہ جموں وکشمیر اور راجہ پونچھ کے معزز درباریوں میں شامل ہے۔ آپ کا فرزند کلاں بابو فیض محمد خاں فورتھ مڈل میں تعلیم پا رہا ہے۔ فرزند دوئم سکندر حیات خاں ابھی خورد سال ہے۔

اس موضع میں سردار الہٰی بخش ایک مشہور بزرگ تھے۔ ان کی نسل سے فرمان علی خاں محکمہ ریلوے میں ملازم ہے۔

کریلہ میں سردار سید محمد خاں فوجی پنشنر اور سردار فیروز خاں وعبداللہ خاں بھی قابل ذکر ہستی ہیں۔ سردار عباس خاں مرحوم کا پوتا محمد اقبال جو ابھی نابالغ ہے۔ نمبردار ہے۔ اور علی شیر خان اس کا سربراہ ہے۔

کھنڈہار۔ سردار احمد علی خاں نمبردار شورش ۱۹۸۸ء ب میں زندان گئے۔ لیکن باعزت بری ہو گئے۔ اُن کا بیٹا منشی الہ دتہ خاں تعلیمیافتہ اور قومی کارکن ہے۔ سردار خان زلی خاں مشہور ہستی تھے۔ اعلیٰ گھرانوں میں ان کی رشتہ داریاں تھیں۔ ان کا بیٹا سردار حمید اللہ خاں باحیثیت نوجوان ہے۔ شورش ۹۸ء میں پہلے محبوس ہوا۔ اور بعد میں باعزت بریت حاصل کی۔ ان کا برادر کوچک سید اللہ خاں صوفی مزاج زمیندار ہے۔ اس دیہہ میں سردار لدھو خاں مشہور گذرا ہے۔ اس کی اولاد مضبوط اور شکیل ہونے میں خاص درجہ رکھتی ہے۔ اس کی تیسری پشت سے نفرو خاں اور چوتھی پشت سے محمد خان نمبردار دیہہ ہے۔ سردار لدھو خاں کی اولاد زائد از دو صد نفوس بقید حیات موجود ہے۔

سردار سیف علی خاں مشہور شکاری کا بیٹا بہادر علی خاں پندرہ سال تک برٹش حکومت میں فوجی ملازم رہا۔ اب ریزرو میں ہے۔ اور تجارت کرتا

سردار امیر محمد خان سب انسپکٹر پولیس پونچھ کشمیر

ہے۔شورش ۴۷ء میں باالزام قتل گرفتار رہا۔ پھر باعزت بری ہو گیا۔ سردار شیر و خاں مشہور جابر کا بیٹا منشی امیر محمدؐ خاں تعلیم یافتہ نمبردار ہے۔ اس موضع کا خان بہادر خاں افواج جموں و کشمیر میں لیس نایک ہے۔

مجھان - اس موضع میں رائے کالا خاں ایک برگزیدہ ہستی تھے۔ تصفیہ علاقہ ٹھکیالہ پڑاوہ کے سلسلہ میں سر راجہ بلدیو سنگھ نے آپ کو جاگیر عطا کی۔ اور رائے کا خطاب بخشا۔ آپ ہی نے مجھان میں ایک جامع مسجد بنوائی ہے۔ رائے کالا خاں کی اولاد سے سردار فقیر محمد خاں شاخ کلاں سے نمبردار ہیں۔ اور اچھے تعلیم یافتہ اور ذی عزت اور حامئ تعلیم ہیں۔ رائے کالا خاں کے بھائی سردار عباس علی خاں صوفی منش خدا دوست بزرگ ہیں۔ پنچایت کمیٹی کے صدر بھی رہے ہیں۔ رنگروٹوں کی بھرتی کرانے اور سرکار انگریزی کی خدمات کے صلہ میں آپ کو ایک کرچ سنہری ملی ہوئی ہے۔ سردار امیر محمد خاں جو پولیس پونچھ میں سب انسپکٹر ہیں۔ آپ ہی کے فرزند ہیں۔ پولیس میں آپ کو پولیس ماسٹر کہا جاتا ہے۔

ترکنڈی - سردار منصو خاں نمبردار جو رشتہ میں سردار فیروز خاں آف کریلہ کے حقیقی ماموں ہیں۔ ہمدرد ملک وملت اور خیرخواہ حکومت ہونے کے باوجود گذشتہ ایام شورش میں محبوس زندان ہوئے۔ لیکن آخر بے گناہ ثابت ہو کر سردار فیروز خاں کے ساتھ ہی باعزت بری کر دیئے گئے۔ سردار نور خاں سردار منصو خاں کے بھائی ہیں۔ نہایت غریب پرور ہیں۔ ان کا فرزند فیض محمد خاں لوئر مڈل میں زیر تعلیم ہے۔

اس موضع کے حسب ذیل اصحاب جنگی خدمات میں بھی مصروف ہیں سردار عبداللہ خاں (ملازم محکمہ جنگی گورمنٹ جموں کشمیر) بابو منشی خاں ولد سردار راجی خان

جو برطانوی ٹرانسپورٹ میں ملازم ہیں۔ اور حال ہی میں سرداری کا امتحان دیکر جمعداری کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں۔ مڈل تک تعلیم بھی ہے

مولوی کالو خاں اور رونہ خاں گورنمنٹ برطانیہ کے فوجی پنشنر ہیں۔ سردار دیوان علی خاں نمبردار اور سردار عباس علی خاں نمبردار بھی قابل ذکر ہیں۔ آخر الذکر عرصہ تک فوج برطانیہ میں ملازم رہے ہیں۔ سردار عطا محمد خاں کا پوتا سردار فیروز خاں اپنے علاقہ میں با اثر ہے۔ اس کے دوسرے بھائی منشی محمد اکبر خاں محکمہ ریلوے میں ملازم ہیں۔ مولوی فیروز خاں بھی اس موضع میں ایک قابل ذکر ہستی ہے۔ جعفر علی خاں۔ غلام حسین خاں۔ خان محمد خاں۔ فیروز خاں۔ مبارک علی خاں سید محمد خاں یہ سب ریلوے ملازم ہیں۔

سوتالہ۔ سردار بشیر خاں مرحوم کا فرزند سردار عباس خاں یہاں کا نمبردار ہے اس کا برادر حقیقی منشی باغ حسین خاں اچھا لکھا پڑھا ہے۔ اس کا دل قوم کی تڑپ سے خالی نہیں ہے۔ اسی موضع کا ایک نوجوان نائک دوست محمد خاں دربار کشمیر کے جنگی محکمہ میں ملازم ہے۔

ہلوتہ۔ سردار قائم بخش خاں کی اولاد سے سردار دیوان علی خاں نمبردار اور ان کے فرزند فرمان علی خاں (سابقہ فوجی ملازم)، مولوی حبیب اللہ خاں مولوی حسین محمد خاں۔ محمد بشیر خاں۔ بشیر علی خاں۔ آخر الذکر دونوں نوجوان فوج جموں وکشمیر میں ملازم ہیں۔ سردار منولی خاں کے فرزندوں کی اولاد سے اسوقت دوست محمد خاں اور ان کے فرزندان منشی میر محمد خاں سکول ماسٹر اور فیض عالم موجود ہیں۔ شاہ محمد خواندہ اور محمد بشیر (ملازم توپ خانہ جموں)، فرزندان سیلفو خان مرحوم۔

گاہوتہ تحصیل مہنڈر۔ یہاں کے دومال راجپوتوں کے بزرگ ابتدا میں موضع منگل ناڑ علاقہ راجوری سے آئے۔ اسی خاندان سے سردار محمد یوسف خان

ایک معقول زمیندار اور علمدوست نمبردار ہے۔ سردار شاہ ولی خاں بھی اسی شاخ کا اس موضع میں ایک سرکردہ ہے۔

دنار گلھوں۔ یہاں کے دومال راجپوتوں کا بزرگ سردار داتا خاں موضع ملسونہ علاوہ پڑاوہ سے آیا۔ مولوی امیر علی خاں۔ فتح عالم خاں۔ دیوان خاں فیروز خاں۔ صحبت خاں۔ رحمت علی خاں۔ ہاشم علی خاں جو سب بقید حیات ہیں۔ اسی کی اولاد سے ہیں۔ منشی سید محمد خاں محالدار کسٹم مولوی امیر علی خاں کا فرزند ہے۔

بالاکوٹ۔ دومال راجپوتوں کا ایک بزرگ سردار عمر خاں موضع دھراٹی سے یہاں آکر آباد ہوا۔ اس کی اولاد سے اللہ دتہ خاں و منشی محمد حسین خاں قابل ذکر ہیں۔

بھیرہ تحصیل مہنڈر۔ یہاں کے دوڈیالوں کے بزرگ بھی علاقہ پڑاوہ کے موضع دھراٹی سے آئے۔ ان کی حقیت پڑاوہ اب تک موجود ہے۔ ان میں مشہور زندہ دل منشی فتح محمد خاں عرائض نویس اور حیدر خاں قابل ذکر ہیں۔

موضع پنجنی۔ احمد خاں حوالدار میجر اور سید محمد خاں۔ یہ دونوں نوجوان گورمنٹ جموں و کشمیر میں فوجی ملازم ہیں۔ اور دتہ خاں افواج برطانیہ سے پنشن لے کر اپنی زمینداری میں مصروف ہے۔

پلانی۔ منصو خاں نمبردار۔

پنجگرائیں (راجوری) منشی محمد خاں لیس نائک۔ منشی خان محمد خاں۔ سید اللہ خاں۔ مصاحب علی خاں برسر اصحاب محکمہ پولیس میں ملازم ہیں۔ سید محمد خاں ایک نوجوان فوج انگلشیہ میں ہے۔

(علاقہ رام گڑھ راجوری)

نارڑوئی پنجگرائیں ۔ سردار سیف علی خاں نمبردار۔
دہری دہڑہ ۔ سردار دیوان علی خاں۔
گلہوتی ۔ سردار عطا محمد خاں نمبردار و ذیلدار۔
گلہوتہ ۔ سردار محمد یوسف خاں نمبردار۔ سردار دوست محمد خاں نمبردار۔ سردار کاکا خاں صوفی منش۔
ٹائیں بناہ ۔ سردار نور علی خاں تاجر و دوکاندار۔
برموچ ۔ سیف علی خاں فوجی۔
بجوٹ ۔ سردار گنجا خاں۔
لڑوکا ۔ سردار نوازش علی خاں آف چوکی دولہہ خاں
نکہ منجھاڑی ۔ بہادر علی خاں معقول زمیندار ہے۔
بھاٹہ دھوڑیاں ۔ بیر ولی خاں زمیندار شریف آدمی ہے۔
نیمراڑہ ۔ سردار فیض محمد خاں نمبردار اور ان کے برادر منشی احمد خاں ملازم محکمہ پولیس۔ محمد خاں اس گاؤں کا ایک نوجوان برطانوی فوج میں ملازم ہے۔
راجدہانی (راجوری) منشی محمد خاں نوجوان ملازم فوج ہے۔ اس کا والد ولی محمد خاں بار سوخ زمیندار ہے
لکوڑہ (راجوری) اس گاؤں کے مسمیان ذیل جعفر خاں۔ فقیر محمد خاں اور دین محمد خاں فوج جموں میں ملازم ہیں۔
گلہوتی ۔ بابو محمد اکبر خاں سیڑی ۳ میں بمقام جموں ملازم ہے۔ اور مڈل تک تعلیمیافتہ ہے۔ اس کے والد سردار عطا محمد خاں ذیلدار ہیں۔
بھروتی بڑاوہ ۔ علی اکبر خاں پنشنر افواج انگلشیہ۔ کاکا خاں ملازم فوج انگلشیہ۔

فصل ششم

ڈھونڈ قریشی عباسی

ڈھونڈ پونچھ اور علاقہ کوہ مری کی ایک مشہور قوم ہے۔ یہ قوم اپنے آپ کو قریشی النسل کہتی ہے۔ اس قوم کے ایک قابل فرد نے آئینہ قریش کے نام سے ڈھونڈ قوم کی اصلیت اور اس کے تفصیلی حالات میں ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ اور اپنے طویل شجرہ اور دیگر واقعات کی بنا پر ڈھونڈ قوم کو قریشی عباسی ظاہر کیا ہے۔ نیز مصنف آئینہ قریش کے پاس ایک قدیم غیر مطبوعہ خاندانی شجرہ بھی ہے۔ جو آج سے قریباً ستر۔ اسی سال بیشتر کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے رُو سے بھی ڈھونڈ قوم قریشی عباسی ظاہر کی جا رہی ہے۔ لیکن سر لیپل گریفن مصنف تاریخ رئیسان پنجاب اور چوہدری علی محمد خاں مصنف راجپوت گوتیں اور میجر ویس ان کو قریشی عباسی تسلیم نہیں کرتے۔

سر لیپل گریفن لکھتے ہیں۔ یہ بات کہ یہ قوم ابتدا میں ہندو تھی۔ یا دوسری اقوام کی طرح باہر سے آئی تھی۔ ہنوز تحقیق طلب ہے۔ یہ اپنا نکاس پیغمبر اسلام کے چچا عباس سے بتاتی ہے۔ مگر دعویٰ ان کا غلط ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے۔ کہ وہ اپنی روایات کے مطابق قلب ایشیا سے آئے ہوں۔

میجر ویس لکھتے ہیں۔ اس قوم کے لوگ تیس سال ہوئے۔ دین اسلام سے

خفیف واقفیت رکھتے تھے۔ مگر اب ان کو اس مذہب سے بہت کچھ واقفیت ہے اور ان کی سوشل عادات ہندو اقوام سے ملتی ہیں۔

چوہدری علی محمد خان تو صاف الفاظ میں لکھتے ہیں۔ کہ ریب چب اور بہت سی دیگر راجپوت اقوام کی طرح ڈھونڈ قوم کی اصل بھی ہندو ہی ہے۔ اور ثبوت یہ دیا ہے کہ ان کے بزرگوں میں ایک کا نام کالو راۓ تھا۔ جو ہندو نام ہے۔ پھر لکھا ہے کہ ٹاڈ صاحب نے جن پنوار راجپوت قبائل کو معدوم خیال کیا ہے۔ ڈھونڈ قبیلہ ضرور انہی میں سے ایک ہوگا۔ راقم مؤلف کو بوجوہات ذیل ہر سہ قابل مصنفین کی تحریروں سے اختلاف ہے۔

سر لیپل گریفن نے اس قوم کے اس دعوے کو کہ وہ عباسی النسل نہیں ہے۔ صرف "غلط ہے" لکھ کر اپنی طرف سے "غلط" ثابت کیا ہے۔ لیکن جس طرح اس قوم کے پاس اپنی قومی روایات کا ذخیرہ اور شجرہ موجود ہے۔ سر لیپل گریفن کو بھی اس دعوے کے غلط ثابت کرنے کے لئے ایسی ہی کوئی فیصلہ کن دلیل پیش کرنی چاہئے تھی۔ صرف غلط کہدینے سے تو کوئی غلط نہیں ہو سکتا۔ سر گریفن یہ الفاظ لکھ کر "ممکن ہے کہ وہ قلب ایشیا سے آئے ہوں"۔ خود ہی اپنے دعوے کی تردید بھی کرتے ہیں۔ اور کم سے کم امکانی صورت میں یہ تو تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ بعض دوسری اقوام کی طرح یہ قوم بھی باہر سے آئی ہے۔ البتہ وہ بیرونی ممالک کو "قلب ایشیا" تصور کرتے ہیں۔ یعنی ترکستان وغیرہ۔ اس سے شبہ پڑتا ہے۔ کہ وہ ان کو مغل یا ترک تصور کرتے ہیں لیکن کیا اس زمانہ میں ترکستان میں سادات و قریش موجود نہ تھے۔ یا اب نہیں ہیں۔ اور کیا ترکستان کے بادشاہ کے مظالم سے تنگ آکر سادات و قریش کی ایک کثیر جماعت کشمیر[1] میں آکر پناہ گزین نہ ہوئی تھی۔ پھر ان کے دعوے قریشیت

[1] تفصیلی حالات تاریخ کشمیر جلد دوم میں ملیں گے۔

کے تسلیم کرنے میں انکار کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ اور اگر بقول سر گریفن ان کا وطن قلب ایشیا ہی تھا۔ تو ان کو مغل یا ترک، کہلانے سے کون مانع ہو سکتا تھا۔ مغل اس زمانہ میں ہندوستان بلکہ دنیا کے کثیر حصہ کے بادشاہ تھے۔ ترک بھی یوروپ کے کئی ممالک میں جلیل القدر شہنشاہ تھے۔ اور اب بھی مصطفےٰ کمال پاشا کے نام نے ترکوں کو دنیا میں سر بلند کر رکھا ہے۔ لیکن ڈھونڈ قوم حسباً و نسباً چونکہ نہ مغل تھی نہ ترک۔ اس لئے اس عظمت و اقتدار کے باوجود جو دونوں قوموں کو حاصل ہے۔ نہ وہ مغل کہلائی نہ ترک۔ بلکہ وہ قریشی النسل ہونے ہی کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتی رہی۔ میجر ویس کی تحریر کو مصنف راجپوت گوتیں اپنی تائید میں بڑے زور سے پیش کرتا ہے۔ حالانکہ ڈھونڈ قوم کے ہندو ہونے پر میجر ویس کی تحریر کو جس قدر پرزور بیان کیا گیا ہے۔ اسی قدر وہ بودی اور کمزور ہے۔

میجر موصوف کی رائے میں "چونکہ ڈھونڈ قوم کو صرف تیس سال سے مذہب اسلام سے واقفیت ہوئی ہے۔ اور اس کی رسومات ہندوؤں سے ملتی جلتی ہیں۔ اس لئے اس قوم کا نکاس ہندو قوم سے تعلق رکھتا ہے"

میجر موصوف کو شائد معلوم نہیں ہے۔ کہ تحصیل کوہ مری کے ایک موضع پوٹھہ میں ڈھونڈ قوم کے ایک بزرگ پیر ملک سورج اولیا کی ایک زیارت ہے۔ جو دو سو برس سے وہاں موجود ہے۔ وہاں مہینے میں چار میلے لگتے ہیں۔ اور ہر میلہ میں ہزارہا ہندو مسلمان زائرین جمع ہوتے ہیں۔ اس علاقہ میں ایک بزرگ کے ذریعہ اسلام کی اشاعت بھی ہوئی تھی۔ پھر اس وقت بھی ضلع راولپنڈی کے ایک موضع بڑوہا واقعہ پھوا گراں میں ڈھونڈ قوم کے ایک قاضی صاحب موجود ہیں۔ جن کی عمر سو سال سے بھی زیادہ ہے۔ راولپنڈی گجرات جہلم کے ہزارہا لوگ ان سے بیعت ہیں۔ اسی طرح اور کئی نامی گرامی شیخ طریقت اور صوفیاء

علما ان میں گذر چکے ہیں۔ ان واقعات کو سامنے رکھ کر کیا آپ کا یہ نظریہ درست ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کی تحریر سے تیس سال قبل ڈھونڈ اسلام سے خفیف واقفیت رکھتے تھے۔

باقی رہیں سوشل رسومات۔ صرف ڈھونڈ قوم کی سوشل رسومات ہی ہندو رسومات سے نہیں ملتیں۔ بلکہ ہندوستان میں رہنے کی وجہ سے مغلوں۔ سیدوں اور افغانوں اور دوسری اقوام نے جو بیرون ہند سے یہاں آئی ہیں ہندوؤں کی اکثر رسومات کو اختیار کر لیا ہے۔ مغل بادشاہ تو ہولیاں مناتے۔ دسہرہ کے دربار کرتے۔ دیوالی پر چراغاں کرتے۔ اور رکھڑیاں باندھا اور بندھوایا کرتے تھے۔ ان کے محلات میں ہندو تیوہاروں پر ہندو رسومات ادا کی جاتی تھیں۔ اس لئے صرف اس خیال سے ڈھونڈ قوم کی اصل کو ہندو قرار دینا کوئی قابل تسلیم اور وزن دار دلیل نہیں ہے۔

چوہدری علی محمد خاں نے ڈھونڈ قوم کو ہندو اور بالخصوص راجپوت تسلیم کرنے میں اس امر پر زور دیا ہے۔ کہ ان کے ایک بزرگ کا نام کالو رائے تھا۔ جو ہندو نام ہے۔ اور ٹاڈ صاحب نے جن راجپوت قبائل کو معدوم خیال کیا ہے۔ ڈھونڈ بھی انہی میں سے ایک ہیں۔

کالو رائے کو مسٹر لیپل گریفن نے بھی کھالو رایا کالورا لکھا ہے۔ صاحب آئینہ فریشی نے کالو رائی یا کلورا دو نام لکھے ہیں۔ لیکن چوہدری علی محمد خاں چونکہ کالو رائے نام لکھ کر اس قوم کو راجپوت ہندو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے کھالورا یا کلورا کے نام کا ذکر ہی نہیں کیا۔

پونچھ کے نسب ناموں اور شجروں میں ایسے ایسے عجیب نام دیکھے گئے ہیں۔ کہ حیرانی ہوتی ہے۔ کہ کیا کوئی مسلمان اس قسم کے مہمل۔ بے معنے اور مجہول

نام رکھ سکتا ہے۔ معلوم نہیں کھاورا یا کلورا کا کیا مطلب ہے۔ لیکن چوہدری صاحب نے اس کو کالورائے بنا کر کم سے کم اس کے یہ معنے تو بنا دیئے ہیں۔ کہ وہ ایک ہندو تھا۔ آج تو پنڈتوں اور برہمنوں سے شگن لینے اور ان سے رسومات ادا کرانے کا رواج کم ہو رہا ہے۔ لیکن ایک زمانہ تھا۔ کہ مسلمان بھی اپنی رسومات ان کے بغیر ادا نہ کر سکتے تھے۔ خصوصاً اُس علاقہ کے مسلمان جو میدانوں سے بہت دور کوہستانوں میں رہتے اور علم دین سے بالکل بے خبر تھے۔ مثال کے طور پر اس وقت بھی قلمرو جموں کے بعض علاقوں اور کوہستان کانگڑہ و شملہ اور وسط ہند کی ریاستوں کی بعض مسلمان اقوام کے نام پیش کئے جا سکتے ہیں۔

راقم مؤلف اول تو کالورائے کے نام ہی کو تسلیم نہیں کرتا۔ نام کھاورا یا کلورا ہی صحیح ہوگا۔ لیکن بفرض محال اگر کالورائے جس کا جزو اول مسلمانوں کے ناموں میں بھی ہوتا ہے ہندو ہے۔ تو آپ عہد اکبری کے میرزا راجہ مان سنگھ اور حیدر آباد دکن کے راجہ عثمان پرشاد اور علی گڑھ کے مسٹر سید راس مسعود اور کپورتھلہ کے سیکرٹری لالہ حبیب داس اور لاہور کے ایک سکھ محمد[1] سنگھ اور کشمیر کے ٹھاکر سید حسین اور ٹھاکر رحمت اللہ خاں اور میرٹھ کے ڈپٹی صاحب (زین العابدین خاں) کو کیا کہیں گے؟

ٹاڈ صاحب کو راجپوت اقوام کی تحقیقات پر بہت ناز ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ انہوں نے ٹاڈ راجستان لکھ کر راجپوتوں کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے لیکن جب پنوار راجپوتوں کے معدوم قبائل کا وہ بھی پتہ نہیں لگا سکے۔ تو آپ نے گھر بیٹھے ہی ان معدوم قبائل میں ڈھونڈ قوم کو شامل کر لیا اور بہ یک جنبش قلم پنوار راجپوت بنا دیا ہے۔

[1] لاہور کے ایک مقدمہ میں ایک سکھ نے اپنا نام محمد سنگھ بتایا تھا۔

غرض ڈھونڈ قوم سر گریفن کے "امکانی معلومات" کے مطابق قلب ایشیا سے آئی ہے۔ اور وہ ترک ہے یا مغل! اور میجر ولیس اور چوہدری علی محمد خان کی "تحقیقات" کے مطابق وہ ہندو ہے۔ اور راجپوت قوم سے تعلق رکھتی ہے تینوں مصنف اس قوم کو ترک یا مغل یا راجپوت ظاہر کرتے ہیں۔ اگر یہ قوم فی الحقیقت راجپوت یا ترک یا مغل ہوتی۔ تو یہ راجپوت یا ترک یا مغل ہونے سے کیوں انکار کرتی۔ جبکہ تمام دنیا تسلیم کرتی ہے۔ کہ یہ تینوں قومیں دنیا کی معزز ترین اقوام میں ہیں۔ لیکن صدہا پشت سے ان کی مسلسل روایات اور ان کے کرسی نامے اور شجرے اس قوم کو اپنے اصلی مرکز سے جدا ہو کر کسی اور قوم میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ اور نہ اس کو وہ حدیث فراموش ہو سکتی ہے۔ جو "الذ ہم لا یدخل الجنۃ" کے الفاظ میں محفوظ ہے۔

سر گریفن نے ڈھونڈ قوم کے متعلق لکھا ہے۔ "ڈھونڈ ہمیشہ سے فساد پیشہ اور سرکش ہیں۔ اور ستی اور ڈھونڈ قوم کی آپس میں سخت دشمنی ہے" کرنل ایکر افٹ نے بھی ضلع راولپنڈی کے ڈھونڈوں کو سخت خطرناک ظاہر کیا ہے۔ اور راجپوت گوتیں کے مصنف چوہدری علی محمد خاں بھی اپنی کتاب میں انہی الفاظ کو دہراتے اور ان کی تائید کرتے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ستی اور ڈھونڈ بہت قریبی رشتہ والے ہیں۔ ان کو سرکش بتایا اور ان پر فساد پیشہ ہونے کا الزام لگایا گیا ہے۔ مگر اس کے جواب میں یہ بیان نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے۔ کہ جب کوئی زبردست غنیم کسی کمزور قوم یا ملک پر حملہ کر دیتا ہے۔ تو کیا وہ وطن پرست اور خوددار قوم حفاظت وطن اور ننگ و ناموس کے لئے زندگی پر موت کو ترجیح نہیں دیتی۔ اس لئے اگر سکھوں کے زمانہ (۱۸۳۲ء) میں مہاراجہ گلاب سنگھ کی

تربیت یافتہ فوج کا اس قوم نے کچھ مقابلہ کیا۔ تو وہ مورد الزام کیوں ہو رہی ہے
اس قوم پر یہ الزام بھی عائد کیا گیا ہے۔ کہ "اس نے ستمبر ۱۸۵۷ء میں سرکشی
کر کے مری پر حملہ کرنے کا منصوبہ کیا۔ لیکن اس حملہ کی خبر چونکہ پہلے ہی ہو گئی
تھی۔ اس لئے وہ ناکام رہے"

سرلیپل گریفن کی اس تحریر کے جواب میں ڈھونڈ قوم کے بعض سرکردہ
لوگوں کا بیان ہے۔ کہ ہم ۱۸۵۷ء کے غدر میں قطعاً شامل نہیں ہوئے۔
بلکہ جس مہینہ (ستمبر) میں ہماری سرکشی بتائی جاتی ہے۔ اس مہینہ میں تو غدر
بہت حد تک فرو ہو چکا تھا۔ اصل واقعہ یہ ہے۔ کہ گورنمنٹ نے مری اور
اس کی گلیوں اور ملحقات پر چھاؤنی قائم کرنے کے لئے قبضہ کر لیا تھا۔ اور یہ
مقامات چونکہ ڈھونڈ۔ ستی اور کیتوال قوم کی ملکیت تھے۔ اور گرمیوں میں
انہی مقامات پر ان اقوام کے مال مویشی اور خود ان کو آرام ملا کرتا تھا۔ اسلئے
ان اقوام نے اپنی اراضیات واپس لینے کے لئے قسمت آزمائی کی۔ جس میں
وہ ناکام رہیں۔

ڈھونڈ قوم پر جس قدر الزام ان کے سرکش اور ناقابل تربیت قوم ہونے
کے لگائے گئے ہیں۔ وہ اسی زمانہ کے ہیں۔ جب ان کے تعلقات گورنمنٹ سے
بوجوہات بالا کشیدہ ہو گئے تھے۔ اگر بجز ڈاسن کرنل ایگنیٹ اور گریفن اور دوسرے
معترضین ڈھونڈ قوم کی موجودہ جنگی خدمات اور ان کے وفادارانہ جذبات
سے کسی طرح آگاہ ہو سکتے۔ تو زمانہ غناہ کے ریمارکس ان کو فوراً واپس
لینے پڑتے۔

آج وہی ڈھونڈ افواج برطانیہ میں جمعداری اور صوبیداری کے عہدوں
تک پہنچے ہوئے ہیں۔ بلکہ خان صاحب اور خان بہادر کے سرکاری خطابات

سے بھی ممتاز ہیں۔ اور گورمنٹ عالیہ کی نگاہوں میں اس قوم کی وہی عزت ہے جو کسی بہادر، شجاع اور وفادار قوم کی ہو سکتی ہے۔

سکھ انگریزی حکومت کے جانی دشمن تھے۔ اور بلا وجہ انگریزی سرحدات پر حملے کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ سکھوں اور انگریزوں کی تین لڑائیاں بھی ہوئیں۔ جن کے نتیجہ میں آخرکار سکھوں کا ملک انگریزی حکومت کا ایک جزو قرار پا گیا۔ لیکن وہی سکھ جن کو سرکش اور فسادی اور خطرناک سمجھا جاتا تھا۔ آج حکومت انگریزی کے بہترین وفادار سپاہی ہیں۔

بات یہ ہے کہ جب غلط فہمیوں کے بادل پھٹ جاتے ہیں۔ اور حقیقت کے چہرے سے بدگمانیوں کا پردہ اٹھ جاتا ہے تو ایک بہادر قوم دوسری بہادر قوم کی خواہ وہ دشمن ہی رہی ہو۔ ضرور قدر کرتی ہے۔ اور پچھلی باتوں کو فراموش کر دیتی ہے

چنانچہ پونچھ کی ڈھونڈ قوم کے متعلق ہملٹن صاحب مہتمم بندوبست پونچھ نے جو ریمارکس کئے ہیں۔ اس کے الفاظ ذیل خصوصیت سے قابل مطالعہ ہیں۔ "تحصیل باغ میں قوم ڈھونڈ کے ۹ اگاؤں ہیں۔ اور ان کی تعداد دیگر اقوام سے زیادہ ہے۔ قوم ڈھونڈ بہادر اور مستعد ہونے کے علاوہ باوقار ہے۔ اور اپنے مضبوط کیرکٹر میں دیگر اقوام پر جو زمانہ قدیم میں آباد تھیں فوقیت رکھتی ہے۔ قوم ڈھونڈ کے مکمل حالات رابرٹسن صاحب کی سیٹلمنٹ رپورٹ متعلقہ ضلع راولپنڈی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ پونچھ کی قوم ڈھونڈ میں سرداران چھپانی کا خاندان بہت مشہور اور ذی عزت ہے۔"

عباسیوں کی سلطنت میں جب زوال آفرین انقلاب آیا ہے۔ اور جب عباسیوں نے بھیس بدل کر اور نام تبدیل کر کے اپنے دشمنوں سے اپنی جان بچانے کے لئے عرب کی پاک سرزمین کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہا ہے وہ دردناک

کیفیت اسلامی تاریخوں میں بہ وضاحت تمام موجود ہے۔ انہی انقلاب انگیز حالات کی بدولت صاحب آئینہ قریش کے قول کے مطابق عادل[1] جو حضرت عباس عم رسول اللہ صلعم کی چھٹی پشت میں بتائے گئے ہیں۔ بغداد سے ہندوستان آئے۔ اور دہلی میں آ کر اقامت گزیں ہو گئے۔

پونچھ اور ضلع راولپنڈی کے ان عباسی قریشیوں کا جو ڈھونڈ کہلاتے ہیں نسبی تعلق صاحب آئینہ قریش نے عادل کی ساتویں پشت کے ایک نامور قریش ضراب خان سے ملایا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ وہ ہرات سے کشمیر آئے۔ وہاں کچھ عرصہ رہ کر علاقہ راولپنڈی کے موضع دراں[2] کوٹ میں پونچے۔ جہاں ان کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا اور جس کا نام ایک بزرگ درویش نے گاہی خاں رکھ کر ضراب خاں کو اس بچہ کے کثیر الاولاد ہونے اور پھولنے پھلنے کی دعا دی صاحب آئینہ قریش نے گاہی خاں کے حسب ذیل بارہ بیٹے لکھے ہیں۔ کھوندر خاں . تنولی خاں۔ سراڑہ۔ ہاسس۔ ڈھوس۔ باراں ہزارہ یا۔ جھجر کنال۔ سالال۔ کول۔ اگرہ۔ حاکم۔ مولم۔ صاحب آئینہ نے کھوندر خاں کا شجرہ نسب ۱۷ واسطوں سے عبدالمناف اور چودہ واسطوں سے حضرت عباس تک ملایا ہے۔ کھوندر خان کی چھٹی پشت میں ڈھونڈ خاں ایک نامور شخص پیدا ہوتا ہے۔ جس کی

---

[1] عادل بن تاخت بن سعید بن عبداللہ بن محمد بن عباس۔

[2] یہ موضع تحصیل کہوٹہ میں آباد ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ضراب خان اپنے بیٹے گاہی خاں کے ہمراہ برائے سیر و شکار اس مقام پر آیا۔ اور اس کو آباد کر کے اس کا نام اس نے ضراب کوٹ رکھا۔ ضراب کوٹ سے رفتہ رفتہ دراب کوٹ بنا۔ آج کل اس کو دراں کوٹ کہتے ہیں۔

اولاد و ذریات اس وقت پونچھ کی تحصیل باغ اور راولپنڈی کے علاقہ مری اور ضلع ہزارہ کے کئی دیہات میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور خوب آباد اور فارغ البال ہے۔

ڈھونڈ قوم جس نے بڑے بڑے نامور فرزند پیدا کئے ہیں اسی ڈھونڈ خاں کے نام سے موسوم ہے۔ اور باوجودیکہ ڈھونڈ خاں قریشی الہاشمی العباسی تھا لیکن ایک طرف اس کے نام نے اس قدر شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ اور دوسری طرف اس کی ذریات نے غریب الوطنی و بے علمی کی وجہ سے حسب و نسب کو ایسا فراموش کیا۔ کہ ڈھونڈ لفظ کی وسعت قبولیت نے ان کی قریشیت کو اپنے دامن میں چھپا لیا۔

تنولی خاں جس کے نام پر ضلع ہزارہ کی تنولی قوم مشہور ہے۔ اور سرآڑہ جس کے نام پر اسی ضلع میں سرآڑہ قوم کئی دیہات میں پھیلی ہوئی ہے۔ گاہی خاں کے فرزند بتائے جاتے ہیں۔

ڈھونڈ خاں کی آٹھویں پشت میں تولک خاں نام ایک نامور ڈھونڈ گزرا ہے۔ اس کے دو فرزند تھے۔ رتن خاں و چند خاں۔ ان دونوں کے مزار موضع چمل کوٹ میں زیارت گاہ خاص و عام ہیں۔ دونوں بھائیوں کے نام پر اب دو قومیں آباد ہیں۔ رتن خاں کی اولاد سے ڈھونڈوں کی رتنال شاخ نکلی۔ جس کی آبادی زیادہ تر دریائے جہلم کے قرب و جوار اور پنجاب کے دیگر مقامات اضلاع ہزارہ و راولپنڈی میں ہے۔ چند خاں جو بڑا بھائی تھا۔ اور جس کے نام پر چند کوٹ (بعد میں چملکوٹ) آباد ہے۔ اس کی اولاد ڈھونڈ چندال کے نام سے موسوم ہوئی۔ جو تحصیل باغ کے کئی دیہات میں پھیلی ہوئی ہے۔

اس قوم میں ملک سورج اولیا اور ڈومٹ خاں دو بزرگ صوفی خاصان خدا گذرے ہیں۔ ملک سورج کی اولاد سورجال ڈھونڈ کے نام سے ضلع راولپنڈی

کی تحصیل مری کے کئی دیہات میں آباد ہے۔ جس میں کئی ذیلدار اور جاگیردار ہیں۔ ڈمٹ خاں کا مزار گھوڑا گلی دمری میں واقع ہے۔

چند خاں کے تین بیٹے تھے۔ جاگو خاں۔ اُوہتخاں۔ کلچندر خاں۔ جاگو خاں کی اولاد چڑالہ۔ ناڑہ کوٹ۔ ہولدصار۔ سیسر۔ خنتل۔ ریالہ۔ کلس۔ سوہاوہ شریف وغیرہ کئی گاؤں میں آباد ہے۔ اور سب زراعت پیشہ ہے۔ خان بہادر سردار عطامحمد خاں اسسٹنٹ کمانڈنگ افسر پر مہاجن کا ذکر اگلی سطور میں آئیگا اور سرداران سیسر وغیرہ اُدھخاں کی اولاد سے ہیں۔

کلچندر خان کے تین بیٹے تھے۔ اجو خاں۔ جسو خاں و نکودر خاں۔ اجو خاں کی اولاد مواضعات چھیاٹ۔ ہل سرنگ۔ چیلکوٹ۔ ڈھیر۔ سنگڑ بھٹارہ۔ ڈبی مناسہ وغیرہ میں آباد ہے۔ خانصاحب سردار محمد اکرم خاں رئیس اعظم چھیائی۔ سردار فضلداد خاں انسپکٹر پولیس خلف سردار علی بہادر خاں رئیس و جاگیردار۔ سردار محمد اکبر خاں سکرٹری پنچایت کمیٹی کا تعلق اسی شاخ سے ہے۔

جسو خاں کی اولاد باڈیار وغیرہ مواضعات میں آباد ہے۔ اور زراعت پیشہ ہے۔

نکودر خاں کے فرزند جنجو خاں کی اولاد بنگوئیں میں آباد ہے۔ اس کا ذکر علحدہ درج ہے۔

کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے وہ قریشی عباسی جو بحکم ڈھونڈ کہلاتے ہیں ۔ ۲۔ پنجاب رجمنٹ میں کثرت سے ملازم ہیں۔ ان کے چند گھر تحصیل سدھنتی میں بھی ہیں۔ ان کا ذکر علیحدہ ہوگا۔

ڈھونڈ خاں کی اولاد میں بھی بعض ایسے نامور شخص ہوئے ہیں جن کے نام سے موسوم ہو کر ڈھونڈ قوم کئی شاخوں میں منقسم ہو گئی ہے۔ مثلاً چند خاں کے تینوں بیٹوں کے نام پر تین شاخیں ہیں۔ اجو خان بن کلچندر خاں کی اولاد

اجوال ۔ اوہد خاں کی اوہدال اور جاگو خاں کی جاگوال کہلاتی ہے ۔ اور پھر ہر شاخ شاخ در شاخ ہوتی چلی گئی ہے ۔ چنانچہ اجو خاں کی اولاد سے موضع ہل سرنگ میں جوگا خاں ۔ منصود خاں اور خضر خاں بن سکندر خاں تین بھائی تھے ۔ جوگا خاں سے جوگیال منصود سے منصودال اور خضر خاں بن سکندر خاں سے خضرال شاخ نکلی ہے ۔
اسی موضع میں بڈہا خاں (از ذریات اجو خاں) کی اولاد بڈھیال اور گوگا خاں کی اولاد گوگیال کے نام سے مشہور ہے ۔

اب موضع وار ڈھونڈ قوم کے سابقہ و موجودہ مشاہیر کا ذکر کیا جاتا ہے ۔

اولاد سردار جاگو خاں ڈھونڈ

موضع سوہاوہ ۔ سردار جاگو خاں کی اولاد سے اس موضع میں سردار معظم خاں ایک قابل قدر ہستی تھے ۔ ان کے ایک فرزند سردار بندو خاں کی آٹھویں پشت میں سردار احمد خاں ایک متمول زمیندار گذرے ہیں ۔ وہ جاگیردار اور نمبردار ہونے کے علاوہ اسیسر بھی تھے ۔ ان کے چار فرزند ہیں ۔ سلطان محمد خاں خان محمد خاں ۔ محمد خاں ۔ محمد شریف خاں ۔ ۱ کے فرزند کا نام محمد اشرف خاں ہے ۔ اور وہ نمبردار ہے ۔ ۲ ۔ خان محمد خاں سربراہ نمبردار اور پنچایت کمیٹی کا ممبر رہا ہے ۔ اس کے دو فرزند عبدل خان و محمد افضل خان ہیں محمد خاں ۳ کے فرزند کا نام میر اکبر خان ہے ۔ محمد شریف خاں ان سب میں لکھا پڑھا ہے ۔
سردار بندو خاں کی چھٹی پشت میں سردار فقیر خاں بھی ایک جاگیردار تھے ان کا فرزند محمد ایوب خاں سابقہ فوجی ملازم نمبردار ہے ۔

سردار معظم خاں کے دوسرے فرزند سردار مجہت خاں کی اولاد سے گلو خاں اور زبردست خاں اپنے وقت میں اپنی برادری کے سربرآوردہ رکن تھے ۔ زبردست خاں کے تین فرزند تھے ۔ ماڑا خان ۔ جنگ باز خان و فضل خان ۔

مالداخاں کا فرزند پہلوان خاں پنجوزنہ خوار ہے۔ جنگ باز خان کے تین فرزند ہیں بڑے کا نام میرا خاں اور فرزند شش کا سہاب خاں ہے۔ جو ایک ہونہار نوجوان ہے۔

گلو خاں کی اولاد سے بھی اصحاب ذیل موجود ہیں۔ کالو خاں کا فرزند جہانداد خاں۔ جو ملازم گورمنٹ ہے۔ علی بہادر خاں کے فرزندان شیر زمان خاں و خان زمان خاں۔ سردار فضل خاں کی اولاد سے نشونکا خاں اور اس کا فرزند عدل خاں سردار فتح خاں اور ان کا فرزند زنجیر خاں جو خواندہ ہے۔ سردار گلو خاں کے ایک فرزند کا نام شیر دست خان تھا۔ اس کی حسب ذیل اولاد موجود ہے۔ پہلوان خاں تجارت پیشہ۔ فنا خاں اور عبداللہ خاں۔

سردار معصم خاں کی اولاد سے ایک اور بزرگ سردار عزت خان ہوئے ہیں۔ ان کی اولاد میں حسب ذیل اصحاب قابل تذکرہ ہیں۔ سردار مل خان جس کی اولاد میں رحمت خاں نمبردار نے اچھی شہرت حاصل کی۔ رحمت خان کے فرزند کا نام امداد خاں ہے۔ روڈا خان سربراہ نمبردار پنچایت کمیٹی کا ممبر بھی رہا ہے۔ زمان خان جس کی اولاد موجود ہے۔ کالو خاں جس کے فرزند کا نام سجاول خان ہے۔ محمد علی خاں اس کے پسر کا نام سیدل خاں ہے۔ سردار حسن خان۔ سفدل خاں ٹھیکہ دار اسی حسن خان کا بیٹا ہے۔ سفدل خاں کے فرزند کا نام دادن خان ہے۔ چنون خاں۔ محمد طاہر خاں و محمد امیر خاں آپ کے فرزند ہیں۔ محمد طاہر خان کے دو فرزند ہیں۔ محمد اشرف خاں و عبداللہ خاں۔ محمد امیر خان دوکاندار ہے۔ اور اس کے فرزندوں میں محمد صادق خاں ہونہار ہے۔ ڈوڈا خاں اس کے فرزند کا نام عبدالرحمان خان ہے۔

سردار علی شیر خاں کی اولاد میں سردار میرداد خان ایک معروف ہستی

تھے۔ ان کی اولاد سے دوست محمد خان۔ محمد حیات خاں۔ محمد ہاشم خاں ملازم فوج اور گلاب خاں چاروں بھائی اپنی برادری میں بارسوخ ہیں۔

سوات خان ملازم فوج ہے۔ اور سیف علی خاں و محمد عباس خاں ملازمان فوج کی حیثیت موضع بیرد ضلع ہزارہ میں بھی ہے۔ راولپنڈی کا مسلم ہوٹل انہی کی ملکیت ہے۔ اکبر علی خاں کے فرزندان شیر خاں۔ عالم شیر خان۔ فتح خان اور کالا خان باہمی اتفاق کی عمدہ نظیر ہیں۔ بھمان خاں کی اولاد سے محمد عظیم خاں۔ عباس خاں اور عبدل خاں موجود ہیں۔

موضع ساہلیاں ڈھونڈاں۔ موضع ساہلیاں کی اس ڈھونڈ شاخ کے مورث اعلیٰ سردار جانی خاں ایک زبردست رئیس تھے۔ آپ کے فرزندان سردار اکرل خاں و سردار شاداب خاں کی اولاد مہاراجہ گلاب سنگھ کی عملداری تک ضلع مظفرآباد کے بعض دیہات سے مالکانہ بھی لیتی رہی ہے

اولاد سردار اکرل خاں۔ آپ کے فرزند کا نام ملک شیر خاں تھا۔ جن کے دو فرزندان سردار چنول خاں و سردار نورزنی خاں سے ان کی ذریات بہت بڑھی۔ چنول خاں کے تین فرزند حسب ذیل تھے۔ نامدار خاں۔ قمراج خاں۔ نواب خاں۔ نامدار خاں کی ذریات میں بشیر احمد خاں۔ نادر خاں۔ علیم د خاں۔ رحمت خاں۔ سلیمان خاں۔ صورت خاں۔ میر زمان خاں۔ اپنی برادری میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ملازم فوج گورنمنٹ عالیہ ہیں۔

نواب خاں کے دو فرزند ہیں۔ غلام محمد خاں و شاہ محمد خاں۔ غلام محمد خاں (سابق ملازم فوج)، تین فرزندوں فیروز خاں۔ امیر احمد خاں و محمد امین خاں کے باپ ہیں۔ فیروز خاں کے بھی دو فرزند ہیں۔ محبوب خاں و کدل حسین خاں۔ سردار امیر احمد خاں حکومت کی طرف سے کرسی نشین اسیسر اور کمشنر گورنمنٹ

ہیں۔ ایام قحط میں آپ نے بارہا غربا اور مستحقین کی اعانت کی ہے۔ محمد حیات خاں و محمد رجب خاں آپ کے دو فرزند ہیں۔ محمد امین خاں بھی گورمنٹ کنٹریکٹر ہے سردار غلام محمد خاں کا بھائی سردار شاہ محمد خاں فوج کی ملازمت میں بھی رہا ہے۔ اور جاگیردار و نمبردار بھی تھا۔ نمانا خاں اس کے فرزند کا نام ہے۔ اور وہ نمبردار ہے۔ سردار چنول خاں کے بھائی سردار فوردی خاں کے فرزند کا نام گل مہدی خاں ہے۔ اس کے تین فرزند ہیں۔ میر خاں۔ سید خاں۔ نصر اخاں ان میں سردار سید خاں ملٹری برہما کی ملازمت کے بعد حوالدی کے عہدہ سے ریٹائر ہو کر واپس آ چکے ہیں۔ پنچایت کمیٹی کے سکرٹری بھی تھے۔ اس صلہ میں ان کو کئی سندات بھی ملی ہیں۔ آجکل ڈسٹرکٹ سولجر بورڈ کے سکریٹری ہیں۔ ان کے دو فرزند محمد یعقوب خاں و محمد اقبال خاں ہیں۔

حوالدار میجر میر خاں پنشنر برہما ملٹری کا فرزند محمد اسماعیل خاں ملٹری پولیس برہما میں بعہدہ نائیک ملازم ہے۔

اولاد سردار شاداب خاں۔ ان کا ایک ہی فرزند تھا۔ سردار فتح خاں فتح خاں کے تین فرزند تھے۔ عطا محمد خاں۔ فضل خاں۔ بہادر خاں۔ سردار عطا محمد خاں کے جو جاگیردار و نمبردار تھے تین فرزند ہیں۔ حشمت خاں۔ سکندر خاں میر احمد خاں۔ سردار حشمت خاں نمبردار اور صلح پسند آدمی ہیں۔ اور ان کے پانچ فرزندوں میں بجاول خاں لکھا پڑھا کارکن ہے۔ سردار سکندر خاں کے بیٹے کا نام محمد عزیز خاں اور سردار میر احمد خاں کے فرزند کا نام محمد اشرف خاں ہے سردار فتح خاں کے دوسرے فرزند فضل خاں کے تین لڑکے ہیں۔ محمد زمان خان میر زمان خاں۔ خان محمد خاں۔ محمد زمان خاں کے فرزندوں میں محمد اسلم خاں تعلیم یافتہ ہے۔ اور خان محمد خان فوج میں ملازم ہے۔ سردار فتح خان کے

تیسرے فرزند سردار بہادر خان نمبردار تھے۔ اور سرکار کی خیر خواہانہ خدمات کے صلہ میں انعامات بھی حاصل کرتے رہے۔ ان کے چار بیٹے ہیں۔ ننھا خان۔ سجاول خان۔ نظر محمد خان انعام خوار۔ محمد اسحاق خان۔ نظر محمد خان کے فرزند کا نام محمد رزاق خان ہے۔ سجاول خان جو لکھا پڑھا ہے پہلے فوج میں تھا۔ پھر پولیس میں آیا۔ اب پنشن پر ہے۔

اولاد سردار نور داد خاں۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ ناظر آخاں۔ گمانی خان۔ وکرامت خاں۔ سردار ناظر اخاں کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ سید خاں ٹھیکہ دار تعلیمیافتہ۔ علوم انگریزی واردو میں ماہر۔ محتاجوں اور غریبوں کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ حسین علی خان لکھے پڑھے ہیں۔ خیر خواہئے سرکار کے صلہ میں کئی سندات آپ کے پاس موجود ہیں۔ گمانی خاں کے دو فرزند ہیں۔ محمد شریف خاں و محمد روشن خاں۔ اول الذکر لکھا پڑھا ہے۔ اور اپنی عادات حسنہ کی وجہ سے ہر دلعزیز ہے۔ کرامت خاں کے تین فرزند ہیں (۱) شادی خاں (۲) مہندا خاں (۳) اسد اللہ خاں ان میں ۲ فوجی پنشنر ہے۔ اول الذکر لکھا پڑھا ہے۔ اور اس کے پاس خیر خواہئے سرکار کی سندات بھی ہیں۔

اولاد سردار سیدا خاں۔ اپنے زمانہ میں اپنے علاقہ کے ایک مشہور شخص تھے۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ سردار سمندر علی خاں جس کی اولاد سے عبد الجبار خان نمبردار ہے۔ سردار سیدا خاں کے دوسرے فرزند کا نام مغل خان ہے۔ سر راجہ بلدیو سنگھ نے ان کی خدمات سے خوش ہو کر ان کی اولاد کو پشت بہ پشت معافی دار قرار دیا ہے۔ ان کی اولاد میں سجاول خاں۔ محمد اسلم خاں (ملازم فوج)، دانو خاں و محمد یاسین خان اپنے باپ کا نام روشن کر رہے ہیں ان کے علاوہ ساہلیاں میں حسب ذیل اشخاص قابل ذکر ہیں۔ اولاد

سردار بگھی خاں جاگیردار و نمبردار۔ بشیر احمد خاں نمبردار خلف شیر دل خاں۔ جوگی خاں کے تین فرزند ہیں۔ عظیم خاں۔ دفتر خاں۔ ملک غنی خاں۔ عظیم خاں صاحب جائداد ہے۔ اس کے تین بیٹے ہیں۔ محمد یوسف خاں۔ خدا بخش خاں۔ عمر خاں۔ دفتر خاں کے بھی تین ہی فرزند ہیں۔ صوبہ خاں پنشنر۔ نظر محمد خاں۔ و لعل محمد خاں ملازمان فوج۔

سردار نور خاں انعام خوار کا فرزند سردار مردانہ خاں برادری اور حکومت کے نزدیک ایک ممتاز شخصیت رکھتا ہے۔ اس کا بیٹا صفدر خاں گورنمنٹ پنشنر ہے۔ اس کے دو فرزند ہیں۔ گل نبی خاں و مصاحب خاں۔ دونوں زیر تعلیم ہیں۔

اولاد سردار اوہدخان ڈھونڈ

چڑالہ شاخ سردار درویش خاں ۔ چڑالہ میں دیگر اقوام کی نسبت ڈھونڈ قوم کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ یہاں سردار شاہ خاں اس قوم کے ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں جو سردار اوہدخاں کی شاخ سردار درویش خاں کی ذریات سے تھے۔ ان کی اولاد میں سردار گل مہدی خاں تلوار بہادر اور سردار فتح خاں اور سردار سمند خاں بہت مشہور تھے۔ ان میں سردار سمند خاں کے صاحبزادہ سردار عطا محمد خاں نے اپنی قابلیت و شجاعت اور اپنے اخلاق حسنہ اور خدمات حکومت انگلشیہ اور اپنے قومی جذبات کی وجہ سے جو لازوال شہرت حاصل کی ہے۔ اس کی مثال سرزمین پونچھ و کشمیر میں چشم فلک کو ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکیگی۔

آپ نے پرائیویٹ طور پر انگریزی۔ فارسی۔ اردو اور پہاڑی زبان میں جو قابلیت پیدا کی ہے۔ وہ پونچھ کے نوجوانوں کے لئے قابل تقلید ہے۔

خانصاحب سردار محمد اکرم خان نے اپنی کتاب آئینہ قریش (مطبوعہ ۱۹۱۶ء) میں آپ کا ذکر بڑے فخر کے ساتھ کیا ہے۔ اُس زمانہ میں آپ ابھی صرف جمعدار کے عہدہ پر تھے۔ اور ۱۹۱۱ء کی تاج پوشی (شہنشاہ جارج پنجم) کی تقریب پر اپنی خدمات کے عوض گورمنٹ سے ایک تلوار حاصل کر چکے تھے۔ لیکن اس وقت آپ خان بہادر اور سردار بہادر کے دو معزز خطابوں سے سرافراز ہیں۔ عہدہ کے لحاظ سے برہما ملٹری پولیس کے نائب کمانڈنگ افسر ہیں۔ اور جمعداری اور صوبیداری کی منازل طے کر کے اس وقت لفٹنٹی کے درجہ میں ہیں۔ علاوہ ازیں آرڈر آف برٹش انڈیا کا معزز تمغہ بھی آپ لے چکے ہیں۔ جس کی تنخواہ علاوہ مقررہ تنخواہ کے ساٹھ روپے ماہوار علیحدہ ملتی ہے۔ اس وقت آپ کی سروس کو ۵۰ سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ سرکار انگلشیہ میں جو آپ کی عزت و حرمت ہے۔ وہ سطور بالا اور آپ کے اعزاز ہی سے ظاہر ہو رہی ہے۔ پبلک اور اپنی برادری میں ان کا وجود خطۂ پونچھ اور مسلمانان پونچھ اور عباسیان ریاست کے لئے باعث فخر سمجھا جاتا ہے۔

آپ اہالیان پونچھ کی ذلت و نکبت کے دور ہونے کا صرف ایک ہی ذریعہ سمجھتے ہیں۔ جس کا نام علم ہے۔ اسی بنا پر نہ صرف آپ نے اپنی اولاد کو تعلیم دلائی ہے۔ بلکہ پونچھ کے بعض ہونہار طلبا کو آپ نے کسی معاوضہ کے بغیر تعلیمی وظائف عطا کئے ہیں۔ جن کا سلسلہ کم و بیش اب بھی جاری ہے۔

اخبارات اور پریس کی طاقت اور ان کے فوائد سے بھی آپ پورے طور پر آگاہ ہیں۔ اخبار کشمیری جو اہالیان کشمیر کے علاوہ اہالیان پونچھ کا بھی سب سے پہلا اور سب سے بہتر ترجمان تھا۔ جب تک جاری رہا۔ آپ کی اعانت کا مرہون منت رہا۔

نائب کمانڈنگ خان بہادر عطا محمد خان نمبرا بہادر کے پی ایم۔ اے ڈی سی ہز ایکسیلنسی گورنر آف ہز افسر ملٹری پولیس سکنڈ پونچھ کشمیر

آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔ فرزند کلاں کا نام سردار عطا اللہ خاں ہے۔ جنہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے ایف۔ اے تک کی تعلیم حاصل کی ہے وہ ملازمت کو پسند نہیں کرتے۔ گھر کے کاروبار میں مصروف ہیں۔ اخبارات و رسائل اور مفید ملک و ملت کتب کا مطالعہ ان کا شغل ہے۔ افسوس ہزار افسوس کہ یہ نوجوان صاحبزادہ ۲۸ مگھر ۱۹۹۲ب (مطابق دسمبر ۱۹۳۵ء) کو کچھ عرصہ کی علالت کے بعد تصنیف کتاب کے دوران میں ہی انتقال کر گیا۔ اس حادثہ عظیم پر خان بہادر سردار عطا محمد خاں کے ساتھ پونچھ اور پونچھ سے باہر جس عالمگیر ہمدردی کا اظہار ہوا ہے۔ وہ خان بہادر موصوف کی ہر دلعزیزی اور ان کی خدمات حسنہ کی قبولیت عامہ کی روشن دلیل ہے۔ آپ کے دوسرے فرزند کا نام سردار عظیم اللہ خاں ہے۔ وہ برہما ملٹری پولیس میں ملازم ہیں۔ ہونہار اور نوجوان ہیں۔ اور توقع ہے۔ کہ والد محترم کے نقش قدم پر چل کر کسی دن ملک و قوم کی نیک نامی شہرت کا باعث ہونگے۔ تیسرے فرزند ہدایت اللہ خاں پونچھ کے سرکاری ہائی سکول میں زیر تعلیم ہیں۔

سردار شاہ خان کی اسی شاخ سے خان بہادر سردار عطا محمد خان کے تایا زاد بھائی سردار فقیر محمد خاں ولد سردار فتح خاں ایک مشہور و معروف بزرگ نمبردار اور جاگیردار بھی تھے۔ سردار فقیر محمد خان کو بہ ایام بندوبست اسسٹنٹ ریذیڈنٹ پونچھ کی سفارش سے بیس روپے کا ایک انعام بھی ان کی خدمات کے صلہ میں ملا تھا آپ شکار کے بہت شوقین تھے۔ اور شیر کا شکار تو اس بے خوفی اور جرأت کے ساتھ کرتے تھے۔ کہ آپ کا نام ہی شیر مار بہادر مشہور ہو گیا تھا۔ آپ کی اس غیر معمولی شجاعت سے خوش ہو کر صاحب بہادر یعنی اسسٹنٹ ریذیڈنٹ پونچھ نے آپ کو ایک ٹوپی دار بندوق بطور

انعام عطا کی تھی۔ آپ ہر سال ایک دو شیر ضرور مارا کرتے تھے۔ شیر کے شکار ہی میں آپ کے فرزند کلاں شیر احمد خان کو ایک دفعہ شیر نے زخمی کر دیا تھا۔ اور اسی صدمہ سے وہ آپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

اپنی برادری میں سردار فقیر محمد خان بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ۱۹۱۲ء میں جب پونچھ میں پنچایت کمیٹیوں کا وجود عمل میں آیا۔ تو آپ چڑالہ پنچایت کمیٹی کے پریذیڈنٹ قرار پائے۔ ۱۹۲۸ء بب میں پونچھ کا یہ پیر شکاری آخر نہنگ اجل کا شکار ہو گیا۔

سردار محمد یوسف خان ان کے پوتے اور سردار شیر احمد خان مرحوم کے صاحبزادے ان کی جگہ نمبردار و جاگیردار اور پنچایت کمیٹی کے صدر بنائے گئے۔ جس خوش اسلوبی سے آپ نے اپنے فرائض کو دیانت و مستعدی سے ادا کیا۔ اس کا سرکاری اور غیر سرکاری حلقوں میں اعتراف کیا گیا۔ حکام نے آپ کو اعلیٰ اسارٹیفکٹ عطا کئے۔ اور برادری نے آپ کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ آپ کی سرکاری و غیر سرکاری خدمات کا سلسلہ اب بھی بدستور جاری ہے۔

اولاد سردار علہ خان و جھٹا خان۔ سردار درویش خاں (از ذریات اُدھم خان) کے فرزندان سردار علہ خاں و سردار جھٹا خاں کی اولاد کثیر تعداد میں ہوئی ہے

سردار علہ خاں کی ایک شاخ میں محمد خاں جاگیردار و نمبردار ہے۔ ان کا ایک فرزند خان محمد خاں بھی سربراہ نمبردار ہے۔ دوسری شاخ میں شاہ محمد خاں (ملازم گورنمنٹ) اور حاجی گلاب خاں قابل ذکر ہیں۔ حاجی گلاب خاں کا لڑکا محمد یوسف خاں لکھا پڑھا ہے۔

جھٹا خان کی اولاد سے وارث خاں کے حسب ذیل تین فرزند تھے۔

حسن خاں - بیرو خاں - کالا خاں - حسن خاں کی اولاد میں حسب ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں - محمد خاں نمبردار مرحوم - برکت اللہ خاں نمبردار ولد عنایت اللہ خاں مرحوم سمندر خاں پنشنر حوالدار - عطا محمد خاں سربراہ نمبردار و سابق اسیسر - معہ فرزندان محمد افضل خاں و علی اکبر خاں ملازمان برہما ملٹری پولیس - سیدا خاں پنشنر پلٹن ۱۲ے راجپوت خلف سردار فتح خاں -

بیرو خاں کی اولاد میں حسب ذیل اصحاب امتیازی درجہ رکھتے ہیں - عبد الکریم خاں - فضل الٰہی خاں ملازم گورنمنٹ - مولوی فتح محمد خان - علوم عربی و فارسی میں کافی دستگاہ رکھتے ہیں -

سردار کالا خاں جو سردار وارث خاں کے تیسرے فرزند تھے - جاگیردار و نمبردار تھے - ان کا پوتا سردار سکندر خاں اس وقت نمبردار ہے - سرکل کمیٹی کا ممبر ہے -

سردار جھٹا خاں کی شاخ میں دو اور نامور ہستیاں گذری ہیں - سردار بیلی خاں اور سردار ساہلم خاں - بیلی خاں کی بڑی شاخ سے محمد اشرف خاں ملٹری پولیس برہما میں لیس نائیک اور محمد خاں سلوتری اور چھوٹی شاخ سے محمد فیروز خاں فوجی پنشنر ہے - ساہلم خاں کی اولاد میں جیو خاں کے تین بیٹے تھے - بیرو خاں - فتاحی خان - بھرجو خاں - بیر خاں کی اولاد میں مغل خاں کے دو قابل فرزند موجود ہیں - محمد شریف خاں - منشی عبد الکریم خاں دونوں تعلیم یافتہ ہیں - لیکن منشی عبد الکریم خاں انگریزی پشتو - تامل کے علاوہ علوم دینیات فقہ وغیرہ میں بھی کافی دستگاہ رکھتے ہیں - انگریزی علاقہ میں ملازم ہیں -

فتاحی خاں کے فرزند ملک شیر خاں کی اولاد سے فضل خاں اور اس

کے دونوں فرزندان اکرم خاں و ملک حسین خان قابل ذکر ہیں۔
ساہلم خان ہی کی شاخ سے کرم بخش خاں جنگلات میں ملازم رہا ہے۔
اس کی اولاد آجکل موضع گھمبیر پونچھ میں آباد ہے۔ سردار نادر خاں بھی ایک مشہور ہستی گذرا ہے۔ اس کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ منصر علی خان۔ فضل خاں۔ سلطان محمد خان۔ گل احمد خاں۔ ان میں سلطان محمد خاں کمیشن افسر (جمعدار) ہو کر اب پنشن پر اپنے وطن میں مقیم ہیں۔

ریالہ اولاد سردار جلو خان۔ اس موضع میں سردار اوہد خاں کی ذریات سے سردار جلو خاں ایک نامور شخص گذرے ہیں۔ جو جاگیردار اور نمبردار بھی تھے۔ ان کے دو فرزندوں میں نواب خاں کا قبل از بندوبست انتقال ہو چکا ہے۔ محمد خاں اس وقت زندہ و سلامت موجود ہے۔ جس کے چھ فرزندان حسب ذیل ہیں۔ گل حسین خان۔ محمد امیر خاں۔ رنگی خاں۔ عطر خاں۔ جہانگیر خان۔ محمد یعقوب خاں۔ ہر شش برادران اپنے باپ محمد خاں کے نقش قدم پر چل کر مہمان نوازی اور اخلاق حسنہ میں امتیاز خاص رکھتے ہیں۔ ان میں سے محمد امیر خاں و رنگی خاں نے صدر راولپنڈی میں قریشی مسلم ہوٹل کے نام سے ایک ہوٹل بھی کھول رکھا ہے۔ جو خوب کامیابی سے چل رہا ہے۔

موضع سیسر۔ سردار اوہد خاں کی ذریات سے سردار سیدہ خاں و سردار شاہنواز خاں دو بھائی سیسر کی موجودہ عباسیہ بستی کے جد امجد سمجھے جاتے ہیں۔
مہاراجہ گلاب سنگھ اور راجہ موتی سنگھ نے ان کو جاگیر۔ نمبرداری و سرداری کے اعزاز و خطابات کے علاوہ کئی مرتبہ نقد انعامات اور خلعت وغیرہ بھی عطا کئے۔ اور تحریرات سرکاری میں بارہا خیر خواہ۔ تہور پناہ اور شجاعت دستگاہ کے عالی قدر الفاظ سے یاد فرمایا۔ ان میں سردار سیدہ خاں کے چار فرزند

ڈاکٹر محمد حیات خان عباسی فزیشن اینڈ سرجن میڈیکل افسر انچارج صدر ہسپتال پونچھ

تھے۔ سردار محمد سید خاں۔ سردار محمد امیر خاں۔ سردار فتح خاں (لاولد) سردار عبداللہ خاں۔

اولاد سردار سید محمد خان مرحوم۔ سردار محمد سید خاں سنے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر مزید انعامات وغیرہ حاصل کئے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ سردار نصر علی خاں و سردار اقبال خاں۔ جب ٹاڑکوٹ اور رجہ ٹالہ کے اکثر زمیندار مزید لگان کی ادائیگی کے تنازعہ سے بھاگ کر انگریزی علاقہ میں چلے گئے تھے۔ تو سرکار پونچھ کے ایماء سے سردار نصر علی خاں ہی ان کو واپس لائے تھے۔ نصر علی خاں کے تین فرزند تھے۔ اوّل سردار سکندر خاں جو سر راجہ بلدیو سنگھ کے رسالہ میں ملازم تھے۔ ان کا فرزند سردار عبدالغنی خاں سابق ملازم رسالہ موجود ہے۔ عبدالغنی خاں کا بیٹا میر اکبر خاں محکمہ کسٹم میں ملازم ہے۔

دوم سردار گل احمد خاں نمبردار جن کے پاس کئی سرکاری سندات بصلۂ خدمات موجود ہیں۔ جنگ عظیم یورپ کی خدمات بلا معاوضہ کے صلہ میں ہز ایکسیلینسی کمانڈر انچیف افواج ہند نے آپ کو خوشنودئ مزاج کی سند دی ہوئی ہے۔ آپ کا فرزند عبدالعزیز خاں پولیس پونچھ میں ملازم ہے۔

سردار محمد سید خاں کے تیسرے فرزند سردار بشیر احمد خاں عرصہ دراز تک محالدار کسٹم رہ کر اب پنشن پر ہیں۔ آپ نے بھی اپنے بھائی سردار گل احمد خاں کی طرح سرکاری امور میں اعلیٰ وفاداری کا ثبوت دیا۔ اور رنگروٹوں کی بھرتی میں سرکار سے سند حاصل کی ہوئی ہے۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ محمد اسماعیل خاں و ڈاکٹر محمد حیات خاں۔

ڈاکٹر محمد حیات خاں عرصہ تین سال سے بحیثیت میڈیکل افسر انچارج صدر ہسپتال پونچھ تعینات ہیں۔ پتھری اور آنکھوں کے اپریشن موتیابند وغیرہ

میں آپ کو بڑی مہارت ہے۔ پونچھ شہر اور مضافات کے لوگ آپ کے ہمدردانہ سلوک کے مداح اور افسران بالا آپ کی احسن کارکردگی کے معترف ہیں۔ پونچھ کے سابقہ چیف میڈیکل افسر ڈاکٹر بھگت رام نے ایک مرتبہ آپ کے متعلق لکھا تھا۔ کہ ڈاکٹر محمد حیات خاں تمام مذاہب کے لوگوں میں ہر دلعزیز اور اپنے کام میں ماہر ہے۔ موجودہ چیف میڈیکل افسر ڈاکٹر رام سنگھ نے بھی بارہا آپ کے کام کی تعریف کی ہے۔ کئی مرتبہ آپ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے انچارج چیف میڈیکل افسر بھی رہ چکے ہیں۔ اس وقت بھی آپ مندرجہ ذیل شعبوں کے انچارج ہیں۔ انچارج صدر ہسپتال انچارج لیبارٹری۔ انچارج سیرا ہاسپٹیلم۔ اوٹ ڈور۔

آپ پونچھ کے ساڑھے تین لاکھ مسلمانوں میں سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ جنہوں نے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی ہے۔

اولاد سردار محمد امیر خاں۔ آپ سردار سعید خاں کے فرزند ثانی تھے۔ جاگیر دار اور نمبردار تھے۔ مواضعات کلس کھوتل۔ ریالہ۔ دناہ وغیرہ کا مالیہ انہی کے ذریعہ داخل سرکار ہوتا رہا۔ ان کے دو فرزند تھے۔ سردار منددہ خاں و عطا محمد خاں۔ اول الذکر کے تین فرزند حسب ذیل موجود ہیں (۱) سردار حسین خاں جاگیر دار و کنٹر کٹر گورنمنٹ۔ جن کے پاس خدمات کی سندات بھی ہیں۔ (۲) جہانداد خاں تجارتی کاروبار میں مصروف ہیں۔ قحط سالی اور ادائیگی مالیہ کے ایام میں غربا اور زمینداروں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک سے پیش آتے ہیں (۳) علی اکبر خاں جو مستعد اور کارکن ہیں۔ عطا محمد خاں کے فرزندوں میں سردار سجاول خاں و سردار شباب خاں گورنمنٹ کنٹر کٹر ہیں۔ اور اپنے حلقۂ اثر میں کافی رسوخ رکھتے ہیں۔

۱۔ سردار گل احمد خان قریشی عباسی سکنہ کھوتل پونچھ گورمنٹ کنٹرکٹر کوہ مری

۲۔ سردار شہداد خان قریشی عباسی سکنہ کھوتل پونچھ گورمنٹ کنٹراکٹر کوہ مری

اولاد سردار عبداللہ خان ۔ آپ سردار سید خان کے تیسرے فرزند تھے ۔ آپ نے والد کی وفات کے بعد اپنی خیر خواہانہ خدمات کے صلہ میں جدید جاگیر بھی حاصل کی ۔ علاوہ ازیں نمبردار بھی تھے ۔ ان کے دو فرزند ہیں ۔ سردار جواہر خان و سردار افراسیاب خان ۔ اوّل الذکر نہایت خدا دوست تھے ۔ ان کی موت کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے ۔ کہ نماز صبح کا فریضہ ادا کرنے کے بعد ان کی رُوح اعلیٰ علیین کو پرواز کر گئی ۔ ان کے دو فرزند موجود ہیں ۔ محمد اکرم خان جو ملازم گورمنٹ ہے ۔ اور محمد اسماعیل خان جو ہونہار نوجوان ہے ۔ سردار عبداللہ خان کے دوسرے فرزند سردار افراسیاب خان پولیس پونچھ میں بطور مدد محرر ملازم ہوئے ۔ اور سب انسپکٹری یعنی تھانہ داری کے عہدے تک پہنچے ۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں ۳۲ سال کی طویل سروس کے بعد ریٹائر ہو گئے ہیں ۔ آپ کے پاس اپنی اعلیٰ کارکردگی کی کئی ایک سندات ہیں ۔ ان کا ایک فرزند محمد مسیح خان نام ہے ۔ جس میں تمام خاندانی اوصاف پائے جاتے ہیں ۔

موضع کھوئی رٹہ ۔ اس گاؤں میں سردار بھرجو خان کی شاخ خاص طور پر قابل ذکر ہے ۔ ان کے تین فرزندوں میں سردار ماڑا خان ایک معزز ہستی تھے ۔ اور اپنے والد کی طرح جاگیردار و نمبردار ہیں ۔ آپ کے تین فرزند ہیں ۔ سردار گل احمد خان ، سردار چاند داد خان اور سردار شہداد خان ۔ سردار گل احمد خان جاگیردار و نمبردار ہونے کے علاوہ ٹھیکہ داری بھی کرتے ہیں اور صاحب استطاعت ہیں ۔ اور علاقہ انگریزی میں انکم ٹیکس بھی ادا کرتے ہیں ۔ آپ ہمدرد خلائق اور مخیّر ہیں جنگ عظیم میں آپ نے جو خدمات انجام دی ہیں اس کے کئی سارٹیفکٹ آپ کے پاس موجود ہیں ۔ آپ کے برادران اصغر بھی گورمنٹ کنٹرکٹر ہیں ۔ اور ممتاز پوزیشن رکھتے ہیں ۔

اولاد سردار اجو خان ڈھونڈ

چمیاٹی۔ شاخ سردار محمد شیر خان ۔ اس موضع کی ڈھونڈ برادری کے مورث اعلیٰ سردار طالع خاں تھے۔ آپ کو مہاراجہ گلاب سنگھ بانئے حکومت ڈوگرہ و فرمانروائے جموں و کشمیر ہمیشہ "تہور پناہ شجاعت دستگاہ" اور "باوفا خیر خواہ" کے الفاظ سے یاد کیا کرتے تھے۔ آپ کے فرزندان سردار محمد خاں و سردار محمد شیر خاں کے مفصل حالات "آئینہ قریشی" میں درج ہیں۔ سردار محمد شیر خاں "چیف آف ڈھونڈ" تھے۔ ان کی ہستی نے اس گاؤں کو بہت شہرت دی ہے۔ وہ بھی اپنے والد کی طرح تمام اعزاز سے ملقب تھے۔ آپ کے حسب ذیل سات فرزند تھے سردار فضل خاں۔ سردار فتح علی خاں۔ سردار فیض طلب خاں۔ سردار کرم خاں سردار شیر احمد خاں۔ سردار فیروز خاں۔ سردار عطر خاں۔ اب ہر ایک کی اولاد و خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اولاد سردار فضل خاں مرحوم ۔ سردار فضل خاں جاگیردار۔ اعلیٰ نمبردار انعام خوار اور رئیس اعظم تھے۔ تصفیہ سرحد کے موقع پر ڈھونڈ قوم نے آپ کو اپنا نمائندہ مقرر کیا تھا۔ انہی خدمات کے صلہ میں مہتمم بندوبست پونچھ کی سفارش سے سر راجہ بلدیو سنگھ نے آپ کو ذیلداری کا اعزاز عطا کیا۔ جو اس وقت تک پونچھ میں رائج نہیں تھا۔ اور نہ اب تک کسی دوسرے کو یہ اعزاز حاصل ہے) ان کے خلف اکبر سردار محمد افضل خاں اور خلف اصغر سردار محمد زمان خاں تھے سردار محمد افضل خاں پولیس انسپکٹر تھے۔ رشوت اور رشوت خواروں کے سخت دشمن اور بڑے حلیم الطبع تھے۔ اس لئے رعایا میں بڑے ہر دلعزیز تھے جنگ عظیم کے دوران میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رنگروٹوں کی بھرتی وغیرہ کے متعلق جو مدد آپ نے سرکار انگریزی کو دی۔ اس کا صلہ گورنمنٹ نے ایک تلوار اور

سردار محمد لطیف خاں عباسی قریشی جاگیردار چمیاٹی
حال افسر چوکی پولیس سہرڑہ پونچھ (کشمیر)

گھڑی کی صورت میں عطا کیا۔ ان کی ملازمت کے دوران میں ان کی نمائندگی اور نمبرداری کے فرائض ان کے چھوٹے بھائی سردار محمد زمان خاں ادا کرتے رہے۔ سردار محمد افضل خان مرحوم کے دو بیٹے ہیں۔ سردار محمد سعید خاں و سردار محمد اسحاق خاں۔ اول الذکر نمبردار وجاگیردار و انعام خوار اور ایف۔اے تک تعلیمیافتہ اور عہدہ کے لحاظ سے انسپکٹر بنک ہیں۔ محمد اسحاق خاں بھی جاگیردار اور فہمیدہ و ذہین ہے۔

سردار محمد زمان خاں حکومت پونچھ کی طرف سے خطاب یافتہ جاگیردار اور صاحب رسوخ تھے۔ آپ کے حسب ذیل چار فرزند ہیں۔ محمد حمید خاں۔ محمد لطیف خاں محمد الطاف خاں۔ محمد سرور خاں۔ سب بھائی جاگیردار کہلاتے ہیں۔ اول الذکر تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود تجارتی کاروبار میں مصروف ہیں۔

آپ نے ایام ایجی ٹیشن ۱۹۳۸ء میں راعی و رعایا کے تعلقات کو خوشگوار بنانے میں اپنی تمام کوششیں صرف کر دیں۔ مسلمانوں کو مساوات کا درس دینے اور ان کو ایک سٹیج پر لانے اور غریب مسلمانوں کو اچھوت نہ سمجھنے کا جو خیال آپ کے دل میں چٹکیاں لیتا رہتا ہے۔ کاش پونچھ کے دیگر متمول و بارسوخ مسلم خاندانوں کے وہ بزرگ بھی ان کی تقلید کریں۔ جو اہل صنعت و حرفت مسلمانو کے ساتھ اچھوتوں کا سا سلوک کرتے رہتے ہیں۔

آپ کے دوسرے بھائیوں میں سردار محمد لطیف خاں بلندری میں افسر چوکی پولیس ہیں۔ اور اپنے فرائض تندہی سے ادا کر رہے ہیں۔

اولاد سردار فتح علی خاں مرحوم۔ آپ جاگیردار تھے۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ والئے جموں و کشمیر کی فوج میں اپنی خاندانی وجاہت اور اپنی ذاتی وفاداری کی بدولت صوبیدار بھرتی ہو کر عرصہ تک فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔

اپنے خاندان میں سب سے پہلے آپ ہی نے ملازمت کی ابتدا کی۔ مقامی حکومت اور گورنمنٹ برطانیہ کے اعلیٰ افسروں کی طرف سے آپ کو حسن خدمات کے صلہ میں کئی سندات ملی ہوئی ہیں۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ سردار محمد صادق خاں جاگیردار جو پولیس میں بطور مدد محرر بھرتی ہو کر آجکل کورٹ انسپکٹری کے معزز عہدہ پر فائز ہیں۔ اور ایک قابل پولیس افسر ہیں۔ آپ کے دوسرے بھائی سردار محمد صیاد خاں جاگیردار تعلیم یافتہ اور انجمن اصلاح المسلمین باغ کے جائنٹ سکرٹری ہیں۔

اولاد سردار فیض طلب خاں۔ آپ جاگیردار اور خطاب یافتہ سردار ہیں۔ ان کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ سردار سیف علی خاں۔ سردار محمد روشن خاں پہلوان خاں۔ محمد امین خاں۔ ان میں اول الذکر دونوں اصحاب اور سردار محمد امین خاں سرکاری ملازمت سے بے نیاز ہیں۔ سردار پہلوان خاں محکمہ پولیس میں ملازم ہیں۔ اور پنچائتوں کے زمانہ میں پنچایت کمیٹی کے ممبر رہے ہیں۔ آپ کے متعلق وزیر صاحب پونچھ کا نوٹ ہے۔ کہ یہ شخص پبلک معاملات میں دلچسپی لینے والا ہے۔ سردار محمد امین خاں کے دو فرزند محمد نظیر خاں و محمد عزیز خاں موجود ہیں۔

اولاد سردار کرم خاں۔ آپ جاگیردار ہیں۔ اور سرداری کے لقب سے ملقب ہیں۔ ان کے حسب ذیل چار فرزند ہیں۔ جہانداد خاں۔ عمرداد خاں شاہداد خاں۔ صحبت خاں۔ ان میں سردار جہانداد خاں تعلیم یافتہ صاحب رسوخ اور حالات زمانہ سے خوب واقف ہے۔

اولاد سردار شیر احمد خاں۔ آپ سردار شیر محمد خاں کے پانچویں فرزند تھے علوم فارسی، عربی میں کافی دستگاہ رکھتے اور سردار اور جاگیردار تھے۔

آپ کے فرزندوں میں سب سے بڑے سردار سجاول خاں نمبردار و جاگیردار ہیں باقی فرزندوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ سید اکبر خاں۔ میر افضل خاں۔ شیر افضل خاں۔ گل روشن خاں۔ کالا خاں۔

سردار فیروز خاں مرحوم۔ جاگیردار تھے۔ اور محکمہ جنگلات میں ایک اچھی اسامی پر رہے ہیں۔

سردار عطر خاں مرحوم۔ جاگیردار اور تعلیم یافتہ تھے۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ محمد رفیق خاں و تنبیر خاں۔ دونوں جاگیردار و تعلیمیافتہ ہیں۔

چمیاٹی۔ شاخ سردار علی بہادر خاں۔ سردار علی بہادر خان عباسی جو سردار طالع خاں کے پوتے۔ سردار محمد خاں کے فرزند اور سردار دوست محمد خاں کے بھائی تھے۔ نمبرداری اور انعام خواری کے علاوہ جاگیرداری کا اعزاز بھی رکھتے تھے۔ کیپٹن ہملٹن، مہتمم بندوبست پونچھ سرکاری خط وکتابت میں آپ کو ہمیشہ "عالی جاہ سردار علی بہادر خاں" کے الفاظ سے خطاب کیا کرتے تھے۔ موضع ببیرہ لوٹھ کے آوانوں اور ملدیالوں کا دیرینہ جھگڑا آپ ہی کے تدبر سے فرو ہوا تھا۔ حالانکہ حکام اس معاملہ میں ناکام رہ چکے تھے۔

راجہ موتی سنگھ نے موضع ارجہ میں آپ کو ایک وسیع آبی رقبہ اور ان کے فرزند سر راجہ بلدیو سنگھ نے سرداری کا اعزاز عطا کیا۔ بہ حیثیت آنریری مجسٹریٹ کمیٹی سرکل چمیاٹی میں عرصہ تک کام کرتے رہے۔ جنگ عظیم یورپ کی خدمات کے صلہ میں آپ کو ایک تلوار معہ سند عطا ہوئی۔ بندوبست کے کام میں آپ نے حکومت کو جو مدد دی۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے کیپٹن ہملٹن مہتمم بندوبست نے بہ منظوری سر راجہ بلدیو سنگھ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۷ء کے ایک پروانہ کے مطابق بندوبستی انعام پچاس روپیہ سالانہ تا میعاد بندوبست

عطا کیا۔

چھپاٹی کا یہ مجسّمۂ وجود اسّی نوّے سال کی عمر پا کر ۱۹۸۵ء ب میں آخر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گیا۔

آپ کے سات فرزندوں میں سے سردار سلطان محمد خاں، سردار صندل خاں سردار محمد یعقوب خاں لاولد اور سردار سلیمان خاں سب انسپکٹر پولیس دو فرزند چھوڑ کر آپ کی زندگی ہی میں وفات پا چکے تھے۔ اس وقت آپ کے تین فرزند صاحب حیات ہیں۔ جن میں سردار محمد اکبر خاں جن کو اعزاز کرسی نشینی بھی حاصل ہے۔ اور جو پہلے محکمہ جنگلات پونچھ میں ملازم تھے۔ اپنے بھائی سردار نواب خاں کے ساتھ اضلاع راولپنڈی و ہزارہ میں لکڑی کے ٹھیکہ وغیرہ کا کام کرتے ہیں۔

سردار محمد اکبر خاں نے ۱۹۸۹ء ب کے قحط میں تین ہزار روپیہ تحصیل باغ کے غربی علاقہ میں بطور تقاوی تقسیم کیا۔ اور تین سال کے بعد بغیر کسی منافع کے واپس لیا۔ آپ سرکل کمیٹی چھپاٹی کے سکریٹری رہے ہیں۔ اور ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں آپ نے جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ ان کے صلہ میں آپ کو سرکار برطانیہ نے سندات کے علاوہ دو لنگیاں اور ایک گھڑی انعام میں دی ہے۔ آپ کے بھائی سردار نواب خاں جاگیردار و گورنمنٹ کنٹرکٹر اسیسر ہیں۔ اور اپنی مرنجان مرنج پالیسی سے ہر دلعزیز ہیں۔ سردار محمد اکبر خاں کا بڑا صاحبزادہ خان محمد خاں اے وی ... مڈل سکول دھیرکوٹ اور سردار نواب خاں کا صاحبزادہ محمد یونس خاں گورنمنٹ ہائی سکول مظفر آباد میں زیر تعلیم ہے۔

سردار فضل داد خاں یکم جیٹھ ۱۹۶۱ء ب میں مددمحرر پولیس کی حیثیت سے

سردار محمد اکبر خان قریشی عباسی جاگیردار گورنمنٹ کنٹر کا سکنہ چھپائی تحصیل باغ پونچھ

سردار فضل داد خاں انسپکٹر پولیس پونچھ!

۱۔ سردار محمد ایوب خاں بی۔ اے
سینئر جج راولاکوٹ پونچھ

۲۔ خانصاحب سردار محمد اکرم خان ریٹائرڈ جج و
سپرنٹنڈنٹ پولیس و رئیس اعظم پونچھ (کشمیر)
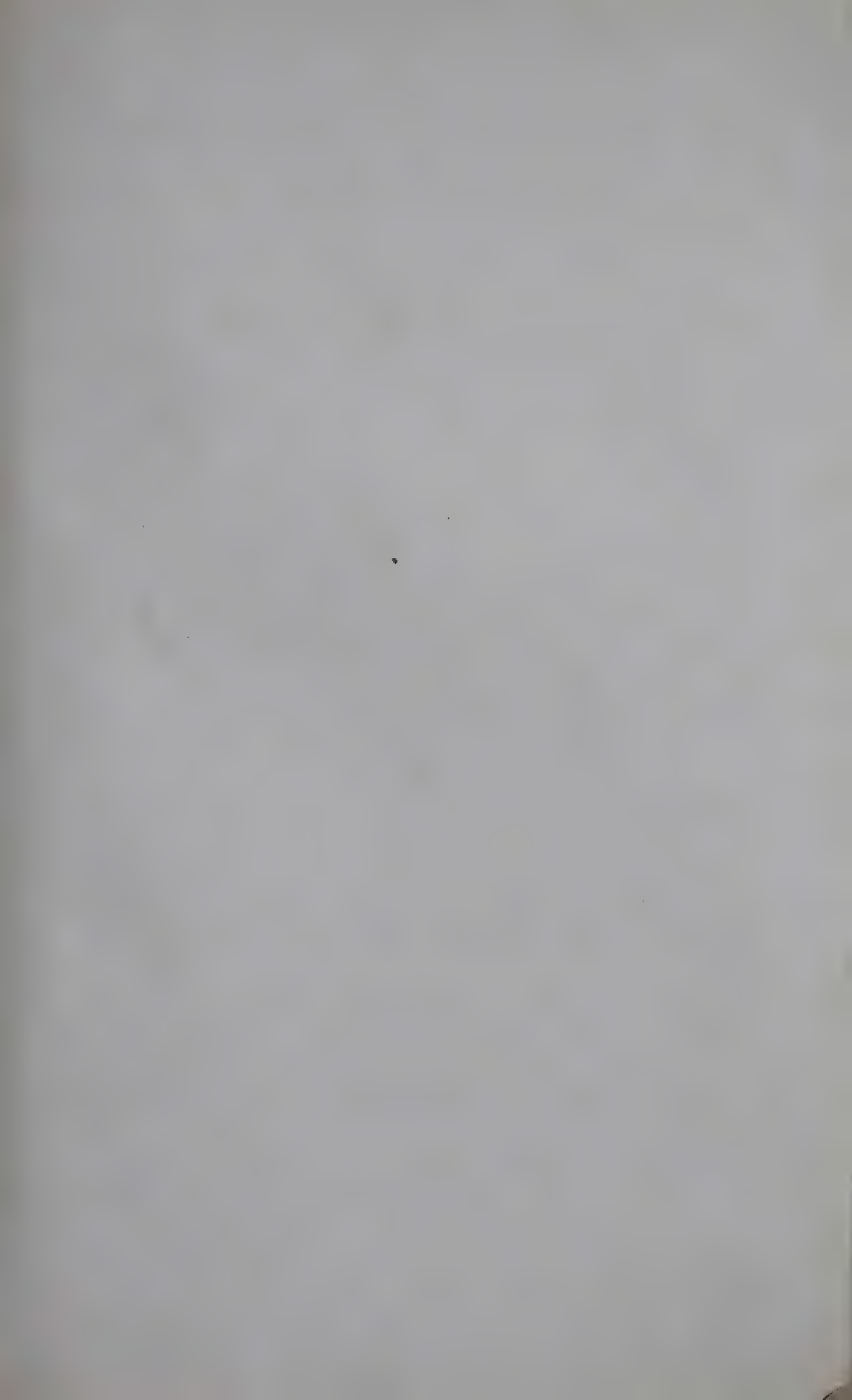
بھرتی ہوئے۔ اور ایک طویل ملازمت کے بعد کتک سنہ ۱۹۹۲ ب مطابق اکتوبر سنہ ۱۹۳۵ء میں پنشن پر اپنے وطن آگئے۔ سرراجہ بلدیو سنگھ اور وزراء ریاست اور اعلیٰ حکام پولیس سب نے آپ کے کارکن افسر ہونے کا اعتراف کیا ہے شورش سنہ ۱۹۹۸ ب میں آپ تحصیل سدہنوتی کے صدر مقام پلندری میں تعینات تھے۔ جہاں آپ کے حسن تدبیر سے بالکل امن رہا۔

سردار محمد اعظم خاں محرر سارجنٹ پولیس اور بابو غلام نبی خاں متعلم بی اے کلاس پرنس آف ویلز کالج جموں۔ سردار سلیمان خاں مرحوم کے فرزند اور سردار فضل داد خاں کے برادر زادے ہیں۔ سردار محمد اعظم خاں ملازم سرکار ہونے کے علاوہ اپنے علاقہ میں جاگیردار نمبردار اور انعام خوار بھی ہیں۔

بابو غلام نبی خاں جو آپ کے برادر خورد ہیں۔ اپنی برادری میں دوسرے نوجوان ہیں جو امسال بی۔ اے کی ڈگری کے لئے امتحان میں شامل ہونے والے ہیں۔

چمیالی۔ شاخ سردار دوست محمد خاں۔ آپ "تہور پناہ شجاعت دستگاہ" سردار طالع خاں کے فرزند سردار محمد خاں (بابا در سردار محمد شیر خاں) کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے دادا وچچا سردار محمد شیر خاں کو پانچ سو روپیہ سالانہ کی جاگیر کے علاوہ حکومت نے سرداری کا اعزاز بھی بخشا۔ جو اس خاندان کے لئے بطور احترام یوں تو مدت سے استعمال ہو رہا تھا۔ لیکن حکومت نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر کے سرکاری خط کتابت میں بھی اس کا اجرا کر دیا۔

سردار دوست محمد خاں کو خاندانی اعزاز و مناصب بھی حاصل تھے۔ اور اپنی ذاتی خدمات سے انہوں نے ایک سو روپیہ کی مزید جاگیر بھی سرکار سے حاصل کی۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ سردار محمد اکرم خاں، سردار محمد یوسف خاں

جاگیردار۔ سردار بہرام خاں۔

سردار محمد اکرم خاں پولیس میں ملازم ہو کر اپنی اعلیٰ قابلیت کی بدولت سپرنٹنڈنٹی کے درجہ تک پونچے۔ کچھ عرصہ تک پونچھ میں ایک جج کی حیثیت سے بھی کام کرتے رہے۔ جنگ عظیم کے دوران میں آپ نے گورنمنٹ برطانیہ کی جو خدمات ادا کیں۔ ان کے صلہ میں آپ کو خانصاحب کا خطاب عطا ہوا۔

سر راجہ بلدیو سنگھ نے نہ صرف سرکاری خط کتابت میں آپ کے لئے "خیر خواہ با صفا عالی جاہ" کے بیش قیمت الفاظ ہی کا اضافہ فرمایا۔ بلکہ بزمانہ بندوبست آپ کو ماہ روپیہ بطور انعام اور زمین گھماؤں اراضی بطور جاگیر مرحمت کی۔

راجہ سکھدیو سنگھ کے زمانہ میں آپ آنریری مجسٹریٹ بھی رہے ہیں جب انجمن اسلامیہ پونچھ کے ابتدائی ایام تھے۔ اور راجہ بلدیو سنگھ اور ان کے وزراء وغیرہ انجمن کے سالانہ جلسوں میں شامل ہوا کرتے تھے۔ تو آپ اس انجمن کے صدر اعظم تھے۔

آپ کے چند اشعار نظر سے گذرے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ طبع موزوں رکھتے ہیں۔ ایک فارسی نعت کے چار شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

من باُمید شفاعت بردرت افتادہ ام زانکہ پشتیبان اُمت چون توئی روز جزا
این ہمہ عمرم بہ بدکاری و بیکاری گذشت یک نظر فرما بحالم یا محمد مصطفےٰ
نامۂ اعمال من در زشت کاری شد خراب یا بہیچ دارو نیست اما جز نگاہ کیمیا
از کرامت کن مکرم اکرم مسکین را تا بگفتہ در پونچھ (کشمیر) او اندر بلا!

علم تاریخ کے علاوہ آپ کو مذہبیات اور فن طبابت سے بھی خاص دلچسپی

ہے۔ علم وحکمت سے آپ کو جو دل بستگی ہے۔ اس کا کچھ اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ آپ نے پنشن حاصل کرنے کے کئی سال بعد ۱۹۳۴ء میں میرٹھ کے پرنس ہومیوپیتھی کالج سے حکیم حاذق کا امتحان ایک تمغہ اور ڈپلومہ لے کر پاس کیا۔

آئینہ قریشی آپ کی ایک مطبوعہ تصنیف ہے۔ جو آپ کے اپنے خاندانی اور پونچھ کی چند دیگر اقوام کے حالات میں سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی اور کئی تصانیف حرمت سماع۔ صراط الموآحدین۔ برہان القرآن۔ مجموعہ نظمیات عباسی وغیرہ زیر طبع ہیں۔

سردار محمد ایوب خاں بی۔ اے آپ کے اکلوتے صاحبزادے ہیں۔ جو اس وقت پونچھ میں سینئر جج ہیں۔ خانصاحب سردار محمد اکرم خاں مسلمانان تحصیل باغ کی واحد اسلامی انجمن اصلاح المسلمین کے پریذیڈنٹ ہیں۔

چمیاٹی شاخ سردار علی گوہر خاں۔ آپ سردار محمد خاں برادر سردار محمد شیر خان کے تیسرے فرزند تھے۔ جاگیردار اور نمبردار بھی تھے۔ رسالہ میں عرصہ تک ملازم رہے۔ آپ کے تین فرزند موجود ہیں۔ دو لاولد فوت ہو چکے ہیں۔ آپ کے نام کی جاگیر آپ کے فرزنداں کے نام واگذار ہو چکی ہے۔ تینوں فرزندوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ (۱) سردار عبدل خان آپ جاگیردار ہیں۔ رسالہ میں ملازم بھی رہے ہیں۔ اخلاق فاضلہ رکھتے ہیں۔ ان کا بڑا لڑکا محمد رزاق خاں پولیس میں ملازم ہے۔ اور چھوٹا لڑکا محمد اسحاق خاں مڈل سکول دھیرکوٹ میں زیر تعلیم ہے (۲) سردار امیر اکبر خان جاگیردار ہیں۔ پولیس کے محکمہ میں سب انسپکٹر ہیں۔ اور آجکل تھانہ پلندری میں تعینات ہیں۔ افسران محکمہ اور پبلک اور ماتحت عملہ آپ کی کارکنگی اور آپ کے حسن سلوک کا معترف ہے۔ آپ کا فرزند کلاں محمد سلیم خاں مڈل سکول دھیرکوٹ میں زیر تعلیم ہے۔ چھوٹے لڑکے کا نام محمد سرور خاں ہے۔ سردار امیر اکبر خاں نے

پولیس کی ۱۲ سالہ سروس میں حکام اعلیٰ سے کئی مرتبہ سندات حاصل کی ہیں۔ اپنی برادری میں بھی آپ کا اچھا اعتماد و رسوخ ہے۔ (۲) سردار معتدل خاں۔ جاگیردار زمانہ کے نشیب و فراز سے آگاہ اور خلیق ہیں۔ ان کے فرزند کا نام شریف احمد خاں ہے

اولاد سردار اجو خاں ڈھونڈ

موضع ہل سُرنگ۔ اس گاؤں میں سردار جوگا خاں۔ مقصود خاں اور خضر خاں اور بڈھا خاں کی اولاد کی ونڈیں اور نمبرداریاں ہیں۔ ان کے علاوہ کوکا خاں کی اولاد بھی یہاں آباد ہے۔

سردار جوگا خان کی پانچویں پشت سے سردار جمدار خاں ایک نامور شخص ہوا ہے۔ ڈوگرہ حکومت سے قبل ایک لڑائی میں بمقام ہرنامیرا آپ شہید ہو گئے۔ آپ کا مزار بھی اپنے گاؤں کے رقبہ ہل میں بمقام ٹوپہ واقع ہے۔ آپ کے حسب ذیل چار فرزند تھے مُغل خاں۔ آدم خاں۔ صوبہ خاں۔ بہولو خاں۔

اولاد سردار مغل خاں مرحوم۔ بڑے بارعب اور قوی الجُثہ تھے۔ سرکار سے جاگیر۔ نمبرداری اور سرداری کے اعزاز حاصل کئے۔ ان کے حسب ذیل چار فرزند تھے۔ عبداللہ خاں۔ سیدل خاں۔ نادر خاں۔ علی بہادر خاں۔

سردار عبداللہ خاں اپنے والد کی طرح جاگیردار اور نمبردار تھے۔ بدوران بندوبست کئی غیر موروثی اسامیوں کو دیرینہ حق دار قرار دے کر موروثی بنوا دیا۔ سردار جواہر خاں و محمد اکبر خاں آپ کے دو فرزند تھے۔ جواہر خاں نہایت دلیر شجاع۔ شکار کے شوقین اور لکڑی کے کرتب میں شہرہ آفاق ہیں۔ ان کے فرزندان میں زبردست خاں سربراہ نمبردار نہایت وجیہہ جوان ہے۔ مڈل تک تعلیم یافتہ ہے۔ جواہر خاں کا بھائی محمد اکبر خاں بھی بڑا وجیہہ جوان تھا۔ مگر لاولد انتقال کر گیا۔

سردار مغل خاں کے دوسرے فرزند سردار سیدل خاں غریبوں کے بڑے
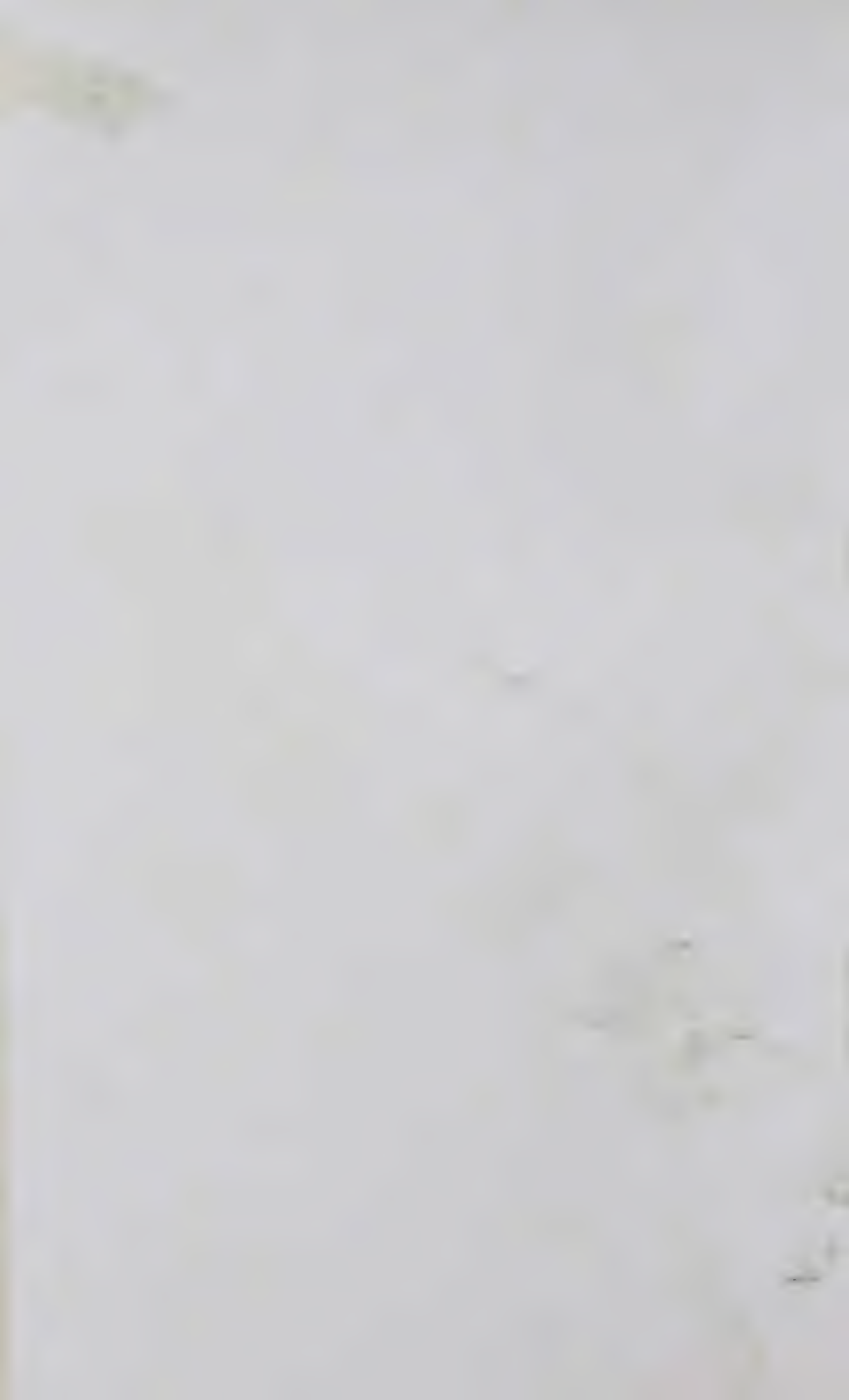
سردار امیر اکبر خان عباسی سب انسپکٹر پولیس پونچھ کشمیر

ہمدرد تھے۔ محمد زمان خاں و محمد روشن خاں ان کے دو فرزند ہیں۔ محمد زمان خاں، گورمنٹ انگلشیہ کی فوج میں ملازم رہا ہے۔ اس کا ایک ہی فرزند محمد روشن خان ہے۔

سردار نادر خاں جو سردار مُغل خاں کے تیسرے فرزند تھے۔ لاولد انتقال کر گئے۔

آپ کے چوتھے فرزند سردار علی بہادر خاں کو بچپن ہی سے حصول علم اور مجلس مشائخ میں حصہ لینے کا شوق تھا۔ علوم عربی و فارسی میں خوب ماہر تھے حضرت میاں فقیر اللہ قادری بکوٹی رح سے بیعت تھی۔ ان کے متعلق یہ عام واقعہ مشہور ہے۔ کہ جوانی ہی میں ان کی داڑھی دائیں طرف سے سفید ہو گئی۔ آپ کے پیر صاحب کی دُعا برکت سے اس کو از سرِ نو سیاہ کر دیا۔ بڑے نیک بخت اور صالح بزرگ تھے۔ ان کے دو فرزند ہیں۔ منشی علی اکبر خاں و محمد یعقوب خاں۔ ان میں منشی علی اکبر خاں عرصہ اٹھارہ سال سے محکمہ تعلیم میں ملازم ہیں۔ درس تدریس آپ کا شغل ہے۔ آپ کے کئی شاگرد اس وقت انگریزی تعلیم پا کر ملک کا نام روشن کر رہے ہیں۔ اپنی قوم کے ماضی۔ حال اور مستقبل پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ہل مُرنگ کے اُن بچوں کے لئے جو یقیناً "تھوڑے دنوں کے بعد" آج کے بچے کل کے باپ" کا مصداق ثابت ہونگے۔ آپ کی ذات درحقیقت چشمۂ فیض ہے۔ آپ کا بڑا لڑکا عبد القیوم خاں مڈل سکول دھیرکوٹ میں زیر تعلیم ہے۔ آپ کا چھوٹا بھائی محمد یعقوب خاں تنبیح و وجیہہ جوان ہے۔ اور گتکہ کے فن میں خوب ماہر ہے۔ سردار بہو خاں کا فرزند سمندر علی خاں لاولد فوت ہو گیا ہے۔

سردار جوگا خاں کی ساتویں پشت میں سردار باز خاں پنجترہ خوار رہے ہیں ان کے تین فرزندان زبردست خاں۔ جمال خاں و فضلداد خاں ہیں۔ زبردست خاں

کنزرکٹر ہے۔ اور لکھا پڑھا تواریخی معاملات سے دلچسپی رکھتا ہے۔

سردار مقصود خاں کی ساتویں پشت میں سردار سکندر خاں کے چار فرزندان میں سے رنگ خاں پنجترہ خوارہ اور بوستان خاں ملازم گورمنٹ رہا ہے۔ لکھا پڑھا اور شائستہ آدمی ہے۔

سردار خضر خاں بن سکندر خاں کی اولاد سے کھیوا خاں کے چار فرزندان میں متولی خاں و ہیبت خاں مشہور تھے۔ جت خاں بن متولی خاں کے دو فرزند کالا خاں و سمندر خاں ہیں۔ ہیبت خاں کا فرزند نصرا خاں ہے۔ اور اس کا فرزند سکندر خاں ہے۔ اسی شاخ سے سردار نور خاں کے دو فرزند گوہر علی خاں و سید باز خاں ہوئے ہیں۔ گوہر علی خاں کے دو فرزند محمد زمان خاں و علی خاں ہیں سید باز خاں کا فرزند سلیمان خاں ہے۔

سردار شاہولی خاں ڈوگرہ حکومت کے تسلط کے وقت اپنی برادری اور علاقہ میں خاص اثر ورسوخ کے مالک تھے۔ ہل سرنگ کا چوتھا حصہ آپ ہی کی ملکیت میں تھا۔ آپ کے فرزندوں میں عبداللہ خاں علوم عربی و فارسی پر خاص دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے چار فرزند حسب ذیل ہیں (۱) منشی تہور خاں انسپکٹر کسٹم کشمیر۔ افسوس ہے۔ حال ہی میں آپ کا اکلوتا فرزند اکبر حسین جو میٹرک میں تعلیم پاتا تھا۔ انتقال کر گیا ہے (۲) منشی منور خاں۔ نئی روشنی اور فلسفیانہ خیالات کے آدمی ہیں۔ اسلامی تعلیم کے علاوہ ہندو مذہب کی تعلیم سے بھی اچھی واقفیت رکھتے ہیں۔ آپ کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ منشی ظفر حسین۔ محمد اشرف۔ صابر حسین۔ محمد کبیر۔ آخر الذکر تینوں زیر تعلیم ہیں۔ (۳) منشی سلیمان خاں۔ صوبہ برار دکن میں ٹھیکہ داری کا کام کرتے ہیں۔ مولوی عبداللہ خاں کے چوتھے فرزند کا نام علی اکبر خاں ہے۔

موضع سنگڑا۔ سردار مُغل خاں سنگڑا کی ڈھونڈ قوم کے مورث اعلیٰ ہیں۔ ان کی ابتدائی سکونت بٹھارہ میں تھی۔ وہاں سے سنگڑا آئے۔ اور اس کو آباد کر کے بڑی رونق دی۔ ان کے چار فرزندوں میں سردار اللہ یار خاں صاحب اولاد تھے سردار قمرو خاں انہی کا چوتھا فرزند تھا۔

اولاد سردار قمرو خاں مرحوم۔ ان کے چار فرزند تھے۔ سردار زمان خاں۔ مدا خاں۔ احمد خاں۔ مجتبا خاں۔ ان میں سردار زمان خاں کے چار فرزندوں میں دو لاولد گذر گئے۔ باقی دو سردار زبردست خاں و سردار ہیبت خاں صاحب اولاد تھے۔ یہ دونوں اپنے والد کی طرح جاگیردار و نمبردار تھے۔ سردار زبردست خاں کے فرزند کا نام سردار فضل خاں ہے۔ وہ نمبردار ہیں۔ اور ان کے پاس اعلیٰ کارکردگی کی سندات بھی ہیں۔ پنچایت کمیٹی کے ممبر بھی رہے ہیں۔ آپ کے فرزند کا نام محمد عارف خاں ہے۔ سردار ہیبت خاں بھی اپنے زمانہ میں مشہور شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے فرزندان سردار دانو خاں و نواب خاں دونوں لکھے پڑھے اور پنجوتزہ خوار ہیں۔

سردار مدا خاں کے دو فرزند تھے۔ حبیب خاں و سکندر خاں۔ سردار حبیب خاں کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ فیروز الدین خاں۔ محمد ایوب خاں۔ محمد امین خان۔ محمد حیات خاں۔ سب بھائی اپنی ونڈ کی برادری میں باعزّت اور بارسوخ ہیں۔ آخر الذکر تینوں تعلیم یافتہ ہیں۔ اور دوران جنگ میں سرکار کو ہر قسم کی مدد دیتے رہے ہیں۔ جن کی سندات بھی ان کے پاس ہیں۔ سردار محمد امین خاں کے دو فرزند حسب ذیل ہیں۔ محمد عارف خاں و وحید خاں۔

سردار سکندر خاں کے فرزند کا نام محمد عجب خاں ہے۔ جو اعلیٰ ونڈدار ہیں۔ سردار مجتبا خاں کے فرزند کا نام حیدر خاں اور پوتے کا نام محمد اسلم خاں ہے۔

سردار احمد خاں کے تین فرزندوں میں منصر علی خاں لاولد فوت ہو چکا ہے۔ سردار صاحب خاں و سردار دادن خاں صاحب اولاد ہیں۔ اول الذکر کے فرزند کا نام جلال خاں اور ثانی الذکر کے فرزند کا نام محمد امیر خاں ہے۔

اولاد سردار شرفو خاں مرحوم۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ شاہ محمد خاں و بیرو خاں۔ ان میں شاہ محمد خاں کے پانچ فرزندوں میں سردار عطا محمد خاں بڑا خوش قسمت گذرا ہے۔ جس کے ایک فرزند بنام منشی بہادر خاں محکمہ کسٹم پونچھ میں (انسپکٹری) کے معزز عہدے پر ہیں۔ اور اپنی برادری میں قابل قدر ہستی تصور کئے جا رہے ہیں۔

سردار شاہ محمد خاں کے بھائی بیرو خاں کے فرزند کا نام محمد باز خاں ہے۔ اس کے دو فرزند بنام عنایت اللہ خاں۔ و داتو خاں ہیں۔

اولاد سردار فتح شیر خاں۔ آپ کے پانچ فرزندوں میں محمد علی خاں برادری میں ایک سرکردہ شخص گذرا ہے۔ اس کے تیسرے فرزند شیر دل خاں کے دو فرزند ہیں۔ نواب خاں و علیمان خاں۔ دونوں بھائی نیک مزاج اور محنتی ہیں۔ علیمان خاں تعلیم یافتہ ہے۔

مشاہیر ڈھونڈ عباسی قریشی موضع بنگوئیں۔ نکودر خاں کا فرزند چنجو خاں چمیاٹی سے بنگوئیں چلا آیا۔ بنگوئیں کے ڈھونڈ خاندانوں میں یہ روایت مشہور چلی آتی ہے۔ کہ جنڈ کی لکڑی کا ایک ستون جو چنجو خاں کے مکان میں تھا۔ اب تک سردار محمد شیر خاں مرحوم کے محفل خانہ واقعہ چمیاٹی میں موجود ہے۔ چنجو خاں کے چار بیٹے تھے۔ مانک خاں۔ مرزا خاں۔ حسن خاں۔ جیدا خاں۔ مرزا خاں کی دسویں پشت میں سردار فتح شیر خاں ابتدائے بندوبست میں جاگیردار و نمبردار تھے۔ ان کے فرزندان سردار نور عالم خاں پنشنر و سردار

"خانہ زادہ" منشی محمد عالم خان ڈھونڈ عباسی قریشی آف بنگوئیں تحصیل باغ پونچھ

علی گوہر خان پنشنر اب تک موجود ہیں۔ اور سردار نواب علی خان و سردار صحبت خان بھی فوجی ملازم تھے۔ فوت ہو چکے ہیں۔ ان میں نواب علی خان کا بیٹا لیس نائیک سلیمان خان پنشن پر ہے۔ سردار نور عالم خان ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں شامل تھے۔ بصرہ۔ گمرنا۔ ناصریہ وغیرہ کئی مقامات پر شریک جنگ رہے۔ کوت العمارہ کے محاصرہ میں زخمی ہو گئے تین زخم بائیں ران پر اور ایک شدید زخم داہنی کلائی میں لگا۔ جس سے ہڈی ٹوٹ گئی۔ لیکن آپ نے رائفل کو پھر بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ بلکہ اُسے بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ آپ کی ان بہادرانہ خدمات کے صلہ میں آپ کو پانچ سروس میڈل اور بہادری کے کئی انعامات کے علاوہ اڑھائی سو روپیہ جنگی انعام بھی ملا۔ اس وقت آپ گیارہ روپے پنشن لے رہے ہیں۔

منشی محمد عالم خان بعمر ۲۳ سال آپ کے نوجوان تعلیم یافتہ صاحبزادہ ہیں آپ پولیس میں براہ راست سارجنٹ منظور ہو چکے تھے۔ لیکن تقرری کے انتظار کی تکالیف سے بچنے کے لئے آپ نے محکمہ تعلیم کی ملازمت کر لی۔ مگر اس میں دل نہ لگا۔ جب آپ کے والد کی فوجی خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ برطانیہ نے آپ کو پندرہ روپیہ ماہوار کا فوجی وظیفہ عطا کیا۔ تو آپ ۲۴ نومبر ۱۹۲۲ء کو فوج میں بھرتی ہو گئے۔ دس ماہ کے کورس کے بعد آپ کی خدمات بٹالین ۳/۱ پنجاب رجمنٹ لکھنؤ میں منتقل کر دی گئیں۔ جو آجکل بمبئی میں ہے۔ اور جہاں آپ کے باپ اور چچا سردار علی گوہر خان [1] سولہ سال تک خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ آپ نے اپنے وطن میں ایک جمیعت بھی رسومات قبیحہ کے

[1] آپ بھی میدان جنگ میں زخمی ہونے کی وجہ سے پنشن یاب ہوئے تھے۔ آپ کو بھی انعام وغیرہ ملے تھے۔

انسداد کے لئے قائم کی تھی۔ جو آپ کی ملازمت کی وجہ سے اب مفقود ہے آپ اپنی قوم کی ایک تاریخ بھی بنام سراج الفرلبیش لکھ رہے ہیں آپ نہایت اچھے مقرر ہیں۔ اور جو امور قوموں کی تباہی و ویرانی اور سرسبزی و ترقی کا باعث ہوتے ہیں۔ ان کا آپ کو پورا احساس ہے۔ آپ کے دو بھائی فتح عالم خاں و فیض عالم خاں بنگوئیں میں اپنے زرعی کاروبار میں مصروف ہیں۔

مرزا خاں بن چنجو خاں کی اولاد سے سردار فتح خان بن یارو خاں ایک نامور شخص گذرا ہے۔ سردار جیون علی خاں پنشنر انہی کی اولاد سے ہیں۔ ان کے دو بیٹے سرکاری ملازمت کے دوران ہی میں انتقال کر گئے۔ اور امیر علی خاں۔ محمد زمان خاں۔ محمد افضل خاں۔ علی شیر خاں اور محمد خاں بھی فوج ہی کی ملازمت کرتے رہے ہیں۔

حسن خاں کی اولاد سے سردار سلطان محمد خاں بن کوڑا خاں اور ان کے بعد سردار محمد شیر خاں صاحب اثر ہستی گذرے ہیں۔ اسی شاخ میں سردار فضل خاں بن وزیر محمد خاں کے فرزندان شیر عالم خاں۔ مختار خاں۔ بشیر احمد خاں اور سکندر خاں اب تک فوج میں ملازم ہیں۔

اسی شاخ سے گلاب محمد خاں بن جمعہ خاں کی اولاد سے کیموں خاں المعروف فیروز خاں فوجی پنشنر اور ان کے برادران گل حسین خاں و خیادم خاں اور عبد الرحمان خاں و عبد الکریم خاں پسران ہاشم علی خاں بھی فوج میں ملازم ہیں

جیو اخاں کی اولاد سے سردار امام دین خاں ایک بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ ہندو مسلمان اب تک ان کے نام کا احترام کرتے ہیں۔ اسی شاخ سے نور دین خاں کے فرزند علی شیر خاں فوج میں ملازم ہیں۔

بنگوئیں کے ڈھونڈ خاندان ہی سے ایک شاخ لشکری خاں بن ابیس خاں

بن خوشحال خاں بن موریئی خاں پکھلی ضلع ہزارہ میں گئی ہے۔ اس شاخ کے فقیر محمد خاں و منگا خاں کی اولاد وہاں موجود ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بنگوئیں کے ڈھونڈ خاندانوں میں ساٹھ فی صدی سے زیادہ فوجی ملازم ہیں۔ اور بالعموم سب کے سب خواندہ ہیں۔ میجر ولسن اپنی تحریر میں فرماتے ہیں۔ کہ قوم ڈھونڈ کھیتی باڑی زیادہ کرتی ہے۔ اس لئے کثرت ورزش کے باعث مضبوط اور جنگجو ہے۔

بنگوئیں میں ڈھونڈ خاندان کے قریباً ساٹھ گھر آباد ہیں۔ جن کے نفوس کی تعداد اڑھائی سو کے قریب ہے۔ سب زراعت پیشہ اور خوشحال ہیں۔ اپنی حکومت کے ہمدرد اور فوجی ملازمت کے شائق ہیں۔

خاندان ڈھونڈ عباسی قریشی چمنکوٹ۔ سرزمین چمنکوٹ کو قوم ڈھونڈ کے مورث اعلیٰ حضرت چند خاں و رتن خاں کے مزارات کے باعث خاص وقعت و مرکزیت حاصل ہے۔ انہی دونوں بھائیوں کی اولاد سے علاقہ انگریزی پونچھ اور کشمیر وغیرہ میں ہزارہا کی تعداد میں افراد قوم موجود ہیں۔

چمنکوٹ چند خاں کے نام پر ہی آباد ہے۔ اصل نام چند کوٹ تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ چند کوٹ سے چمن کوٹ مشہور ہو گیا۔ آپ کی چودھویں پشت میں بزمانہ راجہ موتی سنگھ سردار منگی خاں ایک نامور اور معروف ہستی گزری ہے۔ جن کو حکومت کی طرف سے عزت آثار اور سردار وغیرہ معزز القاب سے مخاطب کیا جاتا تھا۔

حکومت کی خیر خواہی اور وفاداری کے صلہ میں آپ کو ایک جاگیر ۱۹۱۷ء سنہ ب اور دوسری ۱۹۲۶ء سنہ ب میں ملی۔ اور ۱۹۴۵ء سنہ ب میں سرکار نے آپ کو سردار کا خطاب عطا کر کے مزید اعزاز بخشا۔ آپ اپنے علاقہ کے رئیس اعلیٰ زمیندار

اور چار مواضعات کے نمبردار تھے۔ ۱۹۶۲ء میں آپ بعمر یک صد سال رحلت فرما گئے۔ چار فرزند آپ کی یادگار ہیں۔ سردار دوست محمد خان۔ سردار سکندر خاں سردار عبدل خاں۔ مولوی عطا اللہ خاں۔

سردار دوست محمد خاں کے فرزند سردار حبیب اللہ خاں عابد و زاہد ہونے کے علاوہ جاگیردار نمبردار اور ممبر پنچایت کمیٹی تھے۔ ان کے حسب ذیل پانچ فرزند ہیں۔ محمد اکبر خاں جو نمبردار رہے۔ ہدایت اللہ خاں۔ جواہر خاں۔ عبداللہ خاں میر اکبر خاں۔

سردار سکندر خاں جاگیردار اور نمبردار ہونے کی وجہ ہی سے نہیں بلکہ اپنے اعلٰے اخلاق کی وجہ سے بھی ایک بارسوخ ہستی ہیں جنگ عظیم یورپ کی خدمات کے صلہ میں صاحب سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ اور راجہ صاحب پونچھ نے خوشنودیٔ مزاج کے سرٹیفکٹ عطا کئے۔ سردار کا خطاب ملا۔ آپ کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ محمد حیات خاں۔ محمد فیاض خاں۔ محمد صادق خاں۔ محمد حیات خاں نے جنگ عظیم کے دوران میں گورمنٹ انگلشیہ کی ملازمت بھی کی ہے۔ اور منشی محمد فیاض خاں کنٹرکٹر ہیں۔

سردار منگی خاں کے تیسرے صاحبزادے سردار عبدل خاں رئیس جاگیردار۔ نمبردار اور اعلیٰ زمیندار ہیں۔ سرداری کا خطاب آپ کو بھی حاصل ہے۔ عدالت سشن کے اسیسر بھی ہیں۔ جنگ عظیم یورپ کی بہترین خدمات کے صلہ میں سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ اور سر راجہ بلدیو سنگھ نے سندات عطا کیں۔ تحریک کشمیر کے دوران میں جبکہ حکومت کشمیر اور رعایائے پونچھ کے تعلقات پر ناخوشگوار اثر پڑنے کا قومی اندیشہ تھا۔ آپ نے انتہائی اثر رسوخ اور تدبر سے کام لے کر راعی اور رعایا کے درمیان خوشگوار فضا قائم کرکے

سردار عبدل خان ڈھونڈ عباسی قریشی رئیس اعظم
و جاگیردار آف چھنکوٹ تحصیل باغ پونچھ (کشمیر)

منشی حبیب اللہ خاں ڈھونڈ قریشی عباسی آف چیکوٹی ضلع مظفرآباد
جنرل ٹھیکہ دار محکمہ پبلک ورکس گڑھی دوپٹہ۔ کشمیر

اپنی قدیم خاندانی روایات کو قائم رکھا۔ آپ کے چار فرزندوں میں محمد سعید خاں ہونہار ذہین اور زیرِ تعلیم ہے۔

سردار منگی خاں کے چوتھے صاحبزادے مولوی عطا اللہ خاں علوم عربی و فارسی میں کامل دستگاہ رکھنے کے علاوہ جاگیردار اور اعلیٰ زمیندار ہیں۔ اصلاح معاشرت اور مسئلہ تعلیم سے آپ کو بے حد دلچسپی ہے۔ آپ نے اپنے اجداد چند خاں و رتن خاں کے مزارات بلکہ ان کے وسیع رقبہ قبرستان کے گرد حضرت چند خاں کی اولاد کی سعادت سے ایک پختہ چار دیواری تعمیر کرائی ہے۔ سردار منگی خاں کی اولاد بالخصوص مولوی عطا اللہ خاں اپنے مورث اعلیٰ کی اس مبارک یادگار اور سجادگی پر جس قدر فخر کریں بجا ہے۔ مولوی عطا اللہ خاں چمنکوٹ جیسے مرکزی مقام پر جو تمام ڈھونڈ عباسیوں کے نزدیک بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اپنے بزرگوں کی ایک معنوی یادگار مسجد جامع اور تعلیمی درس گاہ کی تجدید و تعمیر کی صورت میں قائم کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔ آپ کے دو فرزند محمد معظم خاں و محمد مجید خاں زیرِ تعلیم ہیں۔

چمنکوٹ کی ڈھونڈ برادری میں سے حیات اللہ خاں۔ علیا خاں و نذیر احمد خاں پسران بہادر خاں کشمیر کے موضع راج پیٹھ میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ ان کی اولاد اب وہاں موجود ہے۔

اولاد حیات بخش خاں مرحوم۔ آپ جمعہ خاں کی آٹھویں پشت میں تھے ان کے چار فرزندوں میں سے محمد اکبر خاں کے حسب ذیل تین فرزند ہیں۔ رحیم داد خاں۔ عبد العزیز خاں و محمد امین خاں۔ عبد العزیز خاں اپنے نام کے لحاظ سے ہر دلعزیز اور لکھا پڑھا ہے۔

اولاد نور باز خاں مرحوم۔ آپ کے پانچ فرزندوں میں شیر باز خاں

پابند صوم وصلوٰۃ اور صاحب حیثیت آدمی ہے۔ اس کے دو فرزند ہیں۔ سلیمان خاں و محمد ریاض خاں۔ سلیمان خاں خواندہ ہے اور شائستہ طبیعت رکھتا ہے۔

اولاد سمندر علی خان ڈھونڈ موضع جگلڑی۔ ڈوگرہ حکومت کے اوائل عہد میں بیر خاں ڈھونڈ موضع ناڑاکوٹ سے جگ لڑی آکر آباد ہو گیا۔ اس کا فرزند ناظر علی خاں اور ناظر علی خاں کا سمندر علی خاں تھا۔ سمندر علی خاں کے دو فرزند موجود ہیں۔ محمد اکبر خاں و فیروز خاں۔ آخر الذکر جزائر انڈمان میں اپنا کاروبار کرتا ہے۔

جسکمب ڈھونڈ

ڈینزل ابٹسن کے حوالہ سے قبل ازیں لکھا جا چکا ہے۔ کہ ڈھونڈ خاں حضرت عباس عم رسول کریم صلعم کی اولاد سے تھا۔ آنحضرت صلعم کے والد سیدنا عبد اللہ اور حضرت عباس اور حضرت حمزہ اور ابو طالب (حضرت علی) کے والد سب آپس میں بھائی اور عبد المطلب بن ہاشم کے فرزند تھے۔ حضرت عباس اٹھاسی سال کی عمر میں ۳۲ھ میں وفات پا گئے۔

ڈھونڈ خاں کے فرزند کا نام جسکمب خاں تھا۔ جو زبانوں پر نہ چڑھنے اور الفاظ کے تغیر و تبدل کی وجہ سے جس خاں یا جسکم خاں مشہور ہو گیا۔ جو عراب خاں سے دسویں اور حضرت عباس سے بائیسویں پشت میں بیان کیا جاتا ہے۔

ڈھونڈ خاں کے اقتدار کی وجہ سے اس کی تمام قوم ڈھونڈ ہی کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن اس کا بیٹا جسکمب خاں بھی باپ سے کچھ کم مشہور نہ تھا۔ اس کے چار فرزند تھے۔ گلاب خاں۔ نکو خاں۔ سیرو خاں۔ سہو خاں۔ گلاب خاں کی اولاد کہوٹہ سے جو اُس زمانہ میں اس قوم کا مسکن تھا۔ پونچھ (تحصیل باغ) اور

کوہ مری کے علاقہ میں چلی گئی ۔ اور اپنے بزرگ ڈھونڈ ہی کے نام سے مشہور رہی۔ سرداران چھیاٹی وچن کوٹ وغیرہ سب گلاب خاں ہی کی نسل سے ہیں۔ ڈھونڈ قوم کا ایک حصہ جسکمب کے نام سے کس طرح مشہور ہوگیا۔ اس کی کچھ کیفیت سطور ذیل سے معلوم ہوسکیگی۔ ۱۸۳۷ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے ڈھونڈ قوم کے اتفاق و اتحاد کو توڑنے کے لئے ان کے بعض رئیسوں سے کچھ وعدے وعید کئے اور کئی ایک کو نقد رقومات دے کر اپنی طرف کر لیا۔ اور اس طریق سے جب ڈھونڈ قوم کے رئیسوں کو ایک دوسرے پر اعتبار نہ رہا۔ بلکہ باہم ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ تو مہاراجہ گلاب سنگھ نے ان کی تباہی و بربادی کے لئے جو تجاویز سوچ رکھی تھیں ۔ ان کو جامۂ عمل پہنانا شروع کیا۔ چنانچہ ان کی زراعتیں تباہ کر دیں۔ ان کے دیہات پھونک دیئے ۔ ان کے مردوں عورتوں اور بچوں کو لقمۂ اجل بنا دیا۔ سرلیپل گریفن اپنی کتاب پنجاب چیفس (ترجمہ) کے صفحہ ۶۰۱ و ۶۰۲ پر لکھتے ہیں۔ کہ گو "ممکن ہے کسی قدر مبالغہ ہی ہو۔ تاہم مشہور یہ ہے ۔ کہ اس کوہستانی مہم میں بارہ ہزار ڈھونڈ جان سے مارے گئے" جو لوگ اس تشدد سے بچ رہے ان میں سے کچھ قحط کی نذر ہو گئے ۔ کچھ بھاگ گئے ۔ لیکن ایک کثیر تعداد تباہ ہونے کے باوجود کہوٹہ کی سکونت ترک نہ کر سکی ۔ کوہ مری کی شورش بزمانہ عہد انگلشیہ اور مہاراجہ گلاب سنگھ کی ناراضگی کی وجہ سے ڈھونڈ قوم اس زمانہ میں معتوب سمجھی جاتی تھی ۔ اس لئے ڈھونڈ قوم کے کہوٹہ والے قبائل نے ڈھونڈ کا نام ترک کر کے اس کے بیٹے جس خاں کے نام پر اپنے آپ کو جسکمب یا جسکم کہنا شروع کیا چنانچہ اس سے اب تک وہ اسی نام سے مشہور ہیں۔

جس خاں یا جسکمب چونکہ ڈھونڈ ہی کا بیٹا تھا۔ جس کے نام پر کہوٹہ کی ڈھونڈ قوم کے بچے کھچے حصہ نے پناہ لی تھی۔ اس لئے دراصل ڈھونڈ اور جسکمب

ایک ہی قوم کا نام ہے۔ اور سرداران چمیاٹی تحصیل باغ نے بھی ایک تحریر کی رُو سے جو راقم کی نظر سے گذر چکی ہے۔ اس بات کی تصدیق کی ہے۔ کہ جس خاں المعروف جسکمب خاں ہمارے اجداد سے تھے۔ اور جسکم یا جسکمب ہمارے عباسی بھائی ہیں۔ اور ان کا شجرہ ہمارے ساتھ ملتا ہے۔ سرداران چمیاٹی کے ان الفاظ کی تصدیق آئینہ قریش کے مندرجہ شجرہ سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں گلاب خاں بن جس خاں بن ڈھونڈ خاں کا ذکر آتا ہے۔

گلاب خاں کے باقی تینوں بھائیوں کی اولاد سے کچھ لوگ انقلاب زمانہ کی بدولت کھوڑ کے مواضعات نڑ اور سرکھٹا سے نکل کر اور کچھن پتن کے رستے دریا عبور کرکے سدھنوتی کی تحصیل میں چلے آئے۔ اس وقت یہ لوگ جو جسکم یا جسکمب ڈھونڈ کہلاتے ہیں۔ گل کوٹ اور چھلاڑ میں آباد ہیں۔ ان میں حوالدار رسید محمد خاں کے گھرانے کے علاوہ باقی تمام جسکمب گلاب خاں کے بیٹے بھڈو خاں کی اولاد سے ہیں۔

جسکم ڈھونڈ قوم کے لوگوں کی تعداد پچاس گھر سے زیادہ نہیں ہے۔ سب زراعت پیشہ ہیں۔ اور ان میں پنشنر جمعدار دین محمد خاں و مجاول خاں نمبردار ہیں۔ فوج میں ان کی کافی تعداد ہے۔ عام سپاہیوں کے علاوہ اس وقت ۶ حوالدار ہیں اور ایک جمعدار ہے۔ تعلیم اس قوم میں بہت کم ہے۔ اس وقت

لے نام حسب ذیل ہیں۔ خاں صاحب سردار محمد اکرم خاں رئیس چمیاٹی وائس پریذیڈنٹ انجمن اصلاح المسلمین۔ سردار محمد اکبر خاں جاگیردار سیکرٹری اصلاح المسلمین۔ سردار محمد یوسف خاں جاگیردار۔ سلطان محمد خاں جاگیردار۔ پہلوان خاں ولد سردار فیض طلب خاں جاگیردار نمبردار۔

پنشنر حوالدار سید محمد خان ٹھونڈ جسکم سکنہ گل کوٹ تحصیل پلندری پونچھ

پنشنر جمعدار دین محمد خان ٹھونڈ جسکم سکنہ گل کوٹ تحصیل پلندری پونچھ

انڈین ملٹری سرویر حوالدار محمد شیر خان جبکمب ڈھونڈ سکنہ گل کوٹ پونچھ

تک ان میں ایک بھی انٹرنس پاس نہیں ہے۔ اپنی برادری کے علاوہ سُدھن اور ستی اقوام سے ان کی رشتہ داریاں ہوتی ہیں۔ جمعدار دین محمد خاں حوالدار سید محمد خاں اور حوالدار شیر محمد خاں ان میں قابل ذکر ہستیاں ہیں۔ جمعدار دین محمد خاں ۱۹۰۶ء میں پلٹن ۹۴ میں بھرتی ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں جب جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ تو پلٹن ۱۰۲ گرینڈرس میں تبدیل ہو کر جنگ میں شامل ہوگئے۔ اور اپنی غیر معمولی شجاعت کی بدولت لیس نائیک ہو کر وائسرائے کا سرٹیفکٹ اور جمعداری کا منصب حاصل کیا۔ اب پلٹن ۱۸ سے پنشن پر آگئے ہیں۔ حکومت پونچھ نے بصلہ فوجی خدمات نمبردار بنا دیا ہے حوالدار سید محمد خاں کی ملازمت ۱۹۱۴ء میں ۷۶ پلٹن سے شروع ہوتی ہے۔ جنگ میں دو دفعہ زخمی ہوئے اور ایک رفل سلینڈر کے علاوہ سات تمغے آپ نے حاصل کئے۔ حوالدار ہونے کے بعد ۱۹۳۳ء میں پنشن پر آ گئے۔ حوالدار محمد شیر خاں سکنہ گل کوٹ ۱۹۲۰ء میں ۱۰۲ گرینڈیر میں بھرتی ہوئے۔ مہم وزیرستان (۱۹۲۱ء تا ۱۹۲۳ء) کی خدمات کے سلسلہ میں ایک تمغہ معہ کڑی حاصل کیا۔ ۱۹۲۴ء میں لیس نائیک ہوئے ۱۹۲۷ء میں ایجوکیشنل اور ۱۹۳۲ء میں انڈین ملٹری سروس کلاس کا سرٹیفکٹ حاصل کیا۔ اسی سال نائیک اور ۱۹۳۴ء میں حوالدار ہو گئے اس وقت آپ ۱۰ بٹالین ۱۴ رجمنٹ میں ہیں۔ جمعدار دین محمد خاں پنشنر آپ کے چچا ہیں۔

موضع چھلاڑ میں لعل خاں و بوستان خاں ولد بلیا خاں جسکب ڈھونڈ قوم کے قابل ذکر افراد بتائے جاتے ہیں۔ تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے جسکم ڈھونڈ برطانوی فوج میں بھرتی ہو کر اپنی قوم کا نام خوب روشن کر رہے ہیں۔ ان میں صوبیدار میجر فقیر خاں سکنہ ملا ہٹر صوبیدار کریم داد خاں سکنہ کھوٹین۔ ذیلدار الہ دتہ خاں سکنہ سمرقند صوبیدار حشمت علی خاں آنریری مجسٹریٹ مرحوم سکنہ باڑہ۔ انعام خوار جلال خاں خلف صوبیدار حشمت علی خاں مرحوم۔ جمعدار متھا خاں سکنہ بھرچھا جمعدار کرم خاں سکنہ شوٹر خاص طور پر مشہور ہیں۔

فصل ہفتم

ملدیال

ملدیال قوم کی وجہ تسمیہ کے متعلق کئی روایات مشہور ہیں۔ لیکن ایک روایت جو نہایت دلچسپ نہایت پُرلطف اور نہایت گمراہ کن بلکہ نہایت لغو ہے۔ پونچھ کے ایک "مصنف" نے اپنی کتاب بحر الجہان میں لکھی ہے۔ اس کا ذکر گو دیباچہ میں کر دیا گیا ہے۔ لیکن "فندکرر" کے خیال سے یہاں بھی درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مصنف بحر الجہان[1] لکھتے ہیں۔ "شہزادہ محمد شجاع بن شاہجہان ۱۶۵۸ء میں جموں سے بھدرواہ وکشتواڑ آئے۔ اور وہاں سے پونچھ پہنچے۔ ان کے نانا یعنی ان کی والدہ کے باپ کا نام راجہ ملدیو تھا۔ اس لئے ان کی اولاد ان کے نانا کے نام پر ملدیو سے ملدیال مشہور ہو گئی" کتاب کے دیباچہ میں بحر الجہان کے اس عجیب و غریب بیان کی کافی طور پر تردید کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے۔ کہ شہزادہ شجاع کی عمر کے آخری ایام بنگال ہی میں گذرے۔ اور اورنگ زیب کے خوف سے وہ بنگالہ سے بھاگ کر ارکان آسام کی طرف چلا گیا۔ جہاں راجہ آسام نے

---

[1] کتاب کا نام بھی مصنف کے معلومات کی طرح اپنے اندر بہت سی دلچسپیاں رکھتا ہے۔

اس کو اور اس کے بیوی بچوں کو دریا میں غرق کرا دیا۔ یہ واقعہ ۱۶۶۰ء کا ہے۔
غنیمت ہے۔ کہ خود ملدیال قوم بھی اس روایت کو صحیح تسلیم نہیں کرتی۔ اس قوم کا بیان ہے۔ کہ ان کے ایک بزرگ مرزا مولود بیگ یا مولود خاں جہانگیر کے عہد میں کشمیر میں متمکن تھے۔ اس زمانہ میں گو کشمیر مملکت مغلیہ کا ایک صوبہ تھا۔ لیکن چک قوم جس سے مغل قوم نے کشمیر کی حکومت چھین لی تھی۔ اور مغل حکومت کے قائم مقاموں میں چپقلش برابر جاری تھی۔ اور ہر چند کہ اکبر نے انہی فسادات کی وجہ سے ناراض ہو کر اہل کشمیر کی بھرتی اپنی فوجوں میں بند کر دی تھی۔ تاہم کشمیریوں کو اپنی حکومت کے چھن جانے کا جو صدمہ تھا۔ اس کا ظہور کشمیر کے اکثر مقامات میں ان کی آئے دن کی شورشوں کی وجہ سے ہوتا رہتا تھا۔

ملدیال قوم کی روایات کے مطابق مرزا مولود بیگ کشمیر میں ایک اچھی پوزیشن کے مالک تھے۔ ان کی ذاتی شرافت و سخاوت اور ان کے حسن اخلاق نے ان کو اپنے قرب و جوار میں ہر دلعزیز بنا رکھا تھا۔ خصوصاً قوم ماگرے سے ان کے تعلقات بہت شگفتہ تھے۔ لیکن وہ کشیدگی و بیگانگت جو ابتدا میں فاتح اور مفتوح اور حاکم اور محکوم قوم میں قدرتاً ہوا کرتی ہے۔ اس ہر دلعزیزی کے باوجود موجود تھی چنانچہ باہمی خانہ جنگیوں اور شورشوں کا اثر مرزا مولود بیگ جیسے امن پسند اور ہر دلعزیز شخص پر بھی پڑا۔ اور وہ روز روز کے اس فتنہ و فساد اور خون خرابہ سے تنگ آ کر بہرام گلہ کے رستے پونچھ آ گئے۔ ماگرے قوم کے اکثر اشخاص نے جو ان کے حسن سلوک کے مداح اور ان کی نیکیوں کے معترف اور ان کی سخاوتوں اور فیاضیوں کے احسان مند تھے۔ ان کا ساتھ دیا۔

اُس زمانہ میں پونچھ بھی کشمیر ہی کے ماتحت اور صوبہ کشمیر ہی کا ایک جُزو تھا۔ اور ہر چند کہ پونچھ کا ایک حکمران بھی نامزد ہوا کرتا تھا۔ لیکن مفصلات کی حالت

پونچھ سے بالکل جدا تھی۔ دو دو چار چار گاؤں کا ایک سردار ہوتا تھا۔ اور وہ سردار اپنے آپ کو ان چند دیہاتوں کا راجہ سمجھا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات ملحقہ دیہات کے سرداروں سے آپس کی لڑائیاں بھی ہوا کرتی تھیں۔ اسی زمانہ کو پونچھ میں "آپ راجی" زمانہ کہتے ہیں۔ چنانچہ جب مرزا مولود بیگ ماگرے قوم کی جمعیت اور اپنے چند آدمیوں کے ساتھ حدود پونچھ میں داخل ہوا۔ تو اُس کو چھوٹے چھوٹے سرداروں سے لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ آخر دو چار چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد اس نے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ ماگرے قوم نے جس کی شجاعانہ کارروائیوں سے تاریخ کشمیر کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔ ان لڑائیوں میں اپنے محسن مرزا مولود بیگ کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اور اب تک پونچھ میں مغل قوم خصوصاً جو مرزا مولود بیگ کی ذریات سے ہے۔ اور ماگرے قوم میں گذشتہ ایام کی حق شناسیوں اور وفاداریوں کی یاد باقی ہے۔ بلکہ جہاں جہاں مرزا مولود بیگ کی اولاد موجود ہے۔ وہاں کوئی نہ کوئی گھر ماگرے قوم کا بھی پایا جاتا ہے۔

مرزا مولود بیگ دیگوار میں جو تحصیل حویلی میں واقعہ ہے۔ اقامت گزین رہے۔ یہیں آپ نے ایک شادی درہ دولیاں کے ایک سردار کے ہاں کی۔ جس سے چار فرزند حسب ذیل پیدا ہوئے۔ مرزا سمندر خاں۔ مرزا دوتار خان مرزا اکبر خاں۔ مرزا افرن خاں۔ پونچھ اور کشمیر میں عرف عام بہت جلد مشہور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مرزا مولود بیگ کی اولاد مولود بیگ کے نام کی بدولت ملدیال کے نام سے مشہور ہو گئی۔ یہ قوم پونچھ کی چاروں تحصیلوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن سدھنتی اور مہنڈر کی نسبت حویلی اور باغ کی تحصیلوں میں اس کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ یعنی شمالی مشرقی حصہ کی نسبت پونچھ کے شمال مغربی حصہ میں اسکی

بہت زیادہ تعداد ہے۔ مرزا مولو د بیگ کے چاروں فرزندوں کی اولاد گوجر قوم کے سوا پونچھ کی باقی تمام اقوام سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ اس قوم میں مندرجہ ذیل نامور اشخاص گذر چکے ہیں۔ جو اپنے اپنے وقتوں میں بڑے با اقتدار رئیس بلکہ حکمران تھے۔ بمقام چھاترہ تحصیل حویلی ہیں راجہ شمس خاں۔ راجولی خاں۔ عظمت اللہ خاں۔ شمشیر خاں۔ بمقام کھلی درین تحصیل حویلی میں۔ زبردست خان منور خان۔ ولی داد خاں۔ بمقام ڈبگوار ملدیالاں ہیں۔ راجہ جانو خاں۔ سردار کریم خان باغ وتحصیل باغ میں۔ محمد خاں۔ حسن محمد خاں۔ تاج محمد خاں۔

ان میں راجہ شمس الدین خاں یا شمس خاں اور راجہ راج ولی خاں کا ذکر چونکہ تواریخوں[1] میں بھی موجود ہے۔ اس لئے یہاں مختصر طور پر لکھا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوگا۔ کہ آج سے ایک سو سال قبل بھی ملدیال قوم پونچھ میں اپنا پورا سیاسی اقتدار رکھتی تھی۔

جب راجہ دھیان سنگھ کو چھبال اور پونچھ کا علاقہ جاگیر میں ملا۔ تو دیوان دلباغ رائے نے جو مہاراجہ گلاب سنگھ برادر راجہ دھیان سنگھ کا خاص معتبر تھا۔ اور پونچھ میں تعینات تھا۔ اس خیال سے کہ پونچھ میں شمس الدین خاں کا بڑا اثر۔ رعب اور اقتدار ہے۔ اس کو اپنا مشیر و صلاح کار بنا لیا۔ راجہ دھیان سنگھ بھی شمس الدین خاں کی بہت عزت کرتے اور اس کو اپنا معتمد اور خیر خواہ سمجھتے تھے۔ کچھ عرصہ تک دیوان دلباغ رائے اور شمس الدین خاں کے باہمی اتفاق سے پونچھ کا نظم و نسق بہت اچھی طرح قائم رہا۔ لیکن آخر

[1] تاریخ راجگان جموں کشمیر صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶ وحکایات کشمیر صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۳ و عمدۃ التواریخ یعنی روزنامچہ مہاراجہ رنجیت سنگھ۔

دراندازوں نے ان دونوں افسروں میں ناچاقی پیدا کرا دی۔ دیوان دلباغ رائے نے راجہ دھیان سنگھ اور راجہ گلاب سنگھ کو شمس الدین کے خلاف ایسی رپورٹیں اور اطلاعات بھیجیں۔ جن کی بنا پر انہوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کو پونچھ میں فساد و بغاوت کا قلع قمع کرنے پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ مہاراجہ نے ایک طرف تو ناظم کشمیر کو حکم[1] دیا۔ کہ وہ اپنی فوج لے کر علاقہ پونچھ کا فساد فرو کرے۔ اور دوسری طرف راجہ گلاب سنگھ اپنے بیٹے میاں ادہم سنگھ اور جنبہ اور ڈوگرہ سرداروں کے ہمراہ ایک بھاری فوج لے کر شمس الدین خاں پر چڑھ آئے۔

شمس الدین خاں نے جب دیکھا۔ کہ دیوان دلباغ رائے نے محض ذاتی مخالفت اور مفسدہ پردازوں کی انگیخت سے میرے خلاف جھوٹ کا طوفان کھڑا کر دیا ہے۔ تو جان اور آبرو بچانے کی خاطر اُس نے بھی علانیہ سرکشی اختیار کرکے کئی قلعے ڈوگرہ فوجوں سے چھین لئے۔ راجہ گلاب سنگھ نے بہت سی لڑائیوں اور لڑائیوں کے بعد شمس الدین خاں کے دو مشیر و مصاحب ملی خاں و سبز علی خاں گرفتار کر لئے۔ اور یہ ابھی زندہ ہی تھے۔ کہ ان کی کھالیں اتروا کر اور اُن میں بھوسہ بھر کر درختوں سے لٹکوا دی گئیں۔ انہی ایام میں بلدیال قوم پر بڑا تشدد ہوا۔ ان کے سکنی مکانات جلا دیئے گئے۔ اور ان کا ساز و سامان اور کاغذات اور قدیمی سندات سب خاک سیاہ کر دیئے گئے۔

لیکن ان منتقمانہ کارروائیوں اور اس ڈھنڈورے کے باوجود کہ شمس خاں و راجولی خاں کے گرفتار کرنے والے کو انعام کثیر دیا جائے گا۔ ان دونوں چچا بھتیجوں

---

[1] تاریخ راجگان جموں و کشمیر سے اس قدر معلوم ہوتا ہے۔ کہ ساون ۱۸۹۴ء ب کی کسی تاریخ کو یہ حکم صادر ہوا ہے۔

کا کوئی پتہ نہ ملا۔ آخر مخبروں نے خبر دی۔ کہ دونوں راجہ شیر باز خان سدھرون والے کے علاقہ میں ہیں۔ مہاراجہ نے سدھرون پر حملہ کرنے کی ابھی تیاری ہی کی تھی۔ کہ اگر خاں و محمد خاں تیتڑواہ[1] قوم کے دو نوجوانوں نے دھوکہ اور فریب کے ساتھ شمس خاں اور راجولی خاں کو قتل کر دیا اور ان کے سر کاٹ کر راجہ شیر باز خاں کے پاس اور راجہ شیر باز خاں نے مہاراجہ گلاب سنگھ کے پاس بھجوا دیئے[2] معلوم ہوتا ہے۔ راجہ گلاب سنگھ اور شمس خاں میں اڑھائی تین ماہ تک لڑائی ہوتی رہی ہے۔ اس طرح کہ ناظم کشمیر کو فساد پونچھ کے فرو کرنے کا جو حکم ملتا ہے۔ وہ ابتدائے ساون ۱۸۹۴ء ب کا ہے۔ اور جب مہاراجہ رنجیت سنگھ بتقریب دورہ گذر کلووال (سیالکوٹ) میں مقیم تھے۔ وہیں ۱۰ کاتک ۱۸۹۴ء ب کو راجہ دھیان سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حضور میں شمس الدین خاں کے مارے جانے اور فساد پونچھ کے فرو ہونے کی اطلاع پیش کی۔

---

[1] تیتڑواہ قوم کے حالات بھی آئے تھے۔ لیکن جب ان سے چند باتوں کی تصدیق اور شہادت طلب کی۔ تو باوجود یاد دہانیوں کے ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

[2] تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب راجہ گلاب سنگھ کو معلوم ہوا۔ کہ شمس خاں و راجولی خاں راجہ شیر باز خاں کے علاقہ میں ہیں یا اس کے پاس پناہ گزین ہیں۔ تو اس نے سدھرون کو تہس نہس کرنے کا ارادہ کیا۔ راجہ شیر باز خاں کو خبر ہوئی۔ اس نے دونوں کے سر جو تیتڑواہ اقوام کے آدمیوں نے کاٹ لائے تھے۔ گلاب سنگھ کے پاس بھجوا دیئے۔ لیکن ملدیال قوم کا خیال ہے کہ اگر خاں و محمد خاں تیتڑواہیوں نے انعام کے لالچ سے براہ راست راجہ گلاب سنگھ کے پاس مقتولوں کے سر بھجوائے تھے۔ اور مہاراجہ نے جو ان کو زندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ محمد خاں و اگر خاں کو انعام دینے کی بجائے تین تین سال تک قید میں ڈال دیا۔

جنہالوں کے حالات میں لکھا جاچکا ہے۔ کہ سلطان حسین مرزا[1] مغل برلاس کی پانچویں پشت میں مرزا بھکر خاں ایک مغل گذرا ہے۔ مرزا مولود بیگ اسی بھکر خاں کے چھوٹے بھائی کا نام تھا۔ مرزا بھکر خاں کے بیٹے جہان خاں یا جیون خاں سے جنہال قوم نکلی۔ اور مرزا بھکر خاں کے بھائی مرزا مولود بیگ کے نام سے ملدیال قوم موسوم ہوئی۔ اس لحاظ سے ملدیال اور جنہال ایک ہی خاندان کی دو شاخیں ہیں۔

ملدیال قوم کے نام پر کئی ایک دیہات آباد ہیں۔ مثلاً دیگوار ملدیالاں۔ کھرل ملدیالاں۔ چھتر ملدیالاں۔ ساہیاں ملدیالاں۔ نار شیر علی خاں بھی اس قوم کے ایک معزز فرد کے نام سے مشہور ہے۔ ملدیال قوم کے بیان کے مطابق اس قوم کو مہتمم بندوبست پونچھ نے بھی مغل ہی تسلیم کیا ہے۔ پونچھ کی دیگر اقوام بھی ان کے مغل ہونے کی شاہد ہیں۔ ملدیال قوم کے بعض افراد نے بتایا ہے۔ کہ اقوام پونچھ کے متعلق جو انگریزی[2] کتاب تمام رجمنٹوں اور ریکروٹنگ افسروں کے پاس موجود ہے۔ اس میں بھی ملدیال قوم کو مغل ہی تسلیم کیا گیا ہے۔

---

[1] سلطان حسین مرزا۔ امیر تیمور کی پانچویں پشت میں تھا۔ شجرہ اس طرح ہے سلطان حسین مرزا بن غیاث الدین منصور مرزا بن مرزا بایقرا بن امیرزادہ عمر شیخ گورگان بن امیر تیمور گورگان برلاس بابر کا شجرہ چھٹی پشت تک امیر تیمور سے اسطرح ملتا ہے۔ بابر بادشاہ بن عمر شیخ مرزا بن سلطان ابوسعید میرزا بن میرزا سلطان محمد میرزا بن جلال الدین میراں شاہ بن امیر تیمور گورگان۔ گویا سلطان حسین میرزا امیر تیمور کے بیٹے عمر شیخ کی اولاد سے تھا۔ اور بابر امیر تیمور کے فرزند جلال الدین میراں شاہ کی اولاد سے تھا۔ دونوں تیموری تھے۔

[2] یہ کتاب باوجود کوشش کے راقم کو دستیاب نہیں ہو سکی۔

ملدیال قوم کے رشتے ناطے بالعموم آپس ہی میں ہوتے ہیں۔ تعلیم و تعلم کا شوق جس طرح پونچھ کے اور مسلمانوں میں اب پیدا ہو رہا ہے۔ ان میں بھی اس کا احساس پایا جاتا ہے۔ یہ قوم خالص زمیندار پیشہ ہے۔ اور غالباً پونچھ کی کسی اور قوم میں اتنے جاگیردار اور نمبردار نہیں ہیں۔ جس قدر اس قوم میں موجود ہیں۔ اس قوم کے جاگیرداروں اور نمبرداروں اور مشہور اشخاص کی ایک نامکمل سی فہرست کسی دوسری جگہ درج ہے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے۔ کہ اس قوم کے نمبرداروں کی تعداد دو سو کے قریب بتائی جاتی ہے۔

اس قوم کے بعض جاگیردار مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانہ سے اب تک چلے آتے ہیں۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانہ میں بیشک اس قوم پر مصائب و تکالیف کے بادل عرصہ تک منڈلاتے رہے۔ اور کئی لوگ قتل اور کئی زخمی ہوئے لیکن مہاراجہ گلاب سنگھ نے بعض ایسے ملدیالوں کو جنہوں نے کچھ خدمات ادا کیں۔ اور بعض ملدیالوں کو ان کی خاندانی عظمت کے لحاظ سے صرف تالیف قلوب کی خاطر تھوڑی تھوڑی جاگیریں عطا کر دیں۔

بعد ازاں راجہ موتی سنگھ نے جو ڈوگرہ خاندان میں پونچھ کے سب سے پہلے آئینی حکمران تھے۔ چند معزز ملدیالوں کو ان کا خاندانی اقتدار قائم رکھنے اور ان میں جذبات وفاداری محکم کرنے کے لئے عطائے جاگیر کا سلسلہ قائم کیا۔ چنانچہ سیر گگوٹہ۔ دیگوار ملدیالاں۔ ڈوبی اور نار شیر علی خاں کے بعض ملدیال رئیس اسی زمانہ سے جاگیردار چلے آتے ہیں۔

دیگوار ملدیالاں میں جو تحصیل حویلی میں واقعہ ہے۔ یوں تو بگیال۔ گوجر۔ پٹھان۔ چب۔ سید۔ نارمہ۔ برہمن۔ ملک۔ قریشی کئی اقوام رہتی ہیں۔ لیکن اس ۲½ ہزار کی بستی میں سب سے زیادہ آبادی ملدیال قوم ہی کی ہے

اس گاؤں کے آٹھ نمبردار ہیں۔ جن میں پانچ ملدیال قوم ہی سے ہیں۔
جن دیہات میں ملدیال قوم کی آبادی دوسری اقوام سے زیادہ ہے۔ ان کے نام تحصیل وار حسب ذیل ہیں۔

تحصیل حویلی۔ دیگوار ملدیالاں۔ کوسلیاں۔ پولس۔ چھاترہ۔ کھلی درمن۔ ٹینگڑاں۔ گوپال پور۔ تیتری نوٹ۔ سہر۔ بلگوٹہ۔ کھرانج۔ سدھرون۔ علیاباد شہر بلوچھ خاص۔ دھرم سال۔ کھنیرۃ۔ ٹھمیر۔ کوٹ چھپا۔ نجر۔ منگورہ۔ چفاڑ۔ دیرہ۔ کرماڑہ۔

تحصیل سدھنوتی۔ علی سوجل۔ کھتیاڑہ۔ پیر کوٹ۔

تحصیل مہنڈر۔ سوہرن۔ ہرنی۔

تحصیل باغ۔ ساہلیاں ملدیالاں۔ ناڑ سردار شیر علی خاں۔ سرہی منگ۔ ڈھولی۔ سوانج۔ رامی کوٹ۔ دھڑے۔ زٹ بولا۔ کھرل ملدیالاں۔ جھنڑاڑہ چڑکی۔ کوٹیڑی۔ رتنوئی۔ خواجہ۔ سیور سردار کالو خاں (سیور) سردار شتولی خاں نندرائی۔ چھتر ملدیالاں۔ چھتر۔ بیری کھتی۔ کوٹیڑی تغلو خاں۔ بھونٹ کمنہ بھونٹھ سردار خوشی خاں۔ محمد خاں۔ یمنی۔ بیرپانی۔ سڑول۔ ڈھلی۔ بسوٹی سردار نواب خاں۔ پنیالی ملیڑبن۔ بنی پساری عرف بنی راجولی خاں۔ کوٹیڑی ملدیالاں۔ کوٹیڑہ سردار ست خاں۔ ملوٹ۔ ناپرا۔ پتر اڑہ۔ باڑی گہل۔ ٹوپی سردار شاہنواز خاں پدر سردار محمد علی خاں۔ کوٹیاں۔ ہماموہڑہ چک سریاں میرہ ۔۔۔۔ کوٹیڑی قندیل خاں۔ بندگراں۔ لون ہوترہ۔

ملدیال قوم میں جہاں کئی دلاور۔ شجاع اور با اقتدار رئیس گذرے ہیں۔ وہاں اس قوم میں چند ایسے اصحاب بھی مشہور ہیں۔ جن کو ملدیال اور کئی دوسری اقوام "صاحب کرامت" تصور کرتی ہیں۔ بہت قدیم زمانہ میں سردار کیجم خان

ملدیال نہ صرف شجاعانہ اوصاف کے مالک تھے۔ بلکہ ان کے "صاحب کشف و کرامت" ہونے کی وجہ سے ان کا مزار زیارت گاہ بن چکا ہے۔

جانو خاں دراصل نام جان محمد خاں، جس کو ملدیال قوم نواب جان محمد خان کے نام سے یاد کرتی ہے۔ آج سے قریباً" سوا سو سال پیشتر تحصیلات حویلی و باغ کے چند مواضعات پر بطور حکمران موجود تھے۔ وہ صاحب سیاست ہی نہ تھے۔ بلکہ صاحب ورع و زہد بھی تھے۔ ان کی عبادت و ریاضت نے ان کا درجہ بہت بلند کر رکھا تھا۔ ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنی وصیت کے مطابق پلنگ و بستر اور قرآن شریف کے ساتھ مدفون ہیں۔ ان کا مزار دیگوار ملدیالاں میں مرجع خلائق ہے۔

دیگوار ملدیالاں میں ایک اور بزرگ سائیں دلاور خاں ملدیال بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے ۴۲ سال تک متواتر روزے رکھے۔ اور ایک چھٹانک جو یا مکی کی روٹی کے سوا ان کی اور کوئی خوراک نہ تھی۔ اکثر لوگ ان کے مزار پر جاتے ہیں۔ اور جن کو باری کا تپ یا چوتھے کا بخار ہوتا ہے۔ ان کو وہاں نذر و نیاز ماننے سے فائدہ پہنچ جاتا ہے۔

دیگوار ملدیالاں کے علاوہ تحصیل باغ میں بھی کئی ملدیال مردان خدا ہو گذرے ہیں۔

مختصر فہرست مشاہیر قوم ملدیال نمبردار و جاگیردار وغیرہ

نام معہ عہدہ	سکونت و تحصیل	نام معہ عہدہ	سکونت و تحصیل
سردار شاہنواز خاں جاگیردار[1]	ٹوپی باغ	سردار فضلداد خاں جاگیردار[2]	تھب باغ

[1] علاوہ جاگیر زمین سو روپیہ سالانہ کے انعام بندوبستی پچاس روپے سالانہ بھی ہے اور مقتدر اور بارسوخ رئیس و نمبردار ہیں۔

[2] آپ سردار مہدی خاں کے پوتے اور سردار عطا محمد خاں کے فرزند ہیں۔ آپ خاص باغ اور قصبہ میں نمبردار ہیں۔

نام معہ عہدہ	سکونت و تحصیل	نام معہ عہدہ	سکونت و تحصیل
سردار[1] فیروز خاں جاگیردار	کھرل ملدیالاں باغ	دڑانی خاں نمبردار	سیور باغ
سردار[2] محمد شیر خاں نمبردار	بنی راجولی خاں "	محمد حسین[3] خاں جاگیردار	رنگوٹی "
کمالا خاں "	سیری کمتی "	نواب خاں نمبردار	" "
محمد حسین خاں "	بھگرول "	گل شیر خاں "	خواجہ "
عطا محمد خاں "	کٹری سردار نجم خاں "	شیر داد خاں "	" "
عطا محمد خاں "	چوکی "	زبردست خاں "	چھتر ملدیالاں "
نواب خاں "	چھتر وڑہ "	جمعیت خاں "	سٹرل "
محمد یعقوب خاں "	باغ خاص "	محمد شبیر خاں "	پیر پانی "
محمد زمان ،	نار شیر علی خاں "	فیروز خاں "	" "
جماعت خاں "	نندرائی "	محمد علی خاں "	کوٹیڑی قندیل خاں "
شیر جنگ خاں "	سیور سردار کالا خاں "	نواب خاں "	بنی راجولی خاں "
سلیمان خان "	کٹیڑی تقلو "	جمعیت خاں "	پنیالی "
دوست محمد خاں "	"	دانا خاں "	بن گراں "
محمد یوسف خاں "	چھتر برہمناں "	میر زمان خاں "	" "
فقیر خاں "	کوٹلہ "	شیر داد خاں "	" "
متولی خاں "	سیور "	رحمدل خاں "	کنیٹڑہ "

[1] جاگیر ماصہ کے علاوہ آپ نمبردار اور رئیس بھی ہیں۔

[2] آپ کے والد کا نام سردار ناصر خاں تھا۔ راجولی خاں آپ کے دادا کا نام تھا۔ ان کی جاگیر بندوبست میں ضبط ہو کر صرف نمبرداری رہ گئی۔ اب اس موضع کی ایک ونڈ کے آپ اور دوسری ونڈ کے نمبردار آپ کے بھائی سردار ہاشم خاں ہیں۔

[3] جاگیر للعہ روپے سالانہ۔

قوم ملدیال کے تین درخشندہ ممبر

سردار محمد شیر خان نمبردار
خطاب یافتہ بنی ہاجولی خاں

سردار فیروز خان جاگیردار
کھرل ملدیالاں

سردار شاہنواز خان
رئیس وجاگیردار ٹوپی

نام معہ عہدہ	سکونت و تحصیل	نام معہ عہدہ	سکونت و تحصیل
علی بہادر خاں نمبردار	پونچھ باغ	غلام نبی خاں نمبردار	کھلی درمن حویلی
امیر خاں ″	سراتا ″	جنگ خاں ″	″ ″
محمد شیر خاں ″	کہنہ راول ″	فیروز خاں ″	منگوڑہ ″
نواب خاں ″	کوٹیاں ″	ہنس خاں ″	کوٹ ″
محمد شیر خاں اعلیٰ نمبردار	بھرتہ ″	پنیدا خاں ″	″ ″
شیر احمد خاں عرائض نویس	میرا ″	شیرا خاں ″	لمنجر ″
عظیم خاں نمبردار	ٹڑیولا ″	سید محمد خاں ″	ٹینگراں ″
اقبال خاں ″	سہلیاں ″	میر محمد خاں ″	″ ″
دوست محمد خاں نمبردار	دھڑہ ″	شیرا خاں اعلیٰ نمبردار	چھاڑ ″
شیر دل خاں ″	″ ″	دیوان علی خاں ″	″ ″
بوستان خاں ″	سری منگ ″	سلطان محمد خاں ″	ٹینگراں ″
عطا محمد خاں ″	ڈھلی ″	غلام حسین خاں ″	″ ″
محمد عظیم خان ″	ناڑ سردار شیر علیخاں ″	زبردست خاں ″	″ ″
محمد قاسم خاں ″	خشالی ″	محمد حسین خاں ″	″ ″
علی بہادر خاں ″	سمنی ″	منشی ہنس خاں گرداور	چھاترہ ″
شیرا خاں ″	سوانچ ″	گلاب خاں نمبردار	″ ″
سرفراز خاں ″	خشالی ″	سید احمد خاں ″	″ ″
		گلاب خاں ″	″ ″
بہادر علی خاں	کھلی درمن۔حویلی	وارث علی خاں[1] ″	لگوٹہ ″

[1] سالانہ جاگیر بھی سو روپے کی ہے۔

نام معہ عہدہ	سکونت وتحصیل	نام معہ عہدہ	سکونت وتحصیل
محمد شیر خاں[۱] جاگیردار	لگوٹہ حویلی	منشی فیروز خاں سارجنٹ پولیس	پولس حویلی
نور محمد خاں[۲] "	" "	سردار اگر خاں معتبر دیہہ	" "
منشی غلام محمد خاں سارجنٹ پولیس "	"	منشی مدت خاں[۳] سارجنٹ درجہ اوّل	دیگوار ملدیالاں "
فقیر محمد خاں منشی محکمہ ملٹری	" "	فیروز خاں اعلیٰ نمبردار	" "
راج ولی خاں امام دیہہ	" "	دوست محمد خاں معتبر	" "
اقبال خاں نمبردار	نیتری نوٹ "	سلیمان خاں نمبردار	" "
فضلداد خاں "	" "	محمد شبیر خاں معتبر	" "
منشی فتح محمد خاں پوسٹمین	" "	لعل حسین خاں نمبردار	" "
عطا محمد خاں مولوی	گھمیر "	صلاح محمد خاں معتبر	" "
غلام حسین خان ولد		گلاب خاں رئیس	" "
پہلوان خان اعلیٰ نمبردار	پولس "	فقیر خاں اعلیٰ نمبردار	" "
سردار شیر محمد خاں اعلیٰ "	" "	منشی فتح محمد خاں ولد	
" غلام حسین خاں ولد		سردار زمان خاں	" "
فتح شیر خاں اعلیٰ نمبردار	" "	زمان خاں اعلیٰ نمبردار	دیگوار ملدیال "
مولوی محمد حسین خاں اہلم	" "	منشی اللہ دتہ خاں سکول ماسٹر	شہر خاص "
سردار کالا خان نمبردار	" "	راجولی خاں رئیس	" "
منشی فتح محمد خاں دولد		" سید احمد خاں امام دیہہ	کوسلیاں "
سردار غلام محمد خاں منشی بنک	" "		

[۱] سالانہ جاگیر یک صد روپیہ۔
[۲] سالانہ جاگیر پچاس روپئے۔

جن ملدیال اصحاب کے حالات بعد میں آئینگے وہ تتمہ میں درج ہونگے۔

[۳] جاگیردار صہ سالانہ

فصل ہشتم

نارمہ

اس نام سے ایک قوم تحصیل سدھنتی اور تحصیل باغ کے کئی مواضعات میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور آٹھ دس دیہات تو ایسے ہیں۔ جن میں اس قوم کے سوا اگر اور کوئی قوم آباد ہے۔ تو وہ صرف اہل حرفہ لوگ ہیں۔ اس قوم کے چند گھر تحصیل حویلی میں بھی آباد ہیں۔ جہاں ان کی تعداد غالباً آٹھ دس گھروں سے زیادہ نہیں ہے۔ اس قوم کے افراد کی تعداد تمام پونچھ میں آٹھ دس ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔ صرف تحصیل باغ ہی کا مالیہ جو اس قوم سے بحیثیت زراعت پیشہ لیا جاتا ہے۔ پانچ ہزار ایک سو ایک روپیہ ہے۔ اور مالیہ کے لحاظ سے اپنی تحصیل میں یہ قوم چھٹے نمبر پر ہے۔

نارمہ قوم میں ہندو بھی موجود ہیں۔ اور مسلمان بھی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ دولمیال ضلع جہلم اور پونچھ کے بعض اعوان اپنے شجروں اور نسب ناموں میں ایک جگہ نارو خاں اور ایک جگہ نارمہ خان لکھ کر ان کو اعوانوں میں شامل کرتے ہیں۔ اور نارو خاں اور نارمہ کی وجہ سے ان کا عرف عام نارمہ بتاتے ہیں۔

چنانچہ دولمیال سے جو خط راقم کے ایک استفسار کے جواب میں آیا ہے۔ اس میں لکھا ہے "دولمیال کے اعوان۔ دلمی کی اولاد سے ہیں۔ اسی کے نام پر دولمیال آباد ہے۔ اس کے پوتے ناگ شیر خاں و بھاگ شیر خاں پسران نارو خان اپنے چچا

لگڑ خاں ولد دولمی خان کے ساتھ علاقہ پونچھ میں جاکر آباد ہوئے۔ اور وہ نارمہ کہلائے۔ یہاں کے اعوان نارمہ نہیں کہلاتے "مولوی عبداللہ ابن مولوی جنگ باز مرحوم سکنہ کفل گڑھ علاقہ پونچھ نے تبصرۃ الاعوانیہ کے نام سے قوم نارمہ کو اعوانوں کی ایک شاخ ثابت کرنے کے متعلق چھوٹا سا رسالہ لکھا ہے۔ اس میں بھی آپ نے دولمیال کے چند فوجی افسروں کی شہادتیں اس مطلب کے اظہار کے لئے درج کی ہیں کہ قوم نارمہ اعوانوں ہی کی ایک شاخ ہے۔ اور دولمیال کے اعوانوں کی وہ ہم نسب وہم جد قوم ہے" کچھ شک نہیں۔ کہ مولوی صاحب نے جو آجکل انجمن اسلامیہ پونچھ کے محکمہ نکاح خوانی کے سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ اپنی قوم کے متعلق بڑی ہمدردی سے کام لیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ زیادہ تحقیق اور زیادہ چھان بین کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔ انہوں نے دولمیال والوں ہی کی تصدیق کو غنیمت سمجھا۔ اور واپس آگئے۔ لیکن اگر وہ بھمبر اور کوٹلی کی طرف رُخ کر لیتے۔ تو ان کو معلوم ہوتا۔ کہ وہاں مسلمانوں کے علاوہ ہندو نارمہ بھی موجود ہیں۔ اور کثیر تعداد میں ہیں۔ اور کئی گاؤں میں آباد ہیں۔ ان میں کئی ایک ذیلدار اور نمبردار اور فوجی عہدہ دار بھی ہیں۔

ہندو نارمہ موجود ہونے کی وجہ سے نارمہ قوم کا اعوان یا اعوانوں کی شاخ قرار پانا قطعاً باطل اور غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اعوان عربی النسل ہیں ان کے بزرگ عون قطب شاہ کی اولاد سے ہیں یا محمد بن الحنفیہ کی اولاد سے۔ بہر حال ان کی اصل عرب سے ہے۔ جو نارمہ مسلمان ہیں۔ وہ یقیناً ہندوؤں ہی سے نکلے ہیں۔ اور شاہان اسلام کے زمانہ میں کسی نہ کسی بزرگ کے ہاتھ پر ان کے کسی مورث نے اسلام قبول کیا ہے۔

خوب یاد رکھنا چاہئے۔ کہ جس طرح سادات۔ قریش۔ مغل وغیرہ بیرونی اقوام ہیں سب مسلمان ہی داخل و شامل ہیں اسی طرح اعوانوں میں بھی مسلمان ہی شامل ہو سکتے ہیں"

جس طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ سادات ہندو بھی ہوں۔ اور مسلمان بھی ہوں۔ قریش ہندو بھی ہوں اور مسلمان بھی ہوں مغل ہندو بھی ہوں اور مسلمان بھی ہوں۔ اسی طرح یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ اعوان یا ان کی کوئی شاخ ہندو بھی ہو اور مسلمان بھی ہو۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس کی نظیریں موجود ہیں۔ کہ راجپوت اور ان کی اکثر شاخیں ہندو بھی ہیں۔ اور مسلمان بھی ہیں۔ اسی طرح کھتری اور برہمن اقوام ہیں جو ہندوؤں کے علاوہ کئی مسلمان بھی ہیں۔ جیسے راٹھور۔ چوہان۔ منہاس۔ جرال وغیرہ کئی راجپوت اقوام ہیں۔ ان کی اصل ہندو اور قوم راجپوت ہے۔ ان میں جو ہندو رہے۔ ان کی اولاد تو اب تک ہندو ہی ہے۔ لیکن جو مسلمان ہو گئے۔ ان کی اولاد اب تک مسلمان ہے۔ اور گوت اور ذات کے لحاظ سے اپنی دیگر راجپوت ذاتوں کی طرح راٹھور۔ چوہان۔ منہاس وغیرہ کہلا رہی ہے۔ پونچھ ہی میں مولانا چراغ حسن حسرت ایڈیٹر اخبار "احسان" لاہور ذات کے لحاظ سے کپور کھتری اور علی گڑھ کے خان بہادر شیخ محمد عبداللہ بی۔ اے جو بھان تنی پونچھ کے رہنے والے ہیں۔ ذات کے لحاظ سے ساسن برہمن ہیں۔ لیکن ان کے دیگر بھائی بند بدستور کھتری اور برہمن ہیں۔

ان سطور سے یہ امر صاف طور پر واضح ہو گیا ہو گا۔ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں جو مشترکہ ذاتیں اور گوتیں ہیں۔ ان کا مطلب صاف الفاظ میں یہ ہے۔ کہ یہ ذاتیں اور گوتیں دراصل ہندو ہیں۔ جن لوگوں نے ان میں سے اسلام قبول کر لیا ذات کے لحاظ سے وہ بھی اسی نام سے موسوم ہو گئے۔ اس لئے نارمہ دراصل ہندو ہی ہیں۔ ان میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ گو ان کے نام اسلامی طریق پر رکھے گئے۔ ان کے مذہبی عقائد بدل گئے۔ بلکہ طرز ماند و بود اور معاشرت وغیرہ میں بھی بہت کچھ فرق آ گیا۔ لیکن مذہب کے بدل جانے کے باوجود ان کی ذات

نہ بدل سکی۔

دولمیال ضلع جہلم کے خط اور راعوان قوم کے ایک شجرہ میں نارو خاں کے نام پر لکھا ہے۔ کہ نارمہ قوم اس کے نام سے موسوم ہے۔ لیکن نارو خاں کے نام پر کسی قوم کا بہتر اور موزوں نام نارو یا نارووال ہی ہو سکتا ہے۔ راقم الحروف کو بتایا گیا ہے۔ کہ ضلع لدھانہ میں ایک راجپوت قوم نارو کے نام سے موجود ہے ممکن ہے۔ اس کے کسی بزرگ کا مسلمان نام نارو ہی ہو۔ تبصرۃ الاعوانیہ میں البتہ نارمہ خاں نام لکھ کر بتایا گیا ہے۔ کہ نارمہ قوم اسی کی ذریات سے ہے لیکن اس طرح تو کشمیر کے زمانہ قدیم میں (۹۳۶ء تا ۹۴۷ء) رانی نارمہ گذری ہے۔ جو راجہ رنادت کی رانی تھی۔ نارمہ قوم بہتر طریق سے اسی کے نام پر موسوم ہو سکتی ہے۔ مگر یہ سب باتیں بے دلیل اور بے ثبوت ہیں۔ نارمہ قوم کی وجہ تسمیہ اور اس کی اصل ہیئت و شکل اور اس کی ابتدائی کیفیت دیکھنے کے لئے ہمیں کسی تاریخ کے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ اس وقت ہمارے سامنے ایک ضخیم کتاب تاریخ راجگان جموں و کشمیر ہے جس کے صفحہ ۱۲ پر نارمہ قوم کے متعلق درج ہے۔ "سب ڈویژن نوشہرہ[1] کا علاقہ ابتداً مختلف راناؤں کے ماتحت تھا۔ جن کے قلعے اب تک موجود ہیں۔ ان راناؤں سے خاندان نارمہ جو پنواروں کی ایک شاخ ہے مسلمان ہو گیا۔" پھر صفحہ ۳۲ پر ان اقوام میں جو ہندو راجپوتوں سے مسلمان راجپوت بن گئیں۔ قوم نارمہ کا نام بھی درج کیا ہے۔ اسی مصنف کی ایک اور کتاب تاریخ راجپوتان پنجاب کے صفحہ

---

[1] علاقہ نوشہرہ ضلع میرپور میں قلعہ تپنی خاندان نارمہ ہی کی جاگیر میں تھا۔ اور انہی کا تعمیر کیا ہوا تھا۔

۵۲۰ یہ پھر نارمہ قوم کا ان الفاظ میں ذکر ہے " خاندان نارمہ کا سلسلہ راجگان اکھنور یہ یعنی انبہ رایان پنوار سے ملتا ہے۔ یہ قوم بھی اب مسلمان ہے "۔

یہ تاریخ ایک ایسے مصنف کی تصنیف ہے۔ جو ریاست ہی کا باشندہ ہے۔ راجپوت خاندانوں کے حالات سے کما حقہ واقفیت رکھتا ہے۔ اور جس کی ساری عمر راجپوتان قلمرو جموں و کشمیر کی چھان بین ہی میں گذری ہے[1]۔ ریاست کے راجپوت خاندانوں کے متعلق اس کی شہادت نہایت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ اس نے بار بار اور کئی مقامات پر نارمہ قوم کو ہندو اور ہندوؤں میں سے بھی راجپوت اور راجپوتوں میں بھی پرمار یا پنوار خاندان سے ظاہر کیا ہے۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ پرمار یا پنوار راجپوت کس خاندان سے تھے۔ اور اس کی شاخیں کہاں کہاں آباد ہیں۔

راجپوتوں کے دو بنس مشہور ہیں۔ سورج بنس۔ چندر بنس۔ لیکن ایک اور بنس بھی اگنی کل کے نام سے مشہور ہے۔ بعض مورخین کا قول ہے۔ کہ وہ بنس بھی انہی میں سے نکلا ہے۔ لیکن اب چونکہ ایک علیحدہ بنس کے نام سے وہ موجود ہے۔ اس لئے وہ اب تیسرا بنس ہی شمار کیا جا رہا ہے۔ اگنی کل کی وجہ تسمیہ کا ذکر چوہان راجپوتوں کے سلسلہ میں بیان ہو چکا ہے۔ مختصر یہ ہے۔ کہ اس بنس کا وجود حضرت عیسٰی علیہ السلام سے قریباً سوا چھ سو سال پیشتر ظہور میں آیا ہے۔ اور اس کی پیدائش ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق آگ[2] سے ہوئی ہے۔ اسی لئے اس کا نام اگنی کل بنس ہے۔ اس کی کئی شاخیں ہیں۔ چوہان بھی اسی بنس کی ایک شاخ ہیں۔ پرمار یا پنوار کی اولاد سے جو سلسلہ چلا ہے۔ وہ اسی کے نام پر پرمار

[1] افسوس ہے یہ مصنف (ٹھاکر کاہن سنگھ) بعمر ستر سال ۱۰ مارچ ۱۹۳۶ء کو وفات پا گئے۔

[2] آگ کی پیدائش کا مطلب ممکن ہے۔ غسل آتشین ہو۔

یا پنوار کہلاتا ہے۔ مہاراجہ بکرماجیت والیٔ اوجین جس کا سمت آج ۱۹۹۲ ہے۔ اور مہاراجہ بھوج پنوار خاندان ہی سے تھے۔ تاریخ راجپوتان پنجاب میں پرمار خاندان کی بڑی بڑی شاخیں پینتیس شمار کی گئی ہیں۔ اور پھر ان ۳۵ شاخوں سے جو اور صدہا شاخیں نکلی ہیں۔ ان کا کوئی شمار ہی نہیں ہے ہر شاخ اپنے کسی نہ کسی بزرگ یا خطاب یا اپنے گاؤں کے نام سے موسوم ہے۔ مثلاً ایک شاخ مہتہ خطاب کی وجہ سے مہتہ کہلاتی ہے۔ ایک شاخ اومتا کہلاتی ہے۔ اس شاخ کا کوئی بزرگ ملک مالوہ کے مقام اومت داڑہ سے آیا تھا۔ اس کی اولاد اومتا کے نام سے مشہور ہوگئی۔ پرمار خاندان میں مہاراجہ بھوج (۱۰۳۱ ب) کی اولاد سے پندرہویں پشت (۱۲۷۴ ب) میں ہسپاکھ نام ایک راجہ گذرا ہے۔ اس کے چھ فرزندوں میں تین فرزند ایسے ہوئے ہیں۔ جن سے اور کئی خاندان نکلے ہیں۔ مثلاً سب سے بڑے فرزند راجہ جگدیو سے خاندان انبہ رایاں نکلا ہے۔ تیسرے بھائی پپل دہول کے دو فرزند تھے بھاٹل و ڈوڈو۔ یہ دونوں بھائی خاندان بھاٹلہ و ڈوڈہ کے بانی ہیں۔ چوتھے بھائی کا نام مہیب دہول تھا۔ اس کے فرزند سنکھل سے خاندان سونکھلہ نکلا ہے۔

خاندان انبہ رایاں کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ انبہ ران اکھنور قلمرو جموں کے متصل ایک گاؤں کا نام ہے۔ اس گاؤں میں رہنے کی وجہ سے اس خاندان کو انبہ رایاں اور اکھنور کے علاقہ میں واقعہ ہونے کی وجہ سے اکھنوریہ بھی کہتے تھے۔ اس خاندان کا ایک بزرگ راجہ نبے پال نام راجہ رنجیت دیو والیٔ جموں کے زمانہ میں موجود تھا۔ اس نے صرف انبہ ران گاؤں اپنے پاس رکھ کر باقی ملک سے دست برداری کر لی تھی۔ نارمہ راجپوتوں کا سلسلہ راجگان اکھنوریہ یعنی خاندان انبہ رایاں سے ملتا ہے۔

نارمہ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ اس شاخ کے جو لوگ نرماہ علاقہ کوٹلی میں رہتے تھے۔ وہ اپنے گاؤں کے نام پر نرماہ سے نارمہ مشہور ہو گئے۔ چنانچہ وہ گاؤں اب بھی موجود ہے۔ اور وہاں نارمہ قوم بھی آباد ہے۔

مصنف تاریخ راجپوتان پنجاب و تاریخ راجگان جموں و کشمیر نے نارمہ قوم کو راجگان انبہ رایان کی شاخ بیان کیا ہے۔ انبہ رایان راجہ جگ دیو والئے لکھنو کی اولاد سے ہیں۔ اور راجہ جگ دیو راجہ بھوج سوم سے پانچویں۔ بھوج دوم سے چودھویں اور مہاراجہ بھوج اول سے سولہویں پشت میں تھا۔ راجہ جگدیو کے زمانہ کو قریباً سات سو سال اور راجہ بھوج سوم کے زمانہ کو قریباً نو سو سال گذر چکے ہیں۔ مہاراجہ بھوج اوّل کو زمانہ (۶۳۱ء) کو آج ۱۳۶۲ سال گذر چکے ہیں۔ ہندو نارمہ قوم اور مسلمان نارمہ قوم دونوں کا خیال ہے۔ کہ ان کے مورث اعلیٰ کا نام راجہ کرن تھا۔ لیکن مہاراجہ بھوج اول سے لیکر راجہ جگدیو تک جو قریباً سات سو سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ اس طویل زمانہ میں اس خاندان میں کرن کے نام سے کسی راجہ کا ذکر نہیں ہے۔ اس لحاظ سے مولوی عبداللہ صاحب مصنف تبصرۃ الماعوانیہ کا یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ نارمہ جو راجہ کرن کو اپنا مورث اعلیٰ بتاتے ہیں۔ وہ قطعی غلط ہے۔

البتہ یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ نارمہ قوم کے مورث اعلیٰ کا نام بھوج ہو۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے۔ کہ راجہ بھوج دیو سوم جو مہاراجہ بھوج اوّل کی اولاد سے تھا۔ وہ سنہ ۱۰۶۷ ب کے مطابق آج سے قریباً" نو سو سال پہلے موجود تھا۔ اور نارمہ قوم کے شجرہ مطبوعہ کے مطابق اس قوم میں بھی ایک بھوج خاں گذرا ہے۔ جس کی چوبیسویں پشت میں بھی اس وقت کئی لوگ موجود ہیں۔

اس لحاظ سے راجہ بھوج دیو اور بھوج خان بالکل قریب العہد گذرے ہیں۔ بلکہ راقم مؤلف کے خیال میں ممکن ہے۔ بھوج دیو اور بھوج خاں ایک ہی نام ہو تاریخوں میں خاندان نارمہ کے بعض چھوٹے چھوٹے رئیسوں کو جو راجہ سے کمتر درجہ رکھتے تھے۔ رانا بھی لکھا ہے۔ اور کئی ناموں کے ساتھ رائے کا لفظ بھی آتا ہے مسلمان نارمہ قوم کے شجرہ نویسوں نے رائے کی جگہ خان لکھ دیا ہو تو کوئی تعجب کا محل نہیں ہے۔ اس لحاظ سے نارمہ قوم کا بانی راجہ بھوج ہی گذرا ہے۔ اور اس کا ایک بدیہی ثبوت یہ ہے۔ کہ خاندان انبہ رایاں جس سے نارمہ خاندان نکلا ہے۔ راجہ جگدیو کی اولاد سے ہے۔ اور راجہ جگ دیو راجہ بھوج دیو سوم کی پانچویں پشت میں تھا۔

علاقہ جموں کے ضلع میرپور کی تحصیل بھمبر اور تحصیل کوٹلی اور سب ڈویژن نوشہرہ میں نارمہ مسلمانوں اور نارمہ ہندوؤں کی کافی تعداد ہے۔ تحصیل بھمبر میں ایک موضع بھمباہ ہے۔ جہاں ہندو نارمہ راجپوتوں کے سوا اور کوئی قوم آباد نہیں ہے۔ اس گاؤں کے ہندو نارمہ افراد کی تعداد ایک ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔ یہ اپنے آپ کو راجہ کرن کی اولاد سے بتاتے ہیں۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ نارمہ کا لفظ جب نرماہ کے گاؤں سے نکلا ہے۔ اور نارمہ راجگان انبہ رایاں کی شاخ سے ہیں۔ اور انبہ رایاں راجہ جگت دیو کی ذریات سے ہیں۔ اور

۱؎ آئین اکبری کے حوالہ سے مصنف تاریخ شاہان گجر نے راجہ بھوج کی تخت نشینی کا سال سنہ ۱۱۸۵ب اور عہد حکومت سو سال لکھا ہے۔ تاریخ راجپوتان پنجاب میں راجہ بھوج کے نام کے ساتھ سنہ ۱۲۳۱ب اور عہد سلطنت ۹۱ سال لکھا ہے۔ غالباً سنہ ۱۳۳۱ب سال وفات ہے۔ اس حساب سے دونوں تحریروں میں صرف دس سال کا فرق ہے۔ آئین اکبری کی تحریر زیادہ معتبر سمجھنی چاہئے۔

راجہ جگت دیو راجہ بھوج کی نسل سے ہے۔ تو راجہ کرن کا نام کہاں سے آگیا۔ یہ ممکن ہے۔ کہ راجہ بھوج سے پہلے کرن نام سے اس خاندان میں کوئی راجہ گذرا ہو۔ لیکن اُس زمانہ میں اس خاندان کا نام نارمہ نہیں۔ بلکہ پنوار یا پرمار تھا۔ کھمباہ میں ہندو نارمہ راجپوت سرزار سنگھ ذیلدار اور اندر سنگھ نمبردار اس وقت بھی موجود ہیں۔ کھمباہ کے علاوہ کانگڑی بھجوال کے علاقہ اور جموں کے اطراف میں بھی ہندو نارمے موجود ہیں۔

تحصیل بھمبر میں مسلمان راجپوت نارمہ قوم کے حسب ذیل گاؤں ہیں۔
گرہوتن۔ بڑوہ۔ مکڑی۔ بوہانی۔ تندڑ۔ سرباہ۔ ہری پور (سابقہ نام موضع بھڈم) بندلی برجاہ۔ ان تمام دیہات میں مسلمان راجپوت نارمہ قوم ہی آباد ہے۔ ذیلدار اور نمبردار سب اسی قوم کے ہیں۔

تحصیل کوٹلی میں مندرجہ ذیل دیہات نارمہ راجپوتوں کے ہیں۔ موضع پنجن۔ حضرت میاں محمد صاحب (گجر) مصنف کتاب سیف الملوک یہیں کے رہنے والے تھے۔ بڑے پایہ کے متقی بزرگ تھے۔ موضع پلاہل ہردو۔ نڑاہ۔ جس کی وجہ سے اس قوم کا نام نارمہ مشہور ہے۔ درکوٹی۔ ٹائیں۔ سبزکوٹ۔ کوٹلی اور بھمبر کے مسلمان نارمہ راجپوتوں میں کئی صاحب حیثیت افراد پائے جاتے ہیں۔ مثلاً فیض طلب خاں سفید پوش و جاگیردار درکوٹی۔ سید محمد خاں صوبیدار دپنشنر موضع ٹائیں۔ صوبیدار سیف علی خاں سکنہ بڑوہ۔ چوہدری رحم علی خاں ذیلدار سکنہ بڑوہ۔ محمد خاں نمبردار بڑوہ وغیرہ۔ مولوی محمد امین عرف مولوی کالے خاں

ؔ تاریخ شاہان گجر کے صفحہ ۲۸۵ و ۲۸۶ پر بحوالہ آئین اکبری بھوج سے پہلے سولہ پشتیں درج ہیں۔ ان میں بھی کرن نام کا کوئی راجہ نہیں ہے۔ ساتویں نمبر پر البتہ مہاراجہ بکرماجیت کا نام درج ہے۔

سکنہ بڑدہ۔ بھمبر و کوٹلی کی نارمہ قوم کی رشتہ داریاں اقوام چپ۔ کلوترہ منگرال۔ سوہلن کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ریاست کے علاوہ نارمہ قوم تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے ایک گاؤں فتح پور پرانی میں بھی موجود ہے۔ بلکہ کہاجاتا ہے۔ کہ وہ تمام گاؤں نارمہ قوم ہی کا ہے۔ جہاں نارمہ قوم نہایت فارغ البال ہے۔ راجپوت نارمہ مسلمان وہ بھمبر اور کوٹلی میں ہیں یا تحصیل کھاریاں اور علاقہ پونچھ میں۔ ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں بتا سکتا۔ کہ ان کا کون بزرگ کس زمانہ اور کس بادشاہ کے عہد میں مسلمان ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ پونچھ کی کئی دیگر اقوام کی طرح یہ قوم بھی اپنے قدیم تاریخی حالات سے ناواقف ہے۔ حالانکہ جس شخص کو اپنی تاریخ سے ناواقفیت ہے۔ خواہ وہ دیگر علوم و فنون میں کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو۔ بقول مصنف شاہان گجردہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ بقاد حیات قومی کے لئے تاریخ کا علم ایسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ علم معاش۔

نارمہ قوم کا بیان ہے۔ کہ ہمارے جو بزرگ پونچھ میں داخل ہوئے ہیں۔ وہ سب سے پہلے علاقہ کوٹلی سے ناڑ اوڑی تحصیل پلندری میں آئے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے مکڑخان کی اولاد اب تک ناڑ اوڑی میں موجود ہے۔ اور تحصیل باغ کے ایک موضع چیڑآن میں بھی اسی مکڑ خاں کی اولاد پائی جاتی ہے۔ یہاں سے سہسی خاں کی اولاد کفل گڑھ اور مہرا خاں کی اولاد سری آویڑہ اور ڈوم کوٹ وغیرہ دیہات میں چلی گئی۔

نارمہ مسلمان راجپوت اس زمانہ کا کوئی تعین نہیں بتا سکتے۔ کہ کب ان کا کوئی بزرگ ہندو مذہب ترک کرکے مسلمان ہوا ہے۔ وہ صرف اتنا بتلاتے ہیں۔ کہ پونچھ میں ہم آٹھ سو سال یا ۲۳ - ۲۴ پشتوں سے آباد ہیں۔ اور ہم جب پونچھ میں آئے تھے۔ تو ہمارے مورث اعلیٰ مسلمان ہی تھے۔" لیکن جب ہم

تاریخوں کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ تو کچھ نہ کچھ کھوج نکل ہی آتا ہے۔ آج سے آٹھ سو سال پیشتر لاہور اور پنجاب پر خسرو شاہ غزنوی کی حکومت تھی ۵۵۵ھ میں اس کا انتقال ہوتا ہے۔ ۵۵۶ھ میں اس کا بیٹا خسرو ملک جو پنجاب میں غزنوی خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ تخت نشین ہوا۔ اٹھائیس سال کے بعد پنجاب غزنویہ خاندان سے نکل کر شہاب الدین غوری کے قبضہ میں آگیا۔

شہاب الدین غوری ۶۰۲ھ میں گکھڑوں کے ہاتھ سے قتل ہوا ہے۔ اس زمانہ کو آج ساڑھے سات سو سال گذر چکے ہیں۔ انہی ایام میں ہندوستان کے بیشتر راجپوت اور دیگر ہندو قبائل نے اسلام قبول کیا ہے۔ جس سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ شہاب الدین غوری کے عہد میں ۵۷۰ھ سے لیکر ۶۰۲ھ تک کے عرصہ میں جسکو آج تقریباً آٹھ ہی سو سال ہوتے ہیں۔ دیگر ہندو قوموں کی طرح اس قوم کے کسی ایک بزرگ یا چند بزرگوں نے اسلام قبول کر لیا ہوگا۔

تحصیل باغ کے مندرجہ ذیل دیہات میں نارمہ قوم ہی آباد ہے۔ کفل گڑھ لوور۔ مندری۔ سار منڈل۔ بھٹی۔ جھڑ۔ پسی دا جھولہ۔ ٹکی کیر۔ ڈوم کوٹ۔ سری۔ ادیڑا۔ دھندکار۔ چھتر۔ بدر۔

اس قوم کے مندرجہ ذیل اصحاب قابل ذکر بتائے گئے ہیں۔

موضع کفل گڑھ۔ مولوی محمد عبداللہ خاں سپرنٹنڈنٹ محکمہ نکاح خوانی و برادران مولوی محمد اسماعیل خاں دیوبندی مدرس مدرسہ اسلامیہ سوہاوہ شریف و مولوی میر عالم خاں دیوبندی خطیب جامع مسجد پانڈری۔ مولوی محمد دین خاں امام مسجد بھٹی۔ قاضی عالم دین خاں ایم ٹی ریڑرو۔ قاضی نور عالم خاں سٹور کیپر محکمہ آئی۔ اے۔ ایس۔ سی فرزندان مولوی جنگ باز خاں مرحوم۔

نمبردار محمد عالم خاں اس کے دادا سردار محمد علی خاں اپنے زمانہ میں اپنی قوم کے قابل اور معتمد اور سرکردہ بزرگ تھے۔ اور جاگیردار بھی تھے۔ سائیں محمد اکرم خاں سابقہ پٹواری جو نمبردار محمد عالم خاں کے چچا ہیں۔ نمبردار نواب علی خاں۔ آپ سردار باجو خاں نمبردار کی اولاد سے ہیں۔ اس کے فرزند کا نام محمد حیات خاں ہے۔ نمبردار محمد شیر خاں جس کے فرزندان شبیر احمد خان مرحوم و منشی محمد زمان خان ایم۔ ٹی ریزرو قابل ذکر ہیں علی شیر خاں کی اولاد سے نصر علی خاں اور نصر علی خاں کے فرزند نذر علی خاں۔ فتح خاں و بہادر وخاں اپنی برادری میں ممتاز تھے۔ ان میں بہادر وخاں بندوبست سے پہلے نمبردار تھا۔ بندوبست میں بوجہ تخفیف نمبرداری صرف پنجوترہ خور رہ گیا۔ اس کے تین فرزند تھے۔ شیرباز خان عطا محمد خاں اور منگی خاں۔ یہ سب صاحب اولاد ہیں۔ اور عطا محمد خان کے دو فرزند ہیں۔ محبت خاں و عبد الکریم خاں عرف محمد الدین خاں۔ جو محکمہ آئی۔ ایس سی کوئٹہ میں ڈرائیور ہے۔ اور خواندہ ہے۔ نذر علی خاں کی اولاد میں سے سردار شاہ ولی خاں پنجوترہ خور کے تین فرزند تھے۔ سمند خاں۔ منشی پہلوان خاں پٹواری مرحوم۔ فضل داد خاں جو ایام جنگ عظیم فوج میں شامل تھے۔ اپنی خدمات کے عوض تین تمغے بھی حاصل کر چکے ہیں۔ سمند خاں (تعلیم مڈل تک) کے تین بیٹے ہیں فیض عالم خاں (مڈل تک خواندہ) اسماعیل خاں مرحوم۔ محمد شریف خاں زیر تعلیم۔ منشی پہلوان خاں کے بھی تین ہی فرزند ہیں۔ گلزار خاں (انٹرنس پاس) ملازم محکمہ تعلیم ہدایت اللہ خاں و لعل خاں زیر تعلیم۔ فتح خاں برادر نذر علی خاں کی اولاد سے آتا خاں ولد طالع خاں صاحب حیثیت زمیندار ہے۔

بوڑا خاں کی اولاد سے عالم نور خاں۔ علی گوہر خاں ملازم توپ خانہ ۹۸۔ علی اکبر خاں ملازم محکمہ ہسپتال۔ محمد اکبر خاں و گل احمد خاں ملازمان محکمہ سروے۔ اسی شاخ سے مدو خاں کا فرزند محمد الدین مرحوم اور اس کا فرزند محمد کریم ہے۔ جو زیر تعلیم ہے

"مولوی" میر عالم خان نارمہ ساکن کفل گڑھ تحصیل باغ پونچھ

عبدالکریم خاں عرف محمد دین خاں نارمہ
سکنہ کفل گڑھ پونچھ

حوالدار میجر حسین خاں نارمہ ساکن گگل گڈھ پونچھ

سردار گل شیر خان کی اولاد سے جہانگیر خان فوجی ملازم تمغہ یافتہ کے علاوہ مندرجہ ذیل اصحاب کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ امیر خان فوجی سپاہی۔ محمد عظیم خان ملازم پولیس مولوی شیر احمد خان۔ پہلوان خان معہ سات کس برادران۔ نواب علی خان۔ جو پہلوان خان کا چچا ہے۔ محمد زمان خان و شاہ محمد خان پسران میر باز خان۔ حوالدار نور حسین خان۔ محمد حسن خان و محمد عالم خان پسران محمد الدین خان۔ ان میں حوالدار نور حسین خان فوج میں ۱۸ سال کی ملازمت کے بعد ۱۹۳۴ء سے پنشن پر ہیں۔ تعلیم مڈل تک ہے۔ ان کے باقی دونوں بھائی بھی خواندہ ہیں۔ اپنی برادری میں یہ خاندان ممتاز اور زمانہ شناس اور اپنی قوم کو بام عروج پر دیکھنے کا متمنی ہے۔ فضل دین خان فوجی سپاہی تمغہ یافتہ و حسن دین خان پسران نصرو خان بھی اسی شاخ سے ہیں۔ محمد شیر خان کے چھ فرزندوں میں محمد قاسم خان خواندہ کانسٹبل پولیس ہے۔ اور باقی پانچ میں سے دو زیر تعلیم ہیں۔ اور تین گھر کا کاروبار کرتے ہیں۔ محمد نور خان ابن صوبا خان۔ میر عالم خان ابن صفدر علی خان۔ علی اکبر خان ڈرائیور محکمہ ایم۔ ٹی معہ چہار برادران خلف شاہنواز خان۔

حوالدار میجر حسین خان و منشی میر عالم خان پسران مہدی خان حسین خان ۱۹۱۷ء سے فوج میں ملازم ہیں۔ اور اس وقت ۱ے راجپوت میں حوالدار میجر ہیں۔ رومن اُردو کی تعلیم میں آپ نے فوجی میڈل بھی حاصل کیا ہے۔ جنگ افغانستان کی خدمات کے صلہ میں تین تمغے بھی حاصل کئے۔ منشی میر عالم خان زمینداری کاروبار میں مصروف رہنے کے علاوہ انجمن قاطع بدعت والرسوم کے سکرٹری بھی ہیں۔ مہدی خان خلف سردار ملیسا خان کے چار حسب ذیل اور بھائی بھی تھے۔ حسین علی خان مرحوم۔ بہادر خان مرحوم فضل خان و محمد شیر خان۔ بہادر خان لاولد کے علاوہ باقی سب بھائی صاحب اولاد ہیں۔ اسی کنبہ میں محمد سید خان صاحب حیثیت اور عالم شیر خان و شیر عالم خان پسران

ل ان کے والد کا نام جنگی خان تھا جو ایام حکومت ڈوگرہ میں جبرداتے تھے اور برادری میں سرکردہ تھے۔

حسو خاں بھی ہیں۔ اسی شاخ میں "مولوی "امیر عالم خاں اور ان کے بھائی مولوی فاضل عالم دین خاں مرحوم کا خاص طور پر نام لیا جاتا ہے۔ مرحوم گوشہ نشین بھی تھے۔ عالم شیر خاں فوجی سپاہی از اولاد سردار قمر و خاں۔ منشی محمد عظیم خاں پوسٹ مین۔ شیر عالم خاں ولد زبردست خاں فوجی ریزرو۔ محمد کریم خاں ایم۔ٹی کمپنی موٹر ڈرائیور مولوی شبیر احمد خاں۔ سخی محمد خاں و سلطان محمد خاں پنشنر سلیمان خان و برادر عمزاد محمد شفیع خاں۔ باز خان کی اولاد سے نائک جماعت خاں۔ فضلدین خاں نائک و حسنت علی خاں ہیں۔ پہلوان خاں پنشنر و شیر جنگ خاں ایم ٹی کمپنی۔ سید نور خان ولد باجو خاں۔ شہادم خاں و فتح عالم خاں ولد کریم خاں۔ بہادر خاں و فرزندش ابراہیم خاں (مڈل) و محمد نواز خاں زیر تعلیم۔ شیر دل خاں و بگا خاں پسران ہاشو خاں ند مولوی "عبداللہ خاں۔ سید اکبر خاں۔ محمد قاسم خاں (مڈل)، و محمد کریم خاں پسران فضل خاں۔ ان میں عبداللہ خاں ٹھیکہ داری کرتے رہے ہیں۔ اور اس وقت تجارتی کاروبار کر کے دوسرے لوگوں کے لئے جو بیوپار اور تجارت کو مسلمانوں کیلئے توہین آمیز سمجھ رہے ہیں۔ چراغ ہدایت کا کام دے رہے ہیں۔ علی بہادر خاں و علی گوہر ان پسران سمندر علی خاں ٹھیکیداران و سابق ملازمان فوج۔

حسین خاں خواندہ ولد شیر باز خاں۔ امیر خاں معہ فرزندان شمشیر خاں (میٹرک) میر احمد خاں دگل احمد خاں خواندہ۔ شمشیر خاں راولپنڈی کے محکمہ پبلک ورکس میں کلرک ہے۔ فضل خاں۔ سوہنا خاں و جنگی خاں پسران ناصر و خاں۔ ان میں سوہنا خاں فوجی ملازم رہا ہے۔ دوست محمد خاں۔ محمد امیر خاں۔ محمد حسین خاں و فضل خاں پسران مراد علی خاں۔ غلام محمد خاں و گلاب خاں پسران شاہو لی خاں۔

موضع لوور۔ جمدار خاں و برادرزادہ سیدل خاں نمبردار۔

موضع مندری۔ رنگ باز خاں ولد نصرو خاں۔ بہادر خاں ولد فتح نور خاں۔

"مولوی" عبداللہ خاں نارمہ مقام کفل گڈھ باغ

موضع جُھنمی۔ جنگ، شبیر خاں نمبر دار و برادر عمر بخش خاں۔
موضع چھڑ۔ جیدر خاں نمبر دار۔ منگی خاں ٹھیکہ دار "مولوی" محمد فضل "مولوی" عبدالعزیز بدلس
لپسی دا چھولہ۔ جماعت خاں نمبر دار
نکی کبیر۔ عمر بخش خاں نمبر دار و مغل خاں فارسٹر مرحوم پسران سردار فیض طلب خاں۔
عمر بخش خاں کا فرزند محمد اسماعیل خاں مڈل تک پڑھا ہوا ہے۔
موضع ڈوم کوٹ۔ صاحب دین خاں۔ سمندر علی خاں۔ رنگ باز خاں۔
موضع اوبڑا۔ نواب خاں نمبر دار۔ اکرو خاں۔ صوفی عالم شیر خاں۔ محمد بشیر خاں ولد نورا خاں۔ محمد شیر خاں ولد منگی خاں۔ زبردست خاں ولد رنگ باز خاں۔
موضع دھندھار۔ محمد حسین خاں پنشنر۔ گلاب خاں پنشنر۔ محمد افسر خاں ڈرائیور توپخانہ۔ زمان علیخاں نمبر دار و غلام علیخاں و صفدر علیخاں و عالم دین خاں پسران باجلی خاں۔ نور بخش خاں
موضع چھتر۔ روشن علی خاں۔ سرمست خاں۔ مولوی عبدالروف۔ راجولی خاں۔ جماعت خاں۔ فضل دین خاں۔ میر باز خاں۔ سید باز خاں خواندہ ولد میر باز خاں۔
موضع پدر۔ حسن دین خاں نمبر دار ولد "نمبر دار" گل شیر خاں۔ بشیر احمد خاں و جیدر خاں و گلاب خاں۔
موضع پدر ٹوپی۔ منصر علی خاں و فیروز خاں
موضع منگ تحصیل سدھنتی۔ آکی خاں نمبر دار و دوست محمد خاں نمبر دار۔ فتح عالم خاں۔ سمندر علی خاں۔ فتح خاں۔ حوالدار اکبر خاں پنشنر۔

اس قوم کے رشتے ناطے اپنی برادری کے علاوہ سدھن اور ڈھونڈ اور ککھہ اور موتیل وغیرہ اقوام کے ساتھ ہوتے ہیں۔ آٹھ دس ہزار قوم کی آبادی میں انٹرنس پاس تین چار سے زیادہ نہیں ہیں۔ چونکہ تعلیم بہت کم ہے۔ اسلئے پونچھ کی سرکاری ملازمت میں انکو بہت کم حصہ ملا ہے بلکہ نہ ملنے کے برابر ہے۔ البتہ برطانوی فوج میں قوم نارمہ کافی تعداد میں موجود ہے

فصل نہم

بدھن

یہ قوم صرف پونچھ ہی میں نہیں۔ بلکہ علاقہ انگریزی کے اضلاع راولپنڈی و سیالکوٹ وہزارہ میں بھی آباد ہے۔ جو بدھن ضلع راولپنڈی میں ہیں۔ وہ اپنا سلسلہ اعوانوں کے ساتھ ملاتے ہیں۔ لیکن کاغذات بندوبست میں ان کا اندراج تیلی بدھن کے نام سے تھا۔ چونکہ تیلی کوئی ذات یا گوت نہیں۔ بلکہ ایک پیشہ یا کاروبار ہے۔ اس لئے اس قوم کے لوگوں نے صحت قوم کی طرف حکام بندوبست کو توجہ دلائی۔ اور لکھا کہ ہم کو تیلی بدھن کی بجائے اعوان بدھن لکھا جائے۔ اعوان ان کی اصل قوم تھی۔ بدھن ان کے مورث اعلیٰ کا نام تھا۔ یہ دونوں باتیں تو مستقل طور پر ان کی قوم کا جزو تھیں۔ تیلی تیل بیچنے یا تیل نکالنے والے کو کہتے ہیں۔ جب تک کوئی تیل فروشی کا کام کرتا ہے۔ وہ تیل فروش ہے۔ یا تیل نکالنے کا کام کرتا ہے تو تیلی ہے۔ لیکن جب اُس نے یہ کام ترک کر کے اور کاروبار اختیار کر لیا ہے۔ تو پھر اس لفظ کا اطلاق اُس پر کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ دلائل بہت معقول اور بہت وزن دار تھے۔ حکام بندوبست ضلع راولپنڈی نے ان کی عرضداشت پر توجہ فرمائی۔ اور ان کا نام کاغذات مال میں تیلی بدھن کی بجائے اعوان بدھن درج کر دیا۔ چنانچہ ان کی صحت قوم کے متعلق صاحب ریونیو افسر راولپنڈی کے آخری حکم ۱۱ دسمبر

۱۹۰۴ء کے الفاظ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔
"جعفر خاں انعام خور۔ بہاول زمان علی۔ امام دین حشمت۔ مختار علی۔ شیر زمان دتا پسر منگو وغیرہ حاضر ہیں۔ ان کی قوم نیلی بدھن درج ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں۔ کہ ان کی ذات اعوان بدھن ہے۔ نظام دین۔ کرم الہٰی۔ سراج دین پلٹن ۲۴ء پلٹن سفر مینا چھاؤنی پونہ میں ملازم ہیں۔ اس واسطے وہ حاضر نہیں ہیں۔ جعفر خاں انعام خوار کی درخواست پر صاحب مہتمم بندوبست بہادر کی اجازت حاصل ہو چکی ہے۔ کہ ان کی قوم تبدیل کی جائے۔ اور جان محمد اس کا پردادا ہے۔ باقی اس کے رشتہ دار جان محمد خاں کی اولاد ہی سے ہیں۔ اس واسطے جعفر خاں کے ساتھ ان کی قوم بھی تبدیل کی جانی مناسب ہے۔ کیونکہ وہ سب ایک مورث کی اولاد سے ہیں۔ لہذا حکم ہوا۔ کہ داخل خارج تبدیل قوم اولاد جان محمد از نیلی بدھن بہ اعوان بدھن منظور ہے۔ حکم سنایا گیا۔"

بدھن قوم ضلع ہزارہ میں بھی آباد ہے۔ چنانچہ رواج نامہ عام بندوبست حال اقوام ضلع ہزارہ کی ایک مصدقہ نقل میں اعوان قوم نے اپنی حسب ذیل پانچ بڑی شاخیں بتائی ہیں۔ گولڑہ۔ قطب شاہی۔ کھوکھر۔ چوہان۔ کالگان اور پھر ان کی شاخ در شاخ میں پرستین۔ کھٹوال۔ مرجان۔ پوٹھواری کے ساتھ بدھن کو بھی اعوان قوم ہی کی شاخ بتایا ہے۔

سطور مندرجہ صدر سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ اضلاع راولپنڈی و ہزارہ میں جو بدھن قوم آباد ہے۔ وہ اعوانوں کی ایک شاخ ہے۔ بلکہ یہ قوم نواب صاحب السب دربند کی ریاست میں بھی پائی گئی ہے۔ اور وہاں بھی یہ اعوانوں ہی کی ایک شاخ تصور کی گئی ہے۔

پونچھ کی تحصیل سدھنتی میں بھی بدھن قوم عرصہ دراز سے آباد ہے۔ اور وہاں

اس کی تعداد چودہ پندرہ ہزار سے کم نہیں ہے۔ ان کا کثیر حصہ کاغذات مال میں اعوان تسلیم کیا جا چکا ہے۔ لیکن ابھی تک ایک معقول تعداد ایسی ہے جو صحت قوم کی منتظر ہے۔ جو بدھن صوبہ سرحد کے ضلع ہزارہ اور صوبہ سرحد کی ریاست امب دربند میں رہتے ہیں۔ وہ بھی اعوان ہیں۔ جو ضلع راولپنڈی کے موضع روات میں رہتے ہیں۔ جان محمد کی اولاد سے جعفر خاں وغیرہ جن کی صحت قوم کا ذکر سابقہ سطور میں ہو چکا ہے، وہ بھی اعوان ہیں۔ جو بدھن پونچھ کی تحصیل سدہنوتی میں رہتے ہیں۔ وہ بھی اعوان ہیں۔ پھر تعجب ہے۔ کہ پونچھ میں حکام مال نے بدھن قوم کے ایک حصہ کو صحت قوم سے کیوں محروم کر رکھا ہے۔ جب بدھن اعوان ہیں اور یقیناً ہیں۔ تو وہ بدھن کیوں اعوان تسلیم نہیں کئے جاتے۔ روات تحصیل راولپنڈی کے علاوہ موضع پڑہالی تحصیل کہوٹہ (راولپنڈی) کے نمبردار دبہ مسمی باقر کی قوم بھی بدھن کی بجائے آوان بدھن درج ہوئی تھی۔ جس کا ذکر جمعبندی ۱۹۳۲ء میں درج ہے۔ اور جس کے متعلق ریونیو افسر کا یہ آخری حکم مورخہ ۲۶ ہے۔ کہ بحکم صاحب کمشنر بہادر ۱۵ دسمبر ۳۱ء کو باقر کی قوم آوان بدھن قرار پا چکی ہے اس لئے داخل خارج حسب صورت جدید منظور ہے" اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بدھن کی گوت اعوان نہیں۔ بلکہ اعوان کی گوت بدھن ہے۔ اور اصل قوم اعوان ہی ہے۔

بدھن قوم زراعت پیشہ ہے۔ اس میں اصحاب ذیل بارسوخ اور معتبر مانے جاتے ہیں۔ ستار محمد خاں نمبردار موضع بساڑی۔ ماسٹر محمد ابراہیم سکنہ رکرٹ۔ قاسم علی سکنہ نیریاں مولوی جمال دین سکنہ رکرٹ۔ منشی شادمان خاں سکنہ بساڑی۔ منشی قادر بخش سکنہ سہرگلگوٹہ۔ ماسٹر فتح محمد سکنہ نورسہ۔ سائیں فقیر دین سکنہ ہمرونہ۔ اس قوم کے کئی لوگ برطانوی افواج میں ملازم ہیں۔ اور کئی ایک پنشن پر ہیں۔ چند نام درج ذیل ہیں۔ حشمت علی خاں پنشنر سکنہ رکرٹ۔ محمد اکبر خاں نائک پنشنر سکنہ کہالہ۔ نوازش علی خان سکنہ چوکیاں۔

فصل دہم
سیال

پنجاب میں دو قومیں سیال کہلاتی ہیں۔ ایک وہ جو جھنگ کے اکناف و اطراف میں آباد ہے۔ یہ قوم راجپوت کہلاتی ہے۔ اس کے مورث اعلےٰ حضرت باوا فرید الدین گنج شکر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ دوسری سیال وہ قوم ہے۔ جو کھوکھر قطب شاہی کہلاتی ہے۔ اور جس کا نسبی تعلق حضرت عباس بن علی مرتضیٰ کی اولاد کے ساتھ ہے۔[1]

سیال لفظ کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ اس میں سے ایک بزرگ کا نام سال[2] تھا۔ اُس کی اولاد اُس کے نام پر سال اور بعد میں سیال کے نام سے موسوم ہوگئی۔ سیال شریف میں حضرت خواجہ شمس الدین چشتی رح بڑے نامی بزرگ گزرے ہیں۔ ان کا روضہ تمام پنجاب میں مشہور ہے۔ اور اس روضہ کے سجادہ نشین ملک میں بہت بڑا احترام رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ شمس الدین زمان علی معروف کھوکھر بن عون قطب شاہ سے ۱۴ ویں پشت میں تھے۔ اور

---

[1] تاریخ نسب نامہ کھوکھراں مصنفہ ملک سراج الدین احمد صفحہ ۸۳

[2] سال جن کے نام پر سیال قوم مشہور ہے۔ زمان علی کھوکھر بن عون قطب شاہ کی چھٹی پشت میں تھے۔

قطب شاہ ۔ حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی کی آٹھویں پشت میں شمار کئے جاتے ہیں۔

جس طرح اعوان قطب شاہی قوم کے جد اعلیٰ حسن بن عبداللہ بن عباس بن علی ہیں۔ اسی طرح سیال کھوکھروں کا نسب بھی اسی جگہ جا کر ختم ہوتا ہے۔ اسی سیال قوم کے ایک بزرگ حافظ غلام محمدؐ موضع جھاوریاں ضلع شاہ پور پنجاب سے مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانہ میں پونچھ آئے۔ اور موضع منگ تحصیل سدھنوتی آکر مسکن گزین ہوئے۔ آپ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ دینی علوم کے عالم اور صوفی مشرب تھے۔ آپ کی تمام عمر درس تدریس میں گذری ہے

آپ کے دو فرزند منشی محمد اکبر اور مولوی محمد نذیر موجود ہیں۔ اول الذکر مقامی مدرسہ میں صدر مدرس ہیں۔ اور ثانی الذکر عربی فارسی پر عبور رکھنے کے علاوہ ایک خوش بیان مقرر ہیں۔ اور انجمن اسلامیہ کی طرف سے صیغہ نکاح خوانی کے قاضی گرداور ہیں۔

فصل یازدہم

گجر

گجر ہندوستان کی قدیم ترین قوموں سے ہے۔ اس قوم کی تاریخ کے متعلق مصنفین و مؤرخین نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اس نام کو کسی نے گجر کسی نے گوجر کسی نے گرجارا کسی نے گرجر اور کسی نے خزر کسی نے جاذر لکھا ہے۔ اور تاریخوں کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس قوم نے غیر ملک سے آکر

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں صدہا سال تک حکومت بھی کی ہے لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ مورخ نہ اس کے کسی صحیح نام پر متفق ہیں۔ اور نہ اس قوم کے وُرود ہند کا کوئی زمانہ تعین کر سکے ہیں۔ اور نہ اس کے اصل وطن کا کوئی متفقہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔

اس قوم کے تاریخی و سیاسی حالات کے متعلق عربی فارسی۔ انگریزی ہندی سنسکرت اور اُردو تاریخوں میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ لیکن واقعات مختلف اور اسی لئے روایات بھی مختلف خیالات بھی مختلف اور قیاسات بھی مختلف ہیں۔ حال ہی میں خانصاحب مولانا عبدالمالک ریٹائرڈ ریونیو منسٹر بہاولپور نے "شاہان گجر" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے۔ وہ چونکہ گجر قوم کی متعلقہ تمام تاریخوں کا نچوڑ ہے۔ اور بہ حیثیت مجموعی نہایت محنت و تحقیق سے لکھی گئی ہے۔ اس لئے گجروں کے گذشتہ سیاسی اقتدار اور گجر حکومتوں کی عظمت و شوکت اور گجر اقوام کے عام حالات سے واقفیت حاصل کرنے کا اس تاریخ سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔

مصنف شاہان گجر نے علم اللسان والصوت کی متعارف مثالوں سے گوجر یا گجر یا گرجارا یا گُرجر یا خزر یا جذر ان سب الفاظ کو ایک ہی لفظ قرار دیا ہے۔ بلکہ بتایا ہے کہ بحیرہ خزر جس کو غلط العام بحیرہ خضر بھی لکھتے ہیں۔ اسی قوم خزر کے نام پر ہے۔ عربوں نے گجر قوم کو ہمیشہ خزر لکھا ہے۔

گجروں کے اصل وطن پر بھی مورخوں میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ لیکن ہم صرف دو باتوں کا ذکر کرتے ہیں جو مصنف شاہان گجر کی تحریر کے مطابق قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ بعض ان کو وسط ایشیا کے خانہ بدوش ترکی خاندان بتاتے ہیں۔ جو دوسری صدی قبل مسیح آپس میں لڑ پڑے۔ اور ایک فریق جو

یوچی کہلاتا تھا۔ شکست کھا کر وادیٔ سیحوں کی طرف چلا گیا۔ جہاں اُس نے از سر نو اقتدار حاصل کر کے پہلی صدی مسیحی کے ابتدا میں اپنے چھوٹے چھوٹے قبائل کو منظم کیا اور کشمیر تک فتح کر لئے۔ دوم یہ کہ بعض مورخین کے خیال میں گجر ستھیا یا ستھین نسل سے ہیں۔ بدھ مذہب کے عروج وزوال (۲۴۲ء تا ۵۰۰ء قبل مسیح) کے زمانہ میں ستھین اقوام افغانستان کو روندتی ہوئی درہ بولان اور کوہ سلیمان سے گزر کر سرحد ہندوستان میں داخل ہو گئیں۔ ستھین اقوام کی ایک شاخ یوچی قوم بھی ہے۔ بقول مصنف شاہان گجر طبقات الامم کا مصنف گجر کو ترک قوم کا ایک قبیلہ قرار دیتا ہے۔ اور مندرجہ صدر روایات کے مطابق بھی ان کو ترکوں کا ایک خانہ بدوش خاندان اور ستھین طبقہ کی ایک شاخ بتایا گیا ہے۔ اور چونکہ ترکوں کا اور ستھین قوم کا وطن سب نے وسط ایشیا ہی قرار دیا ہے۔ اور بحیرہ خزر اور گرجستان یا جرجان بھی وسط ایشیا ہی میں ہیں۔ جن کو لفظ گجر یا جذر سے خاص مناسبت ہے۔ اس لئے ان امور سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ گجروں کا اصل وطن وسط ایشیا ہی تھا۔

گجر قوم کے وارد ہند ہونے کے زمانہ کا تعین کرنے میں گو مورخوں میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ لیکن جب اس بات کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ کہ بدھ مذہب کے عروج وزوال (۲۴۲ء تا ۵۰۰ء سال قبل مسیح) کے زمانہ میں ستھین قوم جس کی ایک شاخ یوچی قوم بھی ہے۔ افغانستان کو روندتی ہوئی درہ بولان اور کوہ سلیمان سے گذر کر سرحد ہندوستان میں داخل ہوئی۔ اور برہمنوں نے جو بدھ مت کے عروج کی وجہ سے زوال پذیر ہو رہے تھے۔ ستھین قوم کی آمد کو غنیمت سمجھا۔ تو گجر قوم کے ورود ہند کا اگر یقینی نہیں۔ تو ایک قیاسی زمانہ ضرور تعین کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً گوتم بدھ بانیٔ بدھ مت چھٹی ساتویں صدی قبل مسیح پیدا ہوا۔

اس مذہب کو راجہ اشوک (۲۷۲ ق م سے ۲۳۲ ق م تک) کے زمانہ میں انتہائی عروج حاصل تھا۔ اور یہی وہ زمانہ تھا۔ جب برہمنوں پر زوال آرہا تھا۔ لیکن اشوک کے بعد اس کے جانشین ایسے زبردست حکمران ثابت نہ ہوئے۔ اور بدھ مذہب کو کبھی عروج اور کبھی زوال آنے لگا۔ اسی دوران میں برہمنوں نے پھر پرزے سنبھالنے شروع کئے۔ بلکہ تاریخ ہند[1] میں تو لکھا ہے۔ کہ اشوک کا ایک پوتا راجہ سمپراتی جس کا دارالحکومت اوجین تھا۔ جین مذہب کا اتنا ہی حامی تھا۔ جتنا اس کا دادا اشوک بدھ مت کا تھا۔ جو اس بات کی دلیل ہے۔ کہ ان ایام میں بدھ مت کے عروج کی دوپہر ڈھل چکی تھی۔ اس خاندان کا آخری راجہ مسیح سے ۱۸۵ سال قبل گذرا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ستھین یا یوچی قوم جس سے گجر قوم نکلی ہے۔ ہندوستان میں زیادہ سے زیادہ مسیح سے قریباً دوسو سال قبل آئی تھی۔ کیونکہ راجہ اشوک اور اس کے بعد کے ایک دو جانشینوں کے عہد ہی میں بدھ مذہب کا عروج رہا ہے۔ اور اس مذہب کے عروج کے زمانہ ہی میں برہمن زوال پذیر ہوسکتے تھے۔

جب گجر قوم ہندوستان میں داخل ہوئی۔ تو ہندوستان میں صرف دو مذہب تھے۔ ایک بدھ مت ایک برہمن گجر چونکہ ایک جنگجو قوم تھی۔ اور وسط ایشیا سے لڑتی بھڑتی باہر نکلی تھی۔ اور تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے ہندوستان میں داخل ہوئی تھی۔ اور اس زمانہ میں چونکہ برہمن مذہب تیغ زنی اور گوشت کی اجازت دیتا تھا۔ اور بدھ مت ان باتوں کی مخالفت کرتا تھا۔

---

[1] تاریخ ہندوستان حصہ اول مصنفہ پروفیسر تیجا سنگھ ایم۔ اے و پروفیسر سری رام ایم۔ اے صفحہ ۸۱

اس لئے گجروں نے برہمن مذہب قبول کر لیا۔ اور ان میں جو تلوار کے دھنی تھے۔ وہ کھشتری یعنی راجپوت کہلائے۔ اور برہمنوں کے دھرم کے محافظ قرار پائے۔ بعض گجر ہی کہلاتے رہے۔ اور جو تجارت میں مصروف ہو گئے۔ وہ ویش بن گئے۔ اور بعض برہمنوں میں شامل ہو گئے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ گجروں میں ہر قسم کی ذاتیں اور گوتیں جو ہندوؤں میں موجود ہیں۔ کم و بیش پائی جاتی ہیں۔ اور راجپوت ذاتیں تو خصوصیت سے بہت زیادہ ہیں۔

گجر قوم کے مختلف خاندانوں نے ہندوستان کے مختلف حصص پر عرصہ دراز تک بڑی شاندار حکومت کی ہے۔ جنوبی ہند کے خاندان چوڑہ و سولنکی جو ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی اور پانچویں اور چھٹی عیسوی تک گجرات کاٹھیاواڑ اور جنوبی ہند کے دیگر ممالک میں حکمران رہے ہیں گجر ہی تھے۔ انہلواڑہ جس کو مسلمان مورخین نہر والا لکھتے ہیں۔ سنہ ۷۴۶ء سے سنہ ۹۴۲ء تک گجر قوم ہی کے زیر نگیں رہا ہے۔

تاک یا ٹنکشک نام سے ایک ہندو گجر غیاث الدین تغلق کے زمانہ میں فوج کے ایک حصہ کا سردار تھا۔ وہ جب مسلمان ہو گیا تو بادشاہ نے اس کو مظفر خاں کا خطاب دے کر سنہ ۱۳۹۱ء میں گجرات کا صوبیدار بنایا۔ لیکن سنہ ۱۳۹۵ء میں وہ مظفر شاہ نام رکھ کر خود مختار ہو گیا۔ احمد آباد گجرات اسی کے بیٹے سلطان احمد شاہ کا آباد کیا ہوا ہے۔ اکبر نے سنہ ۹۹۱ھ میں اس کو فتح کر لیا۔

ریواڑی کی ریاست پر غدر سے قبل ایک گوجر ہی حکمران تھا۔ اب بھی سمتھر (جھانسی) میں ایک ہندو گجر خاندان ہی حکمران ہے۔ پونچھ میں بھی گجر قوم کی ایک شاخ سانگو سالہا سال تک حکمران رہی ہے۔

غرض ہندوستان میں گجر قوم کا ماضی بڑا شاندار رہا ہے۔ اور اگر وہ اپنے ماضی کو عبرت آموز نظر سے دیکھے۔ تو نہ صرف اس کا حال بلکہ اس کا مستقبل بھی شاندار بن سکتا ہے ؎

اپنے مستقبل کو تو ماضی کے آئینہ میں دیکھ
نام کو پھیلا کہ اب تک کچھ نشاں باقی تو ہے — فوقؔ

پونچھ کی کوئی صحیح اور مستند تاریخ اب تک نہیں چھپی۔ اس لئے اس امر کے متعلق کہ پونچھ کے علاقہ میں گوجر کب آئے۔ کس حال میں آئے۔ اور کہاں سے آئے۔ کوئی یقینی کیفیت معلوم نہیں ہو سکتی۔ پونچھ کی بعض گوجر اقوام نے جو حالات بھیجے ہیں۔ وہ بھی تاریکی کے سوا کسی روشنی کا پتہ نہیں بتا سکتے۔ قیاس آرائیاں ہیں۔ ان کو جس قدر چاہو پھیلا لو۔ لیکن علم تاریخ کے رُو سے وہی قیاس قرین اعتبار ہو سکتا ہے۔ جس کو مورخین تسلیم کریں۔

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ گوجر ہندوستان کی نہایت قدیم قوم ہے۔ اس کا ماضی ہندوستان کی سیاسیات دیرینہ میں ایسا ہی شاندار رہا ہے۔ جیسا اُس کا حال فی الحال عبرت انگیز نظر آ رہا ہے۔ اس قوم کے افراد ہندوستان سے یوروپ اور ایشیا تک پھیلے ہوئے تھے۔ اور اس کا ثبوت گوجروں کی قدیم تاریخوں کے آئینہ سے صاف دکھائی دے رہا ہے۔ قرائن سے پایا جاتا ہے۔ کہ پونچھ میں گوجر قوم بہت قدیم[1] زمانہ سے آباد ہے۔ اور شائد اس زمانہ

[1] زمانہ قدیم کے علاوہ اکبر کے زمانہ میں اور اس کے بعد بھی گجرات اور نواح گجرات سے گجر قوم کی کثیر تعداد کوہستانی اور میدانی علاقوں میں پھیلی ہے۔ کیونکہ پنجاب کے علاقہ میں گجر اقوام کا سب سے بڑا مرکز یہی ضلع ہے۔ اور اس زمانہ میں چونکہ گجرات اور بھمبر ہی کشمیر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵۳

سے آباد ہے جب پونچھ نہ پونچھ تھا نہ رستم نگر۔ بلکہ وہ پرنتس کے نام سے مشہور تھا۔ اور لوہر کوٹ یا لوکوٹ یا لوہرین اس کا دارالحکومت تھا۔

گجر قوم دراصل مختلف جنگجو اقوام کا مجموعہ ہے۔ کسی وقت یہ ایک زبردست اور مطیع نہ ہونے والی تند مزاج پہاڑی قوم تھی۔ عہد محمود غزنوی کے مورخ البیرونی اور اس کے حوالہ سے فرشتہ اور دیگر مورخوں نے محمود کے حملۂ کشمیر کی ناکامی کے اسباب میں قلعہ لوہکوٹ کی مضبوطی اور اس کے استحکام کا ذکر کیا ہے۔ پھر ۱۸۱۴ء میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے حملۂ کشمیر کے دوران میں پونچھ کو تباہ کرنا چاہا۔ تو اس وقت پونچھ پر وزیر روح اللہ خاں کا اقتدار تھا۔ مہاراجہ کو اپنی فوج کا بہت سا حصہ ضائع کرا کر ۳۰ جولائی ۱۸۱۴ء کو پونچھ کا محاصرہ چھوڑ کر منڈی کی طرف بھاگ جانا پڑا۔ وزیر روح اللہ کے بیٹے راجہ امیر خاں اور پوتے راجہ میر باز خاں نے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۳ ۔ کے شاہی رستے تھے۔ اس لئے کوئی تعجب نہیں۔ اگر شاہی افواج کے ساتھ بطور ملازم یا کسی اور حیثیت سے اس قوم کے لوگوں نے بھی نقل مکانی کر لی ہو چونکہ اسی لائن میں راجوری بھی ہے۔ اور راجوری اور تھنہ سے حاجی پیر عبور کرنے کے بعد پونچھ کے رستے میں علاقہ سورن آتا ہے۔ اور وہاں بھی گجرات اور راجوری کی طرح گوجر قوم کافی طور پر آباد ہے۔ اس لئے یہ بات تسلیم کر لینے کے قابل ہے۔ کہ پونچھ کے گوجر علاقہ گجرات سے پونچھ میں گئے ہیں۔ اور تھنہ اور راجوری اور سورن کے رستے گئے ہیں۔ اور اکبر کے عہد میں زیادہ انکی آمد و رفت پونچھ میں شروع ہوئی ہے۔ صاحب مصنف شاہان گوجر بھی صفحہ ۲۳۸ پر لکھتے ہیں۔ ان (پونچھ کے گجروں) کے گوت بھی وہی ہیں۔ جو ضلع گجرات کے گجروں کے ہیں۔ قحط سالی کے وقت انکے بزرگ گجرات سے پونچھ چلے آئے تھے۔

پونچھ پر شاندار حکومت کی ہے۔ یہ قوم کے سانگو گجر تھے۔

گجروں کی تعداد پونچھ میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے۔ جو یوں تو پونچھ کی چاروں تحصیلوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن تحصیلات حویلی و مہنڈر میں یہ قوم کثرت سے آباد ہے۔ بلکہ ان کی مختلف گوتوں اور ذاتوں کے نام پر کئی گاؤں آباد ہیں۔ مثلاً ہنڈی کھٹانہ۔ بانڈی چیچیاں۔ ڈنہ نہکڑیاں۔ ڈنہ ڈوئیاں۔ موہری میلواں نوناں بانڈی وغیرہ۔ یہ قوم زمانہ قدیم ہی سے زراعت پیشہ اور مال گذار چلی آتی ہے۔ حویلی و مہنڈر کی تحصیلوں میں یہ لوگ کثیر مال مویشی و زراعت کے مالک ہیں۔ ان تحصیلوں میں موروثی و پشتینی زمیندار گجروں کے بڑے بڑے وسیع مکانات ہیں۔ جو اس قوم کی عظمت اور اعلیٰ زمینداری کی عمدہ مثال ہیں۔

یہ قوم بالعموم امن پسند۔ سادہ لوح۔ صابر و قانع ہے۔ اور گوکئی دیگر اقوام سے مرفع الحال ہے۔ لیکن دور موجودہ کی جدید برکات سے بہرہ ور نہ ہوسکنے کی وجہ سے عام طور پر اس کی تعلیمی و اقتصادی حالت اچھی نہیں ہے بالخصوص تعلیم کا اس قوم میں بہت کم رواج ہے۔ اور ۱½ لاکھ کی آبادی میں کوشش کے باوجود بھی کسی انٹرنس پاس کا نام نہیں مل سکا۔

راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں گوجر قوم کے بعض نمائندگان دسہرہ وغیرہ کے درباروں میں خاص طور پر مدعو کئے جاتے تھے۔ اور ان کو خلعت فاخرہ و ٹیکہ سے بھی ممتاز کیا جاتا تھا۔ راجہ موتی سنگھ کے بعد ان کے فرزند راجہ بلدیو سنگھ کے زمانہ میں بھی مراعات کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

جہاں جہاں اس قوم کی اکثریت ہے۔ وہاں اسی قوم کے نمبردار و منصب دار و خطاب دار بھی ہیں۔ اس قوم میں قریباً ڈیڑھ سو نمبردار بنایا جاتا ہے۔ کئی جاگیردار اور انعام خوار ہیں۔ کئی ایک کو میر چوہدری کا خطاب

ملا ہوا ہے۔

اس قوم میں صُلحاؤ علما اور مشائخ بھی کثیر تعداد میں گذرے ہیں۔ اور اس وقت بھی موجود ہیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ المعروف بابا جی صاحب لاروی خاندان نقشبندیہ مجددیہ ایک قابل فخر ہستی تھے۔ آپ کی تصنیفات سے ملفوظات[1] نظامیہ اور اسرار کبیری علم تصوف میں بڑے پایہ کی کتابیں ہیں۔ ملفوظات نظامیہ آپ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ شاہ نظام الدین رح ساکن کانیاں کے نام پر لکھی ہے۔ باباجی صاحب لاروی بڑے متوکل و متشرع بزرگ تھے۔ ذکر ہے۔ کہ ایک مرتبہ مہاراجہ سرپرتاپ سنگھ والئے جموں وکشمیر نے آپ کے لئے جاگیر یا لنگر۔ مصرف خانہ یا وظیفہ مقرر کرنا چاہا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ آپ اپنے پیر روشن ضمیر کے خلیفہ اعظم تھے۔ آپ کے ارادت مندوں کی تعداد بھی کئی لاکھ تک بتائی جاتی ہے۔ صاحبزادہ خواجہ محمد نظام الدین لاروی آپ کے جانشین اور صاحبزادے ہیں۔ اور پونچھ کی قریباً تمام گوجر قوم ان کی مرید ہے۔

علاوہ ازیں اس قوم میں جو بزرگ فیض روحانی سے عوام کو مستفیض کرتے رہے ہیں۔ ان میں چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں۔ حضرت میاں محمد صاحب مصنف سیف الملوک مزار واقعہ کھڑی ضلع میرپور۔ خواجہ نظام الدین المعروف سائیں صاحب مزار موضع پلولی علاقہ راجوری۔ حافظ محمد جی صاحب بنی والے۔ علاقہ اوڑی چکار مظفرآباد وغیرہ کے راجپوت کھکھ اور بمبہ وغیرہ اس خاندان کے بہت معتقد ہیں۔ اس وقت حافظ جی صاحب کے صاحبزادے محمد امین سجادہ نشین ہیں۔ شاہ نورنگ صاحب مزار کھڑاہ تحصیل مینڈھر میاں سائیں علیا صاحب مزار موضع تاہی۔ حافظ فضل دین سٹھینیدوری

[1] یہ دونوں کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔

مزار پونچھ محلہ خانقاہ۔

اس قوم کے قابل ذکر علماء واعظین میں حسب ذیل نام بتائے گئے ہیں۔ مولانا عبدالرحمان فاضل دیوبندی۔ مولانا محمد یعقوب فاضل دیوبندی۔ مولانا غلام محی الدین فاضل صوفی۔ مولوی محمد عمر کنوئیاں پریذیڈنٹ انجمن اہل حدیث وجنرل سکرٹری اصلاح گجر قوم پونچھ۔ مولوی عبدالحی واعظ۔ مولوی مہر دین قمر۔ لیکچرار راجوری۔

یوروپ کے جنگ عظیم میں بھی اس قوم کے کثیر افراد نے جنگی خدمات انجام دی ہیں۔ اس صلہ میں بعض اصحاب مثلاً میر چوہدری فیض محمد خاں۔ چوہدری راج محمد۔ چوہدری سردار غلام محی الدین خاں۔ چوہدری غلام حسین خاں آف لسانہ کو سندات بھی عطا ہوئی ہے۔

گجر برادری کے بعض مشاہیر کے اسمائے گرامی ان کی ذاتوں اور گوتوں کے ذکر میں بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔ بعض اصحاب کے نام ذیل میں درج ہیں۔ چوہدری غلام محمد خاں علاقہ پنج ناڑ۔ مقدم محمد حیات میر آف دورسنی۔ مقدم ولی محمد کوٹلی۔ چوہدری دیوان علی خاں تھنور۔ چوہدری کریم بخش خرشاب۔ چوہدری لال دین چھچیلہ۔ چوہدری راج محمد کلر موہڑا۔ چوہدری لال دین کلر کٹل۔ چوہدری قمر دین مرہوٹ۔ چوہدری لال دین ہرشہیدرہ۔ چوہدری میر محمد سلنئی۔ چوہدری محمد اعظم ٹوپا۔ مقدم غلام محمد ومیر محمد لوران۔ مقدم دارا وراج محمد دیہڑہ موہڑہ۔ مقدم کرم دین۔ مقدم جمعہ آف موہری میلوان جاگیردار۔ مقدم غلام محمد۔ مقدم میر اور راجولی از خاندان مقدم کالو و مقدم چڑیا جن کو بمنشائے حکم سرکار مئی ۱۹۱۲ء ترنی وغیرہ معاف ہے

گوجر قوم کی تعداد چونکہ پونچھ کی دیگر تمام اقوام سے زیادہ ہے۔ اسلئے ان کی رشتہ داری بالعموم اپنی ہی قوم میں ہوتی ہے مگر گاہے گاہے دوسری چیدہ اقوام کیساتھ بھی رشتہ داری قائم کیجاتی ہے

پونچھ کی گجر قوم میں کئی شاخیں اور کئی برادریاں ہیں۔ اور ہرچند کہ مصنف شاہان گجر نے گجر اقوام کی بہت سی گوتوں اور ذاتوں کا ذکر لکھا ہے۔ لیکن اس تفصیل کے باوجود وہ ناتمام ہے۔ ہم صرف گجر قوم کی اُنہی ذاتوں اور گوتوں کا کچھ ذکر کرتے ہیں۔ جو پونچھ میں پائی جاتی ہیں۔ اور جن کی وجہ تسمیہ کی کچھ کیفیت معلوم ہو سکی ہے یا جن کے تفصیلی حالات کا کچھ علم ہو سکا ہے۔

سانگو۔ اس قوم کا سب سے پہلا شخص جو نہایت معمولی حالت سے ترقی کر کے پہلے راجہ خان بہادر والئے پونچھ کا وزیر بنا۔ اور راجہ کی ہلاکت کے بعد سربراہ حکمران پونچھ بنا۔ وہ وزیر روح اللہ تھا۔ خان بہادر خان کے بعد سنہ ۱۲۱۲ھ مطابق سنہ ۱۷۹۷ء میں اس نے اپنے فرزند امیر خاں کو راجہ پونچھ تسلیم کرالیا۔ اور خود وزیر بن کر حکمرانی کرنے لگا۔ اس کا سجع تھا ع در قالب دیں نیست بجز رُوح اللہ۔ اس کے فرزند امیر خاں کا سجع تھا ع امیرم کردہ مشرم نگہدار۔ وزیر رُوح اللہ سنہ ۱۸۱۹ء میں اور اس کا فرزند اس کے چار پانچ سال بعد انتقال کر گیا پھر امیر خاں کا بیٹا میر باز خاں پونچھ کا راجہ بنا۔ اس زمانہ میں مہاراجہ رنجیت سنگھ پونچھ و کشمیر کو فتح کر کے وہاں اپنے قائم مقام مقرر کر چکا تھا۔ اس لئے وہ راجہ میر باز خاں کو اپنے ہمراہ لاہور لے گیا۔ جہاں ایک چب پیر بخش خاں نے جو راجہ سلطان خاں چب بھمبر والے کا عزیز تھا۔ ایک پرانی عداوت کے باعث سنہ ۱۸۳۷ء میں اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی سانگو قوم کے عروج و اقبال کا خاتمہ ہو گیا۔

سانگو قوم کی موجودہ حالت نہایت عبرت ناک ہے۔ یہ قوم جو آج سے ایک سو سال قبل ملک کی حکمران تھی۔ آج اس میں جاگیردار تو کجا کوئی نمبردار بھی نہیں ہے سرکاری ملازمت میں سانگو قوم کا ایک بھی فرد نہیں۔ اس وقت اس

مولوی مہر دین قمرؔ لکچرار راجوری

چوہدری فیض محمد آف ہاڑی علاقہ پونچھ (کشمیر)

میاں نظام الدین صاحب سجادہ نشین لار کشمیر

چوہدری غلام حسین آف لسانہ علاقہ سوہڑن پونچھ کشمیر

قوم کا پیشہ زمینداری ہے۔ راجہ پیر باز خاں کے فرزند کا نام ابراہیم خاں تھا۔ ابراہیم کا فرزند پیر محمد جس کے حسب ذیل تین فرزند اس وقت موجود ہیں پیر محمد پہلوان۔ افراسیاب۔ اس قوم کی آبادی زیادہ تر موضع گہنتیرو کلائی کروینی میں ہے۔ سرکار دربار میں اس قوم کا کوئی رسوخ نہیں ہے۔ اور نہ رسوخ کے ذرائع یعنی تعلیمی و دماغی قابلیت کے جوہر اب اس میں موجود ہیں۔

کوہلی یا کولی۔ یہ لوگ اپنے آپ کو سورج بنسی خاندان سے بتاتے ہیں۔ ان کے مورث اعلیٰ کا نام راجہ کوہل تھا۔ گجرات پنجاب اور گجرات دکن میں کولی گجر بکثرت پھیلے ہوئے ہیں۔ جو کولی دکن میں آباد ہیں۔ وہ اپنا شجرہ راجہ بکرماجیت تک لے جاتے ہیں۔ کوہلی گوت کھتریوں میں بھی ہے۔ جاٹوں میں بھی ہے اور گجروں میں بھی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا منبع ایک ہی ہے۔ اکبر کے زمانہ میں کولی گجر صوبہ گجرات دکن کے بہترین اور مضبوط سپاہیوں میں تھے۔ آئین اکبری میں ۱۶ ایسے قلعوں کے نام درج ہیں۔ جن کے محافظ صرف کولی گجر ہی تھے۔ ان میں ہلن۔ بیجاپور۔ پالن پور اور جھالاباڑہ کے قلعے بہت مشہور ہیں۔ جھالاباڑہ کے قلعہ میں تو دو سو سوار اور دس ہزار پیادہ کولی رہا کرتے تھے ان خدمات کے صلہ میں کولی سرداروں کے لئے جاگیریں مقرر تھیں۔

پونچھ میں گجر کولی تحصیل مہنڈر کے مواضعات کنویاں۔ کلائی۔ کرینی لسانہ۔ چنڈک۔ کھنڈارہ وغیرہ میں آباد ہیں۔ اور ان میں قابل ذکر اصحاب حسب ذیل ہیں۔ چوہدری غلام حسین اعلیٰ نمبردار و رئیس لسانہ۔ آپ انجمن اسلامیہ پونچھ۔ ترجمان زمیندارہ پونچھ۔ انجمن حزب الاحناف کے وائس پریذیڈنٹ اور انجمن اصلاح گجر و جاٹ کے پریذیڈنٹ اور گجر قوم کے لیڈر ہیں۔ میاں رحمت اللہ میاں فیض محمد۔ مولانا محمد حسین ساکنہ چنڈک۔ مولوی محمد عبداللہ ساکنہ کنونیاں۔

میاں صاحب دین سکنہ لسانہ۔ مولوی غلام محی الدین صوفی۔ میاں صدر دین۔ علاوہ ازیں میاں اسماعیل غازی و میاں دلاور (مزار واقع کرونی) اور باوا سادی یا بابا شادی (مزار واقعہ دندی وہڑہ) کولی گجر ہی تھے۔

تانس یا تاک یا تکشک۔ تاریخ شاہان گجر میں عربی کتب کتاب الاعلاق النفیسہ اور المسالک والممالک کے حوالہ سے تانس قوم کا حال تفصیل سے درج ہے۔ بادشاہ بلہارا جس کو مسلمان عرب مورخین نے ہندوستان کا شہنشاہ لکھا ہے۔ کے ملحق الحدود ممالک میں دو بادشاہ گوجر قوم سے بھی تھے۔ ایک کو عرب مورخین نے صرف گوجر لکھا ہے۔ دوسرے کو تانک بادشاہ بتایا ہے۔ اور اسی کتاب یعنی شاہان گجر کے صفحہ ۵۲۶ کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ کہ " تانک گوجر قوم کی ایک گوت ہے۔ جس کو ٹانچ اور تانس بھی کہتے ہیں۔ ریاست جموں میں اب بھی اس گوت کے لوگ موجود ہیں۔" تاک یا تکشک نسل کے ایک سردار کو۔ جن گجرات کاٹھیاوار میں بڑا اثر رکھتا تھا۔ اور ۱۳۱۱ء میں مسلمان ہو چکا تھا سلطان غیاث الدین تغلق نے اعظم ہمایوں ظفر خاں وجیہہ الملک کا خطاب دے کر ۲ ربیع محرم ۷۹۳ھ کو اتوار کے دن گجرات کا صوبیدار نامزد کر دیا۔ ۱۳۹۰ء یعنی ۸۰۵ھ میں ظفر خاں گجر جو تاک نسل سے تھا۔ سلطان مظفر شاہ نام رکھ کر گجرات کا خود مختار بادشاہ ہو گیا۔ احمد آباد (گجرات) اسی کے بیٹے سلطان احمد شاہ کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس کے خاندان میں ۱۶۱ سال تک بادشاہی رہی اور آخر ۹۸۱ھ میں اکبر نے گجرات کو فتح کر لیا۔ (تاریخ فرشتہ) پونچھ میں جو تانس گجر آباد ہیں۔ وہ دراصل تانک یا تاک ہی کے لفظ کی یادگار ہیں گھسانہ گجر۔ گجرات پنجاب کے بندوبست ۱۸۵۲ء ۱۸۶۵ء نے اس کو کٹانہ گجر لکھا ہے۔ راویان اس خاندان کو راجہ جے پال اور پانڈوں کے سلسلہ سے بتاتے ہیں

یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہماری قوم اور ہمارے بزرگ حضرت علی ہجویری لاہوری یعنی داتا گنج بخش کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ کشانہ یا کھٹانہ ان کے مورث اعلےٰ کا نام تھا۔ جو سب سے پہلے حضرت علی ہجویری کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ ریاست بھرت پور میں کھٹانہ گجر بہت آباد ہیں۔ مگر وہ سب کے سب ہندو ہیں۔ ضلع فیروز پور پنجاب کے کھٹانہ گجر اپنے آپ کو پنوار راجپوت بتاتے ہیں۔ کھٹانہ گجر ضلع بجنور اور ضلع اٹک میں بھی آباد ہیں۔ ضلع ہزارہ کے مسلمان کھٹانہ گجر۔ مغلوں۔ پٹھانوں اور سکھوں کے زمانہ میں خود مختار حاکم رہے ہیں۔

پونچھ میں کھٹانہ گجروں کی آبادی موضع کنوئیاں تحصیل حویلی میں ہے۔ گوجروں کی اقوام پیچی۔ ٹھیکریہ۔ گورسی۔ کالس بجاڑ۔ بگہن سب کھٹانہ کی شاخیں ہیں۔ کھٹانہ گجروں میں جو قابل ذکر افراد ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ مولوی عبدالحی۔ چوہدری لعل دین مقام کلر کوسٹل۔ چوہدری راج محمد سکنہ کلر موہرہ۔ ان کے علاوہ کوٹلی ضلع میرپور اور راجوری ضلع ریاسی میں بھی اصحاب ذیل اپنی برادری میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ حافظ حاجی کریم بخش راجوری چوہدری دیوان علی رئیس موضع دھنور ڈھنڈیاں راجوری۔ میاں الف دین متوطن گنہلا حال کوٹلی۔ مقدم محمد اسرائیل نمبردار و رئیس قوم سکنہ علاقہ راجوری۔ جو تحصیل جموں و کشمیر کی سات تحصیلوں کے نمبردار ہیں۔ اور بڑے با اقتدار ہیں۔ موضع سلواہ تحصیل مہنڈر میں مولوی عبدالحی اور ان کے برادران منشی عبدالکریم و مولوی عبدالغنی قابل ذکر ہیں۔

لہ از مضمون خان بہادر مرزا سلطان احمد ڈپٹی کمشنر مرحوم مندرجہ اخبار وکیل امرتسر ۱۵ر جون ۱۹۲۷ء کالم اول صفحہ ۱۰

ڈیلہ ط
ڈیڈرڑ۔ پونچھ کے دیڈرڑ اپنی گوت کی جو وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں۔ اس کا نہ تاریخوں سے ثبوت ملتا ہے۔ اور نہ عقل و قیاس اس کے تسلیم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ البتہ مصنف شاہان گجر نے ویدڑ یا دھنڈ گوت کی جو وجہ تسمیہ لکھی ہے۔ وہ مستند اور معتبر معلوم ہوتی ہے۔ اس گوت کا مورث راجہ دیدڑ کی اولاد سے تھا۔ جو ضلع گجرات میں آکر آباد ہوا۔ کھاری بہلیسی اور دیدڑ ان سب کا سلسلہ نسب متحد ہے۔ ان کے آباؤ اجداد گجرات دکن سے آئے تھے۔ ضلع گجرات کے کم و بیش بیس مواضعات میں ان کی ملکیت ہے۔ یہ لوگ قوی دل اور محنتی ہیں۔

پونچھ کی دیگر اقوام کی طرح اس قوم میں بھی تعلیم کا زیادہ شوق نہیں ہے۔ دیدڑ قوم کا رشتہ ناطہ چوہان۔ بھٹی۔ ڈھکیانہ بجاڑ اور گگی اقوام کے علاوہ بعض مغل اقوام کے ساتھ بھی ہے۔ اس قوم میں حسب ذیل افراد مشہور گذرے ہیں۔ مولوی محمد امام الدین مفتی و قاضی ریاست ٹونک۔ جو ٹونک ہی میں مدفون ہیں۔ حافظ ہادی۔ حافظ محمد صادق۔ حافظ علی محمد اور قاضی حیات بخش جن کے مریدوں کی تعداد کئی سو تک بیان کی جاتی ہے۔ مقدم کالو نمبردار موضع چھیلہ بھی دیدڑ قوم میں ایک مشہور آدمی تھے۔ اس وقت بھی اس قوم میں کئی مشہور آدمی ہیں۔ جن میں سے چند نام حسب ذیل ہیں۔ قاضی دیدار بخش امام کلانی۔ قاضی عبدالکریم محرر بنک کلانی۔ مقدم شاہ ولی نمبردار چھیلہ مقدم قمر دین ولد مقدم خدا بخش نمبردار مڑہوٹ مہنڈر۔ مولوی محمد قاسم و منشی علی اکبر خاں ملازم محکمہ جنگلات فرزندان مولوی محمد حسین سدھنتی۔ خدا بخش شاعر ولد حلیم وغیرہ۔
دیدڑ قوم تحصیل سدھنتی وحویلی اور تحصیل مہنڈر کے کئی مواضعات میں

سلہ دیدڑ قوم بھی چونکہ راجپوت ہی ہے۔ اسلئے بعض دیدڑ خاندان اپنا تعلق براہ راست راجپوتوں ہی سے ملاتے ہیں جیسا کہ دیا محمد خاں مرحوم نمبردار علاقہ منڈی کے فرزند لعل محمد خاں نمبردار۔

آباد ہے۔ علاوہ ازیں صوبہ کشمیر کی تحصیلات بڈگام، کلگام اور تحصیل راجوری (جموں) کے چند مواضعات میں اس قوم کے افراد موجود ہیں۔ علاقہ راجوری کے مشہور و بڈھے افراد میں حسب ذیل نام لئے جاتے ہیں۔ خواجہ نظام الدین المعروف سائیں جھلا صاحب۔ مولانا حبیب موضع بھنڈ۔ چوہدری قمر دین سکنہ مرڈوٹ میاں نور جمال ثانی جن کا مزار موضع ڈنہ میں ہے

چیچی - اس قوم کا مورث اعلیٰ بھی کھٹانہ ہے۔ یہ لوگ سورج بنسی خاندان سے ہیں۔ اس قوم کے بزرگ کا نام چیچی تھا۔ اسی نام پہ اس کی اولاد مشہور ہو گئی۔ یہ چیچی سلطان مسعود غزنوی کے زمانہ میں مسلمان ہوا تھا۔ اس کی اولاد ضلع گجرات کی تحصیل پھالیہ میں اب بھی موجود ہے۔ تاریخ شاہان گجر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ضلع فیروز پور اور ضلع اٹک میں بھی ان کی کافی تعداد ہے۔ پونچھ میں یہ لوگ تحصیل مینڈھر کے مواضعات بانڈی چیچیاں، دکلائی اور تحصیل حویلی کے موضع کھیتر میں آباد ہیں۔

پونچھ کے میاں جمعہ جن کا مزار موضع کلائی میں ہے چیچی گوت ہی کے گوجر تھے۔

راجوری سے مولوی محمد مہر دین قمر لکھتے ہیں۔ کہ چیچی گوجر مہارانا لکھن رائے کی اولاد سے ہیں۔ ساحل سمندر پر اچھ ایک مقام ہے وہاں حکومت کرتے تھے۔ اسی نام پر چیچی مشہور ہو گئے۔ چوہدری محمد حسین بی۔ اے اپنی کتاب تاریخ گجراں میں لکھتے ہیں۔ چوہانوں کے چھوٹے سے قبیلہ کا نام چیچی ہے چیچی قبیلہ اسی سے نکلا ہے گ شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا۔

بھٹی - بھٹی راجپوتوں کی ایک مشہور گوت ہے۔ جس کا مفصل ذکر تاریخ اقوام کشمیر اور تاریخ اقوام پونچھ میں درج ہو چکا ہے۔ بلند شہر (یوپی) میں

بھٹی گجروں کی کثرت ہے۔ اور وہ سب عمدہ اور جفاکش سپاہی ثابت ہوتے ہیں۔ پونچھ میں بھٹی گجر تحصیل حویلی کے موضع کنوبیاں میں آباد ہیں۔ بھٹی گوجر ریاست الور میں بھی آباد ہیں۔ ان میں ہندو بھی ہیں مسلمان بھی۔ پونچھ کے بھٹی گوجروں میں منشی لعل دین لکچرار اپنی برادری کے ممتاز رکن ہیں۔

پسوال۔ ضلع گجرات میں پسوال گجروں نے اپنی گوت پسوہل بتائی ہے وہ اپنے آپ کو عربی النسل ظاہر کرتے ہیں۔ ضلع اٹک میں بھی پسوال گجروں کی آبادی موجود ہے۔ پونچھ میں ان کو پسوال ہی کہتے ہیں۔ ان میں مشہور اصحاب حسب ذیل ہیں۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب۔ حافظ محمد جی صاحب بنی شریف۔ چوہدری کریم بخش راجوری کے چوہدری محمد فخرالدین پسوال لکچرار وسفیر اعظم یتیم خانہ پرانی انارکلی لاہور جو پنجاب۔ سرحد اور بمبئی وغیرہ میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔

بھملہ یا بھوملہ۔ ضلع گجرات پنجاب کے گوجر اپنے آپ کو راجہ جگ دیو کی شاخ سے بتلاتے ہیں۔ ان میں سے آلو چند بعہد عالمگیر مسلمان ہو گیا۔ نام اس کا عمر بخش رکھا گیا۔ گوجرات میں یہ قوم بھوملا اور پونچھ میں بھملہ کہلاتی ہے

گورسی۔ ضلع گجرات پنجاب کے بندوبست ۱۸۵۲ء و ۱۸۶۲ء میں ان لوگوں نے اپنے آپ کو راجہ جے پال کی اولاد بتایا ہے۔ ان کا مورث اعلیٰ بھی کٹانہ یا کھٹانہ تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس قوم کے لوگ سلطان مسعود غزنوی کے عہد میں مسلمان ہوئے تھے۔ پونچھ میں گورسی گجروں کی آبادی

۱؎ از مضمون خان بہادر مرزا سلطان احمد خاں مرحوم ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ مندرجہ اخبار وکیل امرتسر ۱۵ جون ۱۹۲۷ء۔

تحصیل مہنڈر کے موضع ناڑی میں ہے۔ ان میں چراغ عالم و میاں محمد عالم۔ میر چوہدری بلند خاں۔ چوہدری محمد خاں ساکن فاگلہ خاص طور پر مشہور رہیں علاقہ گلاب گڑھ صوبہ جموں میں چوہدری علی محمد صاحب سکنہ دیول کا خاندان معزز و ممتاز سمجھا جاتا ہے۔

گورسی لفظ کی وجہ تسمیہ کے متعلق ایک صاحب لکھتے ہیں۔ کہ یہ قوم جو پہلے پہل دریائے جمنا کے کنارے آباد تھی۔ بابا نند مہر کی اولاد سے ہے۔ ان کا بڑا بیٹا گٹو ٹیں دگا ٹیں چرانے کی وجہ سے گٹوجی مشہور رہوا۔ گٹوجی سے گورسی ہو گیا۔

مہیسی یا ملیسی۔ ضلع بجنور کے ۱۰۱۶۲ گجروں میں مہیسی کھٹانہ قوم کے گجر بھی کافی تعداد میں ہیں۔ یہ لوگ نجیب اللہ خاں بانی نجیب آباد کے زمانہ میں پنجاب سے آئے۔ پونچھ میں جو مہیسی گجر آباد ہیں۔ ان کا مخرج گجرات پنجاب ہے اور ان کی آبادی تحصیل مہنڈر کے موضع چھونگاں اور تحصیل حویلی کے ایک موضع میں ہے چوہدری فضلدین اس برادری میں درجہ اختصاص رکھتا ہے۔

کالس۔ یہ قوم بھی راجہ جے پال (پنجاب) کی اولاد سے بیان کی جاتی ہے ان کا مورث اعلیٰ بھی کٹانہ یا کھٹانہ ہی تھا۔ اور کالس گوجر کھٹانہ گوجروں ہی کی ایک شاخ ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ قوم بھی سلطان مسعود غزنوی کے زمانہ ہی میں مسلمان ہو گئی تھی۔ کالس گوجر تحصیل مہنڈر کے موضع گورسہائی اور تحصیل حویلی کے موضع کھنیتر و پیپنچھ میں آباد ہیں۔ چوہدری علی محمد سکنہ گورسہائی حافظ عبدالقادر سکنہ سنیبندر کالس گوجروں میں مشہور ہستیاں ہیں۔

بجاڑ۔ یہ قوم بھی راجہ جے پال کی اولاد سے ہے۔ اس قوم کا مورث اعلیٰ بھی کٹانہ یا کھٹانہ تھا۔ اس قوم کے ایک ممبر نے ضلع گجرات میں بجاڑ والا گاؤں آباد کیا

بجاڑ کا پسر والیہ تھا۔ وہ حضرت میراں فاضل کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ پونچھ میں بجاڑ قوم تحصیل حویلی کے مواضعات کلانی و منگناڑ اور تحصیل مہنڈر کے موضع کالابن میں آباد ہے۔ چوہدری نور حسن۔ چوہدری لعل دین۔ چوہدری دوست محمد۔ مقدم میر محمد سکنہ کلانی بجاڑ گجروں میں معزز و سرکردہ اصحاب ہیں

بڈھانہ۔ تاریخ گوجراں میں بڈھانہ کی جگہ بھٹانہ نام درج ہے۔ اور لکھا ہے جو گوجر بھٹانہ واقع مارواڑ سے راٹھوروں کے حملوں سے بچ کر اجمیر آئے۔ وہ اپنے وطن کے نام پر بھٹانہ کہلائے۔ ممکن ہے۔ بھٹانہ اور بڈھانہ ایک ہی نام ہو۔ پونچھ میں اس قوم کا نام بھٹانہ نہیں بلکہ بڈھانہ ہے۔

جاگل یا جنگل۔ جاگل نام سے ضلع ہزارہ میں گجروں کی ایک قوم ہے۔ اس ضلع میں جاگل نام کا ایک موضع بھی ہے۔ اسی ضلع میں تزنائی نام ایک مقام گوجر خاندان کی ملکیت ہے۔ جس کے مقدم کو وہاں سردار کہتے ہیں۔ پونچھ میں جاگل قوم ہی جنگل قوم کے نام سے موسوم ہے۔

کسانہ۔ ہُن اور کُشن دو قومیں گجروں میں بڑی نامور گذری ہیں۔ کسانہ کُشن قوم ہی کا بگڑا ہوا نام ہے۔ تاریخ گوجراں میں لکھا ہے۔ کہ جنوبی کیسپئن سے لیکر البانیہ تک کسی زمانہ میں کُشن قوم کی حکومت تھی۔ یہ قوم ۲۰ سنہ صدی عیسوی میں ہندوستان میں داخل ہوئی۔ کسانہ گجر اب بھی جمنا اور گنگا کی وادیوں میں ملتے ہیں۔ کسانہ گجر پونچھ کی تحصیل حویلی کے موضع بھینچھ میں آباد ہیں۔ مولانا محمد یعقوب فاضل دیوبندی اس وقت کسانہ برادری کے ممتاز رکن ہیں۔ میاں نور جمال جن کا مزار موضع سڑاہ علاقہ سورن میں مرجع خلائق ہے کسانہ گجر ہی تھے۔ آپ کو صاحب کرامت بیان کیا جاتا ہے۔

بھڑوال۔ یہ لوگ بھی اپنے آپ کو سورج بنسی خاندان سے بتاتے ہیں۔ ان

ہیں سے ایک شخص ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ مسلمان ہو گیا۔ اس کا نام اس کے بھائیوں نے باہر وال رکھدیا۔ یعنی جو اپنے اصلی مذہب سے باہر نکل گیا۔ باہر وال گوجر ضلع گجرات میں اب بھی موجود ہیں۔ پونچھ میں اسی قوم کا نام گوجہ بھروال ہے۔ بھروال باہروال ہی کا بگڑا ہوا نام ہے۔

لوریا لوہر - کھاروا اور لور گجروں کے بھاٹ اور میراثی بتاتے ہیں کہ بیس پشتیں ہوئیں یہ لوگ پنجاب سے بوجہ قحط گنگا اور جمنا کی وادی میں آ گئے (تاریخ گوجران) لور کو لوہرا اور لاڈا بھی کہتے ہیں۔ یہ کھاروا جماعت کو نہ لڑکی دیتے ہیں نہ لیتے۔ بھرت پور کی ریاست میں ان کی کثرت ہے۔ اور چادھری۔ کیرا۔ کمہار۔ میزی سرانڈے۔ کیبنی۔ سب انہی کی شاخیں وہاں آباد ہیں۔ پونچھ میں یہ قوم لوہر کہلاتی ہے۔ اور تحصیل حویلی کے موضع منگناڑ میں آباد ہے۔

کٹاریہ - کہتے ہیں کہ ان کے کسی بزرگ کی بیوی نے اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے کٹاری سے کام لیا تھا۔ جو ایک آلہ جنگ کا نام ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں یہ نئی بات تھی اسلئے انکی اولاد اور ان کا خاندان کٹارہ یا کٹاری کی وجہ سے کٹاریہ مشہور ہو گیا۔

آوانہ - یہ قوم حضرت اعوان قطب شاہ کی اولاد سے بیان کی جاتی ہے۔ اور اسی بنا پر وہ آوانہ کہلاتی ہے۔ اس قوم کے افراد کا بیان ہے کہ آوانہ اور اعوان ایک ہی بات ہے۔ انکے ابتدائی بزرگ پنجاب سے آکر پونچھ کے موضع بچانوالی میں مقیم ہوئے۔ سو وہاں سے نقل مکانی کر کے راجوری کے موضع گرمال میں آ گئے۔ ان میں حضرت میاں میٹھا اور حضرت میاں کامل بڑے پایہ کے بزرگ گذرے ہیں۔ مولوی محمد مہر دین قمر جو علاقہ راجوری کے مشہور لکچرار ہیں۔ آوانہ قوم ہی کے ایک روشن خیال ممبر ہیں۔

سلہ ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔ کہ غیر گجر اقوام کے جو لوگ رشتہ ناطہ یا بعض اور وجوہات کے لحاظ سے اس قوم میں ملگئے وہ بھی ایسے ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد کے مطابق گجر ہی کہلانے لگے۔ اور اپنی اقلیت کے باعث انہی گوتوں کا جزو ہو گئے۔

فصل دوازدہم

ہوتیال

اس قوم کے شجرۂ نسب سے جو راقم کی نظر سے گذرا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ قوم صاحبقران امیر تیمور کی اولاد اور سلطان خلیل میرزا کی پشت سے ہے۔

سلطان خلیل مرزا سلطان ابوسعید مرزا کا نانواں فرزند اور بابر بادشاہ کا چچا یعنی بابر کے باپ عمر شیخ مرزا والئے فرغانہ کا چھوٹا بھائی تھا۔ جس طرح سلطان ابوسعید مرزا نے اپنے دوسرے دس فرزندوں کو مختلف ممالک کی حکومتیں دیدی تھیں۔ اسی طرح سلطان خلیل مرزا کو ہرات کی حکومت ملی تھی ابوالغازی سلطان حسین مرزا نے جو امیر تیمور کے فرزند عمر شیخ مرزا کی چوتھی پشت سے بلخ کا بادشاہ تھا۔ خلیل مرزا کو ہرات سے نکال کر ماوراالنہر میں بھجوا دیا۔ جہاں خلیل مرزا کو اُس کے بھائی سلطان احمد میرزا کے آدمیوں نے قتل کر دیا۔

ہوتیال قوم کے شجرہ کے مطابق سلطان خلیل مرزا کی چوتھی پشت میں ہوت یار خاں کا نام آتا ہے۔ اسی شخص کے نام پر یہ قوم ہوتیال کے نام سے مشہور ہے۔ ہوتیار کا اور جہانگیر کا زمانہ ایک ہی بتایا جاتا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جس طرح بابر کے حملۂ ہند (۹۳۲ھ) کے زمانہ میں اس کے خاندان کے

کئی اوزبک اور چوغطہ اور مغل شہزادے اس کے ہمراہ ہندوستان میں آ گئے تھے۔ اسی طرح سلطان خلیل میرزا کی اولاد بھی بابر کے ہمراہ ہندوستان آگئی۔ اور اسی اولاد کی اولاد سے ہوشیار نے وہ شہرت پائی کہ آج ایک قوم کی قوم اُس کے نام سے موسوم ہے۔

شاہجہان کے زمانہ (۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۸ھ) میں ہوشیار خاں کے دو پوتے جو اس کے فرزند واحد سنجر خاں کی یادگار تھے۔ انقلاب زمانہ کی بدولت پونچھ کی سرزمین میں داخل ہوتے ہیں۔ شجرہ میں ان کے نام نج خاں و بنگا خاں درج ہیں۔ جن کی قبریں تحصیل باغ کے موضع بنگوئیں میں پائی جاتی ہیں۔

پونچھ میں اس قوم کو آئے ہوئے چودہ پندرہ پشتیں گذر چکی ہیں۔ اس طویل عرصہ میں ان کی قومی عادات و رسوم بالکل تبدیل ہو گئی ہیں۔ تاہم آئینہ قریش کے مصنف خانصاحب سردار محمد اکرم خاں ریٹائرڈ جج پونچھ ان کے متعلق لکھتے ہیں "گو اس قوم کے پاس کوئی اپنی تاریخ نہیں ہے۔ مگر یہ لوگ اپنے آپ کو چوغطہ ظاہر کرتے ہیں۔ اور ان کی خوخصلت سے قیاس غالب پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ ضرور کسی اعلیٰ شاخ سے ملتے ہیں۔ اور یہ لوگ قدیم سے اچھی حیثیت رکھتے ہیں۔"

یہ قوم تحصیل باغ کے مندرجہ ذیل مواضعات میں آباد ہے۔ بھرونڈ۔ جنڈالہ سیوتہ۔ بنگوئیں۔ تھلہ وغیرہ۔ اس قوم کی تعداد بارہ سو نفر سے کچھ زیادہ ہے۔ اور یہ سب لوگ انہی دو بھائیوں نج خاں و بنگا خاں کی اولاد سے ہیں۔ یہ قوم زراعت پیشہ ہے۔ اور اس میں کئی نمبردار اور جاگیردار ہیں۔ گو کسی کی جاگیر دس اور پندرہ روپے سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ جاگیریں پہلے پہل راجہ موتی سنگھ نے ۱۹۰۹ء بکرمی میں سردار مستو خاں۔ سردار گل مہدی خاں۔ سردار محمد خاں و سردار سرجو خاں وغیرہ اصحاب کو ان کی خدمات کے صلہ میں دی تھیں۔

ہوتیل قوم میں جس کی تعداد بارہ سو سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ صرف ایک لڑکا انٹرنس پاس ہے۔ چند ایک مڈل تک پڑھے ہوئے ہیں۔ چند ایک عربی فارسی خواندہ ہیں۔ غرض تعلیمی حالت کچھ حوصلہ افزا نہیں ہے۔ اس قوم کے رشتے ناطے اپنی قوم کے علاوہ اقوام ڈھونڈ۔ سُدھن اور تیز بال کے ساتھ بھی ہیں۔

اس قوم میں افراد ذیل سرکردہ اور کارکن بتائے جاتے ہیں۔ سلطان محمد خاں جاگیردار۔ محمد شیر خاں نمبردار وجاگیردار۔ شیر احمد خاں سارجنٹ پولیس۔ ماسٹر سردار خاں۔ دلاور خاں۔ محمد خاں نمبردار۔ محمد افضل خاں نمبردار۔ گلاب خاں محمد عزیز خاں۔ محمد امیر خاں۔ لنگی خاں نمبردار۔ مختار خاں نمبردار۔ محمد اشرف خان نمبردار۔ جواہر خاں نمبردار۔ اکبر علی خاں۔ علی خاں۔ مان علی خاں۔ محمد اکبر خاں۔ شیر احمد خاں نمبردار۔ دلیل خاں۔ عبدالعزیز خاں انٹرنس پاس۔ گلاب خاں نمبردار۔ محمد خاں نمبردار وجاگیردار۔ رحمت خاں نمبردار۔ علی حیدر خاں پٹواری فیروز خاں۔ ایوب خاں۔ امیر خاں۔ شیر علی خاں۔ حبیب خاں۔ ابراہیم خاں نمبردار۔ نواب خاں نمبردار۔ گلاب خاں۔ احمد خاں نمبردار۔ دلاور خاں۔ سمندر خاں نمبردار۔ جواہر خاں نمبردار۔ محمد زمان خاں۔ حسین خاں نمبردار۔ ہمت خاں نمبردار۔ علی گوہر خاں سربراہ نمبردار۔ شیر احمد خاں۔ محمد ایوب خاں نمبردار۔ محمد ایوب خاں ثانی۔ رحمت اللہ خاں۔ اکبر خاں۔

ہوتیل قوم کا بیان ہے۔ کہ موضع بنگوئیں ان کے جد اعلیٰ بنگا خاں کے نام ہی سے نامزد ہے۔ بنگا خاں کی اولاد مواضعات بنگوئیں و تھلہ وغیرہ میں آباد ہے اور ان مواضعات کے نمبردار وجاگیردار بھی اسی قوم سے ہیں۔ موضع سمروٹہ کا نمبردار احمد خاں معہ اولاد برادر بھی بنگا خاں ہی کی ذریات سے ہے۔ بنگا خاں

کی چھوٹی سی شاخ چھچھوٹ دیگر تحصیل باغ میں بھی ہے۔ بنگا خاں کے بھائی نج خاں کی اولاد واحفاد مواضعات تھروڑ۔ جنڈالہ وسیوہ میں موجود ہے۔ اور ان میں کئی ایک نمبردار و جاگیردار ہیں۔

اس قوم میں سردار سلطان محمد خاں نمبردار اور سردار محمد خاں نمبردار نے جنگ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں فوجی بھرتی میں جو امداد دی ہے۔ اس کے متعلق ان کے پاس کمانڈرانچیف افواج ہند و سر راجہ بلدیو سنگھ والیٔ پونچھ کے سارٹیفکٹ موجود ہیں۔ سردار محمد خاں و سردار سلطان محمد خاں نے ۱۹۰۷ء ب کی شورش پونچھ میں بھی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

باب نہم

کاشمیری مسلمان

پونچھ میں جس قدر کشمیری مسلمان آباد ہیں۔ وہ خاص پونچھ میں ہیں یا علاقہ منڈی میں یا پونچھ کے دیگر مقامات میں ہیں ان سب کا تعلق کشمیر کے ساتھ ہے۔ ان میں کئی لوگ مغلیہ بادشاہوں کے زمانہ میں کشمیر سے پونچھ آئے ہیں۔ کئی خاندان مسلم راجگان پونچھ کے زمانہ میں آئے۔ بعض خاندان سکھوں کے زمانہ میں قحط یا دیگر مصائب کی وجہ سے نقل مکانی پر مجبور ہوئے۔ کئی خاندان ایسے بھی ہیں۔ جو راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں خود بخود یا اس کی تحریک سے پونچھ آئے ہیں۔ پونچھ اور اس کے مضافات میں کشمیری مسلمانوں کی تعداد چالیس پچاس ہزار سے کم نہ ہوگی۔ صرف پونچھ خاص اور علاقہ منڈی میں چند ایسے خاندان بھی ہیں۔ جو زراعت کے ساتھ تجارت بھی کرتے ہیں۔ باقی سب زراعت پیشہ ہیں۔ اور اپنے ہاتھ سے کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں۔

پونچھ کے کشمیری مسلمانوں کو تین فصلوں پر منقسم کیا جاتا ہے اول وہ جو شہر میں رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو علاقہ منڈی میں رہائش پذیر ہیں۔ جو پر فضا اور سرد مقام ہونے کی وجہ سے کشمیریوں کو خاص طور پر عزیز ہے۔ تیسرے وہ کشمیری مسلمان جو دیہات میں رہتے ہیں۔

مفتی ضیاء الدین صاحب سابق قاضی القضاۃ عدالت پونچھ سٹیٹ و ناظر امور عامہ [illegible]

فصل اوّل

خاص پونچھ کے کاشمیری مسلمان

خاندان مفتیان پونچھ

یہ خاندان نسباً قریشی ہے۔ اس کا سلسلہ حضرت عقیلؓ برادر حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔ اور اس خاندان کی قدیمی سندات کے مطابق سرکاری کاغذات میں بھی اسی طرح عملدرآمد ہے۔ اس خاندان کا ایک بزرگ مولوی محمد واسع حضرت شاہ محمد غوث علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بزمانہ راجہ عبدالرزاق خاں کشمیر سے پونچھ میں آئے حضرت شاہ محمد غوث "تو شیلانی طبع" تھے۔ وہ لاہور تشریف لے گئے۔ اور مولوی محمد واسع راجہ عبدالرزاق خاں کے اصرار پر پونچھ ہی میں رہ گئے۔

راجہ عبدالرزاق اور اس کے فرزند راجہ رستم خاں نے اس خاندان کے ساتھ ہمیشہ خسروانہ مراعات کا سلوک روا رکھا۔ اس کو جاگیر دی۔ اور اس کے قابل و عالم فرزندوں کو قاضی القضاۃ کا جلیل القدر عہدہ دیا۔ بلکہ اس زمانہ میں ریاست کے نظم و نسق کے لئے جو قوانین مرتب کئے جاتے تھے۔ ان میں اس خاندان کے سرکردہ حضرات سے بھی مدد لی جاتی تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ اس قسم کی قلمی و قانونی خدمات کا سلسلہ راجہ موتی سنگھ کے اواخر عہد تک قائم رہا ہے۔

مولوی محمد واسع کی چوتھی پشت میں مولوی محمد فضل ایک بزرگ گذرے ہیں

---

[1] وفات ۷ ربیع الاول ۱۱۷۲ھ مدفن بمقام لاہور۔

جو جید عالم تھے۔ اور پونچھ میں "میاں صاحب" کے نام سے مشہور تھے۔ ان کے تین فرزند حسب ذیل تھے۔ مولوی محمد اکبر عرف مولوی محمد بخش۔ مولوی نورالدین عرف مولوی نور بخش تیسرے کا نام مولوی الٰہی بخش تھا۔ اب ان کی اولاد کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مولوی محمد اکبر کے تین فرزند تھے۔ مولوی حسن شاہ۔ مولوی سعید شاہ۔ مولوی یاسین شاہ۔ مولوی حسن شاہ کے دو فرزند ہیں۔ مولوی محمد حسین شاہ مرحوم دوسرے کا نام مولوی احمد شاہ ہے۔ عربی فارسی کا اُسے اچھا علم ہے۔ لیکن طبیعت زیادہ تر تجارتی کاروبار کی طرف مائل ہے۔

مولوی سعید شاہ کا صرف ایک ہی فرزند ہے۔ مولوی یوسف شاہ نام ہے۔ خانصاحب خواجہ عبداللہ جو رئیس پونچھ کے آپ داماد ہیں۔

مولوی یاسین شاہ سے جو مولوی محمد اکبر کے تیسرے فرزند تھے۔ راقم الحروف نے بھی پونچھ میں ملاقات کی ہے۔ آپ نے بزبان فارسی ایک تاریخ بلد پونچھ بھی لکھی تھی۔ اس کا مسودہ میاں فیروزالدین مرحوم نائب وزیر نے دیکھنے کو لیا۔ اور پھر واپس نہ مل سکا۔ عمر کے آخری ایام میں میاں فیروزالدین کو خلل دماغ کا عارضہ ہوگیا تھا۔ اس لئے کچھ پتہ نہ چلا۔ کہ اس مسودہ کو زمین نگل گئی۔ یا آسمان کھا گیا۔ سر راجہ بلدیو سنگھ مولوی لیٰسین شاہ کو ہمیشہ شمس العلماء کے خطاب سے پکارا کرتے تھے۔ آپ عربی فارسی کے فاضل اجل تھے۔ شعر و سخن کا بھی شوق تھا۔ تخلص آزاد کرتے تھے۔ ۱۹۱۰ء میں مولانا سے آخری ملاقات ہوئی۔ اس کے چند سال بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں۔ فرزند کلاں کا نام مولوی محمد شاہ ہے۔ جو کئی سال تک فارسی و عربی کی تعلیم حضرت پیر غفار شاہ مرحوم کے مدرسہ غوثیہ نادریہ واقعہ تکیہ سادھواں لاہور میں حاصل کرتے رہے ہیں۔ اور آجکل اسلامیہ ہائی سکول میں عربی مدرس ہیں۔ دوسرے

فرزند کا نام مولوی عتیق اللہ ہے۔ وہ بھی پونچھ کے اسی سکول میں ٹیچر ہیں۔ باقی تینوں فرزند تجارتی کاروبار کرتے ہیں۔ اراضیات کے بھی مالک ہیں۔

مولوی نورالدین عرف مولوی محمد بخش عالم باعمل اور فارسی زبان کے شاعر تھے۔ علم طب کا بھی شوق تھا۔ پونچھ میں ان کی ایک اپنی درسگاہ قائم تھی۔ جہاں عربی فارسی اور علم طب کا درس دیا جاتا تھا۔ بزمانہ طفولیت مہر راجہ بلدیو سنگھ بھی آپ سے فارسی پڑھتے رہے ہیں۔ اس کام کے لئے آپ کو شاہی محلات میں پالکی سوار ہو کر جانا پڑتا تھا۔ آپ سے جن لوگوں نے تعلیمی فیض پایا ہے۔ ان کی فہرست تو طویل ہے۔ لیکن بعض مشہور خاندانوں اور مشہور آدمیوں کے نام حسب ذیل بتائے جاتے ہیں۔

راجہ سرانداز خاں و راجہ افراسیاب خاں راجگان سدھروں۔ پیر سید شہاب الدین شاہ سجادہ نشین محلہ خانقاہ جو پیر سید حسام الدین شاہ جاگیردار پونچھ کے والد تھے۔ پیر سید آلف شاہ جاگیردار۔ پیر سید محبوب شاہ جاگیردار۔ پیر سید احمد شاہ جاگیردار سکنائے موضع جگال۔ خانصاحب خواجہ عبداللہ جو رئیس۔ خواجہ حبیب جو رئیس و دیگر خواجہ صاحبان پونچھ۔ خاندان سردار عبداللہ خاں بگیال۔ خاندان کشمیری پنڈت صاحبان بالخصوص پنڈت مادھو لعل۔ پنڈت گنیش داس۔ پنڈت گنج جو۔ پنڈت جنار دھن۔

ان کے علاوہ سردار وزیر سندر سنگھ۔ سردار تیرتھ سنگھ رئیس کھوڑی تاڑ بخشی رام سرن اور خواجہ تقی جو و نقی جو۔ خواجہ جمال دین و خواجہ جلال الدین و خواجہ اکبر حاجی وغیرہ بھی آپ ہی کے تلامذہ میں تھے۔

آپ کے تین فرزند حسب ذیل ہیں۔ مولوی جلال الدین، مولوی نجم الدین مولوی سراج الدین۔ اب ہر ایک کی اولاد کا مختصر سا ذکر کیا جاتا ہے۔

مولوی جلال دین نے جو ابھی تک بقید حیات ہیں اپنے والد ہی سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی ہے۔ آپ کے حسب ذیل پانچ فرزند ہیں۔ مفتی ضیاء الدین ضیاؔ۔ مولوی حسام الدین۔ مفتی غیاث الدین۔ مولوی قمر الدین۔ مولوی محمد الدین۔ ان میں مولوی حسام الدین گھر کے انتظامات اور تجارتی کاروبار میں مصروف رہتے ہیں۔ مولوی غیاث الدین محکمہ کسٹم میں ملازم ہیں۔ مولوی قمر الدین "قضاگیری" کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ محمد الدین ابھی زیر تعلیم ہے۔ ان سب بھائیوں میں مفتی ضیاء الدین ضیاؔ کے حالات قابل تحریر ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

آپ نے پنج گنج نظامی اور عربی کے ابتدائی رسائل کچھ پونچھ میں پڑھے کچھ کشمیر میں پھر اٹھارہ سال تک پنجاب اور ہندوستان کے مشہور عربی مدارس میں تعلیم پاتے رہے۔ راجہ سکھدیو سنگھ آنجہانی کے زمانہ میں پونچھ میں واپس آئے۔ راجہ جگت دیو سنگھ جی موجودہ حکمران پونچھ نے ایک دربار کے موقعہ پر آپ کے قاضی القضاۃ ہونے کا اعلان فرمایا۔ عرصہ تک شرعی فیصلہ جات آپ کے زیر نگرانی ہوتے رہے۔ بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر آپ کو آخر پونچھ سے ہجرت کرنی پڑی۔ جب ۱۹۳۲ء میں کشمیر میں جموں و کشمیر مسلم پولیٹیکل کانفرنس کا قیام ہوا۔ اور شرعی امور اور فتاوے نویسی کے لئے کانفرنس نے ایک شعبہ الگ قائم کیا۔ تو آپ "ناظر امور عامہ شرعی" مقرر کئے گئے۔ دفتر آپ کا پتھر مسجد میں تھا۔ جہاں روزانہ شرعی مقدمات سنے جاتے۔ اور ان کے فیصلے لکھے جایا کرتے تھے۔

مفتی ضیاء الدین کو شعر و سخن سے بھی دلچسپی ہے۔ ضیاؔ تخلص ہے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں۔ چند شعر اردو و فارسی کے

ذیل میں درج ہیں۔

فارسی سے نے چو بلبل نالہ زن اندر گلستان صنم | بلکہ مجنوں وار حیراں در بیابان صنم
بے سبب ایں بے خودی نے در طریق عاشقی | بادۂ عرباں چشیدہ کز خمستان صنم
زر خریدہ بندہ اش عاجز ضیاؔ بیچارہ ماں | او فتادہ نیم بسمل از غلامان صنم

سے اردو۔ آرزو یہ ہے وصال یار جاناں ہو تو ہو
اے مسیحا درد دل کا تجھ سے درماں ہو تو ہو
خوش رہو جلتے رہو غیروں سے بھی ملتے رہو
اک نظر اس نیم جاں پر لے مری جان ہو تو ہو
گرچہ گستاخی ترے دربار میں مجھ سے ہوئی
کیا عجب اک دن میں بخشش کا ساماں ہو تو ہو
شوق ہیں تیرے ضیاؔ رسوائے عالم ہو چکا
ڈر ہے ویراں اسکی راحت کا گلستان ہو تو ہو

مسلم کانفرنس کشمیر کی زیر نگرانی مسلمانوں کا جو سب سے پہلا اخبار صداقت کے نام سے سرینگر سے شائع ہوا تھا۔ اس کے ایڈیٹروں میں آپ بھی شامل تھے۔

مولوی نور دین عرف مولوی محمد بخش کے دوسرے فرزند مولوی نجم الدین جو مفتی ضیاء الدین کے چچا ہیں۔ فارسی اور عربی میں کافی دستگاہ رکھتے ہیں۔ راجہ غلام محی الدین خاں مرحوم آف سدھروٹ۔ پیر سید حسام الدین شاہ جاگیردار۔ حکیم چوہدری فقیر چند عطار اور چوہدری کیلاش رام وغیرہ کئی معزز اصحاب ان کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ ان کے حسب ذیل فرزند ہیں۔ مولوی نذیر احمد جو عربی و فارسی میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ منشی فاضل اور میٹرک

بھی ہیں۔ پونچھ کے وکٹوریہ جوبلی ہائی سکول میں ٹیچر تھے۔ اب آزاد ہیں۔ ان کے دوسرے بھائی مولوی غلام غوث تحصیل باغ کے مڈل سکول میں مدرس ہیں۔ باقی برادران زیرِ تعلیم ہیں۔

مفتی ضیاء الدین کے دوسرے چچا مولوی سراج الدین پونچھ کے محکمہ مال میں ملازم ہیں۔

مولوی محمد فضل کے تیسرے فرزند مولوی الٰہی بخش عین شباب میں زیارت حرمین کے لئے گئے۔ وہاں سے بزمانہ سلطان عبدالحمید خان قسطنطنیہ چلے گئے۔ جہاں الٰہی بخش آفندی کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی بیوہ بھی چھ برس سے انتقال کر چکی ہے۔

مفتیان پونچھ کا خاندان سلاطین اسلام کے زمانہ سے اب تک باوقعت و معزز چلا آتا ہے۔ سرکار دربار اور عوام میں اس خاندان کی بڑی عزت ہے اور دھرم ارتھ و جاگیر کے سلسلہ میں کچھ رقبہ اراضی بھی اس خاندان کو ملا ہوا ہے۔

خاندان شیخ مولوی عبدالصبور

قریباً دوسو سال کا عرصہ گذرا ہے۔ اس زمانہ میں کشمیر پر افغان حکومت کا دور دورہ تھا۔ اسلام آباد کے ایک کشمیری پنڈت خاندان گوت رائزدان کے ایک نوجوان نے اسلام قبول کر کے اپنا نام اشرف شیخ رکھا۔ ان کا ایک فرزند جمیل شیخ تھا۔ جمیل شیخ کے دو بیٹے تھے۔ عبدالصبور و عبدالرحمان۔ عبدالصبور کو فارسی و عربی علوم میں کافی مہارت تھی۔ ان کے دوسرے بھائی عبدالرحمان بہ ایام شباب کابل چلے گئے۔ وہیں انہوں نے نکاح کیا۔ اور وہیں بود و باش اختیار کر لی۔ وہیں انتقال کیا۔ وہیں اُن کی اولاد موجود ہے۔

مولوی عبدالصبور معہ عیال ۱۶؍ رجب ۱۲۱۸ھ کو پونچھ آئے۔ اس زمانہ میں مسلمان راجگان پونچھ کے عہد حکومت کے آخری ایام تھے۔ فرمانروائے وقت نے مولوی عبدالصبور کو ان کی بزرگی کے لحاظ سے پونچھ کے وسط میں کچھ رقبہ اراضی عطا کیا۔ اسی رقبہ میں آپ نے اپنے سکونتی مکان کے علاوہ جامعہ مسجد بھی تعمیر کرائی۔

راجہ موتی سنگھ نے بھی سابقہ عمل درآمد کو بحال رکھتے ہوئے مزید پٹہ عنایت کیا۔ مولوی عبدالصبور نہایت خوش قلم تھے۔ ان کے پسماندگان کے پاس ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں۔ دُر مختار۔ فتاویٰ عالمگیری وغیرہ موجود ہیں۔ عبداللہ بانگی جامعہ مسجد جس کی عمر اس وقت قریباً سوا سو سال بیان کی جاتی ہے۔ پونچھ خاص میں بقید حیات موجود ہے۔ یہ شخص مولوی عبدالصبور کے دیکھنے اور ملنے والوں میں ہے۔ ان کا ایک ہی فرزند مولوی عبداللہ تھا۔ راجہ سرانداز خاں اعلےٰ جاگیردار سدھنوتی نے رینگڑی کے مقام میں ان کو ایک رقبہ اور سید مہر شاہ مصاحب راجہ موتی سنگھ نے بھی ایک رقبہ بمقام ڈبنگلہ ان کو عطا کیا۔ مولوی عبداللہ بھی امامت۔ وعظ خوانی اور فتویٰ نویسی وغیرہ فرائض منصبی کو بہ طریق احسن ادا کرتے رہے۔

مولوی عبداللہ کے چار فرزند تھے۔ سب سے بڑے مولوی اسداللہ جن کی یادگار ان کے فرزند عزیز اللہ مرحوم تھے۔ مولوی عبداللہ کے دوسرے فرزندوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ حبیب اللہ۔ سعید اللہ۔ عطا اللہ۔ مولوی اسداللہ والد کے قائم مقام ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند مولوی عزیز اللہ منصب امامت کے فرائض ادا کرتے رہے۔ ۱۳۴۲ھ سے مولوی عبداللہ کے سب سے چھوٹے فرزند شیخ مولوی محمد عطا اللہ جامعہ مسجد کے امام ہیں۔ اور اپنے آباؤ اجداد

کی طرح وعظ خوانی اور مجالس جمعہ وجماعات سے خلق خدا کو مستفیض کر رہے ہیں۔

مولوی عطا اللہ کا بیان ہے۔ کہ ان کے جد امجد مولوی عبد الصبور کے جو بھائی عبد الرحمان نام کابل میں تھے۔ ان سے مولوی عبد اللہ نے اپنے مرتے دم تک سلسلہ خط کتابت جاری رکھا۔ بعد ازاں مسدود و مفقود ہو گیا۔

مولوی عطا اللہ امام جامعہ کے برادر کلاں مولوی حبیب اللہ کے فرزند کا نام عزیز اللہ ہے۔ وہ خاص پونچھ میں بزازی کی دوکان کرتے ہیں۔ ان کے منجھلے بھائی مولوی سعید اللہ کے دو فرزند ہیں۔ حمید اللہ ونصیر اللہ۔ حمید اللہ آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد اب تفسیر۔ فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ نصیر اللہ انٹرنس پاس کر کے پونچھ کے سرکاری ہائی سکول میں ماسٹر ہے۔

مولوی عطا اللہ کی سعی اور کمیٹی مسجد کی کوشش سے جامعہ مسجد بڑے پیمانہ پر تعمیر ہو رہی ہے۔

سادات اندرابیہ

سادات اندرابیہ کی وجہ تسمیہ اور ان کے کچھ خاندانی حالات تاریخ اقوام کشمیر میں درج ہو چکے ہیں۔ وہیں یہ بھی درج ہے۔ کہ ہندوستان کے بعض دیگر مقامات کی طرح اس خاندان کی ایک شاخ پونچھ میں بھی موجود ہے۔ اس شاخ کے جد اعلیٰ میر محمد افضل اندرابی تھے۔ مولوی امیر الدین اپنی کتاب تذکرۃ الحضرات میں لکھتے ہیں۔" میر محمد افضل از سادات اندرابیہ است۔ جناب میر مبرک اندرابی ساکن ملارٹہ جد بزرگوار است۔ جمیع کثیر از مریدان میر محمد افضل اندرابی در قصبہ پنچھ سکونت پذیر بود کہ ہر وقت وے را

امدادے دارند۔ چنانچہ در سال ۱۲۳۴ھ میر مذکور بقصد دورۂ پیری مریدی جانب پونچھ رفت۔ بر قلعۂ کوہ رسید۔ جاں بحق سپرد۔ دہفتم ماہ جمید الاول ۱۲۳۴ھ روز انتقال اوست۔ مریدان آنجا را خبر شدہ فوج۔ فوج آمدہ ایشاں را در قصبہ پونچھ رسانید مریدے خاص قدرے از زمین با پنچہ خود وقف نمودہ در آں جا مدفون کردند و مقبرہ ہم بنا ساختند۔" چنانچہ وہ مقبرہ اب تک پونچھ کے محلہ کامسر میں موجود ہے۔

میر محمد تاج الدین اندرابی جو سید میر میرک اندرابی ساکن ملارٹہ سری نگر کشمیر کی بارہویں پشت میں تھے۔ میر محمد افضل اندرابی کے داماد تھے۔ اس نکاح سے میر تاج دین کے ہاں دو فرزند تھے۔ فرزند اکبر میر بدر الدین فرزند اصغر میر محمد حسین۔ میر محمد بدر الدین، میر محمد افضل اندرابی کے فرزند میر غلام محی الدین اندرابی کے خانہ داماد تھے۔ میر غلام محی الدین نے اپنی لڑکی کو علاقہ پونچھ کے تمام مرید بطور جہیز دینے کے علاوہ کچھ جائداد کشمیر میں بھی دی۔ اور یہ جہیز اور عطیہ میر بدر الدین کے پونچھ میں آمد و رفت رکھنے کا باعث ہوا۔ اور آخر پونچھ ہی کو انہوں نے اپنا وطن بنا لیا۔ اور یہیں مکان بھی تعمیر کر لیا۔ ۱۳۰۶ھ میں آپ کے فرزند سید محمد میر نور الدین نے یہاں شادی بھی کر لی۔ لیکن عمر کے آخری حصہ میں جب ایک مرتبہ کشمیر تشریف لیگئے۔ تو وہیں انتقال فرمایا۔

مٹی ہماری صرف درمیکدہ ہوئی
بلکہ بچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا!

میر سید نور الدین مرحوم کے دو فرزند ہیں۔ اور دونوں بفضلہ بقید حیات ہیں۔ اور پونچھ میں اچھی پوزیشن رکھتے ہیں۔ سرکاری وظیفہ خوار بھی ہیں۔ اور

ملہ یہ زمانہ راجہ رستم خاں فرمانروائے رستم نگر عرف پونچھ کا تھا۔

حکومت اور پبلک سے ان کے تعلقات خوشگوار ہیں۔ آپ کے
فرزند اول کا نام میر سید ضیاء الدین اندرابی ہے۔ آپ انجمن اسلامیہ
پونچھ کے پریذیڈنٹ بھی رہ چکے ہیں۔ آپ کے تین فرزند حسب ذیل ہیں۔ میر
محمد صدر الدین۔ میر محمد شفیع۔ میر محمد مسعود۔

میر سید نور الدین مرحوم کے فرزند دوم کا نام میر سید غلام احمد اندرابی
ہے۔ ان کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ میر محمد بدر الدین۔ میر محمد سعد الدین۔
میر محمد شریف الدین۔ میر محمد مظفر۔

خاندان خانصاحب خواجہ عبداللہ جو و حبیب جو

گنائی کی وجہ تسمیہ اور اس قوم کے مشاہیر قدیم اور صلحاء و علماء کا ذکر تاریخ
اقوام کشمیر کے صفحات پر تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔ پونچھ میں جو گنائی خاندان
آباد ہے۔ اس کا اصل وطن بارہ مولا ہے۔ جس کو باب الکشمیر بھی کہتے ہیں۔
محلہ گنائی حمام واقعہ بارہ مولا اب تک اس کی سکونت کا پتہ دے رہے ہیں۔

۱۸۱۹ء میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر کے ساتھ ہی پونچھ
کو بھی زیر اثر کر لیا۔ تو جن لوگوں کو وہاں نئے انتظام اور "عمارت نو ساختن"
کی خاطر بھیجا گیا۔ ان میں بارہ مولا کے خواجہ بٹہ جو گنائی بھی تھے۔ وہ بہت دیر
تک پونچھ میں بطور "فوجدار" رہے۔ اور سکھ حکومت کے خاتمہ کے قریب اپنے
وطن واپس چلے آئے۔

سکھوں کے بعد جب مہاراجہ گلاب سنگھ نے "مہاراجہ جموں و کشمیر"
کی حیثیت سے پونچھ کی شورش کو انسداد کرنا چاہا۔ بلکہ خود بھی پونچھ کا دورہ کیا
تو خواجہ بٹہ جو کے نوجوان فرزندوں خواجہ مقصود جو و خواجہ سلام جو کو بھی ملکی
انتظام کا کچھ حصہ سپرد کیا۔ چنانچہ خواجہ مقصود جو۔ جو فرزند کلاں تھے۔ سدھن

۱۔ خانصاحب خواجہ عبداللہ صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ کسٹم پونچھ
۲۔ خواجہ عطاء اللہ فرزند خانصاحب خواجہ عبداللہ صاحب
۳۔ خواجہ احمدالدین فرزند خانصاحب خواجہ عبداللہ صاحب
۴۔ خواجہ سیف الدین بی۔ اے فرزند خانصاحب خواجہ عبداللہ صاحب
۵۔ خواجہ قمرالدین کلرک محکمہ تعلیم نواسہ خانصاحب خواجہ عبداللہ صاحب
۶۔ سفید ریش بزرگ سکنہ اوڑی رشتہ دار خانصاحب
۷۔ خواجہ کبیرالدین واصلباقی نویس برادر عمزاد خواجہ سیف الدین بی۔ اے۔
۸۔ محمد شفیع خلف خواجہ غلام احمد نائب تحصیل دار حویلی پونچھ

کی حفاظت اور سد حدودن والوں کی نگرانی پر تعینات ہوئے۔ اور خواجہ سلام جو کو مینڈر کا تحصیل دار مقرر کر دیا گیا۔

اُس زمانہ سے جس کی ابتدا ۱۸۱۹ء کے بعد سے ہوتی ہے۔ یہ خاندان شمالی کشمیر کے دار الحکومت سے منتقل ہو کر پونچھ میں آباد چلا آتا ہے۔

دونوں بھائیوں کی وفات کے بعد خواجہ محمد جو پسر خواجہ مقصود جو مینڈر کے تحصیلدار اور خواجہ سلام جو کے فرزند خواجہ ولی جو بہرام گلہ اور پشانہ کے مقامات پر سیاحوں اور مسافروں کی نگہداشت اور باربرداری کے انتظام وغیرہ کے لئے مقرر کئے گئے۔ اُس زمانہ میں پنجاب سے کشمیر جانے کا یہی راستہ تھا۔ یوروپین اصحاب اور دیگر سیاح سڑک نہ ہونے کی وجہ سے اسی رستے کشمیر آتے جاتے تھے۔ ان کی مہمانداری اور رہائش وغیرہ کا انتظام اس مقام پر حکومت پونچھ ہی کی طرف سے ہوتا تھا۔ اور اس کے مہتمم خواجہ ولی جو تھے۔

خواجہ محمد جو کے فرزند کا نام خواجہ احمد جو تھا ان کے دو فرزند موجود ہیں۔ نام خواجہ عزیز دین و خواجہ غلام رسول۔ دونوں سٹیٹ سروس میں ہیں۔ خواجہ محمد جو کے بعد اس کے چھوٹے بھائی خواجہ مقیم جو مینڈر کے تحصیلدار مقرر ہوئے۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد ہی راجہ موتی سنگھ نے ان کو کتاب نویسی کا عہدہ دے کر خاص پونچھ میں بلوا لیا۔ کتاب نویسی سرکاری احکام وارشادات کی نقل نویسی کا نام تھا۔

خواجہ مقیم جو نے اپنے بڑے بھائی خواجہ صمد جو کے فرزند کلاں خواجہ عبداللہ جو اور اپنے چچازاد بھائی خواجہ ولی جو کے بیٹے خواجہ حبیب جو کو جو جوان ہو چکے تھے۔ راجہ موتی سنگھ کی خدمت میں پیش کیا۔ راجہ صاحب ان کی خاندانی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ہر دو برادران یعنی خواجہ عبداللہ جو

وخواجہ حبیب جو کچھ عرصہ تک میاں نظام الدین مرحوم وزیر اعظم کے معزز اہلکاروں میں رہے۔ لیکن جب سر راجہ بلدیو سنگھ کا زمانہ آیا۔ تو ان کی مردم شناس نظر نے ان دونوں گرانمایہ گوہروں کو تحصیلدار مقرر کر دیا۔

خواجہ عبد اللہ جو نے دیگر بھائیوں کے مشورہ سے ٹھیکہ کسٹم میں حصہ لیا۔ اور مدت دراز تک یہ ٹھیکہ انہی کے پاس رہا۔ اس زمانہ میں نہ صرف پونچھ ہی میں کسٹم وچونگی کا محکمہ ٹھیکہ داروں کے سپرد تھا۔ بلکہ جموں وکشمیر میں بھی ٹھیکہ کا دستور رہی تھا۔ جب کسٹم کا محکمہ براہ راست ریاست کے ماتحت آ گیا۔ تو چونکہ خواجہ عبد اللہ جو اس کام کی پوری واقفیت رکھتے تھے۔ اس لئے کسٹم و آبکاری کے محکمہ کے وہی افسر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ اس عہدہ کا نام سپرنٹنڈنٹ کسٹم و اکسائز تھا۔ سنہ ۱۹۸۰ ب میں اس جلیل القدر عہدہ سے آپ پنشن یاب ہو چکے ہیں۔

یورپ کی جنگ عظیم کی خدمات اور سرکاری خیر خواہی کے صلہ میں دوران ملازمت ہی میں آپ کو گورنمنٹ ہند کی طرف سے "خانصاحب" کا خطاب مل چکا تھا۔ پونچھ کی پونے چار لاکھ آبادی میں آپ سب سے پہلے "ملکی" ہیں۔ جن کی خدمات کی گونج پونچھ کے پہاڑوں کو طے کر کے وائسرائے ہند کے ایوان تک پہنچی۔ اور "خانصاحب" کا خطاب لے کے واپس آئی۔

پونچھ میں محکمہ کسٹم کی باقاعدگی اور آئینی شکل کا سنگ بنیاد درحقیقت آپ ہی کا مرہون منت ہے۔ آپ ہی نے کسٹم کی آمدنی کو ۱½ لاکھ سے سوا تین لاکھ تک پہنچا دیا تھا۔ کئی یتامیٰ اور بیوگان کئی سفید پوش اور حاجتمند آپ کی فیاضیوں اور سیر چشمیوں سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔

افسوس ہے۔ آپ کے دو نوجوان صاحبزادے سنہ ۱۹۹۱ ب میں یکے بعد دیگرے

خواجہ سیف الدین بی۔ اے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل پونچھ (کشمیر)

انتقال کر کے آپ کو داغ مفارقت دے گئے ہیں۔ ان میں خواجہ غلام محمد فرزند اول داروغہ جیل تھے۔ اور خواجہ ثناء اللہ فرزند سوم محکمہ مال کے ہیڈ کلرک تھے آپ کے دوسرے صاحبزادہ کا نام خواجہ عطا اللہ ہے۔ وہ پونچھ ہی میں اپیل نویس ہیں۔ آپ کے چوتھے صاحبزادے کا نام خواجہ سیف الدین بی۔ اے ہے۔

خان صاحب خواجہ عبد اللہ جو کی دیرینہ وفادارانہ خدمات کو ملحوظ فرماتے ہوئے راجہ سکھدیو سنگھ جی سابق فرمانروائے پونچھ نے خواجہ سیف الدین کو کالج کی تعلیم کے دوران میں چالیس روپے ماہوار کا وظیفہ عطا کیا۔ اور موجودہ راجہ صاحب راجہ جگت دیو سنگھ جی نے اپنی پشتینی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے آپ کو حکومت کے گرانقدر اخراجات پر محکمہ کسٹم و اکسائز کی ٹریننگ دلائی۔ چنانچہ آپ گورمنٹ جموں وکشمیر کے محکمہ کسٹم و اکسائز کا اعلیٰ ترین امتحان تعریف کے ساتھ پاس کر چکے ہیں۔ اور گو اس وقت آپ اپنے مرحوم بھائی کی جگہ جیل پونچھ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ لیکن توقع کی جاتی ہے۔ کہ سری راجہ صاحب بہادر ان کو سپرنٹنڈنٹ کسٹم کا عہدہ دے کر حق بحقدار کی مثال صحیح ثابت کر دینگے۔

خواجہ سیف الدین کی والدہ محترمہ مولویان پونچھ کے خاندان سے ہیں۔ اور ان کی اپنی شادی خواجہ کرجو کانٹھ رئیس موقع ٹاٹ تحصیل حویلی کے ہاں ہوئی ہے۔

خانصاحب خواجہ عبد اللہ جو کے پانچویں صاحبزادے کا نام احمد الدین ہے اور متعلم جماعت نہم ہے۔ خانصاحب خواجہ عبد اللہ جو کے دو اور بھائی ہیں۔ خواجہ اکبر جو و خواجہ عزیز جو۔ خواجہ اکبر جو کے حسب ذیل دو فرزند موجود ہیں۔ خواجہ کبیر الدین۔ خواجہ عبد الغفار۔ جن میں خواجہ کبیر الدین اس وقت صدر

واصلبانی نویس ہیں۔

خواجہ مقیم جو (جو خانصاحب خواجہ عبداللہ جو کے چچا تھے۔ اور خواجہ مقصود جو کے سب سے چھوٹے فرزند تھے) کے دو فرزند حسب ذیل تھے (۱) مہد جو جس کا ایک ہی پسر غلام لیسین ہے اور جو آٹھویں جماعت میں زیر تعلیم ہے (۲) نبہ جو جس کے دو لڑکے ہیں۔ خواجہ امیرالدین و خواجہ قمرالدین۔ جن میں موخرالذکر محکمہ تعلیم میں بطور کلرک کام کر رہا ہے۔ خواجہ سلام جو اور ان کے فرزند خواجہ ولی جو کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ولی جو کے دو فرزند تھے۔ خواجہ حبیب جو اور خواجہ صمد جو۔ خواجہ حبیب جو ۱۹۳۷ء ب سے ۱۹۴۴ء ب تک باغ۔ ۱۹۴۵ء ب سے ۱۹۴۷ء ب تک مہنڈر۔ ۱۹۴۷ء ب سے ۱۹۵۱ء ب تک حویلی اور ۱۹۵۱ء ب سے ۱۹۵۶ء ب تک سدھنتی کے تحصیلدار رہے۔ وصولی مالیہ کے تنازعات اور تصفیہ سرحدات بھی انہی کے زمانہ میں اور انہی کی سرگرمیوں سے طے ہوتے رہے۔ سر راجہ بلدیو سنگھ نے ان کی خیر خواہانہ اور بے داغ خدمات کی وجہ سے ۱۹۵۷ء ب میں ان کو پونچھ کا گورنر بنا دیا۔ ۱۹۵۹ء ب میں سر راجہ بلدیو سنگھ کے میر منشی ہو گئے۔ ان کے چھوٹے بھائی خواجہ صمد جو سرکار پونچھ کے پرائیویٹ تحویلدار تھے۔ ۱۹۶۰ء ب میں ان کی وفات پر یہ کام بھی آپ ہی کے سپرد ہو گیا۔ ۱۹۶۲ء ب میں سرکار پونچھ کی طرف سے آپ کو معتمد ریذیڈنسی کا عہدہ ملا۔ اور تحویلداری پر آپ کے ماموں زاد بھائی خواجہ مہد جو مقرر ہو گئے۔ خواجہ حبیب جو دیر تک قابلیت اور دیانت کے ساتھ اس عہدہ کے فرائض ادا کرتے رہے۔ عوام انہیں پونچھ کا چھوٹا ریذیڈنٹ کہا کرتے تھے آخر پنشن یاب ہو کر مگھر ۱۹۹۱ء ب میں اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ ان کے صاحبزادے کا نام خواجہ غلام احمد ہے۔ وہ اس وقت تحصیل خاص میں نائب

تحصیلدار ہیں۔ خواجہ غلام احمد کے فرزند کا نام محمد شفیع ہے۔ اور وہ اس وقت فسٹ مڈل میں تعلیم پا رہا ہے۔

اس خاندان کا پیشہ عام طور پہ ملازمت سرکار رہے۔ اس وقت بھی سب کے سب ملازم ہیں۔ اور تمام خاندان تعلیمیافتہ اور کشمیری ذہانت کا نمونہ ہے۔ اس خاندان کے پاس اراضیات اور باغات بھی ہیں۔ گماشتوں کے ذریعہ تجارتی کاروبار بھی چلتا ہے۔

خاندان خواجہ صبور تونجیہ

بارہ مولا جس کو باب الکشمیر کہا جاتا ہے۔ شمالی کشمیر کا صدر مقام ہے۔ بارہویں صدی ہجری میں یہ قصبہ چند بزرگان دین کی وجہ سے مرجع خاص و عام تھا۔ ان میں حافظ احمد و حافظ عبد الصبور دو بھائی خاص طور پر مشہور تھے۔ جن کا ذکر تاریخوں میں بھی ہے۔ حافظ احمد کے متعلق "تاریخ خواجہ اعظمی موسومہ واقعات کشمیر میں ذیل کے الفاظ درج ہیں" حافظ احمد بارہ مولا بہ اکبرآباد (آگرہ) رفتہ و از خدمت میاں عنایت اللہ درویش بہرہ ور شدہ بہ کشمیر آمد استقامت برطریقہ ورزیدہ صاحب کشائش شد۔ و مردم بسیار را بہ فیض معنوی رسانید۔ عمر در کار سلوک و تسلیک گذرانیدہ مابین ہفتاد و ہشت سال درگذشت" تاریخ کبیر کشمیر کے مصنف حاجی محی الدین سرائے بلی کاشمیری نے اپنی تاریخ کے صفحہ ۲۴۶ پر تذکرہ مشائخ کے سلسلہ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "حافظ احمد بارہ مولی در آگرہ رفتہ با حضرت میاں نعمت اللہ بیعت نمودہ و استفادہ کردہ باز بہ کشمیر رجوع نمود۔ در کشف و کرامات مردے نامی و گرامی بود۔ چوں عمرش بہ ہشتاد رسید۔ ندائے ارجعی شنیدہ در قصبہ بارہ مولا مدفون گردید" تاریخ کبیر کشمیر کے مصنف نے بھی تاریخ خواجہ

اعظمی کی تائید کی ہے۔ صرف فرق اس قدر ہے۔ کہ تاریخ اعظمی میں میاں عنایت اللہ درج ہے۔ اور تاریخ کبیر میں میاں نعمت اللہ۔ لیکن صحیح نام میاں عنایت اللہ ہی ہے۔ کیونکہ اکبر نامہ[1] کے مصنف مولانا حمید اللہ اسلام آبادی کاشمیری نے بھی عنایت کے لفظ سے عنایت اللہ کی طرف ہی اشارہ کیا ہے۔ اور مولانا حمید اللہ حاجی محی الدین مصنف تاریخ کبیر کشمیر سے قریباً ایک سو سال پیشتر گذرے ہیں۔

مولانا حمید اللہ کے اشعار جن میں میاں عنایت اللہ اور حافظ احمد اور حافظ عبد الصبور کا ذکر ہے حسب ذیل ہیں۔

چو دورش بہ حدِ نہایت رسید	عنایات اُو بر عنایت رسید
خلیفہ از و حافظ احمد شدہ	پسش حافظ شیخ سرمد شدہ
بنوشید از مے شراب طہور	سعید ازل شیخ عبد الصبور

مصنف اکبر نامہ نے حافظ شیخ عبد الصبور کو حافظ شیخ سرمد کا مرید بتایا ہے۔ لیکن مصنف تاریخ کبیر کشمیر حافظ عبد الصبور کو خواجہ احمد یسوی نقشبندی اور حافظ احمد بارہ مولی کا مرید بتلاتے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۲۴۶ پر لکھتے ہیں۔

"حافظ عبد الصبور بارہ مولی مرید برجستہ حضرت حافظ احمد بارہ مولی و از خواجہ احمد یسوی نقشبندی اکتساب فیوض معنوی فرمودہ خرقہ ارشاد در بر نمودہ و عمر خود را انزوا و خلوت گذرانیدہ در محلہ ڈڈیار قرار کردہ ورسنہ ہزار دیگ صد و شصت و چہار (۱۱۶۴ھ) در طہ کہواہ (مشہور قبرستان اسری نگر) آسودہ"

حافظ احمد بارہ مولی کا مزار اس وقت بارہ مولی میں مرجع خلق اللہ ہے۔

---

[1] اکبر نامہ قلمی اور غیر مطبوعہ نظمیہ درزمیہ کتاب ہے۔ جو سکھوں کے عہد میں لکھی گئی ہے کشمیر اور پونچھ کے علاوہ لاہور میں بھی چند ایک اصحاب کے پاس موجود ہے۔

حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رح کے چند تبرکات بھی وہاں موجود ہیں۔ جو خان بار سری نگر کے عرس کی طرح ہر سال ایک مرتبہ دکھائے جاتے ہیں۔

حافظ عبدالصبور کے مریدوں میں میاں گل محمد کنگال اکبرآبادی (وفات ۱۱۹۰ھ) شیخ عبدالسلام (وفات ۱۲۰۵ھ) اور عبدالسلام قادری (وفات ۱۲۳۲ھ) تصوف و سلوک اور علم و فضل میں مشائخ روزگار گذرے ہیں۔ مصنف اکبر نامہ میاں گل محمد کے متعلق لکھتے ہیں ؎

زانفاس آں نو بہار نہفت چو غنچہ دل گل محمد شگفت

بارہ مولا میں ان کا اصلی مسکن محلہ قاضی حمام متصل مقبرہ حافظ احمد مرحوم تھا۔ حافظ عبدالصبور کی چوتھی پشت میں انہی کے ایک ہمنام صبور جو گذرے ہیں۔ وہی سب سے پہلے پونچھ میں آئے۔ اور پونچھ میں ان کی وردوگی کا باعث یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ پونچھ کے خواجگان گنائی ان کے قریبی رشتہ داروں میں تھے اور اسی سلسلہ میں انہوں نے پونچھ ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ مزار حافظ احمد مرحوم کی آمدنی میں بھی ان کا حصہ تھا۔ جس پر ان کے ترک وطن کے بعد دیگر ورثاء قابض ہوگئے۔ اس وقت بھی ان کی برادری کے لوگ بارہ مولا میں موجود ہیں۔ اور خانقاہ حافظ احمد مرحوم کے سجادہ نشین کا نام پیر محمد یوسف ہے۔

اس خاندان کا عرف عام پختہ[1] یا پھکتو ہے۔ مصنف تاریخ کبیر کشمیر نے میاں گل محمد کنگال کے ذکر میں حافظ عبدالصبور کے متعلق یہ بھی لکھا ہے۔ از خدمت حافظ عبدالصبور پھکتو بہ اخذ تعلیم و تربیت در سلوک ترقی نمودہ در

---

[1] سہارن میں بھی ایک شاخ خواجگان پختہ کی ہے معلوم نہیں اس شاخ کا اس خاندان سے نسبی تعلق ہے یا نہیں۔ سوپور کے پھکتو یا نکتو خاندان سے خواجہ حبیب جو نکتو اس وقت سوپور کے ذیلدار ہیں

سکر و مستی و استغراق قدوۂ اہل وفا آفاق گردید"

یہاں حافظ عبدالصبور کے نام کے ساتھ پھکتو کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جہاں تک کشمیری زبان میں آواز کا تعلق ہے۔ پھکٹو یا پھکتو یا پختہ ایک ہی لفظ معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ کشمیر بلکہ دیگر ممالک ہند میں بھی شہروں اور ذاتوں وغیرہ کے نام مرور ایام کی وجہ سے بگڑتے اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

صبور جو جس زمانہ میں نقل مکان کر کے پونچھ میں آیا ہے۔ اس زمانہ میں سکھوں اور افغانوں کے درمیان پونچھ اور کشمیر کی حدود میں محاربات جاری تھے۔ سکھوں نے کشمیر پر پہلا ناکام حملہ ۱۸۱۴ء میں کیا۔ اور دوسرا حملہ جس میں انہوں نے کشمیر کو فتح کر لیا۔ ۱۸۱۹ء میں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہی چار پانچ سال کے اندر صبور جو نے پونچھ میں اقامت اختیار کی ہے۔ صبور جو کے تین فرزند تھے۔ اول غفار جو جن کے فرزند قادر جو کے حسب ذیل چار بیٹے موجود ہیں۔ محمد یحییٰ۔ عبدالغنی۔ غلام احمد۔ عزیز دین۔ خواجہ غفار جو اپنے زمانہ میں نہایت بلند پایہ بزرگ تھے۔ دوم خواجہ منور جو۔ ان کے دو فرزند ہیں۔ خواجہ انور جو۔ جن کے حسب ذیل تین بیٹے ہیں۔ ثناء اللہ امیر الدین غلام یٰسین۔ خواجہ منور جو کے دوسرے فرزند کا نام غلام محمد ہے۔ خواجہ غفار جو اور ان کے برادر اصغر منور جو کی اولاد موضع حاجی پل تحصیل حویلی میں آباد ہے۔ ان کا زیادہ تر گذارہ زمینداری پر ہے۔ خواجہ صبور جو کے تیسرے فرزند کا نام احمد جو تھا۔ وہ والد کے انتقال کے وقت نابالغ تھے۔ زمینداری اور تجارت یہ دونوں کاروبار ان کے مرغوب شغل تھے۔ ان کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ اول خواجہ سلام جو۔ آپ ابتدائے ایام مستاجری میں محکمہ کسٹم میں ملازم رہے۔ پھر محکمہ شکار گاہ میں ریڈر ہو گئے۔ پھر صیغہ جوڈیشل

سلہ آپ پولیس پونچھ میں ملازم ہیں۔

خواجہ غلام محمد اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس پونچھ

خواجہ عبدالغنی بی۔اے ایل۔ایل بی منصف پونچھ (کشمیر)

ہیں آگئے۔ اور وہیں سے پنشن پر ریٹائر ہو گئے۔ آپ کے تین فرزند حسب ذیل ہیں
خواجہ عبدالاحد۔ جو فورتھ ایئر کلاس تک تعلیم یافتہ ہیں۔ اور اتحادی بنکوں
کے محکمہ میں انسپکٹر بنک ہیں۔ دوسرے خواجہ عبدالغنی جو بی۔ اے۔ ایل
ایل۔ بی ہیں۔ اور پونچھ میں منصف اور مجسٹریٹ درجہ اول ہیں۔ تیسرے
خواجہ عبدالغفار جو عرائض نویس ہیں۔ خواجہ احمد جو پختہ کے دوسرے
فرزند کا نام خواجہ غلام محمد ہے۔ آپ عرصہ تک پولیس کے محکمہ میں کورٹ انسپکٹر
رہے ہیں۔ اور گذشتہ سال سے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی معزز
اسامی پر تعینات ہیں۔ آپ کے فرزند کا نام غلام نبی ہے۔ اور وہ ساتویں
جماعت میں زیر تعلیم ہے۔ خواجہ احمد جو پختہ کے تیسرے فرزند کا نام خواجہ
ولی جو اور چوتھے کا نام خواجہ صمد جو (مرحوم) ہے۔

حکیم ملک حاکم دین طبیب حاذق

گوت ملک ہے۔ جو کشمیر کی ایک مشہور اور معزز قوم ہے۔ اور جس کے
مفصل حالات "تاریخ اقوام کشمیر" میں درج ہیں۔ ان کے بزرگ علاقہ
کھری ناڑوہ تحصیل کولگام کے رہنے والے تھے۔ اور شوپیاں اور کولگام
کے مشہور ملکوں میں سے تھے۔ ان کے دادا لعل ملک خلف بہادر ملک مہاراجہ
رنجیت سنگھ کے زمانہ میں پہلے سیالکوٹ پھر جموں اور سب سے آخر پونچھ
آئے۔ اور یہاں ایسے آئے۔ کہ یہیں کے ہو گئے۔ ان کے پانچ فرزند تھے۔
دو لاولد انتقال کر گئے۔ جان محمد نظام الدین اور ہاشم دین صاحب اولاد
ہوئے۔ ہاشم دین کے فرزند کا نام شمس الدین اور نظام الدین کے فرزند
کا نام فضل کریم ہے۔ جان محمد کے دو فرزند ہیں۔ طبیب حاذق حکیم ملک

حاکم دین اور عبد العزیز۔ حکیم حاکم دین کا ایک فرزند بنام محمد نذیر احمد بعمر دس سال موجود ہے۔

حکیم حاکم دین خاندانی حکیم ہیں۔ کشمیر میں بھی ان کے بزرگوں کا پیشہ حکمت ہی تھا۔ سیالکوٹ آئے۔ اور وہاں سے جموں گئے۔ تو بھی طبابت و حکمت ہی ان کا کام رہا۔ اور پونچھ آئے تو بھی اسی فن شریف کی بدولت ہر جگہ عزت حاصل کی۔

حکیم حاکم دین مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں مرحوم دہلوی کے طبیہ کالج کے سند یافتہ ہیں۔ طبیب حاذق کی ڈگری آپ نے اسی کالج سے حاصل کی ہے۔ لیکن تجربہ آپ کا اس قدر وسیع ہے۔ اور شافی مطلق نے دست شفا آپ کو ایسا عطا کیا ہے۔ کہ بڑے بڑے ڈاکٹروں کے مقابلہ میں آپ کامیاب رہے ہیں۔ اور کئی لاعلاج مریضوں کو آپ کے علاج سے صحت نصیب ہوئی ہے طبیعت سیلانی ہے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کر چکے ہیں۔ اور اسی دوران میں کئی مفید طبی معلومات حاصل کر چکے ہیں۔ علم نجوم سے بھی آپ کو دلچسپی ہے۔ آپ کا دواخانہ چشمہ حیات کے نام سے پونچھ میں جاری ہے۔ اور اس کی شاخیں کشمیر اور راولپنڈی تک پھیلی ہوئی ہیں۔ بڑے بارسوخ صلح کل اور ہردلعزیز ہیں۔

خاندان خواجہ غلام احمد بٹ

موضع کارہامہ تحصیل بارہ مولا (کشمیر) کے ایک بزرگ خواجہ صالح بٹ نام ۱۹۰۱ء میں پونچھ آئے ۔ .... آپ کے تین فرزند تھے عظیم بٹ ۔ منور بٹ ۔ سبحان بٹ ۔ تو بسر بیٹا سبحان بٹ واپس کشمیر چلا گیا ۔ تحصیل بارہ مولا کے موضع بدر کوٹ میں اس کی اولاد موجود ہے ۔ خواجہ منور بٹ کی اولاد سے خواجہ حبیب جو پبلک ورکس پونچھ اور دیگر محکمہ جات میں ٹھیکہ داری کا کام کرتا ہے ۔ خواجہ عظیم بٹ کے دو فرزند تھے ۔ محمد جو بٹ و صمد جو بٹ ۔ آخر الذکر کی اولاد موضع کارہامہ میں موجود ہے ۔ خواجہ محمد جو بٹ کا ایک فرزند غفار جو بٹ عین عالم شباب میں گذر گیا ۔ دوسرے فرزند خواجہ غلام احمد بٹ موجود ہیں ۔ آپ کے والد محمد جو بٹ تجارتی کاروبار کرتے تھے ۔ لیکن آپ نے باپ کی وفات کے بعد قومی کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا ۔ اور ۱۹۳۰ء میں ینگ مسلم ایسوسی ایشن کے صدر منتخب ہو گئے ۔ کارہامہ (کشمیر) میں بھی آپ کی اراضی ہے ۔ اور پونچھ خاص اور دیگوار ملدیالاں اور موضع بھولا میں بھی کافی رقبہ ہے ۔ تحصیل سدھنوتی اور علاقہ سورن میں بھی بٹ قوم کی کافی آبادی بیان کی جاتی ہے ۔ چند قابل ذکر نام اس طبقہ کے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ۔

خواجہ صمد جو بٹ کلرک اکونٹ آفس پونچھ ۔ خواجہ غلام احمد بٹ صدر ینگ مسلم ایسوسی ایشن ۔ خواجہ عبداللہ جو و کریم جو رئیسان دیگوار تیر داد ۔ خواجہ رسل جو بٹ چڑال کوٹ علاقہ منڈی ۔ خواجہ رحیم بٹ ٹھیکہ دار علاقہ منڈی ۔ خواجہ محمد جو بٹ جنرل مرچنٹ پونچھ ۔ خواجہ صادق بٹ جنرل مرچنٹ بازار منڈی ۔ منشی کرم داد خاں بٹ نائب صدر قانونگو و سکریٹری انجمن حزب الاحناف پونچھ ۔ مسٹر گلاب خاں بٹ سکینہ دریک ۔

بٹ قوم کی وجہ تسمیہ اور کشمیر میں اس کے ملکی و سیاسی اقتدار کے متعلق "تاریخ اقوام کشمیر" میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مختصر یہ ہے۔ کہ مورخین کشمیر کی تحریروں کے مطابق یہ خالص برہمن قوم ہے۔ اصل لفظ بھٹارک تھا۔ بھٹارک سے بھٹ بنا۔ بھٹ نے بٹ کی شکل اختیار کر لی۔ اس طبقہ میں ہندو بھی ہیں۔ اور مسلمان بھی ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست کشمیر میں بٹ فرقہ کی تعداد ۱۶۹۲۲۸ نفوس ہے۔

ڈار

ڈار کشمیر کی ایک کثیر التعداد قوم ہے۔ ازمنہ قدیم میں جو سیاسی اقتدار اس قوم کو ہندو راجگان اور مسلمان سلاطین کشمیر کے زمانہ میں رہ چکا ہے۔ اس کی مفصل کیفیت راج ترنگنی اور کشمیر کی اردو فارسی تاریخوں سے روشن ہو سکتی ہے۔ اور اس کی کچھ جھلک تاریخ اقوام کشمیر کے صفحات ۲۸۷ تا ۲۹۸ سے بھی نظر آ سکتی ہے۔ اس قوم کی ابتدا کیا تھی۔ یہ قوم ڈامر سے ڈانگہ اور ڈانگر سے ڈار کس طرح بن گئی۔ اس قوم کے مشاہیر کون کون تھے۔ ہندو تھی یا مسلمان اس کی تفصیلات تاریخ اقوام کشمیر کے مطالعہ ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اجمالاً کچھ ذکر یہاں بھی کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ ہے۔ کہ یہ قوم کشمیر اور پنجاب اور صوبہ سرحد بلکہ جہاں تک معلوم ہوا ہے۔ پونچھ میں بھی بہت بڑی تعداد میں موجود ہے۔ اور اس نے بڑے بڑے نامور فرزند پیدا کئے ہیں۔ جس طرح اسلامی عہد حکومت کشمیر کے دوران میں کشمیر کی اور اقوام مسلمان ہو گئیں اسی طرح اس قوم نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ کشمیر میں یہ قوم زراعت پیشہ ہے۔ لیکن پنجاب میں اب تک اس قوم کو نرا راجپوت اور لڑاکا اور جنگجو

قوم تصور کیا گیا تھا۔ اور نہ زراعت پیشہ۔ حالانکہ پنجاب کے دیہات میں جس قدر ڈار آباد ہیں۔ وہ سب زراعت پیشہ ہیں۔

ڈسٹرکٹ جج جہلم کا فیصلہ ڈار قوم کے راجپوت ہونے کے متعلق

۱۹۳۵ء میں تحصیل جہلم کی ڈار قوم کے دو قبیلوں نے اپنے راجپوت اور زراعت پیشہ قرار دیئے جانے کے لئے قانونی چارہ جوئی کی۔ ایک فریق جمعدار محمد عالم۔ نیک عالم۔ ابراہیم فرزندان فضل دین و خوشی محمد ولد صدیق سکنہ لکھرانوالہ تحصیل جہلم پر مشتمل تھا۔ ابتدائی عدالت میں جب اس کو کامیابی ہوگئی۔ تو سرکاری وکیل نے سکرٹری آف سٹیٹ کی طرف سے بنام جمعدار محمد عالم وغیرہ ڈسٹرکٹ جج جہلم کی عدالت میں اپیل دائر کیا۔ اس اپیل کا فیصلہ فاضل جج جی۔ سی موتگیا ڈسٹرکٹ جج جہلم نے ۲۴ر جون ۱۹۳۵ء کو صادر کرتے ہوئے لکھا "مدعیان (جمعدار محمد عالم وغیرہ) کا بیان ہے۔ کہ "لفظ کشمیری صرف ایک جغرافیائی اصطلاح ہے۔ کوئی ذات نہیں ہے۔ اور در اصل ان کی ذات ڈار راجپوت ہے" مدعیان کے اس بیان کی تائید گلاسری آف دی ٹرائبز اینڈ کاسٹز فار دی پنجاب اینڈ نارتھ ویسٹ فرانٹیئر پراونس کی جلد دوم کے ریمارکس سے بھی ہوتی ہے۔ یہ الفاظ فاضل سب جج کے فیصلہ میں درج ہیں۔ اور ان سے واضح ہوتا ہے۔ کہ لفظ کشمیری فی الحقیقت ایک جغرافیائی اصطلاح ہے۔ اس موقعہ پر سر جان مینارڈ کے خیالات کا حوالہ دینا مناسب ہے۔ جن میں انہوں نے تسلیم کیا ہے۔ کہ کشمیری کوئی ذات نہیں ہے۔ اس لئے یہ ظاہر ہے۔ کہ کاغذات مال میں مدعیان کا اندراج بطور کشمیری غلط اور ناتسلی بخش ہے۔

دوسرا سوال قابل تصفیہ یہ ہے۔ کہ کیا وہ ڈار راجپوت ہیں۔ سکرٹری آف سٹیٹ کا بیان ہے۔ کہ ڈار راجپوت نہیں ہیں۔ مگر میرے خیال میں فاضل سب جج

نے مردم شماری رپورٹ آف انڈیا کے صفحہ ۳۱۴ کا جو حوالہ دیا ہے۔ اور جس میں ڈار کو راجپوتوں کی ایک گوت لکھا ہوا ہے۔ دعوے کی تائید کے لئے کافی ہے۔ فاضل سرکاری وکیل کا بیان ہے۔ کہ اگرچہ ہندوستان میں ڈار راجپوتوں ہی کی ایک گوت ہیں۔ مگر مدعیان نے ثابت نہیں کیا۔ کہ کشمیر کے ڈار بھی راجپوت ہیں۔ میں اس بات سے متفق نہیں ہوں۔ کہ کشمیر کے ڈار راجپوت نہیں ہیں۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ کہ مدعیان کے اپنے دعوے سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ڈار جو ہندوستان میں آباد ہیں۔ وہ اصل میں کشمیر ہی سے آئے ہوئے ہیں۔ اگر یہ ڈار راجپوت نہ ہوتے۔ تو مردم شماری کی رپورٹ جو ہندوستان میں تصنیف ہوئی ہے۔ ان کے راجپوت ہونے کا ذکر نہ کرتی۔

کیپٹن محمد الدین کا بیان ہے۔ کہ ڈار راجپوت ہیں۔ گل نواز خاں ریاست کشمیر میں ڈسٹرکٹ رنگروٹنگ افسر ہیں۔ ان کا والد ویلدار ہے۔ اس لئے ان کو کشمیر کے ڈاروں کے متعلق مقامی علم ضرور ہوگا۔ ان گواہان کا بیان ہے۔ کہ مدعیان ڈار راجپوت ہیں۔ وہ زمین کاشت کرتے ہیں۔ اور لفظ کشمیری کوئی ذات نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایک جغرافیائی اصطلاح ہے۔

.... انہی وجوہات کی بنا پر فاضل ڈسٹرکٹ جج فیصلہ کے آخر میں ارقام فرماتے ہیں۔ "میں وجوہات اپیل میں کوئی زور نہیں دیکھتا اس لئے اپیل معہ خرچہ خارج"

سینئر سب جج جہلم کا فیصلہ کہ کشمیری کسی ذات کا نام نہیں اور ڈار قوم راجپوت ہے	ڈار قوم کے دوسرے قبیلہ کا نام جس نے سینئر سب جج جہلم کی عدالت میں ۶ر اپریل ۳۵ء کو سکرٹری آف سٹیٹ کے خلاف اس بنا پر دعویٰ کیا

کہ اس کی ذات راجپوت ڈار ہے۔ اور وہ ضلع جہلم کی ایک زراعت پیشہ قوم سے ہے۔ رحیم بخش و غوث محمد ذات ڈار راجپوت ساکن توکل پور تحصیل جہلم تھا۔

مدعا علیہ کا بیان اس کے خلاف یہ تھا۔ کہ وہ راجپوت نہیں ہے۔ اس مقدمہ میں کئی تنقیحات قائم کی گئیں۔ لیکن فاضل جج نے سب سے زیادہ اہم اس تنقیح کو قرار دیا۔ کہ کیا مدعی راجپوت ہے۔ اور اس بنا پر اس ضلع کی زراعتی قوم کا ایک فرد ہے۔ اس کے متعلق آپ اپنے فیصلہ کے دوران میں فرماتے ہیں۔ "کشمیری بذات خود کوئی ذات نہیں ہے۔ ہر شخص جو کشمیر سے ہجرت کر کے آیا اس کو کشمیری کہتے تھے۔ یہ ایک جغرافیائی اصطلاح ہے۔ اور اس میں وہ سب لوگ شامل ہو سکتے ہیں۔ جن کو پنجاب میں ہم ایک علٰحدہ ذات سمجھتے ہیں۔ یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ مدعا علیہ بھی مدعی کی کوئی ذات نہیں بتاتا۔ وہ صرف یہ کہتا ہے۔ کہ وہ راجپوت نہیں ہے۔ لیکن آخر اس کی کوئی ذات تو ہے۔ اور ہر شخص یہ جانتا ہے۔ کہ ہندوستان میں ہر باشندہ کی کوئی نہ کوئی ذات ہوتی ہے۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے۔ کہ مدعی کی ذات کیا ہے۔ ابتدائی کاغذات مال میں مدعی کشمیری گوت ڈار کے نام سے درج ہے۔ بعد کے کاغذات مال میں گوت کا اندراج نہیں صرف کشمیری درج ہے۔ اس کے یک جدی ڈار ہیں۔

. . . . دوسرا سوال قابل تصفیہ یہ ہے۔ کہ کیا ڈار راجپوت ہیں مدعی نے میرے ہی ایک فیصلہ کی نقل (۹۰ ب) داخل کی ہے۔ جس میں میں نے ڈار قوم کو راجپوت قرار دیا ہے۔ میرے اس فیصلہ کے خلاف سکرٹری آف سٹیٹ نے اپیل کیا۔ مگر فاضل ڈسٹرکٹ جج نے ڈار قوم کو راجپوت قرار دیتے ہوئے اپیل کو خارج کر دیا۔ ان فیصلوں کو اگر غیر متعلقہ سمجھا جائے۔ تو بھی ڈار قوم کو بالضرور راجپوت قرار دیئے جانے کے کافی ثبوت موجود ہیں۔ سرکاری

وکیل نے فرمایا ہے۔ کہ گلاسری آف ٹرائبیز میں کشمیر کے ڈاروں کو "ادنیٰ طبقہ کے زمیندار" لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے۔ ایسا ہی ہو۔ لیکن ان الفاظ کا یہ مطلب تو نہیں ہے۔ کہ وہ راجپوت نہیں ہیں۔ یہ گلاسری دیلی آف کشمیر مصنفہ سر والٹر لارنس کے حوالہ سے لکھی گئی ہے۔ جس کے باب ۱۲ صفحہ ۳۰۶ پر مصنف (یعنی سر لارنس) لکھتا ہے۔ "زمانہ ہنود میں جو اقوام فوجی اور جنگ جو تھیں۔ ان میں مفصلہ ذیل قبائل شامل ہیں" ماگرے۔ تانترے۔ ڈار۔ ڈانگر۔ رینہ۔ راٹھور ٹھکر۔ اور نائیک۔ گویا اس طریق سے ڈار اور راٹھور ایک ہی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں امپریل گزیٹر آف انڈیا کے صفحہ ۲۶ پر ڈار قبیلہ کی اصل چھتری قوم سے ظاہر کی گئی ہے۔ اور مردم شماری ہندوستان کی جلد ۱۴ بابت ۱۸۹۱ء کے حصہ سوم صفحہ ۲۱۴ پر ڈار قوم راجپوتوں کی ایک شاخ کی حیثیت سے درج ہے۔ اسی طرح ۱۹۱۱ء کی رپورٹ مردم شماری ہند کی جلد ۱۴ کے حصہ سوم صفحہ ۳۴۱ پر ڈار قوم کو راجپوتوں کی ایک گوت ظاہر کیا گیا ہے۔

ان شہادتوں کی تردید کے لئے مدعا علیہ نے دو گواہ پیش کئے ہیں۔ لال شاہ گواہ ملا پٹواری دیہہ ہے۔ اس کا صرف یہ بیان ہے۔ کہ موجودہ کاغذات مال میں مدعی کشمیری درج ہے۔ لیکن میں نے کافی طور پر واضح کر دیا ہے کہ کشمیری کوئی ذات نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مدعا علیہ کے دوسرے گواہ کا نام کالو ہے۔ وہ بھی کہتا ہے۔ کہ مدعی کشمیری ہے۔ لیکن وہ اس کی کوئی ذات نہیں بتا سکتا۔

فاضل جج فیصلہ اپیل کے آخر میں لکھتے ہیں۔ میں مدعی کے حق میں اس امر کے متعلق ڈگری صادر کرتا ہوں۔ اور قرار دیتا ہوں۔ کہ وہ ڈار راجپوت ہے میں مدعی کو خرچہ نہیں دلاتا۔ کیونکہ وہ مدت دراز تک خاموش رہا ہے۔ خرچہ

وکیل ہر دو طرف دستخط شیخ واحد علی بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی منصف سب جج جہلم ۲۵، جولائی ۱۹۳۵ء۔

مندرجہ صدر فیصلہ جات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ڈار ایک راجپوت اور جنگجو قوم ہے۔ اور قدیم ہی سے زراعت پیشہ چلی آتی ہے۔ اور ہر چند حکومت پونچھ نے تمام کشمیری مسلمان اقوام کو زراعت پیشہ قرار دیا ہے۔ لیکن ڈار قوم راجپوت ہونے کے لحاظ سے علیحدہ بھی زراعت پیشہ قرار دیئے جانے کی مستحق ہے۔

یہ قوم پونچھ کی تحصیل حویلی اور اس تحصیل کے علاقہ منڈی میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس تحصیل و علاقہ کے تیس سے زیادہ دیہات میں آباد ہے۔ علاوہ ازیں مہنڈر، باغ اور سدھنوتی کی تحصیلوں کے اکثر مواضعات میں بھی اس کی آبادی پائی جاتی ہے۔ یہ سب لوگ اپنے ہاتھ سے کاشت کرتے ہیں۔ چند ایک زرعی کاروبار کے علاوہ تجارت و صنعت کا کام بھی کرتے ہیں۔ ان کی تعلیمی حالت بہت پست ہے۔ اور اس قوم کی مجموعی آبادی پونچھ میں بیس پچیس ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے۔ اور افسوس ہے۔ کہ اتنی بڑی تعداد میں اس وقت تک ایک بھی انٹرنس پاس نہیں ہے۔

خاندان خواجہ گل جو ڈار

راجہ رستم خان کے زمانہ میں بیوپاریوں اور سوداگروں کے لئے بہت کچھ سہولتیں ہوتی تھیں۔ اور کشمیر کے تجارتی تعلقات انہی سہولتوں کی وجہ سے پونچھ کے ساتھ روز بروز بڑھ رہے تھے۔ چنانچہ کشمیر کے ایک بزرگ خواجہ فاضل جو ڈار انہی ایام میں امرت سر، راولپنڈی اور کوہ مری وغیرہ کے علاوہ پونچھ بھی تجارتی سلسلہ میں آیا کرتے تھے۔ ۱۲۲۳ھ میں فاضل جو

انتقال کر گئے۔ ۱۲۴۵ھ میں ان کے فرزند خواجہ گل جو ڈار اہل و عیال سمیت کشمیر سے پونچھ ہی میں آگئے۔

ان کے بعد ان کے چچازاد برادران فتح ڈار۔ رتل ڈار اور محمد ڈار اور سجان ڈار درہ نیل کنٹھ (گلمرگ) کے رستے کالا مولا آکر آباد ہو گئے۔ یہ سب لوگ صاحب اولاد ہیں۔ انہی کے رشتہ داروں میں ایک اور قبیلہ جو منور جو ڈار و لسہ جو ڈار پر مشتمل تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں پونچھ آکر آباد ہو گیا۔ یہ دونوں ٹھیکہ داری کرتے رہے۔ ان کی اولاد موجود ہے۔

خواجہ گل جو ڈار فرزند فاضل جو ڈار کے پانچ فرزند ہیں۔ (۱) خواجہ اسمٰعیل جو جس کی اولاد سے خواجہ سجان جو۔ عبد الرحمان متعلم انٹرنس کلاس و غلام محمد فرزندان خواجہ احمد جو موجود ہیں (۲) خواجہ محمد جو اس کے دو فرزند ہیں۔ لسہ جو۔ داسد جو (۳) خواجہ حاجی حبیب جو۔ ان کے پانچ فرزند ہیں۔ خواجہ غلام قادر۔ خواجہ عبد الرحیم۔ خواجہ عبد الرمضان۔ خواجہ غلام رسول متعلم انٹرنس کلاس۔ خواجہ عبد الغنی۔ ان میں غلام قادر کے دو فرزند ہیں۔ غلام محمد و غلام احمد اور عبد الرحیم کے بھی دو ہی لڑکے ہیں۔ محمد اکرم و محمد عبد اللہ

خواجہ گل جو ڈار کے چوتھے فرزند کا نام خواجہ عبل (عبد اللہ) جو ہے۔ وہ لاولد ہیں۔ پانچویں فرزند کا نام خواجہ کریم جو ہے۔ ان کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ مہد جو۔ ولی جو۔ علی جو۔ رسل جو۔

خواجہ اسمٰعیل جو ڈار کے سوا خواجہ گل جو ڈار کے سب فرزند زندہ ہیں اور ان کی اولاد اور ان کے چچازاد برادران کی اولاد خاص پونچھ کے علاوہ کالا سولا۔ سوئی ہلان۔ مندہار وغیرہ مقامات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس خاندان کے لوگ بالعموم ایام سرما میں پونچھ اور ایام گرما میں کالا مولہ چلے

خواجہ عزیز دین میر منشی سری راجہ صاحب بہادر پونچھ

جانتے ہیں۔ جو ایک سرِ ونغام ہے۔ یہ سب لوگ کشمیری مسلمان ہونے کی حیثیت سے زراعت پیشہ ہیں۔ بعض ان میں تجارتی کاروبار بھی کرتے ہیں۔ تعلیم مروجہ ان میں بہت کم ہے۔ اب کچھ شوق پیدا ہو رہا ہے۔
خواجہ عبدالرحیم ڈار ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن کے سکرٹری بھی رہے ہیں۔

خاندان خواجہ عزیز الدین میر منشی سرکار پونچھ

یہ خاندان[1] سادات کرام سے ہے۔ اصلی وطن پکھلی ضلع ہزارہ ہے۔ اس کے مورث اعلےٰ ایک خدا پرست بزرگ میر محمد نام سید میر محمد ہمدانی خلف حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی عرف شاہ ہمدان رح کے ہمرکاب ۷۸۶ھ میں بعہد سلطان سکندر بت شکن کشمیر میں تشریف لائے۔ اور تادم آخر لوگوں کو رشد و ہدایت فرماتے رہے۔

سری نگر میں عیدگاہ کے متصل ایک محلہ گندر پورہ ہے۔ وہاں آپ نے مستقل اقامت اختیار فرمائی۔ یہ خاندان عوام میں پکھلی کے نام سے مشہور ہے میر عبدالمجید پکھلی ان کی اولاد سے ایک نامور بزرگ گذرے ہیں۔ ان کی یادگار ان کا ایک باغ بنام مجید باغ اور ایک سا گذار موسومہ پکھلی واڑی اب تک سری نگر میں موجود ہے۔ اس خاندان کے اکثر بزرگوں کے مقبرے بھی اسی جگہ واقع ہیں۔ جو زیارت گاہ تصور کئے جاتے ہیں۔ یہ خاندان کشمیر میں اپنی شرافت و بزرگی کے لحاظ سے ممتاز رہا ہے۔

[1] افسوس ہے۔ باوجود کوشش کے اس خاندان کے تفصیلی و مکمل حالات نہ مل سکے۔ دریافت و تحقیق پر جس قدر حالات معلوم ہوئے۔ وہ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

اور ان کے رسوخ کو دیکھ کر علاقہ منڈی کے متعدد دیہات کا ان کو کاردار اور نمبردار اور ٹھیکہ دار مقرر کر دیا۔ ۲۰۰۴ء ب مطابق ۱۹۴۷ء میں علاقہ منڈی کے کئی مواضعات ملحقہ سرحد کشمیر سے تمام لوگ ترک وطن کر کے کشمیر چلے گئے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ اس وقت گاؤں کے گاؤں غیر آباد ہو گئے تھے خواجہ منور جو نے باوجود بہت سی مشکلات کے ان لوگوں کو واپس لانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور آخر ان کی شبانہ روز کوششوں سے وہ لوگ اپنے اپنے گاؤں میں واپس آ گئے۔ ایسی ہی حسن خدمات کی بنا پر وہ علاقہ اور سرکار دربار میں ذی عزت سمجھے جاتے تھے۔

۱۹۶۶ء میں پانچ فرزند چھوڑ کر وہ انتقال کر گئے۔ جن کے نام یہ ہیں خواجہ گل جو۔ خواجہ عزیز دین۔ خواجہ محی الدین۔ خواجہ غلام احمد۔ خواجہ عبدالصمد اول الذکر عرصہ سے فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے تین فرزند حسب ذیل ہیں۔
(۱) خواجہ غلام احمد سب انسپکٹر پولیس جو اچھے انگریزی تعلیم یافتہ ہیں۔
(۲) خواجہ غلام نبی نمبردار جو زراعت وغیرہ کاروبار میں مصروف ہیں (۳) خواجہ کبیر دین جو زیر تعلیم ہے۔

فرزند دوم خواجہ عزیز دین اردو فارسی کے قابل اہل قلم ہیں۔ اکونٹ آفس کی آڈیٹری اور حکومت کی پبلک پراسیکیوٹری کے بعد ۱۹۶۲ء میں نائب تحصیلدار ہوئے۔ کچھ عرصہ تحصیلدار بھی رہے۔ پھر محکمہ مال سے محکمہ جوڈیشل میں تبدیل ہو کر سب رجسٹرار بنے۔ جب راجہ جگت دیو سنگھ جی موجودہ حکمران پونچھ سریر آرائے حکومت ہوئے۔ تو آپ نے ان کی قابلیت و دیانت سے آگاہ ہو کر معزز اور ذمہ دارانہ عہدہ میر منشی پر تعینات فرمایا۔ چنانچہ عرصہ آٹھ سال سے آپ اس نہایت ہی قابل اعتماد عہدہ کی خدمات

قابلیت اور خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔
اس عرصہ میں ان کے حقوق و نمبر کے لحاظ سے محکمہ وزارت نے انہیں صیغہ جوڈیشل میں منصفی اور صیغہ انتظامیہ میں افسر محکمہ خاطر تواضع کا عہدہ دیئے جانے کی بارہا تجویز و سفارش کی۔ لیکن سرکار پونچھ اپنے دفتر عالیہ سے ان کو تبدیل کرنے کے لئے کبھی رضامند نہ ہوئے۔ آپ کا ایک ہی فرزند خواجہ امیرالدین نام ہے۔ جو پرتاپ کالج سری نگر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہے۔
خواجہ منور جو کے فرزند سوم خواجہ محی الدین محکمہ کسٹم میں ایک اچھی پوسٹ پر رہ چکے ہیں۔ ان کے پانچ فرزند حسب ذیل ہیں۔ خواجہ عبدالغنی جو پرتاپ کالج سری نگر میں زیر تعلیم ہے۔ اور عبدالاحد۔ عبدالغفار۔ ثناءاللہ اور سیف الدین پونچھ میں تعلیم پا رہے ہیں۔
خواجہ منور جو کے چوتھے فرزند خواجہ غلام احمد تجارت۔ زراعت اور گھر کا کاروبار سنبھالے ہوئے ہیں۔ ان کا ایک لڑکا ہے۔ غلام اکبر نام جو ابھی خورد سال ہے۔ اور زیر تعلیم ہے۔
خواجہ میر منور جو کے پانچویں فرزند خواجہ عبدالصمد اپنے علاقہ میں باعزت اور بارسوخ ہیں۔ اعلیٰ پیمانہ پر ٹھیکہ داری کا کام کرتے ہیں۔ اسمبلی کے لئے بھی نامزد ہیں۔ علاقہ کے لوگ اور بالخصوص مزدور پیشہ ان کے حسن اخلاق کے گرویدہ ہیں۔ ان کے دو لڑکے ہیں۔ عطاءاللہ و ثناءاللہ اور دونوں زیر تعلیم ہیں۔
اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ پونچھ میں اس خاندان کے بانی دو بھائی تھے۔ ایک خواجہ میر سکندر شاہ جن کی اولاد کا ذکر آپ پڑھ چکے ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی کا نام میر احمد شاہ تھا۔ ان کے تین فرزند تھے۔ میر احمد شاہ۔ میر حبیب اللہ

میاں نظام الدین صاحب وزیر اعظم
پونچھ

المعروف جلیب جو۔ میر محمد شاہ المعروف محمد جو۔ ان میں میر احمد شاہ کا ایک ہی لڑکا میر رسول شاہ تھا۔ جس کے دو فرزند حسن شاہ و غنی شاہ موجود ہیں۔ اور زراعت و ملازمت کرتے ہیں۔ خواجہ جلیب جو کے دو فرزند ہیں۔ خواجہ اکبر جو پولیس سارجنٹ درجہ اول و خواجہ غلام مصطفےٰ جو ٹھیکہ داری و زراعتی کاروبار کرتے ہیں۔

خواجہ اکبر جو کے دو فرزند ہیں۔ بڑا لڑکا خواجہ امیر الدین جو ہائی سکول پونچھ میں میٹرک کی تعلیم پا رہا ہے۔ دوسرا خورد سال ہے۔ خواجہ اکبر جو کے بھائی خواجہ غلام مصطفےٰ کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ خواجہ ثناء اللہ جو محکمہ جنگلات میں ملازم ہے۔ غلام محمد۔ قمر دین اور صدر دین جو زیر تعلیم ہیں۔

خواجہ محمد جو کے پانچ لڑکے ہیں۔ عبل جو۔ عزیز جو۔ صمد جو۔ احمد جو۔ اکبر جو جو موضع براچھتڑ ہی میں رہتے ہیں۔ یہ سب زراعت اور معمولی ٹھیکہ داری وغیرہ پر گذارہ کر رہے ہیں۔

میاں نظام الدین مرحوم وزیر اعظم

آپ کا اصل وطن ریاستی قلمرو جموں تھا۔ میاں نظام الدین کی وفات کو ابھی پچاس سال بھی نہیں گذرے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ پونچھ کا جہاں میاں صاحب مرحوم نے اپنی ساری عمر بسر کر دی۔ کوئی آدمی ان کی قوم۔ گوت اور ذات کے متعلق صحیح حالات نہیں بتا سکتا۔ راقم مؤلف نے پونچھ میں بھی کئی اصحاب کو خطوط لکھے۔ امرتسر اور پشاور میں بھی ان کے اعزہ کے ساتھ خط کتابت کی۔ لاہور میں بعض پونچھی واقف کار اصحاب سے بھی دریافت کیا۔ کسی نے ان کو کھتری نو مسلم بتایا۔ کسی نے ان کے والد کو کشمیری پنڈت بتا کر لکھا کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ کسی نے لکھا کہ وہ پیدائشی مسلمان تھے۔

کسی نے کشمیری مسلمان بتایا۔ اور کسی نے کچھ اور لکھا۔ اور چند ایک نے خاموشی ہی مناسب سمجھی۔

آخر راقم مولف نے ان کے اصل وطن ریاسی کی طرف رجوع کیا۔ اور چھ اصحاب سے جن میں ہندو مسلمان دونوں شامل تھے۔ خط کتابت شروع کی۔ ان میں سے لالہ ہیمراج وکیل نے لکھا۔ کہ "میاں غلام محمد بٹ سے زیادہ کوئی شخص ان کے خاندانی حالات نہیں جانتا۔ اور انہوں نے آپ کو جواب لکھ دیا ہے"۔ دوسرے دن میاں غلام محمد بٹ سوداگر چرم کی طرف سے بھی ۱۶ر جون کو اطلاع مل گئی جس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔ "ہمارے والد صاحب۔ میاں نظام الدین صاحب مرحوم کے عرصہ دراز تک مختار و معتبر رہے ہیں۔ میاں صاحب مرحوم کشمیری مسلمان تھے۔ ان کی گوت وائیں ہے۔ ان کے والد کا نام سخی محمد تھا۔ جن کی وفات کے وقت میاں نظام الدین کی عمر ۶ سال سے زیادہ نہ تھی۔

۲۰ر جون کو امکلا عبد اللہ صاحبان تاجران چرم ریاسی کی طرف سے بھی خط کا جواب آگیا۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔" میاں نظام الدین مرحوم سابق وزیر پونچھ کی ذات کے متعلق ریاسی کے ایک دو مسن بزرگوں سے دریافت کیا گیا۔ انہوں نے بتایا۔ کہ مرحوم کی ذات وائیں تھی۔ ان کے والد کا نام سخی محمد عرف سکھو تھا۔ جو مہاراجہ جموں وکشمیر کی افواج میں شامل ہوکر وزیر زورآور کمانڈر افواج کے ہمراہ گلگت گیا۔ اور پھر واپس نہیں آیا"۔ راقم مولف کے خیال میں مندرجہ بالا دو تحریروں کا حوالہ ان کے وائیں گوت کے کشمیری ہونے کے لئے کافی ہے۔ میاں نظام الدین کے والد سخی محمد ایک تحریر برآمدہ از پونچھ کے مطابق مہاراجہ کی فوج میں جمعداری کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ اور گلگت کی لڑائی میں سرحد مان تلائی کے محاذ پر مارے گئے تھے۔

میاں نظام الدین یتیم رہنے کی وجہ سے تعلیم حاصل نہ کر سکے۔ لیکن جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا۔ اہل علم کی صحبتوں نے ان کی طبیعت کو خاص طور پر جلا دیدی تھی۔ راجہ موتی سنگھ کا زمانہ تھا۔ جب وہ پونچھ آئے۔ پہلے پہل وہ سرکار پونچھ کے ادنیٰ ترین ملازموں میں شامل ہوئے۔ گو یتیم تھے۔ اور بے وسیلہ تھے۔ باوجود اس غریب الوطنی اور بیکسی کے ان کی قسمت یاوری تھی۔ بندوقچیوں میں بطور سپاہی بھرتی ہو گئے۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد ان کی احسن کارکردگی نے ان کو راجہ صاحب کا پرائیویٹ سکریٹری مقرر کر دیا۔ انہی ایام میں انہوں نے کچھ لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا تھا۔ اور کاغذات پر اپنے دستخط بھی کر دیا کرتے تھے۔

آپ نے اپنے فرائض اس عہدہ پر اس خوبی سے ادا کیئے۔ کہ سرکار نے خوش ہو کر کچھ عرصہ کے بعد آپ کو پونچھ کا گورنر بنا دیا۔ ایک ایسے شخص کے لئے جو پہلے کسی ادنیٰ ملازمت پر مامور رہا ہو۔ پھر بطور سپاہی بھرتی ہوا ہو۔ گورنری کا عہدہ ترقی کا انتہائی معراج سمجھ لینا چاہیئے۔ لیکن آپ کی انتظامی قابلیت اور معاملہ فہمی آپ کو وزارت جلیلہ کی کرسی پر بٹھانے کیلئے بیتاب ہو رہی تھی۔

پونچھ میں عام طور پر مشہور ہے۔ کہ راجہ موتی سنگھ نے اپنے ایک مردم شناس وزیر سے اس کی موت کے وقت دریافت کیا۔ کہ وزارت کا چارج آپ کس کے سپرد کر رہے ہیں۔ وزیر نے جواب دیا۔ کہ مجھے میاں نظام الدین سے بہتر اس عہدہ کا اہل کوئی نظر نہیں آتا۔ چنانچہ وزیر کی موت کے بعد قدرت نے کچھ ایسے سامان پیدا کر دیئے۔ کہ راجہ موتی سنگھ نے آپ ہی کو مسند وزارت پر بٹھا دیا۔

پونچھ میں اسّی پچاسی سال کے عرصہ میں جب سے وہاں "ڈوگرہ" خاندان بر سر اقتدار ہے۔ کئی ہندو اور سکھ اور مسلمان وزیر آتے ہیں۔ لیکن جو شہرت ریاسی کے اس دُرِ یتیم نے بحیثیت وزیر پونچھ حاصل کی ہے۔ وہ کسی وزیر کو وہاں نصیب نہیں ہو سکی۔ میاں نظام الدین اپنی حسن لیاقت کی بدولت "نظام الدین اعظم" کہلاتے اور پونچھ کے اس قدر وزیروں میں میاں نظام الدین کے سوا سب وزیر خالی وزیر ہی کہلاتے جاتے رہے۔ "وزیر اعظم" کا لفظ انہی کے لئے وقف رہا۔ آپ کے عہد وزارت سے قبل پونچھ کی آمدنی سوا لاکھ روپیہ تھی۔ آپ نے اس کو نو لاکھ کی ریاست بنا دیا۔

۱۹۴۴ ب میں جب راجہ موتی سنگھ جموں میں تھے۔ اور پونچھ میں راجہ بلدیو سنگھ ولی عہد (جو اس زمانہ میں میاں بلدیو سنگھ کہلاتے تھے) کار فرما تھے۔ بعض دراندازوں نے جو میاں نظام الدین کا عروج ٹھنڈے دل سے نہ دیکھ سکتے تھے۔ راجہ بلدیو سنگھ جی کو بدظن کرا کر میاں نظام الدین مرحوم کو قید کرا دیا۔ یہ خبر بجلی کی طرح علاقہ پونچھ سے عبور کرتی ہوئی جموں پہنچ گئی۔ راجہ موتی سنگھ خود پونچھ آئے۔ اور حبس الزام میں دراندازوں اور مخالفوں نے میاں نظام الدین کو قید کرا دیا تھا۔ اس کی تحقیقات شروع کر دی۔ اور آخر چند ماہ کے مصائب جیل کے بعد میاں نظام الدین آزاد کئے گئے۔ اور ان کے قدردان راجہ موتی سنگھ نے ان کو پھر وزارت جلیلہ پر بحال اور بقول بعض گورنری کے عہدہ پر مقرر کر دیا۔ آپ پونچھ کے اعلیٰ جاگیرداروں میں تھے۔ راجہ موتی سنگھ ۵ رجیٹھ ۱۹۴۹ ب کو انتقال کر گئے۔ ان کے بعد ۱۹۵۱ ب میں میاں نظام الدین بھی بیمار ہو کر ریاسی چلے گئے۔ اور چند دنوں کے بعد وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔ پونچھ کو حقیقتاً آپ نے اپنا وطن بنا لیا تھا۔ ایک عظیم الشان حویلی[1] جو

[1] یہ حویلی ضبط سرکار ہے اور اس میں وکٹوریہ ہائی سکول پونچھ کا بورڈنگ ہاؤس ہے۔

اب تک پونچھ میں موجود ہے۔ آپ کی یادگار چلی آتی ہے۔ بے شمار اراضیات پونچھ میں آپ کی ملکیت میں تھیں۔ پونچھ کے علاوہ لاہور۔ امرتسر۔ ریاسی۔ سری نگر اور شیخوپورہ بیداد میں آپ کی اراضیات اور مکانات موجود ہیں۔ بلکہ شیخوپورہ بیداد جو ضلع گوجرانوالہ میں واقع ہے۔ سالم گاؤں آپ کا زرخرید تھا۔

راقم مؤلف کے والد محترم مولوی لعل خاں مرحوم میاں نظام الدین مرحوم کے پلیش کاروں میں تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میاں صاحب کو مثنوی مولانا روم کے بے شمار اشعار زبانی یاد تھے۔ اہل علم ان کے ہم جلیس تھے۔ اور انہی کی برکت صحبتوں سے صاحبان علوم کے قدر دان تھے۔ مرحوم کی روشن دماغی اور اعلیٰ قابلیت کے متعلق پونچھ کے سب سے پہلے بندوبست میں صاحب مہتمم بندوبست نے بھی نہایت اعلیٰ رائے کا اظہار کیا ہے۔ مشہور ہے کہ میاں نظام الدین نے ۱۹۲۶ء میں پونچھ کا دورہ کر کے زبانی بندوبست کے ذریعہ جو مالیہ مقرر کیا تھا۔ ۱۹۵۶ء میں جب باقاعدہ لگان مقرر کیا گیا۔ تو ۱۹۲۶ء کے زبانی لگان اور ۱۹۵۶ء کے آئینی لگان میں جس پر لاکھوں روپے صرف ہو گئے تھے۔ کچھ زیادہ فرق نہ تھا۔ بلکہ قریب قریباً برابر تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ حکام بندوبست کو ان کی قابلیت کا لوہا ماننا پڑا تھا۔ پونچھ کی عیدگاہ، مسجد جامع اور کئی زیارتوں کی تعمیرات میں آپ نے بڑا حصہ لیا ہے۔

میاں نظام الدین مرحوم کے حسب ذیل تین فرزند ہیں۔ میاں فیروز الدین میاں محمد الدین۔ میاں مہتاب الدین۔ فرزند اکبر یعنی میاں فیروز الدین والد کی وفات کے بعد پونچھ کے گورنر اور نائب وزیر بھی رہے ہیں۔ راقم مؤلف سے ان کی سب سے پہلی ملاقات حویلی راجہ بلدیو سنگھ واقعہ جموں میں ۱۹۵۹ء میں ہوئی جبکہ وہ پونچھ کے گورنر تھے اور راقم مؤلف جموں کے دفتر ہیڈ کوارٹر میں ملازم تھا اور حویلی مذکور

ہی میں رہا کرتا تھا۔ وہیں معلوم ہوا۔ کہ میاں فیروزالدین کو شعر کہنے کا بھی شوق تھا
اس زمانہ میں اپنے طبعزاد چند شعر انہوں نے سنائے بھی تھے۔ افسوس ہے
خرابی صحت کی بدولت اپنے باپ کا یہ قابل فرزند اپنے آخری ایام بہ آرام نہ
گزار سکا۔ آپ کی پہلی شادی امرتسر کے مشہور رئیس شیخ خیرالدین مرحوم
کی دختر سے ہوئی تھی۔ یہی شیخ خیرالدین جامع مسجد امرتسر نام مسجد شیخ خیرالدین
کے بانی ہیں۔ اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے دوسری شادی خواجہ غلام صمدانی کاشمیری ثم
الپشاوری رئیس پشاور کی بیٹی سے ہوئی۔ آپکے صاحبزادے جن کا نام محمد سعید
ہے۔ اور جو بی۔ اے ہیں۔ خواجہ غلام صمدانی مرحوم ہی کے نواسے اور میاں عبدالعزیز
بیرسٹر ایٹ لا پشاور کے ہمشیرزادہ ہیں۔ اور آجکل پنجاب میں ای اے سی کے معزز
عہدہ پر ممتاز ہیں۔ میاں محمد الدین افواج پونچھ میں کرنل کے عہدے پر تھے اور نہایت
خوبصورت اور وجیہہ جوان تھے۔ افسوس ہے عین عالم شباب میں انتقال کر
گئے۔ ان کا ایک ہی فرزند میاں محمد اکبر نام ہے۔ یہ صاحبزادے اپنے چچا میاں
مہتاب الدین کے پاس ہی امرتسر میں رہتے ہیں۔

میاں فیروزالدین راقم مؤلف کے کرم فرما اور میاں محمد دین شفیق دوست
تھے۔ میاں نظام الدین مرحوم کے سب سے چھوٹے فرزند میاں مہتاب الدین زندہ
ہیں۔ ابتدا میں پونچھ میں افسر شکار گاہ تھے۔ چیفس کالج لاہور کے تعلیم یافتہ ہیں
راجوں اور مہاراجوں کی صحبتوں میں رہے ہیں۔ آجکل امرتسر میں اقامت پذیر ہیں۔ آپ کا
ایک صاحبزادہ احمد سعید ہے۔ جو اس وقت بی۔ اے میں تعلیم پا رہا ہے۔

آپ کے اقارب میں خواجہ محمد غلام صادق بار ایٹ لا جو اس وقت بلدیہ امرتسر
کے اگزیکٹو افسر ہیں۔ اور نواب لیاقت حیات خاں اور نواب اسلم حیات خاں وغیرہ
معزز ترین ہستیاں ہیں۔

خاندان اطبائے قریش

اسلام آباد کشمیر میں حکیم لقاء اللہ قریشی مرحوم کا خاندان علم حکمت میں ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔ انہی کی اولاد سے راجہ سرفراز خان آف سرنکوٹ کے زمانہ میں حکیم اسد اللہ شاہ قریشی اسلام آباد سے پونچھ آئے۔ راجہ صاحب نے ان کی طبی خدمات کے عوض ایک گاؤں ٹھوا ہانگر نامی ان کو نسلاً بعد نسل عطا کیا۔ آپ کے حسب ذیل فرزند تھے۔ (۱) حکیم طیب شاہ۔ راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں ان کی بڑی شہرت تھی۔ لاولد انتقال کر گئے (۲) حکیم مصطفےٰ شاہ۔ سر راجہ بلدیو سنگھ کے آخری ایام میں جب مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خان مرحوم دہلی سے راجہ صاحب کے علاج کے لئے آئے۔ تو انہوں نے اس موقع پر حکیم مصطفےٰ شاہ کی بدرجہ غایت تعریف کی (۳) حکیم قطب شاہ۔ ان کا کام درس تدریس رہا ہے ان کا ایک فرزند حکیم محبوب شاہ کے نام سے ہے۔ جس کو شعر شاعری کا شوق بھی ہے (۴) حکیم گلزار شاہ۔ آپ بھی حکمت کا کام کرتے ہیں۔ علاوہ ان کے حکیم اسد اللہ شاہ کے دو فرزند حکیم بہادر شاہ و حکیم انور شاہ فوت ہو چکے ہیں۔

حکیم مصطفےٰ شاہ کے تین فرزند ہیں۔ حکیم عزیز اللہ شاہ۔ جو طب میں بہت اچھی مہارت اور اعلیٰ تجربہ رکھتے ہیں حکیم مبارک شاہ۔ جو پونچھ میں ایک یونانی دواخانہ کے مالک ہیں۔ تیسرے فرزند کا نام حکیم شاہ محمد شاہ ہے۔ اس خاندان کا تعلق مفتیان پونچھ کے خاندان سے ہے۔

ٹھوا ہانگر میں حکیموں کا ایک اور کشمیری خاندان آباد ہے۔ اس کے ایک بزرگ رسول شاہ سرینگر سے پونچھ آئے حکیم طیب شاہ کی دختر سے انکی شادی ہو گئی۔ آخر اسی موضع میں نمبردار بھی ہو گئے۔ انکا ایک بھائی حکیم محمد شاہ موجود ہے۔ حکیم رسول شاہ کے فرزندوں میں حکیم احمد شاہ و حکیم عبد اللہ شاہ زمینداری کا کام کرتے ہیں۔ حکیم کا لفظ اب آبائی یادگار کے طور پر ہی استعمال ہوتا ہے۔

فصل دوم

علاقہ منڈی کی کیفیت اور اس علاقہ کے کاشمیری مسلمان

(منڈی کے دلچسپ تاریخی وجغرافیائی حالات)

یہ مقام دو پہاڑیوں کے درمیان لب دریا واقعہ ہے۔ خواجگان منڈی جو سب کے سب کشمیری مسلمان ہیں۔ یہاں کے مشہور مالکان اراضیات اور تجارت پیشہ ہیں۔ اور مذہباً سب اہل تشیعہ ہیں۔

یہاں کا شہد برف کی مانند سفید ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں گچھیاں۔ اونی لوئیاں۔ پٹو۔ بنفشہ اور گھی موٹھی اور مکی یہاں کی عام پیداوار ہے۔ اسی علاقہ میں ایک موضع راجپور کے نام سے ہے۔ جہاں موٹھی نہایت شیریں ہوتی ہے سردار بارڈ[1] سنگھ جو میاں نظام الدین سے پہلے پونچھ کے وزیر تھے۔ اسی موضع میں یہاں کی موٹھی کثرت سے کھانے کے سبب انتقال کر گئے تھے۔ ان کی اس قربانی سے یہاں کی موٹھی کو بہت شہرت حاصل ہوئی ہے۔

منڈی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہندوؤں کا ایک متبرک استھان امرناتھ کے نام سے ہے۔ راجہ صاحب اور رانی صاحبہ یہاں عموماً یاترا کے لئے آیا کرتے ہیں۔ منڈی سے دس میل شمال مشرق کی طرف موضع لوہرین بالودن ایک

---

[1] ان کی سمادھ موضع راجپور کے مشہور استھان امرناتھ میں ہے۔

مشہور سرد مقام ہے۔ پونچھ کے راجگان قدیم کے زمانہ میں اس مقام کو بڑی شہرت و اہمیت حاصل رہی ہے۔ بلکہ یہیں ان کا دارالحکومت تھا۔ لوہر کوٹ بھی اسی کو کہتے تھے۔ کشمیر کے مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں بھی اس مقام کی شہرت بہت حد تک موجود تھی۔ لیکن اب تو آثار قدیمہ کے وہاں کھنڈر تک بھی نظر نہیں آتے۔ محمود غزنوی نے جب ۱۰۲۱ھ میں دوبارہ کشمیر پر حملہ کیا ہے۔ تو وہ اسی لوہر کوٹ کے رستے آیا تھا۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے۔ کہ لوہ کوٹ کا قلعہ ایسا مضبوط اور بلند تھا۔ کہ محمود چند ماہ تک اس کا محاصرہ رکھنے کے باوجود اس کو سر نہ کر سکا۔ اور آخر کثرت برف و باراں سے پریشان ہو کر ناکام غزنی کی طرف واپس چلا آیا۔

لورن سے صدہا من کٹھ نکلتی ہے۔ دیار اور بیاڑ کے درختوں سے یہ علاقہ گھرا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں سے لوہا اور سیسہ بھی نکلتا رہا ہے۔ اس کی ڈھوکیں جہاں گجر لوگ گرمیوں میں مال مویشی لے جاتے ہیں۔ بہت سرد ہیں۔ جن میں سلطان پتھری۔ نین سکھ۔ ڈھاراں والی وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

یہاں ایک ٹھکر حجام لسہ کے نام سے گذرا ہے۔ وہ لالہ بیج ناتھ[1] گجراتی ٹھیکہ دار سے چھوٹے چھوٹے ٹھیکے لے کر ہزاروں روپے کا مالک بن گیا۔ منڈی سے لوہرن تک پگ ڈنڈی کا جو خراب سا رستہ موجود تھا۔ اسی لسہ حجام ٹھیکہ دار نے صدہا روپے کی لاگت سے کوٹھیالہ پہاڑی کو کاٹ کر محض رفاہ عام کی خاطر درست کر دیا۔ دلاور جو کٹ بل کا نمبردار اور مشہور تاجر ہے۔ اسی لسہ ٹھیکہ دار کا بیٹا ہے۔

---

[1] گجرات کے رئیس اعظم رائے بہادر لالہ کدار ناتھ سہگل انہی کے فرزند تھے۔ جو ۱۹۳۵ء کے ایام جنوری میں کوئٹہ کے زلزلہ کی نذر ہو گئے۔

موضع لوہرن میں دو قدیم ٹیلے سے ہیں۔ ایک کا نام تھتھی اور دوسرے کا نام نگری ہے۔ یہاں جو انگریز سیاح آتے ہیں۔ وہ ان ٹیلوں پر جاکر پتھروں کو توڑتے پھوڑتے رہتے ہیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ یہاں قدیم زمانہ کا ضرور کوئی دفینہ ہے۔

یہاں صابر شیخ نام ایک کاشمیری داستان گو ہے۔ جو کشمیری زبان میں نریمان۔ سام۔ زال۔ رستم کی داستانیں اس انداز سے بیان کرتا ہے۔ کہ کشامرہ وجد میں آجاتے ہیں۔ جو لوگ کشمیری زبان نہیں جانتے۔ ان کو ترجمہ بھی سنا دیتا ہے۔

منڈی سے بجانب شمال مغرب ۱½ میل کے فاصلہ پر موضع اتولی ایک پہاڑی پر واقعہ ہے۔ اس کا نام زمانہ قدیم میں اتار کا تھا۔ اور ایک اچھا خاصہ شہر تھا۔ منڈی سے قریباً ۶ میل کے فاصلہ پر ایک موضع چھمبر کے نام سے موجود ہے۔ زمانہ قدیم میں اس کا نام سار مبر تھا۔ اب چھمبر کناری ہے۔ یہاں بھی ہندو راجگان کشمیر کے زمانہ میں بڑی آبادی تھی۔

اس علاقہ کے لوگ عام طور پر علم سے بے بہرہ ہیں۔ سب لوگ مسلمان ہیں[1] اور ہر چند اسلام کو جہالت سے نفرت ہے۔ لیکن یہاں چاروں طرف جہالت ہی جہالت نظر آتی ہے۔ کشمیریوں اور دوسرے مسلمانوں میں نسوار کی بدعت زور شور سے جاری ہے۔ بدعتی کاموں اور غیر شرعی امورات میں عام طور پر دل کھول کر حصہ لیا جاتا ہے۔

خاص منڈی پونچھ سے بارہ میل بجانب شمال مشرق واقعہ ہے۔ گرمیوں میں یہ مقام خطۂ جنت نظیر اور سردیوں میں خطۂ زمہریر ہے۔

---

[1] مواضعات سیدکوٹ راجپور میں ہندوؤں کے چند گھر آباد ہیں۔

پلیرہ علاقہ منڈی کا میر خاندان

کشمیر میں مغلوں کی آمد اور مغول کشمیر کی مشہور قوم میر کے مفصل حالات "تاریخ اقوام کشمیر" کے صفحات ۲۰۶ تا ۲۱۲ پر بالتفصیل درج ہیں۔ میر کشمیر کے مسلمانوں اور پنجاب[1] و سرحد[2] کے کشمیری مسلمانوں کی ایک معزز ترین قوم ہے۔ یہ جموں اور پونچھ میں بھی کثیر تعداد میں پھیلی ہوئی ہے۔ کشمیر میں (جس میں پونچھ اور جموں بھی شامل ہیں) اس قوم کی آبادی پچیس ہزار سے کم نہیں ہے۔

کشمیر اس قوم کا اصلی مرکز ہے۔ یہیں سے مختلف حالات میں مختلف وقتوں پر اس قوم کے لوگ پنجاب اور پونچھ اور دوسرے ممالک میں گئے ہیں۔

پلیرہ کے میر خاندان کا بانی خواجہ ابراہیم میر بھی اسی خاک پاک سے ۱۹۱۴ء میں اپنے وطن موضع ژوندی پورہ تحصیل بڈگام سے نکل کر علاقہ منڈی (پونچھ) کے موضع پلیرہ میں آیا۔ اور آتے ہی تجارتی کاروبار میں مصروف ہوگیا۔

اس کے چار فرزند تھے۔ خواجہ نقی میر۔ خواجہ کریم میر۔ خواجہ رمضان میر۔ خواجہ رسول میر (لاولد) فرزند اول الذکر کی اولاد سے خواجہ محمد علی و خواجہ احمد علی ہیں۔ خواجہ محمد علی کے بھی تین فرزند حسب ذیل ہیں۔ اکبر علی۔ جعفر علی۔ نیاز احمد

---

[1] امرتسر کے مشہور میر خاندان میں کئی خان بہادر اور کئی آنریری مجسٹریٹ ہو گذرے ہیں۔ میر اسد اللہ خانصاحب، میر حبیب اللہ آنریری مجسٹریٹ اور خانصاحب میر عباد اللہ سشن جج تھے۔ اب بھی خان بہادر ڈاکٹر حاجی میر ہدایت اللہ اور ان کے برادر زادہ میر مقبول محمود بیرسٹرایٹ لا جو جھالاواڑ پٹیالہ اور رامپور کی ریاستوں میں منسٹر رہ چکے ہیں۔ موجود ہیں۔

[2] خان بہادر میر کریم بخش جو صوبہ سرحد میں ڈائرکٹر محکمہ تعلیم تھے۔ حال ہی میں طویل رخصت پر ریٹائر ہوئے ہیں۔

تینوں طالب علم ہیں۔ خواجہ احمد علی کے بھی تین ہی فرزند ہیں۔ محمد رضا۔ فدا حسین عاشق حسین۔ یہ تینوں بھی زیرِ تعلیم ہیں۔

خواجہ نقی میر کے بھائی خواجہ کریم میر کی اولاد حسب ذیل ہے۔ منور میر صفدر علی۔ عبد اللہ میر۔ قاسم میر۔ اکبر میر۔ مہدی میر۔ جواد میر۔ ان میں منور میر اور صفدر علی اور عبد اللہ میر کے دو دو فرزند ہیں۔ منور میر کے فرزندوں کے نام رسول میر و حسن میر اور صفدر علی کے فرزندوں کے نام طالب حسین و غلام حسین اور عبد اللہ میر کے فرزندوں کے نام غلام نقی و غلام حسن ہیں۔

ان کے تیسرے بھائی خواجہ رمضان میر کے ہاں مندرجہ ذیل فرزند ہیں۔ رسول میر۔ اصغر علی۔ عبد اللہ میر۔ محمد میر۔ رسول میر کا فرزند جعفر علی تجارتی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اور اصغر علی جو خواجہ رمضان میر کا دوسرا فرزند ہے۔ وکٹوریہ جوبلی ہائی سکول پونچھ کی دسویں جماعت میں پڑھتا ہے۔ جعفر علی کے فرزند کا نام صادق حسین ہے۔

خواجہ ابراہیم میر کی ذریات میں خواجہ محمد علی اور خواجہ احمد علی نے تجارتی کاروبار میں کامیابی حاصل کر کے اپنے خاندان کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ بیشمار اراضیات ان کی ملکیت میں ہیں۔ خاص منڈی میں ان کی ایک سہ منزلہ کوٹھی منڈی کی رونق و زینت کا باعث ہے۔ جب راج دربار میں شادی وغیرہ کی سرکاری تقریبات ہوتی ہیں۔ تو انہیں مدعو کیا جاتا ہے۔

منڈی میں ایک سرکاری ڈسپنسری قائم تھی۔ وہ تخفیف کے بجٹ کی نذر ہو گئی۔ تو ان دونوں بھائیوں نے اپنے اخراجات سے یہاں ایک انگریزی دواخانہ قائم کرایا۔ جہاں ایک سند یافتہ ڈاکٹر کام کر رہا اور خلق خدا کو فیض پہنچا رہا ہے۔

خواجہ احمد علی میر جعفری سوداگر آف پلیرہ منڈی پونچھ

میر قوم ہمیشہ سے زراعت پیشہ رہی ہے۔ پنجاب میں بھی میر قوم اکثر اضلاع میں مغل ثابت ہو کر زراعت پیشہ قرار پا چکی ہے۔ جس کی مفصل کیفیت تاریخ اقوام کشمیر کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

خواجہ تو ایک معزز لفظ ہے۔ اس کے معنے آقا اور مالک اور سردار کے ہیں۔ اسی بنا پر حضرت معین الدین چشتی کو خواجہ خواجگان حضرت فرید الدین گنج شکر کو خواجہ فرید الدین شکر گنج ہمارے رسول کریم صلعم کو خواجۂ دو جہان کہتے ہیں۔ اس خاندان کے تجارتی کاروبار کرنے والوں کو تجارت اور بیوپار کرنے کی وجہ سے خوجہ کہتے ہیں۔ جعفری یہ خاندان اس لئے کہلاتا ہے کہ شیعہ مذہب ہونے کی وجہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام کو وہ اپنا امام تسلیم کرتا ہے۔

کہتے ہیں۔ کہ اس خاندان کا سب سے پہلا بزرگ پشاور سے کشمیر گیا تھا۔ وہ زمانہ کشمیر کے مشہور بادشاہ بڈشاہ کا تھا۔ اس نے اس بزرگ کی قدر و منزلت سے آگاہ ہو کر اس کو اپنے مشیروں اور مصاحبوں میں جگہ دی اور تحصیل بڈگام کا موضع زوندی پورہ جاگیر میں بخشا۔ اس موضع میں پانی کی قلت کی وجہ سے بحکم بادشاہ لکڑی کی نہر کے ذریعہ پانی پونچایا جاتا تھا۔

خاندان خواجہ قاسم میر جعفری

اس خاندان کے ایک بزرگ خواجہ شکور میر تحصیل بڈگام کشمیر کے ایک موضع قمرو سے ۱۸۱۲ء ب میں بسلسلہ تجارت منڈی علاقہ پونچھ میں آئے اور ایسے آئے۔ کہ یہیں کے ہو گئے۔ قمرو میں اب تک ان کے مکانات و اراضیات موجود ہیں۔ اسد میر نمبردار قمرو ان کا رشتہ دار ہے۔ علاوہ ازیں سری نگر کے محلہ زڈی بل و سکندر پورہ میں ان کے قریبی رشتہ دار موجود ہیں۔

یہ خاندان قدیم الایام سے اثنا عشری چلا آتا ہے۔
منڈی میں آ کر اس خاندان نے زراعت و تجارت دونوں میں نمایاں شہرت حاصل کی۔ منڈی۔ اعظم آباد۔ ساتھرہ اور راجپور میں ان کی کافی اراضیات ہیں۔ خاص منڈی میں تین مکانات اور چھ دوکانیں ان کی ملکیت میں ہیں۔
خواجہ شکور میر کی چوتھی پشت میں تین بھائیوں نے اپنے کاروبار سے اپنے خاندان کو اور بھی جلا دی ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ خواجہ قاسم میر۔ خواجہ جعفر میر۔ خواجہ حسن میر۔ ان کا ایک اور بھائی خواجہ اکبر میر تھا۔ وہ انتقال کر چکا ہے۔ ان میں خواجہ جعفر میر کچھ عرصہ تک مظفر آباد کشمیر میں ٹھیکہ داری بھی کرتا رہا ہے۔
اس خاندان کے رشتے ناطے ملک۔ میر۔ وانی اور ماگرے اقوام کے ساتھ ہیں۔ جو کشمیر کی معزز اقوام ہیں۔ اور جن کی پونچھ میں بھی کافی تعداد ہے۔ خواجہ قاسم میر کا لڑکا اور خواجہ جعفر میر کے لڑکے ابھی زیر تعلیم ہیں۔ اس خاندان میں متذکرہ تینوں بھائیوں کے علاوہ اصحاب ذیل بھی موجود ہیں۔ خواجہ احمد میر۔ خواجہ صفدر میر۔ خواجہ فقیر علی میر۔ خواجہ غلام تقی میر۔ خواجہ غلام محمد میر۔ خواجہ غلام رسول میر۔
اسی خاندان سے حاجی خواجہ رمضان علی جعفری منڈی سے لکھنؤ چلے گئے۔ محلہ گولہ گنج میں ان کی سکونت تھی۔ وہیں وفات پا گئے۔ یہاں تک تو یہ خاندان میر مغل کے نام سے مشہور تھا۔ لیکن خواجہ رمضان علی کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے قاسم علی اخوند مرزا قاسم علی کہلائے۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ ہندوستان میں سادات کو میر کہتے ہیں۔ اور کشمیر میں

میر مغلوں کی ایک مشہور گوت ہے۔ کشمیر میں تو جعفر میر یا اکبر میر کو میر صاحب کہنا معمولی بات ہے۔ لیکن ہندوستان میں میر صاحب کا لقب بالعموم سادات کے لئے ہی مستعمل ہوتا ہے۔ اسی بناپر لکھنؤ کی شاخ نے غالباً میر کی بجائے میرزا کا لفظ اختیار کر لیا۔ چنانچہ میرزا قاسم علی کی اولاد اب میرزا ہی کہلاتی ہے۔ میرزا قاسم علی کے فرزند میرزا حسن علی موجود ہیں۔ میرزا حسن علی کے فرزندان خواجہ میرزا صفدر حسین و میرزا محمد حسین کلکتہ میں تجارتی کاروبار کرتے ہیں۔ اور جہازوں کے ٹھیکہ دار بھی ہیں۔

خاندان خواجہ مہد شاہ کانٹھ چھاترہ

کانٹھ یا کنٹھ یا کنٹ کشمیر کا ایک مشہور مسلمان خاندان ہے۔ جس کی ابتدا اکبر بادشاہ کے "بنائے قلعہ ناگر نگوٹ" سے شروع ہوتی ہے۔ اس خاندان کا بانی خواجہ محمد حسین کابلی افغان تھا۔ اس کی اولاد سے کشمیر میں بڑے بڑے رؤسا اور سیاسی مرد میدان گذرے ہیں۔ جن میں ایک (میر محمد مقیم صوبیدار کشمیر) اور ایک (میر فقیر اللہ) صوبیدار کشمیر کا نائب بھی رہا ہے۔ مفصل حالات اس خاندان کے تاریخ اقوام کشمیر کے صفحات ۲۰۰ تا ۲۰۲ میں درج ہیں۔

سری نگر کشمیر کے اس کنٹ یا کانٹھ خاندان سے ۱۹۰۹ء میں خواجہ مہد شاہ اپنے ماموں مسمی منور جو کی ملاقات کے لئے جو بزمانہ راجہ موتی سنگھ سرکاری کوٹھی کے تحویلدار تھے۔ پونچھ آیا۔ اپنے ماموں کے گھر ہی مہد شاہ کی شادی ہو گئی اور اس تعلق کی وجہ سے مستقل سکونت بھی پونچھ ہی میں اختیار کر لی گئی۔

پونچھ کے متصل تحصیل حویلی میں ایک موضع چھاترہ ہے۔ وہیں آپ نے اپنے تجارتی کاروبار کے سلسلہ کی وجہ سے بود و باش پسند کی۔ آپ نے اپنی حسن لیاقت سے اپنی تجارت کو اس قدر فروغ دیا۔ کہ آپ سارے علاقہ میں

ایک کامیاب تاجر کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔

ان کے ناموں خواجہ منور جُو کے لقب جُو کی وجہ سے عوام ان کو بھی مہد جو کہنے لگے۔ اور شاہ جو ان کے خاندانی ناموں کا قدیمی جُزو تھا۔ ترک ہو گیا۔ خواجہ مہد شاہ ایک کامیاب تاجر ہونے کی وجہ سے راجہ موتی سنگھ اور سر راجہ بلدیو سنگھ کے درباروں میں وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کے تین فرزند تھے۔ خواجہ ثناء اللہ۔ خواجہ محمد جو۔ خواجہ ولی جو۔ خواجہ ثناء اللہ اپنی قابلیت کی بدولت تحصیلداری تک پہنچے تھے۔ کہ ۱۹۶۹ سنہ ب میں لاولد انتقال کر گئے تیسرے فرزند خواجہ ولی جو کا فرزند کلاں عزیز دین جماعت ششم اور فرزند دوم امیر الدین جماعت چہارم میں تعلیم پا رہا ہے۔ خواجہ ولی جو چھاترہ ہی میں رہتے ہیں۔ جو زمینداری۔ تجارت اور زراعت کے کام میں کافی ملکہ رکھتے ہیں۔

خواجہ محمد جو تمام علاقہ میں بارسوخ رئیس اور اعلیٰ زمیندار اور با اخلاق بزرگ مشہور ہیں۔ خواجہ مہد شاہ کے منجھلے فرزند ہیں۔ سر راجہ بلدیو سنگھ آنجہانی کے زمانہ سے آپ کو کرسی نشینی کا اعزاز حاصل ہے۔ جنگ عظیم یورپ میں آپ کی احسن خدمات اور آپ کے وفادارانہ جذبات نے گورنمنٹ ہند سے آپ کو سند عطا کرائی۔ ۱۹۸۸ سنہ ب کی شورش پونچھ کو جو دراصل شورش کشمیر کا ایک ضمیمہ تھی۔ فرو کرانے میں آپ نے بالواسطہ اور بلاواسطہ بہت مدد دی۔ چنانچہ ان خدمات کے سرٹیفکٹ (منجانب گورنر و وزیر پونچھ) آپ کے پاس موجود ہیں۔

آپکے تین فرزند ہیں۔ فرزند اول کا نام خواجہ عطا اللہ ہے۔ جنہوں نے امسال ایف۔ اے کا امتحان دیا ہے۔ اور جن کا نام خواجہ محمد جو کی خدمات کے صلہ میں سر ی راجہ صاحب بہادر نے امیدواران نائب تحصیلداری میں منظور فرما لیا ہے۔ فرزند دوم خواجہ سعد اللہ نے امسال انٹرنس کا امتحان

ع ۱ ٹھیکہ دار عبدالرحمٰن خاں
ع ۲ ٹھیکہ دار ولی محمد خاں ساکن چکواڑہ منڈھی
ع ۳ ٹھیکہ دار غلام رسول خاں
ع ۴ جمعدار عبدالعزیز میر داروغہ صفائی پونچھ
ع ۵ بابو عبدالرحمان میر کلرک میونسپلٹی پونچھ
ع ۶ حسن دین حجام

پاس ـ ہو گیا ہے ۔ اور فرزند سوم ثناء اللہ جماعت ہفتم میں تعلیم پا رہا ہے۔

نچھ مغل چکرا ڑہ

کشمیر کی مغل اقوام میں نچھ ایک بڑا معروف قبیلہ ہے ۔ عالمگیر کے زمانہ میں یہ قوم بڑے عروج پر پونچی ہوئی تھی ۔ نچھ اکابرین کے حالات کشمیر کی اکثر تاریخوں اور "تاریخ اقوام کشمیر" میں موجود ہیں ۔ بی بی مریم جو شہزادی زیب النساء کی سب سے پہلی معلمہ تھی ۔ نچھ قوم ہی سے تھی ۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگا ۔ کہ اس قبیلہ میں علوم مروجہ و دینیہ کا عورتوں تک میں چرچا تھا ۔ اس خاندان میں "نواب" بھی گذرے ہیں ۔ اور وہ کشمیر کے گورنر رہے ہیں ۔

نچھ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے ۔ کہ اس قبیلہ کے ایک بزرگ میر ابراہیم کی طبیعت بلغمی تھی ۔ وہ اس کو جذب کرنے کے لئے ایک قسم کی گھاس جسے کشمیری زبان میں نچھ کہتے ہیں ۔ چبایا کرتے تھے ۔ اس کے کثرت استعمال سے یہ خود اور ان کی اولاد نچھ ہی کے نام سے مشہور ہوگئی ۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں جب اس کا فرزند شہزادہ شیر سنگھ (جو بعد میں مہاراجہ شیر سنگھ کہلایا) کشمیر کا گورنر تھا ۔ تو کشمیر میں سخت قحط کی مصیبت نے ایک قیامت برپا کردی ۔ چنانچہ وہ "شیر سنگیا قحط" کشمیر اور پنجاب میں اب تک مشہور ہے ۔ اسی زمانہ میں نچھ خاندان کا ایک شخص غیاث مغل خائف ، پونچھ میں چلا آیا ۔ یہیں اس نے شادی کی ۔ جس سے دو بیٹے رزاق جو اور نور جو پیدا ہوئے ۔ رزاق جو کے بھی دو فرزند تھے ۔ محمد جو و قادر جو ۔ ان میں قادر جو تو لاولد رہا ۔ محمد جو شہر پونچھ سے ہجرت کر کے موضع چکرا ڑہ میں جو منڈی سے ۱½ میل کے فاصلہ پر ہے آ گیا ۔ جہاں اس نے مکان بھی بنا لیا ۔ اور بہت سی

زمین بھی ایام بندوبست سے قبل ہی حاصل کر لی۔ اس کے اب تین فرزند موجود ہیں۔ غلام رسول خاں۔ عبدالرحمان خاں اور ولی محمد خاں۔ تینوں بھائیوں نے جنگل کی ٹھیکہ داری کے ذریعہ بہت سی جائداد پیدا کر لی اور اراضیات میں بہت اضافہ کر لیا ہے۔ اور چکراڑہ کے علاوہ موضع سلونی میں بھی ان کے رقبہ جات اور اراضیات ہیں۔

غلام رسول کا ایک ہی لڑکا ہے۔ حبیب اللہ خاں نام۔ ولی محمد خان کے تین لڑکے ہیں۔ نظیر احمد خاں۔ فقیر محمد خاں۔ سیف اللہ خاں۔ عبدالرحمٰن خاں کے تاحال اولاد نرینہ نہیں ہے۔

ان تینوں بھائیوں کے دادا رزاق جو کے بھائی نور جو کی اولاد موضع سلونی علاقہ منڈی میں آباد ہے۔ جس میں سلطان جو قابل ذکر ہے۔ یہ تمام خاندان اپنی ذاتی شرافت اور مہمان نوازی کی وجہ سے اپنے علاقہ میں بنظر وقعت دیکھا جاتا ہے۔

خواجہ رسول میر جعفری رئیس منڈی

خواجہ باقر میر۔ بڈگام اور چھانز گام کے نامور رئیس اور زمیندار تھے۔ ان کے اسلاف بڈشاہ بادشاہ کشمیر کے زمانہ میں کشمیر میں آئے تھے۔ شہر سرینگر سے ایک شاخ چھانز گام میں جو تحصیل بڈگام میں واقع ہے، اور سرینگر کے متصل ہے منتقل ہو گئی۔ چھانز گام کے مرحوم ذیلدار عباس میر خواجہ باقر میر کے چچازاد بھائی تھے۔ کئی پشتوں کے بعد خواجہ باقر میر کے فرزند خواجہ حسین میر بہ سلسلۂ تجارت پونچھ کے علاقہ منڈی میں آئے۔ اور جب انہوں نے اس علاقہ کو کشمیر ہی کی طرح دلکش اور پُر فضا خطہ دیکھا۔ تو یہیں کے ہو گئے۔ بلکہ آپ نے اپنے بڑے بھائی دائم میر کو بھی یہیں بلوا لیا۔ یہ واقعہ ۱۸۹۶ء کا ہے

جعفریہ بلڈنگ متصل چیف کورٹ پونچھ مملوکہ خواجہ رسول جو - خواجہ باقر جو میر جعفری رئیس منڈی پونچھ

خواجہ حسین میر کے دو فرزند تھے۔ خواجہ رسول میر اور خواجہ باقر میر۔ خواجہ رسول میر تو ہیڈ کوارٹر پر ہی اپنے تجارتی کاروبار کو فروغ دینے لگے۔ خواجہ باقر میر نے ٹھیکہ داری کی طرف توجہ کی۔ اور اس کام میں اپنی دیانت و محنت کی بدولت وہ نام پایا کہ بڑی بڑی انگریزی کمپنیوں نے آپ کو اپنے ٹھیکے دینے شروع کر دیئے۔ سرحدی ریاست انب دربند کے علاوہ بھدرواہ کشتواڑ۔ علاقہ مظفر آباد (دراب کشن گنگا) اور کوٹلی ضلع میرپور میں آپ نے اس کامیابی اور خوش اسلوبی سے کام کیا۔ کہ انگریز آپ کی قابلیت اور آپ کے حسن انتظام پر عش عش کرتے رہے۔

آپ کا تجربہ بہت وسیع ہے۔ اور معلومات بھی کافی رکھتے ہیں۔ آپ کے فرزند کا نام خواجہ غلام احمد میر ہے۔ جو زیر تعلیم ہے۔ دونوں بھائیوں نے پونچھ خاص میں دو قابل رشک عمارتیں تعمیر کرائی ہیں۔ جن میں ایک کا نام جعفریہ بلڈنگ ہے۔ یہ دونوں عمارتیں پونچھ کی بے نظیر تعمیرات میں شمار ہوتی ہیں۔ خاص منڈی میں دوکانوں۔ مکانوں اور رقبہ جات اراضی کا ایک وسیع سلسلہ ہے۔ علاوہ ازیں مقامات باغیلہ۔ لورن۔ ساتھرہ۔ اعظم آباد تک اس سلسلہ کی کڑیاں چلی جاتی ہیں۔ اس برادری کے پاس چار سو کنال اراضی خود کاشت موجود ہے۔

دونوں بھائی نہایت با اخلاق اور شریف طبع ہیں۔ اور عوام سے ان کے تعلقات نہایت شگفتہ ہیں۔

خواجہ حسین میر مرحوم کے بھائی خواجہ دائم میر مرحوم کے فرزند کا نام خواجہ احمد میر تھا۔ ان کا فرزند خواجہ حسین میر موجود ہے۔ جو اپنے عمزاد برادران خواجہ رسول میر اور خواجہ باقر میر کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ اور تجارت و زراعت میں مصروف

رہتا ہے۔

یہ خاندان مذہباً اثنا عشری ہے۔ سری نگر کے محلہ جدی بل اور درگجن اور کشمیر کے مواضعات ژونده پوره. ماہو آره۔ بیرتل۔ وڑاگام۔ گنڈ مسی بٹ اور انزوانٹی میں ان کے رشتہ دار اب تک موجود ہیں۔ جن میں حسن میر (درگجن) قاسم میر نمبردار بیرتل۔ جعفر میر نمبردار انزوانٹی۔ محمد میر سابق ذیلدار گنڈ مسی بٹ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کی ایک شاخ یہیں سے پشاور چلی گئی ہے۔ خواجہ احمد علی میر وغیرہ ساکنان پلیرہ منڈی بھی ان کے رشتہ داروں میں ہیں۔ علاوہ ازیں ملک۔ پٹھان اور راٹھر اقوام کے ساتھ بھی رشتہ ہے۔

یہ برادری فارسی خوانده ہے۔ مگر اب ان کے کچھ لڑکے مروّجہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

ڈار قوم ڈنوگام منڈی

ڈار کشمیر کی ایک معززترین قوم ہے۔ جس کی تعداد بھی دیگر مشہور اقوام سے کم نہیں ہے۔ اس قوم کے سیاسی اور ملکی کارنامے اور نامور مشاہیر کا تذکرہ تاریخ اقوام کشمیر میں بالتفصیل درج ہو چکا ہے۔

اس قوم کے ایک بزرگ موضع سوئی بگ تحصیل بڈگام سے موضع ڈنوگام جو منڈی سے چار میل شمال کی جانب ایک پہاڑی پر آباد ہے۔ آئے۔ اس وقت اس موضع میں اس بزرگ کی اولاد سے ڈار قوم کے یہاں پندرہ گھر آباد ہیں۔ راجہ رستم خاں کے زمانہ میں اس قوم کے افراد فوجی خدمات کی وجہ

سلہ خواجہ اکبر ڈار ذیلدار دربہ گام کشمیر و ممبر اسمبلی جموں و کشمیر اور راقم الحروف کے بزرگ بھی اسی موضع سے شوپیاں اور سوپور کی طرف جا کر آباد ہوئے تھے۔

۱۔ خواجہ سلطان جو راتھر ٹھیکہ دار سکنہ چھیلا ڈ ہانگری منڈی پونچھ
۲۔ خواجہ غلام محمد راتھر ٹھیکہ دار سکنہ چھیلا ڈ ہانگری منڈی پونچھ
۳۔ خواجہ عزیز جو راتھر ٹھیکہ دار سکنہ چھیلا ڈ ہانگری منڈی پونچھ

سے اپنے علاقہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔

قریباً ایک صدی کا عرصہ گذرا ہے۔ اس موضع سے ڈار قوم کے دو افراد جمعہ ڈار و سلطان ڈار پنجاب چلے گئے۔ اور وزیر آباد میں مقیم ہو گئے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ان کی اولاد وہاں موجود ہے۔

اس قوم کی وجہ معاش ڈنوگام میں زراعت اور محنت مزدوری پر ہے۔ بٹ۔ نائیک۔ میر اور شیخ اقوام سے ان کا ناطہ رشتہ ہوتا ہے۔ تعلیم اس قوم میں بہت کم ہے۔

کہتے ہیں۔ ڈوگرہ حکومت سے قبل اس قوم کی نمبرداری بھی اسی قوم کے پاس تھی۔ لیکن ڈوگرہ عملداری کے زمانہ میں نمبرداری گنائی قوم میں منتقل ہو گئی۔ ڈنوگام کے ڈار افراد کے جو سب زراعت پیشہ ہیں۔ چند نام ذیل میں درج ہیں۔

سلطان ڈار۔ احمد ڈار۔ محمد ڈار۔ جلال ڈار۔ امیر ڈار۔ سبحان ڈار۔ سلطان ولد لسہ ڈار۔ رحیم ڈار۔ غفار ڈار۔ قادر ڈار۔ حبیب ڈار۔ صدیق ڈار۔ غفار ڈار قادر ڈار ولد سلطان ڈار۔ احمد ڈار حسن ڈار۔ حبیب ولد فتاح ڈار۔ رحمان ڈار سلطان ڈار ولد احمد ڈار۔ اکبر ڈار۔ رحیم و قادر پسران خیر ڈار۔ ان میں محمد جو معمولی اردو خواندہ ہے۔ وہ چوکیدار بھی ہے۔ اور ٹھیکہ داری کا کام بھی کرتا ہے۔ اس کے دو لڑکے ہیں۔ علی اکبر و محمد افضل۔

خواجہ غلام محمد راتھر ٹھیکہ دار علاقہ منڈی

راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں خاص سری نگر سے کریم جو راتھر پونچھ کی تحصیل حویلی کے موضع جلاس میں آکر آباد ہوا۔ راتھر قوم کے تفصیلی حالات "تاریخ اقوام کشمیر" میں درج ہیں۔ یہ لفظ راٹھور کا بگڑا ہوا نام ہے۔ جو راجپوت اقوام کا ایک معزز طبقہ ہے۔ اس کے متعلق پنجاب کی ایک عدالت

کا فیصلہ تاریخ اقوام کشمیر میں درج ہے۔ کریم جو کی اولاد مواضعات جلاس و چھیلاڈ ہانگری میں آباد ہے۔ اور ان کی تعداد دو ڈیڑھ سو کے قریب بتائی جاتی ہے۔ اس نے تجارت اور زمینداره میں کافی ترقی کر لی۔ سبحان جو راتھر اس کا بیٹا تھا۔ اس نے اپنے تجارتی کاروبار اور زمینداره کو باپ سے بھی زیادہ ترقی دی۔ وہ جلاس اور چھیلاڈھانگری دونوں مواضعات کا نمبردار تھا۔

سبحان جو کی اولاد سے اس وقت اصحاب ذیل قابل ذکر ہیں۔ خواجہ محمد جو ٹھیکہ دار و نمبردار چھیلاڈھانگڑی۔ خواجہ سلطان جو ٹھیکہ دار۔ خواجہ عزیز جو ٹھیکہ دار۔ خواجہ غلام محمد ٹھیکہ دار۔ خواجہ غلام محمد کے تین بھائی اور ہیں (۱) سلطان جو جس کے فرزندان غلام حسین و غلام نبی زیر تعلیم ہیں (۲) رحمان جو۔ جس کے حسب ذیل فرزند ہیں۔ محمد جبار۔ محمد علی۔ محمد عبداللہ (۳) غلام احمد ابھی خورد سال ہے۔ خواجہ غلام محمد کے فرزند کا نام عبدالغنی ہے۔ اور وہ بھی زیر تعلیم ہے۔ خواجہ غلام محمد کشتواڑ۔ کاغان اور علاقہ مظفر آباد میں جنگلات کی ٹھیکہ داری کا کام کرتے ہیں۔ خواجہ محمد جو نمبردار چھیلاڈھانگری اور خواجہ عزیز جو آپ کے چچا ہیں۔ خواجہ عزیز جو کے تین فرزند ہیں۔ رحمان جو۔ علی جو۔ غلام نبی۔ وہ سب زیر تعلیم ہیں۔ جلاس کا نمبردار خواجہ غلام نبی ہے۔ اور وہ بھی اسی خاندان سے ہے۔

رتنی پوری میر قوم کا خاندان

رتنی پورہ کشمیر کے علاقہ سے تین بھائی لطیف میر۔ کریم میر اور رمضان میر پہلے پونچھ تحصیل حویلی کے موضع اعظم آباد میں آئے۔ وہاں سے چھیلاڈھانگری میں چلے گئے۔ تجارت اور زراعت ان کا ذریعہ معاش تھا۔ لطیف میر کے دو فرزند تھے۔ کمال میر و جمعہ میر۔ ان میں اول الذکر کا

۱- غلام حسین میر ٹھیکہ دار سکنہ چھیلاڈ ہانگری منڈی پونچھ
۲- فضل میر عرف فجا میر ٹھیکہ دار سکنہ چھیلاڈ ہانگری منڈی پونچھ (درمیان میں)
۳- غلام الدین میر ٹھیکہ دار سکنہ چھیلاڈ ہانگری منڈی پونچھ

ایک لڑکا صمد میر ٹھیکہ داری کرتا ہے۔ اور دوسرے لڑکے احمد میر وغیرہ زمیندارہ کاروبار میں مصروف ہیں۔ جمعہ میر کے چار لڑکے ہیں۔ رستم میر جو لاولد ہے۔ حبیب میر جس کا ایک بیٹا شفیع محمد ہے اور زیر تعلیم ہے۔ فضل میر عرف فجا میر جو ٹھیکہ داری کرتا ہے۔ اس کے حسب ذیل پانچ فرزند ہیں۔ غلام حسین غلام دین۔ عبدالغنی۔ غلام نبی۔ غلام محمد۔ ان میں ۱ و ۲ ٹھیکہ داری کرتے ہیں۔ باقی زیر تعلیم ہیں۔ غلام حسین کے لڑکے کا نام عبدالکبیر ہے۔ اور وہ بھی پڑھ رہا ہے۔ میر محمد جمعہ میر کا چوتھا فرزند ہے۔ اس کے تین لڑکے ہیں۔ عبداللہ میر۔ طالب دین اور فقیر محمد اور تینوں زیر تعلیم ہیں۔

کریم میر کے تین فرزند تھے۔ رسل میر کے فرزندان صمد میر۔ احمد میر۔ اور عبداللہ میر ہیں صمد میر کے حسب ذیل چھ لڑکے ہیں۔ غلام حسین۔ خادم حسین۔ سید حسین۔ عبدالغنی۔ محمد شفیع۔ غلام نبی۔ اول الذکر یعنی غلام حسین ٹھیکہ داری کرتا ہے۔ باقی سب زیر تعلیم ہیں۔ صمد میر اپنی برادری میں سرکردہ اور معتبر ہے۔ عبداللہ میر کے بیٹے کا نام مقبول میر ہے۔ وہ ٹھیکہ داری کرتا ہے اور اس کا فرزند محمد دین زیر تعلیم ہے۔ احمد میر کے تین فرزند ہیں۔ حبیب میر۔ لعل دین۔ جلال دین اور تینوں زیر تعلیم ہیں۔

کریم میر کے دوسرے فرزند رحمان میر کے چار بیٹے ہیں۔ حبیب میر غفار میر۔ رسل میر۔ عبدالعزیز۔ ان میں رسل میر جو ٹھیکہ داری کا کام بھی کرتا ہے۔ اپنی برادری میں سرپنچ اور معتبر ہے۔ اس کا لڑکا عبدالعزیز اور اس کے دوسرے بھائیوں کے لڑکے زیر تعلیم ہیں۔

رمضان میر کا جو اپنے دوسرے برادران لطیف میر و کریم میر کے ہمراہ رتی پور سے آیا تھا۔ صرف ایک اکلوتا لڑکا جمعہ میر تھا جس کے تین فرزند

تھے۔ ولی محمد میر۔ رحیم میر۔ لسہ میر۔ ان میں ولی محمد خاں کے بھی تین ہی فرزند ہیں۔ شمس الدین۔ وزیر محمد۔ عزیز دین۔ رحیم میر کے چار بیٹے ہیں محمد عبد اللہ احمد میر۔ صمد میر۔ جلال دین۔ لسہ میر کے دو فرزند ہیں۔ عطا محمد و غلام محمد ان میں شمس الدین ٹھیکہ داری کا کام بھی کرتا ہے۔ اس کے لڑکے کا نام صدر دین ہے۔ وزیر محمد کے فرزند کا نام محمد دین۔ عزیز دین کے بیٹے کا نام محمد شفیع۔ عطا محمد کے لڑکے کا نام سلام دین ہے۔ اس خاندان کے پاس کافی اراضیات ہیں۔ اور تجارت کے علاوہ زراعت پر بھی ان کا انحصار ہے۔

میر قوم جیساکہ تاریخ اقوام کشمیر۔ تاریخ خواجہ اعظمی۔ تذکرہ ابرار کشمیر تاریخ حسن شاہ (قلمی) اور ویلی آف کشمیر میں درج ہے۔ مغل قوم سے نکلی ہے۔ اور کشمیر کی ممتاز ترین مغل اقوام میں شمار ہوتی ہے۔ اور اس کے زراعت پیشہ اور مغل ہونے کے متعلق عدالتی فیصلہ تاریخ اقوام کشمیر میں تفصیل سے درج ہے۔

پیر صاحبان موضع جالیاں علاقہ منڈی

اس خاندان کا تعلق حضرت بابا داؤد خاکی رح مصنف ورد المریدین و کتب متعددہ و خلیفہ اعظم حضرت مخدوم العالم شیخ حمزہ کاشمیری کے ساتھ ہے حضرت بابا داؤد خاکی کے اسلاف بایزید عاصمی کی اولاد سے تھے۔ اور بایزید حضرت عاصم بن حضرت عمر رضؓ کی ذریات سے تھے۔ حضرت بابا داؤد خاکیؒ کی مقدس زندگی کے حالات کشمیر کی مختلف تاریخوں میں درج ہیں۔ اپنے علمی اور دینی اور روحانی کمالات کی وجہ سے امام اعظم ثانی مشہور تھے۔ چنانچہ تاریخ کبیر کشمیر کے صفحہ ۱۵۷ پر درج ہے "و جمعے از عارفاں ایشاں را امام اعظم ثانی خطاب دادہ اند و بعضے گفتند کہ امام اعظم ثانی

دریں دیار ملقب بودند۔ آپ قریشی النسب تھے۔ اور گنائی الملقب۔ آپ کو سری نگر کشمیر کے سادات عظام کے خاندان نے لڑکی دی جیسا کہ تاریخ کبیر کشمیر کا مصنف صفحہ ۱۵۷ پر لکھتا ہے "صبیۂ صلبیہ حضرت میر سید میرک اندرابی در عقد تزویج ایشاں بودہ" ۲ ربیع صفر ۹۹۴ھ کو آپ وفات پا گئے۔

موضع جالیاں کے پیر صاحبان کے حالات سے جو آپ کی ذریات سے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت بابا داؤد خاکی کی چوتھی پشت کے بعد ایک بزرگ شیخ نور الدین خاکی موضع جالیاں واقعہ اعظم آباد علاقہ منڈھی میں تشریف لائے۔ ان کے تین فرزند تھے۔ احمد اللہ خاکی۔ محمد مومن خاکی۔ محمد اعظم آخر الذکر لاولد فوت ہو گئے۔ اور محمد مومن یہاں سے نامبلہ علاقہ اوڑی میں چلے گئے۔ ان کی اولاد وہیں موجود ہے۔ اور معافی دار ہے۔

پیر احمد اللہ خاکی کی اولاد سے راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں پیر محمد شاہ بڑے ذی عزت بزرگ تھے۔ وہ درباری کرسی نشین تھے۔ انہی کی بزرگی کے طفیل اس خاندان کے علاوہ اس علاقہ کے جملہ قریشیوں کو اب تک ترقی معافی چلی آتی ہے۔ اس خاندان کی پیری مریدی کا سلسلہ پونچھ اور کشمیر سے پنجاب تک پھیلا ہوا ہے۔ اس خاندان کے قابل ذکر افراد حسب ذیل بیان کیے جاتے ہیں۔ پیر سعد الدین ولد پیر محی الدین۔ پیر علاؤ الدین۔ پیر بہاؤ الدین پیر عزیز دین پسران پیر سراج دین خاکی۔ پیر امیر الدین و پیر سیف الدین پسران پیر قطب الدین۔ پیر محمد یٰسین۔ پیر جلال الدین۔ پیر صدر الدین۔ پیر ضیاء الدین پیر تاج الدین۔ پیر شمس الدین۔ پیر بدر الدین۔ یہ سب لوگ اراضیات کے مالک بھی ہیں۔ اور علاقہ کے لوگ اس خاندان کا احترام کرتے ہیں۔

فصل سوم

مفصلات پونچھ کے بعض کشامرہ

دربک تحصیل سدہنتی کا لون خاندان

ڈوگرہ حکومت کشمیر کے ابتدائی ایام میں بمقام ڈانگر پورہ تزبل سوپور سبحان لون نام ایک زمیندار تھا۔ وہ ایک فرزند کمال لون نام چھوڑ کر عین شباب میں انتقال کر گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کی بیوہ نے ایک شخص شعبان وائیں کے ساتھ نکاح کر لیا۔ شعبان وائیں کشمیر سے پونچھ کے موضع نندرائی (تحصیل باغ) میں آ گیا۔ اور وہیں کچھ زمین حاصل کر کے کھیتی باڑی کا کام کرنے لگا۔ سبحان لون مرحوم کا ایک رشتہ دار محمد تیر نام تحصیل سدہنتی کے موضع دربک میں رہتا تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ سبحان لون کی بیوہ نے شعبان وائیں کے ساتھ نکاح کر لیا ہے۔ اور اس سے کچھ اولاد بھی ہوئی ہے۔ اور سبحان لون کا فرزند کمال لون بھی شعبان وائیں کے پاس ہی ہے۔ تو وہ نندرائی جا کر کمال لون کو اپنے ساتھ لے آیا۔ وہ اولاد نرینہ سے محروم تھا صرف اس کی چند لڑکیاں تھیں۔ ایک لڑکی کا نکاح اس نے کمال لون کے ساتھ کر کے اس کو خانہ داماد بنا لیا۔ اور ایک لڑکی شرف ماگرے نام ایک شخص کو دیدی۔ اور اپنی کل زمین ان دونوں دامادوں کے نام نصف نصف بانٹ دی۔

کمال لون کے تین فرزند تھے۔ ایک نائک جمال دین۔ دوسرا رحمان لون۔ تیسرا شعبان لون۔ پہلے دونوں بھائی جنگ عظیم میں بصرہ اور عراق عرب تک پہنچے جمال دین توپ خانہ میں اور رحمان سفرمینا پلٹن میں ملازم تھا۔ رحمان تو لڑائی ہی

میں مارا گیا۔ اور جمال دین جو نائیک ہو گیا تھا۔ گھر آکر کچھ عرصہ کے بعد انتقال کر گیا
اس کے دو فرزند ہیں۔ یعقوب خاں عمر ۴۲ سال وابراہیم خاں بعمرہ ۴۰ سال۔
یعقوب خاں کے ہاں اولاد نرینہ نہیں ہے۔ صرف ایک شیر خوار لڑکی ہے۔ اور ابراہیم
کے ہاں دو فرزند امیر حسن وامیر حسین نام موجود ہیں۔ اور سب موضع دریک میں
رہتے ہیں۔ کمال لون کی اولاد سے تحصیل سدہنتی میں صرف ۴ گھر اور بیس نفوس
اور تحصیل باغ میں قریباً ۲۰ نفوس موجود ہیں۔

موضع نندرائی میں بھی لون قوم کے مندرجہ ذیل اشخاص موجود ہیں۔ حبیب جو
اکبر جو۔ رستم جو۔ قاسم جو ولد صمد جو خلف غفور جو۔ غفور جو کے والد کا نام ستار جو
اور ستار جو عدل جو لون کا بیٹا تھا۔ یہ خاندان بھی ڈانگر پورہ ہی سے نندرائی میں
آیا ہے یہ سب لوگ زراعت پیشہ ہیں۔

لون ایک راجپوت اور جنگ جو قوم ہے۔ جیسا کہ گورنمنٹ جموں و کشمیر
کی رپورٹ مردم شماری ۱۸۹۱ء میں صفحہ ۱۴۵ پر لکھا ہے کہ "پرے اور لون کشمیر
کی مسلمان قوموں میں جو قبیلے راجپوت تھے" لون طبقہ کشمیر کی تاریخ میں جو سیاسی
اقتدار حاصل کر چکا ہے۔ اس کا مفصل ذکر تاریخ اقوام کشمیر کے صفحات ۲۸۰ تا ۲۹۶
میں درج ہے۔

نندرائی تحصیل باغ کا دائیں قبیلہ

دریک تحصیل سدہنتی کے لون قبیلہ کے ذکر میں شعبان دائیں کا ذکر آچکا ہے
وہ ڈانگر پورہ سے موضع نندرائی میں آکر آباد ہو گیا۔ اس نے ڈانگر پورہ کی ایک بیوہ
عورت کے ساتھ جو کمال لون کی والدہ تھی۔ نکاح کر لیا تھا۔ اس بیوی سے اس
کے ہاں دو فرزند پیدا ہوئے۔ بڑا رحمان جو چھوٹا احمد جو۔ رحمان جو جوان ہو کر
پھر ڈانگر پورہ چلا گیا۔ اور وہیں آباد ہو گیا۔ احمد جو

زمینداری ہی میں رہا۔ اس کے تین فرزند اور تین بیٹیاں تھیں۔ اس کی ایک لڑکی کمال لون کے فرزند جمال دین لون کے ساتھ بیاہی گئی۔ جو یعقوب اور ابراہیم کی والدہ ہے۔ احمد جو کے فرزندوں کے نام حسب ذیل ہیں۔ محمد جو متوفی۔ خواجہ کریم بخش۔ قادر جو۔ ان کا کاروبار بھی زمینداری ہی ہے۔ اور سب زمینداری میں رہتے ہیں۔ تحصیل سدہنتی اور تحصیل باغ کے متذکرہ صدر لون اور وائیں قبیلوں میں علم کا بہت کم شوق ہے۔

میر عرف وائیں خاندان علاقہ دھمنی

بہت عرصہ گذرا۔ سوپور کے محلہ سنگرام پورہ میں کشمیر کی مغل اقوام کی ایک مشہور اور معزز گوت میر کا خاندان رہتا تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس خاندان کے کسی بزرگ نے ایک وائیں دوکاندار کی دوکان اپنے قرضہ میں خرید لی۔ اور وہ دوکان چونکہ مقروض ہی کے نام سے موسوم تھی۔ اس لئے ایک دوسرے خاندان میں منتقل ہونے کے باوجود وہ وائیں کی دوکان ہی کے نام سے مشہور رہی یہاں تک کہ اس بزرگ کی اولاد بھی میر گوت کی بجائے وائیں کے نام ہی سے زبان زد عوام ہو گئی۔

اس شاخ میں خواجہ عثمان جو ایک نامی شخص تھا۔ اس کے فرزندوں میں سے خواجہ عبدالغفار پونچھ کی تحصیل باغ میں چلا آیا۔ وہاں اس کی چار پشتیں ہوئیں۔ چوتھی پشت سے خواجہ عبدالستار ولد خواجہ مقیم علاقہ دھمنی میں چلے آئے خواجہ عبدالستار کے دو فرزند تھے۔ خواجہ اعظم و خواجہ جمال۔ چونکہ ان کی اراضیات تحصیل باغ کے مواضعات ڈھلی اور سماہنج اور راسی کوٹ میں تھیں اور عبدالستار اپنے زمانہ میں کاردار کہلاتے تھے۔ اس لئے فرزندوں سمیت کبھی کبھی وہاں جایا کرتے تھے۔ اور آخر وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد ان کے دونوں فرزند بھی

یکے بعد دیگرے وہیں وفات پا گئے۔ چنانچہ تینوں کی قبریں موضع ڈھلی میں موجود ہیں

خواجہ اعظم کے پانچ فرزند تھے۔ خواجہ احمدا۔ خواجہ عمرا۔ خواجہ لالہ۔ خواجہ فضل خواجہ شکر دین۔ ان میں خواجہ احمد کی اولاد میں سے محمد رد خش۔ مکھن وکالا جو احمدا کے پوتے ہیں۔ موجود ہیں۔ خواجہ عمرا پانچ فرزندوں کا باپ تھا۔ جن میں تین نور (لاولد) اور ولی محمد اور منور وفات پا چکے ہیں۔ اور عبدالحسین اور قادر بخش زندہ ہیں۔ اور دونوں اپنی برادری میں سرکردہ ہیں۔ ان بھائیوں کی اولاد حسب ذیل ہے۔ فرزندان ولی محمد۔ مہندو و محمد حسین۔ فرزندان منور۔ گل حسین۔ حسن دین۔ رکھماں۔ فرزندان قادر بخش۔ محمد افضل و منشی عبدالحسین ولد خواجہ عمرا کے ہاں بساکھ ۱۹۹۳ء میں خدا نے ایک لڑکا دیا ہے۔

لالہ کے فرزندوں میں فقیر محمد دجمعہ اور اس کے بھائی موجود ہیں۔ فضل کے دو فرزند ہیں۔ قاسم علی و محمدا۔ قاسم علی کے بھی دو بیٹے ہیں۔ شہاد داور بخی محمد جو خورد سال ہیں۔ شکر دین کی اولاد سے شرف دین۔ پنو۔ خواجہ پلا اور اکبر اس برادری میں قابل ذکر ہیں۔

خواجہ عمرا راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں گذرا ہے۔ وہ لکڑی کا ٹھیکہ دار تھا۔ اور صاحب ثروت اور بارسوخ شخص تھا۔ کہتے ہیں۔ کئی آدمی اس کے پاس ملازم تھے۔ اس کے فرزندوں کے پاس قریباً تین سو کنال اراضی بطور حق ساہی موجود ہے۔ جن میں قادر بخش موضع تراڑ میں ایک سو کنال کا علیحدہ مالک ہے۔

اس خاندان کے کئی ایک رشتہ دار سرکار انگریزی کی فوج میں ملازم ہیں۔ جن میں قادر بخش کا داماد جمعہ خاں پشاور کی ۸۲ پلٹن میں حوالدار اور ولی محمد کا داماد فقیر محمد بٹ حوالدار پنشنر ہے۔ فقیر محمد کا بھائی محمد خاں توپ خانہ میں ملازم ہے۔ جو عنقریب جمعداری کے رینک میں جانے والا ہے۔ علی محمد ولد قاسم کا ایک عزیز

دوست محمد ولد خدا بخش پلٹن ع۲ پنجابی میں ملازم تھا۔ اب پنشن پر ہے۔ اور صمد ولد فتا کا ایک عزیز ولی محمد ولد دین محمد میر پلٹن ع۹ جاٹ میں ملازم ہے۔

خواجہ اعظم کے بھائی خواجہ جمال کے دو فرزند تھے۔ فقیر اور فتا۔ فتا فرسٹ بٹالین میں نوکر تھا۔ اور فوجی انگریزوں کے بچوں کو کوہ مری میں چاند ماری سکھایا کرتا تھا۔ پچیس سال کے بعد پانچ سو روپیہ انعام لے کر ریٹائر ہو گیا۔ فقیر کی اولاد سے علی محمد۔ صمد اور سلطان محمد قابل ذکر ہیں۔

جب اس علاقہ میں یہ خاندان آیا ہے۔ تو زمینیں تو تو بنجر تھیں۔ اس نے اپنی ذاتی محنت سے ان بنجر اور بے آباد زمینوں کو کاشت کے قابل بنایا ہے۔ یہ سب برادری زراعت پیشہ ہے۔ چند ایک پونچھ سے باہر ملازم بھی ہیں۔ افسوس ہے۔ تعلیم ان میں صفر کے برابر ہے۔ البتہ ان کے چھوٹے بچے اب زیر تعلیم ہیں۔

اس خاندان کے پیر اب بھی سوپور ہی سے آتے ہیں۔ جن کا نام پیر غلام محمد خلف پیر عبد الغنی بابا ہے۔ ایک کاغذ جو ۲۳ ربیع الثانی ۱۲۹۹ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور جس پر "مقبول شاہ خانقاہ فیض پناہ" کے علاوہ اور کئی اصحاب کے دستخط اور ان کی مواہیر ہیں لکھا ہے۔ کہ "اعظم جو ولد خواجہ عبد الستار خلف خواجہ مقیم از اغنیائے قصبہ سوپور متوطن محلہ سنگرام پورہ صاحب ثروت ــــ" ان الفاظ سے اس خاندان کے اسلاف کی ثروت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اس خاندان کے رشتے ناطے بالعموم اپنی برادری ہی میں ہوتے ہیں۔

بابا قریشی

بابا کے لفظ کے متعلق تاریخ اقوام کشمیر کے صفحات ۳۴۶ تا ۳۴۹ میں تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ مختصر یہ ہے۔ کہ بابا کشمیر میں کسی خاص قبیلہ کا

نام نہ تھا بلکہ یہ عرف عام تھا۔ اور جس کے اعمال صالحہ اور افعال شائستہ ہوتے وہ بابا کہلاتا تھا۔ کشمیر کی تاریخوں میں اکثر مشائخ و سادات کے ساتھ بابا کا لفظ درج ہے جو ان کی بزرگی و فضیلت کا مظہر ہے۔

کشمیر کے اس طبقہ میں جو بابا کہلاتا ہے، مسلمانوں کی قریباً تمام اقوام بٹ، گنائی، سید، قریشی، افغان وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت مخدوم شیخ علی ہجویری عرف داتا گنج بخش لاہوری لفظ بابا کی نسبت لکھتے ہیں۔ "بابا شیخ کلاں را گویند" شیخ کلاں سے مراد بڑی عمر کا بزرگ بھی ہے۔ اور شیخ الشیوخ بھی۔ الغرض یہ ایک نہایت قابل تعظیم لفظ ہے۔

کشمیر میں جو اقوام بابا کہلاتی ہیں۔ ان کی گوتوں اور ذاتوں کی تہ تک اگر پہنچا جائے۔ تو ان میں سے کئی ایک مغل، قریشی، افغان اور شیخ وغیرہ نکلیں گی۔ اسی طرح کشمیر میں آج سے قریباً ڈیڑھ سو سال پیشتر ایک قریشی خاندان اپنے اعمال صالحہ اور افعال شائستہ کی وجہ سے بابا کہلاتا تھا اسی خاندان میں سے بابا خلف عت بابا کے دو فرزند محمد بابا قریشی و صد بابا قریشی پونچھ کے علاقہ پرل کے موضع دربک میں آئے۔

اس خاندان کے زہد و اتقا کی وجہ سے کشمیر میں اس کے ارادتمندوں کی کافی تعداد تھی۔ علاوہ ازیں درس تدریس بھی اس خاندان کا خاص علمی شغل تھا۔ لیکن پونچھ کی سرزمین میں داخل ہوتے ہی انہوں نے کاشتکاری شروع کر دی۔ اور جنگل کاٹ کر کئی نئی اراضیات پیدا کیں۔ محمد بابا کے دو فرزند تھے۔ احمد بابا و فضلدین۔ یہ بھی زراعتی کاروبار میں اپنے باپ اور چچا کے معاون رہے۔ اور اسی زراعت کاری کی وجہ سے بندوبست ۱۹۶۲ء میں حق اسامی آئینی طور پر بھی ان کو حاصل ہو گیا۔ احمد بابا ۱۹۱۵ء میں چار فرزند منشی غلام نبی مرحوم سال وفات ۱۹۱۷ء (لاولد) منشی امیر الدین

صمد بابا اور عبدالعزیز مرحوم (لاولد) چھوڑ کر انتقال کر گئے۔ منشی امیرالدین قریشی کچھ تعلیم حاصل کرنیکے بعد برٹش افسر میسوں میں آبداری اور میس ٹھیکہ داری کا کاروبار کرنے لگے۔ اور اب تک کر رہے ہیں۔ اور اس میں خوب ماہر ہیں۔ آپ کے دو فرزند ہیں فرزند اول نصیرالدین (پیدائش ۱۹۲۲ء) جو زیر تعلیم ہے۔ دوسرا بشیرالدین (پیدائش ۱۹۳۴ء)

صمد بابا جو احمد بابا کے تیسرے فرزند ہیں۔ زمینداره کام کرتے ہیں ان کا ایک ہی فرزند مخطوب نبی (پیدائش ۱۹۳۳ء) ہے۔ احمد بابا کے بھائی فضل دین کے تین فرزند ہیں (۱) مقبول بابا مرحوم لاولد (۲) مخطوب نبی جو پیدائشی مجذوب فقیر ہے۔ اس وقت اسکی عمر ۲۶ سال کی ہے (۳) محمد امیر بابا جو ملازمت پیشہ ہے۔ اور علاقہ انگریزی میں برٹش افسروں کے ہاں ملازمت کرتا ہے۔ فضل دین تعلیم حاصل کرکے زمینداره سے بے نیاز ہو گئے۔ وہ سلام آباد اوڑی میں جاکر لڑکوں کو اسلامی تعلیم دیتے رہے اور وہیں ۱۹۱۱ء میں فوت ہو گئے۔ محمد بابا کے بھائی صمد بابا کی شاخ سے صرف ایک لڑکا محمد بابا موجود ہے جس کے دو فرزند ہیں۔ اور یہ شاخ بدستور زمینداره کاروبار میں مصروف رہتی ہے۔

اس برادری کے لوگ کاشتکاری کے علاوہ پیری مریدی اور اسلامی درس تدریس کا کام بھی کرتے ہیں۔ ان کی رشتہ داریاں بٹ۔ وانی۔ ڈار وغیرہ کاشمیری اقوام کے ساتھ ہوتی رہتی ہیں۔ موضع دریک علاقہ پرل میں اس برادری کے صرف چار پانچ گھر ہیں۔ جن میں بیس بائیس سے زیادہ نفوس نہیں ہیں۔

ڈار قوم پھلیاں برہمپورہ سدھنتی

بلندری (تحصیل سدھنتی) کے متصل ایک گاؤں برہمپوره وپھلیان کے نام سے ہے۔ جب مہاراجہ شیر سنگھ خلف مہاراجہ رنجیت سنگھ بزمانہ شہزادگی کشمیر کے گورنر تھے۔ تو کشمیر میں ایک عظیم قحط پڑا تھا۔ اُسی قحط کے ایام میں سلام آباد کا ایک شخص صمد ڈار پونچھ کی مشہور زیارت "علی پیر صاحب" میں آکر ٹھہرا جہاں

سے چند برس قیام کے بعد وہ کھیلیاں میں جاکر آباد ہو گیا۔ اس کی اولاد سے اب وہاں چالیس گھر آباد ہیں۔ ان میں کچھ زراعت کرتے ہیں۔ کچھ زراعت کے علاوہ معماری کا کام بھی کرتے ہیں۔ اور پونچھ سے باہر بھی لاہور وغیرہ مقامات پر جاتے ہیں۔ تعلیم کا اس قوم میں فقدان ہے۔ اس برادری میں چوہدری کرم الٰہی ولد فرمانہ ڈار اور مستری فیروزالدین ولد کالو ڈار قابل ذکر ہیں۔ ان کے رشتے ناطے کشمیر کی دیگر اقوام راتھر۔ ملک۔ بٹ۔ میر۔ وانی۔ شیخ وغیرہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔

ڈار قبیلہ مواضعات کالہ مولہ و چور متصل ارجہ

شہزادہ شیر سنگھ خلف مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ نظامت کشمیر میں سوئی بگ تحصیل بڈگام کا ایک زمیندار یعقوب ڈار نام ترک وطن کر کے پونچھ آیا۔ اس کے دو فرزند تھے۔ لسہ ڈار و سبحان ڈار۔ وہ راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں وفات پا گئے۔ سبحان ڈار کی اولاد تحصیل حویلی کے موضع کالہ مولا میں آباد ہے۔ اس کے فرزندوں کے نام حبیب ڈار و کریم ڈار ہیں۔ اور ان دونوں کی اولاد موجود ہے۔

لسہ ڈار کے تین فرزند ہیں۔ درویش ڈار اور صمد ڈار۔ اوّل الذکر کے فرزند کا نام علی ڈار اور ثانی الذکر کے فرزند کا نام عبداللہ ڈار ہے۔ اور یہ بھی کالہ مولہ میں آباد ہیں۔ لسہ ڈار کے تیسرے فرزند کا نام رحمان ڈار ہے۔ اس کے دو فرزند ہیں (۱) سلام ڈار متوفی جس کا بیٹا شبیر احمد ڈار اچھا سنجیدہ آدمی ہے۔ دوسرے فرزند کا نام عبداللہ ڈار ہے۔ جو اپنی برادری میں سرکردہ متصور ہوتا ہے۔ اس کا ایک فرزند محمد ایوب نام ہے۔

اپنی برادری کے علاوہ اس برادری کا رشتہ ناطہ چند معزز مقامی اقوام کے ساتھ بھی جاری ہے۔ یہ برادری زراعت پیشہ ہے۔ اور کاغذات بندوبست میں ڈار کے نام سے درج ہے۔

باب دہم

پونچھ کے ہندو اور سکھ

خاندان گلیریہ راجپوت

گلیریہ راجپوتوں کا اصل مرکز و منبع علاقہ گولیر ضلع کانگڑہ ہے۔ یہ جیکاریہ یعنی درجہ اول کے ڈوگرہ راجپوت چندر بنسی ہیں۔ اور پنجاب کی سب سے قدیم اور کسی زمانہ میں نہایت زبردست سلطنت کانگڑہ کے ٹکہ راجہ ہری چند بانئے ہری پور گلیر کی اولاد سے ہیں۔ اور اسی واسطے گلیریہ کہلاتے ہیں۔

مہابھارت کے زمانہ میں اس کی عنان حکومت راجہ سوسرم چند کے ہاتھ میں تھی۔ کانگڑہ کا مشہور بہادر فرقہ کٹوچ راجہ ہری چند کے چھوٹے بھائی راجہ کرم چند کی اولاد سے ہے۔ اس لحاظ سے گلیریہ اور کٹوچ آپس میں ایک ہی برادری

سلسلہ یہ راجہ۔ راجہ ہری چند کا پڑپوتا تھا۔ بعض اس کو سوبرن چند بعض سپورن بعض سوپرم چند بھی لکھتے ہیں۔ راجہ سوسرم چند کے چار بیٹے تھے۔ انہی میں ایک راجہ مول چند عرف بلبلیو چند بھی تھا۔ جو راجہ نورپور کے خوف سے بھاگ کر کشمیر میں اپنے پھوپھا مہاراجہ جے سنگھ کے پاس چلا آیا تھا۔ جہاں وہ سپہ سالار افواج ہو گیا۔ اور ایک مدت تک اس کی اولاد ہندو مہاراجگان کشمیر اور مسلمان سلاطین کشمیر کے عہد میں اعلیٰ فوجی عہدوں پر ممتاز رہی۔ مسلمانان کشمیر کی رینہ قوم اسی راجہ مولچند کی ذریات سے ہے۔

ہیں۔ خاندانی عظمت اور تاریخی شہرت کے لحاظ سے ضلع کانگڑہ کے تمام راجپوتوں میں گلیریہ فرقہ ممتاز درجہ پر گنا جاتا ہے۔

پونچھ کے زیر تذکرہ گلیریہ خاندان کا اصلی قدیم وطن علاقہ گولیر کا ایک قصبہ نگروٹہ سوریاں ہے۔ جہاں یہ خاندان اب تک آباد ہے۔ ریاست مذکور کا عہدۂ وزارت اس خاندان کا موروثی حق سمجھا جاتا تھا۔ اور پہلے وزیر کی وفات پر نیا وزیر اس کا لڑکا ہی مقرر کیا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے یہ خاندان۔ خاندان وزیراں کے نام سے اب تک مشہور چلا آتا ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں ریاست گولیر پر راجہ بھوپ سنگھ راج کرتا تھا ۱۸۷۷ب مطابق ۱۸۲۰ء میں مہاراجہ نے اس کو لاہور بلوا کر اس کی ریاست پر قبضہ کر لیا۔ اسی غم میں یہ بزرگ راجہ انتقال کر گیا۔ اور اس کی وفات کے ساتھ ہی ریاست گولیر کی خود مختار ہستی کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔ اور ریاست کی ضبطی کے ساتھ ہی اس خاندان کی وزارت کا سلسلہ بھی جاتا رہا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ والئے جموں و کشمیر نے جو خود بھی راجپوت تھے۔ اور بہادر اور خاندانی راجپوتوں کے قدر دان تھے۔ آخری وزیر کی وفات پر اس کے دو ہونہار فرزندوں میں سے میاں امرتا سنگھ کو نائب کاردار (وزیر وزارت) ضلع کٹھوعہ اور چند سال کے بعد میاں سوبھا سنگھ کو ان کے خاندانی لحاظ کی وجہ سے اپنے دربار میں بطور مصاحب ملازم رکھ لیا۔

۱۹۰۷ب میں مہاراجہ گلاب سنگھ کے حکم اور منشاء کے ماتحت ان دونوں بھائیوں کی ہمشیرہ کی شادی راجہ موتی سنگھ والئے پونچھ کے ساتھ کر دی گئی۔ اور ۱۹۱۱ب میں راجہ موتی سنگھ ملکی انتظام کے سلسلہ میں جموں دربار سے ان دونوں بھائیوں کو اپنے ہمراہ پونچھ لے آئے۔ چنانچہ اس وقت سے یہ خاندان

پونچھ میں آباد چلا آتا ہے۔

راجہ موتی سنگھ نے میاں امرتا سنگھ اور میاں سوبھا سنگھ کو باختیار تحصیلدار بنایا۔ اور ان کے منجھلے بھائی میاں رتن سنگھ کو جو ایک خوبصورت وجیہہ جوان تھا۔ اپنا اے۔ ڈی۔ سی مقرر کیا۔ میاں رتن سنگھ راجہ صاحب کا بڑا منظور نظر تھا۔ لیکن افسوس موت نے عین عالم جوانی میں اس کا خاتمہ کر دیا۔

ان مدبر بھائیوں نے ایک غیر آئینی علاقہ کو باضابطہ ریاست بنانے اور علاقہ کی حد بندی۔ تقسیم پرگنہ جات۔ تعیّن مالیہ اور وصولنے ٹھیکہ میں حکومت کو بڑی مدد دی۔ تھکیالہ پڑاوہ۔ مہنڈر۔ سوہرن۔ صدر پونچھ اور باغ کی پرانی تحصیلوں کی عمارات ان کی اپنی تعمیر کردہ اب تک موجود ہیں۔

ان کے بعد میاں امرتا سنگھ کے قابل فرزندان میاں رام سنگھ و میاں چھنک سنگھ عرصہ دراز یعنی ۱۹۵۵ء ب و ۱۹۶۲ء ب تک تحصیلداری کے عہدوں پر رہے۔ ٹھاکر سوہن سنگھ تحصیلدار حویلی میاں رام سنگھ ہی کے صاحبزادے ہیں۔ میاں سوبھا سنگھ کا پسر اکبر میاں سندر سنگھ ۲۴ سال تک جمعدار ملٹری رہ کر ۱۹۸۲ء ب میں پنشن پر ریٹائر ہوا۔ ان کے چھوٹے بھائی ٹھاکر گلاب سنگھ ہیڈ کانسٹیبلی سے ترقی کرتے ہوئے انسپکٹری تک پہنچے۔ اور بالآخر پولیس کے قائم مقام ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔ اور ۳۷ سال کی اعلیٰ پولیس سروس کے بعد ۱۹۸۹ء ب میں پنشن پر آ گئے۔ میاں رتن سنگھ اے۔ ڈی۔ سی کے دو لڑکے ہیں۔ بڑا میاں نجر سنگھ جو ملٹری سروس میں صوبیداری تک پہنچے۔ اور ۴۰ سالہ سروس کے بعد اب ۱۹۸۱ء ب سے پنشن پر ہیں۔ چھوٹے کا نام ٹھاکر نہال سنگھ ہے۔ وہ

ٹھاکر چتر سنگھ گلیریہ مصنف "مختصر تاریخ پونچھ" (کشمیر)

عرصہ دراز تک بطور ریٹائرڈ انسپکٹر جنرل پولیس جموں و کشمیر ملازمت کرنے کے بعد ۱۹۹۰ء سے پنشن پر ہیں۔

ٹھاکر گلاب سنگھ کا پسر اکبر ٹھاکر چیتر سنگھ سری راجہ صاحب بہادر پونچھ کی پرسنل جائداد واقعہ راولپنڈی کا کئی سالوں سے منتظم ہے۔ اپنی گیارہ سالہ سروس میں ٹھاکر چیتر سنگھ نے راجہ صاحب پونچھ کی جائداد کو خوب ترقی دی ہے۔ راجہ دھیان سنگھ کا بنگلہ واقعہ امرت سر دربار صاحب جو تقریباً ایک سو سال سے پونچھ کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ محض ان کی کوششوں سے راجہ صاحب بہادر کو واپس مل گیا ہے۔

ٹھاکر چیتر سنگھ نہایت علم دوست ہیں۔ اہل علم کے قدردان ہیں۔ علم تاریخ سے آپ کو خاص دلچسپی ہے۔ آپ نے پونچھ کی ایک مختصر سی تاریخ بھی لکھی ہے جو ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ گلیریہ خاندان کی پون صدی کی مسلسل اور گراں قدر خدمات کا ریکارڈ نہایت شاندار ہے۔ ایسے معزز اور وفا شعار خاندانوں کی حکومت پونچھ جس قدر بھی قدر افزائی کرے کم ہے۔

خاندان جموال راجپوت

ٹھاکر نیتر سنگھ کے دادا ٹھاکر دھیان سنگھ کو مہاراجہ گلاب سنگھ نے تھانہ بارل (پونچھ) میں تھانہ دار مقرر کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ٹھاکر خزان سنگھ اسی تھانہ میں ۴۰ سال تک تھانہ دار رہے۔ راجہ موتی سنگھ اور راجہ بلدیو سنگھ دونوں فرمانرواؤں نے ہمیشہ ان کی پرورش کا خاص خیال رکھا۔ بلکہ اسی موضع میں راجہ موتی سنگھ نے ان کو جاگیر بھی عطا کی۔ جو بندوبست میں نسلاً بعد

نسلاً ان کے نام بحال رکھی گئی۔ ٹھاکر خزان سنگھ کے ۶ فرزند تھے۔ ٹھاکر دلیہ سنگھ۔ ٹھاکر رویل سنگھ۔ ٹھاکر بساوا سنگھ۔ ٹھاکر کور سنگھ۔ ٹھاکر مہنت سنگھ۔ ٹھاکر نیتر سنگھ۔

ٹھاکر دلیہ سنگھ پونچھ پلٹن میں صوبیدار تھے۔ ان کا لڑکا وریام سنگھ تحصیل مہنڈر میں سپاہی پولیس ہے۔ ٹھاکر رویل سنگھ پولیس پونچھ میں ڈپٹی انسپکٹر کے عہدہ پر تعینات تھے۔ ٹھاکر بساوا سنگھ کے دو لڑکے ہیں (۱) ٹھاکر پریم سنگھ گورمنٹ جموں و کشمیر کے ملٹری سکرٹری کے دفتر میں کلرک ہے۔ اور دوسرا لڑکا گھر کا کاروبار کرتا ہے۔ ٹھاکر بساوا سنگھ پونچھ میں خزانچی تھے۔ اب کچھ سات سال سے پنشن پر ہیں۔ ٹھاکر کور سنگھ کو سرداری کا خطاب بھی ہے۔ وہ درباری کرسی نشین بھی ہیں۔ آپ کے چھ لڑکے ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے ٹھاکر وکیل سنگھ بی۔ اے جموں ملٹری میں لفٹنٹ ہیں۔ ان سے چھوٹے ٹھاکر زمین سنگھ بھی گورنمنٹ ملٹری سروس میں ہیں تیسرے صاحبزادے ٹھاکر نصیب سنگھ ایف۔ اے کلاس میں زیر تعلیم ہیں۔ دو اور لڑکے ہیں۔ وہ چھوٹی جماعتوں میں پڑھ رہے ہیں۔

ٹھاکر خزان سنگھ کے پانچویں فرزند ٹھاکر مہنت سنگھ گھر کے زمیندارہ کاروبار میں مصروف رہتے ہیں چھٹے فرزند ٹھاکر نیتر سنگھ ۲۵ سال سے محکمہ جنگلات میں ملازم ہیں۔ اور اس وقت تحصیل مہنڈر میں ترنج افسر ہیں۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ ٹھاکر پنجاب سنگھ جو ملٹری ٹریننگ پاس کر کے اس وقت پونچھ ملٹری میں میجر ہیں۔ دوسرا لڑکا ٹھاکر باج سنگھ تھرڈ مڈل میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

اس خاندان کی خدمات کے لحاظ سے موجودہ والئے پونچھ راجہ جگت دیو سنگھ

بہادر نے بھی غمسکار گاہ سے بہت سی زمین عطا کی ہے۔
آپ کا خاندان جموال راجپوت ہے۔ جموں وکشمیر اور پونچھ کا حکمران خاندان بھی جموال ہی ہے۔

کشمیری پنڈتوں کے خاندان

خاندان پنڈت جانکی ناتھ زتشی۔ سنہ ۱۹۰۹ ب میں جب راجہ موتی سنگھ فرمانروائے پونچھ کی حیثیت سے پونچھ تشریف لائے۔ تو منجانب حکومت جموں و کشمیر آپ کے دربار میں پنڈت زنار دھن جوتشی کو جو سری نگر کے ایک معزز خاندان سے تھے۔ بطور معتمد دربار پونچھ میں مقرر کیا گیا۔ آپ کے برادران حقیقی اور دیگر رشتہ داروں کی اولاد ہنوز سری نگر کے محلہ جبہ کدل میں موجود ہے۔ اور آپ کی جائداد بھی بصورت سکنی مکانات سرینگر میں آپ کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔
زتشی کی وجہ تسمیہ اور اس خاندان کے معزز افراد (مقیم پنجاب و یو۔پی و کشمیر وغیرہ) کا ذکر تاریخ اقوام کشمیر میں تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔
پنڈت جنار دھن زتشی معتمد دربار اعلیٰ کے تین فرزند حسب ذیل تھے۔
(۱) پنڈت لچھمن جو زتشی جو اپنے زمانہ میں نہایت خدا دوست بزرگ تھے۔ (۲) پنڈت کشن جو زتشی جو چیف فارسٹ افسر و گورنر بھی رہ چکے تھے (۳) پنڈت مادھو لعل زتشی جو راجہ موتی سنگھ اور ان کے بعد ان کے فرزند سر راجہ بلدیو سنگھ کے میر منشی اور وزیر خاص تھے۔
یہ تینوں بھائی صاحب اقبال ہونے کے علاوہ صاحب اولاد بھی تھے۔
پنڈت لچھمن جو کے فرزند کا نام پنڈت گنیش داس تھا۔ آپ سر راجہ بلدیو سنگھ کے

مشیر خاص تھے۔ آپ کے مندرجہ ذیل تین فرزند ہیں (۱) پنڈت امیر چند رینج افسر جنگلات (لاولد) پنڈت سروپ چند جو محکمہ اکونٹ میں کلرک تھے۔ آپ کے دو فرزند ہیں (۱) پنڈت اونکار ناتھ کلرک وزارت آفس (۲) پنڈت دوارکا ناتھ زیر تعلیم۔ پنڈت گنیش داس کے تیسرے فرزند کا نام پنڈت کاشی ناتھ ہے۔ وہ محکمہ جنگلات میں ہیڈ کلرک ہیں۔ لسہ ناتھ آپ کا لڑکا زیر تعلیم ہے۔

پنڈت کشن جو زتشی کے دو فرزند تھے (۱) پنڈت آفتاب جو سر دفتر محکمہ جنگی و دفتر معلی تھے۔ آپ کے صاحبزادے پنڈت جانکی ناتھ زتشی پونچھ میں اسسٹنٹ اکونٹ افسر ہیں (۲) پنڈت مکند رام زتشی جو جنرل محافظ دفتر تھے۔ آپ کے فرزند پنڈت ہری چند وزیر صاحب پونچھ کے پیشکار ہیں۔

پنڈت مادہو لعل زتشی میر منشی کے دو فرزند تھے۔ دوسرا فرزند پنڈت شمبھو ناتھ تو صغر سنی ہی میں انتقال کر گیا۔ فرزند اول پنڈت بشن جو سر راجہ بلدیو سنگھ آنجہانی کے پرائیویٹ سکرٹری تھے۔ آپ کی یادگار آپ کے دو فرزند ہیں (۱) پنڈت شام لعل جو محکمہ کسٹم میں کلرک ہیں (۲) پنڈت گوپی ناتھ جو قسٹ پرمٹ اکسپرٹ بلا لیس ہیں۔

اس خاندان کے اسلاف حکومت پونچھ کی خدمات وفاداری و جانفشانی کے ساتھ سر انجام دیتے رہے ہیں۔ خصوصاً تنازعہ حد براری میں جو برسوں تک دربار کشمیر و پونچھ کے مابین رہا ہے۔ آپ کے بزرگوں کی اعلیٰ خدمات نے ہمیشہ حکومت پونچھ سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔

راقم الحروف نے پنڈت گنیش داس اور پنڈت مادہو لعل کے آخری ایام میں ان کا عروج دیکھا ہے۔ اللہ اکبر۔ کیا زمانہ تھا۔ آج وہ خواب

کی طرح نظر آ رہا ہے۔

پونچھ میں زنشی خاندان کو حکومت کی طرف سے جاگیریں بھی ملتی رہی ہیں جو ان کی ذریات کے پاس اب بھی موجود ہیں۔ اراضیات بھی ان کے پاس کافی تعداد میں ہیں۔ لیکن عام طور پر یہ خاندان ملازمت پیشہ ہے۔ ان کے رشتے ناطے ابھی تک کشمیر ہی میں ہوتے ہیں۔ اور ایک خوبی کی یہ بات ہے۔ کہ اس خاندان نے دیگر کشمیری خاندانوں کی طرح ابھی تک اپنی مادری زبان (کشمیری) کو فراموش نہیں کیا۔ سچ ہے ؎ تو بھولنے کی چیز نہیں بھول جائیں کس؟

خاندان پنڈت پرکاش رام سوپوری۔ راجہ موتی سنگھ والئے پونچھ کے ابتدائی زمانہ میں پنڈت سکھرام ولد دیارام اپنے وطن سوپور کشمیر سے پونچھ آ گئے۔ سوپور کی وجہ سے آپ سوپوری کہلاتے تھے۔ راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں آپ اچھے اچھے عہدوں پر ممتاز رہے۔ پونچھ میں عموماً یک منزلہ مکانات ہی کا رواج تھا۔ سب سے پہلے سکھرام ہی نے دو منزلہ مکان تعمیر کرایا۔ جو اب تک موجود ہے۔ پنڈت سکھرام کا ایک ہی فرزند پرکاش رام تھا۔ جو جاگیر اور اراضی راجہ موتی سنگھ نے پنڈت سکھرام کو اس کی خدمات کے عوض دے رکھی تھی۔ وہ پرکاش رام کے زمانہ میں کسی ناراضگی کی وجہ سے راجہ صاحب نے ضبط کر لی۔ بلکہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس ناراضگی کا اثر یہاں تک ہوا۔ کہ جائداد بھی ضبط کر لی گئی۔

پنڈت پرکاش رام کے چار فرزند تھے۔ اول پنڈت ٹھاکر داس جو تحصیلداری تک پہنچے۔ ان کے فرزند پنڈت گنیش داس اپنے زمانہ میں نائب تحصیلدار تھے۔ پنڈت دیا کشن سوپوری جو سٹم پونچھ میں محالدار رہے پنڈت گنیش داس ہی کا فرزند ہے۔

دوسرے فرزند کا نام پنڈت رام جو تھا۔ وہ محرر جوڈیشل تھے۔ اور لاولد

ہی فوت ہو گئے تھے۔ تیسرے فرزند کا نام پنڈت گوپی چند تھا۔ وہ پشاور میں اپنی ہمشیرہ کے پاس چلے گئے۔ ان کے دو فرزند پنڈت جیون لال و موہن لعل اس وقت پشاور میں موجود ہیں۔ چوتھے فرزند راجہ کاک بھی لاولد فوت ہو گئے پونچھ میں اس خاندان کی زندہ یادگار اس وقت پنڈت دیا کشن سوپوری محالدار کسٹم ہی ہے۔

خاندان پنڈت سورج رام مصری

کشمیر کا یہ خاندان راجہ موتی سنگھ کے اوائل عہد میں سری نگر سے پونچھ آیا۔ راجہ موتی سنگھ چونکہ پونچھ کے سب سے پہلے ڈوگرہ حکمران تھے۔ کشمیر میں بعہد مہاراجہ گلاب سنگھ گورنر بھی رہ چکے تھے۔ اور کئی کشمیری خاندانوں سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے۔ اس لئے وہ پنڈت گوانشہ رام مصری کو جو ایک زبردست اہل قلم تھے اپنے ہمراہ لے آئے۔

اس خاندان کے ساتھ مصری کا جو لفظ ہے۔ اس کی تشریح ضروری ہے۔ تاریخ اقوام کشمیر میں لکھا ہے۔ کہ مصر کا کوئی تاجر کشمیر آیا تھا۔ اس نے اپنا گماشتہ جس پنڈت کو مقرر کیا۔ وہ اسی کے نام پر مصری مشہور ہو گیا۔ ایک وجہ تسمیہ یہ بھی بتائی جاتی ہے۔ کہ کوئی پنڈت مصر چلا گیا تھا۔ جب وہ واپس آیا۔ تو مصری کہلایا اور یہی نام ان کی نسل میں مشہور ہو گیا۔

لیکن تعجب ہے۔ کہ کشمیر میں چند گھر مسلمان مصریوں کے بھی ہیں۔ اور ان میں سے مولوی محمود علی مصری اور ان کے برادرزادہ شیخ غلام نبی مصری کا ذکر تاریخ کبیر کشمیر کے صفحہ ۴۷۱ پر چند سطروں میں درج ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ "شیخ غلام نبی مصری مدت العمر در خانہ حضرت خواجہ شاہ نیاز نقشبندی گذرانید

"چوں دینار را بدر رود نمود" در محلہ مرجان پورہ آسودہ" شاہ نیاز نقشبند پٹھانوں اور سکھوں کے زمانہ میں موجود تھے۔ سر ولیم مورکرافٹ نے اپنے سفر نامہ میں کئی جگہ ان کا ذکر کیا ہے۔ سنہ ۱۲۴۵ھ میں آپ وفات پا گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ سے بہت پہلے کشمیر میں مصری لفظ ایک گو نیا [illegible] (عرف عام) کی حیثیت سے شہرت پا چکا تھا۔

پنڈت گوانند رام کے فرزند پنڈت سورج رام مصری راجہ موتی سنگھ کے زمانہ اور میاں نظام الدین وزیر کی وزارت کے عہد میں سدھنتی اور باغ کے تحصیلدار بھی رہے ہیں۔ اس زمانہ میں چونکہ سرکار کی طرف سے مواضعات مستاجری (ٹھیکہ) پر دیئے جاتے تھے۔ اس لئے چند مواضعات میں پنڈت سورج رام مصری اور میاں نظام الدین مشترکہ طور پر ٹھیکہ دار تھے۔ اسی دوران میں سورج رام کا انتقال ہو گیا۔ پونچھ کے اس خاندان کے ممبروں کا بیان ہے۔ کہ جو" واصلات وحاصلات" تھیں۔ وہ تو میاں نظام الدین وصول کر گئے۔ اور ٹھیکہ کی رقم سرکار نے سورج رام کے فرزندوں سے پوری کر لی۔

پنڈت سورج رام کو تاحیات پانچ سو روپیہ سالانہ کی جاگیر ملی تھی۔ جو ان کے قابل اور مشہور فرزند پنڈت جنار دھن کی خدمات کے صلہ میں سر راجہ بلدیو سنگھ نے بشرط خیر خواہی و وفاداری دوام کے لئے عطا کر دی۔

پنڈت سورج رام کے تین فرزند تھے۔ پنڈت جنار دھن، پنڈت سریہ چند اور پنڈت تیلو ناتھ۔ ان میں پنڈت جنار دھن اپنی ذاتی اور خاندانی خدمات کی بدولت جاگیردار بھی تھے۔ اور عدالت صدر کے سب جج بھی۔ فارسی کے علاوہ عربی زبان میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اور علم طب پر ان کو کافی عبور تھا۔ جب میاں نظام الدین مرحوم وزیر اعظم کے ساتھ "حاصلات و واصلات مستاجرانہ" کا مقدمہ

شروع ہوا۔ تو آپ نے ججی سے مستعفی ہو کر حکمت شروع کر دی۔ سرکار پونچھ کی طرف سے خط کتابت کے دوران میں آپ کو القاب ذیل سے خطاب کیا جاتا تھا۔ "زبدۃ الحکما فراست نشان گرامی منزلت پنڈت جناردھن صاحب شاہی حکیم جاگیردار اعظم پونچھ" تین فرزند آپ کی یادگار ہیں۔ پنڈت منکا بیشر ناتھ جواب بنک اکونٹ آفس میں ملازم ہیں۔ ڈاکٹر پنڈت شمبھو ناتھ اور پنڈت پیارے لعل جن کی نگرانی میں انند میڈیکل ہال پونچھ میں جاری ہے۔ پنڈت جناردھن مگھر ۱۹۷۱ ب میں صرف ایک دن بیمار رہ کر انتقال کر گئے۔

پنڈت جناردھن کے دوسرے بھائی پنڈت ہری چند پونچھ خاص کے تحصیلدار تھے۔ جب میاں نظام الدین کے ساتھ مقدمات چھڑ جانیکی وجہ سے پنڈت جناردھن نے ججی سے استیفا دیدیا۔ تو آپ بھی ملازمت چھوڑ کر جموں چلے گئے۔ جہاں محکمہ جوڈیشل میں بڑا عروج حاصل کیا۔ اور مہاراجہ سر پرتاپ سنگھ نے آپ کو جموں کے محلہ رہاڑی میں بیس ایکڑ زمین مفت عطا کی۔ وہاں آپ ہی کی عالیشان کوٹھی میں سٹیٹ گرل ہائی سکول ہے۔ سنہ ۱۹۶۸ ب میں آپ جموں ہی میں انتقال کر گئے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند پنڈت شام لعل کو ان کے ایک خاندانی مقدمہ کیوجہ سے جو سنہ ۱۹۶۵ ب سے سنہ ۱۹۸۶ ب تک جاری رہا۔ نہایت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ اور آخر آپ کے فرزند پنڈت رتن لعل نے استقرار حق کا دعویٰ کر کے پہلی تمام ڈگریوں کو مسترد اور منسوخ کرا دیا۔

پنڈت جناردھن کے تیسرے بھائی پنڈت شیو ناتھ کے فرزند کا نام پنڈت نرنجن ناتھ ہے۔ وہ محافظ خزانہ صدر پونچھ تھے۔ ان کے دو فرزند پونچھ میں بقید حیات ہیں۔ ایک کا نام پنڈت پوشکر ناتھ دوسرے کا ارجن ناتھ ہے۔ جو نابالغ ہے۔ دونوں بھائی پنڈت منکا بیشر ناتھ کے زیر پرورش و زیر نگرانی ہیں۔

برہمن سُودن خاندان

پونچھ میں سودن برہمنوں کے خاندان کی ابتدا آج سے قریباً نوسو سال پیشتر بیان کی جاتی ہے۔ اس خاندان کا اصل وطن کناس اور گڑھ مہیالہ تھا۔ کناس ہندوؤں کا ایک متبرک تیرتھ ہے۔ اس گدی پر اس زمانہ میں باوا مونا کے نام سے ایک بزرگ براجمان تھے۔ ان کے فرزند لہر منی نام سب سے پہلے پونچھ آئے۔ آجکل پونچھ کی مختلف تحصیلوں سدہنتی۔ حویلی۔ باغ۔ مہنڈر میں جس قدر سودن نظر آتے ہیں۔ ان سب کے مورث اعلیٰ لہر منی ہی تھے۔ سودن ان کے کسی بزرگ کا نام تھا۔ اس کے نام پر اس کی اولاد بھی سودن مشہور ہوگئی۔ ان کا شانڈل گوتر ہے۔ پنجاب کے اضلاع جہلم۔ سیالکوٹ۔ راولپنڈی وغیرہ میں اب بھی سودن برہمن موجود ہیں۔

پونچھ کے زمانہ سلف کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج سے نوسو سال پیشتر جبکہ سُودن برہمنوں کا مورث اعلےٰ پونچھ میں آیا۔ تو اس وقت کشمیر میں راجگان لوہرکوٹ میں سے راجہ سنگرام راج کی حکومت تھی۔ راجہ سنگرام راج کا عہد سنہ ۱۰۰۳ء لغایت سنہ ۱۰۴۲ء تک رہا۔ جس کو نوسو سال ہی کا عرصہ گذرتا ہے۔ اس زمانہ میں پونچھ کا نام پرنوتش تھا۔ اور علاقہ منڈی کا نام لوہریا لوہرین تھا۔ جو راجگان لوہرکوٹ (پونچھ) کی راجدھانی کہلاتا تھا۔

سُودن برہمنوں کا ایک معزز خاندان پلندری میں آباد ہے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ سردار گلاب چند اور ان کے بھائی مہتہ وزیر چند اب تک بقید حیات ہیں۔ سردار گلاب چند نمبردار بھی ہیں۔ اور ۲۱ سال کی فوجی ملازمت کے بعد جمعداری کے عہدہ سے پنشن پر آئے ہیں۔ آپ سب سے پہلے سنہ ۱۸۹۱ء میں جنگ ہزارہ اور سنہ ۱۸۹۷ء و سنہ ۱۸۹۸ء میں جنگ تیراہ اور سنہ ۱۹۱۴ء و سنہ ۱۹۱۵ء میں ٹوچی ویلی۔ اور

سنہ ۱۹۱۴ء سے سنہ ۱۹۱۸ء تک بزمانہ جنگ عظیم عراق، عرب اور ملک شام کی لڑائیوں میں شامل رہے۔ جنگی خدمات کے صلہ میں کئی تمغوں کے علاوہ آپ کو گورنمنٹ برطانیہ نے دو پشت تک جنگی انعام بھی دیا ہے۔

سردار گلاب چند کے چار فرزند ہیں۔ پنڈت روپ لعل تقریباً ۱۲ سال سے حکومت پونچھ کی ملازمت میں ہیں۔ سنہ ۱۹۸۲ب میں سری راجکمار پدم دیو سنگھ جی کے ہمراہ رہ کر کشمیر میں بندوبست کی ٹریننگ حاصل کی۔ جس کے بعد حکومت پونچھ نے عہدہ نائب تحصیلداری کے لئے امیدوار منظور کیا۔ اب دفتر سری راجہ صاحب بہادر پونچھ کے ہیڈ کلرک ہیں۔ پنڈت ہیمراج ایف۔ اے تک تعلیم یافتہ ہیں۔ سری راجہ صاحب بہادر پونچھ کے محکمہ پرائیویٹ میں ملازم ہیں۔ پنڈت لکھی رام گھر کے کاروبار میں مصروف ہیں۔ سب سے چھوٹے پنڈت ہری چند سری پرتاپ کالج سرینگر میں زیر تعلیم ہیں۔ مہتہ وزیر چند کے بڑے فرزند پنڈت نوبت رام محکمہ تعلیم پونچھ میں ملازم ہیں۔

سودن برہمن زراعت پیشہ ہیں۔ ان میں کئی نمبردار۔ جاگیردار و معافی دار ہیں۔ تعلیمی حالت بھی اچھی ہے۔ ان کے رشتے ناطے سودن برہمنوں کے سوا باقی تمام برہمنوں سے ہوتے ہیں۔ اس قوم میں فوجی ملازموں کی بھی کافی تعداد ہے جمعدار نانک چند ریٹائرڈ۔ کرنل گنڈا مل ریٹائرڈ اور جمعدار کرم چند کے علاوہ مہتہ نہال سنگھ جاگیردار برمنگ سدھنتی اور مہتہ جسونت رائے ترار کھل بابو بیلی رام دیا بونو مونو ر تاس سکھیال وغیرہ اور دیگر کئی اصحاب اس قوم میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

بابوروپ لعل شرما ہیڈ کلرک دفتر
سری راجہ صاحب بہادر پونچھ

خاندان سائن سکنہ بھان تنی

اس خاندان کے شجرہ نسب اور حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے ایک بزرگ سورج رام نے اجودھیا کو خیرباد کہہ کر کشمیر کے دور دراز گوشہ میں پناہ لی۔ جہاں اس کی اولاد سری نگر کے محلہ رینہ واری میں چار پشت تک مقیم رہی نکا رام اس کی پانچویں پشت میں تھا۔ جس نے رینہ واری سے نقل مکانی کر کے تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے موضع نڑل میں آ کر اقامت اختیار کی۔

نکا رام کا ایک فرزند بھوج دیو تھا۔ مہتہ کا لفظ جو در اصل ایک معزز خطاب ہے۔ اس خاندان میں سب سے پہلے اسی کے نام کے ساتھ لکھا جانا شروع ہوا ہے۔ بھوج دیو نڑل سے کوہستان پونچھ میں چلا آیا۔ اور اپنے نام پر یہاں اس نے ایک موضع بھوج تھان آباد کیا۔ جو بگڑ کر بھان تھان بنا۔ اور اب ایک عرصہ سے بھان تنی کے نام سے مشہور رہے۔ اور اس وقت تک اس کی اولاد کے قبضہ میں ہے۔

مہتہ بھوج دیو کی چوتھی پشت میں مہتہ چند ایک عارف اور خدا دوست بزرگ گذرے ہیں۔ جن کو اس خاندان کے لوگ صاحب کرامت بیان کرتے ہیں۔

مہتہ چند کا ایک بھائی متھرا تھا۔ اس کی اولاد خوب پھلی پھولی ہے۔ متھرا کی تیسری پشت میں چار بھائی تھے۔ جن میں مٹھا رام اور کیسر رام صاحب اولاد ہوئے ہیں۔ مٹھا رام کے دو فرزند تھے۔ نہ لباغ رائے و عزیبو۔ ان دونوں بھائیوں نے کیسر رام کے پوتے مہتہ مست رام کے ہمراہ شامل ہو کر شمس خاں و راجولی خاں کی شورش کے ایام میں مہاراجہ گلاب سنگھ کو بڑی مدد دی ہے۔ اور

قلعہ پلنگی کی لڑائی میں جو ڈوگرہ فوج محصور ہو گئی تھی۔ اس کو رسد پونچاتے رہے ہیں۔ جن لوگوں کی مدد سے ڈوگرہ خاندان کو پونچھ کا قبضہ ملا ہے۔ اور شمس خان ملدیال اپنے ارادوں میں کامیاب رہا ہے۔ ان میں ساسن خاندان کی خدمات کسی اور قوم سے کم نہیں ہیں۔

چنانچہ اس زمانہ کے دیوان کرم چند کاردار پونچھ کے دو خطوط بنام مہتہ ست رام کی نقول بھی راقم کی نظر سے گذری ہیں۔ ایک خط مورخہ ۲۳ر اسوج ۱۸۹۶ب میں جو مقام کوٹلی سے لکھا گیا ہے۔ یہ درج ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ ایں جانب کے پاس آؤ۔ ہرگز توقف نہ ہو۔ زبانی سب کچھ سمجھا دیا جائے گا (یہ خط فارسی میں ہے) اور "عزت آثار مہتہ ست رام بھان تنی والا مسرور باشند" کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ دوسرے خط میں جو ۱۸ر ماگھ ۱۹۰۸ب کا لکھا ہوا ہے۔ درج ہے "مہتہ ست رام بد انند بعد رام رام آنکہ تسلّی دارند حوصلہ بسیار دارند۔ ایں وقت وقت است بخشی سوہن لعل معہ افواج نزد شما روانہ کردہ شدہ۔ تدارک کوتاہ اندیشاں خواہد ساخت"

دلباغ رائے کی اولاد سے لکھمی چند محکمہ مال میں پٹواری اور اس کا بھائی پربھ دیال محکمہ پولیس میں ملازم ہے۔ اور منڈی میں بعہدہ محرر چوکی تعینات ہے۔ ان کے والد مہتہ ہیرا نند ایک متمول اور با اثر زمیندار ہیں۔ مہتہ ہیرا نند کے سب سے چھوٹے بھائی بابو کرپا رام پولیس پونچھ کے محکمہ میں درجہ اول کے سارجنٹ ہیں۔

دلباغ رائے کے تین فرزند تھے۔ بہادر سنگھ۔ دھیان سنگھ۔ موتا سنگھ بہادر سنگھ و موتا سنگھ بھی صاحب اولاد ہیں۔ مہتہ ہیرا نند جن کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ دھیان سنگھ کا پوتا اور کالو رام کا فرزند ہے۔

نر بیو کے دو بیٹے تھے۔ بدھ سنگھ و دیبہ سنگھ۔ دونوں صاحب اولاد ہیں۔ اعلیٰ گدی نشین ننگالی صاحب جن کا نام مہنت منگل سنگھ جی ہے دیبہ سنگھ ہی کے فرزند ہیں۔

مٹھا رام کے بھائی مہتہ کیسر رام کی اولاد نے بھی خوب نام پیدا کیا ہے۔ مہتہ مست رام جن کے نام دیوان کرم چند کے ارشادات درج ہو چکے ہیں۔ مہتہ موج سنگھ کے بیٹے اور کیسر رام کے پوتے تھے۔ مہتہ موج سنگھ کے چار فرزند تھے۔ (۱) مہاں سنگھ جن کا پوتا ہری سنگھ نمبردار و جاگیردار ہے۔ دوسرے مست رام جن کے دو فرزند تھے۔ موہر سنگھ۔ گورکھ سنگھ۔ موہر سنگھ کے چھ فرزند ہیں۔ جن میں سے بڑا مہتہ روپ سنگھ کرسی نشین بھی ہے۔ نمبردار بھی اور جاگیردار بھی۔ آپ نے ۱۹۸۸ب کی شورش پونچھ میں حکومت کو جو امداد دی ہے۔ وزیر صاحب پونچھ نے اپنی چٹھی ۲۴ جولائی ۱۹۳۲ء اور موجودہ راجہ صاحب پونچھ راجہ جگت دیو سنگھ جی نے اپنی چٹھی ۲۵ نومبر ۱۹۳۴ء میں اس کا اعتراف کیا ہے۔

مہتہ گورکھ سنگھ کے چار بیٹے ہیں۔ بھاگ داس۔ سندر داس۔ متوفی مینشی ہری سنگھ ریڈر تحصیل باغ حال ریٹائرڈ۔ تارا سنگھ۔ ان میں بھاگ داس مسلمان ہو کر اب خان بہادر شیخ محمد عبداللہ کے نام سے موسوم ہیں۔ اور یہی خان بہادر شیخ محمد عبداللہ بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ صوبہ متحدہ میں یو۔ پی کونسل کے ممبر ہیں۔ ان کے حالات علیحدہ درج ہیں۔ مہتہ مست رام کے بھائی رتنا کا ایک ہی بیٹا تھا بھاگ رام۔ اس کے تین فرزندوں میں مہتہ گوپی سنگھ جاگیردار ہے

مہتہ مست رام کے سب سے چھوٹے یعنی چوتھے بھائی شیر سنگھ کے دو بیٹے ہیں جن میں موتی سنگھ کا بیٹا مہتہ سرجن سنگھ نمبردار ہے۔

مہتہ بھوج دیو کی اولاد پونچھ کے قریباً تمام علاقہ میں پھیلی ہوئی ہے۔

برہمن بھگیال

پونچھ کے اس برہمن طبقہ کا بہت قدیم وطن اجودھیا بتایا جاتا ہے۔ اصل ذات اس طبقہ کی برہمن بھگیال اور گوت چندن ہے۔ اس گروہ کے ایک بزرگ کا نام بھاگما رائے یا بھاگ مل تھا۔ اس کی اولاد اسی کے نام پر بھگیال مشہور ہے۔ بھاگ مل کی پانچویں پشت میں جیتو مل نام ایک شخص سب سے پہلے پنجاب آیا ہے۔ جو کچھ وقت میدانی علاقہ میں گذار کر راجوری چلا گیا۔ اور یہیں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے تین فرزند تھے۔ جنگی رام۔ صورت رام۔ کاکا رام۔ ان تینوں نے علاقہ رام گڑھ کے جنگل موسومہ پنترانوالہ کو کاٹ کر ایک گاؤں آباد کیا۔ جو رفتہ رفتہ پنترانوالہ سے بدل کر پنتراڑہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس موضع میں ان کا تعمیر کردہ ٹھاکردوارہ اب تک موجود ہے۔

زراعت کے لئے انہوں نے بہت سی زمین پیدا کر لی۔ اُس وقت زراعت کے سوا ان کا کوئی اور ذریعہ معاش نہ تھا۔

جنگی رام کے چار بیٹوں میں سے چڑت رام کے فرزندوں اور صورت رام کے اکلوتے فرزند اجی رام اور کاکا رام کے پوتے ارجن داس نے دوران بندوبست میں موضع پنتراڑہ کی ملکیت حاصل کر کے موروثی وغیر موروثی مزارعان سے مالکانہ اور لگان لینا مقرر کیا۔ جو اب تک ان کی اولاد کو مل رہا ہے۔ کچھ زمین دھرم ارتھ میں لگا دی جو اب تک وقف ہے۔

چڑت رام کی اولاد سے ان کے پوتے مہتہ کاشی رام۔ مہتہ ہری رام مہتہ سائیں داس موضع پنتراڑہ کے ونڈدار اور پڑپوتا مہتہ سدنت رام نمبردار اب تک موجود ہیں۔

اجی رام کا ایک ہی بیٹا کرشن چندر تھا۔ وہ اپنے تینوں بیٹوں کاشی رام اوڑیا مل۔ عالم چند سمیت پتراڑہ سے نقل مکانی کر کے تحصیل مہنڈر علاقہ پونچھ کے موضع سمہوٹ میں چلے آئے۔ یہ قریباً ۱۹۰۰ء بکرم سے قبل چند سال کا واقعہ ہے ان میں کاشی رام لاولد انتقال کر گیا۔ اوڑیا مل ساری عمر تیرتھ یاترا ہی کرتے رہے۔ اور آخر پھاگن ۱۹۸۸ء ب میں موضع پتراڑہ میں وفات پا گئے۔ عالم چند جی اب اپنے باپ کی تنہا یادگار تھے۔ اور کاشت کاری کیا کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ پونچھ خاص میں تو درس تدریس کا کچھ شغل جاری تھا۔ لیکن دیہات میں تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا۔ عالم چند جی زمانہ شناس تھے۔ انہوں نے دیہات میں رہتے ہوئے بھی پرائیویٹ اُستادوں کے ذریعہ اپنے اکلوتے بیٹے تولا رام کو تعلیم دلائی۔ جو تعلیم حاصل کرنے کے بعد آج ۲۳ سال سے ایک معلم کی ہستی میں پونچھی نونہالوں کی سیوا کر رہا ہے۔ عالم چند جی پھاگن ۱۹۶۵ء ب میں بمقام سمہوٹ اس جہان سے کوچ کر گئے۔

بھگیال برہمنوں کی آبادی پتراڑہ (راجوری) کے علاقہ تھکیالہ اور تحصیل حویلی میں بھی ہے۔ ان کی تعداد ۲۵۰ سے زیادہ بیان کی جاتی ہے۔ ان کا کاروبار زراعت اور ملازمت ہے۔ ان کے رشتے ناطے کھجوریہ۔ ساسن اور سُودن برہمنوں سے ہوتے ہیں۔ آج سے کچھ عرصہ قبل مینال برہمنوں سے بھی ان کے اسی قسم کے تعلقات جاری تھے۔

سارسوت برہمن خاندان بٹالہ چک کنڑوہ

اس خاندان کے مورث صدیاں گذریں کابل میں سکونت پذیر تھے۔ وہاں سے ان کے ایک بزرگ سرحد کے ملحقہ اضلاع راولپنڈی و جہلم وغیرہ میں نقل مکان

کرتے ہوئے جہلم کے موضع ملوٹ میں اقامت گزین ہو گئے۔ جہاں اس وقت بھی اس خاندان کے کچھ لوگ موجود ہیں۔

"راجہ عبدالرزاق فرمانروائے پونچھ کے عہد میں اس خاندان کا پہلا فرد مہتہ دستی رام جو ذات کے لحاظ سے سارسوت برہمن تھا۔ پنجاب کی سکونت ترک کر کے علاقہ پونچھ کی تحصیل حویلی کے موضع چک کتروہ بٹالہ میں آ کر آباد ہو گیا۔ اور یہیں ان کا اکلوتا فرزند مہتہ داتا رام پیدا ہوا۔

مہتہ داتا رام کے تین فرزند تھے۔ مہتہ شبو رام۔ مہتہ میدو رام۔ مہتہ تارا چند۔ اوّل الذکر دونوں لاہور جا کر سکھوں کی فوج میں ملازم ہو گئے۔ مہتہ تارا چند باپ کی خدمت اور گھر کے کاروبار کے لئے بٹالہ ہی میں رہے۔ مہتہ میدو رام دوران ملازمت ہی میں بمقام لاہور انتقال کر گئے۔ ان کے تین لڑکے تھے۔ مہتہ شیو دیال۔ مہتہ شاہزادہ رام۔ مہتہ ٹہل داس۔ جن میں اول الذکر اپنے باپ کی ملازمت کے تعلقات کی بنا پہ لاہور ہی میں ملازم ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب پونچھ کا علاقہ راجہ دھیان سنگھ جی کو عطا ہو چکا تھا۔

مہتہ شاہزادہ رام جن کے پاس کافی اراضیات تھیں اور جو اپنی خوش اقبالی کی وجہ سے واقعی اسم بامسمٰے تھے۔ ۱۹۲۹ء ب میں عمر کی پچاس منزلیں طے کر کے فوت ہو گئے۔ آپ بھی اپنے والد کی طرح تین فرزندوں کے باپ تھے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ مہتہ گوپی چند۔ مہتہ رام سہائی۔ مہتہ بیلی رام۔

مہتہ گوپی چند ان سب میں عمر اور دانش و تدبر کے لحاظ سے بڑے تھے۔ باپ کی وفات کے بعد بھائیوں کی پرورش اور تربیت کے بھی آپ ذمہ وار تھے۔ آپ نے تجارت کا کام شروع کر کے زرکثیر حاصل کیا۔ اور ہزارہا روپیہ کی

(۱) مسٹر ڈی۔ آر۔ شرما بی اے۔ بی ایس۔ سی (لنڈن) سی۔ آئی۔
ایگزیکٹو انجینیر و ریسیڈنٹ آفیسر پونچھ (کشمیر)
(۲) مہتہ جگدیش چندر۔ (۳) مہتہ گوپی چند رئیس چک کترو ہ
(۴) مہتہ راجہ رام (۵) مہتہ جے رام (نام دائیں طرف سے دیکھئے)

اراضیات وغیرہ مفصلات اور کئی دو کانیں اور مکانات خاص پونچھ میں خرید کئے۔ ان کی قابلیت اور ان کے اثر و رسوخ نے ان کو عدالت جوڈیشل کا اسیسر بنا دیا۔ جنگ یوروپ (۱۹۱۴ء لغایت ۱۹۱۹ء) کے ایام میں رنگروٹوں کی بھرتی میں مدد دینے کے علاوہ حکومت پونچھ کی وساطت سے آپ نے کئی ہزار روپے جنگ کے قرضہ اور چندہ وغیرہ میں دیئے۔

سر راجہ بلدیو سنگھ کے۔سی۔آئی۔ای کو آپ پر اس قدر اعتماد و اعتبار تھا۔ کہ جب ان کے زمانہ میں ایک مرتبہ خزانہ سے دس بارہ ہزار روپیہ کا غبن ہو گیا۔ تو سرکار نے خزانہ (خزانچی) کا عہدہ آپ کے سپرد کرنا چاہا۔ مگر آپ نے کچھ اپنی ذاتی مصروفیتوں کے باعث اور کچھ اس سبب سے کہ آپ کے فرزندان ابھی نابالغ اور سکول میں زیر تعلیم تھے۔ شکریہ کے ساتھ معذرت کر کے انکار کر دیا۔

مہتہ گوپی چند کے تین صاحبزادے ہیں۔ مہتہ جے رام داس مہتہ راجہ رام یہ دونوں ہونہار لڑکے تعلیم کے بعد گھر کے کاروبار اور تجارت میں مصروف ہیں۔ مہتہ جے رام داس پہلے ہندو سبھا کے پریذیڈنٹ اور برہمن سبھا کے وائس پریذیڈنٹ ہیں۔ آپ کے دو لڑکے ہیں۔ بڑا لڑکا مڈل میں تعلیم پا رہا ہے۔

مہتہ گوپی چند جی کے منجھلے صاحبزادہ کا نام مہتہ دولت رام ہے۔ جن کا پورا نام ان کی تعلیم اور ان کے عہدہ کے لحاظ سے اس طرح ہے "مہتہ دولت رام شرما بی۔اے۔بی۔ایس۔سی (ایڈن) سی۔ای اگزیکٹو انجنیر ونو پونچھ" چونکہ بچپن ہی سے ان کی روشن پیشانی ان کے مستقبل کی درخشانی کا ثبوت دے رہی تھی۔ اس لئے مہتہ گوپی چند نے ان کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔

آپ ہائی سکول میں ہر جماعت کے طلباء سے اوّل رہتے تھے۔ اور تمام پونچھ میں یہ پہلے طالب علم تھے جن کو اعلیٰ چال چلن کے صلہ میں Good Behaviour کا انعام ملا۔ ۱۹۲۳ء میں آپ نے ایف اے کا امتحان فسٹ ڈویژن میں اور ۱۹۲۵ء میں بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔

جب پھسن ٹپن موٹر روڈ کی تیاری پر نگرانی کے باوجود نو لاکھ روپیہ خرچ ہو گیا۔ اور سڑک پھر بھی تیار نہ ہو سکی۔ تو راجہ سکھدیو سنگھ جی کو بڑا رنج ہوا۔ آپ نے اسی وقت عہد کر لیا۔ کہ اپنی رعایا کے ہونہار لڑکوں کو مختلف شعبہ جات میں ٹریننگ دلا کر ریاست کی اعلیٰ اسامیوں پر مقرر کرنا چاہیئے چنانچہ اسی سلسلہ میں مہتہ دولت رام جن کو علم ریاضی میں ملکہ خاص حاصل تھا۔ انگلستان میں انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سرکاری وظیفہ پر بھیجا گیا۔ جہاں آپ نے انجینئرنگ کے مختلف مضامین میں Merits and Distinction کے کئی اعلیٰ سارٹیفکٹ حاصل کئے۔ اور ۱۹۲۶ء میں بی۔ ایس سی کی ڈگری لے کر پونچھ آ گئے۔ کچھ عرصہ اسسٹنٹ انجنیئر رہے۔ زاں بعد ایگزیکٹو انجنیئر مقرر ہو گئے۔ آپ نے اپنی قابلیت اور حب الوطنی اور خیر خواہئے رئیس و رعیت کے جذبات کی بدولت محکمہ انجینئرنگ کو حقیقی معنوں میں پبلک ورکس بنا دیا ہے۔ آپ کے مختصر سے زمانہ ملازمت میں لاکھوں روپیوں کی تعمیرات کے علاوہ بجلی ٹیلیفون۔ موٹر روڈ وغیرہ کے جو کام ہوئے ہیں۔ وہ آپ کی بیدار مغزی و محنت پر شاہد ہیں۔ موٹر روڈ سیہڑہ جاری ہو چکی ہے۔ موٹر روڈ بجیرہ کا اجرا ہو چکا ہے موٹر روڈ علیاباد و مہنڈر کا کام شروع ہے۔ راولاکوٹ موٹر روڈ کی سکیم زیر غور ہے۔ آپ کی احسن کارکردگی نے آپ کو ہی سپیشل افسر و افسر باغات بھی مقرر کرا دیا ہے۔ حال ہی میں پونچھ میں جو ٹاؤن امپرو کمیٹی بنی ہے۔ آپ اس کے بھی ممبر ہیں

ذاتی طور پر آپ نہایت خلیق اور ملنسار ہیں۔

مہتہ دوت رام شرما کہلاتے ہیں۔ شرما ایک سنسکرت لفظ ہے۔ جس کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے۔ کہ وہ شخص جو اس جہان میں اور دوسرے جہان (یعنی لوک پرلوک) میں آتم شانتی کا گیان اپدیش کرنے والا ہو۔ چونکہ ان کاموں کے اہل برہمن ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے برہمنوں کے سوا ہندوؤں کا اور کوئی طبقہ شرما نہیں کہلا سکتا۔ البتہ کھتری ورما (رزہ بکشر یعنی تمام جانداروں کی حفاظت کرنے والا) اور ویش گپتا (دیکھئے رکھشا یا حفاظت وبناہ میں آیا ہوا) کہلاتے ہیں۔ آپ نے ولایت جاکر شرما کے لفظ کا استعمال کیا اور اب اسی نام سے مشہور ہیں۔ اور آپ کی تقلید میں پونچھ میں اب اور کئی لکھے پڑھے برہمنوں نے اپنے ناموں کے ساتھ شرما لکھنا شروع کر دیا ہے۔

دت موہیال خاندان ہل سُرنگ

موہیال پنجاب کی ایک مشہور قوم ہے۔ اس قوم کے حالات میں تاریخ گلشن موہیالی کے علاوہ انگریزی میں کئی تاریخیں موجود ہیں۔ ضلع جہلم کے گزیٹیر میں بھی اس قوم کے حالات درج ہیں۔ دت ذات کے متعلق اگمد پنجابی نے ایک جنگ نامہ بھی لکھا ہے۔ رپورٹ بندوبست ضلع گجرات میں بھی اس قوم کا ذکر ہے۔ غرض انگریز اور ہندوستانی مصنفوں نے اس مشہور قوم کے متعلق کئی کتابیں لکھی ہیں ایک کتاب حال ہی میں "شہادت عظمیٰ" کے نام سے گورکھ پور میں طبع ہوئی ہے اس میں بھی اس قوم کا ذکر ہے۔ اور اسی قوم کو حسینی برہمن ثابت کیا گیا ہے۔

مؤرخوں کا بیان ہے۔ کہ جب پورس اور سکندر اعظم یونانی کے درمیان جہلم کی جنگ میں راجہ پورس کی طرف سے موہیال قوم کے لوگ بھی شامل تھے۔

اور جب سکندر نے اس قوم کی بہادری دیکھی۔ تو وہ واپسی کے وقت موہیالوں کی ایک فوج اپنے ہمراہ لے گیا۔ لکھا ہے۔ کہ یونان ہی سے اس جماعت کے لوگ عرب اور مقدونیہ کے نواح میں پھیلے۔ ایک بیان یہ بھی ہے۔ کہ جنگ مہابھارت کے بعد اس قوم کے لوگوں کی ایک بڑی جماعت ہندوستان سے ہجرت کر کے عرب چلی گئی تھی۔ رپورٹ بندوبست ضلع گجرات میں بھی عرب میں اس کا قیام تسلیم کیا گیا ہے۔

موہیال قوم کے لوگ خود بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اور اکثر مورخوں نے بھی لکھا ہے۔ کہ اس قوم میں سے دت ذات کے ایک سردار نے امام حسین رضؓ کی حمایت میں اپنے سات بیٹے کٹوا دیئے تھے۔ اسی لئے دت قوم کو "فدایان امام حسین رضؓ" سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی حیثیت سے آج ان کا لقب "حسینی برہمن" بھی ہے۔

رپورٹ گجرات میں لکھا ہے۔ کہ واقعۂ کربلا کے بعد ان کا مورث اعلیٰ سب سے پہلے ضلع سیالکوٹ میں آیا۔ پھر شیر شاہ سوری کے زمانہ میں اس قوم کے اکثر لوگ رہتاس اور کریالہ میں پھیل گئے۔

شہادت عظمیٰ کے صفحہ ۳۵ پر لکھا ہے۔ کہ یہ قوم بہت الوالعزم۔ جنگ جو اور سیاح تھی۔ اس کے خاندانی اور جنگی کارنامے اس قوم کی کہاوتوں کتبوں۔ ضرب المثلوں اور کہانیوں سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

لفظ موہیال کی وجہ تسمیہ کے متعلق لکھا ہے "اصل نام موہنیال تھا۔ موہی بمعنے زمین اور وال یا والہ اضافی نسبت ہے۔ یعنی زمین والا۔ پنجاب میں تو اس قوم کا نام موہنیال سے موہیال مشہور ہو گیا۔ اور پورب میں موہنیال کا لفظ رفتہ رفتہ بھوئینار بن گیا۔ چنانچہ مہاراجہ بنارس۔ مہاراجہ بیتیا۔ مہاراجہ

بتھوا ۔ مہاراجہ ٹیکاری ۔ مہاراجہ لال گولہ ۔ مہاراجہ تمکوہی وغیرہ اسی قوم بھومہار کے مشاہیر سے ہیں۔ یہ قوم مضبوط ۔ رہ نورد اور بہادر ہے عزم راسخ ۔ اور حق کی حمایت اس کا شیوہ ہے [1]"

اس قوم کی سات ذاتیں ہیں ۔ دتّ ۔ ویدؔ ۔ چھبر ۔ بالی ۔ موہن ۔ لاؤ ۔ بھونیوال ۔ عرب ۔ وسط ایشیا ۔ افغانستان ۔ اور ایران وغیرہ اسلامی ممالک میں صدیوں تک یہ قوم اپنی شجاعت کا لوہا منوا چکی ہے۔

اس قوم کے خطابات حسب ذیل ہیں ۔ مہتہ [2] ۔ بخشی ۔ رائیزادہ ۔ ملک اور رائے ۔ ان خطابات سے ظاہر ہے ۔ کہ ہندوستان میں یہ قوم صاحب خطاب و اقتدار رہی ہے۔

اس قوم کی دتّ ذات اس کی دیگر ذاتوں میں بہت مشہور ہے ۔ کہا جاتا ہے ۔ کہ دتّ سنسکرت کے لفظ داتا کا اختصار ہے ۔ اور داتا کے معنے فیاض اور سخی کے ہیں ۔

پونچھ میں دت موہیالیوں کا ایک خاندان تحصیل باغ کے موضع ہل سرنگ

---

[1] از شہادت عظمیٰ مطبوعہ مطبع حکیم برہم گورکھپور۔

[2] یہ لفظ دراصل سنسکرت کے لفظ ماہپت کا بگڑا ہوا نام ہے ۔ ماہپت کے معنے بزرگ یا ذی عزت یا بھلے آدمی کے ہیں ۔ گذشتہ زمانہ میں اس لفظ نے خطاب کی صورت اختیار کر لی تھی ۔ اور پرگنہ یا علاقہ کا حاکم مہتہ کہلاتا تھا ۔ جموں کی ریاست کے علاقہ بسوہلی میں یہ عہدہ ۱۹۴۲ء ب تک قائم رہا ۔ اب بھی کئی راجپوت اور برہمن گھرانے اور ہندوؤں کے اور کئی خاندان اسی نام سے ملقب ہیں ۔

میں اُس زمانہ سے آباد ہے۔ جب پونچھ میں کوئی مستقل حکومت نہ ہونے کی وجہ سے "آپ راجی" عہد تھا۔ اسی زمانہ میں اس خاندان کے ایک بزرگ مہتہ بھارا رام موضع ہل سرنگ میں آئے۔ وہ تجارت کرتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے انتقال کیا۔ تو وہ ایک کامیاب تاجر ہونے کے علاوہ بہت بڑی حیثیت کے مالک بھی تھے۔ ان کے دو فرزند تھے۔ ایک مہتہ بساکھی رام دوسرے مہتہ آتما رام۔

اس زمانہ میں سردار گارڈھا سنگھ خالصہ حکومت کے ایک سردار قلعہ ڈنہ (کشمیر) میں محصور تھے۔ مہتہ بساکھی رام ان کو رات کے وقت کسی نہ کسی طرح سامان رسد بہم پونچا دیتے تھے۔ جب سکھوں کی کمک آنے پر سردار گارڈا سنگھ کو دشمن سے نجات ملی۔ تو مہتہ بساکھی رام کو اس خدمت کے عوض دربار خالصہ نے ایک سند عطا کی۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ مہتہ گنگا رام و مہتہ جوالا سہائے مہتہ جوالا سہائے تو لاولد فوت ہو گئے۔ مہتہ گنگا رام کے دو فرزند حسب ذیل ہیں۔ مہتہ نرائن داس و مہتہ پرمانند۔ ان میں مہتہ پرمانند کے ہاں ایک فرزند گھنی شیام داس موجود ہے۔

مہتہ بھارا رام کے دوسرے فرزند مہتہ آتما رام کو راجہ موتی سنگھ نے گیارہ گھر بطور جاگیر عطا کئے۔ جن سے آپ کار بیگار لینے کے مختار تھے۔ بعد میں گیارہ گھروں کے عوض ان کو نقدی بطور جاگیر عطا ہو گئی۔ بعد میں ہل سرنگ میں آپ کی بدولت اور بھی کئی موہیال خاندان آکر آباد ہو گئے۔

آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ (۱) مہتہ بھگوان داس جو لاولد انتقال کر گئے (۲) مہتہ ملکھی داس (۳) مہتہ چیت رام (۴) مہتہ گوپی چند۔ مہتہ ملکھی داس اپنے علاقہ کے مشہور ساہوکار۔ تاجر اور زمیندار تھے۔ ۱۹۸۶ب میں دو فرزند

مہتہ راجا رام و مہتہ پرشوتم داس چھوڑ کر رحلت فرما گئے۔ ان میں مہتہ راجہ رام کے تین فرزند ہیں۔ کرشن لعل۔ لبھو رام اور ڈھیر و رام۔ مہتہ پرشوتم داس کے چار فرزند ہیں۔ نیر چند جو سب سے بڑا ہے۔ دسویں جماعت میں پڑھتا ہے باقی چونی لعل۔ نند کشور اور اندر جیت ابھی خورد سال ہیں۔

مہتہ آتما رام کے آخری دو فرزند مہتہ چیت رام و مہتہ گوپی چند تاحیات ہر قسم کا کاروبار مشترکہ طور پر ہی کرتے رہے۔ کئی باؤلیاں اور تالاب اور دو مندر اور ایک مسافر خانہ ان بھائیوں کی یادگار اپنے علاقہ میں موجود ہیں۔ "رشی کیش" میں بھی ایک مندر بنوایا ہے۔ اور بدری نرائن کے تیرتھ پر سدا برت جاری کر رکھا ہے۔ ہندو لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے اپنے گاؤں میں ان کی طرف سے ایک سکول بھی جاری ہے۔ جو جاگیر راجہ موتی سنگھ نے آپ کے والد کو دی تھی۔ وہ سنہ ۱۹۶۴ب کے بندوبست میں ہل کے نام وقف کر دی گئی۔

مہتہ چیت رام ۲۵ بیساکھ سنہ ۱۹۷۰ب کو لاولد انتقال کر گئے۔ ان کے بھائی مہتہ گوپی چند کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ مہتہ گوکل چند۔ مہتہ دیوی چند۔ مہتہ بھیم سین۔ مہتہ جے نرائن۔

مہتہ گوکل چند سنسکرت زبان میں مہارت خاص رکھتے ہیں۔ جنگ عظیم میں آپ نے گورنمنٹ کو بھرتی میں مدد دینے کے علاوہ بہت سا نقد روپیہ بھی پیش کیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ آپ کی خدمات کے عوض آپ کو فوج میں بحیثیت کمیشن افسر لیا جانا تھا۔ لیکن آپ اپنے کاروبار کی کثرت کی وجہ سے یہ اعزاز قبول نہ کر سکے۔ جنگ کے بعد آپ کو سند اور خلعت عطا کی گئی۔ راجہ سکھدیو سنگھ نے آپ کو کرسی نشینی کا اعزاز عطا کیا۔ آپ اس وقت اسیسر ہیں۔

آپ کے دوسرے دو بھائی مہتہ دیوی چند و بھیم سین جو سنسکرت میں کافی واقفیت رکھتے ہیں۔ تجارتی کاروبار اکٹھا ہی کرتے ہیں۔ مہتہ دیوی چند سناتن دھرم سبھا کوہالہ کے سکرٹری اور کمیٹی کے ممبر ہیں۔ آپ ہی کی خاص کوشش سے کوہالہ میں ایک عالیشان مندر تعمیر ہو رہا ہے۔ مہتہ بھیم سین کے چار فرزند ہیں۔ جگن ناتھ۔ وید ناتھ۔ دشینشر ناتھ۔ ڈپٹی لعل۔ چاروں زیر تعلیم ہیں۔

مہتہ جے نرائن راولپنڈی کالج کی تعلیم کے بعد جنگلات میں ٹھیکہ داری کا کام کرتے رہے ہیں۔ گذشتہ سال آپ نے پونچھ کے امتحان نائب تحصیلداری میں شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔

دیوان فیملی

اولاد دیوان اجودھیا ناتھ پوری

دیوان اجودھیا ناتھ پوری گھڑتل ضلع سیالکوٹ کے رئیس تھے۔ ان کی ذات کھتری ہے عرف پوری کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ کھتری خاندان کے کوئی بزرگ تیرتھ یاترا کے لئے معہ اہل وعیال جگن ناتھ پوری میں گئے۔ وہیں ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو پوری کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اُس کی اولاد ورن کے لحاظ سے کھتری ہے۔ مگر گوت اور عرف کے لحاظ سے پوری ہے۔ پوری خاندان پنجاب میں بڑا نامور خاندان ہے۔ خصوصاً گھڑتل کے پوری اپنی قابلیت اور اپنے تموّل کی وجہ سے دُور دُور تک مشہور ہیں[1]

[1] رائے بہادر لالہ برج لعل پوری رئیس و وکیل سرگودہا۔ رائے بہادر لالہ مکند لعل پوری بیرسٹرایٹ لا ایل۔ ایم۔ اے لاہور ڈاکٹر میجر پوری۔ رائے بہادر لالہ جیگو پال داس ریونیو کمشنر بیکانیر لالہ بخشی لعل ڈپٹی کلکٹر نہر۔ لالہ سولراج آنجہانی آنریری مجسٹریٹ ڈسکہ و رئیس گھڑتل۔ لالہ دیوید تا رئیس اعظم گھڑتل۔ لالہ ہرگوپال داس ریٹائرڈ انسپکٹر زمینداره بنک۔ لالہ بھگوان داس [illegible] وغیرہ

دیوان فیملی گھڑتل و پونچھ کے بانی دیوان اجودھیا ناتھ ہوئے ہیں جو سکھوں کے عہد میں بعہد مہاراجہ رنجیت سنگھ دھرم ارتھ۔ باغات لاہور اور دیوانی محکمہ کے معزز افسر اور مہاراجہ کی وفات کے بعد راجہ دھیان سنگھ اور اس کے فرزند کلاں راجہ ہیرا سنگھ کے دیوان رہے۔

ان کے تین[1] فرزند صاحب اولاد تھے۔ دیوان کاشی رام۔ دیوان رادھا کشن دیوان گنڈامل۔ دیوان کاشی رام اپنے والد دیوان اجودھیا ناتھ کی بصارت کمزور ہو جانے پر ۱۸۹۳ سنہ ب تک جاگیر راجہ پونچھ سنگھ کے اور ہیرا سنگھ کے قتل کے بعد ان کے بھائی راجہ جواہر سنگھ کے پاس ۱۹۰۸ سنہ ب تک بطور دیوان رہے۔ اور ۱۹۰۹ سنہ ب میں راجہ موتی سنگھ نے ان کو اپنی ملازمت میں لے لیا۔ جہاں آپ ۱۹۳۲ سنہ ب تک رہے۔ آپ کے دوسرے بھائی دیوان رادھا کشن و دیوان گنڈامل بھی بعد ازاں راجہ جواہر سنگھ کے پاس سے راجہ موتی سنگھ کے پاس بمقام پونچھ آ گئے۔

دیوان کاشی رام کے تین فرزند تھے۔ دیوان دیارام۔ دیوان منوہر لعل دیوان گوبند سہائے۔ آخر الذکر دونوں پونچھ نہیں آئے۔ اور گھڑتل ہی میں رہے ان کی اولاد وہیں موجود ہے۔ دیوان دیارام ۱۹۳۲ سنہ ب میں اپنے والد کی جگہ پہلے میر منشی پھر جج عدالت صدر اور بعد ازاں افسر جائداد جموں و پنجاب مقرر ہوئے۔ اور اسی عہدہ سے ۴۲ سال کی سروس کے بعد ریٹائر ہو گئے۔ دیوان دیارام بڑے راست باز۔ بے تعصب اور انصاف پرور حاکم تھے۔ پونچھ کے لوگ ان کو اب تک یاد کرتے ہیں۔

ان کے پانچ فرزند تھے۔ دیوان بالمکند۔ دیوان ہری چند۔ دیوان امر چند دیوان کور سہائے۔ دیوان بھگت رام۔ آخر الذکر تینوں پونچھ نہیں آئے۔

[1] راقم السطور نے ان تینوں کو اپنے بچپن کے زمانہ میں دیکھا ہے۔

دیوان بالمکند راجہ موتی سنگھ کے اسسٹنٹ پرائیویٹ سکرٹری تھے۔ پھر پٹیالہ کے نائب تحصیلدار ہوگئے۔ مگر عمر نے وفا نہ کی اور بلا اولاد نرینہ انتقال کر گئے۔
دیوان ہری چند ۱۹۸۶ب میں نائب تحصیلداری سے ریٹائر ہوگئے۔ ان کے دو فرزند ہیں۔ دیوان ہنس راج جو جنگلات پونچھ کے محکمہ میں رینج افسر تھے۔ ۱۹۹۰ب سے پنشن پر ہیں۔ دوسرے فرزند کا نام دیوان سری رام ہے۔ وہ ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ہیں۔ کچھ عرصہ پونچھ میں وزیر پونچھ کے پرسنل اسسٹنٹ رہے۔ پھر پنجاب جا کر سب ججی کا امتحان مقابلہ دیا۔ اور پاس ہوگئے۔ آجکل دہلی میں سب جج درجہ اول ہیں۔ اپنی دیانت اور اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے سرکاری و غیر سرکاری حلقوں میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ نمایاں خدمات کی وجہ سے اُن کو ۱۹۳۵ء میں بحکم جناب ملک معظم قیصر ہند کنگ جارج پنجم سلور جوبلی تمغہ دیا گیا ہے۔

دیوان اجودھیا ناتھ کے فرزند دوم دیوان رادھا کشن[1] ۱۸۹۵ب میں راجہ جواہر سنگھ کے پرائیویٹ سکرٹری مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۹ب میں راجہ موتی سنگھ راجہ جواہر سنگھ کی منظوری حاصل کر کے ان کو اپنے پاس لے آئے۔ ۱۹۳۶ب کے بعد آپ ریٹائر ہوگئے۔ ان کے چار فرزند تھے۔ اول دیوان رام چند جو ۱۹۳۵ب سے ۱۹۴۶ب تک معتمد دربار جموں کے عہدہ پر رہے بعد ازاں ریٹائر ہو کر گھر تل آگئے۔ ان کے دو فرزند ہیں۔ دیوان لدھا مل اور دیوان بشمبر ناتھ۔ دیوان لدھا مل آنجہانی کے بڑے صاحبزادے دیوان جگن ناتھ بیرسٹرایٹ لا سیالکوٹ میں پریکٹس کرتے ہیں۔ اور چھوٹے صاحبزادے دیوان خوشحالی مل ریاست جموں میں ملازم ہیں۔
دیوان محکم چند دیوان رادھا کشن کے دوسرے فرزند تھے۔ ۱۹۳۶ب

[1] دیوان اننت رام نندہ مدار المہام جموں و کشمیر آپ کے داماد تھے۔

سے ۱۹۵۲ء ب تک راجہ بلدیو سنگھ کے پرائیویٹ سٹاف کے افسر۔ اور ۱۹۵۳ء ب سے ۱۹۶۱ء ب تک گورنر پونچھ ۱۹۶۲ء ب سے ۱۹۶۶ء تک معتمد اعلیٰ دربار جموں و کشمیر ۱۹۶۷ء ب سے مارچ ۱۹۷۵ء ب تک سٹیٹ سکرٹری رہے اسی ماہ میں وفات پاگئے۔ راجہ بلدیو سنگھ ان کی خدمات سے بڑے خوش تھے۔ آپ کو چار گاؤں جاگیریں ملے۔ تین گاؤں میں نمبرداری ملی۔ کئی اور اراضیات بطور انعام حاصل کیں۔ سکم کی لڑائی اور جنگ عظیم یورپ کی خدمات کے صلہ میں کئی انعام اور سرٹیفکیٹ حاصل کئے خطاب کے لئے بھی سفارش ہوئی تھی۔ لیکن اسی دوران میں موت واقع ہوگئی۔ دیوان قبیلی میں جو اقبال و عروج اور جو وقار و احترام دیوان محکم چند نے پونچھ میں حاصل کیا ہے۔ وہ ان کے ساتھ ہی رخصت ہوگیا۔ پبلک پونچھ اب تک ان کا احترام کرتی ہے۔ آپ کے چار فرزند ہیں۔ دیوان سنت رام۔ دیوان رگھناتھ داس۔ دیوان روشن لعل۔ دیوان ہرچند لعل۔ ان میں دیوان سنت رام جاگیردار و نمبردار ہونے کے علاوہ خزانہ صدر کے تحویلدار ہیں۔ لیکن خزانہ صدر میں ان کی جگہ ان کا صاحبزادہ دیوان دوارکاناتھ کام کرتا ہے۔ دیوان رگھناتھ داس جو دیوان محکم چند کے فرزند دوم ہیں۔ ۱۹۷۰ء ب سے اس وقت تک محکمہ جنگلات پونچھ میں بعہدہ رینج افسر ملازم ہیں۔ جنگ عظیم کے ایام میں بصرہ اور راولپنڈی ڈویژن کے لئے بطور آراکش کئی آدمی مہیا کئے۔ آپ بھی جاگیردار ہیں۔ اور کھتری سبھا پونچھ کے وائس پریذیڈنٹ ہیں۔ دیوان محکم چند کے پسر سوم دیوان روشن لعل رئیس و جاگیردار اور دیوان ہرچند لعل زیر تعلیم ہیں۔

دیوان رادھا کشن کے تیسرے فرزند دیوان امیر چند ۱۹۳۸ء ب میں

راجہ موتی سنگھ کے ملازم ہوئے۔ لیکن ۱۹۴۰ء میں مستعفی ہو کر گھرتل چلے گئے۔ آپ کے حسب ذیل تین فرزند ہیں۔ (۱) ڈاکٹر نرائن داس۔ جو ابتدا میں دو سال تک پونچھ میں ملازم رہے۔ پھر میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کر کے اس وقت گورنمنٹ جموں و کشمیر میں بعہدہ اسسٹنٹ سرجن ملازم ہیں (۲) دیوان درگا داس پنجاب نیشنل بنک میں اکونٹنٹ اور (۳) دیوان وشوا ناتھ پرنس آف ویلز کالج جموں میں زیر تعلیم ہیں۔

دیوان رادھا کشن کے سب سے چھوٹے فرزند دیوان بھیم سین بقید حیات ہیں۔ وہ ۱۹۶۰ء میں بندوبست کی ٹریننگ کے بعد پہلے نائب تحصیلدار رہے۔ پھر تحصیلدار صدر جج۔ منصف۔ اسسٹنٹ گورنر۔ سپرنٹنڈنٹ کسٹم اکسائز کے مراحل طے کر کے چیف ریونیو افسر ہو گئے۔ اسی عہدہ سے ۱۹۹۱ء میں پنشن حاصل کی ہے جنگ عظیم کی خدمات کے صلہ میں حکومت برطانیہ سے آپ نے تمغہ جات بھی حاصل کئے ہیں۔ آپ کے فرزند دیوان سرداری لعل بی ایس سی ایل ایل بی اس وقت تحصیل مہنڈر میں نائب تحصیلدار ہیں۔

دیوان اجودھیا ناتھ کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ کا نام دیوان گنڈا مل تھا۔ آپ ۱۸۹۹ء سے ۱۹۰۹ء تک راجہ جواہر سنگھ کے ہاں بمقام کوٹلی دفتر دیوانی کے افسر رہے پھر اپنے دونوں بڑے بھائیوں کے ساتھ ۱۹۱۰ء میں راجہ موتی سنگھ کی ملازمت میں آ گئے۔ اور ۱۹۴۷ء تک رہے۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ فرزند کلاں دیوان دیو دیال[1] جو راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں دو سال نائب سر دفتر دیوانی اور راجہ بلدیو سنگھ کے عہد میں دو سال تک افسر جاگیر داد امرتسر رہ کر ۱۹۴۶ء میں واپس گھرتل آ گئے۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ دیوان گیان چند و دیوان ملک راج۔

[1] آپ کی عمر اس وقت نوے سال کے قریب ہے پبلک ہائی سکول گھرتل آپ ہی کی تعلیمی سرگرمیوں کے طفیل جاری ہے۔

دیوان گیان چند سنہ ۱۹۶۲ب میں سر دفتر دیوانی ہوئے اور سنہ ۱۹۷۱ب میں اسسٹنٹ اکونٹ افسری کے عہدے سے ریٹائر ہو گئے۔ ہندو پبلک لائف میں آپ نے نمایاں کام کیا ہے۔ سناتن دھرم سبھا پونچھ کے سکرٹری اور پھر پریذیڈنٹ بھی رہے ہیں۔

دیوان ملک راج بی۔ اے ایل ایل۔ بی ہیں۔ اور سیالکوٹ میں ان کی کامیاب پریکٹس کی وجہ سے ان کو بہت کچھ شہرت حاصل ہے۔ آپ پنجاب نیشنل بنک کے ڈائرکٹر آریہ سماج سیالکوٹ اور ہندو سبھا سیالکوٹ کے صدر رہیں۔ آپ کے فرزند کلاں دیوان چمن لعل بی اے ایل ایل بی پنجاب میں سب جج ہیں۔ اور آپ کے دوسرے فرزندان ہنوز زیر تعلیم ہیں۔

دیوان گنڈامل کے فرزند ثانی دیوان نانک چند سنہ ۱۹۳۴ب میں ملازم ہوئے اور دس سال تک تحصیلدار اور اس کے بعد کچھ عرصہ تک راجہ موتی سنگھ کے میر منشی رہے۔ بعد ازاں دو سال تک امر تسر میں افسر جائداد رہ کر ریٹائر ہو گئے آپکے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ دیوان مہر چند جو راقم الحروف کے ہم جماعت تھے سنہ ۱۹۵۴ب سے سنہ ۱۹۷۰ب تک تحصیلداری وغیرہ معزز عہدوں پر تعینات رہے۔ آخر عمر میں ریاست جموں کی تحصیل رنبیر سنگھ پورہ میں کئی سال تک بطور وکیل عدالت کام کرتے رہے۔ اور اسی حالت میں بمقام سیالکوٹ وفات پا گئے۔ فرزند دوم دیوان حویلی رام جو سنہ ۱۹۶۳ب سے سنہ ۱۹۶۷ب تک مہتمم بند وبست پونچھ کے ریڈر رہے پھر جنگ عظیم میں فوج میں ملازم ہو کر کچھ عرصہ تک بصرہ میں رہے۔ آجکل گھر ہی میں ہیں۔ فرزند سوم دیوان دیس راج بیرسٹر ایٹ لا ہیں۔ اور گجرات میں پریکٹس کرتے ہیں۔ فرزند چہارم دیوان بیج ناتھ انگریزی علاقہ میں سب انسپکٹر پولیس ہیں۔

خاندان بھلّہ کھتری

کہا جاتا ہے کہ جب پرسرام جی نے چھتری قوم کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ان کا قتل عام شروع کیا۔ تو اس وقت جن چھتریوں نے کوشل رشی کی پناہ میں آکر اپنی جان بچائی۔ ان کا گوت (گوتر) انہی کے نام سے کوشل مشہور ہو گیا اس گوتر کے چھتریوں ہی میں بھلہ قوم کے کھتری بھی ہیں۔ یہ طبقہ ہمیشہ جنگجو اوصاف سپاہیانہ اوصاف سے متصف رہا ہے۔ ان کی ایک شاخ ایسی بھی تھی۔ جو ہمیشہ مسلح رہتی اور بھالے (نیزے) اپنے ہاتھوں میں رکھا کرتی تھی۔ جب یہ لوگ اجودھیا دیش سے پنجاب میں آکر آباد ہوئے۔ تو پنجابیوں نے ان کو "بھالا والا" یا "بھالے والے" کہنا شروع کر دیا۔ یہ لفظ بگڑ کر رفتہ رفتہ "بھلہ" بن گیا۔

بھلہ کھتریوں کی تین اقسام ہیں۔ باون بھلہ۔ باری بھلہ۔ سرین بھلہ۔ باوے بھلے وہ کہلاتے ہیں جو کھتریوں کی باون (۵۲) ذاتوں میں ناطہ دیا اور لیا کرتے تھے۔ وہ لفظ باون کی رعایت سے بونجاہی بھی کہلاتے ہیں۔ باری بھلے بھلہ برادری کی وہ شاخ ہے جو کھتریوں کی بارہ ذاتوں مثلاً پوری ہانڈے نندہ۔ ڈوگل اور کوچھڑ وغیرہ میں رشتہ ناطہ دیا اور لیا کرتے تھے۔

سرین بھلے بہت بڑی تعداد میں ہیں سلاہور میں ان کے نام پر پرانی کوتوالی کے عقب میں ایک گلی سرین بھی مشہور ہے۔ گجرات۔ جہلم۔ امرت سر لاہور اور دہلی۔ ہردوار وغیرہ اکثر مقامات میں اس گوت کے لوگ آباد ہیں۔ اور ہندو برادری میں نہایت اعلیٰ پوزیشن رکھتے ہیں۔

کوشل گوتر کے یہ لوگ اجودھیا و قنوج سے نکل کر پنجاب کے اس مقام پر آئے۔ جہاں آج کل گجرات کے نزدیک موضع کڑیانوالہ آباد ہے۔ اس زمانہ

میں یہ جگہ بالکل غیر آباد تھی - ان لوگوں نے کیڑیان (کانون) کی جھونپڑیاں بنائیں۔ اور غیر آباد رقبہ کو توڑ کر زراعت کرنے لگے کیڑیا نوالہ رفتہ رفتہ کڑیانوالہ کے نام سے تبدیل ہو گیا - چنانچہ اب بھی اسی نام سے مشہور ہے - تھوڑے دنوں کے بعد کھتریوں کی ایک اور قوم مہندرو بھی یہاں آکر آباد ہو گئی - اور وہ بھی ان کی طرح کھیتی باڑی کا کام کرنے لگی - کچھ عرصہ کے بعد دونوں قوموں میں کسی بات پر چھیڑ چھاڑ ہو گئی - جس نے پہلے مخالفت پھر عناد اور بعد میں جنگ کی صورت اختیار کر لی - چنانچہ ایک قوم دوسری کو تہ تیغ کرنے کے لئے جاں بہ کف اور خنجر بہ دست میدان میں نکلی - گو طرفین کے بہت سے آدمی مارے گئے - لیکن کامیابی اور فتح مہندرو قوم کو حاصل ہوئی - مہندروں کے خوف سے ایک بھلہ عورت نے اپنا شیر خوار بچہ کہیں جنگل میں چھپا دیا - اور آپ صبر و شکر کا پتھر کلیجہ پر رکھ کر والدین کے گھر چلی گئی - سات دن کے بعد وہ اپنے بھائیوں کو لے کر بچہ کی تلاش کے لئے جنگل میں آئی - اور خدا کی قدرت سے اس بچہ کو زندہ پایا -

اس خاندان میں اس بچہ کے متعلق یہ روایت بھی مشہور ہے - کہ ایک سانپ اور ایک چیل جن کی باہمی دشمنی بھی زبان زد خلائق ہے ۔ اس بچہ کی حفاظت کر رہے تھے - جیٹھ کی کڑکڑاتی دھوپ میں چیل نے بچہ کے سر پر اپنے پر پھیلائے ہوئے تھے - اور سانپ نے بچہ کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا - جب بچہ کی ماں اور اس کے ماموں بچہ کے نزدیک گئے - تو سانپ بھی چلا گیا اور چیل بھی اڑ گئی - چنانچہ اسی احسان کے شکریہ میں اب تک بھلہ خاندان میں بیاہ - خوشی اور مونڈن کی تقریبوں کے موقع پر سانپ اور چیل کی منت مانی جاتی ہے -

اس بچہ کا نام سدھ ساتواں رکھا گیا۔ سدھ کے معنے بزرگ و برتر اور ولی اللہ کے بتائے جاتے ہیں۔ اور ساتواں سے مراد سات یوم ہیں۔ یعنی بچہ شیرخواری کی حالت میں سات روز تک خونخوار جانوروں کے درمیان جنگل میں زندہ رہا۔ سدھ ساتواں کے نام کا مطلب گویا سات یوم کا ولی ہے۔

اکبر کے زمانہ میں سدھ ساتواں جوان ہو چکا تھا۔ بادشاہ نے اس کی خدمات سے خوش ہو کر اس کو اس کا جدی ورثہ کڑیا نوالہ دلا دیا۔ اور مہندرو قوم کے لوگ بجاء قوم کے خوف سے گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ سدھ ساتواں کی اولاد اب کڑیا نوالہ میں بطور مالک و نمبردار آباد چلی آتی ہے۔ جو ملکانے۔ پیلو آنے۔ ٹھیاآنے اور رجانے کی چار شاخوں میں منقسم ہے

سدھ ساتواں کے ایک پوتے کا ناطہ لکھن وال کے "اوپل" ذات کے ایک کھتری کی لڑکی سے ہوا تھا۔ لڑکی اور لڑکے کے ہاتھوں میں لگن گانا (ایک رسم جو شادی کے چند ایام قبل ادا کی جاتی ہے) بندھ چکا تھا۔ کہ لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ لڑکی نے اپنے منگیتر کی رحلت کی خبر سُنی۔ تو ساسن ذات کے ایک برہمن کو ہمراہ لے کر کڑیا نوالہ پونچی۔ اور خاوند کی چتا پر ستی ہو گئی۔ اس ستی کا نام گنگنا ستیاوتی تھا۔ جس مقام پر وہ ستی ہوئی تھی۔ وہاں اب سنبل کا عالیشان درخت ہے۔ نیز کڑیا نوالہ میں ایک پختہ سمادھ اس کے نام کی موجود ہے۔ جس کے درشنوں کے لئے دُور دُور سے لوگ آتے رہتے ہیں۔

سدھ ساتواں کی اولاد (شاخ کلاں) سے صوبہ ل بجلا اُس زمانہ میں جب پونچھ میں اسلامی حکومت تھی۔ پونچھ آ گئے۔ ان کے چار فرزند

تھے۔سدا آنند۔ ہیرا لعل۔ پردھان سنگھ۔ حاکم آئے۔ ان میں سدا نند نے راجہ رستم خاں کے عہد میں بڑا عروج حاصل کیا۔ اس خاندان کو "بخشی" کا خطاب اسی راجہ نے عطا کیا۔ جو اب تک چلا آتا ہے۔ بخشی سدا نند کے متعلق یہ ضرب المثل پونچھ میں مشہور رہی ہے۔ جس سے اس کے اقتدار و اقبال کا پتہ چلتا ہے۔ "بخشی سدا نند کانی (یعنی قلم) قہر دی۔ چوڑد کٹوال سختی شہر دی۔ راجہ ہے نادان گل نہیں ٹھہر دی۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ بخشی سدانند کے ہاتھ میں قلم ہے۔ وہ جس قسم کے چاہتا ہے۔ حکم احکام جاری کر دیتا ہے۔ شہر کا کوتوال چوڑد ہے۔ وہ بھی ظالم اور سخت گیر ہے۔ اس پر راجہ بھولا بھالا اور انجان ہے۔ رعایا بچاری کرے تو کیا کرے۔

مواضعات کیسر فی۔ ہل بخشیاں۔ کنکوٹ۔ مندھار۔ بانڈی چیچیاں۔ وغیرہ دیہات ان کی جاگیر میں تھے۔ بخشی سدانند لاولد فوت ہو گئے۔ ان کے برادر زادہ ان کے متبنیٰ تھے۔ جن کی اولاد سے بخشی چند لعل وغیرہ ہیں۔

ڈوگرہ عہد حکومت میں جاگیرات وغیرہ کی ضبطی سے اس خاندان پر زوال آیا۔ راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں اس خاندان کے کچھ ممبر دفتر دیوانی اور فوج میں معمولی ملازمتوں پر رہے۔ بخشی رام سرن نے کمی تنخواہ کی وجہ سے پونچھ کی فوجی ملازمت سے استعفےٰ دے کر تجارتی کاروبار شروع کر دیا۔ اور علاقہ انگریزی سے متفرق مال منگوا کر ایک کوٹھی قائم کی۔

آپکے چار فرزند ہیں۔ بخشی چند لعل۔ بخشی بھگوانداس۔ بخشی بھیم سین۔ بخشی دیوان چند۔ چنانچہ آخرالذکر تینوں بھائی اب بھی تجارتی کوٹھی کا کام کرتے ہیں۔ بخشی چند لعل پہلے تحصیلدار تھے۔ پھر جج بنے۔ اور بالآخر گورنری تک پہنچے۔ آپ کا ایک ہی اکلوتا فرزند بخشی جگت منموہن لال ہے۔ جو پونچھ ہی

میں زیر تعلیم ہے۔

بخشی سدا نند کے دوسرے بھائیوں کی اولاد حسب ذیل تھی بخشی ہیرا لعل کا فرزند بخشی کہنیا لعل۔ پردھان سنگھ کا فرزند چڑت سنگھ۔ حاکم رائے کے دو فرزند ہربھج رائے و گوپی چند تھے۔ جب پونچھ میں ڈوگرہ حکومت استقلال کے ساتھ قائم ہو گئی۔ تو راجہ جواہر سنگھ برادر راجہ موتی سنگھ نے جن کو چبال کا علاقہ ملا تھا۔ اپنے دار الحکومت ٹلی میں بخشی کہنیا لال کو اور راجہ موتی سنگھ نے بخشی کہنیا لال کے فرزند بخشی ہرنام داس کو سر دفتر دیوانی مقرر کر دیا۔ راقم مؤلف کی نظر سے بھی دفتر دیوانی ۱۹۰۷ ب ۱۹۰۸ ب ۱۹۰۹ ب ۱۹۱۰ ب ۱۹۱۱ ب کی نقول گذری ہیں۔ جو راجہ جواہر سنگھ و راجہ موتی سنگھ کے زمانہ کی ہیں اور جن میں بخشی کہنیا لعل و بخشی ہرنام داس و بخشی ہربھج رائے کے نام درج ہیں اور اخراجات کی تفصیل ہیں ۱۷ ار سوج ۱۹۰۷ ب کو درو جہ بخشی کہنیا لعل دفتری طلب ششما اور ۱۹۰۹ ب میں ۱۰ ار ساون کو طلب علی الحساب بابت ربیع تین سو روپیہ کا اندراج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں تنخواہیں چھ چھ ماہ کے بعد ملا کرتی تھیں۔

راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں زمین اور مکانات کی جو قدر تھی۔ اس کا اندازہ اُن الفاظ سے ہو سکتا ہے۔ جو اُس زمانہ کی ایک بہی کے ۱۲ ار پھاگن ۱۹۰۹ ب کے اخراجات میں حسب ذیل درج ہے۔ " بابت قیمت دو منزلہ کوٹھہ بخشی کہنیا لعل دفتری بیس روپے پختہ " اس کی تصدیق بخشی رام چند سب انسپکٹر پولیس کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے " ہمارے بزرگوں نے اراضیات۔ عمارات باغ فوارہ اور احاطہ منڈی وغیرہ بلا معاوضہ پیش کئے۔ اور ایک دو منزلہ مکان نام نہاد رقم تیس روپے نانک شاہی لے کر نذر سرکار کیا۔"

بخشی رام چند سب انسپکٹر پولیس (پونچھ کشمیر)

لالہ جگت رام بی اے ایس اے وی ٹیوٹر
و سکرٹری سری راجکمار جتیندر دیو سنگھ جی پونچھ

بخشی ہرنام داس کی وفات کے بعد سرکار نے ان کی خدمات کی قدر کی اور ان کے فرزند کلاں بخشی دیوی سہائے کو دفتر دیوانی کا سر دفتر بنایا۔ اور ان کے دوسرے فرزند بخشی گوبند سہائے کو افسر کوٹھیات اور ان کے سب سے چھوٹے فرزند بخشی میا سہائے کو دفتر دیوانی ہی میں ایک عہدہ عطا کیا۔ بخشی ہرنام داس نے اپنی کاروباری زندگی میں ایک مُہر بنوا رکھی تھی۔ جس پر تین پشت کا شجرہ اس طرح درج تھا۔ سے

سمر ہرنام بخشی تو گھنیا۔ پوہ دیوی سہائے گوبند۔ میا۔

بخشی گوبند سہائے کا فرزند بخشی امرچند تجارتی زندگی بسر کر رہا ہے۔ بخشی میا سہائے کے فرزند بخشی رام چند پولیس پونچھ میں سب انسپکٹر ہیں۔ اور آجکل بمقام راولاکوٹ تعینات ہیں۔ اور اپنے فرائض نہایت تندہی سے ادا کر رہے ہیں۔

پونچھ کی بھلہ برادری میں بابو دوارکا ناتھ پبلک ورکس میں کلرک ہیں۔ ان کے بھائی لالہ کرپا رام فروٹ مرچنٹ ہیں۔ ان سب کا شجرہ پونچھ کے بھلہ خاندان کے مورث اعلےٰ سے ملتا ہے۔ اس برادری کے کئی لوگ اراضیات کے مالک بھی ہیں۔ ان کی تعداد پونچھ میں تیس نفوس سے زیادہ نہیں ہے۔ ان کے بھاٹ و پروہت اب تک کرٹ بانوالہ ہی سے آتے ہیں۔ پونچھ کی بھلہ برادری باری بھلہ کہلاتی ہے۔

خاندان ہرجائی کھتری

(ماسٹر جگت رام بی۔ اے ٹیوٹر و سکرٹری راجکمار چیتر دیو سنگھ جی)

ماسٹر جگت رام تین پشتوں سے پونچھ میں آباد ہیں۔ قدیم وطن ہریہ ضلع گجرات ہے۔

راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں ان کے بزرگ پونچھ آئے۔ اور دھرم سال تحصیل مینڈر میں مقیم ہوگئے۔

آپ نے انٹرنس کا امتحان پونچھ کے سرکاری ہائی سکول سے پاس کیا۔ ایس۔ اے۔ وی اور ایف۔ اے اور بی۔ اے کے امتحانات پرائیویٹ طور پر دیئے۔ پونچھ کے جس سکول میں تعلیم پاتے رہے۔ اسی میں تیرہ سال تک ٹیچر بھی رہے۔

سنہ ۱۹۲۹ء میں راجکمار چترد یو سنگھ جی کے ٹیوٹر ہوئے۔ اور اس ہمدردی و وفاداری سے آپ نے اپنے فرائض ادا کئے۔ کہ سنہ ۱۹۳۲ء میں اتالیقی کے فرائض کے علاوہ ان کے سکرٹری بھی آپ ہی مقرر کئے گئے۔ چنانچہ اپنے مفوضہ فرائض کو آپ دیانت و قابلیت کے ساتھ نباہ رہے ہیں۔ راجکمار صاحب کی تعلیمی خدمات کے صلہ میں سری راجہ صاحب بہادر نے نہ صرف آپ کو خلعت وغیرہ دے کر آپ کی احسن کارکردگی آپ کی وفادارانہ خدمات اور آپ کی تعلیمی سرگرمیوں کا اعتراف اور اپنی خوشنودیئے مزاج کا اظہار فرمایا ہے۔ بلکہ کچھ عرصہ سے سری ٹکہ صاحب (ولی عہد) کی تعلیم بھی آپ ہی کے سپرد ہے۔

آپ گوت اور ذات کے لحاظ سے ہرجائی کھتری ہیں۔ آپ کے دو بھائی بھی ہیں۔ ایک لالہ دیوان چند جو عرائض نویس ہیں۔ دوسرے لالہ کشوری لعل جو زمیندارہ اور تجارتی کاروبار کرتے ہیں۔

چنڈھوک کھتری خاندان

میانی ضلع شاہ پور میں لالہ ندھول چنڈھوک کھتری ایک مشہور دانی بزرگ تھے۔ ان کا تعمیر کردہ مندر و دھرم شالہ اب بھی وہاں موجود ہے۔ ان کی

حکیم سدرون ناتھ آفتاب مستند طبیہ کالج دہلی و ایڈیٹر اخبار آفتاب پونچھ | لالہ میا داس چینڈہوک، نائب تحصیلدار باغ پونچھ

ذریات سے لالہ شنکر داس بھیرہ آئے۔ اور وہیں آباد ہوگئے۔ ان کے فرزند کا نام لالہ کرم چند تھا۔ وہ نواب ملک خدا بخش خان ٹوانہ آف خواجہ آباد تحصیل شاہپور کے مختار عام تھے۔ عرصہ تک جموں میں بیوپار کا کام بھی کرتے رہے۔ ان کے فرزند لالہ میا داس نے ڈیرہ اسمٰعیل خان میں بندوبست کا کام سیکھ کر سری نگر کے بندوبست ۱۹۶۲ب میں ملازمت اختیار کی۔ کچھ عرصہ کے بعد جموں وکشمیر کی "وکالت" کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ پھر ۱۹۷۴ب میں پونچھ آگئے۔ آپ نے بدوران جنگ عظیم بھرتی وغیرہ کے سلسلہ میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ جن کے صلہ میں صاحب اسسٹنٹ ریزیڈنٹ پونچھ نے سر راجہ بلدیو سنگھ بہادر کے۔سی۔آئی۔ ای کے ایماء پر ۱۹۷۵ب میں عہدہ نائب تحصیلداری عنایت کیا۔ شورش ۱۹۸۸ب میں لالہ میا داس ہی وہ پہلے شخص تھے۔ جو شورش فرو کرنے کیلئے موضع بھانتی کے سکھوں کا جتھا لے کر سہڑہ پہنچے۔ اور موضع برمنگ کے مسلمانوں اور سکھوں کا جتھہ لے کر دھرمسال مہنڈر گئے۔ فن طب میں بھی آپ کو خاص شغف حاصل ہے۔ اور بعض ادویات تیار کر کے عوام میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔ آپ کے بڑے صاحبزادے مسٹر راجندر ناتھ چنڈہوک سری نگر میں پیدا ہوئے۔ اور آجکل اپنے ماموں مسٹر نرپت رائے سیٹھی۔ بی۔ اے۔ایل۔ بی آف این ڈی ہری رام اینڈ سنز کے کارخانہ قالین سازی سری نگر کے مینیجر ہیں۔

حکیم سرون ناتھ آفتاب آپ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ جنہوں نے ۱۹۲۸ء میں طبیہ کالج دہلی سے امتحان کامل طب وجراحت پاس کیا۔ کلاس میں آپ کی حاضری سو فیصدی رہتی تھی۔ جس کے لئے کالج کے سالانہ جلسوں میں انہیں ہمیشہ انعام ملتے تھے۔ کچھ عرصہ سٹیٹ یونانی ڈسپنسری جموں کے انچارج

رہے۔ اور عوام میں ہر دلعزیزی اور شہرت حاصل کی۔ پھر آپ پونچھ تشریف لائے اور گذشتہ چار سال سے پونچھ میں علم طب کی پریکٹس کرتے ہیں۔ آپ کا مطب نہایت کامیابی سے چل رہا ہے۔ اور دور ونزدیک آپ کی حذاقت کا چرچا ہے آپ طبیب ہونے کے علاوہ ایک اچھے ادیب اور شاعر بھی ہیں۔ آپ پونچھ کے اخبار آفتاب کے ایڈیٹرو مالک ہیں۔ ۱۹۹۰ء ب میں معراج النبی کمیٹی پونچھ کی طرف سے بہترین نعت لکھنے کے صلہ میں آپ کو بھی ایک تمغہ مل چکا ہے۔ اس خاندان کے رشتے ناطے ساہنی بسیٹھی۔ سبھروال وغیرہ کھوکھراں گھرانوں سے ہوتے ہیں [1]

پنچندہ خاندان

پچاس ساٹھ سال کا عرصہ گذرا۔ کہ میرپور قلمرو جموں کے ایک اروڑونشی سکھ بزرگ سردار گنیشا سنگھ کاروبار کی غرض سے پونچھ آئے۔ اور یہاں کچھ ایسا دل جما کہ یہیں اقامت گزین ہو گئے۔ آپ کے فرزند سردار جگت سنگھ کے ہاں تین فرزند ہوئے۔ سردار رام سنگھ جو اب ڈاکٹر رام سنگھ کے نام سے مشہور ہیں۔ سردار سوہن سنگھ اور سردار سندر سنگھ۔ ڈاکٹر رام سنگھ ۲۸ بھادوں ۱۹۵۴ء ب کو پونچھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں انٹرنس کا امتحان فسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ آپ کا ارادہ طالب علمی کے زمانہ ہی سے ڈاکٹری و سرجیکل لائن میں جانے کا تھا۔ لیکن نا موافق حالات کی وجہ سے آپ اکونٹ آفس میں بیس روپے ماہوار پر بطور کلرک ملازم ہو گئے۔

سردار بہادر سردار جگت سنگھ ان ایام میں وزیر پونچھ تھے۔ انہوں نے آپ کے کام سے خوش ہو کر آپ کو کانفیڈنشل ریکارڈ کے لئے وزارت میں

[1] پنچندہ وک قوم کے کئی افراد دیگر حصوں میں بھی آباد ہیں۔

لے لیا۔ بابو راد ناد ھرا یم۔ اے وزیر پونچھ کے پرسنل اسسٹنٹ تھے۔ انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ کی کارکردگی کی رپورٹ جب وزیر صاحب کو پیش کی۔ تو انہوں نے آپ کو کسی اچھی اسامی پر تعینات کرنا چاہا۔ لیکن آپ نے شکریہ کے ساتھ انکار کرتے ہوئے کہا۔ کہ اس کے عوض اگر مجھے ڈاکٹری کی تعلیم کے لئے وظیفہ عطا کر دیا جائے۔ تو میری دائمی شکر گذاری کا باعث ہو گا۔

سردار بہادر بھگت سنگھ نے آپ کی ہونہار طبیعت اور آپ کے درخشاں مستقبل کو دیکھ کر سر راجہ بلدیو سنگھ جی کے پاس سفارش بھی کی۔ اور ان کی خدمت میں اپنے ہمراہ بھی لیگئے۔ سر راجہ صاحب نے فرمایا۔ میں اس کو جانتا ہوں۔ یہ بہت ہوشیار اور کارکن لڑکا ہے۔ چنانچہ آپ سرکاری وظیفہ پر ڈاکٹری تعلیم کے لئے لاہور بھیجے گئے۔ جہاں چار سال آپ پڑھتے رہے۔ اور ہر سال امتحانات میں اوسطاً سو میں سے ۹۷ نمبر حاصل کرتے رہے۔

۱۹۲۷ء میں آپ نے ایم۔ ایس۔ ایم۔ ایف کا امتحان دیا۔ اور تمام پنجاب میں اول رہے۔ پونچھ صدر اور دھرم سال کی ڈسپنسریوں میں آپ نے نمایاں کام کیا۔ رائے صاحب ڈاکٹر رام گوپال جو اس زمانہ میں چیف میڈیکل افسر تھے۔ آپ کی پیشانی کے صفحہ سے بچ مے تا فنن ستارہ بلندی کا مضمون جلی حرفوں میں پڑھ رہے تھے۔ ان کا یہ خیال کہ کوئی وقت آنے والا ہے۔ کہ میرا جانشین یہی شخص ہو گا۔ آخر ایک وقت آیا۔ کہ بالکل صحیح ثابت ہو گیا۔

راجہ سکھدیو سنگھ جی نے آپ کو اپنا میڈیکل ایڈوائزر مقرر کیا۔ ان کی وفات کے بعد بھی آپ اسی عہدہ پر رہے۔ ۱۹۳۱ء میں موجودہ حکمران پونچھ سر راجہ جگت دیو سنگھ جی نے آپ کی خدمات اور آپ کی طبی قابلیت سے مسرور ہو کر آپ کو ولایت جانے کے لئے اڑھائی سو روپیہ ماہوار وظیفہ عطا کیا۔

افسوس ہے۔ آپ کے ولایت جانے کے بعد آپ کے عزیز بھائی سردار سوہن سنگھ جو ایک سو دس روپے ماہوار پر محکمہ وزارت کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ اور نہایت خوش خلق اور نیک طینت نوجوان تھے۔ راجکمار پدم دیو سنگھ جی کی برات سے واپس آتے ہی بمقام جلندر ری بعارضہ نمونیہ انتقال کر گئے۔ دو لڑکیوں کے علاوہ ایک لڑکا بلبیر سنگھ ان کی یادگار ہے۔ جو آپ ہی کی سرپرستی میں اب تعلیم پا رہا ہے۔

تین سال کے بعد آپ ولایت سے ایل۔ آر۔ سی۔ پی اور ایم۔ آر۔ سی ایس کی معزز ڈگریاں لے کر پونچھ واپس آئے۔ جہاں باشندگان پونچھ نے پوری سرگرمی سے آپ کا استقبال کیا۔

آجکل آپ پونچھ کے چیف میڈیکل افسر ہیں۔ اور اپنے حسن سلوک اور خدمت خلق اللہ اور اپنے دست شفا کی بدولت پبلک کی دعائیں حاصل کر رہے ہیں۔

یہ خاندان تیج نندہ کہلاتا ہے۔ صحیح تلفظ تیج نندہ ہے۔ جو اروڑ ونشی مقام پنج ند سے آئے تھے۔ وہ پنج نندہ کہلائے۔ یہی لفظ رفتہ رفتہ پنجندہ ہو گیا۔ رائے بہادر لالہ منگو مل جو اروڑ ونشی فرقہ کے بہت بڑے ریفارمر تھے اسی گوت میں سے تھے۔ لاہور میں اس گوت کے بہت لوگ موجود ہیں۔ پونچھ میں صرف ایک ہی گھر ہے۔ البتہ ضلع جہلم اور ریاست جموں میں اس گوت کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اور چونکہ پونچھ کے تیج نندہ خاندان کے بزرگ سردار گنیشا سنگھ میرپور ہی سے پونچھ آئے تھے۔ اور میرپور جہلم کے متصل ہے۔ اس لئے قیاس غالب ہے۔ کہ پونچھ کے تیج نندہ خاندان کا اصل وطن جہلم یا ضلع جہلم ہی ہے۔

لالہ رام چند منجندہ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ پنجاب

سردار سوہن سنگھ آنجہانی سابق سپرنٹنڈنٹ وزارت عظمیٰ پونچھ

ڈاکٹر آر۔ ایس پنچند ایل۔ آر۔ سی۔ پی و
ایم۔ آر۔ سی۔ ایس چیف میڈیکل افسر پونچھ
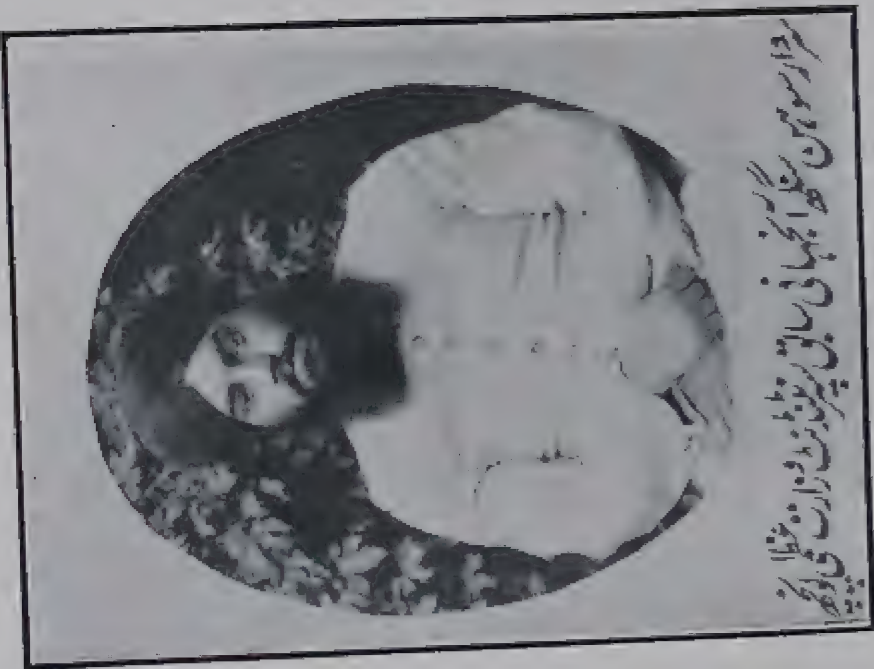
جو لاہور کے نامور وکیل اور پنجاب کے بہتر تاریخ دان بلکہ تاریخ کے مشہور سکالر ہیں۔ تاریخ اروڑونش میں کچ نندہ کے لفظ پر کچھ روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ یہ گوت بہت پرانا معلوم ہوتا ہے۔ اس گوت کے اکثر خاندان دیوالی کا تہوار نہیں مناتے۔ بلکہ اُس دن ماتم کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ خاص دیوالی کے دن اس خاندان میں کوئی ایسا اندوہناک واقعہ ہوا ہے۔ کہ جس کی یادگار اب تک اس خاندان میں موجود ہے

لیکن پونچھ میں جو کچنندہ خاندان ہے۔ اس میں دیوالی کا تہوار عام ہندوؤں کی طرح منایا جاتا ہے۔

شری مہنت صاحب گوردوارہ اعلیٰ گدی نگالی صاحب

(پونچھ میں گورسکھی پرچار اور سکھوں کی اعلیٰ گدی سری سنت پورہ نگالی صاحب کے جانشینوں کے تاریخی حالات)

پونچھ میں سکھی پرچار کی ابتدائی تاریخ پہلی بادشاہی یعنی گورونانک صاحب کے زمانہ سے بیان کی جاتی ہے۔ مگر عملاً اس علاقہ میں سکھی پرچار گورو ارجن صاحب کے زمانہ (عہد جہانگیر) میں شروع ہوتا ہے۔ جب گورو صاحب کے ارشاد کے مطابق بھائی مادھوجی سوڈی اس علاقہ میں آتے ہیں۔ ان کے بعد جب چھٹے بادشاہ گورو ہرگوبند جی کشمیر گئے۔ تو اسی رستے توحید پرستی کے پھول برساتے گئے۔

ان کے بعد سکھوں کے دسویں بادشاہ گورو گوبند سنگھ جی نے ۱۷۵۶ء اب میں خالصہ پنتھ کی بنیاد رکھنے کے بعد سنت بھائی پھیرو سنگھ سنت بھائی

شری مہنت بھائی منگل سنگھ جی اصلی گدی سری سنت پورہ لنگالی صاحب پونچھ (کشمیر)

سال سنہ ۱۹۶۰ ب میں بمقام راولاکوٹ آپ انتقال فرما گئے۔ آپ کی سمادھ پر جو ڈیری صاحب کے نام سے موسوم ہے ہر سال بیساکھ کو میلا لگتا ہے۔ آپ نے اپنے آخری ایام میں سنت بھائی میلا سنگھ جی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ بھائی میلا سنگھ کا جنم استھان موضع کوٹیڑی تحصیل باغ ہے۔ آپ نے پرچار کے لئے موضع نگالی میں جو سنت پورہ نگالی صاحب کے نام سے موسوم ہے گوردوارہ قائم کیا۔ اور یہاں اُن کے وقت سے لے کر اب تک لنگر جاری ہے۔

سکھوں کے قبضہ کشمیر و پونچھ کے زمانہ ہی سے اس گوردوارہ کے ساتھ جاگیرات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سنہ ۱۹۸۵ ب میں جب مہاراجہ گلاب سنگھ راجہ گلاب سنگھ تھے۔ اور پونچھ کی شورش مٹانے کے لئے تحصیل باغ کا دورہ کر رہے تھے۔ تو آپ سنت بھائی میلا سنگھ جی کے درشنوں کو بھی آئے۔ اور کشمیر سے تین اور پونچھ سے پانچ گاؤں بطور جاگیر نذر کر گئے۔ بلکہ اس زمانہ کے بعض مسلمان جاگیردار اور راجگان بھی ان کی سیوا کرتے رہے۔ سنہ ۱۹۱۱ ب در عہد راجہ موتی سنگھ میں آپ بھائی منا سنگھ کو اپنا جانشین مقرر کر کے رحلت فرما گئے۔ آپ کی سمادھ سری سنت پورہ صاحب میں موجود ہے۔

بھائی منا سنگھ کی وفات سنہ ۱۹ ب کے بعد بھائی منگل سنگھ اول پھر بھائی رتن سنگھ اول ان کے بعد بھائی اوتار سنگھ پھر بھائی رتن سنگھ دوم اور سنہ ۱۹۵۹ ب میں بھائی موہر سنگھ گدی پر بیٹھے۔ آپ بمقام رسے بنیان تحصیل سدھنوتی سنہ ۱۹۶۰ ب میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سنت پورہ نگالی صاحب کی عمارت میں عظیم الشان توسیع کی۔ ہندو مسلمان سب آپ کا احترام کرتے تھے۔ سنہ ۱۹۷ ب کی ہندو مسلم شورش کو مٹانے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد کرنے میں آپ نے جو خدمات ادا کیں۔ اس کے صلہ میں دربار نے جس میں انریبل ریذیڈنٹ

کشمیر بھی شریک تھے ۔ آپ کو ایک خلعت پیش کیا ۔ ہز ہائی نس مہاراجہ سر پرتاپ سنگھ اور سر راجہ بلدیو سنگھ کے ہاں آپ کی بڑی عزت تھی ۔ مہاراجہ بہادر بہ دوران ملاقات ایک اعزازی خلعت اور پچیس اشخاص کی رسد دیا کرتے تھے ۔ ان کی وفات پر سنت بھائی منگل سنگھ جی دوم ان کے جانشین ہوئے ۔ اور اب تک مہنتی کے فرائض وہی انجام دے رہے ہیں ۔ آپ موضع بھان تنی کے ساسن برہمن خاندان سے ہیں ۔ وہیں ۱۹۳۷ بکرمی میں پیدا ہوئے ۔ اعلیٰ گدی لنگالی صاحب ہی کی سیوا میں علم بھی حاصل کرتے رہے ۔ جانشینی کی رسم ۱۹۷۶ بکرمی میں جب ادا ہوئی ۔ تو اس تقریب پر پونچھ کے سرکاری دفاتر میں تعطیل منائی گئی ۔ اور حکومت پونچھ کی طرف سے پانچ سو روپیہ پیش کیا گیا ۔ گوردوارہ کی عمارت میں آپ نے نمایاں ترقی اور توسیع کی ہے ۔ پونچھ کی گورمکھی کنیا پاٹ شالا کا اجرا آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے ۔ گوردوارہ لنگالی صاحب میں جو ودیارتھی ۔ گورمکھی ودیا حاصل کرتے ہیں ۔ ان کے اخراجات کا کفیل بھی گوردوارہ ہی رہا ہے ۔ آپ کے جنم استھان بھان تنی کی پاٹ شالا بھی آپ ہی کی سرپرستی میں جاری ہے ۔

اس گدی کی تین خصوصیتیں ہیں ۔ ایک تو یہ کہ جو مہنت مقرر ہوتا ہے وہ غیر شادی شدہ ہوتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ گدی موروثی نہیں ہے ۔ بلکہ جو چیلا لائق سمجھا جاتا ہے ۔ گدی اس کو ملتی ہے ۔ تیسرے یہ کہ اس گوردوارہ میں گوشت اور شراب کی قطعی ممانعت ہے ۔ اس گوردوارہ کے ماتحت اور بھی کئی گدیاں اور دھارمک استھان ہیں جن میں واقع کھنڈور صاحب سری امرت سر ۔ مظفر آباد ۔ لنباڑہ ۔ ڈنہ کچیل ۔ شاہکوٹ ۔ راولاکوٹ بھونٹھ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

پونچھ اور مضافات پونچھ کی سکھ جماعت میں کئی اصحاب قابل ذکر ہیں۔ جن میں سے چند معززین کے نام درج کئے جاتے ہیں۔
سردار کرم سنگھ سکرٹری سری راجہ صاحب پونچھ و پریذیڈنٹ سری گوروسنگھ سبھا پونچھ۔ سردار وصیان سنگھ سابق پرسنل اسسٹنٹ وزیر صاحب پونچھ و سابق پریذیڈنٹ سری گوروسنگھ سبھا و مینجر گورمکھی کنیا پاٹھ شالہ پونچھ۔ سردار ساد ہو سنگھ بزاز و سابق مینجر سری گوروسنگھ سبھا۔ سردار بساوا سنگھ سیکنڈ کلرک وزارت و سکرٹری سری گوروسنگھ سبھا۔ سردار موہن سنگھ بزاز میونسپل کمشنر پولیٹکل سکریٹری سری گوروسنگھ سبھا و مختار عام گوردوارہ اعلیٰ گدی ننگالی صاحب۔ گیانی بدہ سنگھ ممبر سنگھ سبھا و سابق ممبر منتر ونی کمیٹی امرتسر۔ سردار روپ سنگھ سابق ریڈر عدالت عالیہ و وائس پریذیڈنٹ سری گوروسنگھ سبھا۔ سردار سنت سنگھ نائب داروغہ جیل۔ سردار کرتار سنگھ عرائض نویس و ممبر گوروسنگھ سبھا۔ سردار گوپال سنگھ ہیڈ آڈیٹر محکمہ کسٹم۔ سردار جگت سنگھ ہیڈ کلرک محکمہ پولیس پونچھ۔ سردار بھولا سنگھ سربراہ نمبردار پونچھ۔ سردار نرنجن سنگھ وکیل۔ سردار دیال سنگھ پنشنر جمعدار جاگیر۔ مہتہ روپ سنگھ سکنہ بھان تتی۔ سردار رام سنگھ سکنہ ہاڑی گہل اسسٹنٹ مینجر ڈبلیو لیمبرٹ کیمسٹس سرینگر۔ سردار سرون سنگھ بی۔ اے تحصیل باغ۔ سردار امیر سنگھ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی پبلک پراسیکوٹر پونچھ۔ سردار اوتار سنگھ بی اے۔ سردار گوربخش سنگھ ایف۔ اے۔ جے۔ اے۔ وی ٹیچر مڈل سکول راولاکوٹ۔ سردار نراندر سنگھ سب اورسیئر پونچھ۔

سردار کرم سنگھ سکرٹری سری راجہ صاحب بہادر پونچھ

آپ کے بزرگوں کا اصل وطن بنارس (کاشی) ہے۔ وہ حکومت مغلیہ کے وسطی دور میں بنارس سے نقل سکونت کر کے پنجاب کے مقام پٹھان بھگتاں ضلع راولپنڈی میں آئے۔ جہاں اب تک اس خاندان کے لوگ آباد ہیں۔ گوت کے لحاظ سے یہ خاندان اوپادھیائے برہمن ہے۔ اس خاندان کی ایک شاخ کے مورث اعلیٰ سردار مہر سنگھ معہ عیال و اطفال پٹھان بھگتاں سے ہجرت کر کے تحصیل باغ پونچھ کے موضع چوکی کوٹیڑی میں اقامت گزیں ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب خالصہ حکومت پونچھ کو فتح کر کے یہ علاقہ راجہ دھیان سنگھ کو عطا کر چکی تھی۔ انہی ایام میں جن کی ابتدا ۱۸۱۹ء کے بعد سے شروع ہوتی ہے پونچھ کے کثیر التعداد برہمن خاندانوں نے سکھ مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اس زمانہ میں یہاں سکھوں کے روحانی پیشوا مہنت روچا سنگھ جی کا بڑا چرچا تھا۔ ان کے مرید و جانشین بھائی میلا سنگھ اور سردار مہر سنگھ کے فرزند سردار بساکھا سنگھ دونوں خوردسال تھے۔ اور ہم عمری کی وجہ سے دونوں میں بڑی محبت تھی۔ مہنت روچا سنگھ جی کی وفات کے بعد جب مہنت بھائی میلا سنگھ جی علاقہ باغ سے موضع ڈنگالی میں آ گئے۔ تو وہ اپنے ساتھ ہی اپنے بچپن کے رفیق سردار بساکھا سنگھ جی کو بھی ساتھ لیتے آئے۔ اور چونکہ وہ کوٹیڑی میں بہت سی جائداد چھوڑ آئے تھے۔ اس لئے مہنت صاحب نے ان کو بہت سی آبی و خشکی اراضیات عطا کیں۔ بساکھا سنگھ کی وفات کے بعد ان کے فرزند سردار بھاگ سنگھ پر بھی مہنت صاحب نے ہمیشہ پدرانہ شفقتیں مبذول رکھیں۔

راجہ موتی سنگھ کو فقرا سے عقیدت اور باخدا لوگوں سے محبت تھی۔

سردار کرم سنگھ سیکرٹری سری راجہ صاحب بہادر پونچھ

یہی عقیدت ان کو کبھی کبھی مہنت صاحب کے پاس سلام کے لئے کھینچ لاتی تھی۔ راجہ صاحب کے ہمراہیوں اور اہلکاروں میں ان کے مصاحب سردار بلونت سنگھ اور سید مہر شاہ درجہ اختصاص رکھتے تھے۔ انہوں نے سردار بھاگ سنگھ کی پیشانی سے جو مہنت صاحب کے پاس ہی رہا کرتے تھے۔ نجابت و شرافت کے آثار دیکھے تو ان کو مواضعات چھومگاں۔ چھتراں۔ کالا بن بنولہ۔ تنینہ درہ۔ ڈبیگلہ۔ بنیاڑ سلونیاں۔ پنڈ۔ قصبہ۔ بٹھانا تیر کا کاردار بنا دیا۔ اور رفتہ رفتہ ان کی کارکردگی و شرافت پر انہیں یہاں تک اعتماد ہو گیا۔ کہ نہایت اہم خانگی و سرکاری معاملات میں ان سے مشورہ لے لیا کرتے تھے۔

راجہ موتی سنگھ جب کبھی جموں تشریف لے جایا کرتے تو رستہ میں کئی روز سردار بھاگ سنگھ کے مکان پر شب باش ہوا کرتے تھے۔ سردار بھاگ سنگھ کے ہاں دو فرزند تھے۔ سردار تارا سنگھ و سردار موتی سنگھ۔ سردار تارا سنگھ دھرم کرم کے پابند اور امورات خانگی کی دیکھ بھال میں منہمک و مصروف رہتے تھے۔ اور سردار موتی سنگھ محکمہ مال میں پٹواری تھے۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں سردار تارا سنگھ کے ہاں سردار کرم سنگھ پیدا ہوئے۔ لیکن ابھی لڑکپن کی بہار بھی دیکھنے نہ پائے تھے۔ کہ آپ کے والدین کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کی تعلیم و تربیت کا بوجھ ان کے نیک دل اور ضعیف دادا اور نیک دل و شریف چچا کے سر آپڑا۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں انٹرنس پاس کرتے ہی آپ وزارت آفس میں ملازم ہو گئے۔ اور دوسرے ہی سال آپ کے ضعیف دادا سردار بھاگ سنگھ بعمر نوے پچانوے سال رحلت فرما گئے۔

راجہ سکھدیو سنگھ جی کے زمانہ (سنہ ۱۹۲۸ء) میں آپ ان کے دفتر خاص کے ہیڈ کلرک ہو گئے۔ راجہ سکھدیو سنگھ جی کی وفات (سنہ ۱۹۴۳ء)

کے بعد آپ کو موجودہ حکمران پونچھ سری راجہ جگت دیو سنگھ جی نے اپنے دفتر کا سپرنٹنڈنٹ مقرر فرمایا۔ ۱۹۸۸ب میں آپ سپیشل ڈیوٹی پر وزارت میں تبدیل کئے گئے۔ اور ان کو وزارت دفتر کی شورش برانچ کا انچارج بنایا گیا۔ بعد ازاں کچھ عرصہ کے لئے افسر خزانہ اور ری ہیبلیشن افسر مقرر کئے گئے۔ ۱۹۹۰ب کے موسم سرما میں راجہ صاحب بہادر نے آپ کی انتظامیہ قابلیت کے باعث آل انڈیا یترتھ یاترا کے دوران میں آپ کو سپیشل طور پر اپنے ساتھ رکھا۔ اور لنکا تک کے سفر میں آپ سرکار کے ہمرکاب رہے۔ اس سفر میں آپ سے جو خدمات ظہور میں آئیں۔ اور جس مستعدی و کارکردگی سے آپ نے اپنے آقائے ولی نعمت کو خوش رکھا۔ اس کے صلہ میں سرکار پونچھ نے آپ کو اپنا سکریٹری مقرر فرمایا۔ اس عہدہ کے فرائض آپ پوری وفاداری اور دیانت داری کے ساتھ اب تک ادا کر رہے ہیں۔

آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔ گورونجن سنگھ (ولادت مگھر ۱۹۸۰ب) راجندر سنگھ (ولادت پھاگن ۱۹۸۲ب) سوریندر سنگھ (ولادت مگھر ۱۹۹۶ب) آپ کا چچازاد بھائی مان سنگھ[1] آپ کی کفالت میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ موضع جنہاڑ اور ننگالی میں آپ کی بہت سی آبی و خشکی اراضیات ہیں۔ اور آپ ایک مقتدر عہدہ دار ہونے کے علاوہ اعلیٰ زمیندار بھی ہیں۔

۱؎ ولد سردار موتی سنگھ متوفی ۱۹۷۰ب۔ مان سنگھ کی پیدائش ۱۹۷۷ب کی ہے۔

سردار موہن سنگھ میونسپل کمشنر مختار عام شری مہنت صاحب
گوردوارہ اعلیٰ گدی سنت پورہ ڈنگالی صاحب و پولیٹکل
سکرٹری سری گورو سنگھ سبھا پونچھ و ممبر خالصہ بورڈ جموں
کشمیر و پونچھ

خاندان سردار سادہو سنگھ بزاز

سردار سادہو سنگھ پونچھ کی نشتینی رعایا ہیں۔ راج دربار اور پبلک اور سکھ قوم میں آپ کی کافی عزت ہے۔ سنگھ سبھا کے قیام و اجراء کے بانیوں میں آپ کا نام بھی لیا جاتا ہے چنانچہ سردار ہیرا سنگھ سردار گوردت سنگھ اور سردار اٹل سنگھ وغیرہ اصحاب کے ساتھ اس تحریک میں آپ بھی برابر کے حصہ دار تھے۔ گوربانی کے ساتھ آپ کو بڑا پریم ہے۔ آپ پونچھ کے مشہور کلاتھ مرچنٹ ہیں۔

سردار موہن سنگھ آپ کے فرزند گوربانی کے پریم اور قومی کاموں کے انہماک میں آپ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ جب سردار موہن سنگھ نے انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ تو ہر چند کہ عمر چھوٹی ہی تھی۔ تاہم آپ اپنی قومی ومذہبی جماعت سری گورو سنگھ سبھا پونچھ کے جائنٹ سکرٹری مقرر کئے گئے۔ اور اس کے بعد اپنی قومی سبھا میں کئی مختلف عہدوں پر مامور رہے

جموں وکشمیر میں اسمبلی کے قیام کے متعلق جب معززین ریاست سے آراء اور شہادتیں طلب کی گئیں۔ تو پونچھ کی تمام سکھ قوم کی طرف سے آپ بطور نمائندہ بھیجے گئے۔

آپ اس وقت گورو سنگھ سبھا کے پولیٹکل سکرٹری ہیں۔ ٹاؤن ایریا پونچھ میں سکھوں کی طرف سے ممبر (میونسپل کمشنر) ہیں۔ شری مہنت سنت بھائی منگل سنگھ جی گوردوارہ اعلیٰ گدی سنت پورہ ننگالی صاحب کے مختار عام ہیں۔

آپ کے رشتہ داروں میں سردار سوہن سنگھ و سردار گوپال سنگھ بھی سنگھ سبھا کے اعلیٰ کارکنوں میں ہیں۔

خاندان گیانی بدھ سنگھ جی

آج سے قریباً چار سو سال پیشتر علاقہ پوٹھوہار (جہلم) کے ایک گاؤں دھنگ دہ سے ساہل نامی ایک بزرگ علاقہ پونچھ کی تحصیل سدھنوتی کے موضع کوٹیڑی میں آکر آباد ہوئے۔ ان کے پوتے نے سب سے پہلے سکھ دھرم[1] قبول کیا۔ اور بھائی مان سنگھ کے نام سے موسوم ہوئے۔ بھائی مان سنگھ کا ایک پوتا بھائی دھرم سنگھ کے نام سے ہوا ہے۔ جس کی ایک یادگار موضع کلوٹ متصل ہجیرہ میں "دھرم گھڑا" اب تک موجود ہے۔ جہاں وہ عام مسافروں کو بلا تمیز مذہب و ملّت پانی پلایا کرتے تھے۔ ان کی پانچویں پشت میں بھائی سندر سنگھ جی اس وقت موجود ہیں۔ آپ کے مندرجہ ذیل چار فرزند ہیں۔ گیانی بدھ سنگھ بھائی لابھ سنگھ۔ بھائی دھن سنگھ۔ بھائی پرتاپ سنگھ۔

ان میں گیانی بدھ سنگھ کی علاقہ پونچھ کے علاوہ کشمیر اور پنجاب میں بھی شہرت ہے۔ آپ جلیٹھ ۱۹۴۸ء بکرمی میں تحصیل سدھنوتی کے ایک موضع بھنگو میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی گورمکھی تعلیم اپنے والدین سے حاصل کی۔ ۱۹۶۱ء بکرمی میں پنجاب جا کر گیانی کا امتحان باتعریف پاس کیا۔ انہی ایام میں شری مہنت منوہر سنگھ جی گوردوارہ اعلیٰ گدی سری سنت پورہ ننگالی صاحب کے ہاں ملازم ہوگئے۔ اور قریباً سولہ سال تک بذریعہ پرچار وغیرہ گوردوارہ کی سیوا کرتے رہے۔ اسی زمانہ میں آپ نے مندرجہ ذیل تین کتابیں تصنیف کیں (۱) نخل سیاباد (۲) صدق دے بیڑے پار (۳) سچا پیار۔ ان کتابوں نے آپ کو سکھ

---

[1] آپ خالصہ دھرم قبول کرنے سے پیشتر ہندوؤں کے برہمن ورن میں تھے۔ گوت پراسر اور ذات الیشر تھی۔

گیانی بُدھ سنگھ پنجابی ٹیچر وی جے سٹیٹ ہائی سکول پونچھ کشمیر

پبلک کے علاوہ حکومت اور راج دربار تک شہرت دیدی۔ بلکہ راجہ سکھدیو سنگھ جی نے آپ کو سرداری کا خطاب اور کرسی نشینی کا اعزاز اور کچھ اراضی کا عطیہ مرحمت کیا۔ اور جب ایک دفعہ ہزہائی نس مہاراجہ سر بھوپندر سنگھ بہادر والئے پٹیالہ بغرض شکار پونچھ تشریف لائے۔ اور آپ نے ایک دلچسپ پہاڑی نظم ان کی خدمت میں پیش کی۔ تو مہاراجہ صاحب نے خوش ہو کر پانچ سو روپیہ نقد بطور انعام عطا فرمایا۔

گوردوارہ سری سنت پورہ ننگالی صاحب کی مکمل تاریخ لکھنے پر جس کا نام آپ نے "بکھے ہیرے" رکھا ہے۔ آپ کو آٹھ سو روپیہ کا انعام ملا۔ اب معلوم ہوا ہے۔ آپ اس پہاڑی ریاست (پونچھ) کی ایک باتصویر تاریخ گورمکھی زبان میں لکھنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

آپ آجکل پونچھ کے سرکاری ہائی سکول میں گیانی کی اسامی پر تعینات ہیں۔ آپ کی پہاڑی نظمیں بہت دلچسپ اور مقبول ہوتی ہیں۔ آپ سری گورد سنگھ سبھا پونچھ کی طرف سے شرومنی کمیٹی امرتسر کے ممبر رہ چکے ہیں۔ اور اس وقت اپنی مقامی سبھا کے ممبر اور اعلیٰ کارکن ہیں۔ آپ کی برادری میں اصحاب ذیل قابل ذکر ہیں۔ بھائی لابھ سنگھ جی۔ بھائی پرتاپ سنگھ پٹواری۔ منشی ہری سنگھ جی ذیلدار تھے۔ کچھ اردو خواندہ ہیں۔ کچھ گورمکھی پڑھے ہوئے ہیں۔ کئی ایک نے تجارتی کاروبار اور ملازمت میں حصہ لے رکھا ہے۔ لیکن زراعت اس خاندان کا قدیمی شغل ہے۔ اور سب صاحب اراضیات ہیں۔

خاندان سردار بساوا سنگھ

یہ خاندان ذات سے برہمن اور گوت سے رین ہے۔ لیکن کئی پشتوں سے مذہباً سکھ ہے۔ سردار شیر سنگھ اس خاندان کے جد اعلیٰ تھے۔ ان کے چھ فرزندوں میں

موتا سنگھ اور چڑت سنگھ سے اولاد کا سلسلہ چلا۔ سردار موتا سنگھ مہاراجہ رنجیت سنگھ
کے وقت لاہور میں عرصہ تک گرنتھی رہے۔ اور ان کے بھائی سردار چڑت سنگھ برٹش
فوج رسالہ ۱۱ میں بعہدہ کوت دفعدار ملازم تھے۔ اور چترال، چین اور کابل کی
لڑائیوں میں شامل رہے۔ اور آخر پنشن پر ریٹائر ہو کر گھر آگئے۔

سکھوں کے عہد ہی میں یہ خاندان کشمیر چلا آیا۔ وہاں سے پونچھ میں منتقل
ہو کر پہلے موضع رتنوئی پھر موائنعات کوٹھیڑمی وچوکی تحصیل باغ میں آباد ہو
گیا۔ اور اب تک مستقل طور پر چوکی ہی میں آباد ہے۔

سردار موتا سنگھ کے دو فرزند ہیں۔ سردار لچھمن سنگھ و سردار جودھ سنگھ۔
سردار لچھمن سنگھ کے چھ بیٹوں میں پنجاب سنگھ و بھگت سنگھ لاولد تھے۔ سروپ سنگھ[1]
ہرنام سنگھ۔ بساوا سنگھ اور ترلوک سنگھ زندہ ہیں۔ اور صاحب اولاد ہیں۔ سردار
ہرنام سنگھ[2] محکمہ مال میں بعہدہ گرداور قانونگو اور سردار ترلوک سنگھ[3] بعہدہ پٹواری
ملازم ہیں۔ سردار بساوا سنگھ[4] نے ۱۹۱۶ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ محکمہ
مال اور پولیس کی ملازمتوں کے بعد آجکل محکمہ وزارت میں سیکنڈ کلرک کی معزز
اسامی پر تعینات ہیں۔ اور سکھ قوم کی طرف سے آپ سری گورو سنگھ سبھا پونچھ
کے سکرٹری ہیں۔ سردار بھگت سنگھ جو سردار بساوا سنگھ کے حقیقی بھائی ہیں۔ اپنے
خاندان کے بعض دوسرے ممبروں کی طرح رسالہ ۱۱ میں بھرتی ہو گئے۔ اور

۱؎ سردار سروپ سنگھ کے حسب ذیل پانچ فرزند ہیں۔ سردار جگبیر سنگھ ملازم پولیس کشمیر۔ سردار بھوپ
اندر سنگھ ملازم ڈاکخانہ۔ جسونت سنگھ طالب علم زیر تعلیم۔ سنت کھ سنگھ (گھر پہ ہے) کبیر تن سنگھ زیر تعلیم
۲؎ آپ کے دو فرزند ہیں۔ گوربخش سنگھ اور سردار سنگھ۔ دونوں زیر تعلیم ہیں۔ ۳؎ آپ کا ایک
فرزند ہے سیر دن سنگھ نام وہ لوئر پرائمری میں پڑھتا ہے۔ ۴؎ آپ کے چار صاحبزادے
حسب ذیل ہیں تیجا سنگھ وہبنس سنگھ زیر تعلیم۔ دیواندر سنگھ بعمر چار سال۔ جرنجیت سنگھ شیرخوار

دوران جنگ عظیم میں سمندر پار جا کر فرانس فلسطین مصر عراق عرب وغیرہ کے معرکوں میں شریک رہے۔ آجکل آپ ریٹائر ہو کر اپنے گھر میں مقیم ہیں۔ سردار ہرنام سنگھ گرداور قانون گو اور سردار لبھا وا سنگھ یورپ کی جنگ عظیم کے خاتمہ پر اپنی خدمات کے عوض نقدی انعامات اور سندات سے سرفراز ہو چکے ہیں۔ سردار لچھمن سنگھ کے بھائی سردار جوہند سنگھ اپنے چچا سردار جھنڈا سنگھ کے ریٹائر ہونے کے بعد اسی رسالہ علا میں ملازم ہو گئے۔ اور اپنی حسن کارگزاری کی بدولت جمعداری کا اعزاز حاصل کر کے سنہ ۱۹۱۱ء میں پنشن پر آگئے۔ اور دوران جنگ یورپ میں ہوڑہ (کلکتہ) کے ریلوے اسٹیشن پر تین سال تک ریلوے سپیشل سپرنٹنڈنٹ رہے۔ جنگی خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے آپ کو تلوار۔ تمغہ اور اسناد کے علاوہ سردار صاحب کا خطاب بھی ملا۔ آپ آجکل سولجرز بورڈ کمیٹی کے پریذیڈنٹ ہیں۔ آپ کا ایک ہی فرزند ہے جس کا نام پریتم سنگھ ہے۔ سردار جوہند سنگھ کو بھی خدمات جنگ عظیم کے صلہ میں نقد انعامات اور سندات کے اعزاز عطا کئے گئے۔

سردار موتا سنگھ کے بھائی سردار جھنڈا سنگھ کے تین فرزند تھے۔ سپورن سنگھ سب انسپکٹر پولیس و نواب سنگھ دونوں لاولد انتقال کر گئے۔ سردار جھنڈا سنگھ کے تیسرے فرزند کا نام سردار ٹھاکر سنگھ ہے۔ جو نمبردار ہونے کے علاوہ ذیلداری بھی رکھتے ہیں۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ کیسر سنگھ۔ کلدیپ سنگھ۔ بلبیر سنگھ۔

اس خاندان کے ممبران کی اراضیات تحصیل باغ میں کافی تعداد میں ہیں۔ سردار جوہند سنگھ اپنے کھاتہ کے اور سردار ٹھاکر سنگھ اپنے گاؤں کے نمبردار ہیں۔ سردار لبھا وا سنگھ نے خاص پونچھ میں رہائش اختیار کر لی ہے۔ اور کچھ رقبہ بھی خرید لیا ہے۔

---

[1] آپ کے فرزندان حسب ذیل ہیں۔ راجیت سنگھ۔ مہندر سنگھ۔ گجندر سنگھ زیر تعلیم۔ سورندر سنگھ شیر خوار۔ [2] محکمہ کسٹم پونچھ میں محاسب ہے۔ رنبیر سنگھ اس کا ایک لڑکا ابھی نابالغ ہے۔ [3] لاولد [4] بلبیر سنگھ زیر تعلیم ہے۔

پونچھ کی بوہرہ قوم

تاریخ اقوام کشمیر کے باب دوم کی فصل سوم میں بوہرہ قوم کے تفصیلی حالات لکھے جا چکے ہیں۔ اور ان میں بتایا جا چکا ہے۔ کہ کشمیر کے متعلق گو کئی تاریخیں کئی زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں۔ لیکن بوہرہ قوم کی اصلیت کے متعلق کسی مورخ یا مصنف نے گہری تحقیق سے کام نہیں لیا یہاں تک کہ رپورٹ مردم شماری جموں و کشمیر میں بھی جو سرکاری اہتمام سے طبع ہوتی ہے۔ اس قوم کے مستند حالات نہیں ملتے۔

بوہرہ قوم خود بھی اپنی اصلیت سے بہت حد تک لا علم ہے۔ بوہرہ قوم کہتی ہے۔ ہم کشمیری پنڈتوں میں سے ہی ہیں۔ اس لئے کہ ہم میں ایسی ذاتیں اور گوتیں بھی ہیں۔ جو کشمیری پنڈتوں میں پائی جاتی ہیں۔ پنڈت کہتے ہیں۔ یہ کشمیری نہیں ہیں جو ان میں ہندوستان کی ذاتیں ٹنڈن کپور کھتری وغیرہ موجود ہیں۔

رپورٹ مردم شماری ریاست جموں و کشمیر بابت ۱۸۹۱ء صرف اس قدر بتاتی ہے۔ کہ وہ کشمیر میں مسلمانوں کے عہد سے بھی پیشتر سے آباد ہیں۔ مصنف گلدستہ کشمیر لکھتا ہے۔ بوہرے ہندوؤں کی ایک ذات ہے۔ جو قدیمی چھتریوں کی یادگار رہے۔ اور ان میں اکثر دوکانداری کرتے ہیں۔ بوہرے لداخ اور نیپال تک بھی پائے جاتے ہیں۔ اور سب تجارت پیشہ ہیں۔ سکرٹری بوہرہ سدہار سبھا سری نگر بوہروں کو قدیم کشمیری پنڈتوں کی ایک تجارت پیشہ قوم تصور کرتے ہیں ان کی مفصل تحریر تاریخ اقوام کشمیر کے صفحات ۱۲۰ و ۱۲۱ پر درج ہے۔

انہی بوہروں کے چند خاندان پونچھ میں بھی آباد ہیں۔ اور وہ بھی کشمیر اور مظفر آباد کے بوہروں کی طرح روایات اور قیاسات ہی سے کام لینے پر مجبور ہیں۔ البتہ اتنا وہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ بیسویں صدی عیسوی سے پیشتر اس قوم کے افراد

تجارت ہی کو ذریعہ معاش سمجھتے رہے۔

کچھ شک نہیں۔ کہ بوہرہ قوم میں کچھ ذاتیں خالص کھتری ہیں۔ کچھ ایسی ہیں جو کشمیری پنڈتوں سے ملتی ہیں۔ اور کچھ برہمنوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کہ جس طرح راجپوت قوم ہُن۔ کشان۔ پارتھین سنتھین اور دیگر قدیم اقوام کا معجون مرکب بنی۔ یہ قوم بھی زمانہ قدیم میں پنجابی کھتریوں اور عام برہمنوں کے کشمیری رسم و رواج اختیار کر لینے۔ اور کشمیری پنڈتوں کے میل ملاپ سے ظہور میں آئی۔

اب بوہرہ کے لفظ پر بحث باقی ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے۔ ان کے بزرگ بھیرہ پنجاب سے آئے تھے۔ وہ اپنے وطن کے نام سے بھیرے مشہور ہو گئے۔ اور یہی لفظ بگڑتے بگڑتے بوہرہ بن گیا۔ جب ان میں کشمیری پنڈت اور عام برہمن بھی تجارتی اغراض کی وجہ سے باہم ملنے لگے۔ تو وہ بھی بوہرے کہلانے لگے۔ یہاں تک کہ مختلف ذاتوں اور گوتوں کے باوجود بوہرہ ایک خاص قوم بن گئی۔ ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ چونکہ یہ لوگ تجارتی کاروبار کے لئے صرف بھیرہ ہی سے نہیں آئے تھے۔ بلکہ مختلف مقامات سے آیا کرتے تھے۔ اس لئے کشمیری ان کو "باہرے"ؔ یعنی باہر سے آئے ہوئے کہنے لگے۔ اور باہرے آخر میں بوہرہ ہو کر رہ گیا۔ ایک آخری روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے۔ کہ چونکہ کشمیری پنڈتوں کو تجارت کے لئے دور دراز ممالک میں جانا پڑتا تھا۔ اور وہ کھان پان کی اس قدر پابندی نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے کشمیر والوں نے اس جماعت کا نام بکھشر یعنی کھانے والے رکھ دیا۔ اور بکھشر ہی رفتہ رفتہ بوہرہ سے تبدیل ہو گیا۔ کشمیر میں اس جماعت کا مسکن بھی بھواره بتایا جاتا ہے۔ جس کا نام آجکل بھواره ہے۔ اور جو ڈل کے کنارہ پر درگجن میں واقعہ ہے۔ اور سب روایتوں میں یہ روایت زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔ بکھشر

ؔ لیکن کشمیری زبان میں باہر کے لئے نبر کا لفظ ہے لفظ باہر پنجابی لفظ ہے۔

جماعت کے تجارتی تعلقات چونکہ بیرونی ہندوؤں سے بھی تھے۔ اور وہ بھی کشمیر آیا کرتے تھے۔ اس لئے جو لوگ بکثرت جماعت کے پاس آکر مقیم ہوتے رہے۔ وہ بھی بوہروں کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

اسی سلسلہ میں راقم مؤلف کی نظر سے ایک کتاب سلک الجواہر فی احوال البواہر گذری ہے۔ یہ کتاب دراصل مسلمان بوہرہ قوم کی تاریخ ہے۔ جو شیعہ اسماعیلیہ کا ایک فرقہ ہے۔ لیکن صفحہ ۱۴۱ پر بوہرہ کی وجہ تسمیہ میں صاحب مصنف ابجد العلوم اور سفینۃ المرجان کے حوالوں سے لکھتے ہیں۔ "بیوہار ہندوستانی زبان میں تجارت کو کہتے ہیں۔ اور بوہرہ کے معنے تاجر ہیں۔" پھر ایک کتاب راس مالا کے گجراتی ترجمہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "چونکہ ان نو مسلموں نے عربستان کے ساتھ بیوپار جاری کیا۔ اس لئے وہ بیوپارے یعنی بوہرے کہلائے"

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس طرح کشمیر اور لداخ اور نیپال اور پونچھ میں ہندو بوہرے آباد ہیں۔ اسی طرح جنوبی ہندوستان میں گجرات مالوہ۔ کوکن۔ احمد آباد۔ برہان پور۔ خاندیس۔ بندر سورت میں مسلمان بوہروں کی ایک بڑی تعداد آباد ہے۔ اور چونکہ وہ سب تجارت پیشہ ہیں۔ اس لئے نہایت مرفع الحال ہیں۔ جنوبی ہند کے مسلمان بوہروں کے متعلق ہندوستانی اور انگریز مصنفوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ قاضی نور اللہ شاستری (وفات ۱۰۱۹ھ) مجالس المومنین کی جلد اول میں لکھتے ہیں۔ کہ اس زمانہ سے تخمیناً تین سو برس قبل ملا عبداللہ علی کی ہدایت سے یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ ملا عبداللہ کی قبر کھمبایت میں موجود ہے۔ اس حساب سے بوہروں کو اسلام میں آئے ہوئے قریباً سوا چھ سو سال گذر چکے ہیں۔ پریچنگ آف اسلام میں پروفیسر آرنلڈ صفحہ ۲۷۵ پر لکھتے ہیں۔ محمود بیگڑہ گجرات دکن کے بادشاہ کے زمانہ (۱۴۵۹ء لغایت ۱۵۱۱ء) میں بوہروں کی جماعت مسلمان ہوئی تھی۔ اس حساب سے

بوہروں کے اسلام کو قریباً پانچ سو سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ ملاس مالا میں بھاٹوں کی روایت بیان کر کے لکھا ہے۔ کہ احمد شاہ نے برہمنوں اور مہاجنوں کو مسلمان بنایا۔ اور وہ بوہرے کہلائے۔ احمد شاہ گجراتی ۸۱۵ھ سے ۸۴۶ھ تک حکمران رہا ہے۔ احمد آباد اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس حساب سے بوہروں کو اسلامی وجود میں آئے ہوئے سوا پانچ سو سال ہوتے ہیں۔ اور بھی کئی مصنفوں نے یہ لکھا ہے کہ بوہرے دراصل ہندو قوم کی ایک شاخ تھی۔ جو بعد میں مسلمان ہو گئے۔ اس وقت یہ جماعت اسماعیلی شیعوں کا جزو اعظم ہے۔

ان حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گجرات اور بمبئی کے بوہرے کشمیر اور پونچھ کے بوہروں سے ایک علیحدہ قوم ہے۔ ریاست کشمیر کے بوہرے جن کی تعداد پندرہ ہزار کے قریب ہے۔ تمام تر سنی ہیں۔ اور جنوبی ہند کے بوہرے تمام کے تمام مسلمانوں کے اسماعیلیہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ البتہ لفظ بوہرہ دونوں میں مشترک ہے۔ اور کچھ تعجب نہیں۔ اگر اس لفظ کا تعلق بیوپار کے لفظ سے ہو۔ جو ایک خالص ہندی لفظ ہے۔ اور جس کے معنے بیوپار اور تجارت کے ہیں۔ اور بوہرے خواہ جنوبی ہند میں ہیں یا کشمیر میں بہر حال تجارت ان کا قدیم پیشہ ہے

کشمیر میں اس قوم کا قائد اعظم عالمگیر اورنگ زیب کے زمانہ میں چوہدری مہیش تنکر داس گذرا ہے۔ وہ اپنے وقت کا امیر الامرا اور اعلیٰ منصب دار تھا۔ اس نے سیف خاں صوبہ کشمیر (۱۰۷۹ھ تا ۱۰۸۲ھ) کے عہد میں بمقام رلیشہ براری باساٹھ طبقوں کا ایک وسیع اور دلکش باغ تعمیر کرایا۔ جس میں جابجا فوارے لگوائے۔ اور آبشاریں تعمیر کرائیں۔ اور جھیل ڈل کے بیچوں بیچ چار میل لمبی سڑک رلیشہ براری تک تعمیر کرائی۔ اور اس پر کئی پل بنوائے۔ ایک پل پر یہ شعر کندہ ہے ؎

ہست تاریخ این خجستہ اساس　　بانئے پل مہیش شنکر داس
۱۰۸۵ھ

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سلسلہ سیف خاں ناظم کشمیر کے ابتدائی عہد ۱۰۷۹ھ سے شروع ہوئی تھی۔ افتخار خاں صوبہ کشمیر کے عہد (۱۰۸۲ تا ۱۰۸۶ھ) میں جاکر ختم ہوئی ناظم صوبہ نے جب چوہدری مہیش شنکر داس کا باغ دیکھا۔ تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا "چوہدری مہیش داس باغ نہ کرد۔ دردل سیف خاں داغ کرد" مہیش داس کے عروج و اقبال کے زمانہ میں اسکے اکثر ہم قوم جوق در جوق کشمیر میں آتے رہے۔

بوہرہ قوم کا کپور خاندان

آپ کے مورث اعلےٰ راجہ عبدالرزاق خاں و راجہ رستم خاں کے زمانہ میں بطور حکیم و عطار سرینگر سے پونچھ آئے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ چوہدری مہرچند راجہ رستم خاں کے شاہی حکیم تھے۔ برنگ بن کے قریب آپ کو اس زمانہ میں کوئی جاگیر بھی ملی تھی۔ وزیر روح اللہ کی فرمانروائی کے زمانہ میں جب راجہ رستم خاں کی اولاد مصائب میں مبتلا ہوگئی۔ تو اس انقلاب میں بھی اس خاندان کا اقتدار اور عہدہ برابر قائم رہا۔ راجہ موتی سنگھ آنجہانی کے زمانہ میں چوہدری سنت رام ایک نامی گرامی حکیم و عطار تھے۔ شاہی عنایات و مراعات سے ہمیشہ مستفیض ہوتے رہے۔

ان کے چار فرزند تھے۔ چوہدری پرمانند۔ چوہدری رلیشہ رام۔ چوہدری جنار دھن چوہدری رادھا کشن۔ ان میں چوہدری پرمانند حکمت کا کام کرتے تھے۔ چوہدری رلیشہ رام موضع ناگماڑی کے مشہور ساہوکار تھے۔ چوہدری جنار دھن دوکاندار تھے۔ چوہدری پرمانند کے چار فرزندوں میں تین حسب ذیل موجود ہیں۔ چوہدری روپ چند پٹواری۔ چوہدری گوپی چند انسپکٹر ڈیکسی نیشن پنشنر۔ تارا چند دوکاندار۔ ان میں چوہدری گوپی چند کا لڑکا چوہدری بدری ناتھ محکمہ جنگلات میں فارسٹر ہے۔ رلیشہ رام کا ایک ہی لڑکا ہے۔ رام چند نام وہ ساہوکارہ کرتا ہے۔ چوہدری جنار دھن کے دو فرزند ہیں۔ ناتھ رام و کشن داس دونوں ساہوکارہ و زمینداری کرتے ہیں۔ چوہدری رادھا کشن نے جو سب سے چھوٹے تھے

چودہری پانڈی کیسور ادیب فاضل مالک و ایڈیٹر اخبار پنچایت لدھیانہ

باقاعدہ طب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ اور بہت جلد راجہ موتی سنگھ کے آخری ایام میں ملازم ہو گئے۔ میر منشی بھی رہے۔ منصرم بندوبست بھی رہے۔ پرائیویٹ بندوبست میں بھی ان کا بہت حصہ تھا۔ اپنے آخری ایام میں محکمہ خاطر تواضع میں آگئے۔ غرض یکے بعد دیگرے بہت سے کار سرکار انجام دیتے رہے۔ اور مختلف تقریبوں پر اپنی حسن کارکردگی کی بدولت انعام اکرام حاصل کرتے رہے۔ سر راجہ بلدیو سنگھ کے آخری ایام حکومت کے دوران میں فوت ہو گئے۔ چوہدری رادھا کرشن کے تین فرزند ہیں۔ سب سے بڑے کا نام بابو لعل چند ہے۔ وہ محکمہ جوڈیشل میں ہیڈ کلرک ہیں سب سے چھوٹے کا نام سردانند کپور ہے۔ وہ پونچھ میں میڈیکل پریکٹیشنر ہیں۔ منجھلے فرزند کا نام دیانند کپور ہے۔ جن کے علمی و ادبی کارناموں اور جن کی ذاتی قابلیت وشہرت کی وجہ سے اس خاندان کا نام آج بھی زمانہ سابق کی طرح روشن ہے۔

پونچھ جیسے سنگلاخ خطہ میں دیانند کپور ہی پہلے پونچھی ہیں۔ جنہوں نے پنجاب یونیورسٹی کا امتحان ادیب فاضل پاس کیا ہے۔ عرصہ تک لاہور کے اخبار کشمیری کے قلمی معاون رہے ہیں۔ جو اخباری دنیا میں نہ صرف جموں وکشمیر بلکہ پونچھ کی پبلک کا اولین ترجمان تھا۔ شورش ریاست کشمیر وجموں کے بعد جب وہاں کی رعایا کو پریس واخبار کے اجرا کی اجازت ملی۔ تو سب سے پہلے آپ ہی نے اس پہاڑی ملک میں ایک پریس قائم کر کے پربھات کے نام سے ایک اخبار جاری کیا

آپ ہندو سبھا اور بزم ادب کے سکرٹری ہیں پونچھ پبلک لیگ کے جو ہندو مسلمانوں کی مشترکہ جماعت ہے۔ اور حال ہی میں عالم وجود میں آئی ہے پریذیڈنٹ ہیں۔ پبلک اور حکام میں آپ کی عزت و منزلت ہے۔

بوہرہ قوم کا پوری خاندان

اس خاندان کا بانی پرجدیال پوری ہے۔ جو ۱۶۸۶ء کے قریب بھیرہ پنجاب سے

سوپور آیا جبکہ کشمیر میں چوہدری مہیش شنکر داس عالمگیر کے منصب داروں میں نرحہ انتظام رکھتے تھے۔ پونچھ کا موجودہ بوہرہ (پوری) خاندان اس کے فرزند جیون رام کی اولاد سے ہے۔ جیون رام کے فرزند کاشی رام نے پونچھ میں اپنی تجارتی کامیابیوں کی بدولت کئی مکانات تعمیر کرائے۔ وہ عالیشان مکان جو آج حویلی میاں گلاب سنگھ کے نام سے موسوم ہے۔ آپ ہی کا زرخرید تھا۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ گوپال داس۔ بیربل اور لٹا کرداس۔

تینوں میں چوہدری بیربل بہت مشہور گذرا ہے جس کے پانچ فرزندوں میں چوہدری رادھا کرشن اور چوہدری کیلاش رام خاص طور پر مشہور ہیں۔ چوہدری رادھا کرشن پونچھ کے مقتدر اہل نویسوں میں ہیں۔ آپ کا سرمایہ آپ کے حسب ذیل پانچ فرزند ہیں۔ ماسٹر دینا ناتھ رفیق۔ بدری ناتھ اختر۔ کاشی ناتھ طالب۔ شیو ناتھ بسمل۔ مدن موہن لعل ثاقب۔

ماسٹر دینا ناتھ اردو و ہندی میں شعر بھی کہتے ہیں۔ رفیق تخلص ہے۔ پندرہ برس کی عمر میں امتحان انٹرنس اول درجہ میں پاس کیا۔ اور پونچھ کے تمام طلباء سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔ ۱۹۱۷ء میں وکٹوریہ جوبلی ہائی سکول میں انگلش ٹیچر اور ۱۹۱۸ء میں ایف اے کا امتحان درجہ دوم میں پاس کرنے کے بعد مڈل سکول پلندری میں سیکنڈ ماسٹر ہو گئے۔ پلندری میں سناتن دھرم سبھا کا قیام اور ایک مندر آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ آپ نے سرکاری وظیفہ پر جے وی کا امتحان بھی اعلیٰ نمبروں پر پاس کیا ہے۔ ۱۹۳۲ء سے آپ صدر ہائی سکول پونچھ میں سینئر جنرل نالج ٹیچر ہیں۔

بالک سدھار سبھا آپ ہی کی قائم کردہ ہے۔ کشمیری پنڈتوں اور بوہرہ برادری کی ایک مشترکہ انجمن کشمیر ہندو سبھا تک ہے جس کے آپ تین سال تک سیکرٹری رہے۔ قومی کاموں میں گہری دلچسپی اور سوشل اصلاح میں عملی حصہ لینے کی وجہ سے آپ سری سکھ پوستانن دھرم سبھا کے سکرٹری منتخب ہو گئے۔ آپ کے زمانہ میں اس سبھا کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ سرکار پونچھ نے ان خدمات کے عوض ۱۹۴۷ء میں آپکو سبھا النکار

کا معزز خطاب عطا کیا۔ آجکل آپ کھشتری سبھا پونچھ کے سکرٹری ہیں۔

چوہدری ہرری ناتھ اختر شری سناتن دھرم سبھا پونچھ کے سکرٹری ہندو سبھا کے جنرل سکرٹری۔ اخبار رہبر کے جائنٹ ایڈیٹر اور جرنلسٹ ایسوسی ایشن پونچھ کے پریذیڈنٹ ہیں۔ ابتدا میں زونمبن جگہ ملازمت کی لیکن بندگی بیچارگی سے تنگ آ کر معمولی سے سرمایہ سے شہر میں ایک دوکان کھول لی۔ آج حالت یہ ہے کہ آپ کریانہ کی دو دوکانوں۔ سوڈا فیکٹری کی ایک دوکان اور ایک پریس کے مالک ہیں۔ چوہدری دینا ناتھ کے تیسرے بھائی چوہدری کاشی ناتھ طالب نے ۱۹۳۲ء میں پونچھ سے انٹرنس کا امتحان پاس کیا۔ سری پرتاپ کالج سے ایف۔ ایس۔ سی کی تعلیم پائی۔ آپ مہا بیرول پونچھ کے سکرٹری ہیں۔

ٹیپو ناتھ بسمل اپنے ماموں حکیم چوہدری فقیر چند کے پاس طبابت سیکھ رہے ہیں۔ مدن موہن ثاقب ہنوز تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ پانچوں بھائیوں کا اردو علم ادب کا شوقین ہونا اور ذوق سخن رکھنا "این خانہ تمام آفتاب است" کا مصداق ہے۔

چوہدری گنیش داس، چوہدری رادھا کشن کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ ۱۹۲۱ء میں آپ انتقال کر گئے۔ آپ کے لائق بیٹے چوہدری شام لعل نے باپ کی وفات کے بعد ۱۹۲۲ء میں میٹرک کا امتحان فسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ شارٹ ہینڈ اور ٹائپ کا کام بھی سرکاری وظیفہ پر سیکھا۔ سکول ماسٹری بھی کی۔ آخر لالہ سکھدیال ساہنی کے زمانہ وزارت میں دفتر وزارت میں آ گئے۔ ۱۹۳۲ء میں آپ نے وکالت کا امتحان بھی پاس کر لیا ہے۔

چوہدری کیلاش رام جی چودھری بیربل کے پانچوں بیٹوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔ آپ عطاری کی دوکان کرتے ہیں۔ اور بازار پونچھ کے چودھری ہیں۔ آپ سناتن دھرم سبھا۔ کھشتری سبھا۔ ہندو سبھا۔ بوہرہ سدھار سبھا اور کشمیر ہندو سبھا کی سبھا پونچھ کے وائس پریذیڈنٹ ہیں۔ اور پونچھ کے متمول ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے فرزند کا نام چوہدری تلسی لال ہے۔

راٹھور راجپوت

(ٹھاکر اونکار سنگھ راٹھور نمبردار کھنیتر و اسیسر پونچھ)

راٹھور قوم کے حسب نسب اور ان کے عروج و اقبال کے متعلق ہم مسلم چوہدری راٹھور خاندان کے سلسلہ میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں مختصر یہ ہے۔ کہ راٹھور خاندان کی ابتدا قنوج سے شروع ہوتی ہے۔ اور وہیں کئی سو سال کے بعد بعہد شہاب الدین غوری ۱۱۹۴ء میں ختم ہو جاتی ہے۔

وہاں سے یہ خاندان مارواڑ آتا ہے۔ اور اپنی فطرتی شجاعت و بسالت سے کچھ عرصہ کے بعد پھر عروج حاصل کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ بزمانہ شہنشاہ اکبر اس خاندان کو وہ عروج حاصل تھا۔ کہ ہندوستان کے تمام راجے مہاراجے ان کا پانی بھرتے تھے۔ جودھپور اسی خاندان کے ایک فرمانروا رائے جودھا کا آباد کردہ ہے۔ جو مارواڑ کا دارالحکومت ہے۔

جودھپور میں راٹھور خاندان کے ایک نونہال ٹھاکر صاحب سنگھ نام تھے۔ وہاں خانہ جنگی کی وجہ سے ترک وطن کر کے پہلے راولپنڈی آئے۔ پھر اس زمانہ میں جب پونچھ میں اسلامی راج تھا۔ لیکن دیہات میں گھر گھر حکومت تھی۔ آپ پہلے تحصیل مہنڈر کے ایک موضع سنکوٹ میں اور وہاں سے معہ قبائل کھنیتر میں آ کر مقیم ہو گئے [1]۔

فن سپہ گری سے واقف اور تیغ زنی میں ماہر کامل تھے۔ اس لئے اپنی ذاتی جوانمردی و مردانگی کی بدولت بہت جلد وزیر روح اللہ کے مصاحبوں میں جو اپنے بیٹے راجہ امیر خاں کے نام پر پونچھ میں حکومت کر رہا تھا داخل ہو گئے۔ اور ان کی

---

[1] آپ کے ہمراہ چوہان خاندان کے ایک راجپوت بھی تھے۔

ٹھاکر ہری سنگھ جموال راجپوت ملازم پولیس پونچھ   ٹھاکر اونکار سنگھ راٹھور نمبردار و اسیسر آف کھنیتہ پونچھ
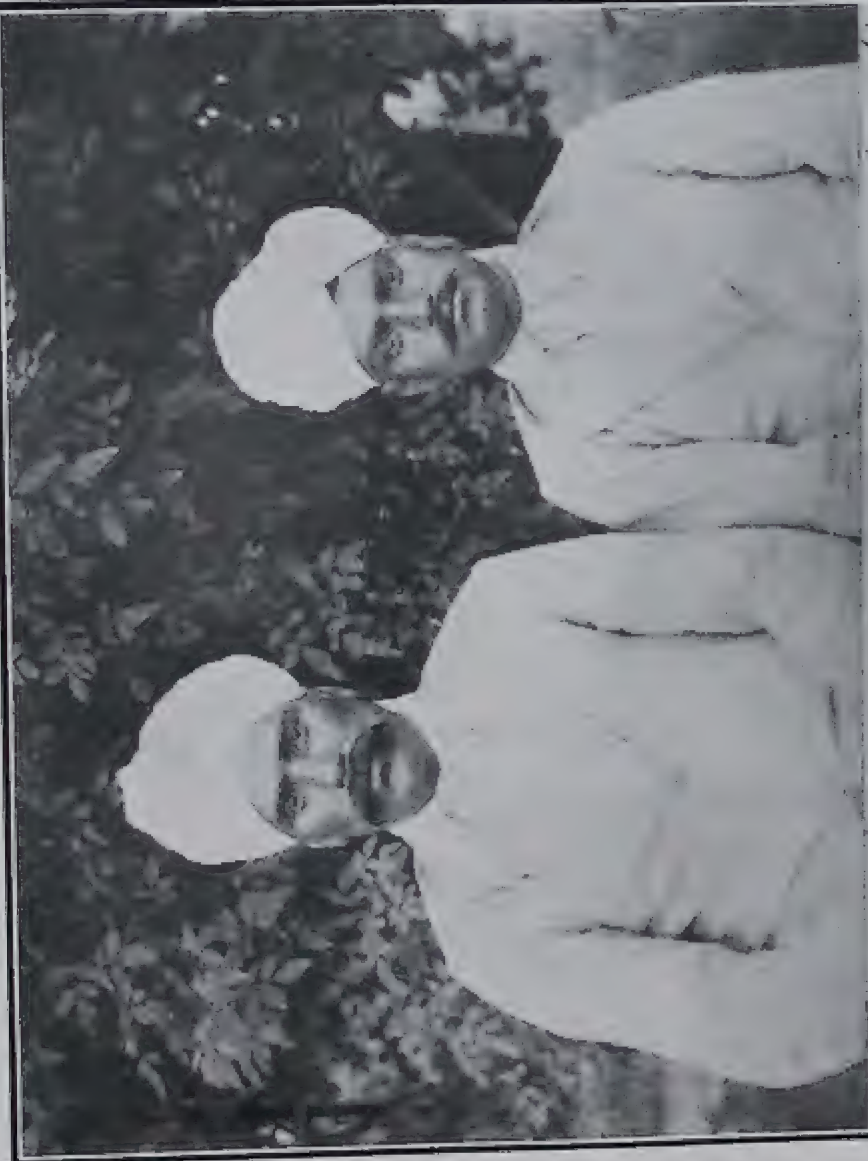
خدمات کے لحاظ سے ان کو کھنبتر میں جاگیر بھی ملی۔ انہی ایام میں علاقہ سُورن میں پیروزال عرف فیروزال گکھڑوں نے سر اُٹھایا۔ ٹھاکر صاحب سنگھ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجے گئے۔ اور ہر چند کہ فیروزالوں نے اطاعت قبول کر لی۔ لیکن لڑائی کے دوران میں ٹھاکر صاحب سنگھ تیر اجل کا نشانہ ہو گئے۔

سانگو خاندان کے بعد پونچھ میں سکھ اور سکھوں کے بعد ڈوگرے آئے ان انقلابات میں جاگیر جاتی رہی۔ ٹھاکر صاحب سنگھ کے فرزند ٹھاکر سکھدام سنگھ اور ان کے فرزند ٹھاکر جے سنگھ تھے۔ ٹھاکر جے سنگھ کے دو فرزند ہیں۔ ٹھاکر اونکار سنگھ و ٹھاکر امر سنگھ۔ ان میں ٹھاکر اونکار سنگھ موضع کھنبتر کے نمبردار اور عدالت سشن کے اسیسر ہیں۔ حکومت اور پبلک میں آپ کی ذاتی اور خاندانی وجاہت نے آپ کو ہر دلعزیز بنا رکھا ہے۔ وسیع اراضیات کے مالک اور ملازمت کی غلامی سے آزاد ہیں۔ زمانہ ماضی کے راجپوتی عہد و پیمان کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ آپ کا ایک ہی لڑکا ہے۔ امرت سنگھ نام جو ابھی صرف دو ہی سال کا ہے۔

اس خاندان کے افراد کی تعداد بہت کم ہے۔ لیکن امیرانہ ٹھاٹھ اور راجپوتی آن بان ہر فرد کو ورثہ میں ملی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ موضع کھنبتر میں ٹھاکر ہیرا سنگھ نمبردار۔ ٹھاکر مہنت سنگھ اور ٹھاکر اونکار سنگھ کے چچا ٹھاکر بشن سنگھ سرکردہ تصور کئے جاتے ہیں۔

جموال چھبیلہ راجپوت

چھبیلہ راجپوت جموال خاندان کی شاخ سے ہیں۔ اس شاخ کا اصل وطن موضع چناس ریاست جموں ہے۔ ٹھاکر چھبیل سنگھ اس شاخ

کے بانی تھے۔ نہایت معزز اور متمول اور قوم کے سرکردہ تھے۔ انہی کے نام پر ان کی اولاد چھبیلہ راجپوت کہلاتی ہے۔

ان کی اولاد سے ٹھاکر گساڈن عرف رگبیر سنگھ فن سپاہ گری اور وجاہت اور طاقت جسمانی میں بہت مشہور تھے۔ راجہ موتی سنگھ کی عنایات اور قدر افزائیوں کی طفیل بہ سلسلہ ملازمت پونچھ آگئے لیکن یہاں کی آب و ہوا انہیں راس نہ آئی۔ اس لئے کچھ عرصہ کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ مگر ان کے فرزند ٹھاکر بلدیو سنگھ پونچھ ہی میں پروان چڑھتے رہے۔ انہوں نے تحصیل حویلی کے موضع اسلام آباد کو اپنا وطن بنایا۔ اور بیالیس سال تک بذمرہ بندوقچیان ملازم رہ کر وفاداری و نمک حلالی سے کار سرکار انجام دیتے رہے۔ آپ بھی اپنے والد کی طرح مشہور نشانچی تھے۔ آپ کے پانچ فرزند ہیں۔ اور پانچوں زندہ ہیں۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ ٹھاکر بسنت سنگھ۔ اندر سنگھ۔ سندر سنگھ۔ ہری سنگھ اور کیسری سنگھ۔

سب بھائیوں کی پیشانیوں سے راجپوتی شان اور ان کے عادات و خصائل سے راجپوتی آن ٹپک رہی ہے۔ خصوصاً ٹھاکر ہری سنگھ اپنے خاندان میں نہایت زیرک اور قابل عقل اور ممتاز فرد ہیں۔ صدہا کنال اراضی کے مالک ہیں۔ اور محکمہ پولیس پونچھ میں ملازم ہیں۔

چناس قلمرو جموں میں جو اس برادری کا اصل منبع ہے۔ اس خاندان کی کافی آبادی ہے۔ اور ان میں کئی ایک جاگیردار بھی ہیں۔

باب یازدہم
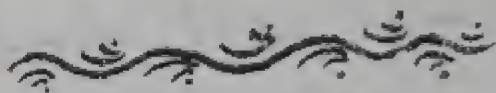
پونچھ کی صنعت و حرفت کار اقوام

حرفت کار اقوام کے وجود ہی سے دنیا کے کاروبار چل رہے ہیں۔ یہ لوگ نہ ہوں تو دنیا کے کاروباری سلسلہ کے وسیع سمندر میں ایک ہولناک تلاطم پیدا ہو جائے۔ زراعت کاری بھی ایک پیشہ ہے۔ اس پیشہ کے لوگ تپتی ہوئی گرمیوں اور ٹھٹھرتی ہوئی سردیوں میں نہ دن دیکھتے ہیں نہ رات کھیتی باڑی کے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ اور چونکہ مالیہ کی وصولی کیلئے سرکار انہی لوگوں سے نمبردار۔ ذیلدار اور سفید پوش منقرر کرتی ہے۔ اور جب کوئی سرکاری افسر خواہ محکمہ مال کا ہو یا پولیس یا دیگر محکموں کا اپنے دورہ یا کسی مقدمہ وغیرہ کی تفتیش کے لئے کسی گاؤں میں آتا ہے۔ تو سب سے پہلے وہ انہی لوگوں سے ملتا ہے۔ جو ایک طرح سے نیم سرکاری آدمی ہوتے ہیں۔ اس لئے حکام کے تقرب کی وجہ سے عوام میں ان کا رسوخ قائم ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ سرکار ان کی اراضیات کی حفاظت کے لئے تاکہ وہ سودخوار لوگوں کے پاس نہ چلی جائیں۔ خاص قوانین وضع کرتی ہے۔ اور تعلیم اور ملازمت میں ان کو کچھ مراعات بھی دیتی ہے اسلئے زراعت کاری یا زمینداری کو اوتم پیشہ تصور کیا گیا ہے۔

لیکن اصل زمیندار وہ ہے۔ جو اپنے ہاتھ سے ہل چلاتا اور بیلوں کی جوڑیوں کو ہانکتا اور فصلوں کی حفاظت کرتا اور ان کو کاٹتا اور گھاس کی گٹھڑیاں اٹھاتا ہے۔ وہ لوگ جو زمیندار کہلاتے ہیں۔ لیکن سرمایہ دار ہیں اور اپنے ہاتھوں سے کام نہیں کرتے زمینوں

کے مالک تو ضرور کہلا سکتے ہیں۔ مگر حقیقی معنوں میں زراعت کار نہیں ہیں۔
زمینداروں میں بھی صدہا ذاتیں ہیں۔ ان کی ایک ذات یا گوت نہیں ہے۔
ان میں ہندو بھی ہیں سکھ بھی ہیں اور مسلمان بھی ہیں۔

ان کے علاوہ جن اقوام کا گذارہ صنعت و حرفت اور دستکاری اور مال مویشی کی پرورش پر ہے۔ ان کی تعداد بھی کثیر ہے۔ ان میں سے چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں۔ بنجارہ۔ بازی گر۔ چمیار۔ چھینبہ۔ درزی۔ گدی۔ بکروال۔ گوجر۔ موچی۔ کاسبی (جولاہا) کمہار۔ لوہار۔ ترکھان۔ تیلی۔ بھٹھیارہ۔ زرگر۔ چنگڑ۔ حجام۔ نائی۔ ماشکی۔ جھیور۔ کمان گر۔ سادھو۔ کھٹیک (چمرنگ) خسرہ۔ ماچھی۔ معمار۔ پیہادہ وغیرہ ان اقوام کے لئے "کمین" کا لفظ رائج ہے۔ کمین کے معنے کام کرنے والے کے ہیں۔

لیکن رعونت پسند اور بالخصوص پدرم سلطان بود کا راگ الاپنے والی اقوام نے "کمین" کام کرنے والوں کو رذیل و حقیر سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ اگر یہ کاروباری اقوام نہ ہوں۔ تو نظام عالم تہ و بالا ہو جائے۔ اور پھر جو لوگ یہ کام کرتے ہیں کاتب قدرت نے ان کے مقدر میں ہمیشہ کے لئے یہی پیشہ ودیعت نہیں کر رکھا۔ بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں مثالیں اس قسم کی موجود ہیں۔ کہ کسی کفش دوز یا جولاہے یا آہن کش کا لڑکا تعلیم حاصل کر کے ترقی کی انتہائی منازل پر پونچ گیا ہے۔ چنانچہ یوروپ اور امریکہ میں اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں۔ اور جب دنیا کے بڑے بڑے کامیاب لوگوں کے ابتدائی حالات پر غور کیا جائیگا۔ تو اس کی تصدیق میں کافی نظائر ملینگے مثلاً ہومر جو یونان کا ملک الشعرا تھا۔ ایک معمولی غریب مزارعہ کا بیٹا تھا جو زمین کا مالک نہ ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے کاروبار زراعت اور محنت مزدوری وغیرہ کر لیا کرتا تھا۔ سقراط کو کون نہیں جانتا۔ جو دنیا کے مشہور حکیموں اور فلاسفروں کی سب سے پہلی صف میں تھا۔ وہ ایک بڑھئی یعنی ترکھان کا لڑکا تھا۔ یہ وہی

حکیم تھا۔ جس کو فیلقوس بادشاہ یونان نے اپنے بیٹے سکندر اعظم کے پیدا ہونے پر لکھا تھا "میں نہیں جانتا بیٹا پیدا ہونے کی خوشی مجھے اسلئے ہے۔ کہ وہ ایک بڑی سلطنت کا بادشاہ ہوگا یا اس لئے کہ آپ جیسے فلاسفر حکیم اور دانا اُستاد کی شاگردی اُسے نصیب ہوگی"۔ فرصل رومن حکومت کا ملک الشعرا ایک معمولی قلی کا فرزند تھا۔ شکسپیئر کو جو انگلستان کا مایہ ناز شاعر تھا۔ اور انگریز قوم جس کے نام پر آج تک فخر کر رہی ہے۔ ایک لکڑی فروش کا بیٹا تھا۔ جنرل گرانٹ جو جمہوریہ امریکہ کا صدر (یعنی شہنشاہ) رہ چکا ہے۔ ایک چمرنگ کا فرزند تھا۔ جوزیفائن جو نپولین بونا پارٹ شہنشاہ فرانس کی ملکہ ہونے کی وجہ سے مشہور عالم ہے۔ ایک غریب تمباکو فروش کی لڑکی تھی۔ اس قسم کی اور بھی کئی مثالیں تلاش سے مل سکتی ہیں۔

ہندوستان میں بھی لاتعداد ایسے لوگ ہیں۔ جن کے باپ دادا صنعت و حرفت یا دستکاری کا کام کرتے تھے۔ لیکن جن کی اولادوں نے کسی نہ کسی وجہ سے یہ کام ترک کر کے روزگار کی کوئی اور صورت پیدا کر لی۔ اور آج وہ ترقی کی منازل پر پہونچے ہوئے ہیں۔ ان کا پیشہ وہیں ختم ہوگیا۔ جہاں انہوں نے کوئی دوسرا کام شروع کر دیا۔

ان دنوں مسجد شہید گنج[1] لاہور کے افسوسناک انہدام کے سلسلہ میں لاہور کی چند تاریخیں راقم الحروف کے زیر مطالعہ رہی ہیں۔ ان میں چند واقعات اس قسم کے ملے ہیں۔ ان کا اندراج یہاں بامحل اور باموقعہ سمجھ کر درج کیا جاتا ہے۔

لاہور میں حضرت شیخ موسیٰ آہنگری کا کام کرتے تھے۔ ذات ان کی راجپوت تھی۔ بظاہر دنیا دار اور بباطن ولی کامل تھے۔ ان کی وفات ۹۸۵ھ کے بعد

[1] یہ باب جولائی ۱۹۳۵ء کے آخری ایام میں لکھا گیا تھا۔ اور مسجد شہید گنج ۷ و ۸ جولائی کی درمیانی شب کو سکھوں نے منہدم کی تھی۔

شہنشاہ اکبر نے ان کا عالیشان مقبرہ تعمیر کرایا۔

حضرت لال حسین جن کے عرس کی وجہ سے میلہ چراغاں یا میلہ شالا مار باغ پنجاب میں دُور دُور تک مشہور رہے ذات کے راجپوت تھے۔ ان کے والد شیخ عثمان نے انقلاب زمانہ سے تنگ آکر بافندگی کا کام سیکھا۔ حضرت حسین بھی ابتدا میں یہی کام کرتے رہے۔ لیکن اپنے مرشد حضرت بہلول کی باطنی توجہ سے ترک دنیا کے بعد اس مرتبہ پر پہنچے۔ کہ اُن کے ہر بُن مُو سے ع کمال اوج ہوں رفعت کی انتہا ہوں میں کی صدا آتی تھی۔ ۹۴۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بعہد شہنشاہ اکبر ۱۰۰۸ھ میں وفات پا گئے۔ ایک مرتبہ اُن پر کسی نے جولاہ ہونے کا طعن کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا ؎

بشنو از من کہ از خود آگاہم جُوئے اہم بگو نہ جولاہم

معز الدین جہاندار شاہ بادشاہ دہلی نے ان کے عالیشان مقبرہ پر چاندی کا کٹہرا نصب کرایا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ جب تک زندہ رہا۔ ان کے مزار پر وزراء اور فوج سمیت ہر سال بلا ناغہ آتا تھا۔ اور بیش قیمت کپڑوں کے علاوہ گیارہ سو روپیہ نذر چڑھاتا تھا۔ مزار مادھو لال حسین کے سجادہ نشینوں میں حضرت عابد شاہ ذات کے بھٹی راجپوت حضرت عظمت شاہ تھینبر یعنی موچی اور حضرت واحد شاہ ذات کے لحاظ سے راجپوت اور پیشہ کے لحاظ سے کمہار تھے۔ لیکن جب فقر کی دنیا میں آئے۔ تو تری سرکار میں آتے ہی سبھی ایک ہوئے کا مصداق ہو گئے۔

لاہور میں ایک مقبرہ مرگ نینی کمہار کے نام سے ہے ان کا اصل نام محمد سلطان تھا۔ پیشہ کے لحاظ سے کمہار تھے۔ ان کی آنکھیں چونکہ بیحد خوبصورت تھیں۔ اسلئے مرشد نے ان کا نام مرگ نینی رکھ دیا۔ ۷ شوال ۱۱۲۵ھ کو بعہد

نواب شاہنواز خاں ناظم لاہور انتقال کر گئے۔ لوہار اور کمہار ان کے مزار کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔

مسجد دائی لاڈو (لاہور) کے خادم کا نام فقیر مہر شاہ تھا۔ اس کی اصل ذات کھوکھر راجپوت تھی۔ اس کے تمام رشتہ دار آہنگری کا کام کرتے تھے۔ اس کا وطن ضلع گجرات کے موضع پنڈ کالو میں تھا جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں پیر احمد یار شاہ قادری نے اس کو مرید کیا۔ تو اس نے اپنا آبائی پیشہ ترک کر دیا۔

پیر احمد یار شاہ جن کا اوپر ذکر آ چکا ہے پیشہ کے لحاظ سے ترکھان اور ذات کے لحاظ سے راجپوت تھے۔ کوٹ پیرو شاہ ضلع گوجرانوالہ ان کا وطن تھا۔ ان کے مریدوں میں سائیں قطب شاہ لاہوری بہت مشہور گذرے ہیں۔

فاضل شاہ نام ایک بزرگ محمد شاہی عہد میں لاہور میں ولی کامل گذرے ہیں وہ کمہاروں کا کام کرتے تھے۔ ذات ان کی مغل تھی۔ ان کے مرشد حضرت عبدالرحمان نے ان سے بڑی بڑی سخت ریاضتیں کرائی ہیں یہاں تک کہ ایک مرتبہ ان کو ۴۰ دن تک شگاف شدہ قبر میں بند رکھا۔ ۴۰ دن کے بعد ایک ہجوم کے سامنے ان کو قبر سے نکالا گیا۔ تو وہ زندہ تھے۔ لیکن نیم غشی اور چہرہ کی زردی کی وجہ سے صحیح معنوں میں زندہ درگور تھے۔ ان کے سلسلہ کے لوگ اب تک لاہور اور شیر گڑھ میں موجود ہیں۔ بعہد نواب خان بہادر خاں ناظم لاہور ۱۱۵۰ھ میں انتقال کر گئے۔

نواب خان بہادر خاں اور نواب شاہنواز خاں جو سکھوں سے پیشتر لاہور کے حاکم اور پنجاب کے گورنر تھے حضرت خواجہ سید خاوند محمود عرف حضرت ایشان کی اولاد سے تھے۔ اپنے علم و عمل کے لحاظ سے فخر سادات تھے۔ لیکن جب ان کے عروج کا زمانہ ختم ہو گیا۔ تو ان کی قربات میں سے کسی نے کپڑے

سیلنے اور کسی نے کپڑے دھونے اور کسی نے تانگہ چلانے کا کام اختیار کر لیا۔ سنہ ۱۸۶ء میں اس خاندان کا ایک شخص بنام جیون خاں میاں محمد سلطان کا شمیری لاہور کے مشہور ٹھیکہ دار کے ادنیٰ ملازموں میں تھا۔

دہلی کے مُغل شاہزادوں کی تباہی و خانہ ویرانی کا حال کس کو معلوم نہیں اکبر اور شاہجہان اور عالمگیر کی اولاد کی اکثریت آج کہیں موٹر ڈرائیور ہے۔ کہیں کوچبانی کا کام کرتی ہے۔ کہیں کوئی درزی ہے۔ کوئی جوتیاں گانٹھتا ہے۔ انتہا یہ ہے۔ کہ کئی افراد ساقی گری کا کام کرتے ہیں یعنی سٹیشنوں پر مسافروں کو حقہ بھر بھر کر پلاتے اور اپنا پیٹ پال رہے ہیں۔ لیکن ان کے مغل ہونے میں تو کوئی کلام نہیں۔ جب ان کی اولادوں میں سے کوئی لکھ پڑھ جائیگا۔ اور وہ کوئی اور کام اختیار کریگا۔ تو ساقی گری۔ کوچبانی اور کفش دوزی وغیرہ سب پیشے اس سے چھوٹ جائیں گے۔ پیشہ تبدیل ہو سکتا ہے۔ لیکن ذات تبدیل نہیں ہو سکتی۔

ایک چھوٹا سا رسالہ بنام نسب الانبیاء مولانا ظہور الحق عظیم آبادی کی تصنیف ہے یہ رسالہ صرف اس ایک سوال کے جواب میں تصنیف کیا گیا ہے سوال۔ عام لوگ جو کھیتی کرنیوالوں۔ کپڑے سینے والوں۔ کپڑے بُننے والوں اور حرفت کا دیگر کام کرنے والوں پر طعن کیا کرتے ہیں۔ قرآن اور حدیث اور اصول اور فقہ ان کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں مولانا مذکور نے قرآن و حدیث وغیرہ کے رُو سے نہ صرف یہ ثابت کیا ہے۔ کہ جو مسلمان حکم الٰہی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ کے خلاف کسی حرفت کار کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے وہ جہنمی ہے۔ اور قرآن کی صریح مخالفت کرتا ہے۔ بلکہ بتایا ہے۔ کہ انبیا اور اللہ کے دیگر برگزیدہ بندوں نے اکثر حرفتی کام حلال اور طیب سمجھ کر کئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے سب سے پہلے حضرت آدم کو کپڑا بُننے کا کام اور پھر کھیتی

باڑی کا کام سکھایا اور بتایا گیا۔ تفسیر فتح العزیز میں مولانا عبد العزیز نے لکھا ہے۔ جو شخص ان پیشوں پر طعن کرتا ہے۔ وہ حقیقت میں نبی پر طعن کرتا ہے۔

حضرت آدم کے علاوہ حضرت شیث علیہ السلام بھی کپڑا بنتے تھے۔ حضرت نوح جو طوفان نوح کے بعد ابوالبشر ثانی کہلائے۔ تجارت بھی کرتے تھے۔ اور بڑھئی یعنی ترکھان کا کام بھی کرتے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام خیاطیوں یعنی درزیوں کا کام کیا کرتے تھے۔ حضرت صالح اور حضرت ہود دونوں بیوپار کا کام یعنی دکانداری کیا کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہ السلام کھیتی باڑی کیا کرتے۔ اور حضرت شعیب اپنے اور لوگوں کے مواشی چراگاہوں میں چرایا کرتے تھے۔ اور دودھ اور جانوروں کی نسل اور ان کی پشم وغیرہ بیچ کر اپنی معاش حاصل کرتے تھے گویا جو کاروبار آج گجروں کا ہے۔ اسی کام کو حضرت شعیب کیا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر نبی ہونے کے باوجود بکریاں اور بھیڑیں چرایا کرتے اور ان کی خرید فروخت پر گذارہ کیا کرتے تھے۔ یہ وہی کام ہے۔ جو آج بکروالوں کی قوم پونچھ اور دیگر ملکوں میں کر رہی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام زرہ بنایا کرتے اور اسی کو اپنی ذاتی معاش کا ذریعہ سمجھا کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ تھے۔ اور ہوا تک ان کے ماتحت تھی۔ اور دنیا کا کثیر حصہ ان کے قبضہ میں تھا۔ لیکن اے فرمان الٰہی اور حکم رسول سے گردن موڑنے اور سرکش ہونے اور اپنے بھائیوں پر ظلم کرنے اور ان کو صرف ان کی غریبی کی وجہ سے بنظر حقارت دیکھنے والو! معلوم ہے۔ وہ اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ کس طرح پالتے تھے۔ وہ پورے حرفت کار اور دستکار تھے۔ اپنی روزی اپنے ہاتھ کی محنت سے کماتے تھے۔ ان کے متعلق فتح العزیز میں لکھا ہے۔ کہ وہ برگ خرما (کھجور کے پتوں) کے پنکھے اور چٹائیاں بنا کر بیچتے تھے۔ اور جو اجرت ملتی تھی،

اس پر ان کا اور ان کے کنبہ کا گذارہ ہوتا تھا۔

ہمارے رسول کریم صلعم سالہا سال تک تجارت کا کام کرتے اور بکریاں چراتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق آپ کے خلیفہ اول بزازی اور حضرت عمر فاروق ابتدا میں خشت پزی کا کام کیا کرتے تھے۔ لیکن زمانہ کا انقلاب اور قوم کی بدبختی ہے۔ کہ اپنے ہاتھ سے حق حلال کی محنت کرنے والے آزاد گروہ پر ملازمت پیشہ یعنی غلام لوگوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور جس قوم کو "الکاسب حبیب اللہ" اور "کل مومن اخوۃ" کی تعلیم دی گئی تھی۔ وہی قوم آج ہر حرفت اور ہر پیشہ اور ہر حرفت کار اور ہر پیشہ ور کو خواہ وہ کسب حلال ہی سے روزی کمائے ذلیل و راذل سمجھ رہی ہے۔

دوسری طرف ہمارے برادران وطن نے اس گر کو سمجھ لیا ہے۔ کہ سرکاری ملازمت اور زمینداری کے اندر خواہ کتنی گنجائش ہو جب تک کوئی قوم صنعتی و حرفتی کاروبار کے وسیع میدانوں کو تسخیر نہ کرے۔ دنیا میں عزت۔ اقبال اور فارغ البالی حاصل نہیں کر سکتی۔ جرمن انگریز۔ امریکن۔ جاپان وغیرہ کئی ممالک آزاد پیشے اختیار کر کے اپنے علم و ہنر کا سکہ ایک عالم پر بٹھا رہے ہیں۔ جاپان ہی کو لیجئے۔ آج اس کے مال کی کھپت کے لئے دنیا میں سب سے بڑی منڈی ہمارا ہندوستان ہی ہے۔

اسی لئے برہمنوں۔ کھتریوں۔ راجپوتوں اور سکھوں کے تمام طبقوں نے نمائشی فضیلت و برتری کو بالائے طاق رکھ کر کہیں چمڑا اور کپڑا رنگنے کہیں کفش دوزی (بوٹ سازی) کرنے کہیں کپڑا بننے اور کہیں کپڑے دھونے کے کارخانے کھول رکھے ہیں۔ کہیں ترکھان بن کر فرنیچر تیار کیا جا رہا ہے۔ کہیں مستری اور انجنیر کہلا کر لوہے کے کارخانے قائم کئے جا رہے ہیں۔ درزیوں اور ملیاروں اور حجاموں اور باجہ نوازوں میں ان قوم کے افراد روز بروز زیادہ حصہ لے رہے ہیں۔ جو مذہبی نکتہ نگاہ سے ہزارہا سال تک ان پیشوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے رہے۔ بلکہ کشمیر میں تو کشمیری پنڈتوں

نے معماروں اور ترکھانوں اور لوہاروں اور رنگریزوں کے علاوہ حجاموں کا کام بھی شروع کر رکھا ہے۔ مگر ہندوستان کا بدنصیب مسلمان ابھی تک ایسے پیشوں کے رذیل و شریف ہونے ہی کا قائل ہے۔ وہ نہیں سمجھتا۔ کہ صرف ایک لوہارہ کام کے اندر ہی اس قدر بے پایاں وسعت ہے۔ کہ تعلیم یافتہ مغربی لوہاروں نے اور ان کی تقلید میں ہندوستان کی روشن خیال اقوام نے اس کام کو بڑھا کر اور پھیلا کر بیسیوں قسم کے انجینئرنگ کے کارخانے قائم کر رکھے ہیں۔

شاید بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا۔ کہ حجاموں کی بھی بے شمار ذاتیں ہیں۔ ان میں بھٹی راجپوت۔ سدھر اور سندھو جٹ۔ مغل اور قریشی وغیرہ کئی ذاتیں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن کے سہ ماہی رسالہ اردو اکتوبر ۱۹۲۹ء میں ایک سید حجام کا بھی ذکر ہے۔ جو شاہجہان بادشاہ کی حجامت بنایا کرتا تھا۔ اور جس کو شہنشاہ نے مکہ معظمہ سے نجیب الطرفین سید کی حیثیت سے اس لئے بلوایا تھا۔ کہ اس کو سوائے پیغمبر کے کسی اور کے آگے سر نہ جھکانا پڑے۔ جب تک وہ یا اس کی اولاد بادشاہوں اور شہزادوں کی حجامتیں کرتی رہی۔ نسب کے لحاظ سے سید اور کسب کے لحاظ سے حجام کہلاتی رہی۔

پنجاب میں کئی ایسے قریشی اور جاٹ اور راجپوت اور مغل اور دوسری اقوام کے مسلمان ہیں جو حجامتوں کا کام کرتے ہیں بعض ایسے ہیں جنہوں نے تعلیم حاصل کر کے یہ پیشہ ترک کر دیا ہے۔ اور اب وہ معقول ملازمتوں پر ہیں۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ جب وہ حجامتوں کا کام بھی نہیں کرتے۔ تو کیوں اپنی اصل ذاتوں میں شامل ہو کر قریشی یا جاٹ یا راجپوت وغیرہ نہ کہلائیں۔

پنجاب اور ہندوستان کی طرح پونچھ میں بھی کئی صنعتی و حرفتی اقوام ہیں۔ بلکہ پونچھ کی ان اقوام میں یہ خوبی ہے۔ کہ وہ درزیوں۔ دھوبیوں۔ موچیوں اور حجاموں

اور جولاہوں وغیرہ کا کام بھی کرتی ہیں۔ اور زراعت پیشہ بھی ہیں۔ چنانچہ جن پیشہ ور یعنی صنعت وحرفت کار اقوام کو حکومت پونچھ نے زراعت پیشہ تصور کیا ہے۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ لوہار۔ ترکھان۔ چھیار۔ تیلی۔ نداف۔ نائی۔ بافندہ۔ دکابسی۔ جولاہا۔ سنیار۔ زرگر۔ کمہار۔ موچی۔ بندوبست کے بندوبست پونچھ کے دوران میں جہاں اور بیشمار غلطیاں ہوئیں وہاں ایک یہ بھی بڑی بھاری غلطی ہوئی۔ کہ لوہار۔ ترکھان۔ بافندہ وغیرہ صنعتی وحرفتی لوگوں کی اصل ذاتوں کو نظر انداز کر کے ان کے پیشوں اور ان کے کاروبار ہی کو قوم تصور کر لیا گیا۔ اور اسی کے مطابق مال وبندوبست کے کاغذات میں اندراج بھی ہو گئے۔

بندوبست کی اس شدید غلطی نے بعض فرعون بے سامان اقوام کو اور بھی شہ دیدی۔ چنانچہ انہوں نے ان غریب بے علم اور لیے بال و پر صنعتی وحرفتی اقوام کے ساتھ بعینہٖ وہ سلوک روا رکھا۔ جو اعلیٰ ذات کے ہندو اچھوت ذاتوں کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔ حالانکہ اب ان میں بھی وسیع الخیالی اور رواداری پیدا ہو رہی ہے۔ چنانچہ ہندوؤں نے اب ان ادنیٰ اور اچھوت ذات کے لوگوں کا نام "ہریجن" رکھا ہے۔ اور کھان پان اور دیگر معاشرتی امور میں تعصبات بہت کچھ دور کئے جا رہے ہیں۔

یہ عجیب تماشہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ذات کا سید یا مغل یا بھٹی یا جنجوعہ یا گکھڑ وغیرہ ہے۔ اور وہ زراعت یا ملازمت پیشہ ہے۔ تو کاغذات مال میں اس کا پیشہ نہیں لکھا جائیگا۔ بلکہ اس کی ذات سید یا مغل وغیرہ درج ہوگی۔ لیکن اگر کوئی شخص مغل یا گکھڑ یا بھٹی وغیرہ ہو اور اس کا پیشہ آہنگری یا نجاری یا کفش دوزی یا بافندگی وغیرہ ہو۔ تو اس کی ذات نہیں لکھی جائیگی۔ بلکہ اس کے پیشہ ہی کو ذات تصور کر کے درج کاغذات کر دیا جائیگا۔ حالانکہ ذات الگ چیز ہے۔ اور پیشہ الگ

چیرہے۔

افسوس ہے پونچھ کی ان اقوام نے جو بزعم خود اپنے آپ کو "خاندانی" تصور کر رہی ہیں جسم اسلام کی اس ریڑھ کی ہڈی یعنی صنعت کار اقوام کے ساتھ ایام بندوبست سے قبل بھی بندوبست کے ایام میں بھی اور بندوبست کے بعد آج بھی نہایت حوصلہ شکن سلوک روا رکھا ہے۔ ان کا برتاؤ جو غریب حرفت کار اقوام کے ساتھ ہے۔ اسلام کی تعلیم کے قطعی خلاف ہے۔ اگر یہ صحیح ہے۔ کہ دولت ڈھلتی اور چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ اور روپیہ پیسہ کسی کا ہمیشہ ساتھ نہیں دیتے۔ تو کیا یہ ممکن نہیں کہ جن قوموں کو آج اخلاق۔ انسانیت اور اسلام کی تعلیم کو فراموش کر کے ذلیل وحقیر بلکہ قابل نفرت سمجھا جا رہا ہے۔ کل وہی خوبیٔ تقدیر کی بدولت بام عروج پر چمکتی ہوئی نظر آئیں۔ اور وہ قومیں جو تکبر و غرور کے نشہ میں سرشار ہیں۔ آسمان عظمت سے گر کر ذلت کے تحت الثریٰ میں جا پہنچیں۔ یاد رکھو یہ ناممکن نہیں ہے۔ اس لئے ع کہ ہم نے انقلاب دور گردوں یوں بھی دیکھے ہیں۔

ہر سال چودہ پندرہ ہزار لڑکے صرف پنجاب یونیورسٹی ہی سے انٹرنس پاس ہوتے ہیں[1]۔ اور گریجوایٹوں کی تعداد بھی ہر سال چار پانچ سو سے کم نہیں ہوتی۔ اور ۱۹۳۵ء میں جن بی۔ اے یا ایم۔ اے پاس لڑکوں نے وکالت کا امتحان پنجاب میں پاس کیا ہے۔ ان کی تعداد بھی چار سو سے زیادہ ہے لیکن آپ کو معلوم ہے۔ اس لکھی پڑھی فوج میں سے ہر سال کتنے لوگ نوکریوں کے لئے دفتروں کی

---

[1] ۱۹۳۶ء میں ۲۰۹۱۸ طالب علم امتحان میں شامل ہوئے تھے جن میں سے ۱۳۴۵۲ لڑکے (جن میں ۴۰۰ لڑکیاں بھی ہیں) پاس ہوئے ہیں۔ ان کے اخراجات جماعت ہم دہم کی کتابوں اور فیسوں اور یونیورسٹی کی فیس کے خرچ کا اندازہ ۵۴ لاکھ روپیہ کیا گیا ہے۔

خاک چھاننے اور افسروں کی خوشامدیں کرتے رہنے کے باوجود ملازمتوں سے محروم رہتے ہیں۔ اور اس محرومی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ہر سال کئی تعلیم یافتہ نوجوان صرف بیکاری و بے روزگاری سے تنگ آکر خود کشی کر لیتے اور ماں باپ کا ہزارہا روپیہ خرچ کرانے کے بعد اپنی جان حرام گنوا دیتے ہیں۔

ان دردناک حالات سے متاثر ہو کر ملک کے رہنماؤں اور ہمدردوں نے صنعت و حرفت کو دینی تعلیم کا لازمی جزو قرار دیا ہے۔ چنانچہ کئی سکولوں میں درزیوں اور نورباؤں وغیرہ کا کام سکھایا جاتا ہے۔ گورنمنٹ نے رنگریزی یعنی کپڑا رنگنے۔ مرغیاں پالنے اور کپڑا بننے اور کرسیاں اور فرنیچر بنانے کے سکول کھول دیئے ہیں۔ یہ وہی صنعت و حرفت ایک ترقی یافتہ رنگ میں ہے۔ جس کو پونچھ کے "بزعم خود خاندانی" لوگ بھوکا مرنے کے باوجود بہ نظر تحقیر دیکھ رہے ہیں۔

ہندوستان کی مختلف صوبجاتی حکومتوں اور بعض ریاستوں نے صنعتی و حرفتی وظائف جاری کر رکھے ہیں۔ تاکہ تعلیم یافتہ لوگ کوئی ہنر سیکھ کر جہاں اپنا پیٹ عزت کے ساتھ پال سکیں۔ وہاں اپنے ملک کی صنعتی ترقی کا باعث بھی ہوں چنانچہ حال ہی میں سلور ویڈنگ فنڈ[1] کی رپورٹ ۱۹۳۴ء میں لکھا گیا ہے۔ کہ تعلیم یافتہ نوجوانوں میں حد سے زیادہ بیکاری دیکھتے ہوئے منتظمین محسوس کرتے ہیں کہ پیشوں (یعنی صنعت و حرفت کے کاموں) کی تعلیم میں مدد دینا ملک کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ نیز ایسے طالب علموں کو جو کام سیکھنے کی اہلیت رکھتے ہوں بڑھئی کا کام۔ موزے بنیان وغیرہ بننے کا کام۔ لکڑی کا کام۔ چمڑا رنگنے کا کام اور اسی قسم کی دوسری دستکاریوں کی تعلیم دی جائے[2]۔

---

[1] اس فنڈ کی پریذیڈنٹ ویسرائن صاحبہ یعنی ہز ایکسیلنسی کاؤنٹس آف ولنگڈن ہیں۔
[2] از خلاصہ مضمون فوجی اخبار لاہور مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۳۵ء

بعض سرکاری صنعتی اداروں میں صرف صنعتی و حرفتی اقوام کے لڑکوں ہی کو لیا جاتا ہے۔ مثلاً گورمنٹ ٹیننگ انسٹی ٹیوٹ جالندھر کی طرف سے محکمہ اطلاعات پنجاب نے ۱۵ فروری ۱۹۳۶ء کو اعلان کیا ہے۔ کہ اس انسٹی ٹیوٹ میں صرف چماروں یا پیشہ ور دباغوں کو لیا جائیگا۔ اور ہر طالب علم کو دس روپے ماہوار وظیفہ ملیگا۔

ہماری گورمنٹ جموں وکشمیر نے بھی اکثر مقامات پر انڈسٹریل یعنی صنعتی سکول کھول رکھے ہیں۔ اور جو طالب علم ان صنعتی سکولوں سے تعلیم پا کر نکلتے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے ملازمت پیشہ لوگوں اور خاندانی بے روزگاروں سے جو صنعت و حرفت کے کاموں کو اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے ہیں زیادہ کما رہے ہیں۔ اور عزت و آزادی کے ساتھ۔ ہمیں توقع ہے۔ کہ حکومت پونچھ بھی دربار جموں وکشمیر کی تقلید میں اگر زیادہ نہیں۔ تو اپنی چاروں تحصیلوں میں چار صنعتی ادارے ضرور قائم کریگی

چمن کوٹ تحصیل باغ میں ایک وسیع برادری ہے۔ جو ایک ہی مورث اعلیٰ عبدالرحمان عرف مانک شاہ کی اولاد سے ہے۔ کہتے ہیں یہ خاندان نسل اور خون کے لحاظ سے قریشی تھا۔ لیکن مختلف کاروبار اختیار کر لینے کی وجہ سے مختلف ناموں سے پکارا جانے لگا۔ چنانچہ اس خاندان میں کئی افراد لوہار ہیں کئی نجار ہیں اور کئی معماروں کا کام کرتے ہیں۔ غرض زمیندارہ کے ساتھ صنعت و حرفت میں بھی ان لوگوں نے خاص نام پیدا کر رکھا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ صنعت و حرفت کی ترقی ہی سے کسی ملک کی اقتصادی حالت سدھر سکتی ہے ؎

سید ہو گر لوہار برہمن چمار ہو ۔۔۔ جنت کی طرح اپنے وطن کی بہار ہو

یوں تو یہ خاندان تحصیل باغ کے اکثر دیہات میں پھیلا ہوا ہے۔ لیکن موضع

ـــــ
۱؎ چرم رنگنے والوں سے مراد ہے۔

ہل سرنگ میں خصوصیت کے ساتھ اس کی آبادی زیادہ ہے۔ان میں مستری احمد الدین ولد میاں نور عالم اپنی قوم اور برادری میں درجہ اختصاص رکھتا ہے۔ اس کا ایک ہونہار اور تعلیم یافتہ فرزند مستری حسن دین آرمورا حوالدار ہے۔ اور اس سے چھوٹا روشن دین مڈل سکول دھیرکوٹ میں زیر تعلیم ہے۔ مستری حسن دین کو اس کی اعلیٰ کارکردگی کے کئی سارٹیفکٹ بھی حکام سے ملے ہوئے ہیں۔ جو ان کے مستعد اور کارکن اور اپنے فن میں ماہر ہونے کی دلیل ہیں۔

یہ خاندان کا غذات مال میں پیشہ کے لحاظ سے لوہار درج تھا۔ لیکن مولوی عبداللہ ولد مولوی کرم دین سکنہ بندرائی تحصیل باغ کی جدوجہد سے اس خاندان کے اکثر افراد کی محکمہ مال میں صحت ہو چکی ہے۔ اس خاندان میں حسب ذیل اصحاب قابل ذکر بتائے جاتے ہیں۔ مولوی نصر دین مستری عطا۔ عمر دین۔ بلھو۔ نیاز دین فضل احمد۔ محمد عظیم۔ الف دین۔ دینا۔ بگا۔ محمد حسین۔ علم دین ورکن دین۔ اس خاندان کا شغل زمیندارہ بھی ہے اور صنعت وحرفت بھی۔ اور علم کا بھی نسبتاً اچھا شوق ہے۔

علاقہ تھکیالہ میں باغ علی سکنہ بالاکوٹ اپنی ذات کھوکھر قطب شاہی بتاتا ہے اس کے اسلاف میں ولی محمد خاں نے پارچہ بافی کا کام شروع کردیا لیکن بندوبست والوں نے اس کی اولاد کو جولاہا درج کر رکھا ہے۔ حالانکہ اس کی اولاد کپڑا بننے کی وجہ سے جولاہا اور زمینداری کرنے کی وجہ سے زمیندار تھی۔ تعجب ہے۔ کہ بندوبست والوں نے ان کو صرف جولاہا کی بجائے زمیندار جولاہا کیوں نہ لکھ دیا۔ تاہم باغ علی شیر محمد اور امام دین وغیرہ بڑی جدوجہد کے بعد صاحب چیف ریونیو افسر کے ایک حکم ۱۴ ر جیٹھ ۱۹۸۹ء کے مطابق آخر کھوکھر قرار دیئے گئے۔

دھرڈتی تھکیالہ میں ایک کنبہ ہے جس کے صرف چھ گھر ہیں۔ یہ کنبہ اپنے آپ

مستری حسن دین آرمورا آئی۔ اے۔ او۔ سی سکنہ ہل سرنگ تحصیل باغ پونچھ (کشمیر)

کو گگھڑ کہتا رہا۔ لیکن بندوبست والوں نے ایک نہ سُنی۔ انہوں نے اُس کو کاسبی درج کر دیا۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس کنبہ کے ایک بزرگ شکیا خان نے جولاہوں کا کام بھی شروع کر دیا تھا لیکن وہ قومیت اپنی گگھڑ ہی بتاتا رہا۔ اس کنبہ نے بھی آخر صحت قوم کی کوشش کر کے ۱۷ اسکا تک ۱۹۸۹ ب کے سرکاری حکم کے مطابق اپنے آپ کو گگھڑ تسلیم کرا لیا۔

تحصیل باغ کے مواضعات ڈھل قاضیاں اور پمنوٹھی میں دو ایک گھر ایسے ہیں جو اپنے آپ کو منگرال راجپوت کہتے ہیں، ان کا پیشہ زمینداری ہے۔ بلکہ ان میں سے ایک شخص جو اچھا خاصہ تعلیم یافتہ ہے۔ چار گاؤں میں اراضی بھی رکھتا ہے لیکن لوگ ان کو کاسبی کہتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے خاندان میں سے ایک شارح کے کسی شخص نے کاسبیوں کے ہاں شادی کر لی تھی یہاں سے ان کی آل ہی کاسبی ہو گئی۔ کاغذات بندوبست میں بھی یہ لوگ کاسبی درج ہیں۔

چاک سہریاں۔ ڈوبی۔ سنگوڑ۔ بنگڑاں۔ چوڑ۔ کفل گڑھ۔ بنی پسار۔ جگ لڑی سیوبیڑہ۔ ٹائیں وغیرہ تحصیل باغ کے دیہات میں "مولوی" غلام علی خاں کی ایک وسیع برادری ہے۔ جو اپنے آپ کو راجہ مل خاں کی اولاد سے بتاتی اور جنجوعہ ظاہر کرتی ہے دیگر اقوام کی طرح یہ برادری بھی وسیع اراضی کی مالک ہے۔ زمینداری کے علاوہ اس کے اکثر افراد ملازمت بھی کرتے ہیں۔ غالباً ان کے بزرگوں میں سے کسی نے بافندگی کا کام کیا ہوگا۔ اسی بنا پر کاغذات بندوبست میں ان کا پیشہ بافندگی درج کر دیا گیا۔ حالانکہ ان کا پیشہ زراعت بھی تھا۔ اور اب بھی یہ تمام برادری زراعت کا کام کرتی ہے۔ اسلئے اگر ان کا اندراج پیشہ ہی کے لحاظ سے کرنا تھا۔ تو ان کو زراعت پیشہ کیوں نہ لکھا گیا۔ اس برادری میں بعض فوجی ملازم ہیں بعض تمغہ یافتہ ہیں۔ اور کئی ایک لکھے پڑھے ہیں۔ عقل دین خاں جنگ عظیم میں بھی شامل رہا ہے۔

یہ سب برادری ایک شخص لال خاں کی اولاد سے ہے۔ جو آج سے تین سو سال قبل مظفر آباد سے پونچھ کے موضع کوٹل گڑھ میں آکر آباد ہو گیا تھا۔

موضع تاہی میں چند افراد اپنی قوم گکھڑ بتاتے ہیں۔ کام ترکھانوں کا بھی کرتے ہیں۔ اور زراعت کا بھی۔ مگر بندوبست والوں نے کاغذات مال میں ان کو ترکھان لکھ دیا ہے۔ زراعت پیشہ نہیں لکھا۔ حالانکہ اس برادری کا گذارہ نجاری اور زمینداری دونوں کاموں پر ہے۔

علاقہ کھنگیالہ میں چند گھر ایسے ہیں جو اپنے آپ کو اعوان کہتے ہیں۔ یہ سب لوگ اپنے ہاتھ سے کھیتی باڑی کا کام کرنے کے علاوہ کمہاروں کا کاروبار بھی کرتے ہیں لیکن بندوبست والوں نے ان کو کاغذات مال میں پیشہ کے لحاظ سے کمہار تو لکھ دیا۔ کاشتکار اور زمیندار کا لفظ نہ لکھا۔ اس برادری کا ایک شخص جو پشاور میں فوج میں ملازم ہے لکھتا ہے "غریب مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان اُن مسلمانوں کے ہاتھوں سے پونچھ رہا ہے۔ جو اپنے زعم میں "خاندانی" بنے ہوئے ہیں اور سرمایہ داری یا حکام رسی کے رسوخ داثر سے غریب مسلمانوں کو اپنا غلام بنائے رکھتے ہیں"

مواضعات چیڑالہ۔ سوہادہ۔ ڈونگا کھنبتر۔ ناڑا کوٹ اور بنگوئیں میں ایک مختصر سی آبادی ہے۔ جو اپنے آپ کو ادمال گکھڑ ظاہر کرتی ہے۔ کاغذات مال میں اس برادری کی قوم کماتن گر درج ہے۔

پنجاب میں منہاس راجپوتوں کا ایک معزز خاندان بھی کماگر کے نام سے مشہور تھا۔ لیکن جب زمانہ کی رفتار کے مطابق پرانے ہتھیار مٹتے اور ان کی جگہ جدید اسلحہ بنتے گئے۔ اور کماگری ختم ہوتی گئی۔ اس خاندان کے لوگوں نے علم حاصل کر کے ملازمتیں حاصل کر لیں یا اور کاروبار جاری کر لئے۔ چنانچہ اب وہ خاندان سرکاری وغیر سرکاری کاغذات میں منہاس راجپوت کے نام سے درج ہے۔

لیکن پونچھ میں پیشہ کا لفظ بھوت بن کر چمٹ جاتا ہے۔ اور دلائل و براہین کے منتر کے باوجود دُور نے میں نہیں آتا۔

ان مواضعات کی برادری کے چند افراد مذہبی علوم سے اچھی واقفیت رکھتے ہیں اور ہندوستان کے دینی مدارس کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اور قریباً پانچ چھ پشت سے اس برادری میں کماگری کا پیشہ ترک ہے۔ اور صرف زراعت یا درس تدریس پر اس کا گذارہ ہے۔

تحصیل پلندری کے مواضعات رام پتن و منگ میں ایک برادری قریباً دوسو نفوس کی ہے جس کو عرف عام میں لوہار کہتے ہیں۔ لیکن وہ برادری اپنی ذات منگرال راجپوت بتاتی ہے۔ بندوبست میں اس برادری کی قوم لوہار ہی درج ہے۔ لیکن صاف ظاہر ہے۔ کہ آہنگری ایک پیشہ ہے۔ اور اب تو اس برادری کی تحریر کے مطابق یہ پیشہ بھی اس میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اصل پیشہ کئی پشتوں سے اب زراعت و ملازمت ہے۔ مگر اپنی ذات منگرال راجپوت تسلیم کرانے میں اس برادری کو بے انتہا مشکلات پیش آرہی ہیں۔

اس برادری کے کئی لوگ گورمنٹ انڈونیشیا کے محکمہ فوج میں سپاہی اور نائیک اور حوالدار ہیں۔ اور کئی ایک پنشن پر اُٹھے ہوئے ہیں چند ایک امام و بیہ بھی ہیں۔

اسی طرح موضع مدار پور تحصیل حویلی میں تخمیناً تیس گھر ایسے ہیں۔ جو اپنی ذات منگرال راجپوت بتاتے ہیں۔ لیکن کاغذات مال میں ان کو ان کے پیشہ کے لحاظ سے ترکھان درج کیا گیا ہے۔

بھروٹ مہنڈر۔ یہاں چند گھر ایسے لوگوں کے ہیں۔ جو کام تو کفش دوزی کا کرتے ہیں لیکن وہ اپنی ذات مغل بیان کرتے ہیں ۔ ان کا ایک بزرگ محمد اکبر خان نامی ضلع راولپنڈی سے کوٹلی اور پھر کوٹلی ضلع میرپور سے علاقہ تھکیالہ تحصیل مہنڈر میں آیا

اس کے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ ایک سراج یعنی موچی کی لڑکی سے شادی کر کے موچیوں ہی کا کام کرنے لگا۔ اس کی اولاد کی ذات بندوبست میں موچی درج ہے۔ لیکن تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ موچی پیشہ ہے۔ کوئی ذات نہیں ہے۔ اب بھی ان لوگوں کے پاس کافی زمین ہے۔ اور وہ سب اپنے ہاتھ سے زراعتی کاروبار کرتے ہیں۔ چنانچہ فیروز ولد فقرا خاں اور شیرو اور صاحب دین اور کبیرا اور صاحبدین کوٹاں والے کے پاس کئی کئی کنال زمین موجود ہے۔ اسی طرح اور لوگوں کے پاس بھی زمینیں ہیں۔ اور ان میں سے چند ایک زمینداری کاروبار میں مصروف رہنے کی وجہ سے کفش دوزی کو ترک کر چکے ہیں۔

ٹھیرہ ٹوپہ تحصیل مینڈھر۔ محمد اکبر خاں کی اولاد سے دو گھر ٹھیرہ ٹوپہ میں بھی آباد ہیں۔ اسی تحصیل کے مواضعات کسں بلاری و دھروتی میں اس کی نسل سے ایک ایک گھر اور موضع دہارا گلوں میں دو گھر موجود ہیں۔ ان میں سے چند ایک کفش دوزی کا کام کرتے ہیں۔ لیکن اصل بسر اوقات زمیندارہ پر ہی ہے یہ لوگ بھی بندوبستی کاغذات میں پیشہ کے لحاظ سے موچی درج ہیں۔ ان کی اصل ذات مغل بتائی جاتی ہے۔ ان لوگوں میں چند نام حسب ذیل ہیں۔ امام دین ولد ہنسہ۔ حسن دین ولد قائم دین سکنہ ٹوپہ۔ فضل دین سکنہ موضع دہارگلو۔ سخی محمد موضع بھیرٹوٹ

کھرل گیالاں تحصیل باغ۔ یہاں ایک گھر نومسلم شیخوں کا ہے جو اپنے آپ کو منہاس بتاتا ہے۔ اس کا اصل وطن تحصیل بارہ مولا ہے۔ وہاں اس برادری کے تمام لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ لیکن جو لوگ اوڑی اور اوڑی سے پونچھ چلے آئے۔ ان میں بعض لوگوں نے حجاموں کا کام شروع کر دیا۔ کھرل گیالاں میں رحمان شیخ نام کے تین فرزندوں میں عبدالکریم شیخ لکھا پڑھا ہی

اور پرائیویٹ طور پر درس تدریس کرتا ہے۔ اس کے دوسرے دو بھائی حجاموں کا کام کرتے ہیں۔ لیکن اراضیات بھی ان کے پاس ہیں۔ مگر بندوبست والوں نے سب کو پیشہ کے لحاظ سے کاغذات میں حجام درج کر رکھا ہے۔ اسی طرح تحصیل مہنڈر اور دوسری تحصیلوں میں کئی ایسے حجام ہیں جو اپنی ذاتیں قطب شاہی کھوکھر، بھٹی، مغل، قریشی، راجپوت، جٹ وغیرہ بتاتے ہیں۔

دھروتی تھکیال کا فقیر گھرانہ - یہ لوگ اپنا وطن تحصیل اوڑی اور اپنی ذات کھکھہ بتاتے ہیں۔ ان کا ایک بزرگ بلاقی خان بحالت فقیری موضع سلواہ میں آیا۔ جہاں اس کی اولاد چار پشتوں تک فقیری حالت میں رہی۔ اس کی پانچویں پشت میں سائیں مسکین کو سردار محمد شیر خان کے بزرگوں نے راجہ سیف خان بانئے خاندان تھکیال کے مزار کے پاس تھوڑی سی زمین دیدی۔ مسکین شاہ کے پوتوں کے پاس جن کے نام فرمان علی عرف فرمانہ۔ اللہ دتا۔ فیروز۔ فرمانہ ثانی پیر ولی و فیض علی ہیں۔ تھوڑی سی اراضی ہے۔ کچھ کاشت کے ذریعہ کچھ محنت مشقت کے ذریعہ اپنا گذارہ کر رہے ہیں۔

تتمہ تاریخ اقوام پونچھ

اس حصہ میں پونچھ کی ان اقوام کا ذکر ہے۔ جن کے حالات بہت دیر سے آئے۔ اور جو اسی وجہ سے باترتیب اور سلسلہ وار درج نہیں ہو سکے۔ اب ان کو کتاب کے اخیر میں درج کیا جاتا ہے۔

قریشی صدیقی

(ساکنان مواضعات کھنیتر۔ مدار پور۔ سہر گگوٹہ)

راجہ رستم خاں کے زمانہ میں مولانا عبد الجبارؒ قریشی ضلع ہزارہ سے نقل مکان کر کے موضع کھنیتر تحصیل حویلی میں آکر آباد ہوئے۔ ان کے تین فرزند تھے۔ میاں شرف دین تو لاولد فوت ہو گئے۔ اور حافظ نظام الدین اور حافظ زاہد سلیمان سے اولاد کا سلسلہ چلا۔ حافظ نظام دین کی اولاد کھنیتر اور حافظ زاہد کی اولاد مدار پور و سہر گگوٹہ میں آباد ہے۔

اس برادری کی تعداد زن و مرد سمیت تیس کے قریب بتائی جاتی ہے۔ دینی تعلیم کا بھی اس برادری میں چرچا ہے زراعت بھی کرتے ہیں۔ اور صنعت و حرفت بھی اس برادری کا خاص شغل ہے۔ چنانچہ نجاری اور کھیتی باڑی دونوں کاموں پر ان کا گذارہ ہے۔

پونچھ کے کاغذات بندوبست میں اس برادری کی قوم پیشہ کے لحاظ سے نہیں۔ بلکہ گوت اور ذات کے لحاظ سے درج ہے۔ اور ہمارے خیال میں صحیح معنوں میں ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ گوت اور ذات اور چیز ہے۔ اور پیشہ جو بدلا جا سکتا ہے اور چیز ہے

سلہ اس برادری کے حالات سائیں غلام مرتضیٰ سجادہ نشین مدار پور نے بھجوائے ہیں

چنانچہ جمعبندی چہارسالہ بابت ۱۹۹۰ب موضع سہر گکوٹہ کے نمبر کھیوٹ ۸۵ اور نمبر کھتونی ۲۳ میں اسی برادری کے ہاشم دین۔ فضلدین۔ نور محمد پسران امیر علی اور جمعبندی مدار پور کے نمبر کھیوٹ ۶ اور نمبر کھتونی ۱۲ تا ۱۵ میں ستار محمد۔ غلام محمد پسران غلام علی و فضلدین ولد بہادر علی و صلاح محمد ولد غلام علی و عبداللہ و فضلدین پسران فیروز کی قوم قریشی درج ہے

اس برادری میں اصحاب ذیل قابل ذکر ہیں۔ صلاح محمد و ستار محمد پسران غلام علی ساکنان مدار پور۔ ہاشم الدین ولد امیر علی ساکن سہر گکوٹہ۔ اور میاں ہمزہ کی اولاد سے میاں علم دین ولد میاں طاہر۔ کہا جاتا ہے۔ کہ علی الدین وغیرہ ولد راجولی بھی اسی برادری سے ہیں۔ لیکن وہ صحت قوم کے منتظر ہیں۔

اعوانان موضع سنگولہ وغیرہ

اعوان قوم کی وجہ تسمیہ اور اس کے ابتدائی تاریخی حالات پر اس کتاب کے باب ہشتم میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور اعوانوں کے سلسلہ نسب کے متعلق جس قدر اختلافات ہیں۔ ان پر بھی کچھ روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

کہا جاتا ہے۔ کہ اعوانوں کا سلسلہ ان کے مختلف شجروں کے مطابق اقوام ذیل اور افراد ذیل تک پہنچتا ہے۔ قوم فراعنہ۔ قوم جاٹ۔ قوم راجپوت۔ قوم یونانی۔ قوم ایرانی۔ قوم ترک۔ قوم افاغنہ۔ اولاد محمد بن حنفیہ۔ اولاد زبیر بن علی اولاد عمرو بن علی۔ اولاد قطب شاہ ایبک۔ اولاد قطب الملک شاہ۔ اولاد ہند اولاد عباس بن علی۔

ان مختلف شجروں اور مختلف روایتوں نے اس قوم کی اصلیت کو "در شد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا" کا مصداق بنا کر بعض اصحاب کے نزدیک ان کے نسب ہی کو بے ثبوت قرار دیدیا ہے۔

یہہ تو ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ کسی نے اپنے نسب نامہ کو محفوظ رکھنے کی کوشش نہ کی ہو۔ یا کسی کے پاس نسب نامہ ہو بھی تو وہ اغلاط و اسقام سے خالی نہ ہو۔ اور یہ بھی صحیح ہے۔ کہ نسب نامہ بہت زیادہ پشتوں تک قابل اعتبار طریق سے محفوظ بھی نہیں رہ سکتا۔ لیکن یہ تو قطعی غیر ممکن ہے۔ کہ کسی قوم کا نسب ہی نہ ہو۔ اور ہم اس کو خواہ مخواہ بھی بے ثبوت نسب کی قوم قرار دیدیں۔ اسی بنا پر مصنف باب الاعوان نے اعوانوں کے نسب کے تمام سلسلوں کو غلط قرار دے کر صرف عبداللہ بن عباس بن حضرت علی کے سلسلہ کو جس کی نانویں پشت میں عون قطب شاہ تھے۔ صحیح بتایا ہے۔

ہم یہاں تمام سلسلوں کو نظر انداز کر کے صرف اس سلسلہ کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ جو امام محمد بن حنفیہ بن حضرت علی سے اپنا تعلق ظاہر کرتا ہے۔

حضرت علی کی جو اولاد غیر از بطن سیدہ فاطمہ ہے۔ وہ حضرت علی کے نام کی مناسبت سے علوی کہلاتی ہے۔ اس اولاد میں بقول بعض پندرہ اور بقول بعض چودہ بیٹیاں اور بقول بعض بارہ اور بقول بعض نو فرزند تھے۔ جن میں محمد بن حنفیہ کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ محمد بن حنفیہ کی ماں کا نام خولہ بنت ایاس بن جعفر تھا۔ حنفیہ ان کو اس لئے کہتے تھے۔ کہ ان کی ماں بنی حنفیہ کے قبیلہ سے تھیں۔

محمد بن الحنفیہ کے علو شان کا پتہ اس امر سے لگ سکتا ہے۔ کہ جب یزید کی موت (۶۴ھ) کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر نے حجاز۔ یمن۔ خراسان اور عراق میں اپنا سکہ جما لیا۔ تو مختار ثقفی کاذب نے انہی محمد بن حنفیہ کے نام پر عبداللہ بن زبیر سے حکومت چھیننا چاہی تھی۔ جب مختار ثقفی عبداللہ ابن زبیر کے بھائی مصعب کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تو محمد بن حنفیہ عبداللہ بن زبیر کے خوف سے

طائف میں چلے گئے۔ اور وہیں بقول بعض ۸۱ھ اور بقول بعض ۸۳ھ میں بعمر ۶۵ سال انتقال کر گئے۔

محمد بن الحنفیہ کے دس فرزند تھے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ حسن۔ عبداللہ ابو ہاشم۔ جعفر اکبر۔ حمزہ۔ علی۔ جعفر اصغر۔ قاسم۔ ابراہیم۔ عون۔ اپنے فرزند قاسم کے نام پر محمد بن الحنفیہ "ابوالقاسم" بھی کہلاتے تھے۔ محمد بن الحنفیہ کے فرزندوں میں ابو ہاشم کو شیعوں نے اپنا سردار بنانا چاہا تھا۔ مگر آپ اچانک ملک شام میں انتقال کر گئے۔ اور یہ سرداری آپ ہی کی وصیت کے مطابق عبداللہ بن عباس کی اولاد سے محمد بن علی کو ملی۔

محمد بن الحنفیہ کے دس فرزندوں میں جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ تین لاولد تھے۔ یعنی ابو ہاشم۔ حمزہ اور علی۔ ان کے سوا باقی سب صاحب اولاد تھے۔ جس طرح عبداللہ یا عبید اللہ بن عباس بن حضرت علی کی اولاد عون قطب شاہ تک اپنا سلسلہ ملا کر اپنے آپ کو اصلی اعوان ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح محمد بن الحنفیہ کی اولاد بھی اعوان قریشی ہاشمی کہلائے جانے کی مدعی ہے۔

باب الاعوان کے مصنف نے اپنی کتاب میں دو قسم کے شجروں کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو وہ شجرے جو عون قطب شاہ سے عباس بن علی تک پہنچتے ہیں۔ یہ تعداد میں چار ہیں۔ ایک شجرہ قطب شاہ سے محمود علی بن عباس تک سات پشتوں میں دوسرا قطب شاہ سے حسن بن عباس تک دس پشتوں میں تیسرا قطب شاہ سے محمد بن عباس تک گیارہ پشتوں میں اور جو تھا قطب شاہ سے عبداللہ بن عباس تک دس پشتوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ باب الاعوان میں صرف آخری شجرہ کو صحیح تسلیم کیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ نو ایسے شجرے ہیں۔ جو قطب شاہ سے محمد بن الحنفیہ تک شمار کئے گئے ہیں۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر	قطب شاہ سے	تک	پشت
۱	سکندر شاہ	بن حنفیہ تک دس	پشت
۲	شاہ زبیر	سکندر شاہ بن حنفیہ تک	۱۱ پشت
۳	ابو حمزہ	سکندر شاہ بن حنفیہ تک	۱۲ پشت
۴	عبدالمنان	سکندر شاہ بن حنفیہ تک	۱۲ پشت
۵	منان غازی	سکندر شاہ بن حنفیہ تک	۱۱ پشت
۶	چنن شاہ	سکندر شاہ بن حنفیہ تک	۱۵ پشت
۷	سرور شاہ	سکندر شاہ بن حنفیہ تک	۱۰ پشت
۸	عبدالعلی	سکندر شاہ بن حنفیہ تک	۸ پشت
۹	شرف شاہ	سکندر شاہ بن حنفیہ تک	۸ پشت

مصنف باب الاعوان نے محمد بن الحنفیہ تک پہنچنے والے مندرجہ بالا نو شجروں کو بھی غلط ثابت کیا ہے۔ اور کچھ شک نہیں۔ کہ جس طرح بعض قطب شاہی شجرے غلط ہیں۔ اسی طرح اعوان کہلانے والے حنفیہ شجروں میں بھی کئی نام بالکل غلط اور بعض مجہول الکیفیت اور بعض پنجابی نام موجود ہیں۔

[1] ان کے علاوہ تین اور شجرے حنفیہ اعوانوں کے راقم کی نظر سے گذرے ہیں۔ ایک شجرہ پونچھ سے آیا ہے۔ وہ قطب شاہ سے سہیل بن محمد حنفیہ تک ۱۶ پشتوں میں اور مانسہرہ ضلع ہزارہ کے قبائل اعوانوں کا شجرہ قطب شاہ سے جمیلہ شاہ بن محمد حنیف تک ۱۴ پشتوں میں اور کشمیر کے یسوی علوی خاندان کا سلسلہ خواجہ احمد یسوی وفات سنہ ۱۱۶۶ھ تک عبدالفتح بن محمد حنیف کے ساتھ ۱۶ پشت میں جا ملتا ہے۔

اور پھر کسی شجرے میں سات پشت ہے۔ کسی میں گیارہ کسی میں پندرہ کسی میں بارہ۔ یہ سب باتیں ان کے غیر صحیح ہونے کی کافی دلیل ہیں۔ اور پھر غضب یہ ہے کہ عباس اور محمد بن الحنفیہ کے فرزندوں میں ایسے ایسے نام گھسیٹر دیئے گئے ہیں۔ جن کا کہیں ذکر ہی نہیں۔ مثلاً محمود علی بن عباس جسن بن عباس یا سکندر شاہ بن حنفیہ۔ شاہ زبیر بن حنیفہ عبد المنان اور منان غازی بن حنفیہ چنن شاہ بن حنفیہ۔ حالانکہ چنن شاہ خالص پنجابی نام ہے۔ اسی طرح بعض دوسرے نام ہیں۔ لیکن باب الاعوان کے قابل مصنف اپنی کتاب کے صفحہ ۹۶ پر خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ "قریش کا نسب مافوق العدنان راوی مختلف روایت کرتے ہیں۔ اور جب حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب (عدنان کے اوپر) اتفاق علیہ نہیں۔ تو اور لوگوں کا نسب کس طرح متفق علیہ ثابت ہو سکتا ہے۔"

اس کے علاوہ ایسے اعوانوں میں بھی جو اپنا شجرہ نسب حضرت عباس تک لے جاتے ہیں۔ دو فریق ہیں۔ ایک فریق قطب شاہ کو عباس بن علی تک لیجا کر ختم کر دیتا ہے۔ دوسرا فریق قطب شاہ کا سلسلہ حضرت رسول کریم صلعم کے چچا حضرت عباس تک لے جاتا ہے۔ چنانچہ صاحب مصنف باب الاعوان صفحہ ۱۱۸ پر لکھتے ہیں "کسی نے قطب شاہ کا شجرہ عباس بن علی اور کسی نے حضرت عباس عم رسول اللہ سے جا ملایا ہے۔ حالانکہ عم رسول اللہ اعوانوں کے جد اعلیٰ نہیں ہیں"

باب الاعوان کے مصنف قطب شاہی اعوانوں کے جس شجرہ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اس میں بھی ایک شجرہ میں قطب شاہ سے عباس بن علی تک ۱۱ پشت اور ایک اور شجرہ میں جو راقم الحروف کی نظر سے گذرا ہے۔ دس پشت تک ہے۔ اس قسم کے اختلافات اور متضاد بیانات کی موجودگی میں اس

شجرہ کے سوا جو عبداللہ بن عباس تک پونچتا ہے۔ ان تمام شجروں کا جن کی انتہا محمد بن الحنفیہ تک پونچتی ہے۔ اور جن کی تعداد عباسی شجروں کی نسبت بہت زیادہ ہے وجود ہی نہ تسلیم کرنا بہت مشکل امر ہے۔

ہم نے سابقہ سطور میں خود تسلیم کیا ہے۔ کہ قطب شاہی اور حنفیہ اعوانوں کے شجروں میں کئی نام مہمل۔ اور بے معنی ہیں۔ لیکن صرف اس وجہ سے کہ کسی قوم میں علم کا فقدان ہے۔ وہ بے علمی۔ لاعلمی یا کم علمی یا کسی اور وجہ سے اپنا شجرہ یا نسب نامہ محفوظ نہیں رکھ سکی۔ بہ یک جنبش قلم اس قوم سے خارج کردی جائے۔ جس میں وہ صدیوں سے مشہور چلی آتی ہے۔ اور جس کے ساتھ اس کی قومی روایات سالہا سال سے وابستہ ہیں۔ اس مورخانہ اصول کے خلاف ہے۔ جس کا ذکر ہندوستان کے بہت بڑے مورخ علامہ شبلی نعمانی نے اپنی مشہور عالم کتاب الفاروق کے حصہ[1] اول میں بدیں الفاظ کیا ہے۔

"اسباب وعلل کے سلسلے پیدا کرنے کے لئے اکثر جگہ قیاس سے کام لینا پڑتا ہے اس لئے مورخ کو اجتہاد کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔"

چنانچہ حنفیہ اعوانوں کے متعلق بھی اجتہاد و قیاس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ جس کا مختصر طور پر یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

جالندھر۔ امرتسر۔ ہزارہ اور کشمیر اور پونچھ وغیرہ میں ایسے اعوانوں کی تعداد کئی ہزار تک ہے۔ جو اپنے آپ کو امام محمد بن حنفیہ کی اولاد سے ظاہر کرتے ہیں۔ صرف پونچھ ہی میں ان کی تعداد تین ہزار کے قریب بتائی

---

[1] مطبوعہ ۱۸۹۹ء ایڈیشن اول صفحہ ۲۲ اس کتاب کا فارسی اور ترکی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنی قوم اور اپنے بزرگوں کی سینہ بسینہ روایات پر سختی سے عامل ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اعوان ہیں۔ اور امام محمد بن حنفیہ کی اولاد ہیں۔ اسی سلسلہ میں پونچھ کے حنفیہ اعوانوں کا ایک شجرہ راقم مولف کی نظر سے گذرا ہے۔ جو عون بن محمد الحنفیہ بن حضرت علی سے شروع ہوتا ہے۔ اور جس کی آٹھ دس پشتوں کے بعد ایک نام قطب شاہ بھی آتا ہے۔ پھر اسی قطب شاہ کی پندرھویں پشت میں سادم خاں بن سجاول خاں علاقہ پکھلی (ہزارہ) سے پونچھ کی حدود میں داخل ہوتا ہے۔ جس کو سنگولہ کے حنفیہ اعوانوں کے قول کے مطابق آج چار سو سال سے کچھ زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔ اور چونکہ سادم خاں سے میاں زمان علی خاں تک جن کی عمر اس وقت نوّے سال کے قریب ہے۔ ۱۲ پشتیں ہوتی ہیں۔ اور موٴرخوں کے اس متفقہ قول کے مطابق کہ تین پشتوں میں سو سال شمار ہوتا ہے۔ ۱۲ پشتوں کے چار سو سال ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے سادم خاں کی وردوگیٔ پونچھ کا زمانہ بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے۔

صاحب باب الاعوان نے قطب شاہی اعوانوں کے جد اعظم عون قطب شاہ کا ذکر کرتے ہوئے صفحہ نمبر ۹۲ پر لکھا ہے۔ کہ "اعوانوں کا قطب شاہی سلسلہ انہی حضرت قطب شاہ سے چلا ہے"۔ ان سطور سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اعوانوں کا کوئی ایسا سلسلہ بھی ہے۔ جس کے جد اعظم کوئی اور قطب شاہ یا کوئی اور بزرگ ہیں۔ اور اگر وہ بزرگ محمد بن الحنفیہ کی اولاد سے نہیں ہیں۔ تو اور کون ہیں؟

حنفیہ اعوانوں کی تعداد پونچھ سے باہر بھی کئی ہزار تک ہے۔ بعض دوسرے لوگوں کی طرح اگر یہ لوگ بھی چاہتے۔ تو اپنے شجرے اور نسب نامے تیار کرا کے قطب شاہی اعوانوں سے اپنا سلسلہ ملا سکتے تھے۔ لیکن وہ چونکہ صدہا سال سے حنفیہ اعوان ہی مشہور چلے آتے ہیں۔ اور ان کی برادریاں پونچھ سے باہر بھی

حنفیہ انہوں کے نام ہی سے مشہور ہیں۔ اس لئے انہوں نے محمد بن الحنفیہ کی بجائے عباس کی اولاد بننا پسند نہیں کیا۔ حالانکہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یعنی محمد بن الحنفیہ اور عباس دونوں حضرت علی کے فرزند ہیں۔ اور دونوں ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں۔ اس قوم کے معززین کا یہ بیان بھی ہے۔ کہ چونکہ ہمارے شجرہ میں ایک نام قطب شاہ کا بھی آتا ہے۔ اسلئے پونچھ کے بعض شجرے بنانے والوں نے اس نام کی آڑ میں ہم کو عبداللہ بن عباس تک سلسلہ ملانے کی تحریک بھی کی۔ لیکن ہم نے اپنی پشتینی روایات سے جو پونچھ کی سرزمین ہی میں چارسو سال سے مسلسل ہماری قوم میں چلی آتی ہیں۔ ایک انچ بھی ادھر ادھر ہونا مناسب نہ سمجھا۔

پونچھ میں اس قوم کا جو بزرگ سب سے پہلے وارد ہوا۔ اس کا نام سادم خاں بن سجاول خاں تھا۔ اس کی ذریات میں سے کچھ لوگ اب بھی علاقہ پکھلی ہزارہ میں موجود ہیں۔ جن میں احمد خاں اور میر عالم خاں ولد بشیر احمد خاں نمبر دار بتائے جاتے ہیں۔ سادم خاں کے بھائی نیلسی خاں کی اولاد ضلع مظفر آباد کے مواضعات دوار بدھی اور نور کھاہ اور چند اور دیہات میں موجود ہے۔

سادم خاں کے پوتے بہرام خاں کے تین فرزند تھے۔ اسمٰعیل خاں[1]۔ جمال خاں۔ سیبٹ خاں۔ ان تینوں کی اولاد سنگولہ پکھر۔ کھوکوٹ۔ ننگہ پانی اور درہ کوٹ تحصیل اوڑی میں پھیلی ہوئی ہے۔ بہرام خاں کی قبر جبہر دٹ متصل سنگولہ اور اس کے فرزندان اسماعیل خاں و جمال خاں کی قبریں موضع

---

[1] یہ تینوں بھائی علاقہ دھمنی میں آباد تھے۔ اسی علاقہ میں ایک جگہ کا نام اسماعیل خاں کے نام پر بل اسماعیل خاں اب تک مشہور ہے جو سردار موہنا خاں کے فرزندان کے قبضہ میں ہے۔

نارٹے علاقہ سنگولہ اور سیٹ خاں کی قبر پیر ستنان تحصیل اوڑی میں واقع ہے سیٹ خاں کی اولاد کا کچھ حصہ اس کے ایک فرزند فقیر خاں کی اولاد سے دردکوٹ میں آباد ہے۔ اور چند افراد تحصیل باغ کے ننگہ پانی دہلیڑ میں رہتے ہیں۔ اس کے دوسرے فرزند گل حسن خاں کی اولاد موضع اسمان تحصیل اوڑی اور چھم گراں تحصیل باغ میں موجود ہے۔ اور تیسرے فرزند نورا خاں کی اولاد تحصیل اوڑی کے مواضعات نفاچل دیپا وڑی اور تحصیل بارہ مولا کے موضع چندوسہ میں آباد ہے۔ جمال خاں کی اولاد کا زیادہ حصہ پکھر اور کہوکوٹ میں آباد ہے۔ اور کچھ لوگ ننگہ پانی اور موضع چھم میں ہیں۔ جن میں صحبت علی خاں اور نواب علی قابل ذکر ہیں۔ اسماعیل خاں کی اولاد سنگولہ میں آباد ہے۔

اس کتاب کے پڑھنے والوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ اکثر ذاتیں اور گوتیں بالعموم خاندان کے کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہوتی ہیں۔ اور پھر رفتہ رفتہ ایک مستقل صورت اختیار کر کے ایک قوم بن جاتی ہیں۔ چنانچہ اسی کتاب میں گکھڑ اور بعض دیگر اقوام کے حالات میں اس کی کئی مثالیں ملینگی۔ اسی طرح یہ قوم بھی اپنے مورث اعلےٰ سادم خاں کے نام پر سالہا سال تک سادوال کے نام سے مشہور رہی۔ یہاں تک کہ اس لفظ کے کثرت استعمال نے ان کی اعوانیت پر بالکل پردہ ڈال دیا۔ اور جب بندوبست پونچھ کے ایام میں دوسری اقوام کی طرح ان لوگوں کو بھی اپنی اصل قومیت ظاہر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو ان کے بعض معززین کے قول کے مطابق کئی لوگوں نے ان کے رستے میں روڑے اٹکانے چاہے۔ اور یہی ظاہر کیا۔ کہ ان کی اصل قوم سادوال ہی ہے۔ لیکن مخالف اپنے دعاوی میں کامیاب نہ ہوئے اور یہ پونچھ کے کاغذات مال میں سادوال کی بجائے اعوان کے نام سے درج کئے گئے۔

سنگولہ تحصیل باغ کا ایک مشہور گاؤں ہے۔ جس کی آبادی مردم شماری ۱۹۲۱ء کے مطابق زن و مرد سمیت ۲۱۸۵ ہے۔ اور جہاں صنعت کاروں کے چند گھروں کے علاوہ باقی تمام لوگ اعوان ہی ہیں۔

اس گاؤں کی وجہ تسمیہ کے متعلق کاغذات مال میں درج ہے۔ کہ "رقبہ دیہہ ہذا جنگل اجاڑ اور غیر آباد تھا۔ مدت بعید گذری۔ کہ قوم اعوان کے کسی بزرگ نے اس دیہہ کی بنیاد ڈالی۔ یہی قوم آج تک اس پر مسلسل قابض چلی آتی ہے۔ یہ گاؤں چونکہ ایک سخت پہاڑی پر ہے۔ جہاں عام طور پر برف اور اولے پڑا کرتے تھے۔ اس لئے آبادی کے بعد اس کا نام سنگ اولہ مشہور ہوگیا۔ وہی لفظ بگڑ کر اب سنگولہ ہے۔

سنگولہ میں ایک پرائمری سکول ہے۔ اکیس مساجد ہیں جن میں دینیات کی ابتدائی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اس موضع میں اردو خوان کثرت سے ہیں۔ لیکن مڈل اور انٹرنس پاس اس کثیر آبادی میں ایک بھی نہیں ہے۔

جنگ عظیم یوروپ کے ایام میں اعوانان سنگولہ بھی کثرت سے بھرتی ہوئے اس زمانہ میں اس قوم کے فوجی جوانوں کی تعداد دو اڑھائی سو سے کم نہ تھی۔ اب بھی کئی حاضر خدمت ہیں۔ اور کئی اختتام جنگ کے بعد بلا پنشن ہی چلے آئے۔ اور کئی ایک پنشن لے رہے ہیں۔ اعوانان سنگولہ کے رشتے ناطے اپنی برادری سنگولہ وبکھر کے علاوہ ڈھونڈ۔ سدھن۔ دُلّی۔ نارمہ۔ کھکھہ اقوام کے ساتھ ہوتے ہیں۔

تحصیل سدھنوتی کے مواضعات ذیل میں بھی اس قوم کے چند گھر آباد ہیں۔ دھمنی جہاں امیر علیخان قابل ذکر ہے۔ اس کا لڑکا علی محمد خاں مڈل سکول راولاکوٹ میں زیر تعلیم ہے۔ اس برادری سے موضع پلنگی میں متولی خاں۔ اصغر علیخاں وغیرہ چند گھر قابل ذکر ہیں تحصیل حویلی کے موضع تینتری نوٹ میں بھی اس برادری کے چند گھر ہیں جن میں سید محمد خاں۔ فتح محمد خاں پسران پیر بخش خاں قابل ذکر ہیں علاوہ تحصیل باغ کے موضع کلری میں بھی محمد شیر خاں کا ایک گھر اسی برادری سے ہے۔

اب ہم اسماعیل خاں۔ جمال خاں اور سیدٹ خاں تینوں بھائیوں کی اولاد کا جو پونچھ کی تحصیلات باغ و سدھنتی اور کشمیر کی تحصیل اوڑی کے کئی مواضعات میں آباد ہے۔ کچھ مختصر سا ذکر کرتے ہیں۔

اعوانان سنگولہ کے ونڈوار مشاہیر

سنگولہ ایک بڑا موضع ہے۔ اس کی سات پتیاں ہیں۔ اور ہر پتی یا ونڈ کا ایک ایک نمبردار ہے۔ ہم یہاں ہر ایک نمبردار اور ہر ایک پتی اور ہر پتی یا ونڈ کے بعض قابل ذکر اعوانوں کا علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے ہیں۔ اس موضع میں جتنے نمبردار ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد کی تقرری کا سلسلہ ڈوگرہ حکومت کی ابتدا یعنی ۱۹۰۹ء راجہ موتی سنگھ کے عہد سے شروع ہوتا ہے۔ اور وہ سب نمبردار اور یہاں کے سب اعوان اسمٰعیل خاں بانئے شاخ سنگولہ کے فرزند فیروز خاں کی اولاد سے ہیں۔

ونڈ دبن۔ اس ونڈ میں اسماعیل خاں کی پانچویں پشت میں ایک شخص کالا خاں گذرا ہے۔ اسی کی اولاد اس ونڈ میں آباد ہے۔ جو کالا خاں کے نام کی وجہ سے کالیال کہلاتی ہے۔ اس کی پانچویں پشت میں تاجو خاں سب سے پہلا نمبردار ہوا ہے۔ جس کو نمبرداری کے ساتھ ہی راجہ موتی سنگھ نے سرو پا بھی عطا کیا تھا۔ موجودہ نمبردار محمد خاں اس کی چوتھی پشت میں ہے۔

اس ونڈ میں حسب ذیل اصحاب قابل ذکر بتائے گئے ہیں حسین خاں (نبیرہ تاجو خاں) پنچو ترہ خورد ممبر کمیٹی اسلامیہ و فرزندش محمد اکبر خاں ملازم فوج نظام دکن۔ مان علی خاں و علی اکبر خاں پسران محمد بخش خاں۔ بگا خاں ولد دوست محمد خاں۔ ثابت علی خاں و امیر علی خاں پسران نواب خاں۔ ہوشناک خاں و فیروز خاں پسران عکو خاں۔ خان محمد خاں ولد ہوشناک خاں۔ شیر محمد خاں و

ولی محمد خاں پسران روشن علی خاں۔ فتح علی خاں ولد مینا خاں۔ جعفر علی خاں پنشنر ولد سمندر علی خاں۔ محمد امیر خاں ولد ہاشم خاں۔ سلطان محمد خاں ولد محمد علی خاں نواب خاں ولد چمن علی خاں۔ پیر بخش خاں ولد محمد بخش خاں۔ علی اکبر خاں ملازم فوج نظام۔ نواب علی خاں ولد سواری خاں۔ زمان علی خاں ولد امیر علی خاں۔ ملازم فوج۔ نوازش علی خاں ولد صوبہ خاں۔ میاں یوسف علی خاں امام مسجد موٹو خاں ولد صوبہ خاں۔ زمان علی خاں ولد عمر علی خاں۔ یوسف علی خاں ولد نادر علی خاں۔ شبیر علی خاں ولد ہاشم علی خاں۔ محمد بشیر خاں ولد صوبہ خاں۔ برہان علی خاں ولد عمر بخش خاں۔ عطا محمد خاں ولد ہاشم علی خاں۔ غلام محمد خاں ولد نواب خاں۔ اسی ونڈ سے غلام علی خاں ولد پانواری خاں موضع ٹوپی تحصیل باغ میں رہتا ہے۔

ونڈ چھینب۔ اسماعیل خاں کی چوتھی پشت میں مبریز خاں نام ایک شخص گذرا ہے۔ اس کی اولاد اس کے نام سے مبریز ال کہلاتی ہے۔ مبریز خاں کی پانچویں پشت میں راجولی خاں اس ونڈ کا سب سے پہلا نمبردار تھا۔ موجودہ نمبردار رسمت علی خاں راجولی خاں کا پوتا ہے۔ اس ونڈ میں قابل ذکر مندرجہ ذیل اصحاب بتائے گئے ہیں۔ مولوی بہادر علی خاں۔ جن کے والد احمد علی خاں بعمر ایک سو دس سال اب تک زندہ ہیں۔ مولوی بہادر علی خاں اس موضع میں ایک نامور ہستی سمجھے جاتے ہیں۔ آپ مقامی اسلامی کمیٹی کے پریذیڈنٹ ہیں اس کمیٹی کے اجلاس ہر جمعہ کو سنگولہ میں ہوتے ہیں جس میں آپ شرعی اور بعض دوسرے امورات کا تصفیہ کیا کرتے ہیں۔ آپ کے تین فرزندان حسب ذیل ہیں۔ محمد زمان خاں۔ محمد اکبر خاں۔ دونوں پرائمری پاس ہیں۔ اور چھوٹا لڑکا محمد شریف خاں ابھی زیر تعلیم ہے۔ مولوی بہادر علی خاں کے چار اور

حسب ذیل بھائی ہیں۔ بلور خاں۔ محمد حسین خاں۔ غلام حسین خاں۔ گل حسین خاں
محمد حیات خاں حوالدار۔ ملک شبیر خاں پنشنر۔ کالو خاں سابق ملازم فوج
ولد باز خاں۔ لعل خاں ملازم فوج سرکار نظام۔ محمد خاں ولد ہاشو خاں۔ شاہنواز
خاں۔ زمان خاں ولد غلام علی خاں۔ علی محمد خاں ولد روشن علی خاں۔ قاسم خاں
وہنس خاں پسران ناصر و خاں۔ جمال دین خاں وہنس خاں پسران ماڑہ خاں۔
بھاگ ولی خاں و فیروز خاں پسران عغیر ولی خاں منگل خاں و شیر علی خاں۔
پسران فقیر خاں۔ یوسف دین خاں ولد امیر علی خاں۔ محمد عظیم خاں ملازم کسرٹیے
شیر علی خاں ولد نواب علی خاں۔ دوست محمد خاں ولد منہ لی خاں۔ کریم علی خاں
ولد ہاشم خاں۔ شاہ محمد خاں ولد نواب علی خاں۔ نواب علی خاں ولد معراج
خاں۔ جمال دین خاں ولد فتح علی خاں۔ علی اکبر خاں ولد محمد شیر خاں۔ پیندا خاں
ولد بہادر خاں۔ فضل خاں ولد محمد یار خاں۔ بھاگ خاں ولد غلام علی خاں۔

ونڈ ہیما ناڑی۔ یہاں مشہور نمبردار منگل خاں تھا۔ جو اسماعیل خاں سے دسویں
پشت میں تھا۔ موجودہ نمبردار فیروز خاں اسی منگل خاں کا بیٹا ہے۔ یہ شاخ
مندو دال کہلاتی ہے جو مندو خاں کے نام سے مشہور ہے۔ مندو خاں اسمٰعیل خاں
کی پانچویں پشت میں تھا۔ اس ونڈ کے قابل ذکر اصحاب۔ ہاشم خاں ولد فیروز خاں
نمبردار۔ حیدر خاں ولد کالا خاں۔ محمد عالم خاں و غلام حسین خان پسران بہادر علی
خاں برادرزادگان حیدر خاں ولد کالا خاں۔ یہ دونوں بھائی خواندہ ہیں۔ ان
میں محمد عالم خاں جنگ عظیم یوروپ میں فرانس اور انگلستان تک سے ہو
آیا ہے۔ وزیرستان اور فرنٹیر میں بھی رہا ہے جس طرح اُس کی قوم کے اور کئی
لوگ ایام جنگ کے بعد گھروں کو آگئے۔ یہ بھی نوکری چھوڑ کے چلا آیا۔ اس کے
پاس اپنی شجاعت و کارکردگی کے چند تمغے بھی ہیں۔ اس کے تین فرزندان حسب

ذیل ہیں۔ محمد یوسف۔ محمد عثمان۔ محمد یونس۔ حاضر خان ولد کالا خان فتح عالم خان امام دین خاں و محمد عظیم خاں پسران مان علی خان۔ محمد دین خاں ولد ڈھولا خان امام مسجد۔ بشیر احمد خان امام مسجد۔ حیات بخش خاں ولد موربازخاں فتح شیر خان ولد منگل خاں۔ محمد خاں ولد صوبہ خاں۔ ہاشم خاں۔ قاسم خاں۔ مغل خاں پسران فتح علی خاں۔ مولوی علی بہادر۔ نور عالم خان۔ گلاب خاں۔ محمد حسین خاں محمد افسر خاں۔ گلاب خاں۔ قاسم علی خاں۔ محمد جواہر خاں۔ فیروز الدین خاں پنشنر۔ محمد دین خاں۔ لال دین ولد جمال خاں۔ میر عالم خاں۔ ان میں ۱ سے ۲ تک فوج سرکار نظام میں حاضر ملازمت ہیں۔ گل شیر خاں۔ ملنتی مان علی خاں۔ علی گوہر خاں۔ زمان علی خاں پنشنر۔

وَنڈ آگھرہ۔ اس ونڈ میں اسماعیل خاں کی پانچویں پشت میں نکو خاں ایک بزرگ گذرے ہیں۔ انہی کے نام پر یہ ونڈ نکوال کہلاتی ہے۔ ان کی چوتھی پشت میں تین بھائی جمعہ خاں۔ سودا خاں و رانجھا خاں ہوئے ہیں۔ ڈوگرہ عہد حکومت میں اس ونڈ میں سب سے پہلے رانجھا خاں کے فرزند منگل خاں کو نمبرداری معہ سروپا ملی۔ اس ونڈ کا موجودہ نمبردار محمد حسین خاں منگل خاں کی چوتھی پشت میں ہے۔ جس کا سربراہ اس کا چچا قاسم خاں ہے۔

علاوہ ازیں اس ونڈ میں اصحاب ذیل قابل ذکر بتائے جاتے ہیں۔

غلام علی خاں پنچوترہ خور بعمر یک صد سال ولد منگل خاں۔ یوسف علی خاں و حسین خاں ممبر اسلامیہ کمیٹی پسران بہادر خاں۔ شیر محمد خاں سابقہ ملازم فوج ولد ہنس خاں ملنتی حسین خان و علی اکبر خاں پسران حسو خاں پنشنر۔ گل خاں ولد جماعت خاں سابقہ ملازم فوج۔ امیر علی خاں ولد بہادر علی خاں۔ سمندر علی خاں ولد لبھو خاں جمعہ خاں کی اولاد میں نذر خاں نمبردار تھے۔ بندوبست میں ان

کی اولاد سے نمبرداری جاتی رہی۔ ان میں قابل ذکر اصحاب محمد دین خاں و فتح محمد خاں ملازم سابقہ فوج پسران زمان علی خاں۔ عالم شیر خاں و سلطان محمد خاں ملازم فوج نظام پسران شراب علی خاں موجود ہیں۔ سودہ خاں کی اولاد سے میاں محمد دین خاں ولد علی خاں ونڈ نکر میں آباد ہے۔ علاوہ ازیں منشی سلطان محمد خاں و ممبر چمن علی خاں۔ قاسم علی خاں پنشنر ولد صوبہ خاں جو مسا خاں ولد نواب علی خاں۔ بہادر علی خاں ولد سنگی خاں و غلام محمد خاں ولد کالو خاں برادری میں قابل ذکر ہیں۔ نکو خاں کے فرزند دوم محمد فیض خاں کی اولاد میں قابل ذکر اصحاب امیر علی خاں و حسین خاں سابقہ ملازم فوج پسران نور محمد خاں۔ گلاب خاں و نواب خاں سابقہ فوجی ملازم پسران منگل خاں۔ خان محمد خاں ملازم فوج نظام ولد منگی خاں۔ محمد عالم خاں ولد غلام علی خاں ہست خاں کی اولاد سے ہے۔

نکو خاں مورث اعلےٰ قبیلہ نکوال کی چوتھی پشت میں مُرچا خاں۔ دین محمد خاں و نور محمد خاں تین بھائی تھے۔ مورچا خاں کی اولاد میں منشی لعل حسین خاں ممبر کمیٹی اسلامیہ ولد نواب علی خاں و فیض علی خاں ولد مہندا خاں موجود ہیں۔ دین محمد خاں کی اولاد بھاٹا سنگڑ اور نور محمد خاں کی اولاد بھورکھہ تحصیل باغ میں آباد ہے۔ بھورکھہ میں منصر علی خاں پنشنر ولد باز خاں و زمان علی خان ولد محمد علی خاں۔ منشی عالم شیر خاں و علی اکبر خاں پسران غلام علی خاں۔ سیف علی خاں ولد کالو خاں اور بھاٹا سنگڑ میں اسماعیل خاں وغیرہ ولد میر باز خاں قابل ذکر ہیں۔

ونڈ لالوال۔ اس ونڈ میں اسماعیل خاں کی چھٹی پشت سے لالو خان کے نام پر یہ ونڈ لالوال مشہور ہے۔ اس کی چوتھی پشت میں کالا خاں سب سے

پہلے نمبردار ہوا ہے۔ باسی خاں موجودہ نمبردار کالا خان کا پوتا ہے۔

اس ونڈ کے قابل ذکر اصحاب۔ بلاور علی خاں و فیروز خاں پسران یوسف علی خاں۔ بہادر علی خاں و حسین خاں پسران کانو خاں۔ نصر علی خاں و حسین خاں پسران صوبہ خان۔ شبیر علی خاں ولد روشن علی خاں۔ منصر علی خاں ولد فقیر خاں۔ ہنس خاں حوالدار پنشنر۔ بہادر علی خاں ولد بوڑا خان۔ میاں شبیر احمد۔ قاضی میر زمان۔ دوست محمد خاں ولد قاسم علی خاں۔ لعل خاں فقیر خاں۔ نصر دین خاں پسران راجولی خاں۔ قاسم دین خاں ولد روشن علی خاں۔ فیروز خاں ولد محمد بخش خاں۔ سبز علی خاں ولد فتح علی خاں۔ عالم شیر خاں ولد نواب خاں۔ میاں صحبت علی امام مسجد۔ خان ولی خاں ولد باسی خاں نمبردار۔ ہست خاں ولد اسماعیل خاں بانئے شاخ سنگولہ کی ناویں پشت میں ہنس خاں ولد کاموں خاں ہستال بھی اسی ونڈ میں رہتا ہے۔

ونڈ نکر۔ اس ونڈ میں اسماعیل خاں کی پانچویں پشت میں نصرا خاں اس ونڈ کا بانی گذرا ہے۔ اور اسی کے نام پر یہ ونڈ نصریال کہلاتی ہے۔ اسی شاخ سے ایک قبیلہ داریال کے نام سے مشہور ہے۔ جو دارا خاں بن ولی بیگ کی اولاد سے ہے۔ دارا خاں کی چوتھی پشت میں دو بھائی احمد علی خاں نمبردار و صوبہ خاں، پنجوترہ خور تھے۔ ان میں سے احمد علیخاں کی اولاد سے اصحاب ذیل موجود ہیں۔ مہدی خاں پنجوترہ خور۔ امیر علی خاں پنجوترہ خور۔ منشی فیروز خاں ممبر اسلامیہ کمیٹی و حوالدار میجر محمد ہاشم خاں پریذیڈنٹ سب کمیٹی سولجرز بورڈ سنگولہ پسران نواب علی خاں۔ علی گوہر خاں ملازم سابقہ فوج۔

صوبہ خاں کے فرزند منشی ہوشناک خاں جو اسلامیہ کمیٹی کے رکن اعلیٰ اور قوم کے ہمدرد ہیں۔ "مولوی" محمد اعظم خاں و محمد صادق خاں پسران منشی

"مولوی" محمد اعظم خان اعوان خلف منشی ہوشناک خان سکنہ سنگولہ

ہوشناک خاں۔ "مولوی" محمد اعظم خاں قومی معاملات میں گہری ہمدردی سے کام لیا کرتے ہیں۔ اپنی برادری میں ممتاز اور اپنے اخلاق کی وجہ سے ہر دلعزیز ہیں۔ ان کا بھائی محمد صادق خاں زیر تعلیم ہے۔ باغ علی خاں سابقہ ملازم فوج۔ حوالدار میجر عالم شیر خاں و برادرش حسین خاں سابقہ ملازم فوج پسران بھاگو علی خاں بلغ حسین خاں و سلطان محمد خاں نائیک پسران رنگ باز خاں۔

اس وَنڈ کا دوسرا قبیلہ ولی بیگ کے بھائی حیات خاں کی اولاد سے ہے ان میں جابو خاں و مستو خاں نمبردار اور مستو خاں کا فرزند اکبر علی خاں نمبردار مشہور گذرے ہیں۔ جابو خاں کی تیسری پشت میں جنگی خاں، اس کے حسب ذیل تین فرزند ہیں (۱) گل شیر خاں پنشنر ممبر کمیٹی سولجرس بورڈ (۲) حسین خاں ریزرو فوج (۳) عظیم خاں ملازم فوج نظام دکن۔

اکبر علی خاں کے تین فرزند ہیں (۱) مور خاں نمبردار جس کا پوتا مختار خان موجودہ نمبردار ہے (۲) منشی محمد شیر خاں امام مسجد (۳) عطا محمد خاں جو اپنے متوفی بھائی مور خاں کے پوتے مختار خاں کا سربراہ ہے۔ اس وَنڈ میں مندرجہ ذیل اصحاب بھی قابل ذکر ہیں۔ ہوشناک خاں پنجوترہ خورد جس کا فرزند حسین خاں پنشنر ہے۔ فیروز الدین خاں پنجوترہ خورد و محمد دین خاں ممبر اسلامیہ کمیٹی پسران غلام علی خاں۔ امیر علی خاں و محمد امیر خاں متوفی جس کی پنشن اس کے بیٹے سلیمان خاں کو مل رہی ہے۔ ملا خاں ممبر کمیٹی اسلامیہ و قاسم علی خاں پسران شاہمد و خاں۔ غلام حسین خاں ولد رنگی خاں۔ نصیرا خاں کی چھٹی پشت میں تمبرو خاں گذرا ہے۔ اس کی اولاد سے منشی گوہر خاں ولد شیر علی خاں۔ نواز فی علی خاں ولد سخی محمد خاں پسران منگل خاں۔ دولت محمد خاں ولد روشن علی خاں منشی باز ولی خاں و محمد عظیم خاں پسران ہست علی خاں موجود ہیں۔ بسیٹ خان۔

کی اولاد سے عالم شیر خان ولد فقیر خاں اسی ونڈ میں آباد ہے۔

ونڈ ہنی۔ اسماعیل خان کے ایک بیٹے کا نام حسو خاں تھا۔ اسی کے نام پر یہ ونڈ ہسوال کے نام سے مشہور ہے۔ حسو خاں کی آٹھویں پشت میں منگل خاں اس ونڈ میں سب سے پہلا نمبردار تھا۔ موجودہ نمبردار خان محمد خاں منگل خاں کی چوتھی پشت میں ہے۔

اس ونڈ میں قابل ذکر اصحاب چمن علی خاں ولد فتح خاں، شمس خاں ولد روشن علی خاں۔ زمان علی خاں ولد باغ علی خاں۔ نواب خاں ولد احمد علی خاں سلیمان خاں ولد محمد بخش خاں۔ فیروز خاں ولد روشن علی خاں۔ فضل خاں ولد محمد یار خاں۔ اسماعیل خان کے فرزند دوم ہست خاں کی اولاد ہستال کہلاتی ہے اس کے نام پر ونڈ کوئی نہیں ہے۔ متفرق ونڈوں میں اس کی اولاد موجود ہے اس ونڈ میں منولی خاں وغیرہ ہستال موجود ہیں۔

اولاد جمال خاں کا ذکر۔ جمال خاں کی چھٹی پشت میں ڈھیلو خاں ایک مشہور شخص گذرا ہے۔ جس کے پانچ فرزند حسب ذیل تھے۔ کمال خاں۔ کوڑا خاں جمن خاں۔ چوہڑ خاں۔ پھلا خاں۔ ان سب کی اولاد موضع پکھر ونڈ اعوانان میں موجود ہے۔ جمن خاں کے تین فرزندوں میں مستا خاں صاحب عزت بزرگ تھے۔ میاں زمان علی خاں اعوان حنفی چشتی جن کی عمر اس وقت نوّے سال کے قریب ہے۔ آپ ہی کے فرزند ہیں۔ آپ اپنے موضع کے قاضی اور امام مسجد اور اپنی قوم کے نمائندہ ہیں۔ آپ کے چھ فرزند حسب ذیل ہیں۔ غلام رسول خاں جو فسٹ بٹالین حیدرآباد انفنٹری میں بعہدہ جمعداری ملازم ہیں۔ اور عرصہ ۲۳ سال سے برٹش گورنمنٹ کی فوجی خدمات بجالا رہے ہیں۔ آپ نے فوج میں رنگروٹ بھرتی کرانے کے علاوہ افغانستان۔ بلوچستان۔ چین۔ بغداد۔ مصر۔ فرانس اور ایسٹ افریقہ کی لڑائیوں میں شمولیت بھی کی ہے

جمعدار غلام رسول خان اعوان سکنہ منگولہ پونچھ
فرسٹ بٹالین حیدرآباد انفنٹری حیدرآباد دکن

بلکہ دورانِ جنگ دو دفعہ زخمی بھی ہوئے۔ اور اپنی بہادری کے صلہ میں چھ تمغے بھی اس وقت تک حاصل کر چکے ہیں۔

میاں زمان علی خاں کے دوسرے فرزند محمد نور خاں اپنے والد کی طرح اپنی برادری کے نمائندے اور قاضی ہیں۔ تیسرے فرزند کا نام غلام نبی خاں ہے جو زراعت میں مصروف رہتا ہے۔ اور اسی تحصیل کے موضع ٹوپی میں آباد ہے۔ چوتھے فرزند کا نام نور حسین خاں ہے۔ جو پلٹن ۱/۱۴ پنجابی میں لیس نائیک ہے۔ پانچویں فرزند کا نام محمد زمان خاں ہے۔ وہ بھی حیدر آباد دکن میں فوج ملازم ہے چھٹے فرزند کا نام "مولوی" عبد اللطیف خاں ہے۔ جو مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں زیر تعلیم ہیں۔

میاں زمان علی خاں نے موضع پکھر میں اپنے آبائی قبرستان کی نگہداشت کے علاوہ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی ہے۔ ان کی اراضیات پکھر تحصیل سدھنوتی کے علاوہ تحصیل باغ اور تحصیل اوڑی میں بھی ہیں۔ یہ خاندان اپنی برادری اور اپنے علاقہ میں اچھی عزت و وقعت رکھتا ہے۔ میاں زمان علی خاں کے حسب ذیل پوتے بھی موجود ہیں۔ غلام مصطفٰے و غلام مرتضٰے فرزندان قاضی محمد نور خاں۔ عبد الغنی خلف غلام نبی خاں۔ نور عالم خاں خلف غلام رسول خاں۔

ان کے علاوہ اس شاخ میں حسب ذیل اصحاب قابل ذکر بتائے گئے ہیں[1]
حیات بخش خاں نمبردار پکھر۔ حسین خاں برادر حیات بخش خاں نمبردار۔ اقبال خاں ملازم جیجر بارڈی خلف حیات بخش خاں نمبردار۔ حشمت علی خاں جو پہلے نمبردار تھا۔ بندوبست کے بعد بنجو تنہ خور ہو گیا۔ محمد امیر خاں۔ فتح محمد خاں۔ یوسف علی خاں۔ وارث علی خاں۔ دیوان علی خاں عصمت اللہ خاں۔ مبز علی خاں۔ محمد خاں ولد کالو خاں۔ سمندر علی خاں پنشنر ولد روشن علی خاں۔ سمندر خاں ولد

[1] پسران قاضی شرف دین خاں سکنہ پکھر جن کا ذکر شریف ثانی اعوالوں میں درج ہے اپنے آپ کو سنگولڑوالی برادری سے ظاہر کرتے ہیں۔

غلام علی خاں - قاسم علی خاں جو جنگ عظیم میں تمغہ بھی حاصل کر چکا ہے موستم علی خاں جو فوج برطانوی میں ملازم رہکر تمغہ یافتہ ہے - چوکیدار موسو خاں - سلیمان خاں و رسمت علی خاں پنجوتزہ خور - سید اکبر خاں ولد پیر بخش خاں رسمت خاں ولد حیات علی خاں - گوہر علی خاں ولد عالم شیر خاں - محمد زمان خان ولد روشن علی خاں -

اولاد سیبٹ خاں کا ذکر - اوڑی کی تحصیل کے موضع تھاجل و نورکھاہ میں اس کی اولاد میں سے حسب ذیل اصحاب کا نام قابل ذکر بتایا گیا ہے - نمبردار نور محمد خاں ولد میر محمد خان معافی دار - ستار علی خاں - علیا خاں - چوکیدار سردار محمد خاں - میاں شاہ محمد امام مسجد - امام دین امام مسجد - اسی تحصیل کے موضع الیشم میں شیر خاں - نور محمد خاں جمعہ خاں پسران فقیر خاں اپنی برادری میں قابل ذکر ہیں -

ٹٹوآنہ تحصیل باغ میں اس شاخ کے اصحاب ذیل کے نام قابل اندراج بتائے گئے ہیں - جنگ باز خان و نواب خاں - پسران فتح علی خان حیات بخش و ہاشم خاں پسران منگل خاں - جواہر علی خاں ولد متا خاں - عطا محمد خاں و احمد علی خاں -

سیبٹ خاں کی اولاد ہی سے موضع چھم گراں میں حسب ذیل اصحاب ہیں - گل شیر خاں و نواب علی خاں پسران فقیر خاں - محمد دین خان بن گوہر خاں - شیر خاں وغیرہ پسران پیر بخش خاں - مسند علی ولد روشن علی خاں -
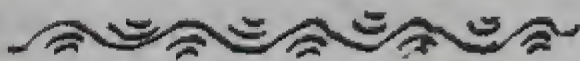
اعوانان قطب شاہی دھمنی وغیرہ

(شریف خاں کی اولاد کا ذکر)

اعوانوں کے سلسلہ میں ایک شاخ کا جو اپنے آپ کو حاجی اللہ یار خاں سے منسوب کرتی ہے۔ ذکر ہو چکا ہے۔

اب ایک اور شاخ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو تحصیل باغ اور تحصیل سدھنوتی دونوں کے درمیان پھیلی ہوئی ہے۔ اس شاخ کے ایک بزرگ جیسا کہ راقم الحروف کو بتایا گیا ہے۔ جو نا سیدن شاہ ضلع جہلم سے ضلع ہزارہ میں آئے۔ وہاں سے ان کی اولاد سے شریف خاں نام ایک شخص پہلے مظفر آباد کے علاقہ میں اور پھر تحصیل باغ پونچھ کے موضع خواجہ رتنوں میں آکر آباد ہوا۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے۔ جب کشمیر میں پٹھانوں کی حکومت اپنے آخری سانس لے رہی تھی۔

شریف خاں جس کی زیارت موضع سیور تحصیل باغ میں موجود ہے۔ کے تین فرزند تھے۔ حیات خاں۔ مولوی امر اللہ خاں۔ فیض اللہ خاں۔ ان میں حیات خاں کی اولاد مواضعات دھمنی۔ بکھر۔ گڑ ولے۔ باڑے علاقہ گوراہ۔ کوٹیاں۔ کالا کوٹ اور پڈ کوٹ میں آباد ہے۔ حیات خاں کے فرزند میاں جان محمد خاں اپنے علاقہ میں اپنی بزرگی وعبادت کی وجہ سے "ولی" سمجھے جاتے تھے۔ ان کی زیارت موضع نامنوڑ تحصیل پلندری میں موجود ہے۔ ان کے فرزندوں میں نور ولی خاں و سید ولی خاں مشہور تھے۔ ان کی زیارتیں گڑالے کے مقام کوٹ میں واقع ہیں۔ جہاں ایک بلند جھنڈا دور ہی سے دکھائی دیتا ہے۔

حیات خاں سے چوتھی پشت میں ایک بزرگ میاں فضل خاں گذرے ہیں۔

ان کے چھ فرزند حسب ذیل ہیں (۱) غلام حیدر خاں مرحوم جس کے فرزندان کالا خاں شیر احمد خاں اور محمد امیر خاں نے پانچ سو روپیہ کی علیحدہ اراضی خرید کی ہے (۲) غلام حسین خاں جس کے حسب ذیل چار فرزند ہیں۔ نور حسین خاں عبد الحسین خاں۔ اکبر حسین خاں۔ محمد رحمان (۳) غلام علی خاں۔ اس کے تین فرزند حسب ذیل ہیں۔ عبد الحکیم خاں مرحوم۔ عبد الکریم خاں۔ محمد افضل خاں۔ ان بھائیوں نے بھی پانچ سو روپیہ کی زمین خرید کی ہے (۴) فتح عالم خاں۔ ان کے بھی تین فرزند ہیں۔ سیدل خاں۔ محمد سید خاں۔ کرم شیر خاں۔ ان بھائیوں نے قریباً ساٹھ کنال زمین موضع پڈ کوٹ میں ساڑھے سات سو روپیہ سے لی ہے۔ میاں فضل خاں کے پانچویں فرزند کا نام نور دین خاں ہے۔ جو عوام میں مولوی نور دین خاں کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے چار فرزند ہیں۔ محمد صدیق خاں۔ محمد امین خاں۔ محمد اکبر خاں۔ محمد حیات خاں۔ میاں فضل خان کے چھٹے فرزند کا نام محمد حسین خاں ہے۔ اس کے دو فرزند ابراہیم خان و محمد شفیع خاں موجود ہیں۔ ان میں فتح عالم خاں "مولوی" نور دین خاں اور محمد حسین خاں اپنے اپنے انگریز فوجی افسروں کے ساتھ جنگ عظیم یورپ میں بھی شامل رہ چکے ہیں۔ اور گو وہ اپنے افسروں کے پرائیویٹ ملازم تھے۔ لیکن بدوران جنگ ان کو سرکاری ملازم سمجھا گیا۔ اور ان کی خدمات کے عوض ان کو فوجی تمغے عطا کئے گئے۔

حیات خاں کی ذریات سے گورنمنٹ برطانیہ کی فوج میں بھی کئی جوان ملازم ہیں۔ اور کئی ایک پنشن پر واپس آ چکے ہیں۔ چند ایک نام ذیل میں درج ہیں۔

موضع پکھر میں سے قاضی عالم دین سرکل کمیٹی کے پریذیڈنٹ تھے۔ بایام جنگ

آپ نے فوجی بھرتی میں بڑی مدد دی۔ ان کے پاس سندات بھی ہیں۔ سرکار پونچھ نے بسلسلہ خدمات پکھر میں کچھ اراضی بھی عطا کی۔ محمد قاسم خاں ولد قاضی عبد اللہ خاں اب پنشن پر ہیں۔ ان کے دو بھائی حسین محمد خاں و حبیب خان رزمک وزیرستان کے محکمہ سپلائی میں ملازم ہیں۔ محمد قاسم خاں کے بھائی قاضی گل حسین کا لڑکا عبد الحسین خاں بھی رزمک ہی کے محکمہ سپلائی میں برسرِ کار ہے۔

باغ علی خاں ولد شیر علی خاں ع۲۲ پنجابی ڈسچارج ہے۔ اور اس کے برادران فقیر محمد خاں۔ عطا محمد خاں۔ چھبو خاں مرحوم دستار محمد خاں سکنائے گرڑالہ۔ حوالدار سلطان محمد خاں ولد قاضی بہادر علی خاں ع۲۲ پنجابی فوت ہو چکا ہے۔ غلام محمد خاں برادر حوالدار سلطان محمد خاں جو بھائی کے مرنے کے بعد نوکری چھوڑ کر گھر آ گیا۔ سلطان بخش خاں ولد فیروز دین سکنہ گرڑالہ ع۲۲ پنجابی ڈسچارج۔

خان محمد خاں ولد قاسم علی خاں سکنہ موضع باڑے حاضر ملازمت۔ غلام رسول خاں ولد قاضی موسو خاں پنشنر سکنہ کالاکوٹ۔ جوہر دین خاں ولد ناس خاں سکنہ کالاکوٹ ملازم فوج جموں و کشمیر۔ رحمت خاں ولد رنگی خاں ع۲۲ پنجابی سپاہی ڈسچارج۔

ان کے علاوہ حیات خاں کی اولاد سے مندرجہ ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں اور اپنی برادری میں ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔ فتح عالم خاں اور ان کے بھائی "مولوی" نور الدین خاں۔ لال دین خاں دوکاندار ولد نکو خاں سکنہ کالاکوٹ۔ غلام سرور خاں برادر رحمت خاں "مولوی" مستانہ خاں جو چار مواضعات کا امام ہے۔ اور برادر شش فقیر خاں پسران قاضی نیاز محمد خاں۔ یوسف دین ولد قاضی فتح دین۔ قاضی عالم دین۔ اور ان کے برادران علم دین خان

منشی فیروز دین خان ۔ محمد حسین خان پسران قاضی شرف دین خان[1]۔ سکنہ پکھر ۔ نجم دین خان و محمد دین خان پسران قاضی دین محمد خان سکنہ پڈکوٹ اماماں مساجد ۔

کوٹیاں کے قاضی محمد حسین خان ولد قاضی رکن دین خان ۔ جو صدر عدالت میں عرائض نویس ہیں ۔ قاضی فتح محمد خان ولد قاضی میر عالم خان پلیش امام کوٹیاں ۔ قاضی سخی محمد خان ولد قاضی محکم دین خان ۔

کھڑالہ میں حیات خان کی ذریات سے محمد بخش خان کے چار فرزند قابل ذکر ہیں ۔ نواب خان مرحوم ۔ گوہر علی خان مرحوم لاولد ۔ فقیر خان ۔ عطا محمد خان لاولد ۔ ان میں نواب خان کے دو فرزند ہیں ۔ ستار محمد خان و جمعہ خان فقیر خان کے تین فرزند ہیں ۔ محمد دین خان ۔ محمد حسین خان ۔ سید محمد خان ۔ عطا محمد خان ۔ اپنی ساری جائداد اپنے بھائی فقیر خان کو عطا کر کے آپ فقیر ہو گیا ہے ۔

حیات خان کے دوسرے بھائی مولوی امر اللہ خان کی اولاد میں مولوی سخی محمد خان موضع ستر میں خاص طور پر مشہور ہیں ۔ آپ نے اپنے ذاتی خرچ سے وہاں ایک مسجد اور تالاب پختہ بنوایا ہے ۔ اور آپ کے پاس مذہبی کتب کا ذخیرہ بھی کافی بیان کیا جاتا ہے ۔

حیات خان کے تیسرے بھائی فیض اللہ خان کی اولاد موضع نڑاڑ موضع بیتال میرہ ۔ موضع ڈھکی پنڈی تحصیل سدھنتی اور موضع بیترآٹھ تحصیل باغ میں آباد ہے ۔ ان میں "مولوی" رکن دین دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں ۔ اور قاضی رکن دین خان اور ان کے بھائی قاضی نصر دین خان ڈھکی پنڈی کے رؤسا میں ہیں ۔ بیترآٹھ میں قاضی شمس الدین خان ۔ بیتال میرہ میں نور دین خان

[1] ان کے متعلق دیکھو حاشیہ صفحہ ۶۴۳

منشی فیروز الدین خاں اعوان سکنہ موضع پکھڑ تحصیل سدھنوتی پونچھ

اور ان کا فرزند عبدالحمید خاں۔

شریف خانی اعوانوں کی رشتہ داری اپنی برادری کے علاوہ گکھڑ نارمہ اور سدھن اقوام سے بھی ہے۔ بعض سدھنوں نے بھی جن میں نائک نجف خاں فوجی سکول ماسٹر (راولپنڈی)، قوم سدھن ولد سردار سانولا خاں ساکن گرٹالہ تحصیل سدہنتی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شریف خانی اعوانوں کے رشتہ دار ہونے کی تصدیق کی ہے۔ بلکہ پونچھ سے باہر کے اعوانوں کے ساتھ بھی ان کا رشتہ ناطہ جاری ہے۔ جیسا کہ "مولوی" نور دین خاں کی بھانجی ملک محمد افضل خاں ولد ملک جہان خاں اعوان سکنہ بھیرہ خوشاب کے عقد میں ہے۔

شریف خانی اعوانوں کے مکانات جو تحصیل باغ و سدہنتی کے مواضعات میں پائے جاتے ہیں۔ کی تعداد ۷۰۔۸۰ کے قریب بتائی جاتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر ان کی آبادی ۲۵۰ نفوس کے قریب ہے۔ اس خاندان میں مذہبی تعلیم کا رواج تو موجود ہے۔ مگر مروجہ تعلیم کی طرف توجہ کم ہے۔ یہاں تک کہ ایک بھی لڑکا اس خاندان میں مڈل پاس نہیں ہے۔ البتہ اب ان کے چھوٹے بچے مختلف سکولوں میں تعلیم پا رہے ہیں۔

اعوان قطب شاہی موضع ارجہ تحصیل باغ

ارجہ کے اس اعوان قطب شاہی خاندان کے مورث اعلےٰ حافظ جان محمد خاں ایک بزرگ گذرے ہیں۔ جو اس خاندان کی روایات کے مطابق حضرت عون قطب شاہ کی اکیسویں پشت میں تھے۔

حافظ جان محمد خاں کے بزرگ کئی پشتوں سے سون سکیسر ضلع شاہ پور پنجاب

ہیں آباد چلے آتے تھے۔ لیکن حافظ جان محمد خود ضلع مظفر آباد علاقہ کشمیر میں آکر آباد ہو گئے۔ ان کے پانچ فرزند تھے جن میں سے قاضی نیک محمد خان و قاضی شیر محمد کی اولاد ضلع مظفر آباد کے دیہات توحی کوٹ وتجیاں میں موجود ہے۔ اور قاضی گل محمد اور فتح محمد کی اولاد ضلع ہزارہ کے مواضعات لکھبہ و مشتہلنبہ میں آباد ہے۔ یہ لوگ درس تدریس کا کام بھی کرتے ہیں۔ اراضیات کے مالک بھی ہیں اور زمیندار پیشہ ہیں۔

حافظ جان محمد خان کے فرزند قاضی نور محمد کی اولاد پونچھ کے موضع ارجہ میں آباد ہے۔ اور وہ قاضیان ارجہ کے نام سے موسوم ہے۔ قاضی نور محمد کے فرزند کا نام قاضی محمد فاضل تھا۔ قاضی محمد فاضل کے دو فرزند تھے (۱) قاضی فیض طلب (۲) قاضی غلام محمد۔ قاضی فیض طلب اچھے اہل علم مشہور تھے۔ ان کے چار فرزند ہیں۔ قاضی عبدالمجید۔ قاضی عبدالغنی۔ قاضی عبداللطیف۔ قاضی عبدالعزیز۔ قاضی عبدالمجید کے چار فرزند ہیں۔ قاضی عبدالرحمان۔ گل رحمٰن۔ حبیب الرحمٰن عزیز الرحمان۔ قاضی عبدالغنی کے تین فرزند ہیں۔ قاضی عنایت اللہ۔ قاضی برکت اللہ۔ قاضی رحمت اللہ۔ قاضی عبداللطیف کے دو فرزند ہیں۔ قاضی عبدالحفیظ و عبدالمجید۔ قاضی عبداللطیف دیہات میں پرائیویٹ طور پر اسلامی مدرس ہے۔ رجسٹر نکاح خوانی بھی سرکاری طور پر اس کے پاس ہے۔ نیز ہ سال تک اس نے ایم۔ ٹی ہیں فیلڈ سروس بھی کی ہے۔ جس کے صلہ میں کئی سارٹیفکٹ وغیرہ اس کو ملے ہوئے ہیں۔

حافظ جان محمد کی اولاد پونچھ کے کاغذات مال میں بھی اعوان ہی درج ہے۔ چنانچہ اس وقت راقم الحروف کے سامنے تین نقول جمعبندیوں کی موجود ہیں جن میں یہ اعوان قوم کے نام سے درج ہیں۔ ان میں سے صرف ایک

نقل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ موضع کچہری تحصیل باغ کی نقل جمعبندی مثل حقیت بابت ۱۹۶۴ سنہ ب میں نمبر کھتونی ۲۲ اور نمبر کھیوٹ ۱۱ پر نام اسامی کے خانہ میں عبدالمجید و عبدالغنی و عبداللطیف و عبدالعزیز پسران فیض طلب ساکنان ارجہ کی قوم اعوان درج ہے۔ اور خانہ کاشت کار و احوال میں خود کاشت لکھا ہے۔ نیز اسی تحصیل کے ایک موضع ملکھیالہ میں قاضی عبدالغنی پندرہ کنال اراضی کا واحد مالک ہے۔

قاضی فیض طلب کے چھوٹے بھائی قاضی غلام محمد بھی علوم دینیہ میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ ان کے دو فرزند خاقان و لقمان موجود ہیں۔ قاضی خاقان کے دو فرزند ہیں۔ قاضی محمد صدیق و محمد رفیق۔ قاضی لقمان کا ایک ہی فرزند بنام قاضی سلطان ہے۔ ان میں قاضی لقمان کے نام ارجہ میں کھیوٹ ۷ پر سولہ کنال ۱۴ مرلہ زمین علیحدہ بھی کاغذات مال میں درج ہے۔

اس برادری کے اسماء سے معلوم ہو رہا ہے۔ کہ ان میں درس تدریس کا شوق ہے۔ اور علم اس خاندان میں بطور وراثت چلا آتا ہے۔ اس برادری کے رشتے ناطے اپنی برادری کے علاوہ گکھڑ۔ مغل۔ نیزیال۔ کھکھہ۔ چب۔ جرال اقوام کے ساتھ ہوتے ہیں۔

اعوان قطب شاہی

(مواضعات کھڑک و رام پٹن و بڑاٹ و گورہ و منگ تحصیل سدھنوتی و سیلورہ و ہورنہ میرا وغیرہ تحصیل باغ) (شاخ ملوک شاہی)

دو سو سال سے زیادہ عرصہ کا ذکر ہے۔ کہ اعوان کاری ضلع شاہ پور کے

ایک اعوان بزرگ حافظ ملوک نام مظفرآباد کے علاقہ چبکار میں آکر رونق افروز ہوئے۔

آپ کی اولاد و ذریات کے پاس جو شجرہ ہے۔ اُس کے رُو سے حافظ ملوک حضرت عون قطب شاہ کے فرزند زمان علی حضرت کھوکھر کی اٹھائیسویں پشت میں تھے۔ ان کی اقامت گاہ موضع بٹی بعینہ تھا۔ جہاں ان کی اور ان کے فرزند حافظ باقر کی زیارتیں موجود ہیں۔ اور کچھ اولاد بھی اب تک وہاں آباد ہے۔ حافظ باقر کے چار فرزند تھے۔ اور چاروں ہی قرآن شریف کے حافظ تھے۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ حافظ علی محمد۔ حافظ خان محمد۔ حافظ شاہ محمد۔ حافظ عنایت اللہ۔ ان میں حافظ شاہ محمد اور حافظ عنایت اللہ تو مفقود الخبر ہو گئے۔ حافظ علی محمد اور حافظ خان محمد صاحب اولاد ہوئے۔ لیکن ان کے فرزندان قاضی محمد رفیق مولوی حفیظ اللہ اور قاضی فقیر محمد پسران حافظ خان محمد بہ اوقات مختلف ترک وطن کر کے پونچھ کے مواضعات کھڑک۔ ہورنہ میرہ۔ پڑاٹ۔ رام پتن اور سیلوترہ میں آکر آباد ہو گئے۔

اس تمام خاندان کے مورث اعلےٰ حافظ ملوک ہیں۔ اور اس لئے اگر ان کو قطب شاہی اعوانوں کی شاخ ملوک شاہی اعوان قرار دیا جائے۔ تو نامناسب نہیں ہے۔

یہ تمام برادری زراعت پیشہ ہے۔ سب کو حق اسامی حاصل ہے۔ چنانچہ جمعبندی چہار سالہ موضع کھڑک کے نمبر کھیوٹ ۱۱۴ اور نمبر کھتونی ۸۳۳ میں نام اسامی کے خانہ میں حسین بخش ولد قاضی فتح نور و عبدالرحمٰن وغیرہ ولد غلام نبی کا نام درج ہے۔ اور قوم اعوان لکھی ہوئی ہے جسین بخش اور غلام نبی قاضی فتح نور کے بیٹے ہیں۔ اور قاضی فتح نور حافظ گل محمد

خلف حافظ خان محمد کا فرزند ہے۔ قاضی فتح نور نے قریباً سوا سو سال کی عمر میں ۱۹۱۸ء میں انتقال کیا ہے۔ راجہ موتی سنگھ کا ایک فرمان راقم الحروف کی نظر سے گذرا ہے۔ جو تحصیلدار و نائب تحصیلدار سدھنتی کے نام ہے۔ اور جس میں درج ہے کہ چوں مسمی قاضی فتح نور سکنہ کھڑک جھنڈہ ساڑھ ہمیشہ از خود تیار مے کند و حالا ہم تیار کردہ است۔ لازم کہ قیمت جھنڈہ از دیگر قاضیان متعلقہ آں حسب طریق وصول کنا بندہ۔ زیادہ تاکید است۔ ۲۶ ماہ اسوج ۱۹۴۳ب ۱۰ اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قاضی فتح نور حکومت کی نظروں میں ایک باوقعت قاضی رہا ہے۔

حافظ ملوک کی ذریات کی تعداد دو سو نفوس تک بتائی جاتی ہے۔ جس میں سے کچھ لوگ اب تک علاقہ چکار کے موضع بٹی بھنہ میں موجود ہیں۔ بعض بکوٹ ضلع ہزارہ اور رواٹ تحصیل کوہ مری یعنی علاقہ انگریزی میں بھی آباد ہیں۔ اور زیادہ تعداد پونچھ میں موجود ہے۔

یہ برادری صرف زمیندارہ پیشہ ہی نہیں ہے۔ بلکہ حافظ ملوک کے دادا حافظ عبد الحاجی سے لے کر حافظ ملوک کے پڑپوتوں تک چھ پشت میں قرآن شریف کی حافظ ہی چلی آئی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دینی علم کا اس برادری میں بہت رواج اور شوق رہا ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ پونچھ کی آب و ہوا نے اس میں بہت کچھ کمی کر دی ہے۔ اور اب اس برادری میں صرف چند نام ایسے نظر آتے ہیں۔ جن کے ساتھ مولوی یا قاضی کے الفاظ درج ہیں۔

اس برادری کا رشتہ اپنی برادری کے علاوہ پونچھ کی دیگر اقوام سدھن ڈھونڈ۔ بلدیال۔ گکھڑ اور قریشی کے ساتھ ہوتا ہے

اس برادری میں جو نام قابل ذکر بتائے گئے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

نام معہ ولدیت	سکونت و تحصیل	نام معہ ولدیت	سکونت و تحصیل
قاضی حسین بخش ولد قاضی فتح نور	کھڑک سدہنتی	فضل عالم ولد سید محمد	پڑا سدہنتی
عبداللہ ولد مولوی محمد قاسم	" "	محمد فاضل ولد فضلدین	پڑوٹ "
عبدالعزیز ولد قاضی حسین بخش	" "	محمد غلام ولد عالم دین	" "
عزیز الرحمٰن ولد غلام نبی	" "	سجاول دین ولد نور حسین	گورہ "
سید عالم ولد نور عالم	پوٹھ ملکوالہ "	محمد حسین ولد محمد عالم	منگ "
جمعدار میر عالم ولد غلام حسین	رام پتن "		
محمد شفیع ولد کالا	" "	سید عالم ولد ولی احمد	ہرنہ میرہ باغ
امیر حسین ولد نور عالم	" "	مصطفےٰ ولد محمد فاضل	" "
بگو ولد فتح عالم	" "	مولوی غلام رسول	سیور "

حسب ذیل اصحاب حافظ ملوک کی پونچھ والی اولاد سے علاقہ انگریزی میں ملازم ہیں۔

جمعدار میر عالم ولد غلام حسین سکنہ رام پتن۔ عبدالعزیز کانسٹبل ولد حسین بخش خلف قاضی فتح نور، ۱۹۱۷ء میں پلٹن ۲۷ میں ملازم ہوئے۔ بصرہ اور مصر اور بیت المقدس اور فرانس کی لڑائیوں میں شامل رہے۔ دو تمغہ اور ایک کڑی حاصل کر چکے ہیں ۱۹۲۴ء میں خانگی مجبوریوں کی وجہ سے نام کٹوا کر واپس آگئے ۱۹۲۷ء سے محکمہ ریلوے پولیس پنجاب میں ملازم ہیں۔ نائیک عبدالحق ولد غلام حسین سکنہ رام پتن۔ بشیر عالم ولد نور عالم سکنہ ہرنہ میرہ۔ نذیر احمد ولد نور عالم سکنہ ہرنہ میرہ محمد حسین ولد نور عالم سکنہ رام پتن سپاہی محمد شفیع ولد کالا سکنہ رام پتن۔ امیر حسین سپاہی ولد نور عالم توپ خانہ جموں۔

منشی عبدالعزیز ساکنہ کھڑک پونچھ کانسٹیبل ریلوے پولیس لاہور

اعوان خاندان اعظم آباد وغیرہ

منڈی کا علاقہ کسی زمانہ میں شاہی اقامت گاہ رہ چکا ہے۔ راجگان قدیم جو پونچھ میں حکمران تھے یا کشمیر سے پونچھ آیا کرتے تھے۔ یہیں رہا کرتے تھے۔ راجہ بجے سنگھ والئے کشمیر کے زمانہ ۔ ۔ ۔ میں یہاں ایک مشہور شہر زنا لگلی کے نام سے تھا۔ رفتہ رفتہ اس کا نام اتولی ہوگیا۔ وہ آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔

بہت عرصہ ہوا ضلع جہلم کے اعوان کارمی کے علاقہ سے ایک اعوان جس کا نام ملک محمد اعظم خاں تھا یہاں آکر آباد ہوگیا۔ اُس نے اتولی کے پاس ہی ایک جدید بستی اعظم آباد کے نام سے آباد کی۔ وہی اعظم آباد اب منڈی سے ملحق ہے۔ اور اتولی اوپر کی طرف علیحدہ واقعہ ہے۔ ملک محمد اعظم خاں کی اولاد سے ایک بزرگ تحصیل مظفرآباد میں چلے گئے۔ جن کی اولاد بٹی اوانان متصل گڑھی میں موجود ہے۔ اور اعوان کہلاتی ہے[1]۔ ایک بزرگ جن کا نام فیض علی خاں تھا یہاں سے تحصیل مہنڈر کے موضع پھلیل میں چلے گئے۔ رتبہ راتم کنڈ[2] میں ان کی کافی اراضی ہے یہاں اس خاندان کے چار گھر ہیں۔ کاغذات بندوبست میں ان کی قوم اعوان درج ہے۔ ان میں راجولی خاں۔ شہامال خاں اور فتح محمد خاں قابل ذکر ہیں۔

چونکہ اعوان قوم کا قومی لقب ملک ہے اسلئے اعظم آباد کے اعوان کاغذات بندوبست میں اعوان کی بجائے ملک درج ہیں یہاں کئی صدیوں کی آبادی کے باوجود اس قوم کے صرف تین گھر ہی ہیں جن میں حسب ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں۔ ملک محمد اکبر خان نمبردار۔ باغ علی خاں نمبردار۔ محمد اعظم خاں۔ محمد یعقوب خاں۔ محمد ایوب خاں۔ امیر علی خاں علی اکبر خاں۔ اکبر علی خاں۔ دوست محمد خاں۔ اکبر علی خاں۔

[1] یہاں میر وہ سا خاں اعوان اس قوم سے نمبردار ہے۔ [2] راتم کنڈ ہندوؤں کا ایک متبرک استھان ہے۔ جہاں ایک بڑی رقم معافی کی ہے۔ اور وہاں کنڈ یعنی باؤلیاں بکثرت ہیں۔

بھٹی راجپوت

بھٹی راجپوتوں کا کچھ تاریخی تذکرہ صفحہ ۱۵۹ پر کیا جا چکا ہے۔ انہی بھٹی راجپوتوں کی ایک شاخ ملوٹ تحصیل باغ میں رہتی ہے۔ جس کے بانی قاضی عبدالقدیر خاں نامی ایک بزرگ گزرے ہیں۔ وہ پہلے ساندل بار بھٹیانہ میں رہتے تھے۔ وہاں سے اٹھے۔ تو خان پور میں ڈیرہ جا ڈالا۔ اور وہاں سے نکلے تو علاقہ باغ کے موضع ملوٹ میں اقامت اختیار کر لی۔ ان کے تین فرزند تھے۔ قاضی محمود خاں۔ قاضی نیک محمد خاں۔ قاضی بلور خاں۔

شاخ اول تو ملوٹ ہی میں آباد ہے۔ جس میں قاضی محمد یونس خاں۔ عبدالہادی خاں۔ قاضی محمد گلاب خاں اور قاضی محمد گل خاں موجود ہیں دوسرے دونوں بھائیوں کی اولاد کو ٹیٹرہ مست خاں میں منتقل ہو گئی۔ چنانچہ ان میں سے نیک محمد خان کی اولاد میں سے "مولوی" نور احمد خاں اور غلام حسین خاں پنشنر فوجی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اور قاضی بلور خاں کی شاخ سے دوست محمد خاں۔ گوہر علی خاں۔ فتح دین خاں۔ اور عبدالرحمان خاں وغیرہ چند اصحاب موجود ہیں۔ یہ سب خاندان زراعت پیشہ ہے۔ ان کے رشتے ناطے اقوام سدھن۔ ملدیال اور ڈھونڈ کے ساتھ ہیں۔ ان میں کئی ایک معافی دار بھی ہیں۔ اور اس وقت اس خاندان کی ملوٹ میں آٹھ پشتیں گذر چکی ہیں۔

اس لحاظ سے کہ دیہہ ہذا کے امام ہیں۔ اور رجسٹر نکاح خوانی سرکاری طور پر ان کے پاس رہتا ہے۔ کار بیگار ان میں سے کئی ایک کو معاف ہے اور اسی لئے وہ معافی دار کہلاتے ہیں۔

جرال راجپوت

جرال قوم کا ذکر راجپوتوں کے باب میں قبل ازیں ہو چکا ہے۔ یہ قوم راجہ جبیر راؤ کی اولاد سے ہے۔ اس کی پانچویں پشت میں راجہ صاحب سینہ بعہد شہاب الدین غوری مسلمان ہو گیا تھا۔

جرال قوم راجوری کی تحصیل اور تھنہ کے علاقہ کے علاوہ پونچھ اور کشمیر اور پنجاب کے مقامات رہلو ضلع کانگڑہ اور وزیر آباد وغیرہ مقامات میں پھیلی ہوئی ہے۔ ڈوگرہ حکومت کے آغاز میں اس خاندان پر جو راجوری میں برزاداں حکومت کر رہا تھا تباہی آئی۔ انہی ایام میں مرزا فقیر خان راجوری سے پونچھ کی تحصیل بلہندری کے موضع موناڑین میں چلا آیا۔ اس کے پانچ فرزند حسب ذیل تھے۔ اوّل کالا خان۔ اس کے فرزند کا نام جعفر خان تھا۔ جعفر خان کے فرزندوں کے نام گل زین خان و گل محمد خان ہیں۔ دوسرے فرزند کا نام نجم خان تھا۔ جو محکمہ پولیس و محکمہ مال میں قریباً ۲۸ سال تک ملازم رہا۔ اس کے تین فرزند ہیں۔ محمد شیر خان جس کے فرزند کا نام محمد اسلم خان ہے۔ فتح عالم خان۔ جس کے بیٹے کا نام محمد ایوب خان ہے۔ دولو خان جس کے فرزند کا نام محمد افسر خان ہے۔

مرزا فقیر خان کے تیسرے بیٹے کا نام جمائت خان تھا۔ وہ ۳۴ سال تک اور اس کا فرزند فیروز خان ۲۱ سال تک تحصیل میں ملازم رہے۔

فیروز خان کے بیٹے کا نام میر اکبر خان ہے۔ جو پرائمری تک پڑھا ہوا ہے۔

چوتھے بیٹے کا نام مسطر علی خان تھا۔ اس کے تین فرزند ہیں۔ یوسف علیخان جس کے فرزند کا نام خان بہادر خان ہے۔ دوسرا محمد حسین خان۔ تیسرا انس خان جس کے دو بیٹے ہیں۔ افسر خان و اسلم خان مرزا فقیر خان کے پانچویں بیٹے

کا نام منصر علی خاں تھا۔ اس کا ایک ہی فرزند برہان علی خاں ہے۔

جرال برادری تحصیل پلندری و تحصیل باغ میں آباد ہے۔ پلندری میں مقامات لہڑی۔ منڈھول۔ بیسراڑی اور تھانگلہ قابل ذکر ہیں۔ لہڑی اور منڈھول کا ذکر راجپوتوں کے باب میں ہو چکا ہے۔ بیسراڑی میں پانچ چار گھر آباد ہیں۔ جن میں مہتاب خاں ولد نواب خان اور تھانگلہ کے تین چار گھروں میں غلام دین خان ولد مستانہ خاں قابل ذکر ہے۔ تحصیل باغ کے موضع پارہ کے دو تین گھروں میں عالم شیر خاں ولد متولی خاں اور موضع سنگر کے دو گھروں میں نواب خاں و شمس خاں پسران باغ علی خاں اور بدہر کے دو گھروں میں دلاور خان قابل ذکر بتلائے گئے ہیں۔

مرزا محمد حسین ذیلدار بہروٹ تحصیل راجوری بھی جرال برادری کا ایک ممتاز فرد ہے۔ یہ برادری معمولی اردو خواندہ ہے۔ فقیر خاں کی اولاد سے موٹاریں میں صرف پانچ گھر آباد ہیں۔

جنجوعہ راجپوت بھگوائی

گڈھ مکھیالہ ضلع جہلم سے جو جنجوعہ قوم کا گڈھ مشہور ہے۔ جاموں خاں نام ایک شخص آج سے قریباً اڑھائی سو سال پیشتر پونچھ کے مقام راولاکوٹ میں آ کر آباد ہوا۔ سبحانوں خاں و جہانوں خاں اس کے دو فرزند تھے۔ سبحانوں خاں یہاں سے بھگوائی چلا گیا۔ اس کی اولاد آج تک وہیں آباد ہے۔ جمعہ خاں و سیف علی خاں پسران راجولی خاں اس کی اولاد میں سرکردہ ہیں۔

جہانوں خاں کی شاخ سے ساتویں پشت میں غلام علی خاں و جھنڈا خاں دو بھائی تھے۔ ان کے باپ کا نام کالو خاں اور دادا کا نام صاحبو خاں تھا۔

کالو خاں (لاولد) کے تین اور بھائی تھے۔ رحمت خاں مرحوم جس کے دو فرزند بہادر علی خاں و فیروز دین خان موجود ہیں۔ پیر بخش خاں لاولد۔ شرف علی خاں مرحوم جس کے دو فرزند لال خاں و مصری خاں حیات ہیں۔ غلام علی کے بھائی بھندا خاں کے بیٹے کا نام شیر ولی خاں تھا۔ اس کے فرزند کا نام غلام محمد ہے۔ جو زندہ ہے۔ اس کے تین فرزند حسب ذیل موجود ہیں شکر محمد لال دین۔ علی شیر۔

اس برادری میں سے بھگوائی وغیرہ کے علاقہ میں اور بھی کئی لوگ آباد ہیں۔ لیکن وہ کاغذات میں جنجوعہ درج نہیں ہیں۔ کوئی کسی قوم میں درج ہو گیا ہے۔ کوئی کسی قوم میں۔ لیکن سب زراعت پیشہ ہیں۔ ان کے رشتے ناطے اپنی برادری کے علاوہ بدھن قوم کے ساتھ بھی ہیں۔ تعلیم اس برادری میں صفر کے برابر ہے۔

جنجوعہ تحصیل باغ

تحصیل باغ کے مواضعات سر سیداں۔ باغ اور راولی میں جو قوم اپنے آپ کو جنجوعہ کہتی ہے۔ وہ اپنا شجرہ سورج خاں سے شروع کرتی ہے۔ جو اس قوم کے قول کے مطابق سب سے پہلے پونچھ آیا۔ اور متذکرہ صدر مواضعات کے جنجوعہ خاندانوں کا مورث اعلیٰ بنا۔ سورج خاں کو بھی دوسرے جنجوعوں کی طرح راجہ مل کی اولاد ہی سے بتایا جاتا ہے۔ جس کا ذکر قبل ازیں کھکھہ و جنجوعہ اقوام کے سلسلہ میں کیا جا چکا ہے۔

متذکرہ صدر ہر سہ مواضعات میں جنجوعہ برادری کے صرف چھ سات گھر ہیں۔ کاغذات بندوبست میں بھی یہ قوم جنجوعہ ہی کے نام سے درج ہے

چنانچہ موانعات راولی و باغ کے نمبرداران عطا محمد خان و محمد یعقوب خان کی پتی کے چند ایک کاغذات جمعبندی راقم کی نظر سے گذرے ہیں جن میں جمال الدین خان ولد عمر بخش خان و روشن علی خان ولد بوٹا خان کے ناموں کے ساتھ قوم جنجوعہ کے الفاظ درج ہیں۔ ان موانعات کی جنجوعہ برادری زراعت پیشہ ہے۔ لیکن ان کی قلت آبادی کی وجہ سے ان کی قوم سے نمبردار کوئی نہیں ہے۔

منشی محمد عالم خان عالمدار رستم وغیرہ پسران روشن علی خان و جمال خان ولد عمر بخش خان پسران بوٹا خان موانعات رسیداں و باغ میں کافی اراضیات کے مالک ہیں۔ اور اپنی برادری میں سرکردہ سمجھے جاتے ہیں۔ روشن علی خان انجمن اتحادی کمیٹی باغ کے پریذیڈنٹ ہیں۔ ان اصحاب کا تعلق مصری خان کی شاخ سے ہے۔

شیر دل خان ولد احمد علی خان و امیر علی خان وغیرہ پسران بہادر خان و میر ولی خان و نور الدین خان پسران عیسا خان و روشن علی خان وغیرہ پسران مستو خان بھی جو فقیر خان برادر مصری خان کی شاخ سے ہیں۔ کافی رقبہ اراضی کی ملکیت رکھتے ہیں۔

جلال خان کی شاخ سے غریب خان و فیروز خان پسران ناصر علیخان ساکنان موضع راولی بھی بہت سی اراضیات کے مالک ہیں۔

ان کی رشتہ داریاں اپنی قوم کے علاوہ اقوام سدھن۔ کھکھہ اور گکھڑ کے ساتھ بھی ہوتی ہیں۔

کھکھہ راجپوت مکھیالہ تحصیل باغ

اس خاندان کا سلسلہ جنگ خاں بانئے جگ لڑی کے فرزند لہر خاں سے ملتا ہے۔ تقریباً سولہ پشتوں کے بعد علی محمد خاں ولد سیف خاں جگ لڑی سے نقل مکان کر کے مکھیالہ آکر آباد ہو جاتا ہے۔ یہاں جس قدر کھکھہ راجپوت ہیں۔ وہ سب علی محمد خاں اور اس کے بھائی رضا محمد خاں کی اولاد سے ہیں۔

علی محمد خاں کے فرزند کا نام نیک محمد خاں تھا۔ اس کے فرزند کا نام کالا خاں کالا خاں کے حسب ذیل چار بیٹے تھے۔ محمد گلاب خاں۔ محمد یار خاں۔ زین محمد خان عطا محمد خان۔ ان میں گلاب خان کے چھ بیٹے ہیں محمد قاسم خاں۔ فتح عالم خان مولوی محمد کریم خان۔ نور حسین خان۔ محمد امیر خاں۔ محمد شفیع خاں محمد یار خاں کے تین فرزند ہیں۔ عبدالرحمان خاں۔ ولی احمد خاں۔ مولوی عبدالرحیم خاں۔

محمد یار خاں اپریل ۱۹۳۵ء میں انتقال کر گئے۔ عطا محمد خاں کا صرف ایک ہی فرزند ہے جس کا نام حبیب اللہ خاں ہے۔ جو راولپنڈی میں ملازم ہے۔ اس کے دو فرزند حسب ذیل ہیں۔ عبدالرشید خاں و محمد رشید خاں۔

علی محمد خاں کے بھائی رضا محمد خاں کی چوتھی پشت میں گلاب خاں تھے۔ ان کے تین فرزند حسب ذیل موجود ہیں۔ منشی فضل احمد خاں۔ محمد کبیر خاں۔ محمد بخش خاں۔ ان کے علاوہ اس خاندان میں رضا محمد خاں کی اولاد سے اصحاب ذیل بھی قابل ذکر ہیں۔ محمد حلیم خاں و عبداللہ خاں فرزندان فضل دین خاں اور دوست محمد خاں فرزند سخی محمد خاں اور سلطان محمد خاں و میر احمد خاں و نور احمد خاں فرزندان محمد عالم خاں برادر دوست محمد خاں۔ کھکھہ خاندان کی اس شاخ کے رشتے ناطے اپنے ہم جد تیزیالوں کے علاوہ قوم قریش کے ساتھ بھی ہیں۔

ملدیال کی شاخ سیرال

ملدیال قوم کا حال پہلے درج ہو چکا ہے۔ کہ وہ مرزا مودود بیگ مغل کی اولاد سے ہے۔ مرزا مودود بیگ سے پانچویں پشت میں سمندر سیلو خاں ایک شخص پیدا ہوا۔ اس کے تین فرزند صاحب اولاد تھے۔ درویش خاں شیر خاں۔ بودر خاں۔ ان میں درویش خاں کی اولاد درویسال۔ شیر خاں کی سیرال اور بودر خاں کی بودرال کہلاتی ہے۔ پھر ان کے آگے اور کئی شاخیں جھدال۔ آدیال۔ میرال۔ سالیال۔ بالیال نکلتی ہیں۔

تحصیل حویلی اور تحصیل باغ میں ملدیال قوم کی یہ تمام شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ تحصیل باغ کے موضع بن گراں میں سیرال شاخ کے کئی گھر ہیں۔ داتا خاں ولد شہباز خاں اور میر زمان خاں ولد سنگی خاں نمبرداران بن گراں اسی شاخ سے ہیں۔ اسی موضع میں نور احمد خاں ملازم پلٹن ۱۱ سکھ مسکوٹ میں بمقام کوئٹہ ملازم ہے۔ جس کے دو چھوٹے بھائی غلام محمد خاں و جوان خاں اپنے وطن ہی میں اپنا آبائی زمیندارہ کام کیا کرتے ہیں۔ یہ تینوں بھائی محمد علی خاں ولد بخش خاں کے فرزند ہیں۔ نور احمد خاں اچھا سفید پوش اور دانا آدمی ہے۔ اس کے دو فرزند ہیں۔ ایک کا نام سلیمان خاں اور دوسرے کا محمد یوسف خاں ہے۔

اسی شاخ سیرال میں ایک سیدل خاں ولد فضل خاں سکنہ راولی ہے۔ جو اپنے شجرہ کے مطابق شیر خاں بانئے شاخ ہذا سے بارھویں پشت میں ہے۔ سیدل خاں سیرال بلوچ خاں درویسال کا رشتہ میں ماموں ہے۔ ٹوپی میں ایک اور سیرال شیر دست خاں ولد گلاب خاں اپنے شجرہ کے رو سے شیر خاں کی تیرھویں پشت میں ہے۔ یہ بھی بلوچ خاں کا بہت قریبی رشتہ دار ہے۔

ملدیال کی شاخ درویسال وغیرہ

درویش خاں جس کے نام پر اس کی اولاد درویسال کہلاتی ہے۔ آج سے قریباً ساڑھے تین سو سال پیشتر گذرا ہے ملدیال قوم سے جو لوگ درویسال کہلاتے ہیں۔ ان کے بزرگ پہلے موضع ٹوپی میں رہتے تھے۔ پھر سکھوں کے زمانہ میں موضع راولی میں آکر آباد ہو گئے۔ ان کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ درویسال شاخ میں بلوچ خاں ولد شاہنواز خاں اور چند اور اشخاص قابل ذکر ہیں۔ چونکہ اس شاخ کی تعداد کم ہے۔ اس لئے اس میں نمبردار کوئی نہیں ہے۔ البتہ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح یہ شاخ بھی زراعت پیشہ ہے۔ بلوچ خان اپنے شجرہ کے مطابق درویش خاں سے گیارھویں پشت میں ہے۔

ملدیال قوم کی ایک شاخ سالیال سے ایک دو گھر موضع راولی میں آباد ہیں۔ ان میں ایک میر عالم خان ہے۔ جو سالیال شاخ سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ شاخ بھی کئی پشتوں کے بعد مرزا مولود بیگ ہی سے جا کے ملتی ہے۔ اس شاخ کے کچھ افراد موضع سالیوں میں آباد ہیں۔ میر عالم خاں اور بلوچ خاں باہم قریبی رشتہ دار ہیں۔

بناکھہ تحصیل باغ کا ممبہ خاندان

اولاد پیر محمد خان المعروف فرید خان۔ پیر محمد خان بعہد مہاراجہ گلاب سنگھ جاگیر کٹھائی ضلع مظفر آباد کے موضع شاربان سے نقل مکانی کر کے پونچھ چلا آیا ابتدا میں اس نے راجہ موتی سنگھ کی ملازمت بھی کی۔ بعد میں موضع بناکھہ کو اپنا مستقر

قرار دیدیا۔ جہاں اسنے اراضیات کا ایک کافی رقبہ حاصل کر لیا۔ اس کے فرزندوں میں دوست محمد خاں کے دو فرزند ہیں۔ ایک منشی باغ علی خاں دوسرے گلاب خاں۔ منشی باغ علی خاں اپنی برادری میں سرکردہ اور محکمہ ڈاک میں اور سیئر ہیں۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ فیض اکبر خاں اور مکھن خاں۔ منشی باغ علی خاں کے بھائی گلاب خاں فارسٹ گارڈ ہیں۔ ان کے فرزند کا نام محمد اشرف خاں ہے۔ دونوں بھائیوں کی اولاد زیر تعلیم ہے۔

اس موضع میں بمبہ خاندان کے صرف چار پانچ گھر آباد ہیں۔ بمبہ خاندان کے متعلق تاریخ اقوام کشمیر میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اس سے زائد قابل سند ابھی کچھ اور معلوم نہیں ہو سکا۔

"سردار" کالا خاں ڈلی سوداگر پلیرہ منڈی

"سردار" کالا خاں وڈلی کے بزرگ منکوٹ سے پلیرہ آئے۔ یہاں زراعت کے علاوہ تجارت کا شغل بھی رکھا۔ ان کے چچا میر باز خاں یہاں کے مشہور تاجر تھے۔ ان کا پسر محمد افلاطون نابالغ "سردار" کالا خاں کے زیر پرورش ہے۔ آپ پلیرہ میں کئی مکانات اور وسیع اراضیات کے مالک ہیں۔ منشی رستم علی خاں جو آپ کے رشتہ دار بھی ہیں۔ آپ کے منیم ہیں۔ آپ کے اعزہ اور برادری میں حسب ذیل اصحاب قابل ذکر بتائے گئے ہیں۔ منشی لال دین خاں و محمد اکبر خاں و محمد اشرف خاں پسران حسن علی خاں۔ راجولی خاں و شیر علی خاں و حلبسی خاں پسران شاہ ولی خان۔ شیر محمد خاں و مستور علی خاں و ناظر علی خاں پسران راجولی خاں۔ بہادر علی خاں ولد راجے ولی خاں۔ نادر علی خاں ولد میر علی خاں۔ محمد دین خان و

"سردار کالا خان ڈولی خلف سردار گلاب خان
سوداگر آف پلیرہ علاقہ منڈی پونچھ

جلال دین خاں پسران صفدر علی خاں۔ شاہ محمد خاں و شیر محمد خاں و وزیر محمد خاں پسران محمد الدین خاں۔ منشی میر محمد خاں و فقیر محمد خاں و عطا محمد خاں۔ پسران امیر خاں۔ محمد فضل خاں ولد میر محمد خاں و محمد افراسیاب خاں و فیض اکبر خاں ولد نور بخش خاں۔ یہ سب زراعت پیشہ ہیں۔

سادات مشہدی پھاگلہ علاقہ سوہرن

اصل وطن پنجاب میں سید کسراں تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ہے۔ وہاں اب بھی سادات مشہدی موجود ہیں۔ اور گاؤں کے مالک ہیں۔ اور نمبردار ہیں جن میں سید مہر حسین شاہ نمبردار۔ سید مہتاب شاہ سرکردہ ممبر۔ سید شاہ حسن علی حوالدار ریلوے پولیس اور سید الطاف حسین امام وبھاقابل ذکر ہیں۔

اس گاؤں میں سادات کی تین شاخیں ہیں۔ زینیال۔ فیروزیال حُسیال زینیال شاخ کا بانی سید زین العابدین ہے۔ فیروزیال کا سید فیروز علی اور حسیال کا بانی سید حسین ہے۔

حُسیال شاخ کا بانی سید حسین ابن سید علی شیر یہاں سے سدھر کسراں تحصیل چکوال ضلع جہلم چلا گیا۔ وہاں اس کی ذریات بنام سادات حُسیال موجود ہے۔ سید حسین کی چھٹی پشت سے سید شاہ ابراہیم یہاں سے چمبہ متصل حویلیاں ضلع ہزارہ چلے گئے۔ ان کا مزار چمبہ میں موجود ہے۔ ابراہیم کے دو فرزند تھے۔ ایک شاہ جنید دوسرا عبدالملک۔ ان میں شاہ جنید مظفرآباد چلے گئے۔ وہاں اس وقت بمبہ خاندان کی خود مختار حکومت تھی۔ سلطان وقت نے ان کو تین گاؤں جاگیر میں دیئے۔ راج کنڈی۔ کن چھتر۔ کھاوڑ پارہ۔ سکھوں کے زمانہ میں جاگیر ضبط ہو گئی۔ شاہ جنید کی اولاد وہاں بکثرت ہے۔ اور ان میں کئی ایک

نمبردار ہیں۔ شاہ جنید کی اولاد سے بعہد راجہ موتی سنگھ سب سے پہلے سید ناصر شاہ ابن مقبول شاہ پونچھ آئے۔ اور ساتھرہ علاقہ منڈی میں مقیم ہوگئے۔ آج بھی ان کی اولاد ساتھرہ میں موجود ہے۔ جن میں حسین شاہ و مہدی شاہ پسران ناصر شاہ قابل ذکر ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد مقبول شاہ کے باقی فرزندان سید رسول شاہ۔ جمال شاہ۔ نظام شاہ۔ ضامن شاہ۔ مزمل شاہ۔ محمد شاہ۔ بالا شاہ۔ احمد شاہ و زمان شاہ معہ سید سید احمد شاہ ثانی خواہرزادہ یہیں آگئے۔ ان میں رسول شاہ و جمال شاہ و خواہرزادہ سید احمد شاہ پمروٹ میں مقیم ہوئے۔ ان سب کی اولاد بھی پمروٹ میں موجود ہے جن میں سید ابران شاہ۔ محمود شاہ۔ اعظم شاہ۔ جمال شاہ و حیات شاہ قابل ذکر ہیں۔ رسول شاہ کی اولاد سے سید حسن شاہ موضع بھاگلہ علاقہ سوہرن میں چلا گیا۔ اور حسن شاہ کا چھوٹا بھائی احمد شاہ موضع لاہ علاقہ راجوری میں جاکر آباد ہوگیا۔ احمد شاہ نہایت وجیہہ اور خوش شکل جوان ہے۔ فقہ حدیث اور علم میراث و فرائض میں بھی ماہر ہے۔ سید حسن شاہ کی پیری مریدی چمبہ ریاست کے علاوہ بھدرواہ۔ کشتواڑ۔ کشمیر اور پنجاب کی طرف بھی ہے۔

ضامن شاہ۔ نظام شاہ۔ مزمل شاہ۔ محمد شاہ۔ بالا شاہ اور زمان شاہ بھاگلہ و لسانہ میں مقیم ہوئے۔ پھر ان میں سے محمد شاہ و زمان شاہ واپس مظفرآباد چلے گئے۔ اور وہیں انتقال کر گئے۔ ان کی اولاد کچھ لسانہ اور بھاگلہ اور کچھ مظفرآباد میں ہے۔ لسانہ و بھاگلہ میں ان کی اولاد سے لطیف شاہ و حیات شاہ ابن محمد شاہ و مولوی عبداللہ شاہ جو عالم ہیں ابن زمان شاہ قابل ذکر ہیں۔ باقی سب بھائی ان کے لسانہ میں آباد ہیں جن کی اولاد میں سے محرم شاہ۔ پیر شاہ۔ مردان شاہ قابل ذکر ہیں۔ بالا شاہ خود زندہ ہے۔

سب زراعت پیشہ اور حنفی المذہب ہیں۔
ناصر شاہ اور اس کے برادران کی وردوگی پونچھ کے کچھ عرصہ کے بعد سید مرید شاہ۔ مزمل شاہ۔ مہدی شاہ بھی پونچھ آ گئے۔ مرید شاہ و مزمل شاہ شاہ جنید کے ایک بیٹے باقر علی شاہ کی اولاد سے ہیں یعنی ناصر شاہ اور مرید شاہ و مزمل شاہ کا مورث اعلےٰ شاہ جنید ہے۔ اور مہدی شاہ سید علی شیر کے فرزند زین العابدین کی اولاد سے ہے۔ اور اس کی اولاد پمروٹ میں ہے جس میں سید سکندر شاہ قابل ذکر ہے۔
مشہدی سادات پھاگلہ و لسانہ و پمروٹ و ساتھرہ کی تعداد زن و مرد سمیت تقریباً چار سو تک ہے۔ اس برادری میں صرف معمولی دینی تعلیم ہے۔ مروجہ تعلیم بہت کم ہے۔ ایک بھی مڈل پاس نہیں۔ پیشہ زراعت ہے اور اپنے ہاتھ سے زمینداره کاروبار کرتے ہیں۔ چند ایک زراعت کے علاوہ تجارتی کام بھی کرتے ہیں۔ اس برادری میں سید حسن شاہ و سید عمران شاہ کی پیری مریدی بہت زیادہ ہے۔ اور سلسلہ نقشبندی میں ان کو خلافت بھی حاصل ہے۔ رشتہ ناطہ اس برادری کا اپنے ہی خاندان میں ہے۔ یا کچھ بخاری سادات کے ساتھ ہے۔ مزمل شاہ و مرید شاہ از اولاد باقر علی شاہ پہلے پمروٹ میں آئے۔ مزمل شاہ کی اولاد میں ولی شاہ و مدد شاہ و سید شاہ و لعل شاہ قابل ذکر ہیں۔ مرید شاہ کی وفات کشمیر میں شوپیاں کے علاقہ میں ہوئی۔ ان کے فرزند ارجمند حاجی نور احمد شاہ مقام لاہ علاقہ راجوری میں مقیم ہیں۔ آپ بڑے متقی پرہیزگار اور بزرگ ہیں۔ اور ہندو مسلمان آپ کا احترام کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ عرف حضرت باباجی لاروالے کے خلیفہ اعظم ہیں۔ عمر ستر اسی سال کے درمیان ہوگی۔ ان کے فرزند حسب

نمبردار ہیں۔ شاہ جنید کی اولاد سے بعہد راجہ موتی سنگھ سب سے پہلے سید ناصر شاہ ابن مقبول شاہ پونچھ آئے۔ اور ساتھرہ علاقہ منڈی میں مقیم ہوگئے۔ آج بھی ان کی اولاد ساتھرہ میں موجود ہے۔ جن میں حسین شاہ و مہدی شاہ پسران ناصر شاہ قابل ذکر ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد مقبول شاہ کے باقی فرزندان سید رسول شاہ۔ جمال شاہ۔ نظام شاہ۔ ضامن شاہ۔ مزمل شاہ۔ محمد شاہ۔ بالا شاہ۔ احمد شاہ و زمان شاہ معہ سید سید احمد شاہ ثانی خواہرزادہ یہیں آگئے۔ ان میں رسول شاہ و جمال شاہ و خواہرزادہ سید احمد شاہ پمروٹ میں مقیم ہوئے۔ ان سب کی اولاد بھی پمروٹ میں موجود ہے جن میں سید ابران شاہ۔ محمود شاہ۔ اعظم شاہ۔ جمال شاہ و حیات شاہ قابل ذکر ہیں۔ رسول شاہ کی اولاد سے سید حسن شاہ موضع بھاگلہ علاقہ سوہرن میں چلا گیا۔ اور حسن شاہ کا چھوٹا بھائی احمد شاہ موضع لاہ علاقہ راجوری میں جاکر آباد ہوگیا۔ احمد شاہ نہایت وجیہہ اور خوش شکل جوان ہے۔ فقہ حدیث اور علم میراث و فرائض میں بھی ماہر ہے۔ سید حسن شاہ کی پیری مریدی چھبہ ریاست کے علاوہ بھدرواہ۔ کشتواڑ۔ کشمیر اور پنجاب کی طرف بھی ہے۔

ضامن شاہ۔ نظام شاہ۔ مزمل شاہ۔ محمد شاہ۔ بالا شاہ اور زمان شاہ بھاگلہ و لسانہ میں مقیم ہوئے۔ پھر ان میں سے محمد شاہ و زمان شاہ واپس مظفر آباد چلے گئے۔ اور وہیں انتقال کر گئے۔ ان کی اولاد کچھ لسانہ اور بھاگلہ اور کچھ مظفر آباد میں ہے۔ لسانہ و بھاگلہ میں ان کی اولاد سے لطیف شاہ و حیات شاہ ابن محمد شاہ و مولوی عبداللہ شاہ جو عالم ہیں ابن زمان شاہ قابل ذکر ہیں۔ باقی سب بھائی ان کے لسانہ میں آباد ہیں جن کی اولاد میں سے خرم شاہ۔ پیر شاہ۔ مردان شاہ قابل ذکر ہیں۔ بالا شاہ خود زندہ ہے۔

سب زراعت پیشہ اور حنفی المذہب ہیں۔

ناصر شاہ اور اس کے برادران کی وردگی پونچھ کے کچھ عرصہ کے بعد سید مرید شاہ۔ مزمل شاہ۔ مہدی شاہ بھی پونچھ آ گئے۔ مرید شاہ و مزمل شاہ شاہ جنید کے ایک بیٹے باقر علی شاہ کی اولاد سے ہیں یعنی ناصر شاہ اور مرید شاہ و مزمل شاہ کا مورث اعلےٰ شاہ جنید ہے۔ اور مہدی شاہ سید علی شیر کے فرزند زین العابدین کی اولاد سے ہے۔ اور اس کی اولاد پمروٹ میں ہے جس میں سید سکندر شاہ قابل ذکر ہے۔

مشہدی سادات پھاگلہ و لسانہ و پمروٹ و ساتھرہ کی تعداد زن و مرد سمیت تقریباً چار سو تک ہے۔ اس برادری میں صرف معمولی دینی تعلیم ہے۔ مروجہ تعلیم بہت کم ہے۔ ایک بھی مڈل پاس نہیں۔ پیشہ زراعت ہے اور اپنے ہاتھ سے زمیندارہ کا روبار کرتے ہیں۔ چند ایک زراعت کے علاوہ تجارتی کام بھی کرتے ہیں۔ اس برادری میں سید حسن شاہ و سید عمران شاہ کی پیری مریدی بہت زیادہ ہے۔ اور سلسلہ نقشبندی میں ان کو خلافت بھی حاصل ہے۔ رشتہ ناطہ اس برادری کا اپنے ہی خاندان میں ہے۔ یا کچھ بخاری سادات کے ساتھ ہے۔ مزمل شاہ و مرید شاہ از اولاد باقر علی شاہ پہلے پمروٹ میں آئے۔ مزمل شاہ کی اولاد میں ولی شاہ و مدد شاہ و سید شاہ و لعل شاہ قابل ذکر ہیں۔ مرید شاہ کی وفات کشمیر میں شوپیاں کے علاقہ میں ہوئی۔ ان کے فرزند ارجمند حاجی نور احمد شاہ مقام لاہ علاقہ راجوری میں مقیم ہیں۔ آپ بڑے متقی پرہیز گار اور بزرگ ہیں۔ اور ہندو مسلمان آپ کا احترام کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ عرف حضرت باباجی لاروالے کے خلیفہ اعظم ہیں۔ عمر ستر اسی سال کے درمیان ہو گی۔ ان کے فرزند حسب

ذیل ہیں۔ مولوی حبیب شاہ۔ یاسین شاہ۔ مولوی میر حیدر شاہ۔ عبداللہ شاہ۔ محمد شاہ و شاہ جنید۔

اس خاندان کے سادات مشہدی ہونے کی تصدیق سید مہتاب علیشاہ خلف سید نگاہ علی شاہ ساکن سید کسراں تحصیل گوجر خان نے بھی الفاظ ذیل میں کی ہے۔ "ہمارے مورثان سادات میں سے شاہ ابراہیم خلف شاہ محمد سید مشہدی مظفرآباد اور پونچھ میں تشریف لے گئے۔ جن کی اولاد علاقہ ہائے مذکورہ میں آباد ہے۔ اور ان میں مسمی حسن شاہ وغیرہ سکنائے پھاگلہ وغیرہ علاقہ سوہرن میں مقیم ہیں۔ ۲۰ اپریل ۱۹۳۶ء مطابق ۲۸ محرم ۱۳۵۵ھ۔

سادات بھاکری موضع اندروٹ

سید احمد شاہ نام ایک بزرگ سکھوں کے عہد حکومت میں راولپنڈی کے موضع شاہاں کی ڈھیری سے اندروٹ تحصیل سدہنتی میں آکر آباد ہوئے۔ آپ کی اولاد کے پاس جو شجرہ ہے وہ امام نقی علیہ السلام کی وساطت سے حضرت امام حسین علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے حسب ذیل چار فرزند تھے (۱) سید حسن شاہ (۲) سید مہر شاہ (۳) سید لعل شاہ (۴) سید مہتاب شاہ ۔ ۱ کی اولاد میں افسر شاہ۔ نواب شاہ اور حبیب شاہ قابل ذکر ہیں۔ ۲ کی اولاد میں چراغ شاہ اور نور حسن شاہ۔ ۳ کی اولاد علاقہ چکار متصل گڑھی ضلع مظفرآباد میں آباد ہے۔ جن میں محمد شاہ و امیر شاہ قابل ذکر ہیں۔ ۴ ایک معزز اور ذی علم بزرگ ہیں۔ آپکے فرزندوں میں سید مہدی شاہ اور عطر شاہ قابل ذکر ہیں۔ ان میں اول الذکر اچھا لکھا پڑھا اور امام دیہہ ہے یہ قبیلہ سادات بھاکری کے لقب سے ملقب ہے۔ اور اپنے موضع میں بہت سی زمین کا مالک ہے۔

پونچھ کے مایۂ ناز سپوت حضرت مولانا چراغ حسن صاحب حسرت
مدیر روزنامہ احسان لاہور

سادات مشہدی موضع چھلاڑ

اس قبیلہ کے ایک بزرگ سید فرمان شاہ موضع شکریاں ضلع راولپنڈی سے مہاجرت اختیار کر کے تحصیل سدھنتی کے موضع چھلاڑ میں آکر آباد ہو گئے۔ اس برادری میں سید روشن شاہ، سید بادل شاہ، سید دیوان شاہ، سید سردار شاہ اور سید سوہنا شاہ قابل ذکر ہیں۔ موخر الذکر امام دیہہ ہے۔ یہ قبیلہ زراعت پیشہ ہے۔ اور سادات مشہدی کے نام سے مشہور ہے۔

مولانا شیخ چراغ حسن حسرت

آپ کے والد کا نام لالہ کشمیر چند اور دادا کا نام لالہ فقیر چند تھا۔ جو تیت خورد میں کسی معزز اسامی پر تھے۔ گوت کے لحاظ سے کپور کھتری تھے۔ کشمیر چند عنفوان شباب میں مسلمان ہو گئے۔ اسلامی نام بدرالدین رکھا گیا ان کے دوسرے بھائی اب تک مظفر آباد کشمیر اور کھوئی رٹہ (جموں) میں آباد اور موجود ہیں۔ یہ خاندان شروع ہی سے ایک علمی خاندان چلا آیا ہے۔

شیخ بدرالدین مرحوم کے تین فرزند ہیں۔ سب سے بڑے مولانا چراغ حسن ہیں۔ جو اپنی علمی قابلیتوں کی وجہ سے درحقیقت چراغ خاندان ہیں "چراغ حسن" تاریخی نام ہے۔ جس کے عدد بحساب جمل ۱۳۲۲ ہوتے ہیں۔ یعنی آپ ۱۳۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۱۳۵۵ھ میں ۳۳ سال ہے۔ آپ سے چھوٹے شیخ سراج حسن ہیں۔ جو پونچھ میں خوشنویسی کا کام کرتے ہیں۔ سب سے چھوٹے شیخ ضیاء الحسن ہیں جنہوں نے پونچھ سے ایک ہفتہ وار اخبار بنام "المجاہد" جاری کر رکھا ہے۔ جو پونچھ کا سب سے پہلا

اسلامی اخبار ہے۔ یہ شیخ ضیاء الحسن شاعر بھی ہیں۔ تخلص ضیاء ہے۔ اور شعر خوب کہتے ہیں۔ یہ شیخ نبی بخش نظامی جو آجکل اخبار "المجاھد" کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ اور پہلے سنٹرل کوآپریٹو بنک پونچھ کے مینجر تھے۔ اس خاندان کے بہت قریبی رشتہ دار ہیں۔

مولانا چراغ حسن جاگیر کھٹائی (کشمیر) کے ایک موضع بمیار میں پیدا ہوئے جو بارہ مولا سے چند میل مغرب کی جانب ہے۔ ان کے نانا منشی حسن علی خاں نے جو سلطان کھٹائی کے ہاں ملازم تھے۔ آپ کو گود لے لیا۔ اس زمانہ میں موجودہ سلطان کھٹائی کے والد سلطان محمد خان مرحوم کھٹائی کے جاگیردار تھے۔ ان کی وفات کے بعد منشی حسن علی خاں پونچھ چلے آئے۔ وہاں کچھ عرصہ تک ملازمت کی۔ لیکن دل نہ جما اور پھر کھٹائی چلے گئے۔ اور دو اڑھائی سال تک وہیں رہے۔ اس کے بعد پھر پونچھ آئے۔ اور مستقل طور پہ وہیں اقامت اختیار کر لی ؎

ریاض اس شہر سے ہم کیا کریں اب قصد جانے کا
نصیبوں میں لکھا ہے خاک گورکھپور ہو جانا

ان ایام میں مولانا چراغ حسن کی عمر آٹھ نو سال سے زیادہ نہ تھی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ بدرالدین اور نانا (منشی حسن علی خاں) سے حاصل کی۔ آپ کے نانا شاعر تھے۔ اور حسن تخلص کرتے تھے۔ اور آپ کا ذوق شعر و شاعری درحقیقت انہی کے فیضان صحبت کا نتیجہ ہے۔ کچھ دن آپ سٹیٹ ہائی سکول میں تعلیم پاتے رہے۔ پھر وہاں سے اسلامیہ سکول میں چلے آئے۔ انہی دنوں منشی صادق علی خاں اسلامیہ سکول کے ہیڈ ماسٹر ہو کر پونچھ آئے۔ وہ ایک خوش گو شاعر اور نکتہ رس ادیب تھے۔ ان کی وجہ سے سکول میں شعر شاعری کے چرچے رہنے لگے۔ جن کا آپ کی

طبیعت پر بڑا اثر ہوا۔

ابھی حسب منشاء تعلیم مکمل نہ کرنے پائے تھے۔ کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اس چھوٹی سی عمر میں مجبوراً ملازمت اختیار کرنی پڑی۔ اسلامیہ سکول ہی میں جہاں آپ پڑھا کرتے تھے۔ ملازم ہو گئے۔ پھر شملہ چلے گئے۔ وہاں کے ایک سکول میں کافی عرصہ تک پڑھاتے رہے یہانتک کہ شملہ ہی میں رہ کر منشی فاضل اور ایف۔ اے کے امتحانات پاس کر لئے۔ بی۔ اے کی تیاری کر رہے تھے۔ کہ ۱۹۲۵ء میں کلکتہ چلے گئے۔ وہاں پہلے اخبار عصر جدید میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ پھر آفتاب کے نام سے ایک اپنا ادبی و علمی رسالہ جاری کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد کلکتہ میں "نئی دنیا" والوں نے اپنے دفتر میں بطور ایڈیٹر آپ کو بلوا لیا۔ سال بھر تک یہاں بھی کام کیا۔ پھر چند احباب کے ساتھ ملکر جمہور کے نام سے ایک اخبار شائع کیا۔ جو بہت کامیاب ہوا۔ اس اثناء میں کچھ دنوں مولانا ابو الکلام آزاد کے اخبار پیغام میں بھی کام کرتے رہے۔

۱۹۲۹ء میں جب مولانا ظفر علی خان کلکتہ گئے۔ اور ان کو آپ کی قابلیت کا حال معلوم ہوا۔ تو وہ آپ کو لاہور ہمراہ لے آئے۔ لاہور آکر پہلے زمیندار میں اور پھر یہاں کے ایک جدید روزنامہ انصاف میں کام کرتے رہے۔

بعد ازاں شمس العلماء مولوی سید ممتاز علی مرحوم کے دار الاشاعت پنجاب میں ملازم ہو گئے۔ اور چار سال تک وہیں رہے۔ لیکن اس زمانہ میں بھی لاہور کے کئی روزانہ مسلم اخبارات سے ان کا تعلق برابر جاری رہا۔ اب کچھ عرصہ سے اخبار احسان سے تعلق ہے۔ جو ہندوستان کے مسلم روزناموں میں بہترین روزنامہ ہے نہ صرف پنجاب ملکہ ہندوستان میں آپ کے قلم کا سکہ بیٹھا ہوا ہے مزاحیہ مضامین لکھنے میں آپ کو کمال حاصل ہے۔ روزنامہ احسان کا مستقل کالم جو مطائبات

کے عنوان سے ہر روز چھپتا ہے "سندباد جہازی" کے مجلس میں آپ ہی کما حقہ ممتاز ہیں۔ مشہور ہیں

اخباری دنیا میں آپ صرف ایک ایڈیٹر کی حیثیت سے مشہور ہیں لیکن اصلیت یہ ہے کہ آپ ایک قابل مصنف اور ایک بے بدل شاعر ہیں۔ کتابیں آپ نے بہت لکھیں اور قریباً ہر مضمون پر لکھیں۔ لیکن اپنے نام سے کوئی کتاب شائع نہ کی سے

اُڑالی طوطیوں نے قمریوں نے عندلیبوں نے
چمن والوں نے ملکر لوٹ لی طرزِ فغاں میری

نظمیں اور غزلیں بھی بکثرت کہی ہیں۔ لیکن کلام کا بیشتر حصہ منتشر اور پراگندہ ہے۔ تخلص حسرت ہے۔ نمونہ کلام کیلئے چند اشعار مختلف غزلوں کے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں

سے
غم آرزو کو نہ زندہ کر دل بے خبر یہ وہ آگ ہے
جو سلگ اُٹھی تو سلگ اُٹھی جو دبی رہی تو دبی رہی

جوانی مٹ گئی لیکن خلش درد محبت کی
جہاں معلوم ہوتی تھی وہیں معلوم ہوتی ہے

اُمید تو بندھ جاتی تسکین تو ہو جاتی
وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہوتا

غیروں سے کہا تم نے غیروں سے سُنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا کچھ ہم سے سُنا ہوتا!

قطع ہونے لگا ہے رشتۂ زیست
اے غم یار تیری عمر دراز

اب کے برسات میں بھی پی نہ سکے
ہم پہ روتی ہوئی برسات گئی

زندگی تو ہی مختصر ہو جا!
شب غم مختصر نہیں ہوتی

مجھے پینے کا سلیقہ نہ سہی یہ کہئے!
پاؤں پہ ساقی میخانہ کے سر ہے کہ نہیں

شمعیں بجھنے لگیں کہرام ہے پروانوں میں
رُخ روشن سے عیاں نورِ سحر ہے کہ نہیں

ڈرتا ہوں کہ اُس چشم فسوں ساز کی گردش
احساس تمنا کو تمنا نہ بنا دے

راہ میں اُن سے ملاقات ہوئی
جس سے ڈرتے تھے وہی بات ہوئی

حسرت کو لے تو آئیں تری بزم ناز میں
کمبخت رو نہ دے کہیں محفل کے سامنے

خان بہادر شیخ محمد عبداللہ

آپ کا ذکر اس سے قبل موضع بھان تنی کے ساسن (سارسوت) برہمن خاندان میں ہو چکا ہے۔ آپ کے والد کا نام سردار گورکھ سنگھ اور دادا کا نام مہتہ مست رام تھا۔ یہ وہی مہتہ مست رام ہیں۔ جنہوں نے شمس خاں ملدیال کے مقابلہ میں مہاراجہ گلاب سنگھ کو رسد وغیرہ کی مدد دی تھی مہتہ مست رام کو اس خدمت کے عوض چار گاؤں۔ بھان تنی۔ منجھاڑ۔ کلوٹ اور لہر جاگیر میں ملے تھے۔ آپ کے مورث جیسا کہ ساسن خاندان کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔ کچھ عرصہ پیشتر کشمیر ہی کے رہنے والے تھے۔ پونچھ میں اس خاندان کے داخل ہونے کا واقعہ دلچسپ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زمانہ قدیم کے لوگ اس زمانہ سے بھی زیادہ وہم پرست تھے۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ اس خاندان کے دو بھائیوں کو ایک ہی قسم کا خواب آیا۔ جس میں کسی نے کہا کہ یہ پتھر جو تمہارے قریب پڑا ہے۔ اس کو اٹھا لو۔ اور جہاں تک اس کو لیجا سکو لے جاؤ۔ اور جب اس کا بوجھ زیادہ ہو جائے۔ تم اس کو اٹھا نہ سکو۔ تو سمجھ لو کہ تمہارے رہنے کا وہی مقام تجویز ہو چکا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پتھر اٹھا لیا۔ اور کئی دنوں تک پتھر اٹھائے ہوئے بھٹکتے پھرے۔ آخر پونچھ کے پہاڑوں میں ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے۔ جہاں جنگل کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس مقام پر پتھر اس قدر وزنی ہو گیا۔ کہ ان سے اٹھ نہ سکا۔ اپنے خواب کی ہدایت وتعبیر کے مطابق انہوں نے وہیں جھونپڑی ڈال لی۔ اور پتھر کو ایک دیوتا کے طور پر پوجنے لگے۔ وہ پتھر اب بھی موجود ہے۔ اور اس کو ساسن خاندان کی برادری کل دیو یعنی خاندان کا دیوتا کہتی ہے۔ شیخ محمد عبداللہ جو اس زمانہ میں ٹھاکر داس تھے۔ اپنے خود نوشت حالات میں لکھتے ہیں "میں نے

اُس پتھر کو دیکھا ہے۔ خواب کی سی بات یاد ہے۔ کہ مجھ کو میرے دادا صاحب اور والد صاحب کئی دیگر اشخاص کے ہمراہ وہاں لے گئے تھے۔ اور اُس پتھر (دیوتا) کے سامنے بہت سے بکرے بلیدان کئے تھے"۔

اس خاندان میں ان کے ایک بزرگ[1] صاحب کشف و کرامت بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ ان کی ایک "کرامت" کا واقعہ بھی دلچسپ سمجھ کر شیخ صاحب کے الفاظ ہی میں درج کیا جاتا ہے۔ "بھان تنی میں ایک بڑی سی چٹان ہے۔ ہمارے خاندان کے کسی مورث نے اُس چٹان کو بیچ میں سے چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے۔ تاکہ پانی کی نہر ادھر سے اُدھر نکل جائے۔ اور دوسری سمت کے کھیتوں کو سیراب کر سکے"۔ پونچھ میں اس سیراب رقبہ کا نام چھلانیاں ہے۔ یعنی پانی چھال مار کر (چھلانگ لگا کر) دوسری طرف گرا تھا۔ اُس وقت سے اب تک ساسن قوم کے لوگ نالہ کے کنارہ پر یاترا کرنے جایا کرتے ہیں[2]۔ آپ کے اسلاف کا زمانہ طوائف الملوکی اور خانہ جنگیوں کا زمانہ تھا۔ اورنگ زیب کے بعد یہاں گاؤں گاؤں میں خود مختار سردار اپنے گاؤں کے لوگوں پر حکومت کیا کرتے تھے۔ آپ کے مورثوں نے بھی مسلمان سرداروں سے مل کر ایک زبردست جتھا قائم کر لیا تھا۔ یہ جتھا یا تو دشمن کے علاقہ پر خود ہی حملہ کیا کرتا تھا۔ یا دشمن کے حملہ سے اپنے علاقہ کی حفاظت کیا کرتا تھا ہندو مسلمان سب ان جتھوں میں بلا تمیز و تفریق شامل رہا کرتے تھے۔

ساسن خاندان میں ایک شخص دیوا نامی بڑا بہادر اور نامور شخص گذرا ہے۔ اس کے نام پر یہ خاندان دیو پال خاندان بھی کہلاتا تھا۔ اس خاندان کا ایک بھاٹ

---

[1] اس بزرگ کا نام مہتہ چند تھا۔ [2] پونچھ کی ساسن برادری اب تک تھوڑے سے فرق کے ساتھ اس کرامت پر اعتقاد رکھتی ہے۔

خان بہادر شیخ محمد عبد اللہ بی اے۔ ایل ایل بی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ایم ایل اے علی گڈھ یو۔پی
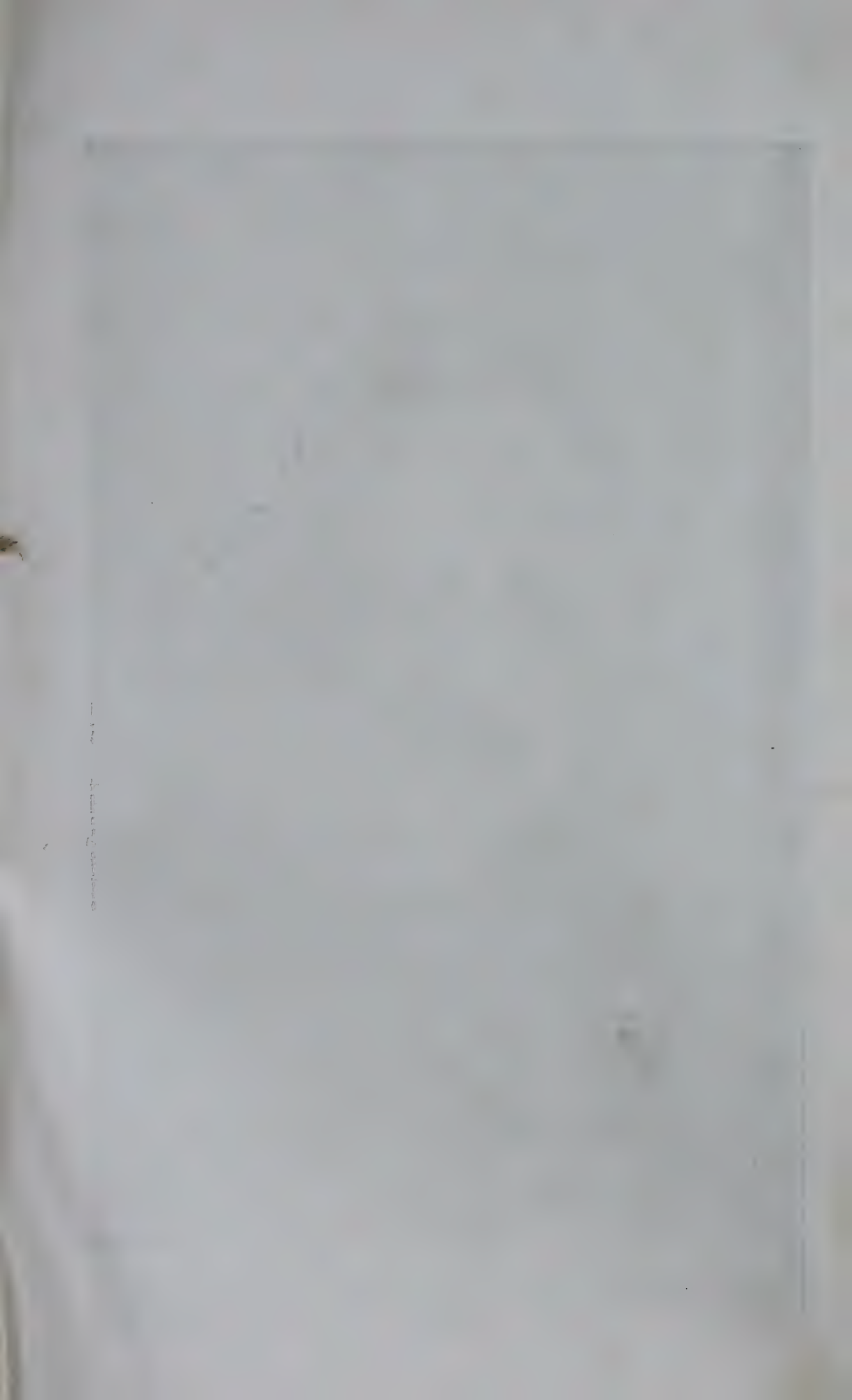
دھوڑیا تھا۔ وہ دیوا اور اس خاندان کے دوسرے بزرگوں کے جنگی کارنامے دوتارے کی لَے پر بجایا اور گایا کرتا تھا۔

پونچھ میں "آپ راجی" زمانہ کا واقعہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ دیوپال خاندان کے چالیس جوان ایک نرغہ میں پھنس کر گرفتار ہو گئے۔ دشمن سرداران قیدیوں کو اپنے مکان پر لے گیا۔ اور ان سب کو رسوں سے کس کر باندھ دیا۔ اور حکم دیا۔ کہ صبح ان سب کا خاتمہ کر دیا جائے۔ سردار کی بیوی نے جو کسی بڑے گھرانہ کی لڑکی تھی سب کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔ کہ میرے گھر کے اندر دیوپال قتل نہیں کئے جا سکتے۔ میں نے یہاں بہت خون دیکھے ہیں۔ لیکن اب میں دیوپال خاندان کے ان چالیس جوانوں کو اپنے ہاں قتل نہ ہونے دونگی۔ سردار نے کہا۔ بہت اچھا، صبح دیکھا جائے گا۔ لیکن رات ہی کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس نے سب قیدیوں کی جان بچا دی۔ ان چالیس قیدیوں میں ایک ایسا دیوپال بھی تھا۔ جس کے گیان دھیان کی وجہ سے ہندو مسلمان سب اس کا احترام کرتے تھے۔ دوسرے قیدی تو رات بھر موت کے خوف سے ہائے وائے کرتے رہے۔ لیکن اس مرتاض اور گیانی شخص نے اُف تک نہ کی۔ آدھی رات کو اُس کے بندیکایک کھل گئے۔ وہ اٹھا۔ اور سیدھا اپنے دشمن سردار کے سرہانے تلوار کھینچ کر کھڑا ہو گیا۔ اور کہا، بتاؤ اب کیا حال ہے۔ سردار نہنگ اجل کو مُنہ کھولے ہوئے اپنے سامنے دیکھ کر سہم گیا۔ پھر اُس دیوپال نے خود ہی کہا۔ اگر میں تم کو یا تمہارے خاندان کو موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا تو سب سے پہلے اپنے ساتھیوں کے پھندے کاٹتا۔ تاکہ ہم سب مل کر تمہارا قلع قمع کر دیتے۔ لیکن جس خدا ترس اور رحم دل نیک عورت نے ہماری جان بچانی چاہی ہے میں اس کو بیوہ اور اس کے بیٹوں کو یتیم بنانا نہیں چاہتا۔ سردار چارپائی سے اُٹھ کر اس کے گلے ملا۔ اس کے بعد سب قیدی رہا کر دیئے گئے

ایک مسلمان سردار حسن علی خاں نام مہتہ مست رام کا زبردست دشمن تھا۔ وہ ایک مرتبہ جنگل سے مہتہ مست رام کے آدمیوں کا بہت سا مال مویشی زبردستی چھین کر لے گیا۔ مہتہ مست رام کا جتھا بدلہ لینے کی تاک میں رہا۔ ایک سال کے بعد جب حسن علی خاں موضع پرکل میں گیا۔ جو لہر سے کوئی دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ تو مہتہ مست رام کا ایک جتھہ جو بارہ جوانوں پر مشتمل تھا۔ اور جن کا سرگروہ مہتہ کا ایک حقیقی بھائی تھا۔ اس پہاڑ کی اوٹ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ تاکہ جب وہ واپس آئے تو اُسے مار دیا جائے۔ اٹھارہ دن تک یہ جتھہ رسد وغیرہ کا سامان لے کر حسن علی خاں کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ آخر جب مخبروں نے اس کے آنے کی خبر دی۔ اور قضا حسن علی خاں کو جتھے کے سامنے لے آئی۔ تو گولیوں کی بوچھاڑ نے اس کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ اس کے بعد دونوں فریقوں میں بہت دنوں تک کشت و خون کا بازار گرم رہا۔

"آپ راجی" زمانہ کا ایک اور واقعہ قابل ذکر ہے۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ظلم رسیدہ عورت جب انتقام لینے پر آتی ہے۔ تو وہ کیا کچھ نہیں کر سکتی۔

جن ایام میں مہاراجہ گلاب سنگھ اندر ہی اندر جموں پونچھ میں ڈوگرہ حکومت کی بنیادیں مضبوط کر رہے تھے۔ پونچھ میں محمد عالم خاں اور نیاز بی بی کا واقعہ بہت مشہور رہا ہے۔ محمد عالم خاں ایک بڑا جوانمرد سردار تھا۔ لہر کی غربی طرف ایک موضع میں وہ رہتا تھا۔ محمد عالم خاں کا ایک بھائی تھا۔ اس کی شادی ایک بڑے خاندان کی نہایت خوبصورت لڑکی سے ہوئی تھی۔ خدا نے اس کو اس عورت سے ایک نہایت خوش شکل بچہ دیا۔ اس کا نام منصور تھا۔ وہ ایسا وجیہہ اور شہ زور نکلا۔ کہ محمد عالم خاں اس کو اپنا حریف اور مد مقابل سمجھنے لگا۔ حسد نے اس کو یہاں تک دیوانہ کر دیا۔ کہ ماہ رمضان میں جبکہ منصور اور اس کا باپ دونوں

سلہ اس موضع کا نام کوٹلی یا کچھ اور بتایا جاتا ہے صحیح نام یاد نہیں رہا۔

روز بے سے تھے۔ ان کے قتل کرنے کو تلوار ہاتھ میں لے کر وہ گھر سے نکلا۔ اس کا بھائی کوٹھے کی چھت پر بے خبر بیٹھا تھا۔ تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر کے نیچے آیا جہاں منصور اور اس کی ماں باتیں کر رہے تھے۔ ماں کی آنکھوں کے سامنے اس سنگدل نے اس کے جگر کے ٹکڑے کو قتل کر دیا۔ اور اس کی منت سماجت کی کوئی پرواہ نہ کی۔ نیاز بی بی اپنے خاوند اور اپنے جوان فرزند کے خون کا بدلہ خون سے لینا چاہتی تھی۔ لیکن بدلہ لینے والا اب کوئی نظر نہ آتا تھا۔ آخر وہ کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی۔ پھر طرح دے کر دشمن کو پچھلی باتوں کے فراموش کر دینے اور صلح صفائی کر لینے کا پیغام دیا۔ حسین وجمیل تو تھی ہی۔ محمد عالم خاں نے صلح کے بعد شادی کا پیغام دیا۔ جو اس نے منظور کر لیا۔ اور دونوں ہنسی خوشی رہنے لگے۔ نیاز بی بی ایک دفعہ میکے جانے لگی۔ تو محمد عالم خاں بھی اس کے ساتھ چلا گیا میکے میں جا کر نیاز بی بی نے اپنے رشتہ داروں کو شادی کی اصل غرض سے آگاہ کر دیا۔ اور کہا۔ کہ خون کا بدلہ خون ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ رات کو اس کے وارثوں نے مل کر محمد عالم خاں کو تلوار کے زخموں سے جب نیم جان کر دیا۔ تو نیاز بی بی نے قاتلوں سے کہا۔ بس اب باقی کام میرے لئے چھوڑ دو۔ چنانچہ کلہاڑی کا ایک وار جب اُس نے مقتول پر کیا۔ تو اُس نے آنکھیں کھولیں اور دیکھا۔ کہ اس کی بیوی نیاز بی بی اس کو ذبح کر رہی ہے۔ وہ سمجھ گیا۔ کہ وہ اپنے خاوند اور بیٹے کا بدلہ لے رہی ہے۔ اس کے بعد نیاز بی بی نے کلہاڑی کے کئی وار کر کے اس کے زخموں پر نمک اور تپتا ہوا تیل چھڑک دیا۔ اور وہ سسک سسک کر مر گیا۔

ان کے دادا (مہنت مست رام) نے منصور کو خود دیکھا ہوا تھا۔ اس لئے جب ڈھوڑیا بھاٹ منصور کے قتل کے گیت دوتارے کے ساتھ گایا کرتا تھا۔ تو ان کی آنکھوں میں آنسو آجایا کرتے تھے[1]۔

[1] اس قسم کے اور بھی کئی واقعات شیخ عبداللہ خان بہادر کی خود نوشت (غیر مطبوعہ) الف میں موجود ہیں۔ جس کا ایک حصہ راقم کے پاس موجود ہے۔

مہنت مست رام نمبردار بھی تھے ۔ اور جاگیردار بھی ۔ نوے سال کی عمر میں انتقال کر گئے ۔ چونکہ غریبوں سے بہت اچھا سلوک کرتے اور ایام قحط میں ان کی مدد کیا کرتے تھے ۔ اور فیاض اور مہمان نواز تھے ۔ اور گیتاجی کی کتھا اکثر سنا کرتے اور اس پر عمل بھی کیا کرتے تھے ۔ اس لئے ان کے انتقال پر ہر طبقہ کے لوگوں نے اپنے رنج والم کا اظہار کیا ۔

شیخ محمد عبد اللہ کے سب سے پہلے استاد قاضی قطب الدین کاشمیری تھے ۔ ماقیمان اور کریمان آپ نے انہی سے پڑھا گلستان بوستان ایک اور صاحب سے پڑھیں ۔ اور لکھنا بھی انہی سے سیکھا پھر خاص پونچھ آکر میاں نظام الدین وزیر کے مکتب میں داخل ہو گئے ۔ مولوی یاسین شاہ مدرس اعلےٰ تھے ۔ ان سے شاہنامہ ۔ سکندر نامہ اور یوسف زلیخا کی کتابیں ختم کیں ۔ انہی ایام میں ایک بنگالی بابو سے کچھ انگریزی پڑھی ۔ اور ایک پنڈت سے تھوڑی سی سنسکرت سیکھی ۔ انہی دنوں حکیم مولوی نور الدین جو مہاراجہ رنبیر سنگھ کے شاہی طبیب تھے ۔ راجہ بلدیو سنگھ کے علاج کے لئے جموں سے پونچھ بلوائے گئے ۔ وہ ہفتہ میں ایک دو مرتبہ اس مکتب میں بھی آتے ۔ اور لڑکوں سے ان کے سبق سنا کرتے ۔ اور ان سے علمی سوالات کیا کرتے تھے ۔

ایک مرتبہ مولوی نور الدین نے پوچھا ۔ بتاؤ انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے لڑکوں نے جواب دیا ۔ کہ انسان بول سکتا ہے ۔ لیکن حیوان بول نہیں سکتا ۔ فرمایا طوطا بھی بولتا ہے ۔ کیا وہ بھی انسان ہے ۔ شیخ محمد عبد اللہ نے جو اُن ایام میں ٹھاکر داس تھے ۔ کہا ۔ انسان دوسرے انسان کو پڑھا سکتا ہے ۔ حیوان نہیں پڑھا سکتا فرمایا ۔ یہ کچھ پتہ کی بات ہے جو تم نے کہی ہے ۔ واقعی انسان اور حیوان میں یہ فرق ضرور ہے ۔ کہ انسان جو بات خود سیکھ سکتا ہے ۔ وہ دوسروں کو بھی سکھا سکتا ہے

لیکن حیوان اگر کچھ خود سیکھ سکتا ہے۔ تو دوسرے حیوانوں کو سکھا نہیں سکتا۔ چنانچہ طوطا جو بات خود سیکھ سکتا ہے۔ کسی دوسرے طوطے کو نہیں سکھا سکتا فرمایا۔ لیکن اس کے سوا کوئی اور بات بھی انسان اور حیوان کے فرق کی ہو تو بتاؤ۔ لڑکوں کی خاموشی کے بعد مولوی نورالدین مرحوم نے خود ہی فرمایا انسان اور حیوان میں سب سے بڑا فرق یہ ہے۔ کہ انسان اپنی حالت بدل سکتا ہے۔ لیکن حیوان نہیں بدل سکتا۔ ایک آدمی کا باپ اگر جاہل ہے۔ تو بیٹا عالم ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک بیل کا بچہ بیل ہی رہے گا۔ ایک بکرا جیسے کہ آج سے سو سال قبل تھا۔ آج اس کی اولاد بھی اُسی کی طرح ویسا ہی ایک بکرا ہے۔

چند دنوں کے بعد حکیم مولوی نورالدین ہی کی تحریک سے آپ نے طب پڑھنے کا شوق ظاہر کیا۔ اور حکیم صاحب نے میاں نظام الدین وزیر اعظم سے ذکر کیا میاں نظام الدین جب شام کو مکتب میں آئے۔ تو انہوں نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا۔ سُنا ہے تم طب پڑھنا چاہتے ہو۔ پونچھ میں کوئی طبیب نہیں ہے۔ اگر کوئی لڑکا یہ علم پڑھ سکے۔ تو اُس کے لئے بہت اچھا ہوگا۔ ان الفاظ سے آپ کو حصول طب کا اور زیادہ شوق ہو گیا۔ آپ نے ایک دو ابتدائی کتابیں پونچھ ہی میں حکیم صاحب سے پڑھیں۔ چونکہ وہ عارضی طور پر ٹکہ بلدیو سنگھ کے علاج کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اس لئے حکیم صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر تم ہمارے ساتھ جموں چل سکو۔ تو ہم طب کی تمام کتابیں تم کو پڑھا دینگے۔

آپ کے والدین آپ کو روانگی کی اجازت نہ دیتے تھے۔ لیکن اس خیال سے کہ میاں نظام الدین وزیر اعظم پونچھ میں ایک ماہر طبیب کی ضرورت ظاہر کرتے ہیں۔ اور وہ ضرور قدردانی فرمائیں گے۔ انہوں نے آپ کو حکیم صاحب کے ہمراہ جموں جانے کی اجازت دیدی۔

جموں جاتے ہی آپ تیسری جماعت میں داخل ہو گئے۔ ان ایام میں مولوی عبدالکریم کاشمیری سیالکوٹی مرحوم حکیم نور الدین مرحوم کے پاس جموں میں مقیم تھے۔ انہوں نے دو ہی ماہ کے اندر آپ کو اتنی انگریزی پڑھا دی کہ آپ پانچویں جماعت میں داخل ہو گئے۔ اردو فارسی میں آپ کو اچھا ملکہ تھا۔ آپ کو ذہین لڑکی دیکھ کر ماسٹر اندر نرائن اور ماسٹر مکند لال نے سکول ٹائم کے علاوہ انگریزی پڑھانا شروع کر دی۔ اور سالانہ امتحان آپ نے اس کامیابی سے دیا۔ کہ چھٹی جماعت کی بجائے آپ کو ساتویں جماعت میں داخل کر دیا گیا۔ لیکن ساتھ ہی ماسٹر مکند لال نے حکیم مولوی نور الدین کے ہاں آنے جانے اور وہاں کے قیام سے منع کر دیا۔ آپ نے کہا کہ میں وہاں طب پڑھنے کے لئے ٹھہرا ہوا ہوں۔ اور اسی غرض سے گھر سے نکلا ہوں۔ ان دنوں دیوان امرناتھ گورنر جموں تھے اور راجہ امر سنگھ کا جو مہاراجہ سر پرتاپ سنگھ کے چھوٹے بھائی تھے۔ بڑا زور تھا۔ اور مولوی نور الدین راجہ امر سنگھ کے نہایت معتمد مشیر تھے۔ اس لئے ان پر یکایک حملہ کرنا بہت دشوار تھا۔ تاہم لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ کہ یہ لڑکا مولوی نور الدین کے اثر سے ضرور مسلمان ہو جائیگا۔ مہاراجہ پرتاپ سنگھ تک آخر یہ بات پہنچائی گئی۔ کہ مولوی نور الدین ایک ہندو لڑکے کو مسلمان کرنے کی فکر میں ہیں۔ چنانچہ مہاراجہ صاحب کے حکم سے دیوان امرناتھ نے آپ کو بلا کر کہا کہ مہاراجہ صاحب کا حکم ہے۔ کہ آج سے حکیم صاحب کے مکان پر نہ جایا کرو جب تک تمہارے والد یا رشتہ دار نہ آئیں۔ تم پنڈت نند لعل کے مکان پر رہا کرو۔ چنانچہ اس کے بعد جب تک آپ جموں رہے۔ پنڈت نند لعل کے مکان پر ہی رہے مولوی حکیم نور الدین آپ کے مزلی اور محسن تھے۔ ان کی جدائی آپ کو بہت شاق گذری۔ ایک دو مرتبہ اس واقعہ کے بعد ان سے

چوری چھپے ملاقات بھی ہوتی۔ لیکن ان دشواریوں اور مجبوریوں کی وجہ سے آپ نے جموں ہی کی رہائش کو ترک کر دینا مناسب سمجھا۔ ان پریشانیوں اور تکلیفوں کے باوجود آپ جماعت میں سب سے اول رہتے تھے۔ اور جب کوئی شخص باہر سے ریاست کا یہ واحد ہائی سکول دیکھنے آتا تھا۔ تو اُستاد اور پرنسپل اپنے لڑکوں میں سے بطور مثال آپ کو پیش کیا کرتے تھے۔ آپ کو اب مدرسہ سے وظیفہ بھی ملنے لگا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ ریاست تم کو اپنے خرچ سے لاہور میں بی۔ اے کی تعلیم دلائے گی۔

لیکن آپ جموں سے پہلے پونچھ اپنے گھر چلے گئے۔ وہاں ایک ماہ تک قیام کیا۔ پھر جموں جانے کی بجائے سیدھے لاہور آ گئے۔ اور گورمنٹ ہائی سکول (واقعہ حویلی راجہ دھیان سنگھ) میں داخل ہو گئے۔ اور ایک ہی سال (۱۸۹۱ء) میں آپ نے انٹرنس کا امتحان پاس کر لیا۔ مولوی نورالدین نے اپنے چند دوستوں کو ان کی خبر گیری و حفاظت کی اطلاع دیدی تھی۔ اور خود بھی جب کبھی لاہور آتے۔ تو ان سے ملا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ان کو قادیان میں بھی لے گئے۔ اور ایک مرتبہ لدھیانہ میں بھی۔ جہاں مرزا غلام احمد قیام پذیر تھے۔

ابھی آپ نے میٹرک پاس نہیں کیا تھا۔ کہ لاہور ہی میں خفیہ طور پر مسلمانوں کے ہاں آپ نے کھانا شروع کر دیا۔ اور نمازیں بھی پڑھنی شروع کر دی تھیں۔ گویا آپ عملی طور پر مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن عوام کو ان کے اس مذہبی انقلاب کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا۔

سلہ ان ملاقاتوں کے حالات بھی بڑے دلچسپ ہیں۔ لیکن عدم گنجائش ان کے اندراج کا شرف حاصل کرنے سے مجبور رہے۔

آپ انٹرنس کا امتحان دے کر پھر پونچھ چلے گئے تھے۔ وہیں آپ کو میٹرک پاس ہونے کی اطلاع ملی۔ انہی ایام میں آپ کی سگائی ہو گئی۔ اور سگائی کے ساتھ ہی شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ لیکن آپ یہ بہانہ بنا کر کہ مجھے اسی وقت لاہور جا کر فسٹ ایئر کے داخلہ کا انتظام کرنا ہے۔ ورنہ رہ جاؤنگا۔ لاہور چلے آئے۔ اور پھر اس وقت سے آج تک کہ اس واقعہ کو قریباً پچاس سال گذر چکے ہیں۔ پونچھ نہیں گئے۔

پونچھ سے آتے ہی آپ مولوی نوردین سے ملے۔ ان کے مشورہ کے مطابق آپ علی گڑھ چلے گئے۔ مولوی صاحب نے سر سید احمد خاں مرحوم کے نام بھی ایک خط لکھ دیا تھا۔ وہ بڑی شفقت سے پیش آئے۔ علی گڈھ کے اسلامیہ دارالعلوم میں آپ فسٹ ایئر میں داخل ہو گئے۔ اور ہر امتحان میں باتعریف پاس ہو کر وظائف لیتے رہے۔ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد وکالت کا امتحان ایل۔ ایل۔ بی بھی پاس کر لیا۔ اور علی گڈھ ہی میں وکالت شروع کر دی۔ اور سر سید احمد خاں مرحوم کے ارشاد کے مطابق علی گڈھ کو صرف اپنا گھر ہی نہیں بلکہ اپنا وطن بنا لیا۔

آپ نے سر سید میموریل فنڈ کے سکرٹری کی حیثیت سے لاکھوں روپے جمع کئے۔ اکیس سال تک یونیورسٹی کے اعزازی خزانچی رہے۔ علی گڈھ میں جو اس وقت زنانہ کالج قائم ہے۔ وہ آپ ہی کی کوششوں کا مرہون منت ہے۔ آپ نے ہمدردیٔ نسواں کی خاطر علی گڈھ سے ایک رسالہ بنام خاتون جاری کیا۔ جو کئی سال تک، اپنے تاریخی اور علمی مضامین سے نسوانی دنیا کو فائدہ پونچاتا رہا۔ آپ بفضلہ تعالےٰ صاحب اولاد ہیں۔ اولاد کو اعلیٰ تعلیم دلائی ہے۔ افسوس ہے آپ کا سب سے چھوٹا لڑکا سعید عبداللہ بعمر ۲۲ سال نومبر ۱۹۳۵ء میں انتقال کر گیا۔ اس موقعہ پر ہندوستان کے مختلف اقطاع سے جس عالمگیر

ہمدردی کا آپ کے ساتھ اظہار کیا گیا ہے۔ اس سے آپ کی ہر دلعزیزی اور آپ کے حلقۂ احباب کی وسعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ صوبہ متحدہ کی کونسل کے آپ ممبر بھی ہیں۔

مولانا حکیم نور الدین مرحوم اور مولوی عبد الکریم سیالکوٹی مرحوم کی بدولت مرزا غلام احمد مرحوم قادیانی سے بیعت بھی ہو چکے تھے۔ لیکن طالب علمی ہی کے ایام میں اپنے ہم جماعت مولانا ظفر علی خاں (حال ایڈیٹر اخبار زمیندار) سے جو اب تک جماعت احمدیہ کے کٹر مخالف بلکہ بے خوف دشمن ہیں مذہبی چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ لیکن عبد اللہ آتھم کی پیشین گوئی نے ان کے دل میں کچھ ایسے شکوک و شبہات پیدا کر دیئے کہ بی۔ اے پاس کرنے سے پیشتر ہی آپ نے مرزا صاحب کی بیعت ترک کر دی۔ اور اپنا نام ان کے مریدوں کی فہرست سے کٹوا لیا۔

لیکن اختلاف رائے یا اختلاف عقائد کی وجہ سے آپ مرزا صاحب یا حکیم صاحب کے ذاتی اوصاف کے خلاف نہیں ہیں۔ آپ فرماتے ہیں " مذہبی پہلو کو نظر انداز کر کے ان دونوں بزرگوں کے صرف انسانی پہلو کو اپنے سامنے رکھ کر اگر کوئی انکی نسبت رائے قائم کرے۔ تو وہ ان کو ہمدردان بنی نوع انسان کی صف اول میں جگہ دینے پر مجبور ہوگا ...... کسی مذہبی اختلاف کیوجہ سے انکے انسانی اوصاف پر مٹی ڈالدینا انصاف اور انسانیت کے قطعاً خلاف ہے ...... مجھ پر ابتدا میں مولوی نور الدین مرحوم کی فلسفیانہ باتوں کا بڑا اثر پڑا۔ یہانتک کہ رفتہ رفتہ اسلام کے اعلیٰ اصولوں نے میرے دل میں گھر لیا۔ اور گو طالب علمی کے زمانہ میں اور وہ بھی صرف تین ماہ مرزا صاحب کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن میرے ایمان اور اعتقاد کی پختگی کے لئے یہ تین ماہ بہت مفید ثابت ہوئے "

بقیہ سادات جعفریہ گردیزیہ

سادات گردیزیہ سوہاوہ شریف :- یہاں ایک شاخ قاضی سید مہدی شاہ رح کی اولاد سے ہے۔ جن کا مزار سوہاوہ میں موجود ہے۔ اپنے زمانہ میں بہت بڑے بزرگ بلکہ اہل اللہ تھے۔ ان کے فرزند قاضی ستار شاہ بھی اپنے علم و عمل کی وجہ سے تحصیل باغ اور ملحقات میں مشہور رہے ہیں۔ آپ کا مزار چناٹ میں ہے۔ آپ کے چار فرزند تھے۔ پیر بڈھا شاہ۔ قاضی فقیر شاہ۔ قاضی لعل شاہ۔ قاضی روم شاہ۔ اول الذکر دونوں صاحبوں کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ مہاراجہ گلاب سنگھ راجہ موتی سنگھ اور راجہ بلدیو سنگھ ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اور ان کو کچھ جاگیر بھی حاصل تھی جس پر ان کی اولاد اب تک قابض ہے۔ قاضی پیر بڈھا شاہ کے دو فرزند ہیں۔ مولوی گل حسن شاہ سند یافتہ دیوبند۔ مولوی میر احمد شاہ سند یافتہ سہارنپور۔ ان میں مولوی گل حسن شاہ کے فرزند کا نام مولوی لقمان شاہ ہے۔ اور وہ بھی رامپور کے سند یافتہ ہیں۔ قاضی فقیر شاہ کے فرزند کا نام قاضی ولی شاہ ہے۔ ان کے دو فرزند موجود ہیں۔ مولوی فاضل حافظ سکندر شاہ حکیم حاذق سند یافتہ لاہور۔ حال خطیب جامع مسجد سنی بنک کوہ مری و مولوی عالم و مولوی فاضل حافظ سید ولایت شاہ سند یافتہ دہلی۔ قاضی مہدی شاہ کی اولاد سوہاوہ کے علاوہ چناٹ۔ پیل۔ نڑیولہ اور جگ آڑی میں آباد ہے۔ اور علم و فضل کی نعمت سے مالا مال ہے۔

ان کے علاوہ یہاں قاضی عبدالرحیم شاہ عربی فارسی پر اچھا عبور رکھتے ہیں۔ آپ کے ہونہار فرزند سید ابن اللہ زیر تعلیم ہیں۔ قاضی یعقوب شاہ

ذی علم اور عامل ہیں۔ آپ کے فرزندوں میں مولوی عبدالغفور شاہ اور مولوی غفور شاہ قابل ذکر ہیں۔ نیز اس خاندان میں جو خاندان قاضیاں کے نام سے بھی موسوم ہے۔ اصحاب ذیل اچھی شہرت رکھتے ہیں۔ مولوی غلام رسول شاہ قاضی سلیمان شاہ۔ قاضی ہارون شاہ۔ قاضی میر عالم شاہ سکنہ تمروٹہ۔ علاوہ ازیں سید کرم شاہ سجادہ شریف کی اولاد سے سید محمد شاہ گورمنٹ انگلشیہ میں فوجی حوالدار ہیں۔ اسی خاندان میں سید ہدایت شاہ۔ امیر شاہ۔ بلور شاہ ابراہیم شاہ۔ قلندر شاہ۔ ولایت شاہ قابل ذکر ہیں۔ سید عمر علی شاہ بھی یہاں ایک مشہور ہستی تھے۔ ان کی اولاد میں سید لقمان شاہ۔ ابدال شاہ۔ میر حسن شاہ اور دیدار شاہ درجہ اختصاص رکھتے ہیں۔

سادات گردیزیہ موہری فرمان شاہ (تحصیل باغ) پیر سید حسن شاہ ڈوگرہ حکومت کے قبضہ و تسلط کے وقت ایک زبردست شخصیت کے مالک اور صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپ کے فرزند سید پہلوان شاہ کے بیٹے سید امیر شاہ علم دوست اور اعلیٰ زمیندار ہیں آپ کے آٹھ فرزندوں میں پانچ عالم شباب ہی میں گذر گئے۔ مندرجہ ذیل تین سید دیوان شاہ۔ سید مہتاب شاہ اور سید عبدالرحمان شاہ بقید حیات موجود ہیں۔ یہ سب بھائی خواندہ ہیں۔ ان میں سید دیوان شاہ محکمہ مال میں پٹواری ہیں۔

ترین افغان نباکھہ راولی

افغانوں کا ترین قبیلہ کسی زمانہ میں بڑا نامور تھا۔ ترین قبائل اور یوسف زئی قبائل کی لڑائیاں بہت مشہور ہیں۔ آج سے ساڑھے تین سو سال پیشتر

اسی ترین قبیلہ کا ایک شخص کامران خاں اپنے موضع نوردی گل ڈھیری ضلع ہزارہ سے اپنے فرزند وحدت خاں کے ہمراہ مظفرآباد آئے۔ اور وہیں انتقال کر گئے۔ باپ کے انتقال کے بعد وحدت خاں مظفرآباد سے موضع نڑدل تحصیل باغ میں اور وہاں سے راولی مستقل طور پر چلا آیا۔ اس کے حسب ذیل چار فرزند تھے۔ سلطان محمد خاں۔ نور دین۔ فضل دین خاں محمد حسین خاں ان میں سلطان محمد خاں کے پانچ فرزند محمد عالم خاں۔ محمد قاسم خاں۔ محمد ہاشم خاں محمد امیر خاں اور فتح عالم خاں تھے۔ اول الذکر دونوں بھائی لاولد فوت ہو گئے۔ اور باقی تینوں صاحب اولاد ہیں۔ محمد ہاشم خاں کے چار فرزند محمد اشرف خاں۔ کرم خاں۔ محمد اکرم خاں۔ فیروز خاں ہیں۔ محمد امیر خاں عالم باعمل تھے۔ آپ کے فرزند منشی گلاب خاں و منشی حبیب اللہ خاں قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر پوسٹل اور سیر ہیں۔ فتح عالم خاں کے تین فرزند منشی محبت خاں۔ محمد زمان خاں اور محمد اسحاق خاں قابل ذکر ہیں۔ سلطان محمد خاں کے بھائی نوردین خاں اہل علم تھے۔ ان کے دو فرزندوں میں قاضی عبداللہ خاں جن کا بیٹا شہادت خاں موجود ہے انتقال کر چکا ہے۔ اور قاضی گل حسن خاں زندہ ہے۔

فضل دین خاں کے دو فرزند مولوی میر عالم خاں اور نواب خاں ہیں۔

محمد حسین خاں کے دو فرزند فیروز الدین خاں اور منشی ایوب خاں ہیں مؤخرالذکر محکمہ ڈاک میں ملازم ہے۔ یہ خاندان اب موضع سناکھہ وراولی میں قریباً ایک سو سال سے مستقل طور پر ہے اور کافی اراضی کا مالک ہے۔ ناطہ رشتہ حتی الامکان اپنی برادری میں ہوتا ہے اس خاندان کی خانہ شماری بارہ چودہ مکانات سے زیادہ نہیں ہے۔ اس موضع میں نواب خاں ولد فقیر خاں خان خیل خاندان کی یادگار رہے۔ اس کے اجداد تیراہ سے آئے تھے۔

سادات گیلانی کابلی

اس خاندان کے مورث اعلیٰ سید عبدالقدیر کابلی تھے۔ جن کا خاندانی سلسلہ محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی کے فرزند سیدنا عبدالوہاب تک ملتا ہے۔ ان کے دو فرزند تھے۔ سرور خاں اور سلطان محمد خاں۔

سردار عبداللہ خاں نے نظامت کشمیر کے زمانہ میں ان دونوں بھائیوں کو جو رشتہ میں اس کے پھوپھی زاد برادر بھی تھے کشمیر بلوالیا۔ جہاں ان کو ناظم کشمیر کی قرابت اور ان کے اپنے علم و فضل کی وجہ سے بہت کچھ شہرت و قبولیت حاصل ہوئی۔ سرور خاں فارسی زبان کے شاعر تھے۔ دیوان سروری[1] میں انہوں نے اپنے خاندانی حالات بھی نظم کئے ہیں۔ اسی دیوان میں آپ کا وہ خط بھی درج ہے۔ جو آپ نے اپنے فرزند جوان صالح سید محمد خاں کے نام لکھا تھا۔ اور جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے ؂

الا اے نور دیدہ راحت جاں　　محمد نام تو باشد لقب خاں

محمد خاں پسر محمد سرور خاں کابلی کی اولاد اب بھی کشمیر میں بتائی جاتی ہے۔
سرور خاں کے دوسرے بھائی سلطان محمد خاں کابلی کشمیر سے ترک وطن کر کے نابتلہ (داوڑی) پہنچے۔ وہیں آپ کا مزار ہے۔ آپ کے فرزند کلاں عبدالکبیر شاہ نے (انتخاب مثنوی مولانا روم کی ایک شرح لکھی ہے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔

---

[1] چوہدری محمد عباس صاحب قادری بلاں چہدریاں علاقہ سدھرون پونچھ لکھتے ہیں۔ یہ دیوان قلمی میرے پاس موجود تھا۔ مگر اب گم ہو چکا ہے۔ اس خاندان کے حالات بھی چوہدری صاحب ہی نے ارسال کئے ہیں جو بطور خلاصہ یہاں درج کئے گئے ہیں۔

محمد شاہ و احمد شاہ ۔ محمد شاہ کے فرزند مولوی حبیب اللہ شاہ جو شیخ الحدیث مولانا محمد انور شاہ لولابی کاشمیری دیوبندی کے شاگرد تھے ۔ نامور عالم تھے پشاور میں لاولد انتقال کر گئے ۔ احمد شاہ کی اولاد اب تک نامبلہ میں موجود ہے ۔ اور زراعت پیشہ ہے ۔

سلطان محمد خاں کو سلطان شاہ کابلی بھی کہتے تھے ۔ ان کے دوسرے فرزند کا نام امیرالدین شاہ تھا ۔ ان کی تمام عمر سیر و سیاحت اور درس و تدریس ہی میں گذری ہے ۔ سیاحت کشمیر کے سلسلہ میں لولاب بھی پونچے ۔ مولوی احمد شیخ اور مولوی رسول شیخ لولابی آپ ہی کے شاگرد تھے ۔ بقول چوہدری محمد عباس سدھنوتی یہ فخر بھی آپ ہی کو ہے کہ مولانا محمد انور شاہ لولابی نے ابتدائی کتابیں آپ ہی سے پڑھی تھیں ۔

پونچھ میں آپ کے بیشمار تلامذہ تھے ۔ علاقہ سدھنوتی کہوٹہ میں آپ ہی کی علمی ضیا باریوں سے معرفت کا نور چمکا ۔ علاقہ سدھنوتی میں آپ کی طرف اکثر کرامتیں منسوب کی جاتی ہیں جن سے آپ کی عظمت و شہرت کا پتہ چل سکتا ہے ۔ راجگان سدھنوتی آپ کی بڑی عزت کیا کرتے تھے ۔ ۱۹۶۳ء؁ میں بعمر ۸۰ سال بمقام پلاں چوہدریاں انتقال کر گئے ۔ وہیں مدفون ہیں ۔

عبداللہ شاہ آپکے فرزند کلاں تھے ۔ عربی فارسی میں صاحب کمال اور فن کتابت میں یگانہ ۔ راجہ افراسیاب خاں والئے سدھنوتی و کہوٹہ کے میر منشی تھے ۔ اپنے والد کی زندگی ہی میں بعمر ۴۸ سال ۱۹۵۹ء؁ میں بمقام جبرلان وفات پا گئے ۔ اور وہیں دفن ہوئے ۔ عبداللہ شاہ کے تین فرزندوں میں منجھلے فرزند مولوی غلام محی الدین شاہ بقید حیات ہیں ۔ ۱۹۵۳ء؁ کی پیدائش کے مطابق اس وقت ان کی عمر قریباً ۴۰ سال ہے ۔ راجہ غلام محی الدین خاں مرحوم سدھنوتی کہوٹہ کے مشیر اعظم تھے ۔ اور پلاں چوہدریاں میں رہتے ہیں ۔ مولوی عبداللہ شاہ تخلص غلام اور انکے فرزند مولوی غلام محی الدین شاہ تخلص آثم دونوں موزوں طبع اور خوش گو شاعر تھے ۔

سادات بخاری سدھرنوی

سلطان سکندر بت شکن کے عہد میں سید علی علاء الدین نامی ایک بزرگ اوچ شریف سے وارد کشمیر ہو کر پیر (ضلع بارہ مولا) میں جاگزین ہوئے۔ ان کے بعد ان کی اولاد میں سے میر محمد حیات اللہ شاہ خلف سید عبداللہ بخاری جو سید علی علاء الدین بخاری کی آٹھویں پشت میں تھے۔ اور ان کے برادر زادے حاجی سید عبد الرشید بخاری نے علاقہ اوڑی کے ایک مقام موضع بیاڑاں (الحال درجاگیر نامبلہ) میں سکونت اختیار کر لی۔ اور یہیں ان کے ہاں اولادیں ہوئیں۔ راجہ خان بہادر خان والئے پونچھ (خلف راجہ رستم خان) کے زمانہ میں پیر اکبر شاہ (منجھلے فرزند حاجی عبد الرشید) بیاڑاں سے منتقل ہو کر رقبہ کھڑی (داخلی موضع کلساں پونچھ) میں آباد ہو گئے۔ راجہ بقا محمد خاں آف سدھرون نے وہ رقبہ آپ ہی کو عطا کر دیا۔

میر حیات اللہ شاہ کے فرزند پیر عمر شاہ اپنے ایک نوجوان فرزند پیر محمد سیف اللہ شاہ کے ہمراہ بعہد راجہ عظمت اللہ خاں سدھرون میں آئے۔ راجہ عظمت اللہ خاں نے آپ کی بڑی عزت کی اور جبی کا رقبہ آپ کو عنایت کیا۔

وزیر روح اللہ کے زمانہ میں پیر اکبر شاہ بھی کھڑی سے جبی میں آ گئے۔ اس پر موضع جبی کا ایک حصہ پیر عمر شاہ اور ایک حصہ پیر اکبر شاہ خلف حاجی عبد الرشید کے حق میں واگذار ہو گیا۔

اس خاندان کے افراد جبی کے علاوہ پونچھ کے مندرجہ ذیل مقامات میں بھی آباد ہیں۔ پلاں چوہدریاں۔ بساہاں۔ کھڑی کلساں۔ ملک سوبلی۔ کلالی بالن
اس خاندان کا پیشہ گو زمینداری ہے لیکن اکثر اصحاب ذی علم ہیں۔ اور تعلیمیافتہ

ہونے کی وجہ سے سرکاری ملازمت میں بھی ہیں۔

زمانہ سلف میں اس خاندان کے اصحاب ذیل ذی علم صاحب اثر اور نامور گذرے ہیں۔

۱- سردار اسد اللہ شاہ فرزند پیر محمد شاہ۔

۲- پیر حاجی مقصود شاہ اور ان کے فرزند پیر حاجی حبیب اللہ شاہ۔ پیر حبیب اللہ شاہ نے تین مرتبہ حج کیا۔ ۱۴ ذی قعد ۱۳۲۵ھ کو وفات پائی۔ بساناں میں آپ کا مزار بوسہ گاہ خلائق ہے۔

۳- پیر شاہ محمد مالک تسولی۔ حاجی حبیب اللہ شاہ مرحوم کے منجھلے فرزند تھے۔

۴- سردار سید جلال شاہ۔ سب سے پہلے ان کی قوم نے انہی کو سرکردہ اور بڑی شاخ میں ہونے کی وجہ سے سرداری کا خطاب دیا۔

۵- سردار پیر محمد شاہ۔ خلف اول سردار سید جلال شاہ۔

۶- قاضی پیر مہتاب شاہ فرزند پیر سیف اللہ شاہ۔ ۷- پیر حبیب شاہ سکنہ ناہون۔ شاعر اور فارسی دان تھے۔ اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے پہاڑی زبان میں ان کو لکھو با کہتے تھے۔ یعنی بہت لکھنے والا۔

اس وقت بھی اس اہل علم اور اہل ورع خاندان میں کئی اصحاب قابل ذکر ہیں۔ چند نام ذیل میں درج ہیں۔ حاجی پیر سید ولایت شاہ۔ حاجی پیر حبیب اللہ شاہ بساہنوی کے فرزند اکبر ہیں۔

ان کے حالات صفحہ ... پر تفصیل سے درج ہیں۔

سید ولی شاہ امام و نکاح خوان موضع کلالی۔

پیر محمد سیف اللہ شاہ۔ پیر ولایت شاہ کے برادر خورد اور ملک سولی ہیں

آباد ہیں۔ پیر عزیز اللہ شاہ خلف پیر شاہ محمد سکنہ ملک سوہی۔ ان کے چار اور بھائی حسب ذیل ہیں جسام الدین شاہ جو بہاولپور میں محرر چونگی ہیں۔ علاء الدین شاہ۔ محمد شریف۔ حفیظ اللہ۔ حاجی احمد شاہ۔ نمبردار جبی۔ سردار سید عباد اللہ شاہ نمبردار خلف سردار اسد اللہ شاہ۔ مولوی پیر سید عبد اللہ شاہ۔ عمر پچاس سال کے قریب ہے۔ نظم کی ایک کتاب کنز العرفان کے مصنف ہیں۔ کئی کافیاں بھی تصنیف کی ہیں۔ ذی علم اور صاحب ورع ہیں۔ سید عزیز اللہ شاہ امام و نکاح خوان خلف ولی شاہ مواضعات پلاں چوہدریاں وغیرہ۔ محمد سعید انٹرنس پاس ہے۔ مولوی عبد اللہ شاہ کا فرزند ہے۔ سادات کھڑی میں طیب شاہ، حسن شاہ، ولایت شاہ ابن پیر حبیب شاہ بسا منوی شاخ سے ان کا تعلق ہے۔ عبد الرحیم شاہ مدرس۔ عبد اللہ شاہ مدرس۔ عطا اللہ شاہ مدرس۔ افضل شاہ مدرس۔ عبد الحفیظ شاہ مدرس۔ حافظ مولوی علاء الدین شاہ۔ ولایت شاہ خلف محمد شاہ۔ مولوی کریم شاہ ولد مدثر شاہ۔ منشی ایوب شاہ۔ سید محمد اسمٰعیل شاہ پوسٹ ماسٹر علاقہ بنوں (برادر خورد منشی ایوب شاہ)

اسی خاندان میں مولوی بہاء الدین شاہ مرحوم (اہلحدیث) کے چھوٹے بھائی مولوی علاء الدین شیعہ اور مولوی رفیع الدین شاہ اہل قرآن ہیں۔ اول الذکر تجارت پیشہ اور مؤخر الذکر پوسٹماسٹر ہیں۔

سید میر حیات اللہ شاہ بخاری کی اولاد اوڑی ہٹیاراں۔ جبیاں بابا جبی اور ہالن میں آباد ہے۔ ان کے بھائی حاجی عبد الشکور کے فرزند سید حاجی عبد الرشید کے تین بیٹے ہیں (۱) سید اکرم شاہ۔ ان کے ہر سہ فرزندوں کی اولاد جبیاں میں موجود ہے۔ (۲) سید اکبر شاہ۔ ان کی اولاد ہالن اور جبیاں میں ہے تیسرے فرزند حاجی سید محمود شاہ کی اولاد جو ان کے فرزند سید حاجی

مقصود شاہ کی ذریات سے ہے۔ لساہاں میں آباد ہے۔ اور نور شاہ و خیر شاہ کی اولاد جبیاں میں۔ سید حاجی عبدالرشید نے سات حج کیے تھے۔
اس خاندان کی ایک شاخ موضع پیکرہ خاص یاں بھی ہے۔ جس میں پیر یوسف اور ان کے فرزندان اکرم شاہ و عبدل شاہ قابل ذکر ہیں۔ علاقہ کوٹلی بڑالی کی شاخ میں مریدحسن شاہ کی کافی شہرت ہے۔

تھکیال قوم کی بگیال شاخ

تھکیالوں کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ راجہ رسمی خاں کے چار فرزندوں میں ایک کا نام بگ خاں تھا جس کے نام پر تھکیالوں کی شاخ اب تک بگیال مشہور چلی آتی ہے۔ اور سرکاری کاغذات میں بھی یہ قوم بگیال ہی کے نام سے درج ہے۔
راجہ بگ خاں مہنڈر کے علاقہ سانگل میں آباد تھا۔ اس کی اولاد سے سانگل میں سردار مہدو خاں ایک مشہور شخص گذرا ہے۔ علاوہ ازیں علی بہادر خاں نمبردار کالابن سخی ولایت خاں نمبردار نڑول۔ محمد اکبر خاں نمبردار محمد شیر خاں اور نواب خاں وغیرہ اصحاب موجود ہیں۔ سردار سخی ولایت خاں کا فرزند محمد شیر خاں ایف۔ اے تک پڑھا ہوا ہے۔ اور اس وقت مڈل سکول باغ میں ٹیچر ہے۔
سلواہ۔ یہاں فقیر قلی خاں، خان محمد خان، پہاڑ خاں اور علی محمد خان مشہور ہستیاں بگیالوں کے خاندان میں تھیں۔ سردار فقیر قلی خان کی اولاد سے منصور خان نمبردار سلواہ و منشی خاں نمبردار اور گلاب خاں ولد دلاور خاں موجود ہیں اور پہاڑ خاں کی اولاد سے عطا محمد خاں نمبردار۔ بہاری خاں سربراہ نمبردار اور علی محمد خاں کی اولاد سے کالا خاں ایک سرکردہ آدمی سلواہ میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ اس موضع میں نواب علی خاں و گلاب خاں۔ علی اکبر خاں ولد کالا خاں جو برطانوی فوج میں ملازم

سردار منگی خان تھکیال جنرل کنٹر کٹر جنگلات ضلع مظفرآباد کشمیر

ہیں قابل ذکر ہیں۔

سڑہوتی۔ نقیر قلی خان کا ایک بیٹا قندا خاں اس موضع میں نہایت نامور گذرا ہے سردار غلام محمد خاں (نمبردار) اسی کی اولاد سے ہے جو عدالت اعلیٰ میں اسیسر بھی ہے۔

گورسہائی۔ اللہ دتا خاں یہاں بگیال خاندان کا ممتاز ممبر ہے۔

ہرنی۔ عباس علی خاں ولد محمد خاں نمبردار اور چند اور اصحاب یہاں قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں مواضعات گلہوتہ (پونچھ) اور جوگال پار (تحصیل کوٹلی قلمرو جموں) میں چند گھر بگیال خاندان کے موجود ہیں جن میں سے کئی ایک علاقہ انگریزی میں ملازم ہیں۔

یہ سب لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ ان کے رشتہ ناطوں کا لین دین اپنی بگیال برادری اور اپنی ہم جد قوم تھکیال کے علاوہ اقوام سدھن۔ گکھڑ۔ سنہاس اور ڈلی سے بھی ہے۔ بگیال شاخ کے افراد زن و مرد کی تعداد تین چار سو کے درمیان بتائی جاتی ہے۔

قوم تھکیال تحصیل مظفرآباد کشمیر

تحصیل مظفرآباد کے مندرجہ ذیل مواضعات میں تھکیال قوم آباد ہے۔ چھکوٹلی گہل۔ کوٹی کوٹ۔ بلہان۔ درڑبنگ۔ خیرہان۔ بہاداں۔ خیرآباد۔ چھترکلاس۔ بھلی پوٹھہ۔ نکر فتحوت۔ میرا خورد۔ چیکار۔ چنال بنگ۔ نکر نورپور۔

ان مواضعات میں جس قدر تھکیال ہیں۔ وہ سب راجہ رستم خاں کے بیٹے سنگی خاں کی اولاد سے ہیں۔ سنگی خاں کی چوتھی پشت میں جبہ خاں اپنے بھائی مل خاں سے جس کی اولاد موضع تھوب تحصیل باغ میں موجود ہے علیحدہ ہو کر مظفرآباد کے اس علاقہ میں چلا آیا۔ جہاں اس وقت موضع بلہان آباد ہے۔ تمام متذکرہ صدر

دیہات میں سردار جستہ خاں ہی کی نسل آباد ہے۔ یہاں ان کی نمبرداریاں بھی ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل اصحاب نمبردار ہیں۔ کوٹی کوٹ میں عبداللہ خاں نمبردار۔ بلان میں ہدایت اللہ خاں نمبردار۔ جبریان میں محمد اکبر خاں نمبردار۔ خیرآباد میں فقیرالدین خاں نمبردار۔ چھتر کلاس میں پنو خاں نمبردار۔ گہل میں کالو خاں نمبردار ہے علاوہ ازیں تحصیل مظفرآباد کے تھکیال راجپوتوں میں چکوٹھی کے سردار منگی خان ٹھیکہ دار اور محمد عمر خاں۔ ڈوربنگ کے محمد اکبر خان چھتر کلاس کے مسٹر بالا خاں فارسٹر ڈپو افسر ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ اور پڈ ہوٹ گڑھی دوپٹہ کے منشی امام دین و عبدالعزیز بھی اپنی برادری میں قابل ذکر ہیں

تحصیل مظفرآباد کے سب تھکیال اپنی پونچھ کی برادری کی طرح زراعت پیشہ ہیں۔ ان کے رشتے ناطے اپنی برادری کے علاوہ چب اور جرال راجپوتوں کے ساتھ بھی ہیں۔ تحصیل مظفرآباد کے تھکیالوں میں مولوی محمد نور بڑے عالم گذرے ہیں۔ آپ جاگیرداران بہلی تحصیل مظفرآباد کی دعوت پر موضع تہوب تحصیل باغ سے بلہان میں تشریف لائے تھے۔ جاگیردار صاحبان نے آپ کو کچھ اراضی بھی بطور معافی دی تھی یہاں کے لوگوں کو آپ سے بہت فیض پہنچا۔ پچاسی سال کی عمر میں آپ ۱۳۴۲ھ میں انتقال کر گئے۔ آپ کا مزار بلہان ہی میں ہے۔

۱۹۸۴ء کے بندوبست میں راجگان کھکھہ اور ان کی برادری نے یہ عذر پیدا کیا کہ موضع بلہان کے تھکیالوں کو اپنے نام کے ساتھ خان کا لفظ لکھنے کی اجازت نہ دی جائے یہ لفظ صرف راجگان کھکھہ کے لئے وقف ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر اس لفظ کو کوئی اور قوم استعمال کرے گی۔ تو ہمارے رعب و اقتدار میں فرق آنے کا اندیشہ ہے۔ یہ مقدمہ کافی عرصہ تک عدالت میں دائر رہا۔ جب جاگیرداران کھکھہ کے حق میں کوئی قابل اطمینان فیصلہ نہ ہوا۔ تو انہوں نے صاحب منیر بال

مسٹر بالا خاں نھکیال فارسٹر جنگلات کشمیر ولد سردار بیر محمد خاں
نمبردار چھتر کلاس مظفر آباد کشمیر

کے ہاں اپیل کیا۔ چنانچہ وہاں سے آخری حکم ہوا کہ قوم ٹھکیال راجپوت اعلیٰ جنگی قوم ہے۔ ان کے نام کے ساتھ لفظ خان لکھنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ نہ ایلانشان کی جاگیر میں کسی کو اس امر سے کچھ ضعف پونچ سکتا ہے۔ اس لئے ٹھکیال قوم جس طرح اپنا نام لکھوائے لکھا جائے۔ اور بموجب اس کے کاغذات بندوبست میں اندراج کیا جائے۔

سردار شیخ محمد اکرم خاں ٹھیکہ دار سکنہ جبرالاں

شیخ مسعود نزدری کی نانویں پشت سے ایک بزرگ بابا عبدالصبور اپنے وطن علاقہ سوپور کمراز سے پونچھ خاص کے مقام "اعلیٰ پیر" میں آئے۔ ان کی عظمت و ریاضت کا چرچا بہت جلد پونچھ کی اطراف میں پھیل گیا۔ جنڈک کے ولی سردار اور علاقہ کہوٹہ کے موضع سوُلی خاص کا متمول شیخ خاندان ان کے بڑے معتقد تھے۔ چنانچہ اس خاندان کے دو بھائی شیخ عبدالرزاق و عبدالقیوم ان کو اپنے ہمراہ لے آئے۔ یہاں کچھ عرصہ کے بعد بابا عزیز اللہ شاہ اس کی تمام جائداد کے وارث ہو گئے۔ لیکن یہ امر شیخ خاندان کے دوسرے ممبروں کو ناگوار گذرا۔ اس لئے آپ سولی خاص سے جبرالاں میں آ گئے۔ ان کا ایک ہی فرزند تھا عبدالحکیم نام۔ وہ اپنے نانا کی وراثت کے لحاظ سے شیخ عبدالحکیم کے نام سے مشہور رہا۔ چنانچہ اس شاخ میں شیخ کا لفظ اب تک موجود ہے۔ ان کے چھ پوتے تھے۔ جن میں دو لاولد رہے۔ ایک کے ہاں اولاد نرینہ نہ ہوئی تین حسب ذیل صاحب اولاد تھے۔ شیخ محمد فقیر اللہ۔ شیخ محمد جمیل۔ شیخ محمد اسلم۔ ان میں شیخ محمد اسلم بڑے بااقبال گذرے ہیں۔ راجہ صاحب سدھنوں نے اپنے تمام علاقہ کا کاروبار اور سیاہ و سفید انہی کے سپرد کر رکھا تھا۔ دیوان کرم چند کاردار پونچھ نے چوہدری حبیب خاں

مندہار (منڈی) کی شورش رفع کرنیکے لئے شیخ محمد اسلم ہی کو نامزد کیا۔ اور اسی مہم میں آپ معہ اپنے چند ہمراہیوں کے شہید ہو گئے۔ ان کے بھائی شیخ محمد فقیر اللہ بھی اسی مہم میں شامل تھے۔ وہ زخمی ہو کر بچ نکلے۔ راجہ سر انداز خاں آف سدھنوتی نے ان کو اپنا کاروار اور اپنی پرائیویٹ اراضیات کا افسر اعلیٰ اور دیوان کرم چند نے اپنا پیشکار مقرر کیا۔ آپ نے ایک مرتبہ شیر کا مقابلہ کیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ غیر معمولی شجاعت پر راجہ سر انداز خاں نے گوراج داخلی موضع ریچی کا تمام رقبہ معہ خلعت فاخرہ آپ کو جاگیر میں عطا کیا۔ آپ پنجاب کی سیاحت سے واپس آ رہے تھے۔ کہ میرپور جو ملکھ میں ۱۹۴۸ء کے ایام میں انتقال کر گئے۔ آپ کی قبر جو ملکھ ہی میں ہے۔ آپ کے حسب ذیل چھ فرزند تھے (۱) شیخ[1] فضلدین جو نہایت درویش صفت اور صاحب ریاضت و عبادت تھے (۲) شیخ محمد شاہ ولی خاں جن کے حالات آئندہ سطور میں درج ہونگے (۳) شیخ محمد سکندر جن کے تین فرزندوں میں شیخ قلندر موجود ہیں۔ اور شیخ سمندر (وفات ۱۹۸۶ء) کے دو خورد سال لڑکے ضیاء الدین و نجم الدین موجود ہیں (۴) شیخ غلام مصطفےٰ ان کے تین فرزند ہیں۔ شیخ غلام حیدر۔ شیخ محمد زمان۔ محمد یعقوب تینوں موجود ہیں۔ (۵) شیخ محمد مستان ان کے تین فرزند ہیں۔ عبد اللہ۔ نواب اور محمد دین۔ ان کی سکونت کشمیر نیلہ سر میں ہے۔ شیخ محمد فقیر اللہ کے چھٹے فرزند کا نام شیخ علی شیر ہے۔ اور ان کا

---

[1] آپ کے دو فرزندوں میں شیخ امیر دین بعمر پچاس سال موجود ہیں۔ اور شیخ محمد حسین وفات پا چکے ہیں۔ اول الذکر کے تین فرزند ہیں۔ شیخ شاہ محمد۔ شیخ ولی محمد۔ شیخ محمد یونس۔ مؤخر الذکر کا ایک ہی فرزند بنام خادم حسین ہے یہ سب جبران ہی میں رہتے ہیں۔ اور زمینداری کے علاوہ ٹھیکہ داری کا کام بھی کرتے ہیں۔

سردار محمد اکرم خاں رئیس وٹھیکیدار جنرل کنٹریکٹر آف پونچھ کشمیر

ایک فرزند امام زین موجود ہے۔

ان سب بھائیوں میں شیخ محمد شاہ ولی خاں کے نام جاگیر بحال رہی۔ حکومت اور عوام میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ بابو دیوی سنگھ مدار المہام پونچھ نے ۲ ماگھ ۱۹۷۱ب کو آپ کے خاندان اور آپ کی ذات خاص کے متعلق جو حکم تحصیلدار حویلی کے نام لکھا تھا۔ اس کے الفاظ ذیل سے آپ کا خاندانی اعزاز اور ذاتی وقار نمایاں ہو رہا ہے "چونکہ میاں شاہ ولی خاں شیخ کے شرکی خاندان عرصہ دراز سے بموجب سندات سابقہ اکثر مواضعات علاقہ کہوٹہ پر بطور جاگیر چلے آئے ہیں۔ اور ان کو کچھ رسوم سرکار سے بھی مقرر رہی ہے۔ چنانچہ سندات مذکورہ ہم نے ملاحظہ کی ہیں جن سے پایا جاتا ہے۔ کہ یہ خاندان معزز نمکخوار سرکار والا کا ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ اور واقعی میاں شاہ ولی خاں بھی خیر خواہ سرکار والا میں ہمیشہ ساعی رہا ہے۔ ہم اس کی خدمت سے خوش ہیں۔ اور بروقت انتظام کے ہم اس کو چند مواضعات علاقہ کہوٹہ پر بطور ذیلدار بلحاظ حقوق سابقہ خادمانہ سرکار مقرر کریں گے"

آپ درباری کرسی نشین تھے۔ ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۸ء تک پریذیڈنٹ سرکل کمیٹی کہوٹہ اور کچھ عرصہ تک عدالت عالیہ کے اسیسر بھی رہے۔ راجہ سکھدیو سنگھ بھی ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ آپ کے انتقال (۲۵ پوہ ۱۹۷۵ب) پر کئی شعرا نے مرثیے لکھے

ا؎ ہزار و نہصد و ہفتاد و نو باز — کہ روحش از جسد بنمود پرواز
زماہ پوہ بود بست و پنجم — دوشنبہ شب عروب مہ زانجم
(از مرثیہ مرتبہ مولوی سعد اللہ ساکنہ چندو سہ ضلع بارہ مولا کشمیر)

پانچ فرزند آپ کی یادگار ہیں۔ شیخ محمد اکرم خاں۔ شیخ لعل دین۔ شیخ جلال دین۔ شیخ شمس دین۔ شیخ محمد دین۔ مولوی سعد اللہ ساکنہ چندوسہ (بارہ مولا) نے ان پانچوں بھائیوں کے نام ذیل کے اشعار میں نہایت خوبی سے قلمبند کئے ہیں ؎

خصوصاً از ہمہ فرزند اکبر — بہ تفصیل از کرم گشت است مظہر

ہمہ لعل اند ہم صاحب جلال اند — کہ شمس الدین محمد با جمال اند

ان میں شیخ محمد اکرم خاں ابتدائے عمر میں محکمہ بندوبست کے شجرہ کش رہے۔ لیکن جس کے متعلق یہ مشہور ہو "شکیل است وجمیل است وعقیل است۔ بر اقبال بلندی ایں دلیل است" وہ شجرہ کشی کی رسہ کشی ہمیشہ کیلئے کب تک کر سکتا ہے۔ چنانچہ آپ نے ملازمت سے کنارہ کشی کرکے ٹھیکہ داری کا کام شروع کردیا۔ اور اب پونچھ کے علاوہ پنجاب کشمیر کشن گنگا اور مظفرآباد میں آپ جنگل کے معزز ٹھیکہ داروں میں ہیں۔ پونچھ اور کشمیر میں آپ کا بڑا اقتدار ہے دونوں ملکوں میں امیر کبیر مانے جاتے ہیں۔ جاگیر ریتی کے علاوہ دو دیہات کی نمبرداری بھی آپ کے نام ہے۔ پونچھ کے علاوہ کشمیر اور گڑھی حبیب اللہ خاں میں آپ کی کافی اراضیات ہیں۔ سرینگر، بارہ مولا اور پونچھ میں آپ کی عالیشان کوٹھیاں موجود ہیں۔ اس تمول کے باوجود نہایت متواضع خوش معاملہ خوش طبع منصف مزاج اور غریب پرور اور اہل علم کے قدردان ہیں۔ عمر آپکی ۴۵ سال کے قریب ہے۔

ان کے دوسرے بھائی شیخ محمد لعل دین ابتدا میں محکمہ جنگلات میں رینج افسر تھے لیکن ملازمت چھوڑ کر اپنے برادر بزرگ کے شریک کار ہو گئے۔ متقی اور پرہیزگار ہیں۔ شیخ محمد جلال الدین چراں ل میں سربراہ نمبردار ہیں۔ اور شیخ شمس دین و شیخ محمد الدین بھی اپنی خاندانی خوبیوں کے مالک ہیں۔

شیخ مسعود نوری جو نہ صرف نوری پیرزادگان پونچھ کے مورث اعلیٰ ہیں۔ بلکہ جن کی اولاد کشمیر و پونچھ کے علاوہ پنجاب تک پھیلی ہوئی ہے کی اصلیت کے متعلق بہت کچھ اختلافات ہیں مولانا انور شاہ مرحوم شیخ الحدیث کے ان الفاظ کے سوا کہ ہمارے بزرگ بغداد سے ملتان آئے ملتان سے لاہور اور لاہور سے کشمیر گئے۔ ان کے خاندان کے متعلق اور کسی کو کچھ معلوم نہ تھا

[1] آپ کے مورث اعلیٰ بھی شیخ مسعود نوری ہی تھے۔

لیکن شیخ محمد اکرم خاں کے پاس ان کے بزرگوں کی جو سندات ہیں۔ اور جو راجہ رستم خاں اور دیگر شاہان وقت کی عطا کردہ ہیں۔ ان میں اس خاندان کو قریشی تسلیم کیا گیا ہے۔ علاوہ بریں موجودہ حکومت پونچھ نے بھی تحقیقات و شواہد کے بعد ان کو کاغذات مال میں قریشی تسلیم کیا ہوا ہے۔ اور اسی شرافت نسبی کے اعزاز میں حکومت نے ان کو جاگیر نمبرداری اور ذیلداری عطا کر رکھی ہے اور جس پر عرصہ دراز سے عمل درآمد چلا آ رہا ہے

اس خاندان کے مورث اعلیٰ شاہ مسعود۔ شیخ مسعود اور بابا مسعود کے ناموں سے تاریخوں میں مشہور ہیں۔ اور یہ تینوں القاب شاہ۔ شیخ۔ بابا ان کی دینی عزت و عظمت کے مظہر ہیں۔ اور یہ ایسے الفاظ ہیں جو کسی خاص قوم کے لئے مختص نہیں۔ بلکہ قریشی اور سادات اور دیگر اقوام بھی اپنی دینی عظمت اور اپنے مذہبی احترام کی وجہ سے شاہ اور شیخ اور بابا کہلا سکتی ہیں۔ اس خاندان کی کڑیاں کشمیر میں خاص مہری نگر کے علاوہ بیرنیاں متصل بارہ مولا۔ اوڑی اور نواکدل اور ترک پورہ اور خاص پونچھ وغیرہ میں پائی جاتی ہیں۔

بابا عبد الصبور ترگ پورہ والی شاخ میں تھے۔ وہ اپنے بھائیوں سے ان بن ہو جانے کی وجہ سے پونچھ چلے آئے۔ اس وقت پونچھ میں راجہ رستم خاں کی حکومت تھی۔ اور بابا عبد القادر ترگپوری کی پانچویں پشت میں تھے۔

اس خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت مسعود چونکہ حضرت میر سید احمد کرمانی سے بیعت تھے۔ بلکہ ان کے خلیفہ اعظم تھے۔ اسلئے ان کی اولاد پیرزادگان کرمانیہ کہلاتی ہے اور یہ بھی مشہور رہا ہے کہ شیخ مسعود کے عقد میں ایک حسبی و نسبی سیدزادی بھی تھی جس کے بطن سے ان کے دو صاحبزادے یحییٰ اور ابراہیم پیدا ہوئے جن کی اولاد علاقہ مراج کشمیر میں بتائی جاتی ہے۔ اس خاندان کی ایک شاخ کے متعلق جس میں کئی اصحاب عالم دین۔ مولوی فاضل منشی فاضل اور صاحب علم و ہیں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ طبقہ سادات سے ہے۔ اور اسکے پاس ایک طویل شجرہ کے علاوہ کچھ تاریخی واقعات بھی ہیں۔ افسوس ہے۔ اس شاخ کے سرکردہ اصحاب سے ملاقات نہ ہو سکی ورنہ خط و کتابت کے ذریعہ حالات وغیرہ ارسال نہ کر سکے ضرورت ہے کہ شیخ مسعود غزنوی جیسے عظیم المرتبت بزرگ کی ایک لائف لکھی جائے جس میں ان کے حسب نسب پر ایک سیر حاصل تاریخی تبصرہ بھی ہو اور ان کے علمی و عملی اور دینی دا کارناموں کا ذکر بھی ہو۔

حاجی پیر سیّد ولایت شاہ بخاری

آپ کے اسلاف اور آپ کی برادری کے حالات اسی کتاب کے صفحہ ۶۸۹ پر درج کئے جا چکے ہیں۔ آپ کے والد حاجی سیّد حبیب اللہ شاہ بہت بڑے صاحب طریقت بزرگ تھے۔ ان کے ارادت مندوں کی تعداد ہزارہا تک تھی۔ حاجی پیر سیّد ولایت شاہ بخاری آپ کے فرزند کلاں ہیں[1]

راقم الحروف سنہ ۱۹۲۹ء میں اوڑی کشمیر میں قیام پذیر تھا کہ بازار میں ایک بہت بڑا جمگھٹا دیکھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت پیر حاجی سیّد ولایت شاہ صاحب تشریف فرما ہیں۔ اور ان کے اردگرد ان کے ارادتمندوں کا جم غفیر ہے۔ اس بھیڑ بھاڑ میں حاضری کا موقع تو نہ مل سکا لیکن زیارت سے شرف اندوز ہو گیا۔ حضرت خواجہ نیاز محمد رح چورہ شریف سے آپ کو بیعت و خلافت حاصل ہے۔ طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ہے۔ بارکشمیر والے حضرت خواجہ عبید اللہ رح معروف بوجی صاحب آپ کو دستار فضیلت مرحمت فرما کر چاروں طریقوں کی اجازت فرما چکے ہیں۔ علاوہ ازیں سنا ہے۔ پیر حسام الدین بن عبد الرحمان سجادہ نشین بغداد شریف کی طرف سے بھی آپ کو تمغۂ خلافت مل چکا ہے۔

آپ چار مرتبہ زیارت حرمین سے مشرف ہو چکے ہیں اور کربلائے معلی، نجف اشرف اور بغداد وغیرہ مقامات مقدسہ کی زیارت بھی کر چکے ہیں۔ اور وظائف میں آپ کے شیخ دلائل مولانا عبد الغنی مہاجر مکی ہیں۔ آپ کے ارادت مندوں میں عوام کے علاوہ اکثر امراء و رؤسا اور جاگیردار بھی شامل ہیں۔ آپ زہد و تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہونے کے علاوہ مجسمۂ اخلاق

[1] آپ کی عمر ۴۰ سال کے قریب ہے۔

ہیں۔آپ کا لنگر جاری ہے۔روزانہ بیسیوں آدمی آپ کے دستر خوان پر موجود رہتے ہیں۔ہر سال ۱۲ ذی قعدہ کو آپ اپنے والد ماجد سید حاجی حبیب اللہ شاہ کا عرس کرتے ہیں۔علاوہ ازیں ایام محرم اور مولود النبی صلعم پر خصوصیت سے اہتمام فرماتے ہیں۔آپ کے چار فرزند ہیں۔سید محمد امین۔سید غلام احمد۔سید محمد سعید اور سید عبد الرشید اور چاروں زیر تعلیم ہیں۔آپ کے بھائی سید سیف اللہ شاہ اور برادر زادہ سید عزیز اللہ شاہ بھی صاحب طریقت ہیں۔

سادات مشہدی زینبال

سادات مشہدی پھاگلہ کے سلسلہ میں زینبال۔فیروزال اور حسینیال مشہدی سادات کا ذکر ہو چکا ہے۔زینبال مشہدی سادات جن کے مورث اعلیٰ کا نام زین العابدین شاہ ہے۔کے جو بزرگ سب سے پہلے ضلع ہزارہ کے موضع گنہیلہ سے بلوگھو آئے۔ان کے نام سید نادر شاہ۔سید نور حسن شاہ پسران میاں بہادر شاہ تھے۔اس وقت راجہ موتی سنگھ کا زمانہ تھا۔نادر شاہ نے تو علاقہ سوہران کے موضع ککرکٹل میں رہائش اختیار کی۔جہاں ان کے تین فرزند سید پیر علی شاہ۔سید سید علی شاہ و سید غازی شاہ ابتک موجود ہیں۔اور صاحب اولاد اور صاحب جائداد ہیں۔مذہباً حنفی نقشبندی ہیں تینوں بھائی تقریباً آٹھ سو کنال اراضی کے مالک ہیں سید نادر شاہ کے بھائی سید نور حسن شاہ نے موضع پروٹ میں سکونت اختیار کی ان کے حسب ذیل چار فرزند ہیں۔سید عمران شاہ۔امیر علی شاہ۔فرقان شاہ۔نگاہ شاہ۔ یہ بھائی بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح عوام میں عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔اور عقائد میں حنفی نقشبندی مجددی ہیں۔زراعت کے علاوہ ان کے ہاں پیری کا سلسلہ پیری و مریدی بھی ہے۔اور اپنی تحصیل مہنڈر اور جموں کی تحصیل راجوری میں ان کے کافی مرید ہیں

منہاس موضع چوکیاں تحصیل سدھنوتی

زمانہ قدیم میں شیخ چنڈ ورمنہاس نومسلم علاقہ جموں سے معہ عیال میرپور آیا۔ جہاں اس کی اولاد کئی پشتوں تک رہی۔ پھر اس کی اولاد سے صاحب دین نام ایک شخص میرپور سے سیدروٹ آیا۔ اور وہاں سے سہرساوہ تحصیل کوٹلی میں منتقل ہوگیا۔ اس کی چوتھی پانچویں پشت میں میاں جامی ایک مشہور شخص گزرا ہے۔ مواضعات تالا باڑی اور کیمر کے منہاس اسی کے ایک فرزند کی اولاد سے ہیں۔ میاں جامی کے دوسرے بیٹے کی اولاد سے قاضی رحمت اللہ تحصیل سدھنوتی علاقہ پونچھ کے موضع پھگواتی میں چلا آیا۔ اس کی چوتھی پشت سے قاضی عمر بخش بساڑی میں سکونت پذیر ہوگیا۔ اور اس کے فرزند قاضی علی محمد نے چوکیاں میں بود و باش اختیار کرلی۔

اس تحصیل میں اس خاندان سے مندرجہ ذیل مواضعات میں کئی گھر آباد ہیں۔ کیمر۔ پکھر۔ ناڑہ۔ بساڑی۔ قلعان۔ کلتر موٹا رین۔ نہریاں۔ ہجال کوٹ۔ پنتھل۔ تالا واڑی۔ گراں۔ بارل۔ شیخ صاحب دین کی اولاد سے چند گھر سہرساوہ تحصیل کوٹلی میں بھی موجود ہیں۔

قاضی علی محمد کی چوتھی پشت میں قاضی قاسم علی اپنی برادری میں اچھی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے تین فرزند حسب ذیل ہیں۔ قاضی فیض علی۔ خان بہادر۔ محمد حسین۔ قاضی فیض علی ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۱ء تک برطانوی فوج میں ملازم رہے۔ اور لیس نائیک ہوکر ریٹائر ہو کر چلے آئے۔ خان بہادر اب تک فوج میں ملازم ہے۔

محمد حسین بھی فوج میں ملازم رہا ہے۔ اور زمیندارہ کاروبار میں مصروف ہے۔

قاضی علی محمد کی ذریات سے حسب ذیل اصحاب کے نام تاریخ میں اندراج کے لئے لکھوائے گئے ہیں۔ قاضی نواب۔ راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں جب بلندری کا تھانہ منگ میں تھا۔ تو یہ وہاں تھانیدار تھا۔ اس کے پختہ مکانات لسباڑی میں اب بھی موجود ہیں۔ اس کا فرزند قاضی خان بہادر موجود ہے۔ اور زراعت کاری کرتا ہے۔ "قاضی" نواب کے بھائی کا نام "قاضی" مختار علی تھا۔ وہ محکمہ کسٹم میں محالدار تھا۔ اب اس کا فرزند فتح جہاد محالدار پنشنر ہے۔ قاضی صفدر علی بھی قابل ذکر ہے۔

قاضی نصر دین۔ راجہ موتی سنگھ کے عہد میں قلیل عرصہ تک نمبردار رہا۔ اس کے پوتے "قاضی" فیروز دین مرحوم کے دو بیٹے ہیں۔ ایک "قاضی" فضل حسین جو فوجی کلرک ہے۔ اور دوسرا محمد اکبر جو زیر تعلیم ہے۔ موضع پکھوناڑ میں قاضی فیروز ولد قاضی احمد موضع تالاواڑی میں قاضی نور حسین ولد قاضی محمد ختی اور موضع گراں میں قاضی فیروز دین اور موضع کلہ میں قاضی چراغ دین قابل ذکر ہیں۔

ہجال کوٹ میں "مولوی" مبارک علی و قاضی شادم علی پسران "قاضی" مہند ہیں۔ اول الذکر امام دیہہ ہے۔ لیکن رجسٹر نکاح خوانی سرکاری طور پر دونوں بھائیوں کے پاس ہے۔ اپنی برادری کے سرکردہ ممبر ہیں۔ اور زراعت بھی کرتے ہیں۔ "قاضی لال دین ولد حشمت ریاست کشمیر میں ملازم ہے۔ قاضی شادم علی متوفی کے دو بیٹے قاضی عبدالمجید و غلام رسول موجود ہیں۔ چھپیلی میں محمد منشی کا بیٹا محمد زمان ملازم کسٹم۔ قلعاں میں قاضی فقیر محمد

ولد عطا محمد اور قاضی فقیر محمد کا برادرزادہ قاضی عبدالمجید اپنی برادری میں ذی عزت ہیں۔ اور زراعت کے علاوہ نکاح خوانی کا کام بھی کرتے ہیں۔

موٹا رین میں میر زمان ولد کالو۔ **چوکیاں** میں برہان علی ولد شیر عالم پنشنر فوج اور اس کے برادران فیروز دین و خادم حسین جو تاحال فوج میں ملازم ہیں۔

لساڑی میں قاضی برخوردار ولد قاضی اختیار علی۔ غلام محی الدین ولد قاضی برخوردار جو ریزرو فوج میں ہے۔

ان دیہات میں کم و بیش ایک سو نفوس زن و مرد بسمیت اس برادری کے آباد ہیں۔ چونکہ زمینداری کے علاوہ امامت وغیرہ کے فرائض بھی انہی کے سپرد ہیں۔ اس لئے قریباً سب لوگ دینیات کی تعلیم سے واقفیت رکھتے ہیں۔ پونچھ میں جو خاندان صحیح معنوں میں قاضی اور مولوی ہیں۔ ان کی تعداد تو بمشکل انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ لیکن رواجاً عام طور پر دیہات پونچھ میں ہر لکھے پڑھے کو جو امامت وغیرہ کا کام کرتا ہے۔ "قاضی" اور "مولوی" کہہ دیتے ہیں۔

اس خاندان کے رشتے ناطے اپنی برادری کے علاوہ سدھن اور افغان خاندانوں سے ہوتے ہیں۔

یہ تمام برادری پونچھ کے کاغذات مال میں منہاس درج ہے۔ چنانچہ قاضی مبارک علی ساکن سہر نے جو عمر بخش کی پانچویں پشت میں ہیں جو شجرہ بندوبستی ارسال کیا ہے۔ اس میں ان کی گوت منہاس ہی درج ہے علاوہ ازیں سردار فتح خاں جاگیردار جھنڈا بگاہ سہر دارا کا خاں نمبردار سہر اور منشی خان محمد خاں اول مدرس مدرسہ چوکیاں نے بھی اس برادری کے منہاس ہونے کی تصدیق کی ہے۔

چوہدری راٹھور راجپوت

راٹھور قوم اپنا سلسلہ نسب راجہ رام چندر جی کے دوسرے بیٹے کُش سے ملاتی ہے۔
اور اپنے آپ کو سورج بنسی خاندان سے ظاہر کرتی ہے۔ اس قوم کا پرچم اقبال سب سے پہلے
قنوج کی سرزمین پر لہرایا۔ اور یہیں اس کی تیرہ بڑی بڑی شاخیں ہو گئیں۔ قنوج میں راٹھوروں
کے آخری راجہ کا نام جے چندر یا جے چند تھا۔ جس کو ۱۲۵۰ء ب مطابق ۱۱۹۰ء اور بقول بعض
۱۱۹۳ء میں شہاب الدین غوری اور اس کے نائب قطب الدین ایبک نے تباہ کر دیا۔
جے چند کا ایک پڑپوتا سیاجی یا شیلوجی کے نام سے تھا۔ وہ قنوج سے نکل کر مارواڑ پہنچا۔
جہاں اس کی اولاد نے رفتہ رفتہ ترقی اور اقتدار حاصل کر کے راجپوتانہ میں جودھپور، بیکانیر
اور کشن گڑھ اور مالوہ میں رتلام اور سیتامئو اور گجرات میں ایدر کی ریاستیں قائم کر لیں۔ راٹھور
قوم کو راجپوتانہ میں رہتے ہوئے تقریباً پونے آٹھ سو اور راج کرتے ہوئے چھ سو برس سے کچھ
زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔

راجپوتانہ میں اس قوم کی تعداد کئی لاکھ نفوس تک ہے۔ اور ان کی شاخیں جو قنوج
میں صرف تیرہ تھیں اب ہزارہا خاندانوں میں مختلف ناموں سے تقسیم ہو چکی ہیں۔ سارے
راجپوتانہ میں تعداد میں صرف کچھواہہ قوم ہی ان سے زیادہ ہے۔ جس کی راجدھانی اس وقت
جے پور ہے۔ لیکن راٹھور بہادری و شجاعت میں کچھواہوں سے افضل سمجھے گئے ہیں جس کے

ثبوت میں یہ پرانا قول کہ "ایک راٹھور دس کچھواہوں کے برابر ہے" اب تک زبان زد عوام ہے۔ اور ٹاڈ راجستان کی تحریر کے مطابق راٹھور قوم کا درجہ ۲۶ اقوام شاہی سے افضل ہے۔ راٹھور کی اصل بعض مورخین کے نزدیک ستھیا یا ستخین قوم سے ہے۔ جو دریائے جیحوں کے کنارے وسط ایشیا میں حکمران تھی۔ اور جب وہ ہندوستان آئی۔ تو رفتہ رفتہ دریائے اٹک سے دریائے گنگا تک پھیل گئی کچھ عرصہ تک اس قوم کا نام ستھیا یا ستخین یا سیتھک ہی رہا۔ لیکن جب ہندوستان میں نسل اور جغرافیائی لحاظ سے اس کے خاندان زیادہ ہو گئے اور ان کے لباس اور زبان اور طور طریق میں تبدیلی ہو گئی۔ تو یہ قوم کئی ناموں سے موسوم ہونے لگی۔ چنانچہ راٹھور نام بھی انہی میں سے ایک ہے۔ کرنل ٹاڈ راٹھور لفظ کی اصل راشٹرا بتاتا ہے۔ راشٹرا وہ فرقہ ہے۔ جس کے راجہ جیپال نے جیپال والے قنوج کو ۱۰۱۸ء میں قتل کر کے قنوج فتح کیا تھا۔

ہم نے ابتدا میں سیاجی یا شیوجی کا ذکر کیا ہے۔ جو راجہ جے چند والے قنوج کا پڑپوتا تھا۔ اور جس نے اپنے خاندان کی تباہی و بربادی کے بعد مارواڑ آ کر از سر نو اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ اس کی تیرھویں پشت میں راؤ جودھا بانی جودھپور (۱۴۵۹ء) اور سترھویں پشت میں راؤ مالدیو تھا۔ جو اکبر کے عہد میں راٹھوروں کا ایک زبردست رئیس تھا۔ جودھا بائی اسی کی بیٹی اور موٹا راجہ اودے سنگھ کی بہن اور جہانگیر کی ماں تھی۔ راجہ اودے سنگھ ۱۰۰۳ھ مطابق ۱۵۹۵ء میں سترہ بیٹے اور سترہ بیٹیاں چھوڑ کر انتقال کر گیا۔ ان میں تیسرا بیٹا راجہ سورج سنگھ باپ کا جانشین بنا۔ ساتواں دلیپ سنگھ بادشاہی خدمت میں رہا۔ رتن سنگھ اسی کا پوتا تھا۔ جس نے مالوہ میں بادشاہ سے جاگیر لیکر اپنے نام پر رتلام آباد کیا۔ موجودہ والئے ریاست رتلام اسی کی اولاد سے ہے۔ نانویں فرزند کشن سنگھ نے شاہجہان سے جاگیر لیکر کشن گڑھ ریاست آباد کی جہاں اس کی اولاد اب تک حکومت کر رہی ہے۔ دسویں بیٹے کی بابت بقول کرنل ٹاڈ مصنف ٹاڈ راجستان جسونت سنگھ تھا۔ مان سنگھ اسی کے فرزند

کا نام تھا۔ جس کے نام پر مان جودھا خاندان ہے۔ اور مان پورہ جس کی جاگیر میں تھا۔ مان سنگھ کے ایک فرزند کا نام مرجی سنگھ تھا۔ اس نے جب ایک مسلمان درویش کی ہدایت سے اسلام قبول کر لیا۔ تو وہ اہل خانہ اور چند ملازموں کے ہمراہ راجپوتانہ سے ہجرت کر کے پہلے لاہور آیا۔ وہاں سے کشمیر گیا۔ کشمیر سے پونچھ روانہ ہو کر کہوٹہ میں آباد ہو گیا۔ اس کا اسلامی نام سراج الدین تھا۔ جس طرح اس کے مورث نے سیاجی یا شیوجی نے قنوج کی تباہی کے بعد راجپوتانہ میں اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ اسی طرح سراج الدین خاں نے مغل عہد حکومت میں پونچھ پر عادمت حاصل کر لی جس کا ذکر اپنے موقع پر آئیگا۔ سراج الدین خاں کی اولاد پونچھ میں آباد ہے۔ اور چونکہ مان سنگھ کی ذریات سے ہے۔ اسلئے جینا راٹھور کہلاتی ہے۔ راجپوتانہ میں یہ خاندان مان جودھا کہلاتا ہے۔ یہ خاندان مغلیہ دور سے لیکر افاغنہ کے آخری زمانہ تقریباً دو سو سال تک پونچھ میں حکومت کرتا رہا ہے۔ پونچھ کا مسلمان فرمانروا راجہ رستم خاں جس کے نام پر پونچھ کا نام بڑے عرصہ تک رستم نگر رہا ہے۔ اسی خاندان سے تھا۔ پونچھ میں اس خاندان کی آبادی کئی ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ مندرجہ پانچ فصلوں میں اس خاندان کا کسی قدر وضاحت سے ذکر کیا جائیگا۔

فصل اول۔ راٹھور خاندان اور چوہدری کا لقب بعض تاریخی غلط فہمیوں کا ازالہ۔
فصل دوم۔ راٹھور خاندان کے فرمانروایان پونچھ۔
فصل سوم۔ راٹھور خاندان کے راجگان سدھرون و کہوٹہ۔
فصل چہارم۔ شاخ سدھرون کے مشاہیر اور جاگیردار سابق و حال۔
فصل پنجم۔ اس خاندان کی دیگر شاخیں۔

فصل اول

چوہدری کا لقب اور خاندان راٹھور راجپوت | چوہدری جیسا کہ اس لفظ ہی سے ظاہر ہے کہ خاص

قوم کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک اعزازی لقب ہے۔ جو بلا امتیاز مذہب و ملت کسی معزز یا سرکردہ فرد اور رئیس[1] کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس خاندان میں چوہدری کے لقب کی کئی روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ہم ان سب کو نظر انداز کر کے صرف ایک روایت کا ذکر کرتے ہیں جو سب سے زیادہ قابل قبول ہے۔

پونچھ کے علاقہ کہوٹہ میں ایک سرکردہ رئیس مقدم حبیب چوہان گجر کے نام سے تھا اُس نے اپنے غریب الوطن مگر معزز مہمان سراج الدین خاں کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اور کچھ عرصہ کے بعد سراج الدین خاں کی ذاتی وجاہت و شرافت اور خاندانی حالات سے آگاہ ہو کر اس نے اپنے ہی گھر میں چودھرایت قائم رکھنے کے لئے اپنی اکلوتی حسین بیٹی اُس کے عقد میں دینا چاہی۔ چونکہ سراج الدین خان کا پہلا "ڈیرہ" بھی موجود تھا۔ اسلئے اس نے کچھ تامل کیا۔ مگر بعد میں حبیب چوہان کے وکیلوں کے اصرار سے اور اس خیال سے کہ یہ سرداری جو کسی تکلیف کے بغیر مل رہی ہے۔ شاید آئندہ نیک شگون ثابت ہو۔ اس نے اُس کی لڑکی سے شادی کر لی۔ اور مقدم کے مرجانے کے بعد اُس کی جائداد کا مالک اور اس کے زیر اثر حلقہ کا جانشین کہلایا۔ اور چوہدری کے لقب سے ملقب ہو گیا۔

بعض تاریخی غلط فہمیوں کا ازالہ

کشمیر کے مشہور مصنف خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے اپنی تاریخ "واقعات کشمیر" المشہور تاریخ اعظمی اور اس کے بعد راقم مؤلف نے تاریخ کشمیر جلد دوم میں راٹھور چوہدریوں کے دوسرے فرمانروا راجہ فتح محمد خاں عرف عبدالفتاح خاں کو "گجر" لکھا ہے۔ بلکہ ایک موقعہ پر جب راجہ عبدالرزاق خاں کے پسران محمد زمان خاں و محمد ولی خاں نے ۱۱۱۱ھ میں سرینگر پر حملہ کیا ہے۔ اور اسی حملہ میں وہ اپنی پانچ سو فوج کے ساتھ قتل عام میں مارے گئے ہیں۔ تو اس موقعہ پر تاریخ اعظمی کے مصنف "قتل ہمہ گجران" کا فقرہ لکھتے ہیں۔ لیکن راجہ فتح محمد خاں اور اس کا باپ راجہ سراج الدین خاں جو پونچھ میں خاندان چوہدریاں

---

[1] پٹیالہ۔ نابھہ۔ جیند کے راجگان کو شاہان مغل کی طرف سے چوہدری کا خطاب ہی تھا۔

راٹھور کے بانی ہیں۔ در حقیقت گجر نہ تھے۔ وہ راٹھور تھے۔ گجر مشہور ہونے کی اگر کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ تو یہی ہے۔ کہ وہ پونچھ کے ایک گجر رئیس کے داماد تھے[1]۔ اور چونکہ خانہ داماد ہونے کی وجہ سے ان کے جانشین بھی تھے۔ اسلئے کوئی تعجب نہیں اگر وہ عرف عام میں گجر مشہور ہو گئے ہوں۔ اور مصنف تاریخ اعظمی نے بھی اسی بنا پر ان کو گجر لکھ دیا ہو۔ اور چونکہ سراج الدین خاں کی اولاد نے بعد میں اپنی زبردست طاقت پیدا کر کے کشمیر پر بھی حملے شروع کر دیئے تھے۔ بلکہ اس کے جانشین کئی مرتبہ سری نگر کو لوٹ چکے تھے۔ اسلئے مصنف تاریخ اعظمی نے ان کو اپنے وطن کا دشمن سمجھ کر طنز یہ طور پر "قتل ہمہ گجراں" کا فقرہ چست کر دیا۔ ورنہ ان کی فوج میں سب گجر ہی تو نہ تھے۔ بلکہ راٹھور بھی تھے۔ گجر بھی تھے اور پونچھ کی دوسری اقوام بھی تھیں۔

نیز خواجہ محمد اعظم کا مقصد اپنی تاریخ سے قوموں اور ذاتوں کی تحقیقات نہ تھا۔ بلکہ جیسا کہ اس تاریخ کے اصلی نام "واقعات کشمیر" سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کا مقصد وقائع نگاری تھا۔ اگر قوموں کی تحقیقات ان کا مقصد ہوتا تو وہ ضرور لکھتے کہ عبدالفلاح خاں کا کون بزرگ کس ملک سے پونچھ میں آیا۔ وہ گجر ہیں تو گجروں کی کس شاخ سے ان کا تعلق ہے۔ کیونکہ گجر اقوام کی صدہا شاخیں اور گوتیں ہیں۔

کشمیر میں بمبہ قوم ایک بڑی مقتدر اور مشہور قوم ہے۔ اس قوم میں بڑے بڑے جاگیردار اور گذارہ خوار ہیں۔ ضلع مظفر آباد اس قوم سے بھرا پڑا ہے۔ اور ضلع بارہمولا میں بھی اس قوم کے دو نامور جاگیردار موجود ہیں۔ اگر خواجہ اعظم کا مقصد قوموں کی تحقیقات اور ذاتوں کی چھان بین ہی ہوتا۔ تو ایسی عظیم الشان قوم کے متعلق جو صدیوں تک کشمیر کے پہاڑوں میں خود مختار حکمران رہی ہے۔ صرف یہ مختصر الفاظ ہی نہ لکھ دیتے کہ "وہ مشہور بہ قوم بمبو ہستند"

پادری ہیمسن صاحب پنجاب ہسٹاریکل جنرل کے صفحہ ۱۲۶ پر اس خاندان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "مسلمان ہونے پر راجہ مان سنگھ کے بیٹے سرجن سنگھ کا نام

[1] تاریخوں میں اس قسم کی مثالیں موجود ہیں کہ کئی خاندان دوسرے خاندانوں میں شادیاں کر کے عورت کے خاندان سے بنام سے مشہور ہو گئے [illegible]

سراج الدین خاں رکھا گیا۔ وہ جودھپور کے اعلیٰ خاندان سے تھا" پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔ "جہانگیر نے جب اس کے انتظام و انصرام پر نگاہ کی۔ اور یہ بھی دیکھا کہ وہ جودھپور کے اعلیٰ خاندان سے ہے۔ تو پونچھ کا خطہ عطیہ میں دیدیا۔" ہسٹری آف ہل سٹیٹ اور مولوی عبداللہ شاہ کی غیر مطبوعہ تاریخ راجگان سدھروں سے بھی مندرجہ بالا بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ اخبار الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۳۲ء میں ایک طویل مضمون معاملات پونچھ کے متعلق چھپا تھا۔ اس تاریخی تبصرہ میں یہ بھی مذکور تھا کہ "آپ راجی" کے زمانہ میں دوتی۔ ملدیال۔ فیروزال۔ ڈھونڈ۔ سانگو اور راٹھور وغیرہ اقوام نے اپنے سرکردہ رئیسوں کے ماتحت چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم کر لی تھیں۔ ان اقوام میں سانگو گجروں کی ایک مشہور قوم ہے لیکن پونچھ میں اور شاید ہندوستان کے کسی حصہ میں کوئی قوم ایسی نہیں جو راٹھور بھی ہو۔ اور گجر بھی کہلائے۔

حال ہی میں حکومت پونچھ نے جو فہرست اقوام زراعت پیشہ ۲۶ ر پوہ ۱۹۹۱ء کے پونچھ گزٹ میں شائع کی ہے۔ اس میں اس قوم کا نام چوہدری راٹھور درج ہے اس قسم کی ناقابل تردید شہادتوں کی موجودگی میں تاریخ خواجہ اعظمی نے اس خاندان کو جو گجر لکھا ہے وہ درست نہیں ہے۔ تاریخ کشمیر جلد دوم میں بھی جو راقم ہی کی تصنیف ہے۔ اور آج سے چوتھائی صدی پیشتر لکھی گئی ہے۔ تاریخ اعظمی کے تتبع ہی میں اس قوم کو گجر لکھا گیا ہے نہ تاریخ اعظمی قوموں کی چھان بین کے لئے لکھی گئی۔ نہ تاریخ کشمیر اور نہ حال کی تاریخ نگارستان کشمیر۔ بلکہ جیسا کہ قبل ازیں لکھا گیا ہے۔ ان تواریخوں کا اصل مقصد صرف ملکی واقعات کا اظہار ہے۔ اسلئے یہ تاریخیں ذاتوں اور گوتوں کی تحقیقات کیلئے سند نہیں ہو سکتیں۔

اب صرف ایک ایسی تاریخ کا ذکر کرنا باقی رہ گیا ہے۔ جو ذاتوں اور گوتوں خصوصاً گجر اقوام کی تحقیق کے متعلق لکھی گئی ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس کے قابل اور عالم اور محقق مصنف نے

(۱) یہ ضخیم تاریخ ۱۳۵۶ھ میں حیدر آباد دکن کے ایک قابل مصنف قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم سیوہاروی نے تصنیف کی ہے۔ اور اس میں بھی واقعات کشمیر ہی کا ذکر ہے۔

اس کو بڑی محنت و تدقیق سے مرتب کیا۔ اور انگریزی فارسی اردو اور عربی کی کئی کتابوں اور تاریخوں کے مطالعہ کے بعد تالیف کیا ہے۔ لیکن ایسی ذاتوں اور گوتوں اور قوموں کے متعلق جو کشمیر اور پونچھ میں آباد ہیں۔ اور جن کا ذکر کسی نہ کسی سلسلہ میں "شاہان گوجر" کے صفحات پر آیا ہے۔ قابل مصنف نے جو نظریہ قائم کیا ہے۔ وہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ مثلاً صفحہ ۱۳۱ پر گجروں کی ایک گوت بیلوو کو کشمیر کی میر قوم کی ایک شاخ ظاہر کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کشمیر میں یہ میر کثرت سے آباد ہیں۔ حالانکہ کشمیر کے میر مغل ہیں۔ پھر صفحہ ۱۴۱ پر بنار گجروں کے متعلق لکھا ہے "کشمیر میں یہ قوم بٹ کہلاتی ہے۔" پھر صفحہ ۱۴۵ پر کشمیر کی بٹ قوم کے متعلق لکھا ہے۔ بٹ لفظ بھٹی کا مخفف ہے۔ گویا بنار اور بٹ اور بھٹی سب ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ حالانکہ بنار گجر ہیں۔ بٹ کشمیر کے مسلمان بھی ہیں اور ہندو بھی۔ اور بھٹی ایک مشہور راجپوت قوم ہے۔ تعجب ہے کہ انہی الفاظ سے ملتا جلتا لفظ بھٹہ کس طرح نظر انداز ہو گیا۔ جو ضلع گلگت کے باشندوں کا عرف عام ہے۔

یہ تو کشمیر کی ذاتوں اور گوتوں کا ذکر ہے۔ خاص لاہور کے مشہور بزرگ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق "شاہان گوجر" میں سلہریہ خاندان کے مورث بگہ نامی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "وہ حضرت علی ہجویری جو حضرت داتا گنج بخش کے داماد تھے کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔" حالانکہ تمام لوگ جانتے ہیں کہ علی غزنی کے محلہ ہجویر کے رہنے والے تھے۔ اسی لئے علی ہجویری کہلاتے تھے۔ اور لاہور میں ان کا نام ان کے فیوضات ظاہری و باطنی کی وجہ سے حضرت داتا گنج بخش مشہور ہو گیا تھا۔ یہ دراصل ایک ہی نام ہے۔ علی ہجویری اور ان کے عرف عام داتا گنج بخش کو دو نام سمجھنا اور پھر علی ہجویری کو داتا گنج بخش کا داماد بنا دینا ایک صریح غلطی ہے۔

اسی طرح "شاہان گوجر" کے یہ الفاظ کہ "پونچھ کے گجروں میں جو ذی حیثیت اور اچھی حالت میں ہیں وہ راٹھور کہلاتے ہیں" صحیح نہیں ہیں۔

راٹھوروں کا دعویٰ ہے۔ کہ وہ راٹھور ہی ہیں۔ اور حکومت پونچھ بھی ان کو چوہدری راٹھور ہی تسلیم کرتی ہے۔ اور راٹھور وہ کس طرح ہیں اور چوہدری کس طرح کہلائے۔ اس کا مفصل

ذکر سابقہ سطور میں ہو چکا ہے۔ مصنف خاہان گجر نے چوہدری عبدالفتاح چوہدری عبدالرزاق اور راجہ رستم خاں اور دیگر راٹھور راجگان کو امیر عبدالرزاق امیر عبدالفتاح وغیرہ لکھا ہے حالانکہ تاریخوں میں اور عوام کی زبانوں پر ان کے القاب چوہدری اور راجہ ہیں۔ لیکن اگر کوئی مصنف آئندہ چل کر لفظ امیر کا سلسلہ امیران کابل و غزنی سے ملا دے تو کیا تعجب ہے بات معمولی ہے لیکن غلط فہمیاں اور شبہات و شکوک اسی طرح پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔

سطور بالا سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ صاحب مصنف "شاہان گجر" نے کشمیر اور پونچھ کی اقوام کا بہ نظر غائر مطالعہ نہیں فرمایا۔ ورنہ وہ کشمیر کی میتر اور بٹ اور پونچھ کی راٹھور قوم کو گجروں میں شامل نہ کرتے۔ اور لاہور کے حضرت علی ہجویری عرف داتا گنج بخش رح کی دو شخصیتیں قائم کر کے ایک کو داماد اور ایک کو خسر نہ بنا دیتے۔

فصل دوم

راٹھور خاندان کے فرمانروایان پونچھ

راجہ سراج الدین خاں سنہ ۱۵۹۶ء تا سنہ ۱۶۴۵ء مطابق سنہ ۱۰۱۲ھ تا سنہ ۱۰۶۲ھ	راجہ سراج الدین خاں کے مسلمان ہو کر پونچھ پہنچنے اور چوہدری کھوڑا کی خانہ دامادی اور جانشینی اور اس کی وسیع املاک اور اس کے زیر اثر حلقہ پر متصرف ہو کر چوہدری کے خطاب سے ملقب ہونے کا قبل

ازیں ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد کا واقعہ ہے۔ کہ جب شہزادہ سلیم اپنے باپ (اکبر) کے پاس پونچھ کے رستے کشمیر آیا۔ تو کھوڑہ کیمپ شاہی تجویز ہوا۔

چوہدری سراج الدین خاں نے کیمپ شاہی اور رسد رسانی وغیرہ کا انتظام ایسی خوش اسلوبی سے کیا کہ اس نے شہزادہ کے دل پر اپنے خاندانی رئیس اور اعلیٰ منتظم ہونے کا نہ مٹ سکنے والا نقش جما دیا

بلکہ شہزادہ نے حسن خدمات کے صلہ میں اور اس کی خاندانی عظمت کو برقرار رکھنے کے لئے سند شاہی کے علاوہ اس کو راجہ کا خطاب بھی عنایت کیا۔

سراج الدین خاں کے ہاں پہلی رانی سے جو اُس کے ساتھ ہی مسلمان ہوگئی تھی۔ راجہ فتح محمد خاں پیدا ہوا جس کو مورخوں نے عبدالفتاح[1] لکھا ہے۔ دوسری رانی سے جو چوہان خاندان سے تھی۔ دو فرزند پیدا ہوئے۔ نور محمد خاں و خان محمد خاں۔ فرزند اول کو پونچھ کی حکومت ملی۔ اور باقی دونوں فرزندوں کو "گذارے" عنایت ہوئے۔

راجہ فتح محمد خاں ۱۶۷۶ء تا ۱۷۰۷ء مطابق ۱۰۸۶ھ تا ۱۱۱۹ھ

کشمیر اور راوڑی کا اکثر حصہ جو پونچھی لوگوں کی ڈھوک تالے گزن وغیرہ کہلاتا ہے۔ اسی راجہ کے عہد میں پونچھ کے زیر اقتدار آیا۔ جو بندوبست سنہ ۱۹۶۰ب میں پونچھ سے جدا کیا گیا۔ اس راجہ نے ککھہ راجگان اوڑی اور حکومت پونچھ کے مابین ایک اونچی چوٹی کو حد فاصل مقرر کیا۔ جو اب تک اسی کے نام سے موسوم ہے۔ اس راجہ کی عمر کا بڑا حصہ بغاوت ملکی کے فرو کرنے اور صوبیداران کشمیر سے برسرپیکار رہنے ہی میں گذر رہا ہے۔ اس درویش صفت راجہ نے سنہ ۱۷۰۷ء میں جانوں خاں ملدیال کی شورش میں شہادت پائی۔ اس کے دو فرزند تھے۔ ایک راجہ عبدالرزاق خاں جس کو اس نے اپنی زندگی ہی میں باختیار ولی عہد مقرر کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ دوسرے کا نام راجہ محمد معظم خاں تھا۔ اس کو سدھرون وکہوٹہ وغیرہ کا علاقہ جاگیر میں ملا۔ اس راجہ کی مُہر پر لکھا ہوا تھا: "نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ" اس راجہ نے اکثر فقرا اور سادات وغیرہ کو جاگیریں بھی عنایت کیں۔

راجہ عبدالرزاق خاں ۱۷۰۷ء تا ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۱۹ھ تا ۱۱۶۵ھ

اس راجہ نے پونچھ کی آبادی کو وسعت دی۔ پونچھ کا موجودہ قلعہ اسی راجہ کا بنا کردہ ہے۔ جس میں بعد کے فرمانرواؤں نے بہت کچھ ترمیم کی ہے۔ میرپور۔ کوٹلی اور چبال کی طرف بھی کچھ علاقہ اس نے زیر اثر کر لیا۔ بلکہ اوڑی تک بھی ہاتھ جا مارا۔ اس کے عہد میں کئی لوگ بیرونی ممالک

[1] چونکہ فتح محمد خاں اس کے فرزند کا نام تھا اس لئے یہ نام ابوالفتاح یا ابوالفتح بھی ہوسکتا ہے۔

سے آکر پونچھ میں آباد ہو گئے۔ اس راجہ کو بھی صوبیداران کشمیر سے کئی مرتبہ لڑنا پڑا۔ اور کئی دفعہ ان کی اعانت کرنی پڑی۔ اس کے دو قابل فرزند محمد زمان خاں و ولی محمد خاں اپنے نامور مشیر دیا رام پنڈت کے ساتھ ۱۱۸۵ھ میں اپنے پانچ سو ہمراہیوں کے ساتھ مری گمہ میں قتل کر دیئے گئے۔ اس راجہ کے دو اور بیٹے تھے۔ ایک زبردست خاں جس کے فرزند احیخاں نے لاولد رہکر اس شاخ کا خاتمہ کر دیا۔ دوسرے لڑکے کا نام علی گوہر خاں تھا۔ وہ ابھی بچہ ہی تھا کہ راجہ عبدالرزاق خاں کا انتقال ہو گیا۔ راجہ کے وزیر کا نام لطیف اللہ تھا۔ جو پیشہ کے لحاظ سے ترکھان تھا۔ وہ پونچھ پر قبضہ کر کے جب خود راجہ بن گیا۔ تو علی گوہر خاں کی والدہ اس غاصب کے خوف سے اپنے نونہال کو لیکر کہیں روپوش ہو گئی۔ صوبہ کشمیر کو پونچھ کی اس شورش اور وزیر کی بغاوت اور راجہ کی روپوشی کا حال معلوم ہوا۔ تو اس نے وزیر کی تادیب کے لئے راجہ اسلام یار خاں کشتواری کو پونچھ بھیجا جس نے راجہ بقا محمد خان سدھروتی کو جو راٹھور خاندان کی شاخ خورہ سے سدھروتی و کہوٹہ کا حکمران تھا اپنے ساتھ لے کر لطیف اللہ کو قتل کر دیا۔ راجہ اسلام یار خان[1] نے ۱۱ سال تک حکومت کی۔ راجہ عبدالرزاق خاں کی مُہر پر یہ الفاظ کندہ تھے۔ "ھُوَ الرَّزَّاق ذو القوۃ المتین"

راجہ رستم خاں والئے رستم نگر ۱۱۷۶ھ تا ۱۲۰۰ھ مطابق ۱۷۶۲ء تا ۱۷۸۶ء ۲۴ سال	سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ بادشاہ کشمیر کا زمانہ اگر شباب کشمیر ہے۔ تو بلاشبہ راجہ علی گوہر خاں عرف راجہ رستم خاں والئے پونچھ کا عہد حکومت شباب پونچھ ہے۔ اس

راجہ کا اصلی نام تو علی گوہر خاں ہی ہے۔ رستم خاں ایک لاہوری درویش کا عطا کردہ نام ہے۔ اسی نام سے یہ زیادہ مشہور ہے۔ تیرہ سال کے مصائب کے بعد بعہد افغانہ شاہان کشمیر یہ راجہ آخر اپنا موروثی حق "پونچھ کی حکومت" حاصل کرتا ہے۔ اپنا تسلط بٹھانے کے بعد سب سے پہلے اس نے رعایا کی تکلیفات کو رفع کیا۔ ناجائز محصولات اور بیجا تشدد سے رعایا کو نجات بخشی۔ ایک

---

[1] اسلام آباد واقعہ منڈی اسی کا آباد کردہ ہے۔ یہ راجہ ایام گرما یہیں بسر کیا کرتا تھا۔

ہمدرد والی کی طرح رعایا کی فلاح و بہبود کے تمام سامان مہیا کر دیئے ۔ صنعت کاروں اور صاحبان علم و فنون کو دُور دور سے لا کر اپنے ملک میں آباد کیا ۔ اور ان کی قدر افزائی کی ۔ سوداگروں اور مسافروں کو ہر طرح آسائش بہم پہنچانے لگے ۔ قلعہ کو مستحکم اور وسیع بنا کر اس میں مسجد بھی تعمیر کی جو اب تک موجود ہے ۔ شہر کو رونق اور وسعت دے کر اس کا نام "رستم نگر" رکھا ۔

بہت علاقے اس ملک کے غیر آباد تھے ۔ لیکن اس راجہ نے پونچھ (رستم نگر) کے چپہ چپہ کو آباد کرا کے رعایا کو خوشحال اور فارغ البال کر دیا ۔ ہندو مسلمان اور سکھ مذہباً سب آزاد اور مطیع رعایا سب اس کے گرویدہ اور ماتحت تھے ۔ اس کے مراحم خسروانہ اور قدردانی شاہانہ سے بلا لحاظ مذہب و ملت ہر ایک اہل کمال ۔ اعلیٰ اور ادنیٰ علیٰ قدر مراتب مستفید ہوتا تھا ۔ فریاد خود سنتا دربانوں کے لئے حکم تھا ۔ کہ کسی مظلوم یا فریادی کو روکا نہ جائے ۔ جس فرقہ کا فریق مقدمہ ہوتا اسی کے مذہبی قانون کے مطابق اس مقدمہ کا فیصلہ دیتا ۔ اسلئے ہر فرقہ کے مذہبی پیشوا خاص خاص عہدوں پر مقرر تھے ۔ راجہ کی نیکنامی سن کر دُور دُور کے لوگ جوق در جوق یہاں آ کر آباد ہو گئے رعایا کے تمام طبقے ایک جسم کے اعضا متصور ہوتے تھے ۔ اس کے عہد میں یہ ملک فرقہ وارانہ وبا سے ہمیشہ پاک رہا ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ اس وقت بھی رعایائے پونچھ کے ہر فرقہ کا بچہ بچہ راجہ رستم خان کا مدح خوان ہے ۔ پونچھ کی حکومت اگرچہ کشمیر حکومت کے زیر اثر رہتی تھی ۔ مگر حریف ہونیکے خیال سے کبھی کبھی باہم تصادم بھی ہو جاتا رہا ۔ لیکن اس فرمانروا کے عہد میں بالکل آزادانہ طور پر شہنشاہ کابل سے حکومت رستم نگر کا تعلق رہا ہے ۔ مشہور رہے کہ میرپور ۔ کوٹلی ۔ تھر میدان کھری ۔ بھمبر ۔ ادڑی وغیرہ ممالک کے رؤسا اس راجہ کے زیر نگیں تھے ۔

۱۲۰۰ھ میں جب آزاد خاں صوبہ کشمیر نے علم بغاوت بلند کیا ۔ تو شہنشاہ کابل کا فرمان راجہ رستم نگر کے نام آیا ۔ کہ اس کی بغاوت کو فرو کیا جائے ۔ راجہ نے محاربہ و محاصرہ کے بعد آزاد خاں کو گرفتار کر لیا ۔ انہی ایام میں راجہ سربلند خاں کھری اور راجہ عثمان خاں بھمبر اور علی حیدر خاں میر ہادی نے بھی سرتابی کر کے ملک میں بغاوت اور فساد برپا کر رکھا تھا

لیکن یہ اسی شجاع اعظم بہادر رستم کا کام تھا۔ کہ ان سب کو اس نے مطیع و منقاد اور بعد ازاں گرفتار کر کے شاہ کابل تیمور شاہ المتوفی ۱۲۰۷ھ کو تمام واقعات سے مطلع کر دیا۔ تیمور شاہ نے ۱۵ رمضان ۱۲۰۰ھ کو ایک فرمان کے ذریعہ ان تمام اولوالعزمانہ کارناموں کا اعتراف کرتے ہوئے نہایت خوشنودی کا اظہار کیا۔ نیز ۵ شعبان ۱۲۰۱ھ کے ایک فرمان بنام راجہ رستم خاں میں جمعہ خاں الکوزی کے صوبہ دار کشمیر مقرر ہونے کی اطلاع ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ارقام ہے کہ اس کی امداد کیا کریں۔ اور اس کی مصلحت پر کاربند رہیں۔ ۱۱۹۹ھ سے ۱۲۰۱ھ کے بعض فرامین میں تومہ میدان کی جاگیر تعلقہ سیف اللہ خاں کی ضبطی اور روا گذاری کی نسبت کچھ معاملات مرقوم ہیں[1]۔ ماہی مراتب۔ تاج شاہانہ۔ تخت زرداں وغیرہ لوازمات بادشاہی سے بھی یہ فرمانروا مزین و ممتاز تھا۔ اس کے شان و شکوہ کا یہ عالم تھا۔ کہ ۳۶۰ چوبدار صرف دربار شاہی کے اندر باہر کھڑے رہتے تھے۔ فوج اور رسالہ کا حساب ہی کیا تھا رستم نگر ہر چند ایک چھوٹا سا ملک تھا۔ لیکن اپنے مقبوضہ علاقوں کے لحاظ سے وہ ایک سلطنت نظر آتا تھا۔ اور کچھ شک نہیں کہ ان روایات کے بموجب جو پونچھ میں راجہ رستم خاں کے متعلق مشہور ہیں۔ یہ راجہ سخاوت میں حاتم زمان جہاں گیری میں سکندر دوران اور عدل و انصاف میں نوشیرواں کا نقش ثانی تھا۔

بادشاہ کابل ہر سال راجہ رستم خاں کے لئے ایک خاص اسپ اور خلعت فاخرہ اور نقدی کثیر رقم بھیجا کرتے۔ اور اس کو ذیل خطاب سے مخاطب کرتے "عالیجاہ رفیع الجایگاہ عمدۃ الخوانین العظام۔ اخلاص و عقیدت فرجام راجہ رستم خاں صاحب راجہ رستم نگر"

اس کا نیک دل کسی ناجائز اقدام کی طرف اس کو اجازت نہیں دیتا تھا۔ ایک دفعہ میر فقیر اللہ کنٹھ جو کشمیر کا نائب الحکومت بھی تھا معتوب ہو کر اس کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ اور اس سے مدد چاہی۔ راجہ نے مخلوق خدا کی ناجائز تباہی کو برا جان کر مدد سے انکار کر دیا اور اس کو کئی دن تک باعزت مہمان رکھ کر رخصت کر دیا۔

[1] یہ فرامین موجودہ راجہ صاحب سدھروں کے پاس موجود بتائے جاتے ہیں۔

اس کی تین قسم کی مواہیر تھیں۔ مہر شاہی سہ ہست تاج راجگی بر فرق نامم سرمدی۔ راجہ رستم خاں شدم از فضل این احمدی ؐ۔ مہر مکتوب ١٠٤٢ رستم کردہ ختم نگہدار مہر مراسلات ع فتح کرد رزاق جو رستی۔ ١٢٠٤ھ میں راجہ نے بمرض فالج قضا کی سہ

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا ۔۔۔ مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

٢٨ سال حکومت کی۔ تین فرزند چھوڑے۔ ٹکہ شہباز خاں۔ صوبہ جنگ باز خان راجہ خان بہادر خاں۔ اسی عہد میں وزیر روح اللہ کا باپ مسمی متھا مظفر آباد سے آکر پونچھ میں آباد ہوا۔ اور روح اللہ راجہ رستم خاں کے حقہ برداروں میں ملازم ہو گیا۔

راجہ محمد شہباز خاں ١٧٨٧ء تا ١٧٩٢ء مطابق ١٢٠٢ھ تا ١٢٠٦ھ

ٹکہ شہباز خاں باپ کی وفات کے بعد مسند آرائے حکومت رستم نگر ہوئے۔ یہ راجہ قرآن مجید کے حافظ اور قاری تھے۔ سیاحت اور زیارات کا بڑا شوق تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نہایت جواں مرد اور شجاع راجہ تھا۔ ١٢٠٤ھ میں راجہ کرم اللہ خاں راجوری نے جب پونچھ پر حملہ کیا تو اس کو ہزیمت دیکر واپس کرنا اسی راجہ کی شاہانہ عظمت اور طاقت کا کام تھا۔ بڑا زاہد اور خدا ترس راجہ تھا۔ اسکی مہر پر لکھا تھا۔ "راجہ محمد شہباز خاں"

راجہ خان بہادر خاں ١٧٩٢ء تا ١٨٠١ء مطابق ١٢٠٦ھ تا ١٢١٦ھ

راجہ خان بہادر خاں بھائی کی وفات کے بعد پونچھ کا حکمران مقرر ہوا۔ اس کے زمانہ میں روح اللہ نے یہاں تک ترقی کر لی تھی۔ کہ محمد خاں کھنیتر کے بعد وزارت روح اللہ ہی کو مل گئی۔ اسی وزیر کے زمانہ میں راجہ اور صوبہ کشمیر عبداللہ خاں الکوزئی کے درمیان ناچاقی اس حد تک پہونچ گئی۔ کہ عبداللہ خاں نے راجہ کو کشمیر بلوا کر وزیر کی سازش سے اس کو زہر دلوا دیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی نعش سرینگر سے لاکر پونچھ میں دفن کر دی گئی[٢]۔ میدان خالی دیکھ کر وزیر روح اللہ اپنے بیٹے امیر خاں کو راجہ پونچھ بنا کر آپ حکومت کرنے لگا۔ اس راجہ کا نام بعض تاریخوں

[١] بعض کہتے ہیں کہ لفظ آخیر از زور دین۔ ۔۔۔ کے نام کے فرامین بھی راجہ صاحب سدھروں کے پاس پائے جاتے ہیں۔

[٢] ان کا اور ان کے آباؤ اجداد کے مزارات نئے قبرستان متصل دفتر وزارت پونچھ میں موجود ہیں۔

میں بہادر خاں لکھا ہے سو وہ صحیح نہیں۔ اس کا صحیح نام خان بہادر خان ہے جیسا کہ اس کے بیٹے کی ضیافت میں راجہ رستم خان بہادر سے ظاہر ہے۔[1]

راجہ شیر باز خان ۱۸۰۱ء تا ۱۸۰۷ء مطابق ۱۲۲۲ھ تا ۱۲۲۶ھ

اس راجہ نے جو شاخ سدھروں سے حکومت سدھروں پر متمکن تھا۔ شیر محمد خاں مختار الدولہ کی مدد سے حکومت پونچھ حاصل کر کے رُوح اللہ کو پونچھ سے نکال دیا۔ یہ راجہ چونکہ طویل عرصہ سے بیمار چلا آتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے برادر خورد جوہڑ خاں کو اپنا عارضی جانشین مقرر کیا۔ منگی خاں اس کے زمانہ میں وزیر تھا۔ لیکن جوہڑ خاں کی آرام طلبی اور وزیر کی نااہلی سے رعایا پریشان ہو گئی۔ رُوح اللہ کی پارٹی چشم براہ تھی اور مختار الدولہ اب کابل کو واپس جا چکا تھا۔ رُوح اللہ نے پھر صوبہ کشمیر سے سازش کی۔ اس کو اپنی مدد پر آمادہ کیا۔ اور راجہ پر جو اس خطرہ سے مطلق بے خبر تھا۔ یکایک حملہ کر دیا۔ راجہ قلعہ سے نکل کر باغ کسالی میں جا کر آباد ہو گیا۔ اور پونچھ کی حکومت پھر وزیر رُوح اللہ کے ہاتھ آ گئی۔

فصل سوم

راٹھور خاندان کے راجگان سدھروں و کھوڑہ

سدھروں کا جغرافیہ اور اس کی تاریخی واقفیت

سدھروں و کھوڑہ کا علاقہ شہر پونچھ سے شمال کی جانب درہ پیر پنجال اور گلمرگ کے دامن اور تحصیل اوڑی کے جنوب میں واقعہ ہے۔ اس علاقہ میں قریباً ۷۰ گاؤں آباد ہیں۔ اس کا رقبہ ۶۰ مربع میل کے قریب ہے آبادی قریباً ۲۵ ہزار [illegible] نفوس پر مشتمل ہے۔ اور اس کا لگان ستر ہزار روپیہ ہے

[1] اس راجہ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ صرف ایک بیٹی رانی عزیزہ بیگم تھیں۔ جو راجہ سر انداز خان والئے سدھروں [illegible] ذیل [illegible] وزیر روح اللہ کی اولاد کا ذکر گجر اقوام کے ساتھ خاندان میں دیکھو

راجہ فتح محمد خاں والئ پونچھ نے جب اپنے بڑے فرزند راجہ عبدالرزاق خاں کو اپنی زندگی ہی میں ولی عہد مقرر کر کے ملکی انتظام سپرد کر دیا۔ تو اپنے دوسرے بیٹے محمد معظم خاں کو تمام علاقہ سدھنوتی وکھوئرٹہ جس میں باغ اور ٹاٹ کے علاقے بھی شامل تھے ٹنگری کسّی سے اوپر تک دیدیا۔ یہ ۱۶۷۷ء کا زمانہ ہے۔ ۱۷۹۱ء مطابق ۱۲۱۶ھ یعنی راجہ عظمت اللہ خاں والئے سدھنوتی کے آخری زمانہ تک یہ علاقہ ایک ریاست کی صورت میں حکومت پونچھ کے زیر اثر رہا۔ راجہ شیرباز خاں کے زمانہ میں یہ علاقہ حکومت پونچھ سے بالکل آزاد ہو کر پہلے کشمیر اور بعد ازاں خالصہ حکومت پنجاب کے ماتحت آگیا۔ ۱۸۴۳ء میں ٹاٹ اور باغ وغیرہ اس علاقہ سے نکل گئے۔ راجہ سرانداز خاں کے زمانہ ۱۸۴۶ء سے لیکر راجہ افراسیاب خاں کے عہد ۱۹۱۰ء تک یہ علاقہ دربار جموں و کشمیر کے ساتھ وابستہ رہا۔ ۱۸۵۲ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ اور ان کے برادرزادگان راجہ جواہر سنگھ و راجہ موتی سنگھ کے تنازعہ میں گورنمنٹ انگلشیہ نے جو فیصلہ کیا۔ اس کے یہ الفاظ "متعلقہ سدھنوتی خارج از جمع پونچھ وروجہ راجہ سرانداز خاں" اب تک اس کی تاریخی اہمیت ظاہر کر رہے ہیں۔ لیکن ۱۹۵۰ء میں سر راجہ بلدیو سنگھ آنجہانی والئے پونچھ اور راجہ غلام محی الدین خاں مرحوم والئے سدھنوتی کے ایک تصفیہ نامہ کے دوران میں یہ علاقہ پونچھ کی ایک جاگیر قرار دیا گیا۔
چنانچہ اسی تصفیہ نامہ کے مطابق جاگیر سدھنوتی ہر سال دو ہزار روپیہ کی رقم حکومت پونچھ کو بطور نذرانہ پیش کرتی ہے۔ اس نذرانہ میں دیگر تمام رسوم کے علاوہ خرچ بندوبست بھی شامل ہے۔ اس تصفیہ نامہ سے اس علاقہ کو یہ نقصان شدید بھی پہنچا۔ کہ ہر دو دیگوار کا علاقہ اس سے خارج متصور ہونے لگا۔

راجہ محمد معظم خاں ۱۶۷۷ء / ۱۲۱۶ھ لغایت ۱۹۵۰ء تا ۱۳۳۶ھ	محمد معظم خاں راجہ فتح محمد خاں کا بیٹا اور راجہ عبدالرزاق خاں کا چھوٹا بھائی تھا۔ جب یہ علاقہ اس کو ملا ہے۔ اس کا کثیر

حصہ غیر آباد تھا۔ اس نے دیگر دور سے لوگوں کو بلا کر آباد کیا۔ اس کے سات بیٹے تھے۔

سب سے بڑا راجہ لقا محمد خاں تھا۔ جو اس کے بعد جانشین ہوا

راجہ لقا محمد خاں ۱۷۱۷ء لغایت ۱۱۳۰ھ تا ۱۱۶۵ھ

اس راجہ کے زمانہ میں علاقہ کی آبادی کو اور بھی فروغ ہوا۔ اس کے ایک درجن سے زیادہ بیٹے تھے۔ لیکن ان میں پانچ فرزند جو بڑی بیگم کے بطن سے تھے۔ بڑے نامور ہوئے ہیں۔ جاگیر تو اس نے سب فرزندوں کو دی۔ لیکن یہ پانچوں جاگیردار کلاں کہلاتے۔ ان کے نام یہ تھے۔ زبردست خاں۔ راجہ عظمت اللہ خاں۔ محمد ناظر خاں۔ ولی داد خاں۔ محمد علی خاں۔ چونکہ ان سب میں عظمت اللہ خاں عقیل و فہیم تھا۔ اس لئے سب بھائیوں نے باپ کی وفات کے بعد اسی کو راجہ تسلیم کیا۔

راجہ عظمت اللہ خاں ۱۷۵۳ء تا ۱۷۹۲ء لغایت ۱۱۶۷ھ تا ۱۲۱۰ھ

اپنے والد کے بعد قومی کونسل کے اجلاس میں مسئلہ جانشینی طے ہونے کے بعد مسند آرا ہوئے۔ بڑے عقیل اور فہیم جسیم تھے ۱۲۰۲ھ میں ان کے بڑے بھائی اور ان کی اولاد اور برادری کے بعض اور آدمیوں نے جب راجہ کے خلاف شور و شغب کیا۔ تو راجہ رستم خاں والئے پونچھ نے اپنے شاہی فیصلہ کے رُو سے ان تمام فسادات کا سدباب کر دیا۔ اس راجہ کے عہد میں گنڈی کستی کی بجائے سدھرن کی حدچور بندی مقرر ہوئی۔

راجہ شیر باز خاں[1] ۱۷۹۲ء تا ۱۸۴۱ء ۱۲۱۰ھ تا ۱۲۵۷ھ

راجہ عظمت اللہ خاں کا بیٹا تھا۔ اس نے اپنے طویل عہد حکومت میں بڑے بڑے انقلاب دیکھے۔ کبھی شاہانہ اقتدار سے نہ صرف سدھرون کا بلکہ پونچھ کا راجہ بنا ہوا ہے۔ کبھی سدھرون پر ہی قانع نظر آتا ہے۔ اور کبھی خالصہ حکومت کے زیر نگین ہو کر اس کو پانصد روپیہ نانک شاہی سالانہ نذرانہ ادا کرتا ہوا دیکھا جاتا ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد راجہ شیر باز خاں کی عمر کا آخری حصہ نہایت مصائب و آلام میں گذرا ہے۔ شمس خاں ملدیال کی مہم کو سر کرکے ڈوگرہ حکومت کے ساتھ جس اعلیٰ وفاداری کا اس نے ثبوت دیا ہے۔ اس کا ذکر اکثر تاریخوں میں موجود ہے۔ ولی داد کھوکھر کا

---

[1] اس راجہ کا نام بعض تاریخوں میں شہر یار خاں درج ہے۔ جو صرف کتابت و طباعت کی غلطی ہے۔

خاتمہ کر کے اس نے علاقہ کو شورش و بدامنی سے نجات دلائی۔ اس علاقہ میں راجہ شیر باز خان کا اقتدار قابل رشک تھا۔ اور یہی اقتدار مہاراجہ گلاب سنگھ کی ناراضگی کا سبب ہو کر ۱۸۴۱ء میں شیر باز خاں کی نظر بندی کا باعث بنا۔ راجہ شیر باز خان کو جموں کے قلعہ باہو میں رکھا گیا۔ اس کے قبائل اور برادری کے سرکردہ افراد سدھنوں سے محصور ہو کر کشتواڑ ڈوڈہ میں پہنچائے گئے۔ اس کا ولی عہد راجہ سرانداز خاں اور احمد یار خاں لدھیانہ فیروزپور تک نکل گئے۔ محمد قاسم خاں جاگیردار پلان فقیروں کے بھیس میں ان تمام کی خبر گیری اور امداد کرتے رہے۔ راجہ تین سال کی نظر بندی کے بعد وفات پا گیا اور اس کے متعلقین پر اس کی وفات کے بعد بھی دو سال تک مصائب کا سلسلہ جاری رہا۔ اس راجہ کے بارہ بیٹوں میں تین بڑے مشہور تھے۔ راجہ سرانداز خاں جو اس کے بعد جانشین ہوا۔ راجہ صحبت خاں جس کی کوشش سے بمداخلت سر ہنری منٹگمری لارنس ریذیڈنٹ لاہور جاگیر سدھنوتی راجہ سرانداز خاں کے حق میں واگذار ہوئی تیسرے راجہ اعزاز خاں جو باپ کی نظر بندی کے زمانہ میں بمقام جموں فوت ہو گئے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے حملہ کشمیر ۱۸۱۹ء میں ان کے ایک فوجی افسر تھے۔

راجہ سرانداز خاں [illegible] مطابق ۱۲۶۵ھ تا ۱۲۹۰ھ	شروع ۱۸۴۵ء میں یہ راجہ اپنی حق رسی کے لئے مہاراجہ دلیپ سنگھ کے پاس لاہور پہنچے۔ ان ایام میں دیوان

کرم چند کاردار پونچھ ملک کی شورش کی وجہ سے پونچھ ہی میں محصور تھا۔ راجہ کو حکم ملا کہ پونچھ کی شورش رفع کرا کر دیوان کی مدد دو۔ چنانچہ راجہ سرانداز خان پونچھ آئے۔ اور بغاوت کو فرو کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد باغ کے علاقہ نار میں ہاشم علی خاں کے ہنگامہ نے کھلبلی ڈال دی۔ دیوان کو پھر مصیبت کا سامنا ہوا۔ راجہ نے اپنے بھائی راجہ صحبت خاں کو بھیج کر بلوائیوں کو رعاً فساد کو رفع کرایا۔ راجہ کا یہ اقتدار دیکھ کر کاردار پونچھ حکومت سدھنوتی کا وجود اپنے لئے خطرناک سمجھنے لگا۔ آخر اس نے چھیڑ خانیاں

شروع کر دیں۔ راجہ نے یہ تصفیہ حکومت پنجاب کے پیش کیا جس پر مہاراجہ گلاب سنگھ کو توجہ دلائی گئی کہ بیجا خلش نہ کی جائے چنانچہ آپ نے بہ صحیح خاص جو سند عطا کی۔ اس کا ماحصل حسب ذیل ہے۔ "آج عالیجاہ راجہ سرانداز خاں ریذیڈنٹ بہادر لاہور کا مراسلہ لے کر حاضر ہوئے۔ قبل ازیں صاحب ممدوح کی دستگیری سے طرفین میں سلوک جدید عہد وپیمان ہو چکا ہے۔ تمام علاقہ سدھروں دکھوڑ تا حد چار بندی، خیر خواہ باصفا راجہ سرانداز خان کو بطور جاگیر و ملکیت دوام کیلئے عطا کیا گیا۔" ۲ ساون ۱۹۰۴ ب

کارداران پونچھ کے لئے یہ تنبیہ کافی تھی۔ لیکن لالہ سنت رام کاردار اوران کے بعد بھی چند اہل کاروں کی نظروں میں حکومت سدھروں خار کی طرح ہی کھٹکتی رہی اور وہ وقتاً فوقتاً اس سے چھیڑ خانی کرتے ہی رہے۔ راجہ سرانداز خاں نے پھر ان کی شکایت کی تو مہاراجہ گلاب سنگھ نے بہ صحیح خاص یہ فرمان بطور سند عطا کیا" اہل کاران و کارداران پونچھ حفظہ۔ واضح باد کہ عالی جاہ راجہ سرانداز خاں جاگیردار و مالک سدھروں و کھوڑ از خاندان زبدۃ القران راجہ رستم خاں مے باشد۔ وپسر عزت نشان راجہ شیر باز خان است در عہد قدیم بزرگان ایشان بر علاقہ پونچھ حاکم بودند۔ دانستہ مے گردد کہ در دیہات دیگر اران در حدود جاگیر وغیرہ مطابق پروانگی حضور مداخلت نکنند جاگیر اوشان است (....) در ماہ ہاڑ ۱۹۱۰ ء پروانگی حضور از ڈیرہ سری نگر۔

بعمر ایک سو پانچ سال راجہ ۱۰ ربیساکھ ۱۹۳۴ ب کو انتقال کر گیا۔ یہ راجہ فقیر دوست اور صوفی مشرب تھا۔ اس کے عدل کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ اس نے ایک معمولی آدمی کے استغاثہ پر بعد تحقیقات اپنے ماموں کو سزا دینے میں کوئی تامل نہ کیا یہ بھی مشہور ہے کہ راجہ عطا محمد خاں آف نامبہ اوڑی کے مرنے پر جب ان کی بیگم نواب بیگم نام اپنے یتیم بچہ کو لے کر سدھروں آئی تو راجہ سرانداز خاں نے دو ہزار روپے کی گرانقدر رقم سے مدد کی اسی اعانت کی بدولت وہ اپنے یتیم بچہ کو راج تنگ کے لئے جموں بھیج گئی

اور اس کو راجہ فیروزالدین خاں بنا کر نامبلہ میں واپس لائی۔ اس راجہ نے علما فقرا اور سادات وغیرہ کو جاگیریں اور معافیات دیں۔ ایام گرما میں ان کا ایک فوجی دستہ ڈھوک گزن میں پونچھی لوگوں کی حفاظت کے لئے رہا کرتا تھا۔ ان کے متعلق یہ شعر مشہور ہے ؎

جواں بخت و دولت چوں حاتم زماں
سخی مرد راجہ سرانداز خان

جنسی لگان کے علاوہ ۲۲ ہزار روپیہ سالانہ ان کی آمدنی تھی۔ راجہ کے چار بیٹے تھے۔ راجہ افراسیاب خاں۔ راجہ فقیر اللہ خاں۔ یوسف خاں۔ محمد خاں۔ افراسیاب خاں ولی عہد تھے۔ باقی تینوں کو گذارے ملے۔ ان کی مُہر پر یہ الفاظ کندہ تھے ؏ سرانداز اعدا۔ سرانداز خاں۔

راجہ افراسیاب خاں
۱۸۷۰ء مطابق ۱۲۹۰ھ تا ۱۹۰۱ء ۱۳۲۰ھ

ان کے والد راجہ سرانداز خاں کی وفات پر خطاب راجگی اور عطائے جاگیر سدھروں وکہوٹہ کی پھر تجدید ہوئی۔ جیسا کہ مہاراجہ سر رنبیر سنگھ فرمانروائے جموں وکشمیر کے ذیل کے ارشاد ۲۱۵ سے واضح ہوتا ہے "سعادت واقبال نشان راجہ افراسیاب خاں جاگیردار سدھروں شاد کام باشند۔ چونکہ خیر خواہ باصفا راجہ سرانداز خان والد شما فوت گردید۔ وسابق ازیں بدست برخوردار میاں پرتاپ سنگھ جی طول عمرہ خلعت فاخرہ بطور سرافرازی برایام زنار پوشی بنام شما از حضور والا عطا گردید ــــــ جاگیر علاقہ سدھروں وکہوٹہ بنام شما برائے دوام عطاے شود و خطاب راجگی مرحمت شدہ (.....) ۵ کاتک ۱۹۳۴ب۔

لیکن راجہ افراسیاب خاں کے برادران نے کسی خاص تحریک سے متاثر ہو کر تقسیم جاگیر کا دعویٰ کر دیا جو آخر کار ۲۰ ساون ۱۹۳۷ب کی سند عطیہ دربار کے رو سے مسترد ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد راجہ افراسیاب خاں کو جاگیر کے بعض دیہات کے متعلق پھر چارہ جوئی کرنی پڑی جس کا طویل فیصلہ دربار جموں وکشمیر نے بہیج خاص مہاراجہ سر رنبیر سنگھ زیر ارشاد ۸۶ مورخہ ۱۰ جیٹھ ۱۹۴۲ جاگیر سدھروں کے حق

میں صادر کرکے تمام تنازعات کا سدِ باب کر دیا۔ راجہ افراسیاب خاں ۱۲ چیت ۱۹۵۵ ب کو وفات پا گئے۔ ان کے دو فرزند تھے۔ راجہ غلام محی الدین خاں و محمد یعقوب خاں۔

راجہ افراسیاب خاں بڑے خوبصورت عالم فاضل زبردست منشی۔ علم موسیقی کے ماہر اور علم طب و تفسیر میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ جنسی لگان کے علاوہ ان کی نقد آمدنی تئیس ہزار روپیہ سالانہ بیان کی جاتی ہے۔ انہی کے عہد تک سدھروں کی حدود چوربنی تک تھیں اور پونچھ کا سفیر سدھروں اور سدھروں کا دربار راور پونچھ میں رہتا تھا۔ ان کے وزیروں اور مشیروں میں نواب خاں جب قابلِ ذکر ہے۔ ان کی مہر پر کندہ تھا ع سرانداز اعداست افراسیاب۔

راجہ غلام محی الدین خاں اعلیٰ جاگیردار سدھروں ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۵۵

والد کی وفات کے بعد خاندانی رسم و رواج کے مطابق دستار بندی کے بعد ان کی رسم جانشینی ادا کی گئی۔ دربار جموں و کشمیر سے بہ خطاب "عالی جاہ راجہ غلام محی الدین خاں سدھروں حفظہ" ایک فرمان صادر ہوا۔ جس میں ان کے والد کی وفات پر اظہار افسوس کیا گیا تھا۔ انہی کے عہد میں ۵ ار بھادوں ۱۹۵۷ ب کو سدھروں اور پونچھ کے مابین ایک تصفیہ نامہ ہوا۔ جس کی رُو سے بہت سے دیہات سدھروں سے نکل گئے۔ ۱۹۶۰ ب کے بندوبست میں راجہ غلام محی الدین خاں نے جو مدد دی۔ اس کے متعلق کپتان ٹرنچ صاحب مہتمم بندوبست پونچھ ۲۷ مارچ ۱۹۰۶ء کے سرٹیفکیٹ میں لکھتے ہیں۔ "راجہ غلام محی الدین خاں پونچھ کے سب سے بڑے جاگیردار ہیں۔ دوران بندوبست میں انہوں نے مجھے بڑی مدد دی ہے۔ اگرچہ چند در چند وجوہات سے وہ مدد ان کے لئے مفید ثابت نہیں ہوئی۔ میں یہ بھی ایزاد کرنا چاہتا ہوں۔ اور مجھے بخوبی معلوم ہے۔ کہ راجہ غلام محی الدین خاں ان سازشوں میں جو پونچھ کا خاصہ ہیں۔ کبھی حصہ نہیں لیتے" جنگ عظیم یوروپ ۱۹۱۴ تا ۱۹۱۸ء میں آپ نے رنگروٹ بھرتی

میں مدد دی۔ اور چندہ میں بھی اعانت کی جس کا اعتراف سرکاری طور پر سندات اور تمغہ جات سے کیا گیا۔ ۱۹۳۱ء کی شورش پونچھ اور کشمیر کے ہنگامہ میں آپ نے اپنے علاقہ میں امن کمیٹیاں قائم کر کے ایسا انتظام کیا جس کی نظیر شاید کسی ریاست میں بھی نہ مل سکے۔ انہی ایام میں مسٹر جارڈین سپیشل منسٹر گورنمنٹ جموں و کشمیر بحالئے امن کے لئے پونچھ بھی آتے رہے۔ آپ ۲۶ مارچ ۱۹۳۲ء کی سرٹیفکیٹ میں لکھتے ہیں ....

راجہ غلام محی الدین خاں نے ہر مرتبہ (مسٹر جارڈین چار مرتبہ پونچھ آئے تھے) میرے ساتھ مخلصانہ امداد اور محبانہ اخلاص کا اظہار کیا۔ جیسا کہ ایک معروف سردار قوم سے جس کا خاندان شاہان مغلیہ کے زمانہ سے ایک سرافراز حاکم کی حیثیت سے پونچھ میں حکمران رہا ہو۔ توقع ہو سکتی ہے"۔

راجہ غلام محی الدین خاں ۲۷ مگھر ۱۹۹۱ب مطابق ۴ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ کو بعمر ۶۳ سال بمقام سدھروں انتقال کر گئے۔ آپ کی وفات پر اکثر شعراء نے مرثیئے لکھے۔ سید محمد شاہ قادری نے "دو غمش بیا" تاریخ وفات لکھی۔ مولوی غلام محی الدین قادری نے مندرجہ ذیل چار شعروں میں اپنا اور رعایان جاگیر کا درد دل ظاہر کیا ہے ؎

وہ سر برآرندۂ سدروں اب ہے نظروں سے نہاں
نقش لوح دل ہیں ہر خلق جس کی نیکیاں

وہ گل عظمت وہ زور شیر بازی مٹ گیا!
آہ وہ ظل خداوند مجازی مٹ گیا

لعل سر انداز سر و پے پر بھی مل جائے گر
شوکت افراسیابی اسطرح ہاتھ آئے گر

تو اگر مل جائے رونے سے تو روتے ہی رہیں
تار ہائے اشک سے موتی پروتے ہی رہیں

تین فرزند آپ کی یادگار ہیں۔ راجہ محمد عنایت اللہ خان جو جانشین ہیں۔ اور محمد یاسین خاں و غلام سرور خاں جن کو خاندانی دستور کے مطابق گذارے دیئے گئے ہیں

راجہ محمد عنایت اللہ خاں اعلیٰ جاگیردار جانشینی ۲۶ پوہ ۱۹۹۱ب	آپ کی رسم دستار بندی و جانشینی ۱۰ پوہ ۱۹۹۱ء

کو ایک عظیم الشان جلسہ کی صورت میں آئی۔ تمام برادری اور معززین نے نذریں پیش کیں۔ کئی شعراء نے قصائد لکھے۔ اسی جلسہ میں سرکار پونچھ سری راجہ جگت دیو سنگھ جی کی طرف سے ان کی برادری کا ایک معزز اہل کار ٹھاکر سوہن سنگھ نائب تحصیلدار بھی شامل تھا۔ ۲۹ پوہ ۱۹۹۱ ب کو راجہ محمد عنایت اللہ خاں سرکار پونچھ کی دعوت پر پونچھ گئے جہاں بوقت ۴ بجے موتی محل میں سری راجہ صاحب بہادر پونچھ نے اپنے وزیر۔ وزیر فیروز چند صاحب بی۔ اے کی معرفت رسم جانشینی ادا فرمائی۔ اور نقدی کے علاوہ خلعت سے سرفراز فرمایا۔ راجہ صاحب سدھرون کی جانب سے مطابق دستور ایک اسپ اور دو صد روپیہ نذرانہ پیش ہوا۔ آپ کا سن پیدائش چیت ۱۹۶۹ ب ہے۔ اس حساب سے آپ کی عمر اس وقت چوبیس سال ہے۔ حال ہی میں ایک فرزند بھی پروردگار نے عطا کیا ہے جس کا نام "خان جی" محمد فریدون خان ہے۔ "خان جی" اس خاندان کا لقب ہے۔ جیسا راجپوت خاندانوں میں ٹکہ یا میاں صاحب یا راجکمار ہوتا ہے۔

فصل چہارم

شاخ سدھرون کے مشاہیر و جاگیردار

موضع دہسٹرہ خاص۔ راجہ سرانداز خاں کے فرزند راجہ فقیر اللہ خاں کو یہاں کا گاؤں جاگیر میں ملا تھا۔ ان کے دو فرزند ہیں۔ رحیم اللہ خاں و منشی محمد امیر اللہ خاں۔ موخر الذکر جنگ یورپ ۱۹۱۴ء میں راجہ صاحب سدھرون کے امدادی فوجی دستہ کے کمانڈر تھے۔ راجہ صحبت خان کے فرزند دوست محمد خاں راجہ صاحب کے مشیر اور اپنی برادری کے معزز جاگیردار تھے۔ سلطان محمد خاں اور ان کا بیٹا شیر داد خاں اور ان کا بھائی جبار خان

مشہور رجاگیردار ہوئے ہیں۔ اب ان میں سے یعقوب خاں اور خیر محمد خاں اور منشی محمد امیر خاں (حوالدار پلٹن کشمیر) جاگیرداران قابل ذکر ہیں۔ محمد افضل خان ا محمد یعقوب خاں نمبردار ہے۔ اس کو کلسان کا دیہہ گذارہ میں ملا ہوا ہے۔

موضع پلان چوہدریان کے جاگیردار محمد ناظر خاں بڑے مدبر اور سیاست دان تھے۔ ان کی اولاد اب مواضعات پلاں چوہدریاں۔ پدھر۔ کلالی۔ دہڑہ خاص وغیرہ میں آباد ہے۔ راجہ بقا محمد خاں کی جانشینی کا مسئلہ جب ان کے بھائیوں میں طے ہوا۔ تو جاگیر اور گذارے انہی کی رائے کے مطابق تقسیم ہوئے تھے۔ محمد قاسم خاں جن کی سرفروشانہ ہمدردیوں نے ہمیشہ اور خصوصاً مصیبت میں راجہ شیر باز خاں کا ساتھ دیا انہی کے فرزند تھے۔ اور اس راجہ کے مصاحب اور سفیر بھی تھے۔ اپنے گیارہ بھائیوں میں یہ موضع ان کو جاگیر میں ملا تھا۔ ان کے فرزندوں میں زبردست خاں۔ عطا محمد خاں اور محمد ابراہیم خاں بہت مشہور گذرے ہیں۔ یہ سب راجگان سدھروں کی جانب سے تھانہ کہوٹہ پر یکے بعد دیگرے تھانہ دار اور کاردار رہے ہیں۔ موخرالذکر سخن سنج اور نمبردار بھی تھے۔

محمد اسمٰعیل خاں۔ محمد قاسم خاں کے چھوٹے بیٹے تھے۔ بڑے فقیر دوست۔ متقی خاندانی روایات کے حافظ تھے۔ باولی رینکڑی اور چشمہ پنج پیر جو دامن سدھروں میں واقعہ ہیں انہی کی یادگار ہیں۔ تلوار کے دھنی اور اول درجہ کے شکاری تھے ۲۲ سال تک راجگان سدھروں کی مصاحبت میں رہے بعمر ۹۰ سال ۷ رمضان ۱۲۵۳ھ کو وفات پاگئے۔

سردار محمد خاں پہلے پٹواری بنے۔ پھر ٹھیکہ داری کا کام کیا۔ اپنے والد کے بعد نمبردار بھی ہوئے طبیب اور عالم اور بڑے مدمغ تھے۔ بعمر پچپن سال ۱۷ کاتک ۱۹۹۲ب کو فوت ہوگئے۔ اب ان کی جگہ ان کا فرزند فدا محمد خاں نمبردار ہے حبیب اللہ خاں

ولد بالا خان اور غلام احمد خان ولد محمد اسماعیل خان (فارسٹ گارڈ) قابل ذکر ہیں۔

منشی محمد عباس خان قادری جو محمد اسماعیل خان مرحوم کے فرزند ہیں۔ نہ صرف اس موضع میں بلکہ تمام جاگیر سدھروتی اور علاقہ پونچھ میں ایک قابل ذکر ہستی ہیں۔ وہ انجمن ماتحتی جاگیرداران کے سکرٹری اور راجہ صاحب سدھروتی کے منیجر اور میر منشی ہیں۔ آپ راجہ صاحب کی مصاحبت میں ۱۹۳۰ء سے شامل ہیں اور آج تک ان کی سیاسی وقلمی خدمات کے علاوہ قومی خدمات بھی انجام دے رہے ہیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ پونچھ میں آپ ایک زبردست اہل قلم اور اعلیٰ درجہ کے منشی شمار ہوتے ہیں۔ پونچھ میں گنتی کے جن چند لوگوں کو قدرت نے صحیح ذوق تاریخ عطا کر رکھا ہے۔ ان میں آپ کا نام صف اول میں ہے۔

موضع پدر کے جاگیرداران ناصر علی خان خلف محمد ناظر خان کے بیٹوں میں نور علیخان ایک نامور شخص تھا۔ راجہ شیرباز خان کے ایام مصائب میں یہ ایک شخص تھا۔ جو برسر اقتدار رہا۔ اور جس نے سدھروتی کو اپنے زیر اثر رکھا۔ مہاراجہ آنجہانی اس کو "عالیجاہ" کے القاب سے یاد کیا کرتے تھے۔ ان کے فرزندوں میں سید علی خان اور جبار خان نامور بزرگ تھے۔ سید علی خان کے نام پر ایک گاؤں موہڑہ سید علی خان اب تک موجود ہے۔ ان کے بیٹوں میں رحیم داد خان نمبردار مشہور تھے۔ ان کا ایک بھائی امیر خان ٹھیکہ دار تھا۔ اور بڑا فرزند نجیب اللہ خان نمبردار اور پٹواری تھا اور علم طبابت سے بھی شوق رکھتا تھا۔ اب ان کا بیٹا حسن نذیر خان نمبردار ہے۔ ان کے علاوہ اس موضع میں علی اکبر خان۔ حبیب اللہ خان۔ خان محمد خان۔ مولوی محمد خان قابل ذکر ہیں۔

موضع برنگین۔ احمد یار خان یہاں کے ایک معزز جاگیردار تھے۔ جو راجہ شیرباز خان کے ایام مصائب میں لدھیانہ جاکر فوت ہو گئے۔ ان کی اولاد چاہل برنگین

اور بنگر بیچی میں آباد رہے۔ ان کے فرزندوں میں فضل داد خاں راجہ سرانداز خاں کے داماد تھے۔ فضل داد خاں کے فرزندوں میں خداداد خاں کئی بیٹوں کا باپ تھا۔ ایک فرزند حاجی شیراحمد خاں نمبردار بھی تھا۔ اُنہیں کو مارنے بعد وہیں رہے۔ مرحوم کا فرزند محمد شیر خاں اس وقت نمبردار اور برادری میں سرکردہ مانا جاتا ہے۔ اسی شاخ میں سے بابو رحم داد خاں جن کے والد اللہ داد خاں کی پیدائش قلعہ پونچھ میں ہوئی تھی۔ نائب تحصیلداری کا امتحان پاس کر چکا ہے اور اس وقت محرر چوکی تھیل ہے۔

موضع چہ اجل۔ یہاں کے جاگیردار سید محمد خاں راجگان سدھروان کے وزیر رہے ہیں۔ ان کے فرزندوں میں ولی محمد خاں نمبردار اور ایسیسر ہیں۔ اسی کنبہ میں حسین خاں نمبردار ایک صاحب بہ وقت شخص تھے۔ اب ان کا پوتا محمد الدین خاں نمبردار ہے۔ پیر محمد خاں ایک مشہور شکاری بھی اسی خاندان میں سے تھے۔ ان کے متعلق مشہور ہے۔ وہ تلوار کے ایک ہی وار سے شیر کو ہلاک کر دیا کرتے تھے۔ ان کے فرزند حسیب اللہ خاں اپنی برادری میں قابل ذکر ہیں۔

موضع جوکان۔ یہاں نصیر خاں جاگیردار تھے۔ راجہ صاحب سدھروان کے مشیر اور مختار بھی رہے ہیں۔

موضع ہالن۔ محمد شہباز خاں یہاں کے جاگیردار اور راجہ سرانداز خاں اور ان کے جانشین کے مشیر اور وزیر تھے۔ ان کی قبر جدل میں ہے۔ راجہ اعظم خاں کے فرزند تھے۔ ان کی اولاد اسی موضع میں آباد ہے۔ جن میں قطب الدین خاں ہیڈ کانسٹیبل پولیس۔ قطب الدین خاں ولد غلام مرتضیٰ خاں اور ظہیر بہادر خاں ولد لعل دین خاں جمعدار کسٹم مشہور ہیں۔

موضع شیخ سولی۔ یہاں سدھرودی شاخ سے محمد اکبر خاں مشہور دانش ور جاگیردار ہے۔

موضع بھنگرینی۔ یہاں سلیمان خان مشہور جاگیردار تھے۔ سالہا سال تک راجگان سدھروں کی مصاحبت میں رہے۔ ان کے فرزند کا نام حبیب اللہ خاں ہے جو نمبردار ہے۔
ملک سولی۔ عطا محمد خاں یہاں کے جاگیردار تھے۔ ان کا فرزند عبدالسفاں مشہور نمبردار اور تاریخ دان تھا۔ اب اس کا فرزند فقیر اللہ خاں نمبردار موجود ہے۔ اسی شاخ میں رحیم اللہ خاں بھی قابل ذکر ہے۔
موضع کانگراں۔ یہاں ہمت خاں ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ جو فارسی اچھی جانتے تھے۔ بلکہ فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ راجہ خان نمبردار بھی قابل ذکر گذرا ہے۔ اب اس کا بیٹا قدیر خاں نمبردار ہے۔
موضع کلالی۔ اکبر علی خاں اور ان کے فرزند سیدو خاں کثیر الاولاد تھے۔ جن میں بالا خاں نمبردار اور فیروزالدین خاں قابل ذکر تھے۔ اب لعل محمد خاں نمبردار اور محمد خاں یہاں کے معززین میں ہیں۔
موضع دہڑہ پائیں۔ گوہر علی خاں یہاں ایک مشہور بزرگ تھے۔ اب رحمت اللہ خاں نمبردار اور فتح محمد خاں ولد سید محمد خاں قابل ذکر ہیں۔
چھوٹی وکرسند بڑہ۔ ولی داد خاں نامور و ذی قدر شخص تھے۔ کئی دیہات ان کے زیر اثر تھے۔ ان کے بعد مستور علی خاں و نواب خاں قابل ذکر گذرے ہیں۔ جن کی اولاد میں اب میر خاں۔ ایلی خاں و علی اکبر خاں نمبردار مشہور ہیں۔
موضع سلاڑہ۔ یہاں متولی خاں ولد زبردست خاں ایک مشہور ہستی تھے ان کا فرزند شیر دل خاں حکومت پونچھ میں ذی قدر تسلیم کیا جاتا تھا۔ آج اس کا فرزند رحیم اللہ خاں دو گاؤں کا نمبردار اور انعام خور ہے۔ رینگڑی پائیں میں بھی اس کی جاگیر ہے۔
موضع ساٹگل۔ شمو خاں کی اولاد سے میر محمد خاں یہاں نمبردار تھا مجنوں خاں

اس کا ایک بیٹا قابل ذکر ہے۔ اب علی حیدر خاں نمبردار ہے۔ حمید اللہ خاں، امیر اللہ خاں اور سید احمد خاں ولد حمید اللہ خاں پولیس کانسٹبل بھی قابل ذکر ہیں۔

موضع کہوری۔ یہاں چوہڑ خاں برادر راجہ شیر باز خاں جاگیردار تھے۔ ان کا فرزند صفدر علی خاں بڑا صاحب اثر تھا۔ ان کا فرزند عبد اللہ خاں نمبردار تھا۔ اب عبد اللہ خاں کا فرزند حبیب اللہ خاں نمبردار و ٹھیکہ دار اپنی برادری میں معزز اور سرکردہ ہے۔

موضع چیروں۔ فجو خاں فقیر دوست طبیب اور اپنے خاندانی حالات کے پورے واقف تھے۔ جبار خاں بھی ایک اچھا شخص گذرا ہے۔ محمد کبیر خاں جمعدار کسٹم اور ولی محمد خاں اس وقت قابل ذکر ہیں۔

پہاڑ کوٹ۔ گوہر خاں۔ فضل خاں۔ مدد خاں۔ مستور علی خاں۔ اکبر خاں۔ پہلوان خاں یہاں مشہور گذرے ہیں۔ اس وقت میرا خاں و عبد اللہ خاں نمبرداران قابل ذکر ہیں۔

موضع بانی دہڑہ۔ باز خاں و ہاشم خاں یہاں دو مشہور شخص تھے۔ ان کی اولاد میں اب سلطان محمد خاں نمبردار و نجیب خاں قابل ذکر ہیں۔

موضع چمبر۔ حشمت خاں کی اولاد سے یہاں پہلوان خاں نمبردار قابل ذکر ہے۔

موضع جہانیوالا۔ حبیب خاں کی اولاد سے یہاں پہلوان خاں ثانی نمبردار ہے۔

موضع بدہال۔ غلام علی خاں و سیدا خاں و محبت خاں نمبردار کے بعد اب فقیر اللہ خاں و حبیب اللہ خاں نمبرداران و شیر داد خاں و اقبال خاں قابل ذکر ہیں۔

موضع لوہییاں۔ یہاں بڈھا خاں اور گاماں خاں مشہور گذرے ہیں بکرم شیر خاں قابل ذکر ہیں۔ محمد اکبر خاں ولد دوست محمد خاں دہڑہ خاص والے جو

طبیب بھی ہیں۔ یہیں سکونت پذیر ہیں۔

گگ ڈار۔ الف خاں یہاں کے جاگیردار راجہ شیر باز خاں کے عہد میں ان کے ایک فوجی افسر تھے۔ مظفر خاں بھی یہاں ایک قابل فرد گذرے ہیں۔ اس وقت نگاماں خاں جو نسب دان اور شاعر بھی ہے قابل ذکر ہے۔

موضع بستی پھل بن۔ یہاں غلام محمد خاں جو راجگان سدھروں کا ایک فوجی افسر تھا۔ مشہور گذرا ہے۔ اب محمد شیر خاں نمبردار اور محمد خاں ولد راجہ سرانداز خاں کا بیٹا محمد ایوب خاں پولیس کانسٹیبل قابل ذکر ہے۔

نکر سیلنہ بن۔ یہاں عمر خاں اور ان کے بعد گل خاں و محمد شیر خاں نامور گذرے ہیں۔ اس وقت پیر محمد خاں و کرم اللہ خاں نمبردار ہیں۔ اور منشی ایوب خاں پولیس سارجنٹ ولد محمد شیر خاں اور منشی ایوب خاں نمبردار ولد محمد اکبر خاں قابل ذکر ہیں۔

موضع بانڈھی۔ یہاں کرم داد خاں اور ان کے فرزند جہاں داد خاں بہت مشہور تھے۔ عطا محمد خاں کے نام سے بھی یہاں ایک قابل ہستی گذری ہے۔ اس وقت خان بہادر خاں اور حسین خاں نمبردار قابل ذکر ہیں۔

موضع چکیاس۔ یار علی خاں۔ بالا خاں اور کرم شیر خاں یہاں کے مشہور افراد ہیں تھے۔ کرم شیر خاں کا بیٹا حمید اللہ خاں نمبردار عین عالم شباب میں فوت ہو گیا۔ اس وقت اس برادری میں علی بہادر خاں و یعقوب خاں قابل ذکر ہیں۔

درہ ڈولیاں۔ درہ ڈولیاں کے کچھ ڈولی مشاہیر صفحہ ۴۴۳ پر درج ہیں۔ چند نام جو رہ گئے ہیں وہ یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ ولی داد خاں۔ غلام حسن خان دیوان علی خاں۔ سائیں محمد خاں۔ عبداللہ خاں۔ شہاب الدین خاں۔ اکا خاں۔ صوفی خان محمد خلیل

فصل پنجم

قوم چوہدری راٹھور کی شاخہائے وغیرہ جو اس خاندان کی طرف منسوب ہیں۔

شاخ شاہ پور علاقہ منڈی۔ کہتے ہیں۔ راجہ سراج الدین خاں بانی خاندان چوہدری راٹھور کے بیٹے نور محمد خاں کو علاقہ منڈی میں سے جو آجکل تحصیل حویلی میں واقع ہے۔ شاہ پور منڈہار اور اس کے ملحقہ دیہات کا علاقہ بطور جاگیر ملا تھا۔ نور محمد خاں کی اولاد عرصہ دراز تک اس جاگیر پر قابض و متصرف رہی چوہدریان شاہ پور و منڈہار کی روایات کے مطابق اس کے بڑے لڑکے کی اولاد شاہ پور میں اور چھوٹے کی منڈہار میں آباد ہے۔ شاہ پور میں محمد کامل خاں جو نور محمد خاں کا فرزند کلاں تھا۔ اپنی شاخ کا بانی گذرا ہے۔ بڑا نامور اور سرکردہ آدمی تھا۔ ان کی اولاد میں اب حسب ذیل افراد قابل ذکر ہیں۔ نظیر اللہ خاں نمبردار۔ مولوی عبداللہ خان۔ مولوی یوسف خاں۔ حبیب اللہ خاں ولد نواب خاں جاگیردار۔ پیرو خاں جاگیردار۔ سید خاں وقدیر خاں پسران فضلداد خاں۔ سیف اللہ خاں ٹھیکہ دار۔ عطاء اللہ خاں (ولد پیرو خاں جاگیردار) ملازم پلٹن جموں۔

شاخ موضع منڈہار۔ یہاں ایک کنبہ کی کافی تعداد ہے۔ جو سب نور محمد خاں کے فرزند ثانی محمد فاضل خاں کی ذریات سے بتائی جاتی ہے۔ ان کے تین پڑپوتے سلطان علی خاں حبیب خاں اور ناصر خاں نہایت نامور تھے۔ حبیب خاں تو علاقہ منڈی کا خرچ بھی لیا کرتا تھا۔ دیوان کرم چند کاردار پونچھ نے سید علی خاں آف پدہر کے ہاتھوں حبیب خاں اور اس کے بھائی ناصر خاں کو قتل کرا دیا۔ سلطان علی خاں کا بیٹا اصغر علی ان بھیان کا ایک صاحب ثروت جاگیردار تھا۔ اس کی چھوٹی صاحبزادی راجہ

غلام محی الدین خاں مرحوم جاگیردار سدھروں کے عقد میں آگر بیگم صاحبہ سدھروں کہلائیں۔ وہ ابتک زندہ و موجود ہیں۔ اعظم خاں کے بیٹے حاجی امیر خاں اور امیر خان مرحوم کے فرزندان سلطان محمد خاں نمبردار اور یعقوب خاں یہاں اچھی پوزیشن رکھتے ہیں بشیر احمد خاں بھی یہاں ایک معزز ہستی ہے۔ اسی شاخ سے معظم الدین، فقیر خان اور سیف الدین خاں پنجاب ریلوے میں ملازم ہیں۔

شاہ پور اور مندہار کے چوہدری راٹھوروں کو سدھروں والے رشتہ دیتے نہیں بلکہ لے لیتے ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ سدھروں شاخ کا مورث اعلیٰ راجہ فتح محمد خاں راٹھور رانی کے بطن سے اور نور محمد خاں کہوٹہ کے چوہان رئیس کی لڑکی کے بطن سے تھا۔

کشمیر میں چوہدری راٹھور کی شاخ۔ کشمیر میں صرف دو تین جگہ اس قوم کے افراد پائے جاتے ہیں۔ ایک شاخ پرگنہ لار کے موضع اندروں میں آباد ہے۔ جو شاہ پور مندہار سے وہاں گئی ہے۔ ایک دو گھر اب شاخ سدھروں سے بھی وہاں چلے گئے ہیں بالا خاں ایک بالا تر ہستی تھے۔ اس وقت شاہ پور مندہار والی شاخ میں عطا محمد خاں نمبردار محمد شبیر خاں، حسیب اللہ خاں، بشیر احمد خان، علی احمد خان قابل ذکر ہیں۔ کُل گھروں کی تعداد ۲۵ کے قریب بتائی جاتی ہے۔

ان کے علاوہ کشمیر کی تحصیل اوڑی کے موضع نوشہرہ اور پونچھ تحصیل ہنڈر کے موضع منکوٹ چھجلا اور شیخ سولی سدھروں میں چند ایک گھر معروف بہ چوہدری ملہافی اپنے آپ کو چوہدری راٹھور کے خاندان سے منسوب کرتے ہیں لیکن سدھروں کے چوہدری راٹھور ان کو اپنے خاندان سے تسلیم نہیں کرتے۔ عام طور پر ان کا پیشہ زمینداری اور کاشتکاری ہے۔ سدھروں والی شاخ جاگیردار کہلاتی ہے۔ یہ سب آپس ہی میں رشتے ناطے کرتے ہیں۔ اور سوائے سادات گیلانیہ کے اور کسی قوم کو رشتہ نہیں دیتے۔ اس قوم میں جو کبھی صاحب سیف و القلم رہ چکی ہے تعلیم کا فقدان ہے۔

ماگرے

اس قوم کے متعلق تاریخ اقوام کشمیر کے صفحات ۲۴۷ تا ۲۵۰ میں کافی بحث کی جا چکی ہے جس کا خلاصہ چند الفاظ میں یہ ہے۔ کہ یہ قوم چند دیگر اقوام تانترے۔ ڈار۔ نائیک وغیرہ کی طرح صاحب سیف وسنان جنگی وپہلوان رہی ہے۔ سر والٹر لارنس مصنف ویلی آف کشمیر (انگریزی)، اور پیر حسن شاہ مصنف تاریخ حسن (فارسی) نے بھی ماگرے قوم کو کشتری النسل قوم تسلیم کیا ہے ہندو راجگان کشمیر کے بعد مسلمان سلاطین کشمیر نے بھی اس قوم کو بڑے بڑے عہدے دیئے ہیں۔ چنانچہ مسلمان شاہان کشمیر کے زمانہ میں ان کا عروج آج سے قریباً ۶۰۰ سو سال پیشتر بعہد سلطان شمس الدین شاہ میری شروع ہوتا ہے۔

اس قوم میں سب سے پہلے جو شخص مسلمان ہوا ہے وہ لدے ماگرے نام کشمیر کا ایک نامی رئیس تھا۔ حضرت سید علی ہمدانی نے اس کو مسلمان بنایا۔ اور چونکہ ایک خاندانی شخص تھا۔ اسلئے ملک لدے ماگرے کہلایا۔ اس کا فرزند ملک احمد ماگرے سلطان حسن شاہ بادشاہ کشمیر کا مدارالمہام تھا۔ اس خاندان میں ابراہیم ماگرے۔ سید محمد ماگرے۔ نوروز ماگرے۔ لوہر ماگرے۔ ابدال ماگرے اور علم شیر خاں ماگرے بڑے جلیل القدر رئیس تھے۔ اور کشمیر کی سیاسیات پر ان کا نمایاں اثر تھا۔ اور خاندانی وجاہت کی وجہ سے سب ملک کہلاتے تھے۔ ان میں ابدال ماگرے کی والدہ ایک نامور قبیلہ سادات سے تھی۔ اور ابدال کا فرزند سید محمد ماگرے سلطان نازک شاہ بادشاہ کشمیر کا بہنوئی تھا۔

ایسی عظیم الشان قوم جس نے صدیوں تک اپنے سیاسی اقتدار کی بدولت ایک تلاطم برپا کر رکھا ہو جس کی شوکت وعظمت نے بادشاہ وقت اور نامور خاندان سادات سے رشتے لئے ہوں اور جس کے اسلاف کا نام آج بھی کشمیر کی مشہور مسجد جامع سکندری کے کتبہ پر درج ہو۔ اس قوم کے خلف کشمیر سے پونچھ کی سرزمین میں داخل ہو کر اور اپنی قومی روایات کو فراموش کر کے محض اپنی لاعلمی کیوجہ سے آج ماگرے[1] کہلانے ہی کو عار سمجھتے ہیں۔ غلط روایات

[1] ماگرے قوم پونچھ میں ماکری یا ماگری کس طرح مشہور ہوگئی۔ دیکھو اسی کتاب کا صفحہ ۷۲۶۔

اور غلط شجرہ کی بنا پر اپنا تعلق کسی اور قوم سے ظاہر کریں۔ اس سے زیادہ کسی طبقہ کی قومی تاریخ سے ناواقفیت اور پست خیالی کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

تحصیل باغ، تحصیل حویلی اور تحصیل سدھنوتی کے کئی مواضعات میں یہ قوم پھیلی ہوئی ہے۔ تحصیل سدھنوتی میں ایک موضع موٹارین ہے جہاں اس قوم کے ۱۸ گھر ہیں۔ نفوس کی تعداد ایک سو تک بیان کی جاتی ہے۔ کاغذات بندوبست میں یہ قوم ماگری لکھی ہوئی ہے۔ مالیہ اس قوم کی طرف سے جو داخل خزانہ پونچھ ہوتا ہے۔ دو سو روپیہ کے قریب ہے۔ اس موضع میں اس قوم کا اپنا نمبردار ہے جس کا نام فقیر خاں ہے۔ اور جس کے خاندان میں چار پشت[1] سے برابر نمبرداری چلی آرہی ہے۔ اس موضع کی ماگرے برادری میں حسب ذیل اصحاب قابل ذکر موجود ہیں۔ فقیر خاں نمبردار۔ سبز علی خاں ملازم کوہ مری زمان علی خاں۔ یوسف علی خاں۔ مرسا خاں۔ فیروز دین سپاہی پنشنر۔ برخلاف بعض دیگر دیہات کے موٹارین کی ماگرے برادری اپنے آپ کو ماگری یا ماکری نہیں بلکہ ماگرے ہی تسلیم کرتی ہے۔ اور ماگرے قوم جیسا کہ تاریخ خواجہ اعظمی، تاریخ کبیر کشمیر، تاریخ حسن شاہ، تاریخ ویلی آف کشمیر، تاریخ نگارستان کشمیر، مکمل تاریخ کشمیر جلد دوم اور تاریخ گلدستہ کشمیر اور تاریخ اقوام کشمیر میں درج ہے۔ کشمیر کی ایک معزز جنگی قوم ہے جس کا وجود کشمیر کے ہندو راجگان قدیم کے زمانہ سے پایا جاتا ہے۔ اور جس کو اسلام قبول کئے آج چھ سو سال گذر چکے ہیں۔ اور یہ قوم مغلوں کے کشمیر میں وارد ہونے سے بہت عرصہ پیشتر سے آباد اور موجود ہے۔

اس قوم کا رشتہ ناطہ اپنی برادری کے علاوہ منہاس۔ کھکھہ۔ گکھڑ اور سوہن قوموں سے ہوتا ہے۔ تعلیم اس برادری میں بہت کم ہے۔ پرائمری پاس لڑکوں کی تعداد بھی چار پانچ افراد سے زیادہ نہیں ہے۔ جو نہایت افسوسناک امر ہے۔

---

[1] فقیر خاں نمبردار ولد چھدار خاں نمبردار ولد بھولو خاں نمبردار ولد تاج خاں نمبردار

سُدھن

پونچھ کی تحصیل سدہنتی میں سُدھن قوم اس کثرت سے آباد ہے۔ کہ اس تحصیل کا نام اسی قوم کی وجہ سے سدہنتی مشہور ہے۔ لیکن سدھن قوم کی اصلیت اور اس کے حسب نسب کے متعلق بہت کچھ اختلاف ہے۔ اور ہر چند کہ بہت زیادہ پرانے شجرے اور نسب نامے چنداں قابل اعتماد نہیں ہوتے۔ اور نہ عقل سلیم ہزارہا سال کے شجروں اور گرسی ناموں پر کچھ یقین کر سکتی ہے۔ تاہم جس قدر تاریخی اور روایتی ذرائع کوئی قابل اعتبار مدد دے سکتے ہیں۔ مصنفین اور مؤرخین ان سے استفادہ اٹھاکر کوئی نہ کوئی نتیجہ پیدا کر سکتے ہیں۔

تاریخ راجگان جموں وکشمیر اور تاریخ راجپوتان پنجاب کے سوا سدھن قوم کا ذکر اب تک کسی تاریخ میں نظر سے نہیں گذرا۔ ان کتابوں میں سدھن قوم کو نومسلم راجپوت بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ تاریخ راجگان جموں وکشمیر کے صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے "سدہنتی خاندان سدھن چندر بنسی کی راجدھانی تھی۔ اس خاندان کے زیادہ تر لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔" تاریخ راجپوتان پنجاب کے صفحہ ۱۰۱ پر سُدھ سین کو راجہ گوڑ سین کا فرزند بتا کر سدھن قوم کا بانی لکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں اور بھی ایک دو جگہ سدھن قوم کے راجپوت نو مسلم ہونے کا ذکر ہے۔ جس پر ہم آئندہ سطور میں کچھ بحث کریں گے

یہ دونوں کتابیں ایک ہی مصنف کی تصنیف سے ہیں۔ اور جہاں تک ان کتابوں کا ہم مطالعہ کر سکے ہیں۔ مصنف نے سادات کے سوا مسلمانوں کی تمام مشہور اقوام کو راجپوت نومسلم ہی بتایا ہے۔ یہاں تک کہ چغطوں اور مغلوں کو بھی نومسلم راجپوت لکھا ہے۔ اور کشمیر کی مشہور اقوام بمبہ اور کھکہ کو دو سگے بھائی بنا کر راجہ کھشتری پال کے فرزند ظاہر کیا ہے۔ ان کتابوں کے مصنف ٹھاکر کاہن سنگھ ۱۹۳۴ء میں راقم مؤلف کو جب سرینگر کشمیر میں ملے۔ تو بمبہ و کھکھہ قوم کے متعلق راقم مؤلف کے عرض کرنے پر اور تاریخ اقوام کشمیر کا مطالعہ کرنے کے بعد انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ لیکن یہ کہا کہ اب توقع نہیں کہ میری کتاب کا دوسرا ایڈیشن طبع ہو سکے۔ اور میں اس غلطی کی اصلاح کر سکوں۔

تاریخ راجگان جموں و کشمیر کے صفحہ ۳ اکے ان الفاظ سے کہ اس خاندان کے زیادہ تر لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سدھن قوم میں ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ سدھنوں میں ایک بھی ہندو نہیں ہے۔ جس نام سے مصنف کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ سُودن ہے۔ اور سُودن ایک برہمن قوم ہے۔ جس کا ذکر اسی کتاب کے باب دہم میں ہو چکا ہے۔ تاریخ راجپوتان پنجاب کے صفحہ ۲۷۱ پر راجہ روپ سین کے پڑپوتے صورت سنگھ کے بڑے بیٹے کا نام ہیمن سین اور چھوٹے کا سدھ سین لکھ کر بتایا ہے۔ کہ علاقہ سدھنتی اسی نے آباد کیا تھا۔ لیکن ۲۱۴ صفحہ پر اس خاندان کا جو شجرہ درج کیا ہے۔ اس میں ہیمن سین کی جگہ سجن سین کو سدھ سین کا بھائی بتایا ہے۔ پھر ۵۲۰ صفحہ پر لکھا ہے ''سدھن کے مورث اعلیٰ کا نام راجہ سدھ پال تھا۔ اس کی اولاد مسلمان ہو چکی ہے۔ اور تحصیل سدھنتی میں جا کر آباد ہونے کی وجہ سے سُدھن کے نام

سے مشہور ہو گئی"

ایک ہی کتاب میں مصنف نے ایک ہی قوم کے حسب نسب اور اس کے مورث اعلیٰ کے متعلق متضاد بیانات لکھے ہیں۔ ایک جگہ مورث اعلیٰ کا نام سدھ سین بتایا ہے۔ دوسری جگہ سدھ پال۔ ایک جگہ لکھا ہے سدھ سین ہی نے سدھنتی کو آباد کیا۔ دوسری جگہ لکھا ہے۔ سدھنتی پہلے سے آباد تھی۔ اس کی اولاد سدھنتی میں رہنے کی وجہ سے سُدھن مشہور ہو گئی۔ ایک جگہ لکھا ہے۔ اس کی اولاد کا کثیر حصہ مسلمان ہو گیا۔ دوسری جگہ لکھا ہے۔ اس کی اولاد مسلمان ہو گئی۔ یعنی بانئے خاندان کی ساری کی ساری اولاد نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ اختلافات اپنی تردید آپ کر رہے ہیں۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے۔ کہ خود سدھن قوم کا اپنے متعلق کیا خیال ہے۔ جو شجرہ نسب سدھن قوم کا اس وقت راقم السطور کے زیر نظر ہے۔ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے۔ طویل اور قدیم شجروں پر جیسا کہ قبل ازیں لکھا جا چکا ہے۔ اعتماد کرنا بہت مشکل ہے! اور جب ان میں تاریخی اغلاط بھی روز روشن کی طرح نظر آتے ہیں۔ تو وہ مشکل ناممکنات سے بدل جاتی ہے۔ مصنف حیات[1] افغانی نے بھی ایسے دیرینہ شجروں کو ناممکن الفہم تصور کیا اور صحت کے ناقابل سمجھا ہے۔ اس شجرہ میں حضرت یعقوب سے ۲۹ ویں پشت میں ایک نام لودی شاہ اور ۳۸ ویں پشت میں ایک نام ملک بہرام درج ہے اور اس کے والد کا نام خالد شاہ اور دادا کا نام ولید شاہ لکھا ہے لیکن حیات

[1] اس کتاب کے مصنف نواب محمد حیات خان سکنہ واہ حسن ابدال ہیں۔ نواب صاحب مرحوم کونسل جموں وکشمیر کے ممبر بھی تھے۔ سر سکندر حیات خاں سابق گورنر پنجاب اور نواب سر لیاقت حیات خاں چیف منسٹر پٹیالہ آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔

افغانی ہیں جو اقوام افاغنہ کی ایک معتبر و مستند تاریخ سمجھی جاتی ہے۔ بہرام کے باپ کا نام احمد خیل اور احمد خیل کے باپ کا نام شاہو خیل بتا کر اس سے آگے کے شجرہ کو صحیح سمجھنے سے احتراز کیا گیا ہے

لیکن یہ شجرہ تاریخ کے رُو سے قطعی غلط ہے۔ جیسا کہ سطور ذیل سے معلوم ہوگا۔ حضرت یعقوب سے ۲۹ ویں پشت میں لودھی شاہ ایک نام لکھ کر اس خاندان کو لودھی اور حضرت یعقوب سے پینتالیسویں پشت میں نواب سدو خاں نام لکھ کر اس خاندان کو سدھن بتایا گیا۔ اور سدھن کو سدوزئی قبیلہ کی شاخ ظاہر کیا گیا ہے۔ حضرت یعقوب کا زمانہ حضرت مسیح سے قریباً ۲½ ہزار سال پیشتر بتایا جاتا ہے۔ جس کو آج ۱۹۳۶ء میں قریباً ۴½ ہزار سال ہو چکے ہیں۔ لیکن اس شجرہ کے حساب سے حضرت یعقوب کو ۱۹۳۶ء میں صرف ۱۸۰۰ سو سال گذرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت یعقوب حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی بعد کے زمانہ میں گذرے ہیں۔ جو قطعاً غلط ہے۔ علاوہ ازیں لودھی کی اصلیت جس کو لودی شاہ بنا کر حضرت یعقوب کی ۲۹ ویں پشت میں ظاہر کیا گیا ہے۔ حسب ذیل سطور سے معلوم ہو سکیگی۔ امیرزادگان کوہ غور سے شاہ حسین نام ایک شخص حوادث روزگار سے تنگ ہو کر شیخ بٹن بن قیس عبدالرشید کے پاس آیا۔ جس نے اس کی خاندانی وجاہت کا لحاظ کر کے اپنے دوسرے بیٹوں کی طرح اس کی پرورش کی۔ اور جب وہ بالغ ہوا تو اپنی لڑکی متو نامی کا اس سے عقد کر دیا۔ اس کے بعد شاہ حسین نے ایک اور شادی مہتی نام عورت سے کی۔ متو سے غلزئی اور مہتی سے شیروانی اور ابراہیم پیدا ہوئے۔ شیخ بٹن نے ایک دن اپنے نواسوں کی اقبالمندی کا امتحان لیا۔ تو ابراہیم کے کام سے جو سب سے چھوٹا تھا۔ بہت خوش ہوا۔ اور کہا ابراہیم لودی یعنی ابراہیم سب سے بڑا ہے بس اسی وقت

سے ابراہیم کا نام لوئیدی اور لوئیدی سے لودی مشہور ہوگیا۔ اس کی اولاد آج تک لودی کہلا رہی ہے۔ لودی عرف عام ہے نہ کہ اصلی نام ہے۔ ملک بہرام جس کو شجرہ میں حضرت یعقوب سے ۳۸ ویں پشت میں بتایا گیا ہے۔ درحقیقت ابراہیم لودی بن شاہ حسین غوری کی اولاد سے تھا۔ یہی ملک بہرام بہلول لودی[1] بادشاہ ہندوستان کا دادا تھا۔ سدھن قوم کے شجرہ میں ملک بہرام کی آٹھویں پشت نواب سدو خاں عرف سدوزیئی عرف سدھن کا نام بتاتی ہے۔ لیکن سدو خاں عرف سدوزیئی کی اصلیت بھی بہ لحاظ تاریخ اس شجرہ سے بالکل مختلف ہے جو سطور ذیل سے معلوم ہو سکیگی۔ شرجنون (شرف دین) خلف سٹرہ بن ابن قیس عبدالرشید کی تیسری پشت میں ابدال اور پانچویں پشت میں سلیمان عرف زیرک ہوا ہے۔ سلیمان کے چار فرزند حسب ذیل تھے۔ پوپل زیئی۔ بارک زیئی۔ الکوزیئی۔ موسیٰ زیئی۔ پوپل زیئی کی آٹھویں پشت میں ملک صالح اور ملک اسد اللہ دو بھائی عمر ابدالی کے فرزند تھے۔ ملک صالح ۹۳۰ھ اور ملک اسد اللہ بماہ ذوالحجہ ۹۶۵ھ میں بعہد اکبر بادشاہ پیدا ہوا۔ اسد اللہ بچپن ہی میں سدو کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اور اس کی اولاد اس کے نام پر سدوزیئی کہلائی عمر نے ۹۰ سال کی عمر میں جبکہ اُس کا درویش صفت بڑا بیٹا ساٹھ سال کا اور سدو ۲۵ سال کی عمر کا تھا۔ اپنے چھوٹے بیٹے کی کمر میں تلوار اپنے ہاتھ سے باندھ کر اُس کو اپنا جانشین کیا۔

اسی سدو کی چھٹی پشت میں احمد شاہ ابدالی سدوزیئی ہوا ہے۔ جس نے پنجاب کو سرہند اور دہلی تک بارہا پامال کیا ہے۔ اور جس کے پوتے شاہ زمان نے ایک

---

[1] تخت نشینی ۸۵۵ھ مطابق ۱۴۵۱ء۔ [2] ملک اسد اللہ عرف سدو یا سدو زیئی بن عمر بن معروف بن بہلول زیئی بن کالی بن بامرزیئی بن حبیب زیئی بن پوپل زیئی از حیات افغانی صفحہ ۱۱۸۔

شاہی سند لکھ کر رنجیت سنگھ کو لاہور پر قبضہ کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ احمد شاہ ابدالی اور اس کی اولاد نے کشمیر پر نصف صدی سے زیادہ حکومت کی ہے۔ اور پونچھ اس زمانہ میں گو ایک علیحدہ حکومت تھی۔ لیکن بہت حد تک اسی خاندان کے زیر اقتدار تھی۔ احمد شاہ ابدالی جب نادر شاہ کے انتقال کے بعد اکتوبر ۱۷۴۷ء میں تخت نشین ہوا ہے۔ تو اس کی عمر صرف ۲۳ سال تھی۔

اس نے ابدالی اور سدوزیئی دونوں نام بدل کر اپنا نام دُرانی رکھا۔ دُرانی کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ اس کے مرشد صابر شاہ مجذوب فقیر نے اس کو بادشاہ ہونے پر دُر دوراں کہا یعنی زمانہ بھر کا موتی۔ احمد شاہ نے دُر دوراں کو دُر دُراں سے تبدیل کر دیا یعنی موتیوں کا موتی۔ اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ میری تمام قوم سدوزیئی ایک موتی کی مثال ہے۔ اور میں اس میں سے ایک منتخب موتی ہوں لیکن دُر دُراں نے رفتہ رفتہ لفظ دُرانی کی شکل اختیار کر لی۔ چنانچہ اب احمد شاہ سے اوپر اس کی قوم کے افراد ابدالی اور سدوزیئی کہلاتے ہیں۔ اور احمد شاہ کی اولاد دُرانی کے نام سے مشہور رہی ہے۔

سدوزیئی قوم قندھار۔ خاک ریز۔ ارغنداب۔ علاقہ زارست اور افغانستان کے مختلف پہاڑی علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ پشاور۔ لاہور۔ ملتان۔ ڈیرہ اسماعیل خاں اور لدھیانہ وغیرہ خاص خاص مقامات کے علاوہ کشمیر میں بھی اس کے چند گھر آباد ہیں۔ اور پونچھ میں تو اس قوم کی ایک معقول تعداد سدھن کے نام سے مشہور رہی ہے۔ اصل نام بانئے قوم کا سدو ہی ہے۔ زیئی اولاد یا نسل کو کہتے ہیں۔ اس لئے سدو سے سدھن بن جانا چنداں تعجب انگیز نہیں

(۱) حیات افغانی صفحہ ۱۲۹

پھر جب کہ لفظوں کے بلنے اور بگڑنے اور ان کے تغیر و تبدل اختیار کر لینے کی صدہا نہیں ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔ اور جو اسی کتاب کی ورق گردانی سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

قوم سدھن کی اکثر قومی روایات اور ان کے عادات و خصائل اب تک افغان اقوام سے مناسبت خاص رکھتے ہیں۔ مثلاً آفریدی قوم کا علاقہ پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ وہاں زراعتی زمین کم ہے۔ اس لئے آفریدی محنت مزدوری کرنے کے لئے پشاور اور گرد و نواح کے شہروں میں جاتے ہیں۔ اور فوجی سپاہیوں میں بھی بکثرت بھرتی ہوتے رہتے ہیں۔ ایک اور قوم جدران یا زدران کے نام سے ہے۔ جو علاقہ خوست میں رہتی ہے۔ وہاں آب رواں بھی ہے۔ سبزہ صحرا بھی ہے چیلوں کے درخت بھی ہیں۔ گنجان اور سرسبز جنگل بھی ہیں۔ مگر زمین قابل زراعت اس قدر کم ہے۔ کہ لوگ پتھر جوڑ کر اور اس پر مٹی ڈال کر کھیتی باڑی کرتے اور باہر جا کر محنت مزدوری کے ذریعہ اپنا پیٹ پالتے ہیں۔

ان کے علاوہ صوبہ سرحد کی اور بھی کئی اقوام ہیں۔ جو پیداوار کی کمی کے باعث محنت مزدوری کے لئے پنجاب تک چلی آتی ہیں اور سرکاری افواج میں بھی بھرتی ہوتی ہیں یہی حال سدھن قوم کا ہے۔ تحصیل سدھنوتی میں پیداوار بہت کم ہوتی ہے۔ آبادی زیادہ ہے۔ اسلئے لوگ محنت مزدوری کے لئے کوہ مری اور راولپنڈی اور لاہور تک چلے آتے ہیں۔ اور فوجوں میں تو اس کثرت سے بھرتی ہوتے ہیں۔ کہ برطانوی افواج میں سدھن ملازمین فوج کی تعداد ہزارہا افراد تک اونچی ہوتی ہے۔ یہ ایک خالص جنگجو قوم ہے۔ جنگ عظیم یوروپ کے ایام میں جہاں کئی اقوام کے لوگ جبراً بھرتی کئے جاتے تھے۔ اس قوم کے جوان اور نوعمر لڑکے ہنستے کھیلتے گھروں سے رخصت ہوتے تھے۔ اور جوق در جوق اور فوج در فوج جاتے تھے۔

افغانستان میں کئی ایسی اقوام ہیں۔ جو روپیہ یا جنس لیکر لڑکیوں کا ناطہ دیتی ہیں

بلکہ صاحب مصنف حیات افغانی (۱۹ صفحہ پر) لکھتے ہیں۔ افغانوں میں صرف شیرانی ہی ایک ایسی قوم ہے۔ کہ وہ دُختر کے معاوضہ میں لڑکے یا لڑکے والوں سے روپیہ یا جنس لینا بُرا سمجھتی ہے۔ باقی افغانستان کی تقریباً تمام اقوام کچھ روپیہ یا جنس ناطہ کیوقت لڑکے والوں سے لیتی ہیں۔ اور جو حساب باقی رہ جائے۔ وہ نکاح کے وقت پورا کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ حیات افغانی سے چند ایسی اقوام کے نام جو لڑکیوں کا رشتہ روپیہ یا جنس لیکر دیتی ہیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ چمکنی بیٹنی۔ غلزئی۔ خٹک۔ وزیری۔ کافرستان کی کافر قوم۔ تورگونڈی۔ سپین گونڈی۔ قوم مروت۔ مدوزیئی اور دُرانی قوم کے متعلق لکھا ہے۔ رسومات شادی و ناطہ ان میں بھی ایسی ہی ہیں جیسی دیگر افغانوں میں۔ پونچھ کی سدھن قوم میں بھی ناطہ و شادی میں روپیہ اور جنس لینے کا رواج اس شدت اور اس کثرت سے تھا کہ اس سے ایسی ایسی خرابیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ کہ اس قوم کے رہنما اور معزز اصحاب اسکے انسداد کی تدابیر میں سرگرداں رہتے تھے۔ چنانچہ صوبیدار خان محمد خاں اور دیگر مہدرداں قوم کی مخلصانہ کوششوں سے اب اس میں بہت کچھ کمی ہو گئی ہے۔ اور اس بد رسم کو بیخ و بُن سے اکھاڑنے کے لئے صوبیدار خان محمد خان جو جموں و کشمیر اسمبلی کے ممبر ہیں۔ اب ایک ایکٹ بنام رسم ایکٹ اسمبلی میں پیش کرنے والے ہیں۔

اسی طرح افغانستان میں نسوار کا کثرت سے رواج ہے۔ پونچھ میں بھی یہ وبا بڑے زوروں پر ہے۔ اور رسم اور نسوار کے نقصانات اور اس قسم کے اسراف بے جا کے خلاف ملک میں اب ایک عام جذبہ پیدا ہو رہا ہے

افغانستان میں وحشت۔ شجاعت۔ جہالت۔ حسد۔ خانہ جنگی اور بات بات پر لڑائی دنگہ اور انتقامی جذبات کی کمی نہیں ہے۔ اور یہی سب باتیں پونچھ کے سدھنوں میں موجود ہیں۔ اور ان کا ثبوت ان کے آئے دن کے فسادات اور عدالتی مقدمات سے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ جو امیر ہے وہ تو امیر ہی ہے لیکن جو غریب ہے وہ بھی اپنے آپ کو احمد شاہ دُرانی سے کم نہیں سمجھتا۔ اپنی خاص عادات کی

وجہ سے یہ قوم پونچھ کی دوسری قوموں سے بالکل مختلف اور علیحدہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کی سخت جانی اور جفاکشی اور مردانگی و شجاعت یوں تو عام طور پر مشہور رہے لیکن جب سکھ حکومت کے دوران میں راجہ گلاب سنگھ شورش پونچھ کو مٹانے کے لئے بذات خود پونچھ گئے۔ اور جب انہوں نے سدھن قوم کے مشہور قلعہ منگ تحصیل سدھنوتی میں جاکر سدھنوں کے سرغنہ سرداران ملی و سبز علی کی کھالیں اُتروا دیں اور دوسرے سدھنوں کو سخت سے سخت سزائیں دیں۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ ان لوگوں نے نہایت حوصلہ اور صبر سے ان سزاؤں کو برداشت کیا۔ اور ناموس وطن اور اپنی آزادی کی خاطر ان قربانیوں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اسی طرح شمس خاں اور رجب علی خاں سکنائے رام پٹن کو جب موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ تو انہوں نے موت کو موت نہیں۔ بلکہ حیات جاوید سمجھ کر اپنے گلے کٹوائے۔

راجہ گلاب سنگھ سدھن زن و مرد کی ایک معقول تعداد قیدیوں کی صورت میں جموں بھی لائے تھے۔ یہاں بھی کئی سدھنوں کی کھالیں اُتروائی گئیں۔ لیکن وہ اپنے آخری دم تک آزادیٔ وطن کی خواہش و تمنا کا وظیفہ رٹتے رہے۔ یہی جذبات ہم افغانوں میں اپنے وطن اور اپنی قوم کی آزادی و عزت کے لئے دیکھتے ہیں۔ بلکہ افغانستان کے سدو قبائل کے پاس شاہ ایران صفوی کا ایک فرمان ہے۔ جس کا اس قوم پر اس کی اپنی سرداری تسلیم کرنے کے علاوہ یہ حکم بھی درج ہے۔ کہ سدوزئیوں کو ان کی اپنی قوم کے سوا دوسری کوئی قوم سزا نہیں دے سکتی[1]

افغانستان میں تمام سدوزئی قوم جو درانی اور ابدالی بھی کہلاتی ہے۔ اہلسنت والجماعت ہے۔ اور پنجاب میں بھی جہاں جہاں یہ قوم آباد ہے۔ اہلسنت

[1] حیات افغانی صفحہ ۱۲۰

والجماعت ہی سے تعلق رکھتی ہے۔اور پونچھ میں بھی جس قدر سدھن ہیں وہ سب حنفیہ عقائد رکھتے ہیں۔ اور اہل سنت والجماعت ہیں۔

تعلیم کی کمی۔ خون کا جوش۔ باہمی تنازعات۔ قومی تفاخر۔ جہالت وبربریت رسم رم کا اجراء۔ ان سب باتوں کے باوجود مہمان نوازی کا وصف یہ سب امور افغانی خصائل سے ملتے جلتے ہیں۔ ان کے علاوہ ان کی شکل صورت۔ قدو قامت۔ معاشرت وتمدن۔ خط وخال۔ غرض ان کی بہت سی باتوں کا تعلق افغانستان سے ایک دور دراز علاقہ میں رہنے کے باوجود اب تک ان کے افغانی النسل ہونے کا ثبوت دے رہا ہے۔

خان بہادر سردار محمد اشرف خاں افغانوں کی پوپل زئی شاخ کے ایک معزز قبیلہ سے ہیں۔اور پونچھ میں گورنر رہ چکے ہیں۔ راقم الحروف کے ایک استفسار کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں "سدھن قوم افغان ہے۔اور سدوزئی قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے۔میں نے ان کو زندگی کے ہر شعبہ میں افغانوں کے قریب تر پایا۔میں نے سدھنتی میں بہت سے لوگ ایسے دیکھے جن کے رنگ۔ جن کے چہرے جن کی آنکھیں اور جن کی وضع قطع نے مجھے ان کے افغان ہونے کا یقین دلایا ان کی تمام فطرت سدوزئیوں سے ملتی ہے۔ سدوزئی پوپل زئی قبیلہ کی ایک شاخ ہے۔یہ وہی شاخ ہے جس کی نسل سے عظیم ترین بادشاہ ہوئے ہیں۔ اس لئے مجھے سدھنوں سے ہم قوم اور ہم جد ہونے کی وجہ سے قدرتاً محبت تھی۔ اور مجھے ان کا بیگار کے بوجھ تلے رہنا اور دردناک افلاس اور فضول مراسم کا شکار ہونا یقیناً ناگوار تھا۔ اور اُن دنوں (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۹ء) میں چونکہ یورپ کی جنگ عظیم شروع تھی۔اس لئے میں نے ان کو فوج میں زیادہ سے زیادہ بھرتی ہونے کی تحریک کی۔ یہ تحریک ایسی مقبول ہوئی۔ کہ ہزارہا سدھن

جنگ میں شامل ہو گئے۔ بلکہ ایک سدھن بیوہ عورت کا ایک ہی بیٹا تھا۔ وہ بھرتی ہونے کے لئے آیا۔ تو ہم نے اس کی غریب اور بوڑھی ماں کی بیکسی کا خیال کر کے اس کی بھرتی سے انکار کر دیا۔ لیکن وہ لڑکا کسی اور جگہ جا کر خود بخود بھرتی ہو گیا[1]" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مبداء فیاض نے اس قوم کو شجاعت و مردانگی کے جوہر بخشے تھے۔ ان کو افلاس و نکبت اور بیگار کی کالی گھٹا کے سایہ نے چھپا رکھا تھا۔ یا اگر کبھی ظاہر ہوتے بھی تھے۔ تو آپس کے فساد۔ اور باہمی تنازعات میں۔ لیکن جنگ یوروپ نے ان کے شجاعانہ اوصاف کو ایک عالم میں آشکارا کر دیا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ سدھن قوم آج ہندوستان کی بہترین مضبوط۔ جنگجو اور جنگ آزما قوموں میں شمار ہوتی ہے۔

سدوزئی شاخ سے چارسدہ میں اس خاندان کے سرکردہ حبیّ خاں نامی رئیس تھے۔ سیل خاں۔ کسریٰ خان اور پیچم خاں ان کے تین فرزند تھے۔ خانگی تنازعات کی وجہ سے حبیّ خاں اپنے فرزندوں سمیت چارسدہ سے نکل کر پہلے پہل تحصیل کہوٹہ (راولپنڈی) کے ایک موضع سلٹھ میں آئے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد تحصیل کوٹلی کے موضع ترڑالہ میں فروکش ہو گئے۔ اس اثنا میں حبیّ خاں کا تیسرا بیٹا بھائیوں سے لڑ کر سوات بُنیر کی طرف چلا گیا۔ جہاں اُس کی اولاد پکھلی۔ دھمتوڑ ہزارہ۔ سوات اور بُنیر کے اطراف میں پائی جاتی ہے۔

حبیّ خاں اور اس کے دونوں فرزندوں اور ان کی کثیر اولاد نے یہاں پاؤں جما کر پر پرزے نکالنے شروع کئے۔ چھوٹے چھوٹے قبائل پر اقتدار جما کر۔ بعد میں تحصیل کوٹلی کے کئی مواضعات کو فتح کیا۔ پھر پندری کی طرف رُخ کیا۔ جدھر

---

[1] خلاصہ خط خان بہادر سردار محمد اشرف خاں سابق گورنر پونچھ حال افسر لہ لداخ کشمیر مورخہ ۳۰ر اپریل ۱۹۳۶ء بنام راقم مؤلف ہذا۔

قدم اُٹھتا تھا فتح و نصرت پیشوائی کے لئے چشم براہ رہتی تھی۔ اس وقت سیل خاں کی اولاد تحصیل سدھنتی کے شرقی حصہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور کسری خاں کی اولاد ساحل جہلم کے ساتھ ساتھ چلی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس قوم کی آبادی حویلی اور مہنڈر اور باغ کی تحصیلوں میں بھی ہے۔ اور ریاست جموں و کشمیر کی تحصیلات کوٹلی و مظفر آباد اور متصلہ انگریزی تحصیل کہوٹہ میں بھی ہے۔

پونچھ والوں کی زبانوں کو سدوزیٹی ایک طویل نام بار گراں معلوم ہو رہا تھا۔ چنانچہ سدّو اور سدھن دو نام ان کے رکھے گئے۔ لیکن سدھن نام نے زیادہ شہرت و قبولیت حاصل کی۔ اور ہر چند کہ حبّی خاں کے دونوں بیٹوں کے نام سیلال اور کسرال نام سے دو شاخیں علیحدہ ہو گئیں۔ یعنی سیل خاں کی اولاد سیلال اور کسری خاں کی اولاد کسرال کہلائی۔ اور پھر ان دو شاخوں سے اور کئی شاخیں چلیں جیسے نکیال۔ رحمیال۔ جینیال۔ جامنیال۔ ماکوال۔ سستوال۔ ڈاہڈیال سیخوال۔ بھوجوال وغیرہ۔ اور ہر شاخ اپنے کسی نہ کسی بزرگ کے نام سے موسوم ہے جیسے ماکو خاں سے ماکوال اور ڈاہڈا خاں سے ڈاہڈیال۔ لیکن ان دو بڑے قبائل اور ان کی شاخوں کا اصل مرکز لفظ سدھن ہی رہا۔ اور اسی نام سے ان کی زیادہ شہرت ہے۔ ایسے ہی افغانستان میں بارک زیٹی۔ اچک زیٹی۔ الکوزیٹی۔ نور زیٹی۔ اسحاق زیٹی۔ پوپل زیٹی۔ سدوزیٹی وغیرہ کئی قبائل ہیں۔ لیکن ان نامزدگیوں کے باوجود یہ سب قبائل اپنے مورث اعلیٰ ابدال کے نام سے ابدالی تصور کئے جاتے ہیں۔

سدھن قوم نے سدھنتی میں جو انہی کے نام پر پونچھ کی ایک مشہور مردم خیز تحصیل ہے۔ کئی دیہات اپنے قبضے میں کر لئے۔ ان کی طرز حکومت بھی افغان قبائل کی مانند تھی۔ ایک ایک قبیلہ کا ایک ایک خان یعنی سردار ہوتا تھا۔ ہر ایک

بڑے سردار نے اپنے اپنے علاقہ میں کوئی نہ کوئی قلعہ بنوا رکھا تھا اُس زمانہ میں قلعہ کو ڈُہلی کہتے تھے۔ چنانچہ پونہ حدو۔ کہالہ کنیجر۔ منگ۔ پھون آتھ (گوراہ) بلنگی۔ برہوتہ۔ پوٹھی مکوالاں۔ دھمنی۔ جھبونہ۔ پورہ۔ بارل۔ نیریاں اور چوکیاں کی ڈُہلیاں خاص طور پر محفوظ و مضبوط خیال کی جاتی تھیں۔ ان سب میں دھمنی (علاقہ پرل) کے سردار شمس خاں کو امتیاز خاص حاصل تھا۔ باقی ڈہلیوں میں راجہ گلاب سنگھ کے حملہ پونچھ کے وقت حسب ذیل سردار موجود تھے۔ پونہ حدو میں حدو خاں۔ کہالہ میں علی خاں و سبز علی خاں۔ منگ میں جموں خاں۔ گوراہ پون آتھ میں رائے شیر علی خاں۔ بلنگی میں بلند خان۔ برہوتہ میں سکندر خاں۔ دارا میں بوسہ خاں۔ پوٹھی مکوالاں میں نتھو خاں۔ جھبونہ میں امیر خاں راجہ گلاب سنگھ ان کے صاحبزادہ میاں اودہم سنگھ۔ میاں لعب سنگھ اور جرنل زور آور سنگھ یہ سب جرار فوج لے کر سرداران پلندری اور دوسرے سربرآوردہ لوگوں پر ڈوگرہ حکومت کا سکہ بٹھا رہے تھے۔ چنانچہ اس موقعہ پر جن بارہ سدھن سرداروں کے زندہ جسموں سے کھالیں اُتروا کر شاہراہ عام پر لٹکائی گئیں۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں منصر علی خاں چھوٹا گلہ۔ باز خاں و بلند خاں ہاڑی میر باز خاں ابن جونسہ۔ کالو خاں و فتح شیر خاں رکھ ٹہروتہ۔ مہدی خاں دھمنی۔ مزمل خاں و سر انداز خاں بلنگی۔ حیات خاں جنڈالی۔ جومدار خاں رہاڑہ۔ امیر علی خاں علی سوجل۔ ان عبرتناک سرداروں کے ساتھ بعض سدھن سرداروں کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ جموں خاں چھلاڑ والے راجولی خاں اور پلندری کے سرداران کالا خاں و ملا خاں بھنجرا کو فوج میں اچھے اچھے عہدے دیئے۔ اور دیگر سرداروں کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے بھائی یا بیٹے فوج میں بھرتی کرائیں۔ تاکہ یہ لوگ آئندہ شورش کا سدباب کرنیکے ذمہ وار قرار دیئے جائیں۔

سُدھن قوم نے ایک غیور اور باحمیت قوم کی طرح اپنی آزادی اور خودداری کی حفاظت کے لئے کئی جانیں قربان کیں۔ لیکن جب وہ اپنے ارادوں میں ناکام رہی۔ تو ایک وفادار اور بہادر قوم کی طرح اس نے ڈوگرہ حکومت کا تسلط قبول کیا۔ بلکہ جب مہاراجہ گلاب سنگھ نے گلگت پر حملہ کیا ہے۔ تو دیگر اقوام کی طرح سدھن قوم کے نوجوان بھی اس لڑائی میں شامل تھے۔ اور فتح گلگت میں ان کا بھی نمایاں حصہ تھا چنانچہ مہاراجہ گلاب سنگھ نے گلگت کے راجگان کو شکست دینے کے بعد سدھن قوم کے دو نامور سرداروں راجولی خاں و سردار بہادر علی خاں سکنہ رام پتن کو طلائی کڑے اور سردار بہادر علی خاں کو کڑوں کے علاوہ ایک قیمتی ہار بطور انعام دیا۔

جب ۱۹۵۶ب میں پونچھ کے بندوبست کا آغاز ہوا۔ تو زمینداروں کے حقوق ملکیت کی پامالی دیکھ کر سردار بہادر علی خاں سدھن سکنہ کھڑک نے حکومت ہند کے پاس دعوے دائر کر دیا۔ اور یہ حلف اٹھا کہ پونچھ سے باہر چلے گئے۔ کہ جب تک ملکیت کے حقوق حاصل نہ کر لونگا واپس نہ آؤنگا۔ ان کی اس مجاہدانہ سرگرمی کو تازہ رکھنے اور کامیاب بنانے میں اور بھی کئی سدھن سرداروں نے درمے وقدمے مدد دی۔ لیکن ابھی ان کی تگ و دو جاری ہی تھی کہ ہیچ کار دنیا کسے تمام نہ کرد۔ کے مطابق وہ اپنی امیدیں دل ہی میں لئے ہوئے عالم بقا کو سدھار گئے اس سے اتنا ہوا کہ باشندگان پونچھ کو حقوق ملکیت کی بجائے آخر کار حقوق اسامی مل گئے۔ اور سردار بہادر علی خاں گو عالم غربت میں انتقال کر گئے۔ اور ان کی تمنا کلیتہً پوری نہ ہو سکی۔ تاہم ان کی مخلصانہ خدمات کی بدولت پونچھ میں آج بھی ان کا نام زندہ ہے ؎

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے ۔۔۔ کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے۔

پنشنر صوبیدار میجر آنریری لفٹنٹ برہان علی خان بہادر سردار بن

ساکنہ جھنڈا لگا تحصیل سدہنوتی علاقہ پونچھ

سردار بہادر علی خاں اور ان کی قوم کے شجاعانہ اوصاف کسی نہ کسی صورت میں فوجی انگریز حکام کے بھی گوش گذار ہو رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس قوم کی ہمت افزائی کے لئے سردار بہادر علی خاں کے بھائی سردار کالا خاں اور سردار محمد حسین خاں سدھن سکنہ رہاڑہ کو فوج میں ڈائرکٹ جمعداری کے عہدہ پر لے لیا عالمگیر جنگ یوروپ میں سدھن قوم کے نوجوان اس کثرت سے افواج میں بھرتی ہوئے اور تھوڑی سی تربیت کے بعد سدھن سپوتوں نے اس قدر سپاہیانہ جوہر دکھائے۔ کہ عراق۔ بصرہ۔ کوت العمارہ۔ درہ دانیال۔ بغداد۔ کوئٹہ۔ صوبہ سرحد وغیرہ علاقوں کی سرزمین جہاں انکے بہادرانہ خون کے وفادارانہ قطروں سے لالہ زار ہو گئی۔ وہاں ایک عالم نے اس قوم کو نہ صرف ایک پیدائشی جنگی قوم تسلیم کیا۔ بلکہ پونچھ جیسے گمنام پہاڑی علاقہ کی شہرت دنیا کے مختلف ملکوں میں پونچ گئی۔ اور راجہ صاحب پونچھ یعنی سر راجہ بلدیو سنگھ نہ صرف میجر بنائے گئے۔ بلکہ ان کو سات توپ کی سلامی بھی ملی۔

سدھن قوم میں آنریری کیپٹن۔ لفٹنٹ۔ صوبیدار میجر۔ صوبیدار اور جمعدار کثرت سے موجود ہیں۔ ان میں اعزاز۔ خطاب اور عطیہ جات یافتہ فوجی افسروں کے نام ذیل میں درج ہیں۔

(سدھن قوم کے اعزاز یافتہ فوجی افسر ساکنان علاقہ پونچھ)

نام فوجی افسران	سکونت	قسم اعزاز	عطیہ جات
آنریری کیپٹن سردار جعفر علی خاں بہادر مرحوم سابق آنریری مجسٹریٹ بلندری	بھتیاہ	آئی او۔ ایم	گورنمنٹ ہند سے ۲ مربعہ حکومت پونچھ سے زائد از دس کنال
آنریری لفٹنٹ سردار برہان علی خاں بہادر	بلندری	آرڈر آف برٹش انڈیا	چھ سو روپیہ سالانہ جاگیر از گورنمنٹ ہند

صوبیدار میجر خان بہادر سردار فاضل خاں	رہاڑہ	آئی او۔ایم و خان بہادر	
صوبیدار میجر سید محمد خان بہادر آنریری مجسٹریٹ راولاکوٹ	رہاڑہ	آئی۔ڈی۔ سی ایم۔ ڈسپیچ	گورمنٹ ہند سے چار مربعہ اراضی حکومت پونچھ سے پانچ گھماؤں اراضی پشتینی جاگیر
صوبیدار سید محمد خان بہادر	بلہندری	آئی۔ ڈی ایس۔ ایم	گورمنٹ ہند سے ایک مربعہ حکومت پونچھ سے ۱۶ کنال
صوبیدار خان محمد خان بہادر ممبر لیجسلیٹو اسمبلی جموں وکشمیر وسکرٹری سولجرس بورڈ بلہندری	پچھے چھن	آئی۔ ڈی ایس۔ ایم	گورمنٹ ہند سے دو مربعہ حکومت ہند سے ۲ گھماؤں
صوبیدار سردار شان خاں بہادر	"	آئی ڈی ایس ایم	گورمنٹ ہند سے دو مربعہ
جمعدار جعفر علی خان بہادر	دھاردہر پونچھ	آئی او۔ ایم	
جمعدار فتح حیدر خان بہادر	"	آئی او۔ ایم	
سردار بہادر لفٹننٹ محمد خان بہادر	سیمبل گھہار تحصیل کہوٹہ	سردار بہادر	گورمنٹ ہند کی طرف سے جاگیر ۱۶۰۰ روپیہ سالانہ طلائی کڑے
سردار تاج خان	دتاردہر پونچھ		
سردار متولی خاں	بارل		سالانہ جاگیر ۲۴۵ روپے از گورمنٹ ہند

(سدھن قوم کے عام فوجی کمیشن افسر ساکنان علاقہ پونچھ وغیرہ)

نمبر شمار	نام آفیسر معہ عہدہ	سکونت	نمبر شمار	نام آفیسر معہ عہدہ	سکونت
۱	صوبیدار فیروز خاں	تالا داڑی	۳	صوبیدار بہادر علی خاں	ہورنہ میرہ
۲	صوبیدار محمد خاں	پوٹھی مکولاں	۴	صوبیدار حسین خاں	ہورنہ میرہ

صوبیدار دوست محمد خان ۱/۴ راجپوت رجمنٹ سکنہ منگ پونچھ

۵	صوبیدار فیروز خاں	ہاڑی	۲۶	صوبیدار حسین خاں	تالاواڑی
۶	صوبیدار نادر علی خاں	سُوں	۲۷	صوبیدار فتح محمد خاں	کنجہیری
۷	صوبیدار سمندر خاں	لنجگراں	۲۸	صوبیدار عطا محمد خاں	"
۸	صوبیدار رحمت اللہ خاں	"	۲۹	صوبیدار عبدل خاں	ٹامیں
۹	صوبیدار شیر خاں	منگ	۳۰	لفٹنٹ طالع محمد خاں	"
۱۰	صوبیدار فیروز خاں	"	۳۱	صوبیدار میجر بہادر علی خاں	چوگیاں
۱۱	صوبیدار فتح جنگ خاں	"	۳۲	صوبیدار ففرو خاں	بھتیاہ
۱۲	صوبیدار دوست محمد خاں	"	۳۳	صوبیدار حسین خاں	کالاکوٹ
۱۳	صوبیدار علی اکبر خاں	دھاردہرچھ	۳۴	جمعدار کمالا خاں	کھڑک
۱۴	صوبیدار دوست محمد خاں	منگ	۳۵	جمعدار محمد حسین خاں	رہاڑہ
۱۵	صوبیدار اکرم خاں	"	۳۶	جمعدار دین محمد خاں	دھاردہرچھ
۱۶	صوبیدار فتح محمد خاں	دھاردہرچھ	۳۷	جمعدار برہان علی خاں	تراڑ
۱۷	صوبیدار برہان علی خاں	"	۳۸	جمعدار خان محمد خاں	کھڑک
۱۸	صوبیدار فیروز خاں	"	۳۹	جمعدار محمد زمان خاں	ہتیا لمیرہ
۱۹	صوبیدار صوبہ خاں	بارل	۴۰	جمعدار جہانداد خاں	رہاڑہ
۲۰	صوبیدار فیروز خاں	نکہ	۴۱	جمعدار مظفر خاں	"
۲۱	صوبیدار اکبر علی خاں	گہالہ	۴۲	جمعدار مصاحب خاں	"
۲۲	صوبیدار بہادر خاں	تختہ نکہ	۴۳	جمعدار اسماعیل خاں	"
۲۳	صوبیدار جلال خاں	دھاردہرچھ	۴۴	جمعدار موتہا خاں	پاچھیوٹ
۲۴	صوبیدار غلام محمد خاں	ہاڑی	۴۵	جمعدار محمد اشرف خاں	ٹائیں
۲۵	صوبیدار بگا خاں	گوراہ	۴۶	جمعدار افسر خاں	راہم پتن

۴۷	جمعدار محمد نور خاں	منگ	۶۵	جمعدار شیر محمد خاں	گہالہ
۴۸	جمعدار عبداللہ خاں	″	۶۶	جمعدار دیوان علی خاں	″
۴۹	جمعدار سردار علی خاں	″	۶۷	جمعدار نجم خاں	چوکیاں
۵۰	جمعدار دوربار خاں	″	۶۸	جمعدار فیروز خاں	تالاواڑی
۵۱	جمعدار مصاحب خاں	″	۶۹	جمعدار محمد خاں	قلعاں
۵۲	جمعدار غلام محمد خاں	بھتیاد	۷۰	جمعدار محمد عالم خاں	بساڑی
۵۳	جمعدار فرمان علی خاں	″	۷۱	جمعدار روڈا خاں	رکڑ
۵۴	جمعدار چنو خاں	دہار دوہرچھ	۷۲	جمعدار روڈا خاں	سہرگکوٹ
۵۵	جمعدار شیر محمد خاں	″	۷۳	جمعدار غلام محمد خاں	پھلجھاڑی
۵۶	جمعدار شیر علی خاں	″	۷۴	جمعدار محمد خاں	نتھہ گلہ
۵۷	جمعدار خان محمد خاں	″	۷۵	جمعدار عبداللہ خاں	″
۵۸	جمعدار شفاعت علی خاں	″	۷۶	جمعدار بوستان خاں	پچھے چھن
۵۹	جمعدار پاہری خاں	″	۷۷	جمعدار ولایت خاں	ہورنہیرہ
۶۰	جمعدار ایوب خاں	″	۷۸	جمعدار شیر محمد خاں	پلندری
۶۱	جمعدار سیف علی خاں	بارل	۷۹	جمعدار عبدالقادر خاں	″
۶۲	جمعدار جلال خاں	دہار دہرچھ	۸۰	جمعدار لعل خاں	دہار دہرچھ
۶۳	جمعدار فقیر خاں	سہر	۸۱	صوبیدار برہان علی خاں ۲	پچھے چھن
۶۴	جمعدار مصری خاں	″			

(سدھن قوم کے فوجی کمیشن افسر ساکنان تحصیل کوٹلی قلمرو جموں)

نمبر شمار	نام افسر معہ عہدہ	سکونت	نمبر شمار	نام افسر معہ عہدہ	سکونت
۱	صوبیدار بوستان خاں	ترلالہ	۲	صوبیدار حیات علیخاں	ترڈالہ

جمعدار لعل خان سدھن ۱/۹ جاٹ رجمنٹ

جمعدار جنبو خاں سدھن ۱/۹ جاٹ رجمنٹ

۳	جمعدار حکم داد خاں	ترڑالہ	۵	جمعدار بوستان خاں	ترڑالہ
۴	جمعدار حکم داد خاں	"	۶	جمعدار دیوان علی خاں	"

(سدھن قوم کے فوجی کمیشن افسر ساکنان تحصیل کہوٹہ راولپنڈی)

نمبر شمار	نام افسر معہ عہدہ	سکونت	نمبر شمار	نام افسر معہ عہدہ	سکونت
۱	صوبیدار گلاب خاں	نلہ دوبرن	۹	جمعدار حیات بخش خاں	مٹور
۲	صوبیدار دین محمد خاں	"	۱۰	جمعدار راجولی خاں	سمبل بگہار
۳	صوبیدار جمشید خاں	"	۱۱	جمعدار محلہ خاں	بیور
۴	جمعدار جہاں داد خاں	سوہا	۱۲	جمعدار محمد خاں	بگہار
	جمعدار بیدا خاں	"	۱۳	جمعدار کرم داد خاں	سوہا
۶	جمعدار جہاں داد خاں	اوسل	۱۴	جمعدار نواب خاں	مٹور
۷	جمعدار گلزار خاں	"	۱۵	جمعدار امیر علی خاں	نلہ دوبرن
۸	جمعدار نادر خاں	لہڑی			

متفرقات:
۱۶ صوبیدار سوار خاں لہڑی گڈاری پوٹھہ ضلع جہلم
۱۷ صوبیدار مدد خاں میانہ بورگیاں کرم چند تحصیل گوجرخان

چونکہ سدھن نوجوانوں کو فوجی ملازمت اور دوسرے کاروبار کی وجہ سے پنجاب اور ہندوستان بلکہ ہندوستان سے باہر بھی اکثر جانا پڑا ہے۔ اس لئے ان میں سے جن نوجوان سدھنوں کو خدا نے گرد وپیش بلکہ دنیا جہان کے حالات پر نظر ڈالنے کے لئے بصارت کے ساتھ بصیرت بھی عطا کی ہے۔ انہوں نے جب پنجاب کی تعلیمی و اقتصادی حالت اور پنجاب کے تمدن و معاشرت کا اپنے پہاڑی ملک سے مقابلہ کیا ہے۔ تو وہ اپنے ملک کی زبوں حالی اور پسماندگی پر صرف دو آنسو بہا کر اور ایک سرد آہ بھر کر ہی نہیں رہ گئے۔ بلکہ بہ تقاضائے حب وطن انہوں نے کم سے کم

اپنی تحصیل کو اپنے ملک میں ایک نمونہ کی تحصیل بنانے کا ارادہ کر لیا۔ اور اپنی دینی و دنیوی تعلیم اور تجارتی کاروبار کو وسعت دینے کے لئے کچھ تو حکومت پر بار ڈالا۔ کچھ خود ہمت کی۔ اور کچھ گورنمنٹ برطانیہ سے مدد لی۔ چنانچہ وہی تحصیل سدھنتی جو آج سے تیس چالیس سال پیشتر نکبت و افلاس کا گھر اور فاقہ کشوں کا مسکن تھی جہاں مدارس برائے نام اور ڈاک خانے چند ایک سے زیادہ نہ تھے۔ آج وہاں کمی پیداوار کے باوجود دولت کا ہُن برس رہا ہے۔ مدارس کی تعداد کافی ہے۔ بلکہ اس تحصیل میں ایک ہائی سکول کُھل چکا ہے۔ اور ڈاکخانجات کی تعداد بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ تجارتی کاروبار کے لئے سڑکیں بن گئی ہیں۔ اور خاص پلندری میں جو تحصیل کا صدر مقام ہے۔ مسلمانوں کی دینی تعلیم کے لئے انجمن تعلیم القرآن جاری ہے۔ اور لوگوں میں تعلیمی احساس پیدا ہو رہا ہے۔

گزشتہ دور میں سدھن قوم میں صرف مولوی رستم علی خاں رہاڑ دی متبحر عالم تھے۔ لیکن اس وقت مندرجہ ذیل مولوی صاحبان موجود ہیں جن میں بعض سرکاری سند یافتہ ہیں۔ اور بعض نے پرائیویٹ مطالعہ سے دینی علم میں کافی مہارت پیدا کر لی ہے۔ اور ابھی ان میں اور اضافہ ہو رہا ہے۔

۱۔ زبدۃ الحکما مولوی گل احمد خاں مولوی فاضل منشی فاضل اور ادیب فاضل پنجاب یونیورسٹی حال لاہور سکنہ ملوٹ تحصیل باغ۔

۲۔ مولوی سرافراز خاں مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی حال پرشین ٹیچر مڈل سکول راولاکوٹ سکنہ ملوٹ۔

۳۔ مولوی غلام حیدر خاں تاجر و واعظ راولاکوٹ سکنہ جنڈالی

۴۔ مولوی محمد قاسم خاں چوہدری بازار راولاکوٹ

۵۔ مولوی میر عالم خاں مصنف کتب دافع الرسوم۔ زمانہ کی چال۔ شان وحدت

محمد ابراہیم خان سدھن آف ہورنہ میرا پونچھ
متعلم بی اے (آنرز) اسلامیہ کالج لاہور

محمد حبیب خاں سدھن آف کھوڑک پونچھ
متعلم بی ایس سی اسلامیہ کالج لاہور

وغیرہ ٹیچر مڈل سکول راولاکوٹ سکنہ جنڈالی۔

انگریزی تعلیم یافتہ پہلے تو بالکل کم تھے۔ بلکہ کوئی بھی نہ تھا۔ اب میٹرک پاس تو بہت تعداد میں ہیں۔ اور بی۔ اے اور ایف۔ اے پاس اور زیر تعلیم بھی روز بروز بڑھتے جاتے ہیں۔ جن کی تعداد ذیل میں درج ہے۔

سردار سید حسن خاں بی۔ اے علیگ تحصیل دار مہنڈر سکنہ بھتیاہ۔ بابو محمد ابراہیم خاں بی۔ اے انسپکٹر کسٹم سکنہ رہاڑہ۔ سردار علی محمد خاں خلف سوبیدار خان محمد خاں سکنہ بچھےچھن بی۔ اے۔ چوہدری گل محمد خاں نائب تحصیلدار سدہنتی سکنہ بھنگو۔ ایف۔ اے مسٹر محمد حبیب خاں سکنہ کھڑک متعلم بی۔ اے کلاس اسلامیہ کالج لاہور۔ مسٹر محمد ابراہیم خاں سکنہ ہورنہ میرہ بی۔ اے کلاس اسلامیہ کالج لاہور۔

سدھن قوم نے صرف ملٹری ہی میں نام پیدا نہیں کیا۔ اور نہ صرف دینی و دنیوی تعلیم ہی کی طرف توجہ کی ہے۔ بلکہ اُس نے تجارت کو بھی باعزت زندگی بسر کرنیکا ایک گر سمجھا ہے۔ اُس کے حساس افراد نے دیکھ لیا ہے۔ کہ بعض لوگ کس طرح چھوٹے سے پیمانہ پر کاروبار شروع کرتے ہیں۔ اور اپنے عزم و استقلال کی بدولت تھوڑے ہی عرصہ میں کس طرح سرمایہ دار بن جاتے ہیں۔ مسلمان اول تو دکانداری کو پسند ہی نہیں کرتا۔ اور اگر کسی نے یہ کام شروع کر بھی دیا۔ تو چند ہی دنوں میں گھبرا کر چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن سدھن قوم کے جن لوگوں نے اس تجارتی کام میں ہاتھ ڈالا ہے۔ انہوں نے دوکانداری کے اصولوں کی خوب پیروی کی ہے۔ اور ان میں مولوی محمد قاسم خاں سدھن آف راولاکوٹ اپنی شاندار ترقی کی بدولت نہ صرف کئی ہزار روپیہ کی منقولہ و غیر منقولہ جائداد کے مالک ہیں۔ بلکہ ان کا طرز عمل ان کی دیانت اور کم نفع زیادہ بکری کا اصول دوسرے لوگوں کے لئے ایک نمونہ ثابت

ہو رہا ہے۔ آپ کے علاوہ مندرجہ ذیل اصحاب بھی تھوڑے سرمایہ سے تجارت شروع کر کے کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ سردار محمد افضل خاں راولاکوٹ۔ مولوی غلام حیدر خاں جنڈالی۔ سردار منگو خاں پلندری۔ سردار دوست محمد خاں پلندری۔ سردار سید محمد خاں پلندری۔ سردار محمد یار خاں رہاڑہ۔ سردار منصو خاں ہورنہ میرہ۔

ایسی قوم جس کو تلوار اور بندوق پر فخر رہا ہو۔ فطرتاً سول ملازمت کی طرف بہت کم توجہ کر سکتی ہے۔ لیکن با ایں ہمہ مروجہ علوم و فنون حاصل کر کے اس شعبہ میں بھی اس قوم کے افراد محکمہ مال محکمہ تعلیم محکمہ جوڈیشل اور دیگر محکمہ جات میں کافی نظر آ رہے ہیں۔ ان میں چند نام حسب ذیل ہیں۔ کپتان جعفر علی خاں مرحوم آنریری مجسٹریٹ پلندری۔ صوبیدار فیروز خاں قائم مقام آنریری مجسٹریٹ سکنہ ہاڑی ریٹائرڈ صوبیدار میجر سید محمد خاں آنریری مجسٹریٹ راولاکوٹ سکنہ رہاڑہ۔ سردار سید حسن خاں بی۔ اے علیگ تحصیلدار بابو گل محمد خاں نائب تحصیلدار سدہنتی سکنہ بھنگو۔ بابو نیاز احمد خاں انسپکٹر پولیس بہاولپور ممالک متوسط سکنہ رہاڑہ۔ بابو سلطان محمد خاں سکنہ منگ رینج افسر تحصیل باغ۔ بابو محمد شیر خاں انسپکٹر مینک حویلی مہنڈر۔ بابو غلام رسول ڈپٹی انسپکٹر پولیس تھانہ دھیر کوٹ سکنہ رہاڑہ۔ صوبیدار لیگا خاں سکنہ گوراہ ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر۔ جمعدار کالا خاں مرحوم سکنہ کھڑک انسپکٹر کسٹم۔ بابو محمد ابراہیم خاں بی۔ اے انسپکٹر کسٹم سکنہ رہاڑہ جمعدار جلال خاں ریٹائرڈ انسپکٹر کسٹم سکنہ چھے چھن۔ صوبیدار صوبہ خاں سکنہ بارل داروغہ صفائی پونچھ۔ منشی غلام حیدر خاں ریٹائرڈ گرداور قانونگو سکنہ پوٹھی مکولاں منشی حکم داد خاں فارسٹر علاقہ راولاکوٹ سکنہ سہر۔ بابو محکم دین سب پوسٹماسٹر سکنہ جھنڈا بگلہ۔ منشی اکرم خاں سارجنٹ پولیس چوکی تھوراڑ سکنہ پوٹھی مکولاں۔ بابو گل محمد خان سکنہ سکوٹ ڈپٹی انسپکٹر تحصیل کہوٹہ۔ زمان علی خاں لاری کنٹریکٹر بمبئی۔ سلطان محمد خاں آڑھتی راولپنڈی۔ محمد اسماعیل خاں ریلوے کنٹریکٹر راولپنڈی۔

راجہ گلاب سنگھ اور ان کی افواج نے جب تحصیل سدھنتی اور سدھنوں کا تہس نہس کیا ہے۔ تو اس قوم کے کئی قیدی جموں بھی لائے گئے تھے جن میں سے کئی ایک کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ قیدیوں میں شمس خاں سدھن کی بیوہ مسمات پھولاں اور اس کے تین نابالغ بچوں کے علاوہ مندرجہ ذیل عورتیں بھی تھیں[1] فضل بی بی۔ بی بو۔ فضل بی بی ثانیہ۔ پیلیو۔ چراغ بی بی۔ روشنائی۔ شمساں۔ بوٹی۔ مکھنو۔ شمس خاں کے تین نابالغ بچوں کے قتل کی تجویز ہو چکی تھی۔ لیکن ان کی بیوہ والدہ کی آہ وزاری نے ان معصوموں کی جان بچا دی۔ چنانچہ ان کو اور ان کی والدہ کو موضع خیری (واقعہ تحصیل رنبیر سنگھ پورہ) میں سو گھماؤں زمین کے علاوہ ۲ سو روپیہ نقدی بطور جاگیر دیا گیا۔ ان کے نام حسب ذیل تھے (۱) مراد خاں جس کے پوتے حاکم خاں و نواب خاں اس وقت موجود ہیں (۲) کمالا خاں جس کے پوتے دُلہہ خاں غلام محمد اور جماعت علی زندہ ہیں (۳) بیر ولی خاں اس کی اولاد ذکور کا سلسلہ نہیں ہے۔

سُدھن قوم کی جو نوجوان لڑکیاں قیدیوں کے طور پر جموں میں لائی گئی تھیں ان میں فضل بی بی ملہ جیون خاں جرال جمعدار فراش خانہ کے نکاح میں آئی۔ اس کی اولاد سے شاہ نواز خاں و نواب خاں محلہ پیر مٹھا میں موجود ہیں۔ بی بو کا نکاح سردار عبداللہ خاں دُرانی سفیر یارقند سے ہوا۔ خان بہادر سردار محمد اکبر خاں وزیر وزارت گلگت اور کرنل سردار یار محمد خاں اسی خاتون کے بطن سے تھے۔ سردار محمد اکرم خاں جو آجکل ریاسی میں وزیر وزارت ہیں۔ خان بہادر سردار محمد اکبر خان ہی کے فرزند ہیں۔ کرنل سردار یار محمد خاں کے حسب ذیل سات فرزند ہیں۔

[1] جموں کے سُدھنوں اور سُدھن عورتوں کے حالات صوبیدار خان محمد خان ممبر اسمبلی جموں و کشمیر نے اپریل ۱۹۳۶ء میں جموں سے ارسال کئے تھے۔

سردار نور محمد خاں ۔ سردار فیض محمد خاں ریٹائرڈ تحصیلدار ۔ کرنل سردار عبدالرحمان خاں پنشنر ۔ سردار عبدالکریم خاں جمعدار محکمہ پلیگ ۔ کپتان عبدالحمید خاں ۔ کپتان عبدالمجید خاں ۔ سردار عبدالحکیم خاں بیرسٹر ایٹ لا منصف (کشمیر) ان بھائیوں میں کرنل سردار عبدالرحمان خاں کی اہلیہ سردار محمد شیر خاں سدھن سکنہ منگ تحصیل سدھنتی کی صبیۂ ہے ۔ فضل بی بی ثانیہ مرزا فضل بیگ جمعدار فیل خانہ راجہ موتی سنگھ (واقعہ جموں) کے عقد میں آئی ۔ مرزا حیدر بیگ اور خوشحال بیگ اسی کے بطن سے تھے ۔ مرزا حیدر بیگ کے دو پسرگان مرزا نادر بیگ (اہلمد محکمہ مال) اور مرزا وزیر بیگ (ملازم محکمہ بجلی) موجود ہیں ۔ اور مرزا خوشحال بیگ کے فرزند مرزا عبداللہ بیگ پولیس میں ملازم ہیں ۔ چار کے متعلق زیادہ تفصیلی حالات نہیں ملسکے ۔ تین بروشنائی ۔ شمساں اور بوتی نے کسی کے ساتھ نکاح قبول نہ کیا ۔ ان کی قبریں محلہ پیر سائیں الف شاہ (متصل کنگ منڈی میں موجود ہیں ۔ ان کی چار دیواری سرکاری طور پر بنی ہوئی ہے ۔

صوبیدار خان محمد خان ممبر اسمبلی جموں و کشمیر

آپ ۲۳ ستمبر ۱۹۰۲ء کو فوج میں بھرتی ہوئے ۔ فوج کے چھوٹے مدارج طے کرتے ہوئے ۱۹۱۵ء میں صوبیدار ہو گئے ۔ ابھی پندرہ سال چار ماہ ہی سروس کی تھی کہ عین لڑائی میں زخمی ہو جانے کی وجہ سے پنشن پر آ گئے ۔ فوجی خدمات کے صلہ میں آپ کو دو مربعہ اراضی کے علاوہ آئی ۔ ڈی ۔ ایف ۔ ایم کا خطاب ملا ۔ اپنی قوم کی دینی و دنیوی اصلاح کی لگن ان کو شروع ہی سے تھی ۔ تعلیم کے بہت بڑے حامی ہیں ۔ تحصیل سدھنتی میں مڈل یا ہائی یا دیگر پرائمری مدارس جو جاری ہیں ان کے اجراء میں آپ کی زبردست تحریک شامل ہے ۔ تجارت کے فوائد آپ نے بارہا اپنے ہموطنوں اور اپنے ہم قوموں کو بتائے ۔ انسداد نسوار و رسم رسوم میں آپ

صوبیدار خان محمد خان آئی۔ ڈی۔ ایس۔ ایم ممبر لجیسلیٹو اسمبلی جموں و کشمیر گورنمنٹ سکریٹری ڈسٹرکٹ سولجر بورڈ پونچھ

سعیٔ بلیغ فرما رہے ہیں۔ دیہات سدھار کی تحریک میں آپ عملاً حصہ لے رہے ہیں مٹھی آٹا اور قومی بیگار یعنی بلا اُجرت کام کی تحریک بھی آپ ہی کے دماغ کا نتیجہ ہے جس سے اس وقت پلندری میں ایک عالی شان جامع مسجد نظر آ رہی ہے۔

آپ اسسٹنٹ رنگروٹنگ افسر بھی اپنی تحصیل میں رہے۔ فوجی کام کے خاتمہ کے بعد پولیس ڈپٹی انسپکٹر بنائے گئے۔ اور امتحان میں اول رہنے پر راجہ صاحب پونچھ نے اپنا اے۔ ڈی۔ سی مقرر کیا۔

ابھی آپ ملازم ہی تھے۔ کہ چھ کنال زمین حاصل کر کے سدھن سرائے آپ نے تعمیر کرائی۔ مطالبات پونچھ کے حصول میں آپ سب سے پیش پیش تھے۔ اور جو وفد حصول مطالبات کے لئے راجہ صاحب کی خدمت میں پیش ہوا۔ اس میں آپ خود بھی شامل تھے۔ اور آپ کی تحریک سے حسب ذیل اور سدھنوں نے بھی اس میں شرکت حاصل کی۔ مولوی محمد قاسم خاں راولاکوٹ۔ منشی فیروز علی خاں جھنڈا بگلہ۔ جمعدار مصاحب خاں رہاڑہ۔ سردار عبدل خاں رہاڑہ۔ سردار عالم شیر خاں منگ سردار محمد حسین خاں پوٹھی مکوالاں۔ جمعدار محمد نور خاں منگ۔

آپ نے پلندری میں سولجرز بورڈ کا دفتر سرکاری گرانٹ پر تعمیر کرایا۔ اور خود اس بورڈ کے سکرٹری مقرر ہوئے۔ اور اس وقت تک تقریباً چار ہزار روپیہ فوجیوں کے یتیموں اور ان کی بیواؤں کو پنشن کی صورت میں دلا چکے ہیں۔ مستحقین کو تمغے دلائے۔ ایک تعلیمی وظائف فنڈ قائم کیا جس سے سدھن طلباء کو اعلیٰ تعلیم کے حصول میں امداد مل رہی ہے۔

بلا اُجرت کام کے سلسلہ میں پیر شیخو دادا کی زیارت لوگوں سے مفت تعمیر کرائی۔ جموں و کشمیر اسمبلی کی ممبری کے لئے جب آپ امیدوار کھڑے ہوئے۔ تو ۳۲۹ ووٹوں کی کثرت سے آپ نے کامیابی حاصل کی

اسمبلی کے اندر جس کا نام اب پرجا سبھا سد ہے۔ آپ نے مسلمانان پونچھ کی تعلیمی و اقتصادی فلاح و بہبود کے لئے جو کوشش کی ہے۔ اور کر رہے ہیں۔ اس نے آپ کو کم سے کم قوم سدھن میں "فنا فی القوم قائد اعظم" کا خطاب دے رکھا ہے۔

سُدھن سیلائی خاندان

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ قوم سدھن کے دو مشہور خاندان ہیں۔ سیلائی اور کسرائی۔ سیلائی خاندان میں سے بہت سے گھرانے ملوٹ تحصیل باغ میں آباد ہیں۔

سیل خاں کے جس کے نام سے یہ خاندان موسوم ہے۔ چار بیٹے تھے۔ تمبر خاں نیل سیہ خاں۔ جھنج خاں اور کپورتی خاں۔ ان میں سے تمبر خاں کی اولاد موضع پھلائی گلہ تحصیل کوٹلی اور راولپنڈی کی تحصیل کہوٹہ میں آباد ہے۔ کپورتی خاں کی اولاد موضع بیلا چھنبر میں ہے۔ اور جھنج خاں کی اولاد مواضعات پلندری۔ لاسرائی۔ جھنڈا بگلہ۔ پوٹھی۔ چھپڑیاں اور ریچھے چھن وغیرہ میں آباد ہے۔ صوبیدار خان محمد خاں جو گورنمنٹ جموں وکشمیر اسمبلی کے ممبر ہیں اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ نیل سیہ خاں کے چار بیٹے تھے۔ ہنبو خاں۔ بیگو خاں۔ ماکو خاں اور دونو خاں۔ ان میں سے آخر الذکر کی اولاد موضع کوٹھیڑہ پھلچھاڑی میں آباد ہے۔ ماکو خاں کی اولاد تحصیل سدھنتی کے مواضعات رہاڑہ۔ کھڑک پراٹ اور تحصیل باغ کے مواضعات ہورنہ میرا اور پاچھیوٹ میں موجود ہے۔ مولوی میر عالم خاں اسی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بیگو خاں کی اولاد مواضعات پڑکوٹ نامنوٹہ اور جبر وغیرہ میں آباد ہے۔ ہنبو خاں کے تین بیٹے تھے۔ بھیکھو خاں قیضو خاں اور نکا خاں۔ بھیکھو خاں کی اولاد موضع بھیکھہ واقع وھمنی اور نکا خاں

کی اولاد موضع منگ میں آباد ہے۔ شیخو خاں کے تین بیٹے تھے۔ بینکرا خاں جبر خاں اور جیوا خاں۔ بینکرا خاں کی اولاد مواضعات گوراہ اور ملوانی گڈھ اور جیوا خاں کی اولاد مواضعات برمنگ۔ بن جونسہ اور جنڈالی وغیرہ میں موجود ہے۔ مولوی غلام حیدر خاں اور چوہدری خان بہادر خاں اور چوہدری گل محمد خاں نائب تحصیلدار سدھنتی اسی خاندان سے ہیں۔

میر خاں کے دو بیٹے تھے۔ شاہو لی خاں و اکبر علی خاں۔ آخر الذکر کی اولاد پہہ ناڑ میں اور شاہ ولی خاں کے فرزندان سنگار خاں و انکار خاں میں سے آخر الذکر کی اولاد پوٹھ میراں واقعہ گوراہ میں موجود ہے۔ سنگار خاں کا صرف ایک ہی بیٹا مسمی مہتاب خاں تھا۔ اور اس کے دو فرزند لال خاں و دیدار خاں تھے۔

ڈاہڈیال خاندان سدھن

لال خاں کے فرزند کا نام ٹھلہ خاں عرف ڈاہڈا خاں تھا۔ اور اسم بامسمّٰی تھا۔ بلکہ اس کی بہادری اور درشت مزاجی کی وجہ ہی سے اس کا نام ڈاہڈا خاں مشہور ہو گیا تھا۔ اسی کے نام پر اس کی اولاد ڈاہڈیال کے نام سے مشہور ہے

ڈاہڈا خاں کے سات فرزند حسب ذیل تھے۔ دریا خاں۔ نواب علی خاں شاہو لی خاں۔ ملک شیر خاں۔ بنگا خاں۔ افتاب خاں۔ میراں بخش خاں ان میں ملک شیر خاں۔ افتاب خاں اور میراں بخش کی اولاد مواضعات پلنگی ونڑ دول تحصیل سدھنتی میں اور دریا خاں کی اولاد موضع ملوٹ تحصیل باغ میں آباد ہے۔ زبدۃ الحکماء مولوی گل احمد خاں رفیق اور مولوی سرافراز خاں جن کا ذکر آگے آئے گا۔ دریا خاں ہی کی ذریات کے بحر بے پایان کے آبدار موتی ہیں۔

دریا خاں کے فرزند کا نام دھمو خاں اور اس کے بیٹے کا نام مقصود خاں تھا۔ یہی مقصود خاں سب سے پہلے ملوٹ میں آکر آباد ہوا۔ اس کے دو فرزند تھے۔ شراب خاں اور کوڑا خاں۔ شراب خاں کے بیٹے کا نام عبداللہ خاں تھا۔ اور عبداللہ خاں کے دو فرزند تھے۔ جمیل خاں و جمو خاں۔ جمیل خاں چار بیٹوں کا باپ تھا۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ جمعدار خاں۔ بوڑا خاں ستار خاں اور روین محمد خاں۔ ان میں بوڑا خاں کے اکلوتے فرزند کا نام نور ولی خاں تھا۔ جو نمبردار تھا۔ اور جس نے بموقعہ جنگ گلگت مہاراجہ گلاب سنگھ کی فوج میں شامل ہو کر خلعت حاصل کیا۔ اس کے تین فرزند تھے۔ محمد علی خاں، سردار رنگ باز خاں۔ مصدر و خاں۔ محمد علی خاں کے تین بیٹے تھے دو لاولد مر گئے۔ ایک بیٹا فتح نور خاں موجود ہے۔

سردار رنگ باز خاں باپ کی جگہ قبل از بندوبست نمبردار رہا۔ بعد میں پنجونترہ خوار معافی دار ہو گیا۔ یہ اپنے زمانہ میں بڑے سرکردہ اور معزز تھے۔ ان کے حسب ذیل چھ فرزند ہیں۔ عبداللہ خاں۔ نور بخش خاں۔ غلام محمد خاں ولی محمد خاں۔ مولوی گل احمد خاں رفیق اور نہرونہ خاں۔ ان میں عبداللہ خاں جنگ عظیم یورپ میں شامل رہ کر بر دصہ (ٹرکی) میں تین سال تک رہے۔ کئی تمغے ان کے پاس موجود ہیں۔ ان کے بھائی نور بخش خاں کے جو اچھے سفید پوش اور قابل آدمی ہیں۔ دو فرزند ہیں۔ محمد ابراہیم خاں و محمد انور خان دونوں زیر تعلیم ہیں۔ اور ولی محمد خاں کے دو لڑکوں میں محمد اشرف خاں زیر تعلیم ہے۔

زبدۃ الحکماء مولوی گل احمد خاں رفیق۔ سردار رنگ باز خاں کے فرزندوں میں مولوی گل احمد خاں کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ یہ ۱۹۰۵ء میں بمقام ملوٹ

پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مولوی سرافراز خاں کے ہمراہ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں آکر داخل ہوگئے۔ جہاں دس سال تک تعلیم حاصل کرکے درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں ادیب فاضل۔ منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات میں پنجاب یونیورسٹی سے نمایاں طور پر کامیاب ہوتے رہے۔ آجکل اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ دروازہ لاہور میں السنہ شرقیہ کے صدر مدرس ہیں۔ رفیق تخلص ہے۔ شعر شاعری کا بھی ذوق سلیم رکھتے ہیں۔ طبابت کی آخری ڈگری یعنی زبدۃ الحکماء کا امتحان اسلامیہ کالج پنجاب یونیورسٹی سے پاس کرنے کے علاوہ انعام بھی حاصل کیا۔ اور اگر ہم غلطی نہیں کرتے۔ تو غالباً آپ نہ صرف پونچھ بلکہ جموں وکشمیر کے ۲۰ لاکھ مسلمانوں میں سب سے پہلے زبدۃ الحکما ہیں۔ آپنے موضع ملوٹ میں اپنی گرہ سے قریباً ۱½ ہزار روپیہ خرچ کرکے ایک پختہ مسجد تیار کرائی ہے۔ ملک وملت کو ایسے ہی اپنی مدد آپ کرنے والے نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ جو دوسروں کے لئے شمع ہدایت بن کر خضر راہ ثابت ہوسکیں۔ آپ کی تعلیم کے اخراجات کا سہرا آپ کے والد اور آپ کے بھائی نور بخش خاں وعبداللہ خاں کے سر پر ہے۔

رنگ باز خاں کے دوسرے بھائی مصدرو خاں کے چار فرزند ہیں۔ علی بہادر خاں۔ شیر احمد خاں۔ فتح محمد خاں اور نور احمد خاں۔ ان میں علی بہادر خاں کے لڑکے کا نام عبدالرحیم ہے۔ اور فتح محمد خاں کے لڑکے کا نام انیس احمد خاں ہے۔

بوڑا خان کے بھائی ستارا خاں کے دو فرزند تھے۔ جمعہ خاں وسید باز خاں جمعہ خاں کے فرزند کا نام شاہولی خاں تھا۔ اس کے چھ بیٹے ہیں۔ عالم شیر خاں پرسوتی مشرب ہیں۔ محمد عالم خاں۔ بیدل خاں۔ سید محمد خاں۔ مولوی سرافراز خاں اور فقیر محمد خاں۔ محمد عالم خاں کو قرأت میں خاص مہارت

حاصل ہے۔ اس خاندان میں سردار رنگ باز خاں اور شاہ ولی خاں کے گھرانے اپنے علم وفضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے ہیں۔ ان میں عالم شیر خاں کے دو فرزند ہیں۔ فضل دین خاں و مقصود خاں۔ اور محمد عالم خاں کے لڑکے عبد اللطیف خاں و عبد الحمید خاں ہیں۔ اور سید محمد خاں کے دو فرزند ہیں۔

مولوی سرافراز خاں۔ جس طرح سردار رنگ باز خاں کے چھ فرزندوں میں زبدۃ الحکماء مولوی فاضل مولوی گل احمد خاں کو امتیاز خاص حاصل ہے۔ اسی طرح شاہ ولی خاں کے چھ فرزندوں میں مولوی سرافراز خاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ ۱۹۰۶ء میں بمقام ملوٹ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مولوی گل احمد خاں رفیق کے ہمراہ مدرسہ نعمانیہ میں درس نظامیہ کی تعلیم و تکمیل کے لئے چلے آئے۔ لاہور ہی میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ دس سال کے بعد فارغ التحصیل ہو کر مراجعت فرمائے وطن ہو گئے۔ وہاں قومی اصلاح اور اشاعت علم کی خاطر ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی پھر آپ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر ایک پختہ مسجد تعمیر کرائی۔ آج کل آپ مڈل سکول راولاکوٹ میں السنہ شرقیہ کے مدرس ہیں۔ آپ کا ایک فرزند ہے۔ اس کا نام محمد ظہور الحق ہے۔

جمعہ خاں کے بھائی سید باز خاں کے تین فرزند صوبہ خاں۔ شبیر محمد خاں اور غلام محمد خاں موجود ہیں۔ ان میں شبیر محمد خاں کے جو سفید پوش اور معزز آدمی ہے تین بیٹے ہیں۔ علی شیر خاں۔ علی محمد خاں اور عبد العزیز ان میں اوّل الذکر خواندہ ہے اور غلام محمد خاں کے بیٹے کا نام ولی محمد خاں ہے جمعدار خاں برادر ستارا خاں کی اولاد میں سے اس کا پوتا دوست محمد خاں اور دوست محمد خاں کا بیٹا سلیمان خاں موجود ہے۔

منشی علی شیر خان سفید پوش سدھن موضع ملوٹ تحصیل باغ پونچھ

بالا خاں برادر منشی شاہنواز خان المعروف پہلوان خاں سدھن

منشی شاہنواز خاں المعروف پہلوان خاں سدھن سکنہ ملوٹ باغ پونچھ

کوڑا خاں برادر شراب خاں ولد مقصود خاں بانئ خاندان سدھنان ملوٹ کی اولاد سے اس کے پوتے جاماں خاں کے چار بیٹے تھے۔ جبرو خاں۔ تاجو خاں۔ قمرو خاں۔ سیدا خاں۔ ان میں اول الذکر کے دو بیٹے ڈوڈا خاں و مست خاں تھے۔ ڈوڈا خاں کے پانچ بیٹے حسب ذیل ہیں۔ محمد حلیم خاں (جس کے بیٹے کا نام عبدالکریم خاں ہے) محمد امیر خاں (جس کے فرزند کا نام حیات المرجان ہے) غلام مصطفےٰ خاں (بیٹے کا نام غلام محی الدین) عبدالرحمان خاں اور محمد غوث خاں۔ ڈوڈا خاں کے بھائی مست خاں کا ایک ہی فرزند ہے۔ جس کا نام جماعت علی خاں ہے۔

جبرو خاں کے دوسرے بھائی تاجو خاں کے دو فرزند تھے۔ مہدی خاں و تمرو خاں۔ آخر الذکر کے چار فرزند حسب ذیل ہیں۔ شاہ نواز خاں۔ زبردست خاں۔ عاقی خاں اور طالع خاں۔ ان میں عاقی خاں کے بیٹے کا نام عالم دین خاں اور اس کے فرزند کا نام سلطان محمد ہے۔ اور اول الذکر یعنی مہدی کے بھی چار ہی فرزند ہیں۔ شمس خاں۔ رنگی خاں۔ سنگی خاں۔ محمد افضل خاں۔

جبرو خاں کے تیسرے بھائی قمرو خاں کا صرف پوتا بھاگولی خاں موجود ہے۔ اور چوتھے بھائی سیدا خاں کے اکلوتے فرزند باجو خاں کے حسب ذیل دو فرزند تھے۔ دوست محمد خاں و نواب خاں۔ ان میں دوست محمد خاں کے دو بیٹے میر زمان خاں و محمد زمان خاں موجود ہیں۔

جمیل خاں ولد عبداللہ خاں خلف شراب خاں اور شراب خاں کے بھائی کوڑا خاں کی اولاد کا ذکر ہو چکا ہے۔ اب جمیل خاں کے بھائی

جمو خاں کی اولاد کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جمو خاں کے دو بیٹے تھے۔ نکا خاں و جالو خاں۔ ان میں نکا خاں کے دو فرزند میر ولی خاں اور میر باز خاں تھے۔ میر ولی خاں کے تین بیٹے موجود ہیں۔ صوبہ خاں۔ ناظر علی خاں۔ اس کے دو لڑکے فتح نور خاں و کڑکو خاں ہیں۔ شبیر علی خاں۔ ان میں شیر علی خاں کے ایک بیٹے کا نام شاہنواز خاں اور دوسرے کا نام بالا خاں ہے۔ شاہنواز خاں پہلے فوج میں ملازم تھا۔ جنگ عظیم میں بھی شامل رہا ہے۔ اور چین سے بھی بہ سلسلہ ملازمت ہو آیا ہے۔ میر باز خاں کے حسب ذیل چار فرزند ہیں بہادر خاں۔ بھاگو کی خاں۔ بادل خاں۔ غلام علی خاں جو موضع کٹ کبیر ضلع مظفر آباد کشمیر میں آباد ہیں۔

نکا خاں کے بھائی جالو خاں کے تین بیٹے تھے۔ نور محمد خاں۔ عمراج خاں نور بخش خاں۔ ان میں نور محمد خاں کے دو بیٹے منگی خاں اور جنگ خاں موجود ہیں۔

ڈاہڈیال سدھنوں کی تعلیمی حالت پونچھ کے دیگر سدھنوں کی نسبت بہت اچھی ہے۔ علم قرأت میں خاص طور پر یہ خاندان ممتاز ہے۔ بلکہ یہاں تک بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ان کی مستورات بھی تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھتی ہیں۔

سدھن قوم کی دیگر شاخوں کی طرح یہ خاندان بھی زراعت پیشہ ہے اور کئی سو بیگہ اراضی کا مالک ہے۔ مولوی گل احمد خاں رفیق اور مولوی سرفراز خاں اس خاندان کے معززین میں سے ہیں۔ ملوٹ میں اس خاندان کے افراد کی تعداد سوا سو نفوس بیان کی جاتی ہے۔ اس خاندان کی رشتہ داریاں بالعموم اپنی برادری ہی میں ہوتی ہیں۔

سردار محمد زمان خاں کھکھہ تیز یال نمبردار وجاگیردار

کھکھہ اور تیزیال درحقیقت ایک ہی قوم کا نام ہے۔ ان دونوں کے مورث اعلیٰ راجہ بل خاں گذرے ہیں۔ جن کا مفصل ذکر جنجوعہ اور کھکھہ اقوام کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ سردار محمد زمان خاں اور بعض اور اصحاب کے نام کھکھہ برادری ہیں درج ہو چکے ہیں۔ لیکن کاغذات بندوبست میں کھکھہ کی بجائے ان کی قوم کا نام تیزیال درج ہے۔ اس لئے اب یہ زیادہ تر کھکھہ تیزیال ہی کے نام سے مشہور رہیں۔

سردار محمد زمان خاں چار پشتوں سے جاگیردار چلے آتے ہیں۔ ان کے پڑدادا سردار فتح شیر خاں دادا سردار محمد خاں اور والد سردار شیر علی خاں خطاب یافتہ اور جاگیردار اور نمبردار تھے۔ اس وقت یہ تحصیل باغ میں سردار محمد زمان خاں نمبردار وجاگیردار ہیں۔ جو اپنی برادری کے سرکردہ ممبر اور اپنے علاقہ کے رئیس اور ممتاز شخص ہیں۔ پنچایت کمیٹیوں کے زمانہ میں آپ سرکل پنچایت کمیٹی کے پریذیڈنٹ بھی رہے ہیں۔ آپ کے تین فرزند ہیں۔ جن میں سب سے بڑا خان محمد خاں آٹھویں جماعت میں پڑھتا ہے۔ اور خان بہادر خاں اور محمد سعید خاں ابھی خوردسال ہیں آپ کے عزاد بھائیوں میں عطاءاللہ خاں و کرم اللہ خاں پنشن خوار ہیں۔ آپ کی قریبی برادری میں سے رقبہ ہوترڑی میں نوگھر آباد ہیں۔ جن میں فیروز خاں و عمر خاں حوالدار پنشن خوار ہیں۔

جنجوعہ قوم آف بٹل

موضع بٹل متصل سہرہ میں ایک چھوٹا سا کنبہ جس کو موت کے زبردست ہاتھ نے زیادہ وسعت کا موقع نہیں دیا۔ جنجوعہ کہلاتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ اس

کنبہ کے بزرگ گڈھ مکھیارہ سے پہلے راجدھانی (مہیپور) اور پھر وہاں سے
اس کی دوسری تیسری پشت سے بوڑا نام ایک شخص سورنکوٹ میں آیا۔ اس
نے زمین تو وہاں آباد کر لی۔ مگر مقامی چودھریوں اور حکومت کے کارندوں نے
جو اُس زمانہ میں آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اس کو ہمیشہ ظلم کا نشانہ بنائے
رکھا۔ اس کا بیٹا فیضا یہاں سے مغل پور چلا گیا۔ چونکہ زمیندار پیشہ تھے زمینیں
بھی اُس زمانہ میں بندوبست کے ماتحت نہ تھیں۔ جس نے جس علاقہ کو چاہا آباد
کر لیا۔ اس لئے اس نے وہاں ایک بنجر رقبہ کو زیر کاشت کر کے دہیں ڈیرے
ڈال دیئے۔

فیضا کو بھی باپ کی طرح بیگار اور دیگر مظالم کا شکار بننا پڑا۔ وہ ذوں جوں
توں کر کے اپنی عمر بسر کر گیا۔ اس کا بیٹا دتو وہاں سے بٹل چلا آیا۔ اُس نے
زمینداری اور کاشت کاری کو اپنے لیے ایک مصیبت سمجھ کر ملاحوں کے
ساتھ کشتی بانی کا کام شروع کر دیا۔ اس کے بعد بافندگی کا کام سیکھا
دو چار سال اس میں گذار دیئے۔ اس اثناء میں حالات کچھ بدل چکے تھے۔ وہ
پہلا سا ظلم نہ رہا تھا۔ اس نے بٹل میں جس کا بہت بڑا رقبہ غیر آباد تھا۔ کاشت
کے قابل بنا کر زمین پیدا کی چنانچہ جب اس کا انتقال ہوا ہے۔ تو چھیاسی کنال
زمین اس کی اپنی ملکیت میں تھی۔ جہاں وہ خود اور اُس کے فرزند اپنے ہاتھ
سے کاشت کیا کرتے تھے۔ اب اُس کی اولاد زمین کا سب مالیہ ادا کر رہی ہے
اس کے پانچ فرزند تھے۔ بڑا نواب اس کا پوتا محمد حسین موجود ہے۔ اس سے
چھوٹا رڈا تھا۔ اس کے دو بیٹے امام دین وسائیں زندہ ہیں۔ جن میں امام دین
لاہور ریلوے ورکشاپ میں ملازم ہے۔ اور دوسرا زراعت کا کام کرتا ہے۔
تیسرے بیٹے کا نام بہادر تھا۔ اس کا بیٹا نور محمد ہے۔ اور وہ بھی اپنے ہاتھ سے

کھیتی باڑی کا کام کرتا ہے۔ چوتھے کا نام گاماں تھا۔ وہ لاولد انتقال کر گیا سب
سے چھوٹے کا نام علم دین ہے۔ وہ قریباً ۲۵ سال سے لاہور میں ملازم
ہے۔ عمر اس کی پچاس سال کے قریب ہے۔ اس کے چار فرزند ہیں۔ فیروز دین
غلام حسن۔ بگا۔ نکمں۔ یہ سب زمیندارہ کاروبار کرتے ہیں۔
بندوبست کے زمانہ میں دتو کی قوم کا غذات مال میں کاسبی لکھی گئی ہے
حالانکہ نہ اس کے باپ دادا نے بافندگی کا کام کیا۔ نہ اس کی اولاد نے۔
اس نے اپنی زندگی میں صرف تین کام کئے پہلے کشتی بانی۔ پھر بافندگی۔ اس
کے بعد اخیر عمر تک زراعت کا کام کرتا رہا۔ اور بنجر زمین کو اس نے اپنی محنت
سے زراعت کے قابل بنایا۔

بھٹی قبیلہ اولاد قاضی شکر اللہ خاں

دلہ بھٹی پنجاب میں بھٹی قوم کا ایک نامور رئیس تھا۔ اس کی بہادری و شجاعت
کی داستانیں اب تک پنجاب میں مشہور ہیں۔ پونچھ کی تحصیل پلندری کے مواضعات
دھمنی میہ جہتر۔ راولاکوٹ۔ دریک۔ کالاکوٹ۔ پارٹا ج۔ پرننگ اور علاقہ تھکیالہ
پڑادہ کے چند ایک دیہات میں جو بھٹی اپنا مورث اعلیٰ قاضی شکر اللہ خاں کو بتاتے
ہیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ قاضی شکر اللہ خاں دلہ بھٹی کی بارہویں پشت میں تھا
اور سب سے پہلے علاقہ پنڈی بھٹیاں سے وہی پونچھ میں آیا۔
راجہ موتی سنگھ کے زمانہ میں اس کے پوتے قاضی نکو خاں اور اس کا بھائی
قاضی کالو خاں نمبردار تھے۔ اس قبیلہ میں حسب ذیل اصحاب قابل ذکر بتلائے گئے ہیں
مولوی یٰسین خاں جو پیش امام بھی ہیں۔ اور اپنی برادری میں ذی فہم ہیں۔ آپ
قاضی نکو خاں کے پوتے ہیں۔ آپ کے پانچ فرزند ہیں۔ منشی عبدالرحمان خاں۔

فیروز دین۔ عبد العزیز۔ محمد رحیم خان۔ اسمٰعیل خان۔
قاضی مزمل دین خان اور ان کے ہر سہ فرزندان مولوی نذیر حسین خان حبیب اللہ خان۔ محمد رفیق خان۔ قاضی محمد بخش خان اور ان کے برادران قاضی بدر الدین خان و قاضی غلام نبی خان ساکنان دھمنی۔
اس قبیلہ کے نلکے رشتے سدھن۔ اعوان۔ ملدیال۔ ڈھونڈ وغیرہ اقوام سے ہوتے ہیں۔ ہندو لبست میں یہ قوم بھٹی ہی درج ہے۔ اور قدیم سے زراعت پیشہ ہے۔ مصنف راجپوت گوتیں صفحہ ۲۰ پر بھٹی راجپوتوں کے متعلق لکھتا ہے۔ راجپوتان پنجاب میں ۱/۴ حصہ بھٹی راجپوتوں کی آبادی ہے۔

مولانا غلام حیدر قریشی علوی آف پلندری

مولانا کے بزرگ مدینہ ضلع گجرات (پنجاب) سے پونچھ آئے۔ آپ کی برادری کے لوگ سائنہ تحصیل کوٹلی کے علاوہ تحصیل پلندری کے چند ایک گاؤں میں بھی آباد ہیں۔ تمام برادری زراعت پیشہ ہے۔ کئی اشخاص فوج میں ملازم ہیں۔
مولانا خود زمیندار ہیں قلیاں داخلی پلندری۔ دھار دھرچھ۔ بارل اور خاص پونچھ میں مولانا کے ذاتی مکانات موجود ہیں۔ اور ذاتی طور پر معافی دار بھی ہیں۔ برادری میں تعلیم کی افسوسناک کمی ہے۔ لیکن خود مولانا پوٹھوہار۔ لاہور، میرٹھ اور دیوبند کے تعلیمیافتہ ہیں۔ اور فاضل دیوبندی کہلاتے ہیں۔ آجکل لاہور ہی میں مقیم ہیں۔ اور مسجد خراسیاں کے خطیب ہیں۔
آپ نہایت روشن خیال اور زمانہ شناس مولوی ہیں۔ پونچھ کی جہالت و بے علمی کا ہر جگہ چرچا ہے۔ آپ نے قرآن مجید کا درس جاری کر کے بہت کچھ اس جہالت کو دُور کیا ہے۔ علاقہ میں عام طور پر جہلا طبقہ قرآن کا صرف یہی مطلب

سمجھتا تھا۔ کہ اس کو مُردہ کے چہلم یا قُل پر دیا جاتا ہے۔ یا اس سے صرف عدالتوں اور پنچایتوں میں حلف اُٹھانے کا کام لیا جاتا ہے۔ لیکن پلندری اور اکثر مواضعات پونچھ میں اپنے مواعظ حسنہ سے آپ نے لوگوں کو قرآن کی عظمت و اہمیت اور اس کے معارف و حقائق بتا کر اکثر سعید روحوں اور نیک دلوں میں جو انقلاب پیدا کیا ہے۔ پلندری کا مدرسہ تعلیم القرآن جو اس وقت اچھی رونق پر ہے۔ اس کا ایک بدیہی نتیجہ ہے۔ نہ صرف دینی و دنیوی تعلیم ہی کی طرف آپ نے عوام کو توجہ دلائی ہے بلکہ تجارت کی ضرورت اور اس کے فوائد سے بھی آگاہ کیا ہے۔ اور ان کی ہمسایہ سدھن قوم جس نے زمانہ کی نبض کو بہت جلد پہچان لیا ہے۔ ان کے مشوروں سے مستفید ہو کر اپنی اقتصادی حالت کو بہتر بنا رہی ہے

رشتہ ناطہ آپ کی برادری کا کسی غیر برادری میں نہیں ہوتا۔ عمر آپ کی پچپن سال کے قریب ہو گی۔

گھروال راجپوت

راجہ مَل کے پانچ فرزندوں کا ذکر جنجوعہ راجپوتوں کے بیان میں ہو چکا ہے۔ ان میں ایک کا نام کھلایا کالا ہے۔ اس کے متعلق تاریخ رئیسان پنجاب کے صفحہ ۷۱۹ میں لکھا ہے۔ کہ کھلا کی اولاد کہار اور کہوٹہ کے علاقہ میں پائی جاتی ہے"۔ اور کھلایا کالا خاں کی قبر اب تک کہوٹہ میں موجود ہے۔ تحصیل کہوٹہ (راولپنڈی) کے نصف حصہ کو کاہرہ کہتے ہیں۔ اس علاقہ میں کالا خاں کی اولاد سے قریباً چالیس گاؤں آباد بتائے جاتے ہیں۔ جن میں اس قوم کے فوجی ملازم صوبیداری، لفٹننٹ، کپتانی تک اور سول دملل کے ملازم ذیلداری اور افسر مالی تک پہنچے ہیں۔ تحصیل کہوٹہ کے موضع لہر ڑی میں یہ قوم جنجوعہ اور مشہور میں گھروال کہلاتی ہے۔

گھروال کی وجہ تسمیہ کاہرو سے چلتی ہے۔ کاہرد سے اس قوم کا نام کاہڑوال پڑا اور بعد میں یہی لفظ بگڑتے بگڑتے گھروال مشہور ہو گیا۔ پونچھ میں اس قوم کی جو شاخ آباد ہے۔ وہ گھروال کہلاتی ہے۔ سب سے پہلے محمد خاں کاہرو سے راجوری آیا۔ پھر اس کی اولاد سے سردار خاں کے دو فرزند حسن علی خاں و فتح محمد خاں گگ پور کوسلیاں (تحصیل حویلی) میں آئے۔ حسن علی خاں کی اولاد تو اب تک وہیں موجود ہے فتح محمد خاں کی اولاد سے اس کا بیٹا پیر بخش خاں کوسلیاں سے چھجلہ علاقہ مہنڈر میں چلا گیا۔

حسن علی خاں کے فرزند حیات خاں کی اولاد سے کوسلیاں میں حسب ذیل گھروال موجود ہیں۔ علی حیدر خاں فرزند بہادر خاں۔ مقبول خاں و عبداللطیف خاں (جماعت دہم) فرزندان حشمت خاں۔ منشی صوبہ خاں ملازم پلٹن پونچھ معہ فرزندان عبداللہ خاں و عبدالمجید۔ محمد حسین خاں۔ اشرف خاں و علی اکبر خاں ہر سہ فرزندان فتح خاں۔

حسن علی خاں کے فرزندان راجولی خاں و سیدو خاں کی اولاد حسب ذیل ہے۔ محمد شریف خاں۔ صادق حسین۔ خادم حسین ہر سہ فرزندان فتح بہادر خاں۔ محمد عزیز خاں و محمد ایوب خاں فرزندان یعقوب خان۔ محمد ایوب خاں ولد گوہر علی خاں۔

فتح محمد خاں برادر حسن علی خاں کی اولاد سے پیر بخش خاں کا بیٹا شرف علی خاں اس وقت زندہ ہے۔ اور شرف علی خاں کا فرزند محمد اشرف خاں پلٹن پونچھ میں ملازم ہے۔ جو چھجلہ ونڈکتی میں رہتا ہے۔ تحصیل سدھنتی کے موضع بارل میں بھی اس قوم کے دو چار گھر ہیں۔ جن میں فرمان علی خاں فوجی پنشنر اور چند ایک اور اصحاب قابل ذکر ہیں۔ سردار فتح خاں شدھن نمبردار و جاگیردار چھنڈ ما بگلہ اطلاع دیتے ہیں۔ کہ کاغذات بندوبست میں ان کی قوم صرف گھروال درج ہے۔ لیکن گھروال جنجوعہ راجپوتوں کی ایک شاخ ہے

جو زیادہ تر تحصیل کہوٹہ میں آباد ہے۔

راجوری اور تحصیل کوٹلی میں بھی ان کے چند گھر موجود ہیں بلکہ ایک موقع ڈنّہ گھروالاں تو اسی قوم کے نام سے مشہور رہے۔

گھروالاں پونچھ کے رشتے ناطے اپنی برادری کے علاوہ سدھن اور دیگر اقوام سے ہوتے ہیں۔ تعلیم اس قوم میں بہت کم ہے۔ زراعتی کاروبار اور ملازمت پر گذارہ ہے۔

حاجی پل کا قریشی صدیقی قبیلہ

موضع حاجی پل تحصیل حویلی میں قریشی صدیقی قبیلہ کے جو افراد پائے جاتے ہیں ان کے بزرگ کابل سے کشمیر اور کشمیر سے پونچھ آئے۔ اسی قبیلہ کے کچھ افراد رجوعہ ضلع ہزارہ میں بھی ہیں۔ جن میں مولوی غلام محی الدین اور مولوی عبدالقادر قریشی قابل ذکر ہیں۔ ان کی چوتھی پشت میں حافظ محمود قریشی صدیقی ایک بڑی عزت بزرگ تھے۔ ان کا مزار ڈانگرے میں مرجع خلائق ہے۔ ان کے تین فرزند تھے۔ عبدالستار۔ عبدالفتاح۔ عبدالکریم۔ ان میں عبدالستار کے بھی تین ہی بیٹے ہوئے حبیب اللہ۔ غلام رسول۔ قائم دین۔ ان میں میاں حبیب اللہ کے فرزند کا نام میاں نظام دین تھا۔ اور نظام دین کے حسب ذیل پانچ بیٹے ہیں۔ غلام احمد۔ محمد بشیر عرف غلام محمد۔ محمد اکبر۔ کمال الدین۔ جمال الدین۔ ان میں محمد بشیر جو لکھا پڑھا بھی ہے۔ لاہور ریلوے ورکشاپ میں ملازم ہے۔ عبدالفتاح کے تین فرزند تھے۔ عبدالرحیم عزیز دین۔ سلطان۔ عبدالرحیم کے دو بیٹے اسداللہ اور صمداللہ تھے۔ صمداللہ کا ایک بیٹا لال دین ہے۔ اسداللہ کے دو بیٹے غلام نبی و فیروز دین ہیں۔ غلام نبی کے تین فرزند ہیں۔ محمد شہباز۔ نجیب اللہ۔ گلاب دین۔ عبدالرحیم کے

دوسرے بھائی عزیز دین کے دو بیٹے ہیں۔ عبدالصمد و غلام محمد۔ اور ان کے تیسرے بھائی سلطان کے بھی دو ہی فرزند ہیں۔ لال دین و عزیز دین۔
یہ برادری زراعتی کاروبار میں مصروف ہے۔ اور تعلیم کا بھی اس کو کچھ شوق ہے۔ اس کے رشتے ناطے آپس ہی میں ہوتے ہیں۔
(حالات مرسلہ مولوی گل احمد خاں صاحب مدرس زبدۃ الحکما مولوی فاضل وغیرہ)

منگوترہ برہمن خاندان

پنڈت امیر چند سپرنٹنڈنٹ کسٹم و آبکاری و دھرم ارتھ پونچھ

منگوترہ برہمن خاندان کے ایک سرکردہ رکن پنڈت جوالا سہائے جموں میں سرکاری ملازم تھے۔ راجہ موتی سنگھ کو ان کی ذاتی شرافت و دیانت اور خاندانی عظمت کا حال معلوم ہوا۔ تو مہاراجہ صاحب سے استدعا کر کے ان کی خدمات پونچھ میں منتقل کرا لیں۔ اور وہاں ان کو افسر توشہ خانہ مقرر کر دیا۔ جہاں وہ مرتے دم تک اس خدمت کو عزت و اعتماد کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

ان کے دو فرزند تھے (۱) پنڈت لکشمی چند (۲) پنڈت امیر چند۔ پنڈت لکشمی چند پونچھ کے ان نوجوان فرزندوں میں سے تھے۔ جنہوں نے ابتداً پونچھ میں انگریزی تعلیم حاصل کی تھی آپ پہلے محکمہ جنگلات میں ہیڈ کلرک رہے۔ بعد ازاں جموں جا کر مہاراجہ سرپرتاپ سنگھ کے کیمپ افسر ہو گئے[1] آپ کا بڑا فرزند پنڈت درگا دت ایف۔ اے اور چھوٹا کرشن دت انٹرنس میں پڑھ رہا ہے۔

پنڈت امیر چند بماہ ۱۰ ۱۹۲۵ء بمقام پونچھ پیدا ہوئے سنہ ۱۹۴۲ء میں محکمہ جنگلات میں ملازم ہو کر ۱۹۴۹ء تک بہ حیثیت رینج افسر کام کرتے رہے۔ اسی سال بماہ مارچ آپ کی دختر کلاں کی شادی پنڈت منشی رام ڈپٹی مجسٹریٹ پونچھ کے ساتھ ہو گئی۔ بڑے صاحبزادہ آجکل جموں میں [illegible] کر رہے ہیں۔

[1] تاریخ وفات ۷ [illegible] سنہ ۱۹۹۳ء ب

پنڈت امیر چند سپرنٹنڈنٹ محکمہ کسٹم و آبکاری پونچھ کشمیر

سنہ ۱۹۱۴ء کی شش سالہ جنگ میں اپنے منصبی فرائض کے علاوہ آپ نے حکومت پونچھ کی وساطت سے کثیر التعداد رنگروٹ بھرتی کرائے۔ آپ کی ان خدمات کی تصدیق ان سارٹیفکیٹوں سے ہو سکتی ہے۔ جو آپ کو حکومت پونچھ اور سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ پونچھ اور دیگر انگریز حکام سے ملے ہیں جن میں سے چند ایک کا ترجمہ (خلاصۃً) ذیل میں درج ہے:۔

ایم۔ڈی۔جی لا صاحب سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ پونچھ۔ امیر چند رینج افسر باغ نے سولہ مہینوں میں ایک سو بیس رنگروٹ بھرتی کرا کر بہت شاندار کام کیا ہے ۹/۱/۱۹

جے۔بارانی کیپٹن بی جے اے۔ ڈیئر لالہ امیر چند۔ آپ کا خط محررہ ۲/۱/۱۹ مجھے روانگی کے وقت ملا میں یہ خط عدن کے قریب سے لکھ رہا ہوں میں نے پونچھ سے جاتے وقت سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ کو خط لکھا تھا۔ کہ وہ آپ کو آپ کی خدمات کا صلہ دیں یقیناً آپ کو صلہ ملیگا۔ میں آپ کی امداد کا مشکور ہوں ۲/۱۹/۱۰

پی ایچ میجر اینڈرسن سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ پونچھ حال کشمیر۔ امیر چند رینجر نے جنگ کے ایام میں بیشک بہت اچھا کام کیا ہے۔ اسلئے میں وزیر صاحب پونچھ سے سفارش کرتا ہوں۔ کہ دو صد آدمی کا بھرتی کرانا معمولی کام نہیں ہے ۳/۲/۲۰

گورنمنٹ آف انڈیا۔ مسٹر امیر چند رینجر کو ان کی قیمتی خدمات (رنگروٹوں کی بھرتی) کے صلہ میں سند پیش کیجاتی ہے۔ ایچ ڈی جی لا آئی سی ایس سپیشل اسسٹنٹ ریذیڈنٹ فار ریذیڈنٹ کشمیر و برج لعل ایم۔اے وزیر پونچھ ۵/۱۹/۵

رائے صاحب برج لعل ایم اے۔ وزیر پونچھ مقام گلمرگ: میں منشی امیر چند رینجر باغ کو عرصہ دو سال سے جانتا ہوں۔ وہ ایک مستعد آدمی ہے۔ اس نے جنگ عظیم کے زمانہ میں ۱۷۵ رنگروٹ دیکر اور جنگ کے دوسرے کاموں میں دلچسپی لے کر جو خدمات کی ہے۔ اس صلہ میں اسے Badge پیش کیا جاتا ہے۔ ۱۵ جون سنہ ۱۹۱۹ء

گورنمنٹ آف انڈیا آرمی ڈیپارٹمنٹ (شملہ ۷ نومبر ۱۹۱۹ء) مجھے ہدایت ہوئی ہے کہ ۲۹ جولائی ۱۹۱۹ء کے گزٹ آف انڈیا کا شائع شدہ پرچہ آپکے پیش کروں جسمیں آپکی ان قابل قدر خدمات کا ذکر ہے جو جنگ عظیم میں آپنے انجام دی ہیں۔ اور خوشنودی کا نشان Badge بھی پیش کروں۔ بیجر جنرل سکریٹری گورنمنٹ آف انڈیا۔ افسر کمانڈنگ ۱۶ / ۳ راجپوتانہ رائفلز۔ بار ۱۱۱ سیکشن بنام صاحب ریذیڈنٹ کشمیر۔ مجھے پونچھ آنے پر پنڈت امیر چند چیف فارسٹ افسر نے دو صد رنگروٹوں کی بھرتی کی رسیدات دکھائیں۔ اس بھرتی کے صلہ میں انہوں نے بھرتی والا بیج Badge قبول کیا۔ اس بھرتی میں ان کا قریباً ایک ہزار روپیہ خرچ ہو گیا ہے۔ میں آپکے سامنے انکی خدمات مناسب غور اور صلہ (عطیہ اراضی وغیرہ) کیلئے پیش کرتا ہوں۔ جی وی کر لفٹنٹ کرنل ۱۶ / ۳ راجپوتانہ رائفلز۔

۷ ہر مگھر ۱۹۷۹ء ب کو آپ چیف فارسٹ افسر بنائے گئے۔ جو محکمہ جنگلات کا سب سے بڑا عہدہ ہے۔ اس زمانہ میں جنگلوں کی تباہی کے باعث پونچھ کے جنگلات سے دیودار درخت تقریباً ناپید ہو چکے تھے۔ آپ نے اکثر دیہات میں ہزارہا دیودار درختوں کے نصب کرانے کے علاوہ ابریشم کی پیدائش و نکاس کیلئے توتوں کے درخت بھی کثیر تعداد میں نصب کرائے۔ آپکی ان خدمات کا اعتراف جموں و کشمیر گورنمنٹ کے کنسرویٹر صاحبان بارہا کر چکے ہیں۔ ۲۸ بھادوں ۱۹۸۹ء ب کو آپ محکمہ ایکسائز و کسٹم کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔ اور اب تک یہ خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ بڑا بدری ناتھ جو کشمیر کالج میں زیر تعلیم ہے۔ اور دوسرا موہن لال جو پونچھ ہائی سکول میں پڑھ رہا ہے۔ جدی جائداد کے علاوہ آپ کے پاس قریباً بیس ہزار روپیہ کی خود پیدا کردہ جائداد ہے۔ جو پونچھ خاص کے چند مواضعات کے علاوہ خاص شہر جموں میں بھی ہے۔ اپنی مرنجان مرنج پالیسی کی وجہ سے شہر اور مضافات کے ہر طبقہ میں آپ خاص رسوخ رکھتے ہیں۔ اور حتی الامکان ایسے معاملات میں حصہ نہیں لیتے جو مختلف قوموں میں افراط و تفریط کا موجب ہو کر بدمزگی پیدا کر دیا کرتے ہیں [1]

تمام شد جلد اول تاریخ اقوام پونچھ

[1] حالات بہت تاخیر سے آئے اس لئے آخری صفحات میں درج ہو سکے۔

قطعۂ تاریخ طبع تاریخ اقوام پونچھ

طبعزاد مولوی مفتی ضیاء الدین صاحب ضیاؔ آف پونچھ حال لاہور

حبذا مطبوع شد اکنوں کتابے بےمثال ۔ یادگارِ پونچھ از لطفِ خدائے ذوالجلال

از مقالاتِ سخن سنج آنکہ مافوق از ہمہ ۔ فوقؔ صاحب گرد سبقت فی البیان عالی خیال

منکشف حالاتِ ہر یک اندریں آئینہ وار ۔ گوش کن از جان و دل کز فوق ایں حسن مقال

چوں شدہ صیتِ سخن دانی بہ اطرافِ جہاں ۔ ایں نکہ اکز شش جہت آمد زہے عین الکمال

بر فلک ہم قدسیاں گفتا محمد دین فوقؔ ۔ ہست در تاریخ دانی بے عدیل و بے مثال

کز پئے بہبودِ قومی آنچہ ظاہر کردہ بود ۔ در وجود آمد ہماں یادِ کہن بے قیل و قال

نیست زیرِ گنبدِ خضرا چنیں تاریخ داں ۔ مثل او در مشرق و مغرب جنوب و ہم شمال

نخلبندِ روضۂ اقوامِ پونچھ۔ از سالِ طبع ۔ زد ندا ہاتف ضیاؔ کز سالِ طبعش نیک فال

۱۹۳۶

مولوی محمد الدین فوقؔ پبلشر نے حمایت اسلام پریس لاہور میں باہتمام شیخ حسن الدین پرنٹر چھپوا کر ظفر منزل لاہور سے شائع کی

مختصر فہرست کتب مؤلفہ منشی محمد الدین صاحب فوق